۶۲۵ اولیائے کرام کے حالات مع

سوانح عمری حضرت مصنّف رحمۃ اللہ علیہ

نفحات الانس

تصنیف لطیف:

حضرت مولانا عبد الرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم:

مولانا حافظ سید احمد علی شاہ چشتی نظامی

شبیر برادرز

اردو بازار، لاہور

﴿بسم اللہ الرحمٰن الرحیم﴾

نام کتاب .... نفحات الانس (اُردو ترجمہ)

تصنیف .... حضرت مولانا نورالدین محمد عبدالرحمٰن جامی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم .... مولانا حافظ سید احمد علی صاحب چشتی نظامی

صفحات ٦٥٦

کمپوزنگ .... words maker Lhr.

باراوّل .... دسمبر ۲۰۰۲ء

مطبع .... اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور

باھتمام .... ملک شبیر حسین

قیمت .... 250 روپے

ملنے کا پتہ

ادارہ پیغام القرآن

40 اُردو بازار لاہور

فہرست

مختصر حالات مولانا عبدالرحمٰن جامی قدس سرہ العزیز

نوشتہ پیر غلام دستگیر صاحب نامی

حمد و نعت

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْن

خدا در انتظار حمد ما نیست　　محمدﷺ چشم برراہ ثنا نیست
محمدﷺ حامد حمد خدا بس　　خدا مداح شان مصطفیٰ بس

دیباچہ

یہ دیباچہ مولانا جامی کی کتاب ''نفحات الانس'' کا ہے' اور اس لئے لکھا جاتا ہے کہ ناظرین کتاب کو معلوم ہو سکے کہ اس کتاب کے مصنف مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ کون تھے۔ کس خاندان سے تعلق رکھتے تھے' کب پیدا ہوئے' کہاں نشو و نما پائی اور دنیا کو ان کی ذات سے کیا فائدے پہنچے' ان کا سال وفات کیا ہے' اور مزار کہاں ہے۔

میں مولانا جامی علیہ الرحمۃ کے حالات میں ایک مستقل کتاب ''حیات جامی'' لکھ چکا ہوں' جو اردو میں ایک جامع تالیف ہے اور اپنے وقت پر شائع ہو گی۔ یہاں مولانا موصوف رحمۃ اللہ علیہ کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے' تاکہ قارئین کو مولانا علیہ الرحمۃ کے حالات سے آگاہی حاصل ہو جائے۔ مولانا کا نعتیہ اور عارفانہ کلام مع ''شرح حیات جامی'' میں درج کیا گیا ہے۔ یہاں صرف مختصر حالات زندگی لکھے گئے ہیں۔

نفحات الانس

یہ کتاب مولانا جامی علیہ الرحمۃ نے ۸۸۳ھ مطابق ۱۴۷۸ء میں تالیف فرمائی۔ یہ کتاب صوفی بزرگوں کے

حالات میں ایک نادر مجموعہ ہے' اس میں مبالغہ اور طوالت کو دخل نہیں' بڑے خلوص سے لکھی گئی ہے۔ مضامین آسانی سے سمجھ میں آسکتے ہیں' جس زمانے کی یہ کتاب تحریر شدہ ہے۔ اس زمانے میں مصنفین بڑی عبارت آرائی سے کام لیتے تھے اور مضمون کو دقیق بنا دیتے تھے۔ ایسی طرز تحریر میں یہ نقص ہے کہ وہ عام فہم نہیں ہوتی۔ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب اس عیب سے پاک اور سہل و آسان ہے۔

''نفحات الانس'' پہلے پہل کلکتہ میں شائع ہوئی اور ۷۰۴ صفحات میں ختم ہوئی۔ اس میں صوفی بزرگوں کے حالات کے علاوہ حافظ کمال خجندی مغربی اور دوسرے شاعروں کا ذکر بھی ہے' جو تیمور کے آخری ایام سلطنت اور شاہ رخ کے عہد حکومت کے شروع میں ہوئے۔

اس کتاب کے ابتدائی صفحات کی نو فصلوں میں اسلامی تصوف کے اصول و احکام اور صوفیوں کی تاریخ بیان کی گئی ہے۔

میرے پاس جو کتاب ہے وہ مطبع نامی منشی نول کشور کی ۱۸۸۵ء کی مطبوعہ بزبان فارسی اور ۴۱۳ صفحوں پر تمام ہوئی ہے۔ حاشیہ پر کتاب ''سلسلۃ الذہب'' منظوم درج ہے۔ ''نفحات الانس'' کی تاریخ تکمیل یہ لکھی ہے:

ایں نسخہ مقتبس زانفاس کرام	کزوے نفحات الانس آمد بہ مشام
از ہجرت خیرالبشر و فخر انام	در ہشت صدو و ہشتاد و سوم گشت تمام

ایرانیوں نے مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں ایک مبسوط کتاب ''جامی'' تالیف اور شائع کی ہے۔ فاضل مؤلف علی اصغر حکمت نے شیعہ ہونے کے باوجود بڑے خلوص سے ان کے کمالات کی تعریف کی ہے' اور کہا ہے کہ مولانا جہاں صحابہ کبار علیہم الرضوان کا ذکر بڑی عقیدت سے کرتے ہیں وہاں علی رضی اللہ عنہ اور اولاد علی رضی اللہ عنہ کے بھی مداح ہیں۔ چنانچہ مولانا کے کلام سے ان کا عقیدہ اور مذہب ثابت کیا ہے۔ (مفصل بیان ''حیات جامی'' میں مطالعہ کریں۔)

کتاب ''جامی'' کے آخر میں آقائے محمد قزوینی کی تقریظ درج ہے۔ جس میں جامی رحمۃ اللہ علیہ کو باوجود تعصب مذہبی فاضل دانشمند اور بعد حافظ خاتمہ شعراء بزرگ تسلیم کیا ہے' مگر ساتھ ہی یہ اعتراض بھی جڑ دیا ہے کہ جامی رحمۃ اللہ علیہ نے نفحات الانس میں سنی صوفیوں کا ذکر بڑی شرح وبسط سے کیا ہے' مگر شیعی صوفیوں کو نظرانداز کر دیا ہے۔ درحالے کہ کتاب مذکورہ میں ایسے لوگوں (مجذوبوں) کا حال بھی درج ہے جن کو تن بدن کا

ہوش نہیں ہوتا۔(شیعہ تو تصوف کے خلاف ہیں۔ان میں صوفی کہاں پیدا ہو سکتے ہیں۔)

''نفحات الانس'' کا ترجمہ اردو ناظرین اس مجلد میں مطالعہ کریں گے۔لہٰذا اس کے متعلق زیادہ بیان تحصیل حاصل ہوگا۔(عیاں راچہ بیاں۔) قارئین کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ کس پایہ کی کتاب ہے۔اس کتاب کا ترجمہ مولانا احمد علی صاحب خطیب جامع مسجد شاہی لاہور سے کرا کر کتب خانہ اللہ والے کی قومی دکان والوں نے ۱۹۰۷ء میں شائع کیا۔اب دوسری دفعہ اسے شائع کیا جا رہا ہے۔اس میں ۶۶۲ اولیائے کرام کا تذکرہ ہے۔

مشہور بزرگ خاندان

مولانا جامی علیہ الرحمۃ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے جلیل القدر شاگرد امام محمد شیبانی رحمۃ اللہ علیہ بن حسن رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے ہیں۔امام موصوف کے والد بزرگوار حسن رحمۃ اللہ علیہ شام سے عراق میں آئے اور واسطہ میں متمکن ہوئے۔یہیں امام موصوف کی ولادت ہوئی۔آپ سن تمیز کو پہنچ کر حضرت امام اعظم ابوحنیفہ قدس سرہ کے حلقہ تلامذہ میں داخل اور تمام شاگردوں سے فوق لے گئے۔بچپن میں آپ نے قرآن شریف سات دن میں حفظ کر لیا تھا۔امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ان کے شاگرد تھے۔فرماتے ہیں کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ ہم سے ہماری عقل اور فہم کے انداز پر کلام کرتے ہیں' اگر اپنی عقل اور استعداد کے مطابق کریں تو ہم سمجھ نہ سکیں۔

حضرت نظام الدین اولیاء رضی اللہ عنہ دہلوی ''راحت القلوب'' میں فرماتے ہیں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جو امام موصوف رحمۃ اللہ علیہ کی رکاب تھام کر چلتے تھے' کہتے تھے کہ اگر میں کہوں کہ قرآن امام محمد شیبانی بن حسن رحمۃ اللہ علیہ کی لغت میں نازل ہوا ہے تو مبالغہ نہ ہوگا' کیونکہ آپ کے کلام میں ایسی ہی فصاحت تھی۔

امام حصیری رحمۃ اللہ علیہ خطبہ شرح جامع کبیر میں ذکر کرتے ہیں کہ جب امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کتاب تصنیف کی اور اس کی شہرت ہوئی تو روم میں ایک نصرانی عالم نے اس کا مطالعہ کیا تو وہ اور کئی گبروں کے ساتھ مشرف باسلام ہو گیا۔اس سے پوچھا گیا کہ تمہیں کس بات نے متاثر کیا تو اس نے جواب دیا کہ اگر اس کتاب کا مصنف پیغمبری کا دعویٰ کرتا اور اظہار معجزہ کے طور پر اس کتاب کو پیش کرتا تو کوئی شخص اس جیسی تصنیف پر قادر نہ ہو سکتا' اور سب پر واجب ہو جاتا کہ اس کی نبوت پر ایمان لے آئیں۔پس جب ایسا عالم فاضل شخص دین محمدی ''صلی اللہ علیہ وسلم'' کے تابع ہے تو بے شبہ یہ دین برحق ہے۔

نامی کے ایک خاندانی بزرگ حضرت جمال الدین ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ نے جن کا مزار آگرہ محلہ جوگی پورہ

میں ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''وصایاے امام محمد'' کی شرح لکھی تھی' جو بقول محمد غوثی بن حسن بن موسیٰ شعاری صاحب کتاب ''اذکار ابرار'' (مؤلفہ ۱۰۱۴ھ و مطبوعہ مطبع مفید عالم آگرہ ترجمہ اردو) جو مشکلوں کو حل کرنے والی ہے۔ اسی شارح نے اصول بزدوی کی بھی شرح لکھی ہے۔ یہ کتاب فخر الاسلام علی بن محمد بن حسین بزدوی کی تصنیف' ہے جس کی ایک شرح مطبوعہ مصر کشف الاسرار از عبدالعزیز بن احمد بن محمد مرکزی حزب الاحناف کے کتب خانہ اندرونی دہلی دروازہ لاہور میں ہے۔

امام محمد شیبانی رحمۃ اللہ علیہ ۱۸۶ھ میں واصل بحق ہوئے۔ آسان سادہ تاریخ صوفی ہے۔

ایک انکشاف: کتاب ''تواریخ آئینہ تصوف'' مصنفہ مخدوم شاہ محمد حسین صابری چشتی قدوسی حنفی میں لکھا ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کی والدہ خدیجہ صغرائے رحمۃ اللہ علیہ امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دختر تھیں۔ انہی کی بھتیجی فاطمہ مسکین دختر امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ از بطن حمیدیہ کا نکاح امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے ۱۱۸ھ میں ہوا جبکہ امام رحمۃ اللہ علیہ کا سن ۳۷ برس کا تھا اور زوجہ کا ۱۳ کا۔ اس نکاح کا حکم جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے دیا تھا' اور فرمایا تھا کہ اس کے بطن سے پانچ نیک سیرت فرزند پیدا ہوں گے۔ ایک بیٹے کا نام احمد عرف امام عطا اور دوسرے کا عبدالسلام۔ امام احمد عطا ۳۰ محرم ۱۳۵ھ بروز جمعرات وقت اشراق مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ (نانا) نے انہیں مثل فرزند پرورش کیا اور وفات (۱۵ رجب ۱۴۸ھ کو) سے پیشتر نواسہ موصوف کو مدینہ منورہ میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کیا۔ امام عطا ۱۸۹ھ میں فوت ہوئے۔ ان کے فرزند امام ابراہیم شیخ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کی دختر نعمت اکبری کے بطن سے تھے۔ ان کے بیٹے امام طاہر تھے۔ ان کی نسل سے شیخ اسمٰعیل حنفی (متوفی ۸۶۰ھ) شیخ عبدالقدوس گنگوہی علیہ الرحمۃ کے مرشد تھے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (از کتاب تواریخ آئینہ تصوف)

ولادت

مولانا جامی موضع خرجرد علاقہ جام ولایت ہرات میں ۲۳ شعبان ۸۱۷ھ مطابق ۲ نومبر ۱۴۱۴ء کو پیدا ہوئے۔ جہاں آپ کے والد مولانا نظام الدین احمد دشتی بن شمس الدین محمد ہجرت کر کے چلے آئے تھے۔

جامی کس طرح؟

مولانا اپنا تخلص جامی کرنے کی نسبت فرماتے ہیں۔

مولدم جام ورشحہ قلمم | جرعہ جام شیخ الاسلامی است
لاجرم درجریدہ اشعار | بدومعنے تخلعم جامی است

یعنی میں جام میں پیدا ہوا' اور میرے قلم سے جو کچھ ٹپکا ہے وہ شیخ الاسلام کے جام کا ایک جرعہ ہے۔ اس لئے میرے بیاض اشعار میں دو جہت سے میرا تخلص جامی ہے۔

تعلیم وتربیت اور سفر

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کے والد مولانا نظام الدین احمد غلامی تخلص پہلے اصفہان میں سکونت رکھتے تھے' پھر حوادث ایام کے سبب جلاوطن ہو کر خرخر جام میں تشریف لائے۔ (انسائیکلو پیڈیا اسلامیہ میں اس مقام کا نام خرجرد لکھا ہے۔ نامی)

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے بالغ ہونے سے پہلے ہی قرآن شریف حفظ کر لیا تھا اور صرف ونحو اور منطق و معانی وغیرہ علوم کی تحصیل سے فارغ ہو گئے تھے' پھر علوم باطنی کے حصول کیلئے ہرات اور سمرقند اور وہاں سے حجاز تشریف لے گئے۔ نیشا پور' بسطام اور سبزوار کے بزرگوں کی زیارت کر کے بغداد پہنچے۔ حضرت غوث الاعظم سید شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ اور دیگر بزرگوں کے مزارات کی زیارت کے بعد دشت کربلا کو چلے' اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے شہیدوں کے قبور کی زیارت کی' یہاں سے مدینہ منورہ گئے۔ روضہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین (صدیق اکبر اور عمر فاروق رضوان اللہ علیہما) کی درگاہ معلیٰ میں حاضری دے کر نجف اشرف پہنچے۔ جہاں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مزار مبارک کی زیارت کی۔ پھر عشق محبوب رب العالمین علیہ الصلوٰۃ والتکریم نے بیتاب کیا' تو دوبارہ مدینہ منورہ کا رخ کیا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے دو رفیقوں اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین امہات المومنین رضی اللہ عنہم بنات سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے مزارات کی زیارت سے بہرہ اندوز ہو کر مکہ معظمہ پہنچے۔ حج کیا اور پھر تیسری بار عازم مدینہ منورہ ہوئے اور دربار نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں حاضری دے کر شام' روم' حلب اور دمشق کو تشریف لے گئے۔ بعد ازاں خراسان واپس آئے۔ اس لمبے سفر میں بے شمار اولیاء واقطاب کی صحبت میں روحانی درجات کی ترقی سے مستفید ہوئے۔
(سفر کا مفصل حال ''حیات جامی'' میں ملاحظہ کریں۔)

شیعی مناظر کی درگت

دوران سیاحت جب آپ بغداد میں تھے' تو چند علماء شیعہ نے آپ کے بعض ابیات مندرجہ کتاب سلسلۃ الذہب پر اعتراض کیا' اور مباحثہ کیلئے تیار ہوئے۔ مجلس مناظرہ منعقد ہوئی جس میں بڑے بڑے علماء وصلحا اور حکام وقت شامل تھے۔ علماء شیعہ کی طرف سے ایک شخص نعمت حیدری نامی جوان میں بڑا غالی شیعہ تھا مولانا کے مقابلہ کیلئے آیا۔ آپ نے پوچھا' تم شریعت پر گفتگو کرنا چاہتے ہو یا طریقت پر۔ اس نے جواب دیا' بہردو طریق۔ آپ نے فرمایا' پہلے اپنی مونچھوں کے بال جو حد شرع سے متجاوز ہیں درست کرو۔ جب تک یہ شریعت کے مطابق ٹھیک نہ ہوں تم سے کلام کرنا حرام ہے۔ حاکم وقت نے جو مجلس میں موجود تھا' حکم دیا کہ قینچی لاؤ' مگر لوگوں نے مقراض کا انتظار نہ کیا اور بالوں کو نعمت عظمیٰ سمجھ کر فوراً نوچ لیا۔ یہ حالت دیکھ کر اسے بات کرنے کی ہمت نہ رہی اور ناکامی اور نامرادی کا داغ لئے چلا گیا۔ (خزینۃ الاصفیا)

نوٹ: اس واقعہ کا ذکر مسٹر براؤن نے اپنی کتاب ''فارسی تاریخ ادب'' میں جو بزبان انگریزی ہے اور علی اصغر حکمت نے بھی کتاب ''جامی'' میں کیا ہے اس سزا کا بھی حال لکھا ہے جو نعمت حیدری کو دی گئی۔
(اس کی تفصیل میری کتاب ''حیات جامی'' میں مطالعہ کریں۔)

پیران طریقت

مولانا جامی علیہ الرحمۃ نے جن جن بزرگوں سے فیض حاصل کیا' ان کا ذکر کتاب ''رشحات عین الحیات'' میں مفصل ہے' اور حیات جامی میں بھی کر دیا گیا ہے۔ یہاں صرف ناموں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

(۱) خواجہ سعد الدین کاشغری رحمۃ اللہ علیہ (۲) خواجہ محمد پارسا رحمۃ اللہ علیہ (۳) مولانا فخر الدین لورستانی رحمۃ اللہ علیہ (۴) خواجہ برہان الدین ابو نصر پارسا رحمۃ اللہ علیہ (۵) شیخ بہاء الدین عمر رحمۃ اللہ علیہ (۶) خواجہ شمس الدین محمد کوسوئی رحمۃ اللہ علیہ (۷) خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ۔ جو مرید تھے حضرت ملا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ کے اور وہ خواجہ بزرگ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے' جن کا سلسلہ تیرہ واسطوں سے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا اور نقشبندیہ کہلاتا ہے۔
(ملاحظہ ہو مفصل شجرہ مع منظوم ''حیات جامع'' میں۔)

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے قصہ یوسف زلیخا میں جو خواجہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف لکھی ہے' اس کے چند

اشعار کا ترجمہ درج ذیل ہے:

فقر کی صحیح تعریف لکھنے کیلئے خواجہ کی نوک قلم کی سیاہی درکار ہے۔ ہمارے خواجہ جیسا نادر نقش کسی نقشبند (بزرگ) نے تختی پر نہیں بنایا۔ جب فقر شاہی لباس میں جلوہ گر ہوا تو میرے عبید اللہ کی تدبیر سے ہوا۔ بڑے سے بڑا بادشاہ آپ کے خرمن کا خوشہ چین ہے کون ہے جسے آپ کی درویشی کا علم نہیں۔ سرداری کی چادر آپ کے پاؤں میں لپٹی ہے' جسے آپ کی مہربانی سے فقر نصیب ہوا اس کی گودڑی اچکن بن گئی۔ آپ کی نظر میں دنیا آخرت کی کھیتی ہے اور آپ اس کھیتی سے آخرت کا کام لیتے ہیں۔ آپ کے زیر کاشت ہزاروں کھیت ہیں جن سے آپ بہشت کے سفر کا توشہ تیار کر رہے ہیں۔ خواجہ کے مقام کی بلندی تک خیال نہیں پہنچ سکتا اور نہ ہی تقریر و تحریر میں اسے بیان کر سکتے ہیں۔ جب آپ آنکھیں بند کر کے مراقبے میں بیٹھتے ہیں تو دونوں جہان سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔ آپ یاد الٰہی میں اپنی ہستی کو بھول جاتے ہیں' اور وہم کی آنکھ دوئی کی طرف سے بند ہو جاتی ہے' کیونکہ ناچیز قطرہ دریا میں مل جاتا ہے تو اس میں اور دریا میں تمیز نہیں کر سکتے' وہ لوگ خوش قسمت ہے جو خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی خاک پر سر رکھتے ہوئے اور دل اور جان کو آپ کے شکار بند سے بندھے ہوئے ہیں۔ آپ کی فیض رسانی سے مالا مال ہیں اور آپ کے سایہ میں اکتساب نور کر رہے ہیں۔ الٰہی آپ کا سایہ دنیا میں قائم رہے' تاکہ زمانے کی آنکھیں روشن رہیں۔ فرشتہ سیرت خواجہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کی عمر گردش آسمان سے بھی زیادہ ہو۔ یعنی آپ ہمیشہ زندہ رہیں۔

اعتقاد نامہ مولانا علیہ الرحمۃ

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی دوسری کتاب ''سلسلۃ الذہب'' میں مسلمانوں کی ہدایت کیلئے اعتقاد نامہ درج کیا ہے۔ جس میں ذات باری تعالیٰ کی ذات کی نسبت اس کے کلام کی نسبت' قضا و قدر کی نسبت' فرشتوں کے وجود کی نسبت' انبیاء علیہم السلام پر ایمان رکھنے کی نسبت' سب انبیاء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت' ختم نبوت' شرع محمدی' معراج محمدی' معجزات انبیاء' کتب سماوی' قرات کلام اللہ کی نسبت مفصل بحث کی ہے۔ پھر آل و اصحاب رضوان اللہ اجمعین اور امت محمدیہ کی بابت جس طرح مسلمانوں کو اعتقاد رکھنا چاہئے۔ اس کو بوضاحت بیان فرمایا ہے۔ نیز اہل قبلہ کی تکفیر پر بحث کی ہے۔ علاوہ ازیں عذاب قبر' سوالات منکر و نکیر' وزن اعمال' عبور پل دوزخ اور اہل ایمان کے جنت میں داخل ہونے کا اور دیدار الٰہی کرنے کا بھی مفصل بیان کیا ہے۔ ناظرین مفصل ذکر ''حیات جامی'' میں ملاحظہ کریں گے۔

حبِّ آلِ نبی و بغض صحابہ رضی اللہ عنہم

مولانا جامی علیہ الرحمۃ نے اسی کتاب ''سلسلۃ الذہب'' میں بتایا ہے کہ آل رضی اللہ عنہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنا رفض نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے بغض رکھنا رفض ہے۔ پھر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی دینی خدمات کا ذکر کیا ہے۔ اس کے بعد خود ساختہ سیدوں کی خبر لی ہے کہ ماں باپ کا تو کوئی نسب نہ تھا مگر بیٹا سید بن گیا' مگر اس کے خط و خال اور چال و مقال بتا رہی ہے کہ اس کا دعویٰ دروغ بے فروغ ہے۔

کون سے علی رضی اللہ عنہ؟

ایک شخص (شیعہ) مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر التماس کرتا ہے کہ مجھے حضرتؓ علی کرم اللہ وجہہ کے مناقب بیان فرمائیں۔ آپ اس سے دریافت کرتے ہیں کہ کون سے علی کے؟ وہ کہتا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ ابن ابی طالب کے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ٹھیک ہے وہ علی تھا تو ایک ہی۔ مگر تم نے ایک اور علی بنا لیا ہے۔ جسے خلافت کی بڑی حرص تھی' مگر باوجود تین بار سخت کوشش کے خلیفہ نہ بن سکا۔ تم نے اسے ایک ایسا پہلوان بنا رکھا ہے جو موچھوں پر تاؤ دیئے ہوئے ہر وقت لڑنے مرنے کو تیار تھا' مگر کبھی غالب نہ ہوا' مغلوب ہی رہا' مگر ہمارا جو علی رضی اللہ عنہ تھا وہ حرص و ہوا سے پاک تھا۔ اسے خلافت کا کوئی لالچ نہ تھا۔ جب ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ و عثمان رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تو علی رضی اللہ عنہ سے بہتر کوئی شخص نہ تھا۔ جس کو خلیفہ بنایا جاتا۔ چنانچہ انہوں نے بادل ناخواستہ بار خلافت اٹھا لیا۔ ہمارا یہ علی رضی اللہ عنہ عین ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عین عمر رضی اللہ عنہ تھا اور جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم نبوت تھے اسی طرح علی رضی اللہ عنہ خاتم خلافت ہوئے۔

ایں علی ؓ در کمال خلق و سیر	عین ابوبکر ؓ بود عین عمر ؓ
لعن ایشاں مکن کہ لعنت اوست	زشت زدوست لعنت دوست
بود ختم الرسل نبی ﷺ وز پے	شد علی ؓ خاتم ولایت وے

مولانا جامی علیہ الرحمۃ کے اوصاف

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ ذوق لطیف کے مالک تھے۔ فرماتے تھے کہ خامکار لوگ ہوا و ہوس کا نام عشق رکھ لیتے ہیں۔ ایسوں کا عشق حقیقی کے کوچے میں گزر نہیں۔ سچا عاشق وہ ہے جس کے دل میں سوز و گداز ہو اور نفسانی

خواہشات اور راحت و آرام سے کنارہ کش ہو اور آپ کے دل میں عشق حقیقی صحیح طور پر موجود تھا۔

آپ صحیح معنوں میں درویش تھے اور تواضع' فروتنی' ترک ریا' نفس کشی اور خلوص عقیدت آپ کے حرکات و سکنات اور قول و فعل سے نمایاں تھا۔ آپ شریعت کے احکام کی بجا آوری میں اکمل تھے اور ان فضائل و اصاف سے آراستہ تھے جو مشائخ صوفیہ کیلئے اپنے پیروؤں کو تعلیم دینے کیلئے ضروری ہے' مگر آپ میں ظاہر داری اور نمود و ریا کی آلائش بالکل نہیں تھی۔ آپ کے پاس جو آ کر بیٹھتا' آپ اس کے ساتھ برابر بیٹھے رہتے اور نہ اٹھتے' جب تک وہ خود نہ اٹھ جاتا۔ طویل نشست سے آپ بیمار بھی ہو گئے' مگر اپنی اس شریفانہ عادت کو ترک نہ فرمایا۔ آپ کی کوشش یہ ہوتی تھی کہ سب سے نیچے بیٹھیں اور ممکن ہوتا تو دہلیز پر بیٹھتے اور کم درجے کے آدمیوں کے ساتھ کھانے میں شریک ہو جاتے۔ زیادہ رغبت آپ کو بے تکلف کھانوں کی تھی۔ آپ کی عادت زیادہ بولنے کی نہ تھی۔ حاضرین سے کہتے کہ دوستو! کوئی بات کرو۔ میرے پاس تو کرنے کو کوئی بات نہیں۔

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ ضعیفوں کے دستگیر اور مظلوموں کے مددگار تھے اگر واقعی کسی کو محتاج کو پاتے تو خفیہ طور سے اس کی مدد کرتے۔ آپ نے شہر ہرات میں ایک مدرسہ' خیابان میں مدرسہ اور خانقاہ اور ولایت جام میں مسجد تعمیر کی اور کئی املاک مدرسہ خیابان پر وقف کئے۔ آپ یہ کہنا اخلاص سے بعید جانتے تھے کہ میں نے یہ فی سبیل اللہ کام کیا ہے۔

آپ بڑے لوگوں اور بالخصوص بادشاہوں کی خوشامد اور چاپلوسی سے متنفر تھے' بلکہ انہیں ہمیشہ نیکو کار رہنے کی تلقین بذریعہ مکتوبات کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ ایک خط میں بادشاہ وقت کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں کہ:

اے بادشاہ! تو جس تاج و تخت کا دلدادہ ہے وہ ناپائیدار ہے۔ یہ زندگی فنا ہونے والی ہے نہ یہ زمانہ رہے گا نہ یہ زمین۔ جہاں تک ہو سکے دنیا میں نیکی کر لے' کیونکہ یہی کام آنے والی شے ہے۔

ایک نظم میں آپ نے فرمایا کہ دانتوں سے فولاد میں سوراخ کرنا' ناخنوں سے سخت پتھر میں راہ بنانا' انگیٹھی میں سر کے بل گرنا' پلکوں سے انگارے چننا' سر پر سو اونٹوں کا بوجھ اٹھا کر مشرق سے مغرب کی طرف دوڑنا' جامی کیلئے کمینوں کے احسان کا بوجھ اٹھانے سے زیادہ آسان ہے۔

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ سے بادشاہوں کی عقیدت

جب مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نویں صدی ہجری کے اخیر میں مقیم ہرات تھے تو اس وقت ایران کی حکومت کی عنان دو بادشاہوں کے ہاتھ میں تھی۔ مشرقی حصہ میں تیموری خاندان حکمران تھا جس کے پائے تخت ہرات اور سمر

قند تھا۔ اس علاقے کا آخری سلطان، سلطان حسین بالیقرا تھا جس کا عہدہ حکومت مولانا کی وفات کے ایک سال بعد ختم ہوا۔ یہ بادشاہ آپ کا بڑا معتقد تھا۔ ایران کے جنوب اور مغرب میں ترکمان فرمانروا بھی آپ کی عقیدت مندوں میں سے تھے۔ تیسرا عقیدتمند بادشاہ ابوالقاسم بابر تھا۔ جس کی قلمرو میں افغانستان، عراق، فارس اور خراسان تھے۔ یہ بادشاہ بڑا سلیم الطبع اور درویش منش تھا۔

چوتھا بادشاہ جو آپ کا مرید تھا، اس کا نام سلطان ابوسعید تھا۔ اس کی سلطنت کے حدود ایک طرف چین سے ملتے تھے اور دوسری طرف ہندوستان سے ملحق تھے۔ پانچویں عقیدت مند بادشاہ کا نام سلطان یعقوب تھا۔ جس سے مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کے نامہ و پیام کا مفصل ذکر ''حیات جامی'' میں نامی نے لکھ دیا ہے۔ چھٹا عقیدت مند بادشاہ سلطان ترکی تھا جس نے زر کے بدرے بھیج کر آپ کو قسطنطنیہ تشریف لانے کی دعوت دی تھی۔ جسے آپ نے بوڑھی والدہ کی خبر گیری کے عذر سے رد کر دیا۔ ان تمام بادشاہوں سے مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کی خط و کتابت رہی جو ''حیات جامی'' میں ملاحظہ کریں۔

صفوی خاندان کے متعصب بادشاہوں کی مخالفت

ایران کی بدقسمتی سے یہاں ایک عرصہ صفوی خاندان کی حکومت رہی۔ اس نے اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی تعریف کرنا جرم قرار دیا اور لعن و تبرا کی اشاعت کی۔ چونکہ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ آل و اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقیدتمند تھے اور ان کی شان میں قصیدے لکھ چکے اور ان کے دشمنوں کے منہ میں خاک ڈال چکے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے والد ابوطالب کے ایمان کے قائل نہ تھے۔ اس لئے صفویوں نے نہ صرف ان کی خانقاہ کو برباد کیا بلکہ حکم دیا کہ جہاں جہاں لفظ جامی لکھا ہوا اس کے جیم کا نقطہ مٹا کر اوپر ڈال دیا جائے تاکہ بجائے جامی کے خامی بن جائے۔ اس متعصب خاندان کی حکومت تباہ ہو گئی اور مولانا کی شہر ہرات سنی افغانوں کے قبضہ میں آ گیا اور اب تک انہیں کے قبضہ میں ہے۔ انہوں نے مولانا کے مزار کو از سر نو آباد اور تاریخی کتبوں سے مزین کیا ہے۔ جزاھم اللہ احسان الجزا سچ کہا ہے کسی نے۔

اگر گیتی سرسار باد گیرد   چراغ مقبلاں ہرگز نمیرد

یعنی اگر تمام جہان ہوائی طوفان سے تباہ ہو جائے تو بھی اللہ کے مقبول بندوں کا چراغ نہیں بجھ سکتا۔

(مفصل ذکر ''حیات جامی'' میں مطالعہ کریں۔)

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف اوران کے مضامین اور سال تصانیف کا بالتفصیل بیان تو ''حیات جامی'' میں مذکور ہے۔ یہاں صرف کتابوں کے نام پر اکتفا کیا ہے۔

نثر میں آپ کی کتابیں یہ ہیں:

(۱) شواہد نبوت۔ (۲) نفحات الانس۔ (۳) بہارستان۔ (۴) رسالہ کبیر در معمی موسوم بہ حلیہ حلل۔ (۵) رسالہ صغیر در معمی۔ (۶) رسالہ درفن قافیہ۔ (۷) نقد النفوس فی شرح نقش الفصوص۔ (۸) لوائح۔ (۹) لوامع فی شرح الخمریہ۔ (۱۰) رسالہ ارکان الحج۔ (۱۱) سخنان خواجہ پارسا۔ (۱۲) چہل حدیث۔ (۱۳) رسالہ تجنیس خط۔ (۱۴) رسالہ تائیہ۔ (۱۵) رسالہ شرح رباعیات۔ (۱۶) رسالہ منشات۔ (۱۷) تفسیر سورۃ فاتحہ۔ (۱۸) توضیح احادیث روایت کردہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ۔ (۱۹) رسالہ تہلیلیہ لا الہ الا اللہ۔ (۲۰) رسالہ بحالت مشہور صوفی بزرگان (خواجہ پارسا رحمۃ اللہ علیہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم۔ (۲۱) طریق صوفیان وتحقیق مذہب صوفیان۔ (۲۲) رسالہ تائیہ اور میمیہ (یا خمریہ)۔ (۲۳) امیر خسرو دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک دوھا اور رباعیات جامی کی شرح۔ (۲۴) عروض' موافی اوزان شعری اور راگ پر رسالے۔ (۲۵) شرح مفتاح الغیب۔ (۲۶) اشعۃ اللمعات (عراقی کی کتاب لمعات کی شرح)۔ (۲۷) شرح ملا جامی رحمۃ اللہ علیہ۔

منظوم کتب مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ

(۱) ہفت اورنگ جامی رحمۃ اللہ علیہ۔ (۲) سلامان وابسال۔ (۳) تحفۃ الحرار۔ (۴) سبحۃ الابرار۔ (۵) یوسف زلیخا۔ (۶) سلسلۃ الذہب (۷) لیلے مجنوں۔ (۸) خردنامہ اسکندری۔

دیوان' قصائد وغزلیات جامی رحمۃ اللہ علیہ

(۹) فاتحہ الکتاب۔ (۱۰) واسطہ العقد۔ (۱۱) خاتمہ الحیوات۔

نوٹ: سام مرزا نے ''تحفہ سامی'' میں مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کی تعداد ۴۶ بتائی ہے۔ جن میں سے مسٹر ولسن نے ۲۴ کا مطالعہ کیا ہے' مگر مصنف ''مراۃ الخیال'' شیر خاں نے ۹۹ لکھی ہے۔ بعض نے تعداد بمعدد لفظ جامی ۵۴ بتائی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب.

وفات مولانا جامی

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ اس دنیائے فانی میں ۸۱ برس گزار کر ۱۸ محرم ۸۹۸ھ کو بروز جمعہ وقت اذاں راہی عالم بقا ہوئے۔ مزار پیر کے مزار کے متصل خیابان ہرات میں ہے۔ شاہ وقت سلطان حسین مرزا نے جنازہ خراسان کے باشندوں کے ساتھ مل کر اٹھایا۔

مولانا مرحوم ومغفور کی بہت سی تاریخیں کہی گئی ہیں' مگر مجھے دو مادے پسند ہیں۔ ایک تو **ومن دخلہ کان امنا** اور دوسری دود (۱۴) ازخراساں (۹۱۲) برآمد یعنی خراسان سے دھواں نکلا۔ خراسان کے اعداد سے دود کے اعداد نکال دیں تو ۸۹۸ رہ جاتے ہیں' اور یہی مولانا کا سال وفات ہے۔

مزار مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ

جیسا کہ مذکور ہوا مولانا جامی علیہ الرحمۃ کا مزار ہرات میں ہے' جو پہلے ایران کی مملکت میں تھا' مگر اب افغانستان کی سلطنت میں شامل ہے۔ امیر شیر علی وزیر سلطان حسین مرزا جو خود بڑا عالم اور مصنف تھا۔ مولانا کا عقیدتمند تھا۔ اس نے مولانا کے احترام کے پیش نظر اعلیٰ درجہ کی عمارت سے مزار کو زینت دی۔ وسیع صحن اور حوض تعمیر کیا۔ ان عمارات کو مولانا کی دشمنی کی وجہ سے شاہ اسمٰعیل صفوی نے معدوم اور ویران کر دیا۔ ایک مدت تک یہ جگہ غیر آباد پڑی رہی۔ صرف قبر کا نشان باقی رہا۔ جب صفویوں کی سلطنت کا تختہ الٹ گیا اور افغانوں کا دور دورہ ہوا تو عمارت از سر نو ترتیب دی گئی۔ امیر حبیب اللہ خاں شہید نے روضہ کو خوب اچھی طرح مزین کیا۔ اب اس عمارت میں محمد عمر وغیرہ خوشنویسوں کے کتبے نصب ہیں۔ (تفصیل کیلئے دیکھو "حیات جامی رحمۃ اللہ علیہ")

ایک کتبہ یہ ہے:

جامی کہ بود مائل جنت مقیم گشت — فی روضۃ مخلدۃ ارضہا السماء
کلک قضا نوشت رواں بردر بہشت — تاریخہ ومن دخلہ کان امنا

دوسرا قطعہ تاریخ یہ ہے:

اگر خواہی کہ باشد ہمت مرداں ترا حامی — بیادر روضہ جنت نشان عارف جامی
فضائے تربتش وسعت فزائے ہر دل تنگی — طواف مشہدش انجام ہر جابے سرانجامی

اہالیے اہل ہرات کا عقیدہ ہے کہ جو کوئی سات ہفتے متواتر مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کی زیارت

کرے' اس کی مراد پوری ہو جاتی ہے۔ وہاں یہ شعر زبان زد عوام ہے:

ہر کہ آید یوم شنبہ در طواف مولوی
ہر طواف مولوی ہفتاد (۷۰) حج اکبر است

اولاد مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا علیہ الرحمۃ کے چار بیٹے پیدا ہوئے۔ پہلا بیٹا صرف ایک دن زندہ رہا' اس کا کوئی نام نہیں رکھا گیا۔ دوسرے کا خواجہ صفی الدین نام رکھا جو ایک برس بعد فوت ہو گیا۔ تیسرا فرزند ۸۹۱ھ میں پیدا ہوا' وہ باسم ضیاء الدین یوسف موسوم ہوا۔ چوتھا بیٹا خواجہ ظہیر الدین عیسیٰ ۸۹۱ھ میں جلوہ گر ہوا۔ جس نے صرف چالیس دن کی زندگی پائی۔ (تفصیلاً حال اولاد ''حیات جامی'' میں مسطور ہے۔)

مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے یوسف زلیخا میں جو پند نامہ لکھا ہے وہ تیسرے فرزند کیلیے ہے' جبکہ اس کی عمر سات برس کی تھی اور مولانا کی ستر کی' معلوم نہیں ہوا کہ ضیاء الدین یوسف سے سلسلہ اولاد چلا کہ نہیں۔ مگر بقول ذوق:

رہتا ہے نام علم سے زندہ جہاں میں ذوق
اولاد سے تو ہے یہی دو پشت چار پشت

پس مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کا نام علم اور بزرگی کی وجہ سے رہتی دنیا تک زندہ ہے' اور آخر یہ دنیا بھی فنا ہونے والی ہے:

بقابقائے خدا است و ملک ملک خدا

اللہ بس اور باقی ہوس۔

غلام دستگیر نامی

مکاندار محلہ چلہ بی بیاں لاہور

۲۷ ذوالحجہ ۱۳۷۴ھ مطابق ۱۷/ اگست ۱۹۵۵ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اُردو ترجمہ کتاب ''نفحات الانس''

الحمدللہ الذی جعل مرائی قلوب اولیائه مجالی جمال وجهه الکریم والاح منها علی صفائح وجوههم لوائح نوره القدیم فصار وابحیث اذراو ذکر اللہ والصلوة علی افضل من ارتفع حجب الکون عن بصر بصائر هم وانکشف سر سریان وجوده الساری فی الکل علی اسرائیر هم فمار اوا فی الوجود الاایاه وعلی اله الطیبین واصحابه الطاهرین وعلی من تبعهم وتبع تابعهم اجمعین الی یوم الذین اما بعد!

عجز گمنام عبدالرحمٰن بن احمد جامی جس کو خدا تعالیٰ عمل وقول واعتقاد میں راستی اور درستی کی راہ پر ثابت قدم رکھے کہتا ہے کہ شیخ امام عالم عارف ابوعبدالرحمٰن محمد بن حسین سلمٰی نیشا پوری قدس اللہ تعالیٰ روحہ نے ان مشائخ طریقت قدس اللہ ارواحہم کے حالات میں کہ جو دین کے ناموروں اور اہل یقین کے بڑے لوگوں میں اور علوم ظاہرہ و باطن کے جامع ہیں۔ایک کتاب لکھی جس کا نام ''طبقات الصوفیہ'' رکھا ہے۔اس کے پانچ طبقے کئے ہیں اور طبقہ (جو درجہ کے معنی میں معروف ہے۔) سے وہ جماعت مقصود ہے کہ جس کی ولایت کے انوار اور ہدایت کے آثار ایک ہی زمانہ یا قریب قریب زمانہ میں دنیا پر ظاہر ہوئے ہیں اور ان کے مریدوں اور مستفیدوں کا کوچ و سفر ان کے ساتھ رہا ہے۔ ہر ایک طبقہ میں اس گروہ کے علماء و آئمہ مشائخ کے بیس اشخاص کا ذکر کیا ہے۔ وقت اور مقام کے لحاظ سے ان کے وہ پاکیزہ کلمات اور پسندیدہ عادات کہ جن سے ان کا طریقہ' علم' حال' عادات معلوم ہو سکیں۔ اس میں درج کئے ہیں۔ حضرت شیخ الاسلام لوگوں کے جائے پناہ' سنت کے حامی' بدعت کے جڑ سے اکھیڑنے والے ابواسمٰعیل عبداللہ بن محمد انصاری ہرات کے رہنے والے قدس اللہ تعالیٰ روحہ اس کتاب کو جلسوں اور وعظ کی مجلسوں میں پڑھ کر سنایا کرتے تھے اور بعض مشائخ کی اور باتیں جو اس کتاب میں مذکور نہ تھیں۔ نیز

ذوق اور وجد کی باتیں اپنی طرف سے زائد بیان کیا کرتے تھے۔ جن کو ان کا ایک محب و مرید جمع کرتا رہا اور کتاب کی صورت میں لکھتا رہا۔ واقعی وہ ایک لطیف کتاب ہے اور شریف مجموعہ ہے جو کہ صوفیائے کرام کے حقائق و معارف' حقائق و لطائف کا ذخیرہ ہے' لیکن چونکہ وہ قدیمی ہروی زبان میں ہے جو کہ اس وقت مروج تھی۔ دیگر یہ کہ کاتبوں کی تحریف اور ردوبدل سے کچھ ایسی ہوگئی ہے کہ اکثر مقامات میں مطلب آسانی کے ساتھ سمجھ میں نہیں آتا اور یہ بھی ہے کہ اس میں صرف متقدمین مشائخ کا ذکر ہے' لیکن بعض اور مشائخ اور خود حضرت شیخ الاسلام اور ان کے ہمعصروں اور متاخرین مشائخ کے ذکر سے خالی ہے۔ اس لئے بارہا فقیر کے دل میں یہ بات آئی تھی کہ اپنی طاقت اور حوصلہ کے مطابق ان کی تحریر و تقریر میں سعی کرے اور جو کچھ میری سمجھ میں آجائے۔ اس کو آج کل کی زبان کے محاورہ میں قلمبند کروں اور جو سمجھ میں نہ آئے اس کو پوشیدہ ہی رہنے دوں اور دوسری معتبر کتابوں سے چیدہ چیدہ اور سنجیدہ باتیں اور بڑھا دوں۔ ان کے حالات کی شرح اور ان کے مقامات و معارف و کرامات' تاریخ ولادت' وفات۔ جو اس کتاب میں مذکور نہیں ہے بڑھا دوں' لیکن کثرت مشاغل اور رکاوٹوں کے باعث یہ مطلب حاصل نہ ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ ۸۸۱ ہجری میں درویشوں کے محب معتقد تمام دنیاوی مشاغل سے سیر اور فقر پر دلیر یعنی امیر (یہ شخص سلطان حسین کا وزیر تھا جو کہ وزارت چھوڑ کر مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین اور معتزین تلامذہ میں شامل ہو گیا تھا۔) نظام الدین علی شیر خدا ان کو قبولیت کی عزت سے معزز کرے اور طریق وصول تک پہنچنے کی توفیق دے' یہ وہ شخص ہے کہ جس نے اپنی رضا اور رغبت سے اعلیٰ مراتب کو چھوڑ کر تسلیم و رضا کے قدم کے ساتھ فقر و فنا کے راستہ کے طے کرنے کی طرف توجہ کی' انہوں نے وہی امر جو میرے ذہن میں تھا میرے سامنے پیش کیا اور اس امر کے پورا کرنے کی التماس کی۔ پھر تو پرانا خیال تازہ ہو گیا اور جو کچھ پہلے تساہل و تردد تھا اس میں استحکام کی صورت پیدا ہو گئی۔ اس لئے میں نے صدق ہمت اور خلوص نیت سے اس کام کے پورا کرنے اور اس خواہش کے انجام دینے کی خاطر لکھنا شروع کر دیا اب اس کتاب کے مطالعہ کرنے والوں کے عمدہ اخلاق اور مراسم اشفاق سے یہ امید ہے کہ جب اولیائے کرام کے پاکیزہ انفاس کی برکت اور ان کے مقدس ارواح کے فیض سے ان کا وقت خوش ہو تو اس مجموعہ کی تالیف کے باعث کو یعنی مجھ کو کہ جس نے کتاب کا نام ''نفحات الانس'' اس لئے لکھا ہے کہ وہ مشائخ کے پاک انفاس کی ان خوشبوؤں پر مشتمل ہے جو کہ ان کو تو درگاہ پاک رب العالمین سے ملی ہیں اور پھر وہ مشتاقوں کے دماغوں تک پہنچی ہیں' دعا خیر سے یاد کریں اور تمام حالات میں اسی پروردگار بلند پر توکل کریں۔

تمہید ولایت اور ولی کے بیان میں

ولایت کا لفظ ولی سے مشتق ہے۔ جس کے معنی قرب کے ہیں۔ اس کی دو قسم ہیں۔ اول ولایت عامہ، دوم ولایت خاصہ، ولایت عام میں تو تمام مومن شریک ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ اللہ ولی الذین امنوا یخرجھم من الظلمات الی النور. (یعنی اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا دوست ہے۔ ان کو اندھیروں سے نور کی طرف نکال لیتا ہے) اور ولایت خاص تو اہل سلوک کے خدارسیدوں کو حاصل ہوتی ہے۔ وھی عبادۃ عن فناء العبدالی الحق بقائه فالولی ھو الفانی فیه والباقی به (یعنی اس سے مقصود ہے بندہ کا خدا کی ذات میں فنا ہو جانا اور باقی رہنا) پس ولی اس کو کہتے ہیں کہ جو فانی فی اللہ اور باقی باللہ ہو۔ فنا سے مقصود یہ ہے کہ اللہ تک اس کی سیر کی انتہا ہو۔ بقا سے یہ مطلب ہے کہ خدا کی ذات میں سیر کی ابتداء ہو۔ کیونکہ خدا تک سیر اس وقت پوری ہوتی ہے کہ وجود کے جنگل کو صدق کے قدم کے ساتھ ایک دم قطع کر جائے اور سیر فی اللہ اس وقت ثابت ہوتی ہے کہ فناء مطلق کے بعد بندہ کو ایک وجود ذات جو کہ حدوث کی آلودگی سے پاک ہو۔ عنایت ہو جائے، یہاں تک کہ اس وجود سے صفت کے عالم میں خدائی اوصاف اور ربانی اخلاق کے ساتھ ترقی کرتا رہے۔ ابو علی جوزجانی کہتے ہیں الولی ھو الفانی من حاله ھو الباقی فی مشاھدۃ الحق لم یمکن له عن نفسه اخبار ولامع غیر اللہ اقرار (یعنی ولی وہ شخص ہے جو کہ اپنے حال سے فانی اور خدا کے مشاہدہ میں باقی ہو اس کو نہ اپنی طرف سے خبر دینا ممکن ہے اور نہ خدا کے سوا قرار ہے) ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص کو کہا کہ کیا تو ولی اللہ بننا چاہتا ہے۔ اس نے کہا، ہاں کیوں نہیں فرمایا لاترغب فی شی من الدنیا والاخرۃ وافرغ نفسک اللہ تعالی واقبل بوجھک علیه (یعنی دنیا اور آخرت کی طرف خواہش نہ کر۔ کیونکہ ان کی خواہش سے خدا کی طرف سے اعراض ہوگا اور اپنے آپ کو خدا کی دوستی کیلئے فارغ کر چھوڑ۔ دنیا اور آخرت کا کیا خیال دل میں نہ لا بلکہ دل کی توجہ خدا کی طرف کر۔ پس جب یہ اوصاف تجھ میں موجود ہو جائیں تو اس وقت ولی ہو جائے گا۔ وفی الرسالة القشیریه ان الولی له معنیان احدھما فعیل بمعنی مفعول وھو من یتولی امرہ قال اللہ تعالیٰ وھو یتولی الصالحین فلا یکله الی نفسه لحظة بل یتولی الحق سبحانه رعایتة والثانی فعیل مبالغة من الفاعل وھو الذی یتولی عبادۃ اللہ وطاعة فعیادته تجری علیه علی التوالی من غیران یتخللھا عصیان وکلا الوصفین واجب حتیٰ یکون الولی ولیا یجب قیامه یحقوق اللہ علی استقاء والا ستقساء ودوام حفظ اللہ ایاہ فی السراء والضراء ومن شرط الولی ان یکون

محفوظا كما ان من شرط النبی ان يكون معصوما فكل من كان للشوع عليه اعتراض فهو مغرور قصد ابويزيد بسطامی قدس الله تعالٰی روحه بعض من وصف بالو لايته فلما وافی مسجده فقد انتظر خروجه فخرج الرجل و رمی القبلة فانصرف ابو يزيد ولم يسلم عليه وقال هذا رجل غير مامون علی ادب من اداب الشريعه فكيف يكون اميتا علی اسرار الحق (یعنی رسالہ قشیریہ میں لکھا ہے کہ ولی کے دو معنی ہیں' ایک تو فعیل' بمعنی مفعول ہے۔ یعنی وہ شخص ہے کہ جس کا کام دوسرے کے سپرد ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اللہ وہ ہے کہ صالحین کا متولی اور کارکنندہ ہے۔ اب ولی کے یہ معنی ہوئے کہ خدا اس کا متولی ہے۔ دوسرے یہ معنی ہے کہ فعیل صیغہ مبالغہ بمعنی فاعل ہے' اس کا یہ مطلب ہوگا کہ وہ ولی وہ شخص ہے کہ جو خدا کی عبادت اور طاعت کا والی ہے اور اس کی عبادت اس سے بدون کسی گناہ کے دخل کے متواتر جاری ہے۔ اب یہ دونوں اوصاف ولی میں ضروری ہیں۔ تب جا کر ولی بن سکتا ہے۔ اس کا حقوق اللہ پر پورے طور سے وفاداری کے ساتھ قیام کرنا اور ہمیشہ خدا کی یاد میں فراخی وتنگی کی حالت میں رہنا ایک ضروری امر ہے۔ ولی اللہ کی شرائط میں سے ایک یہ شرط بھی ہے کہ وہ گناہ سے محفوظ ہو جس طرح کہ نبی کی شرط یہ ہے کہ وہ معصوم ہو اب جس شخص پر شرع کی طرف سے کوئی اعتراض ہوتا ہو تو وہ معذور ہے۔ چنانچہ حضرت ابویزید بسطامی قدس اللہ تعالیٰ روحہ نے ایک ایسے شخص کی ملاقات کا قصد کیا کہ جس کو لوگ ولی کہتے تھے۔ جب ان کی مسجد میں پہنچے تو ان کے حجرہ سے باہر نکلنے کا انتظار کیا۔ اتنے میں وہ نکلے اور انہوں نے قبلہ کی طرف منہ کر کے تھوکا۔ اسی وقت ابویزید رحمۃ اللہ علیہ واپس لوٹے اور سلام تک نہ کیا اور کہا جب یہ شخص شریعت کے آداب سے بے خوف ہے تو خدا کے بھیدوں کا کیونکر امین ہو سکتا ہے۔)

ایک شخص ابوسعید ابوالخیر قدس اللہ تعالیٰ کی خدمت میں آیا اور آتے ہی اس نے مسجد میں اپنا بایاں پاؤں رکھا۔ آپ نے فرمایا کہ نکل جا کیونکہ جو شخص دوست کے گھر میں آنے کا ادب نہیں جانتا۔ ہمیں اس سے صحبت رکھنا مناسب نہیں۔ شیخ رکن الدین علاؤالدولہ قدس اللہ روحہ فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام قصداً گناہ کرنے سے معصوم ہیں اور اولیاء گناہ کی قلت سے محفوظ ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے **ان تغفر اللهم فاغفر جما وای عبدلک لاالما** (یعنی اے پروردگار! اگر بخشتے ہو تو سب کو بخش دو۔ ورنہ تیرا کون سا بندہ ہے کہ جس نے گناہ نہ کیا) اس عاجز کے نزدیک اس سے بدتر کوئی گناہ نہیں کہ بندہ اپنے آپ کو قصوروار اور مجرم نہ جانے۔

معرفت‘ عارف‘ معرف اور جاہل کے بیان میں

عوارف المعارف کے تیسرے باب کی فصل اول میں مذکور ہے کہ مجمل معلوم چیز کی تفصیلی صورتوں میں معلوم کر لینے کو معرفت کہتے ہیں جیسے مثلاً علم نحو میں اس بات کو جان لینا کہ لفظی معنوی عامل یہ یہ عمل کرتے ہیں۔ اس قسم کے مجملاً جاننے کو علم نحو کہتے ہیں اور پھر عربی عبارت کے پڑھنے اور اس کو اپنے موقع پر استعمال کرنے کے وقت بغیر کسی کے جتلانے اور سوچ کے ہر عامل کا تفصیلی طور پر پہچان لینے کا نام نحو کی معرفت ہے اور باوجود علم کے اس سے غافل رہنا سہو اور خطا ہے۔ اب خدا کی معرفت سے یہ مقصود ہے کہ پہلے مجملاً معلوم کرے کہ حقیقی موجود اور مطلق فاعل تو وہ سبحانہ تعالیٰ ہی ہے اور اس کے بعد خدا کی ذات وصفات کو حالات اور حادثوں اور امور واقعیہ کی تفصیلی صورتوں میں پہچان لے اور جب تک اجمالی توحید کی علمی صورت علانیہ مفصل نہ ہو جائے مثلاً حق سبحانہ کو علم توحید کا واقف مفصل واقعات اور نئے نئے متضاد حالات کی صورتوں میں یعنی ضرر‘ نفع‘ عطا‘ منع‘ قبض‘ بسط‘ ضار‘ نافع‘ دینے والا‘ روکنے والا‘ قابض‘ باسط میں بدوں توقف اور فکر کے نہ دیکھے اور نہ پہچانے تو اس کو عارف نہیں کہا جاتا اور اگر پہلی دفعہ اس سے غافل ہو اور عنقریب اس کا حضور ہو جائے اور پھر فاعل مطلق جل ذکرہ کو واسطوں اور رابطوں کی صورتوں میں پہچاننے لگے تو اس کو معترف کہیں گے نہ عارف اور اگر پورے طور پر غافل رہے اور افعال کی تاثیروں کو وسیلوں کے حوالہ کرے تو اس کو بھولنے والا اور کھیل کود میں پڑا ہوا اور مشرک خفی کہتے ہیں مثلاً اگر توحید کے مطلب کی تقریر کرتا ہے اور اپنے آپ کو توحید کے سمندر میں غرق کرتا ہے لیکن اگر کوئی دوسرا شخص انکار کے طور پر اس سے کہہ دے کہ یہ تیری باتیں خالی نہیں ہیں بلکہ فکر اور سمجھ کا نتیجہ ہے تو اسی وقت غصہ ہو جائے اور نہ جانے کہ یہ میری رنجش تو منکر کی بات کی الٹا تصدیق کر رہی ہے۔ ورنہ فاعل مطلق کو اس انکار کی صورت میں بھی پہچان لیتا کہ اس پر غصہ نہ کرتا۔ خدا کی معرفت کیلئے کئی مراتب ہیں۔ اول جو اثر کہ معلوم ہو۔ اس کو فاعل مطلق جل جلالہ کی طرف سے جانے۔ جیسا کہ بیان کیا گیا۔ دوم۔ جو اثر کہ فاعل مطلق کی طرف سے پائے‘ اس کو یقیناً جان لے کہ یہ اس کی صفات میں سے فلاں صفت کا نتیجہ ہے۔ سوم یہ کہ حق سبحانہ کی مراد کو ہر صفت کی تجلی میں پہچان لے۔ چہارم یہ کہ خدا کے علم کو اپنی معرفت کی صورت میں پہچانے اور اپنے آپ کو علم و معرفت کے دائرہ بلکہ وجود سے بھی نکال لے۔ چنانچہ حضرت جنید قدس اللہ سرہ سے پوچھا گیا کہ معرفت کس کو کہتے ہیں تو آپ نے فرمایا **المعرفة وجود جهلك عند قيام علمه** (یعنی معرفت یہ ہے کہ تیرے علم کے وقت تیرا جہل موجود ہو۔) لوگوں نے کہا کہ آپ اس کی زیادہ تشریح فرمائیے۔ فرمایا۔ **هو المعارف والمعروف** (یعنی وہ خود ہی

عارف اور خود ہی معروف ہو) اور جس قدر قرب کے مراتب بڑھتے ہیں اور خدا کی عظمت کے آثار زیادہ ظاہر ہوتے ہیں۔ اسی قدر جہالت ترقی کرتی ہے اور معرفت کا انکار زیادہ ہو جاتا ہے۔ حیرت پر حیرت بڑھتی ہے اور یہ مطلب جو تقریر میں آیا ہے' سب علم معرفت ہے۔ نہ خود معرفت۔ کیونکہ معرفت تو ایک وجدانی اور ذہنی امر ہے۔ جس کے اظہار سے تقریر قاصر ہے' لیکن علم اس کا مقدمہ ہے۔ پس بدون علم کے معرفت کا حاصل ہونا محال ہے اور علم بدون معرفت وبال ہے۔

صوفی متصوف ملامتی فقیر کی تعریف اور ان کے باہمی فرق کے بیان میں

عوارف کے تیسرے باب کی دسویں فصل میں مذکور ہے کہ جان لے لوگوں کے مراتب۔ ان کے درجوں کے لحاظ سے تین قسم پر ہیں۔ اول تو واصلوں اور کاملوں کا مرتبہ ہے۔ یہ اعلیٰ درجہ کے لوگ ہیں۔ دوم۔ کمال کے طریق پر سالک اور چلنے والے یہ متوسط درجہ کے لوگ ہیں۔ سوم۔ نقصان۔ گڑھے میں پڑے ہوئے' یہ نیچے درجہ کے لوگ ہیں۔ واصلین تو مقربین ہیں اور سابقین ہیں اور سالکین نیکوکار اور اصحاب یمین یعنی دائیں طرف والے ہیں اور گروہ مقیماں شریر بائیں طرف والے ہیں۔ بعد انبیاء علیہم السلام کے واصلین کے دو گروہ ہیں۔ اول تو وہ مشائخ صوفیہ کے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کے سبب وصول کا مرتبہ پالیا ہے اور پھر مخلوق کو دعوت کی طرف بطریق متابعت (شرع) متوجہ ہونے پر مامور و ماذون ہوئے ہیں۔ یہ گروہ کامل مکمل ہے۔ کیونکہ خدا کی ازلی عنایت اور فضل نے ان کو جمعیت کے چشمہ اور توحید کے بھنور میں غرق ہونے کے بعد فناء کی مچھلی کے شکم سے نکال کر تفرقہ کے کنارے اور بقا کے میدان تک صحیح وسالم پہنچا دیا ہے کہ لوگوں کی راہ نجات اور درجات کا نشان دیں' لیکن دوسرے گروہ کی وہ جماعت ہے کہ کمال کے درجہ تک پہنچنے کے بعد مخلوق کی طرف رجوع کرنا اور تکمیل کا اوروں کے حوالہ کرنا' ان کو میسر نہیں ہوا بلکہ وہ تو جمعیت کے سمندر میں غرق ہو گئے اور فنا کی مچھلی کے شکم میں ایسے ہلاک اور ناچیز ہوئے کہ تفرقہ کے کنارہ اور بقاء کے گوشہ تک نہ ان کی کوئی خبر ملی اور نہ ان کا کوئی اثر پہنچا۔ یہ تو ان لوگوں کو گروہ میں جا ملے جو کہ غیرت کے قبوں اور حیرت کے ملک کے رہنے والے ہیں اور کمال وصول ولایت کے بعد اوروں کی تکمیل ان کے سپرد نہ ہوئی۔

اہل سلوک دو قسم کے لوگ ہیں۔ اول تو مقصد اعلیٰ کے طالب اور خدا کی ذات کے مرید ہیں۔ یریدون وجهه (یعنی اس کی ذات کو چاہتے ہیں) کے مصداق ہیں۔ دوم بہشت کے طالب اور آخرت کے مرید ہیں۔ ومنکم من یرید الاخرة (یعنی بعض تو تم میں سے وہ لوگ ہیں کہ جو آخرت کو چاہتے ہیں) اور طالبان حق کے

دو گروہ ہیں' متصوفیہ' ملامتیہ۔

متصوفیہ تو وہ گروہ ہے کہ نفوس کے بعض صفات سے چھوٹ گئے ہیں اور صوفیوں کے بعض حالات اور صفات ان میں پائے جاتے ہیں اور ان کے حالات کی انتہا سے واقف ہو گئے ہیں' لیکن ابھی تک نفسانی خواہشات میں پھنسے ہوئے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ صوفیہ کے قرب کے مقام سے پیچھے رہے ہیں اور ملامتیہ وہ گروہ ہے کہ اخلاص و صدق کی رعایت ومحافظت میں نہایت ہی سعی کرتے ہیں اور بندگی اور خیرات کے اخفا میں مبالغہ ضروری جانتے ہیں۔ باوجودیکہ اعمال صالحہ سے کوئی دقیقہ مہمل نہیں چھوڑتے اور تمام فضائل اور نوافل کا بجالانا لازمی سمجھتے ہیں۔ ان کا مشرب یہ ہے کہ ہر وقت اخلاص کے معنی کی تحقیق میں ہیں اور ان کو اس میں لذت آتی ہے کہ صرف اللہ جانا ان کے احوال و اعمال کو دیکھے اور جس طرح گناہگار گناہ کے ظاہر ہونے سے ڈرتا ہے۔ اسی طرح یہ لوگ عبادت کے ظہور سے کہ جس میں ریا کا گمان ہو ڈرتے ہیں۔ تاکہ اخلاص کا قاعدہ نہ ٹوٹ جائے۔ بعض یوں کہتے ہیں الملامتی ھو الذی لایظھر خیرا ولا یضمر شرا۔ (یعنی ملامتی وہ گروہ ہے کہ جو نیکی ہو ظاہر نہ کرے اور برائی دل میں نہ رکھے) یہ گروہ اگرچہ نادر الوجود اور شریف الحال ہے' لیکن ابھی تک مخلوق کے وجود کا حجاب ان کی نظر سے پورے طور پر نہیں اٹھا۔ اس لئے توحید کے جمال کے مشاہدہ اور عین تفرید و مجرد کے معائنہ میں پردہ نشین ہیں۔ اس لئے کہ اپنے اعمال واحوال کا مخلوق کی نظر سے مخفی رکھنا' اس بات کی خبر دیتا ہے کہ ابھی وہ مخلوق کے وجد اور اپنے نفس کو دیکھتے ہیں جو کہ توحید کے مقصد کے مانع ہیں اور نفس بھی منجملہ اغیار ہے۔ ابھی تک وہ خودی کو دیکھ رہے ہیں اور اپنے اعمال واحوال کے مطالعہ کی وجہ سے غیروں کو بالکل نہیں نکالا۔ ان میں اور صوفیہ میں فرق یہ ہے کہ عنایت قدیمہ کے جذبہ نے صوفیہ کی ہستی کو ان سے بالکل چھین لیا ہے اور مخلوق کا حجاب اور انانیت وخودی کا پردہ ان کی نظر سے اٹھا دیا ہے۔ اس لئے بالضرور یہ لوگ بندگی اور خیرات کے کرنے میں اپنے آپ کو اور مخلوق کو دیکھتے ہی نہیں اور مخلوق کی نگاہ کی اطلاع سے بے خوف ہے۔ اعمال کے اخفا اور احوال کے چھپانے کے مقید نہیں' اگر مصلحت وقت عبادت کے اظہار کی ہو تو ظاہر کر دیتے ہیں اور اگر اخفا کی مصلحت ہو تو مخفی رکھتے ہیں پس ملامتی مخلص (کسرہ سے معنی فاعلی ہوگا' یعنی اخلاص کرنے والی اور فتح سے بمعنی مفعول یعنی خالص کئے گئے۔ ۱۲ مترجم) لام کے کسرہ کے ساتھ ہیں اور صوفیہ مخلص بفتح لام ہیں' ان کی شان میں یہ آیت ہے انا اخلصناھم بخالصۃ (یعنی ہم نے ان کو اپنے لئے خالص کر لیا ہے) اس طرح کہ وہ ہمارے ہو رہیں۔ غیر کے نہ رہیں' لیکن آخرت کے طالب چار قسم کے ہیں۔ زہاد' فقرا' خدام' عباد' زاہدوں کا وہ گروہ ہے کہ ایمان اور یقین

کے نور سے آخرت کے جمال کا مشاہدہ کرتے اور دنیا کو بری طرح دیکھتے ہیں۔ دنیا کی بناوٹی خوبصورتیوں کی طرف رغبت نہیں کرتے۔ صوفیہ سے یہ گروہ یوں پیچھے ہے کہ زاہد اپنے حظ نفس میں مخلوق سے پردہ میں ہے کیونکہ بہشت بھی حظ نفس کا مقام ہے۔ فیها ماتشتهه الانفس (یعنی اس میں وہ چیزیں ہوں گی کہ جن کو نفوس چاہیں گے) اور صوفی جمال ازلی کے مشاہدہ اور ذات لم یزلی کی محبت کی وجہ سے دونوں جہان سے پردہ میں ہے جس طرح وہ دنیا سے کنارہ کش ہے۔ اسی طرح آخرت سے بھی یکسو ہے۔ پس صوفی کا زہد میں زاہد کے مرتبہ سے بڑھ کر ایک اور مرتبہ ہے۔ وہ یہ حظ نفس اس سے دور ہو جاتا ہے اور فقراء کا وہ گروہ ہے کہ دنیاوی اسباب و مال کے کچھ مالک نہیں ہوتے اور خدا کے فضل اور رضامندی کی طلب میں سب کچھ چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ دنیا کے چھوڑنے کا باعث تین چیزیں ہیں۔ اول تو حساب میں تخفیف کی امید یا عذاب کا خوف۔ کیونکہ حلال کیلئے حساب لازمی ہے اور حرام کیلئے عذاب ضروری ہے۔ دوم۔ ثواب کی زیادتی اور جنت میں سب سے پہلے جانے کی امید کیونکہ فقرا غنیوں سے پانسو برس پہلے جنت میں جائیں گے۔ سوم۔ عبادت کی کثرت اور دل کی حضوری اور فراغت اور جمعیت خاطر کی خواہش (جو ترک مال سے ہو سکتی ہے) اور ملامتیہ و متصوفیہ سے فقیریوں پیچھے ہے۔ کہ وہ بہشت اور اپنے حظ نفس کا طالب ہے اور یہ لوگ خدا کے طالب اور اس کے قرب کے خواہشمند ہیں اور اس کے مرتبہ کے سوا فقر میں ایک اور مقام ہے کہ جو ملامتیہ اور متصوفیہ کے مقام سے بڑھ کر ہے اور صوفیوں کا خاص وصف ہے کیونکہ صوفی کا مرتبہ اگرچہ فقر کے مرتبہ سے بڑھ کر ہے لیکن مقام فقر کا خلاصہ اس کے مقام میں درج ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ صوفی کا فقرا کے مقام سے گزرنا منجملہ شرائط اور لوازم کے ہے اور جس مقام سے کہ ترقی کر جاتا ہے۔ اس کا خلاصہ اور برگزیدہ نکال لیتا ہے اور اس کو اپنے مقام کا رنگ دے دیتا ہے۔ پس فقر کو صوفی کے مقام پر ایک زائد وصف حاصل ہو جاتا ہے۔ وہ یہ تمام اعمال' احوال' مقامات کی نسبت کو اپنے سے دور کر دیتا ہے اور اس کا مالک نہیں ہوتا۔ چنانچہ صوفی کوئی عمل کوئی حال کوئی مقام اپنی طرف سے نہیں دیکھتا اور اپنے سے خاص نہیں جانتا' بلکہ وہ اپنے آپ کو دیکھتا ہی نہیں۔ نہ اس کا وجود ہے۔ نہ اس کی ذات ہے۔ نہ صفت و محو در محو اور فنا در فنا ہوتا ہے۔ حقیقت میں یہی فقرؔ ہے کہ جس کی فضیلت میں مشائخ نے طرح طرح کی باتیں فرمائی ہیں اور جو کچھ اس سے فقر کے معنی بیان کئے گئے ہیں وہ ایک فقر کا نشان اور اس کی صورت ہے۔ اس کی حقیقت نہیں۔ شیخ ابو عبداللہ خفیف قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں۔ الفقر عدم الاملاک والخروج عن احکام الصفات. یعنی فقر اس کو کہتے ہیں کہ کسی چیز کا مالک نہ ہونا اور صفات کے احکام سے نکل جانا اور یہ تعریف جامع ہے جو کہ فقر کی رسم اور حقیقت میں

شامل ہے۔ بعض نے کہا ہے الفقیر الذی لایملک ولا یملک (یعنی فقیر وہ ہے' نہ مالک ہو' نہ مملوک اور صوفی کا مقام فقیر سے اوپر اس لئے ہے کہ فقیر اپنے فقیر کے ارادہ اور حظ نفس کی خواہش کے پردہ میں ہے اور صوفی کو کوئی خاص خواہش نہیں ہوتی۔ فقر اور غنا کی صورت میں اس کی خواہش خدا کے ارادہ میں محو ہوتی ہے بلکہ اس کا ارادہ بعینہ خدا کا ارادہ ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اگر وہ فقیر کی صورت اور اس کی رسم کو اپنے اختیار و ارادہ سے اختیار کرے تو وہ پردہ نہیں ہوتا کیونکہ اس کا ارادہ خدا ہی کا ارادہ ہوتا ہے۔ ابوعبداللہ خفیف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں الصوفی من استصفاہ الحق لنفسہ تودداولفقیرمن استصفی نفسہ فی فقرہ تقربا (یعنی صوفی وہ ہے کہ جس کو خدائے تعالیٰ اپنے لئے دوستی کی وجہ سے پسند کرے اور فقیر وہ ہے کہ اپنے نفس کو فقر میں خدا کے تقرب کیلئے صاف اور پسند کرے۔) اور بعض نے یہ کہا ہے الصوفی ھوالخارج عن النعوت والرسوم والفقیر ھوالفاقد للاشیاء (یعنی صوفی تو وہ ہے کہ صفتوں اور رسموں سے علیحدہ ہو اور فقیر وہ ہے کہ جس کے پاس کوئی چیز نہ ہو) ابوالعباس نہاوندی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں الفقر بدایۃ التصوف (یعنی فقر تصوف کی ابتداء ہے) اور فقر و زہد میں یہ فرق ہے کہ فقر زہد کے بغیر ممکن ہے اور ایسا ہی زہد فقر کے بغیر ممکن ہے۔ چنانچہ کوئی شخص باوجودیکہ اس کی رغبت کے اسباب موجود ہیں' اسے علیحدہ رہے۔ فقر کا نشان تو یہ ہے کہ کسی چیز کا مالک نہ ہو اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ صفات کے احکام سے نکل جانا اور کسی چیز کو خاص اپنی طرف منسوب نہ کرنا اور فقر کا نشان زہد کی صورت و علامت ہے اور زہد کے معنی دنیا کی رغبت سے اعراض کرنا ہے۔ جب خدائے تعالیٰ چاہتا ہے کہ بعض اولیاء اللہ کو اپنے زیر سایہ رکھ کر غیروں کی نگاہ سے چھپائے تو ان کی ظاہری حالت کو غنا کے لباس سے کہ جس میں رغبت کی صورت پائی جاتی ہے' ڈھانک دیتا ہے تاکہ ظاہری لوگ ان کو دنیا کے طالب سمجھیں' لیکن ان کی واقعی خوبصورتی نامحرموں کی نگاہ سے چھپی رہتی ہے اور فقر و زہد کی یہ حقیقت صوفی کی خاص لازمی صفت ہے' لیکن بعض صوفی اسی فقر کو پسند کرتے ہیں۔ ان کا مقصود اس سے یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ اقتدا ہو اور دنیا چھوڑی ہو جس سے اپنے مریدوں کو بھی صورت فقر کی طرف بزبان حال ترغیب ہو اور ان کا اس امر کو پسند کر لینا' آخرت کے ثواب کی طلب کی وجہ سے نہیں بلکہ خدا کی مرضی کے مطابق فقر کو اختیار کرتا ہے' لیکن خدام کی وہ جماعت ہے کہ فقراء اور طالبان مولیٰ کی خدمت کرتے ہیں۔ جیسا کہ داؤد علیہ السلام کو خطاب کیا گیا تھا اذا رایت لی طالبا فکن لہ خادما (یعنی جب تو کسی میرے طالب کو دیکھے تو اس کا خادم بن جا) اور فرائض کے پورا کرنے کے بعد اپنے اوقات کو ان فقراء کی خدمت کرنے میں جس سے کہ وہ معاش کی طرف سے فارغ ہو رہیں

اور امور معاد دینی پر بھی ان کو مدد پہنچ بسر کرتے ہیں اور اس خدمت کو نفلی عبادت پر مقدم رکھتے ہیں۔ ان کی ضروریات کی خاطر جو کسب کی شرع میں برا نہ ہو' اختیار کر لیتے ہیں۔ بعض کما کر بعض مانگ کر بعض فتوح سے ان کی مدد کرتے ہیں۔ لینے اور دینے میں ان کی نگاہ خدا پر ہوتی ہے۔ لینے پر مخلوق کو حق سبحانہ کے دینے کا رابطہ و ذریعہ جانتے ہیں اور دینے میں خدا کے قبول کرنے کا سبب سمجھتے ہیں اور اس مقام کی شرافت کی وجہ سے لوگوں پر خادم و شیخ کا حال مشتبہ ہو گیا ہے۔ لہٰذا خادم و شیخ میں فرق رکھا گیا ہے۔ وہ یہ کہ خادم تو ابراء کے مقام پر ہے اور شیخ مقربین کے مقام پر کیونکہ خادم کا خدمت کرنے سے یہ مقصود ہوتا ہے کہ ثواب آخرت پائے ورنہ اس خدمت کا پابند نہ ہوتا اور شیخ خدا کے مقصود پر قائم رہتا ہے۔ نہ کہ اپنے نفس کے مقصود پر' لیکن عباد کا وہ گروہ ہے کہ جو ہمیشہ عبادت کے وظیفوں اور طرح طرح کے نفلوں کی پابندی رکھتا ہے جس سے ثواب اُخروی کا پانا مطلوب ہوتا ہے۔ یہ وصف صوفی میں موجود ہوتا ہے' لیکن وہ اس بات واغراض کی آمیزش سے معرا اور مبرا ہوتا ہے کیونکہ یہ لوگ خدا کی خدا کیلئے عبادت کرتے ہیں۔ نہ اس لئے کہ ثواب اُخروی حاصل کریں۔ زاہدوں اور عابدوں میں یہ فرق ہے کہ عابدوں کو دنیا کی رغبت ہونے کے ساتھ عبادت کی صورت ممکن ہے اور عابدوں اور فقراء میں یہ فرق ہے کہ ایک شخص باوجود غنی ہونے کے عابد ہو سکتا ہے۔ اب معلوم ہوا کہ واصلین کے دو گروہ ہیں اور سالکوں کے چھ گروہ اور ان آٹھوں گروہوں میں سے ہر ایک میں دو قسم کے ہم شباہت لوگ ہیں۔ ایک تو سچے ہیں' دوسرے جھوٹے۔ جو لوگ سچے صوفیوں سے مشابہ ہیں' وہ متصوفہ ہیں جو کہ صوفیوں کے حالات کے انجام سے واقف اور ان کے مشتاق ہیں' لیکن صفات کے تعلقات کی وجہ سے مقصد اور مقصود سے روکے گئے ہیں اور جھوٹے ان سے وہ مشابہ ہیں کہ اپنے آپ کو صوفیوں کے لباس میں ظاہر کرتے ہیں لیکن ان کے عقائد و اعمال و احوال سے خالی ہیں اور عبادت کی رسی گردن سے نکال کر شتر بے مہار ہو کر اباحت کے سبزہ زار میں چرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ شریعت کے احکام کا پابند رہنا' عوام کا کام ہے۔ کہ جن کی نظر ظاہر چیزوں پر پڑتی ہے لیکن خاص لوگوں کا حال جو کہ اہل حقیقت ہیں ان سے بالاتر ہے۔ وہ ظاہری رسوم کے پابند نہیں ہوتے بلکہ ان کا اہتمام صرف باطن کی نگاہ داشت کا ہے۔ اس کو گروہ باطنیہ اور مباحیہ کہتے ہیں لیکن جو خدا رسیدہ مجذوبوں کے ساتھ سچے مشابہ ہیں وہ ایک اہل سلوک کا گروہ ہے کہ جن کی سیر ابھی تک صفات نفوس کے منازل کے قطع کرنے میں رہی ہے۔ طلب کی حرارت کی طپش سے ان کا وجود قلق و اضطراب میں ہے اور ذات الٰہی کے کشف کی صبح کے ظہور کے پہلے اور مقام فنا ہیں۔ قرار ممکن سے پیشتر کبھی کبھی کشف کی بجلیوں سے کوئی بجلی ان کی شہودی نظر میں چمکا کرتی ہے اور فنا کے ہوا

خانہ سے' وصل کی خوشبوؤں سے' خوشبو ان کے دل کے دماغ تک پہنچتی ہے اور ان کے نفوس کی تاریکیاں اس بجلی کے نور کی چمک میں چھپ جاتی ہیں اور اس خوشبودار ہوا کا چلنا' ان کے باطن کو طلب کی آگ کی بھڑک اور روحی شوق کے اضطراب سے آرام دیتا ہے اور جب دوبارہ بجلی منقطع ہو جاتی ہے اور وہ خوشبو بند ہو جاتی ہے تو پھر وہی نفوس کی صفات کا ظہور اور طلب کی حرارت اور شوق کا اضطراب سب لوٹ آتے ہیں اور سالک چاہتا ہے کہ پورے طور پر وجود کے صفات کے لباس سے علیحدہ ہو کر فنا کے سمندر میں غرق ہو جائے تاکہ وجود کی سختی سے ایک دم آرام پائے اور جب یہ مکان ابھی تک اس کا مقام نہیں بنا بلکہ کبھی کبھی اس میں اترتا ہے اور اس کا باطن اس مقام کا مشتاق ہوتا ہے۔ اس لئے اس کو مجذوبان واصل سے سچا مشابہہ کہا جاتا ہے لیکن وہ گروہ جو کہ مجذوبان واصل سے جھوٹا مشابہہ ہے ان کا حال یہ ہے کہ وہ فنا کے سمندر میں غرق ہونے اور توحید کے چشمہ میں ہلاک ہونے کے مدعی ہیں اور اپنی حرکات' سکنات کو کسی طرح اپنی طرف نسبت نہیں کرتے بلکہ کہتے ہیں کہ ہماری حرکات ایسی ہی ہیں جس طرح کہ دروازہ کی حرکت ہے کہ بغیر ہلانے والے کے نہیں ہوسکتی۔ یہ مطلب گو صحیح ہے' لیکن اس گروہ کی شان کے برخلاف ہے کیونکہ اس بات سے ان کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ ہمیں گناہوں کے کرنے کا عذر ہو سکے۔ جب ان کا حوالہ خدا کی طرف جائے گا تو خود ہم ملامت سے چھوٹ جائیں گے۔ اس لئے اس گروہ کو زندیق کہتے ہیں۔ سہل بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص یہ کہتا ہے کہ میرے فعل کی نسبت خدا کے ارادہ سے ایسی ہے جیسے کہ دروازہ کی حرکت کی' اس کی محرک یک طرف۔ آپ نے فرمایا کہ اس کا قائل اگر کوئی ایسا شخص ہے کہ اصول شریعت کی رعایت اور احکام عبودیت کی حدوں کی محافظت کرتا ہے تو وہ منجمد صدیقین ہے اور اگر ایسا شخص ہے کہ شرع کے احکام کی مخالفت کی کوئی پرواہ نہیں کرتا اور گناہوں میں غرق ہو رہا ہے اور یہ بات اس لئے کہتا ہے کہ اپنے افعال کا حوالہ حق سبحانہ کی طرف کرے اور دین سے نکلنے کی وجہ سے جو اس کو ملامت ہوگی اس سے بچنا چاہتا ہے۔ تو ایسا شخص منجملہ زندقین ہے اور ملامتیہ فرقہ سے جو سچا مشابہہ ہے۔ وہ گروہ ہے کہ جو لوگوں کے سنوارنے اور بگاڑنے کی کچھ پرواہ نہیں کرتا۔ ان کی سعی اکثر اس امر میں ہوتی ہے کہ مجالس کے آداب کی رسموں کو مٹا دیا جائے۔ ان کا بڑا سرمایہ بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ خاطر جمع اور دل خوش رہے۔ زاہدوں اور عابدوں کی عادتیں ان سے ہو نہیں سکتیں۔ بہت سے نوافل نہیں پڑھ سکتے' احتیاط پر ان کا عمل نہیں ہوتا۔ بجز ادائے فرائض اور کچھ ان سے نہیں ہوتا۔ دینوی اسباب کو جمع نہیں کرتے۔ دل کی خوشی پر قانع ہوتے ہیں اور زیادہ طلب نہیں کرتے۔ ان لوگوں کو قلندر کہتے ہیں۔ چونکہ ان میں ریا نہیں ہوتا۔ اس لئے ملامتیہ سے ان کو مشابہت اور ان

میں فرق یہ ہے کہ ملامتی تمام نوافل اور مستحبات کو بجالاتے ہیں' مگر لوگوں کی نگاہ سے چھپاتے ہیں لیکن قلندریہ فرائض کی حد سے نہیں بڑھتے اور اس بات کو مقید نہیں کہ اعمال ظاہر کریں یا خفیہ' لیکن وہ گروہ کہ جو آج کل قلندریہ کے نام سے معروف ہے اور اسلام کی رسی کو گردن سے نکال بیٹھے ہیں۔ وہ ان اوصاف سے جن کا شمار کیا گیا ہے خالی ہیں اس لئے یہ نام ان پر عاریۃً ہے۔ ہاں ان کو حشویہ کہہ دیں تو مضائقہ نہیں (یعنی فضول) لیکن جو گروہ کہ ملامتیہ کے ساتھ جھوٹا مشابہہ ہے سو وہ بھی ایک زندیقوں کا فرقہ ہے کہ اخلاص کا دعویٰ کرتے ہیں' لیکن فسق و فجور کے اظہار پر مبالغہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا مقصود یہ ہے کہ لوگ ہم کو ملامت کریں جن سے ان کی نظروں سے گر جائیں اور خدائے تعالیٰ تو لوگوں کی بندگی سے بے پرواہ ہے اور ان کے گناہوں سے اس کو ضرر نہیں پہنچتا۔ وہ گناہ صرف اس کو جانتے ہیں۔ لوگوں کو تکلیف دی جائے اور بندگی صرف یہ کہ ان سے احسان کیا جائے' لیکن جو گروہ کہ زاہدوں کے ساتھ سچا مشابہہ ہے۔ سو وہ ہے کہ ابھی تک ان کی دنیا سے رغبت پورے طور پر دور نہیں ہوئی' لیکن وہ چاہتے ہیں کہ ایک دم دنیا سے اعراض کر جائیں۔ اس لئے ان کو متزہد یعنی بناوٹی زاہد کہا جاتا ہے' لیکن جو کہ زاہدوں کے ساتھ جھوٹے مشابہہ ہیں سو وہ گروہ ہیں۔ لوگوں کی مقبولیت کے خیال سے دنیا کی زینت کو چھوڑتے ہیں۔ دنیاوی اسباب کے جمع کرنے سے طبیعت کو روکتے ہیں' لیکن ان سے مقصود یہ ہے کہ لوگوں میں عزت پیدا ہو اور ممکن ہے کہ بعض لوگوں پر ان کا حال مشتبہ رہے اور لوگ گمان کریں کہ یہ لوگ دنیا سے پورے طور پر کنارہ کش ہیں حالانکہ خود انہوں نے ترک مال سے عزت و جاہ کو خریدا ہے۔ ترکوا الدنیا للدنیا (یعنی دنیا کو دنیا کی خاطر چھوڑ رکھا ہے) اور ممکن ہے کہ ان پر خود اپنا حال مشتبہ ہو۔ یہ گمان کرتے ہیں کہ جب ہماری طبیعت اسباب دینوی کی تلاش میں مشغول نہیں ہے تو یہ بات کی علت ہے کہ ہم دنیا سے کنارہ کر چکے ہیں۔ اس گروہ کو مرائیہ یعنی ریا کار کہتے ہیں لیکن وہ گروہ کہ جو فقراء کے ساتھ سچا مشابہہ ہے کہ جس کا ظاہر حال فقیروں کا سا ہو' لیکن ان کا باطن حقیقت فقر کا طالب ہو اور ابھی غنا کی طرف میلان ہو اور تکلف کے ساتھ فقر پر صبر کریں اور حقیقی فقیر تو فقر کو خدا کی خاص نعمت جانتے ہیں اور اس امر پر ہمیشہ شکر کرتے ہیں لیکن وہ جو فقراء کے ساتھ جھوٹے مشابہہ ہیں۔ سو وہ گروہ ہے کہ ظاہراً تو فقر کی رسم پر رہتے ہیں لیکن ان کا باطن حقیقت فقر سے ناواقف ہے۔ ان کا مقصود صرف دعویٰ کا اظہار ہوتا ہے اور لوگوں میں اپنی مقبولیت کا اشتہار۔ اس گروہ کو بھی مرائیہ کہتے ہیں لیکن جو فرقہ خادم کے ساتھ سچا مشابہہ ہے سو وہ گروہ ہے کہ ہمیشہ بندگان خدا کی خدمت کرتا ہے اور دل میں چاہتا ہے کہ ان کی خدمت کو دنیاوی مالی یا جاہ کی غرض سے نہ ملائے اور اپنی نیت کو خواہش نفسانی اور ریا کی میل سے صاف

رکھے' لیکن ابھی زہد کی حقیقت تک نہ پہنچا ہو۔ پس کسی وقت میں نور ایمان کے غلبہ اور نفس کے چھپانے کی وجہ سے ان کی بعض خدمات ایسی موقع پر ہوتی ہیں کہ وہ لوگ مستحق خدمت ہوتے ہیں اور کبھی نفس کے غلبہ کی وجہ سے ان کی خدمت خواہش نفسانی اور ریا سے مل جاتی ہے۔ وہ ایسی جماعت کی' جو قابل خدمت نہیں ہوتی۔ اپنی تعریف کی بنا پر بہت سی خدمت کر دیتے ہیں اور ایسی جماعت کو جو قابل خدمت ہے۔ خدمت سے محروم رکھتے ہیں۔ ایسے گروہ کو متخادم کہتے ہیں' لیکن جو خادم گروہ کے جھوٹے مشابہہ ہیں۔ سو وہ فرقہ ہے کہ خدمت کرنے میں ان کی نیت اخروی ثواب کی نہیں ہوتی۔ بلکہ ان لوگوں کی خدمت کرنا' دینوی فائدہ کیلئے ایک جال ہوتا ہے کہ جس کے سبب وقفی جائیدادوں سے روزی کا حاصل ہوتا ہے' اگر خدمت کرنے سے ان کا یہ مقصود حاصل نہ ہو۔ تو خدمت چھوڑ دیتے ہیں۔ بس ان کا خدمت کرنا' صرف جاہ اور مال اور مریدوں کی کثرت کیلئے ہے تاکہ محفلوں اور مجلسوں میں اس کی وجہ سے اوروں سے بڑھ جائیں اور فخر حاصل کریں۔ ان کی نگاہ حظ نفس پر ہی ہوتی ہے۔ ایسے گروہ کو مستخدم کہتے ہیں' لیکن وہ گروہ کہ جو عابد کے ساتھ سچا مشابہہ ہے' وہ ہے جو کہ تمام اوقات کو عبادت میں مصروف کرنا چاہتا ہے' لیکن چونکہ طبیعت کی خواہشات موجود ہیں اور ابھی نفس پورا پاک وصاف نہیں ہے اس لئے ہر وقت اعمال ووظائف میں کچھ سستی اور رکاوٹیں آ جاتی ہیں یا ایسے لوگ کہ عبادت کی لذت ابھی تک ان کو نہیں آئی اور تکلف سے عبادت کرتے ہیں سو ایسے گروہ کو متعبد کہتے ہیں' لیکن وہ جو کہ ان سے جھوٹے مشابہہ ہیں۔ سو وہ ریاکاروں میں ایک گروہ ہے کہ عبادت میں اس کی نظر لوگوں کی مقبولیت پر رہتی ہے اور اس کے دل میں آخرت کے ثواب کا یقین نہیں ہوتا اور جب تک کوئی غیر شخص اس کی عبادت کو نہ دیکھتا ہو تب تک وہ عبادت ہی نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو ریا سے پناہ میں رکھے۔ وباللہ العصمة والتوفیق

توحید اور اس کے مراتب اور اہل توحید کے بیان میں

عوارف کے باب اول اور دوسری فصل میں مذکور ہے کہ توحید کے کئی مرتبے ہیں۔ اول توحید ایمانی' دوم توحید علمی' سوم توحید عالی۔ چہارم توحید الہٰی۔ توحید ایمانی یہ ہے کہ بندہ اس امر کی کہ اللہ تعالیٰ اپنی صفات میں یگانہ ہے۔ اس کے سوا اور کوئی مستحق معبودیت نہیں جس طرح کہ آیات وحدیث میں وارد ہے۔ دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار کرے۔ یہ توحید مخبر کی تصدیق اور حدیث کے صدق کے اعتقاد کا نتیجہ ہے اور ظاہر علم شریعت سے لیا گیا ہے۔ اس پر پابند ہونے سے شرک جلی سے خلاصی ہوتی ہے اور اسلام کے رشتہ میں آنے کیلئے مفید ہے۔ گروہ متصوفیہ ایمان کی ضرورت کی وجہ سے اس توحید میں عام مومنین کے ساتھ شریک ہے اور توحید کے دیگر

مراتب میں تنہا اور خاص ہے' لیکن توحید علمی باطنی علم سے ماخوذ ہے کہ جس کو علم یقین کہتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ بندہ طریق تصوف کے شروع میں اس بات کو یقیناً جانے کہ حقیقی موجود اور مطلق موثر خداوند عالم جل جلالہ کے سوا اور کوئی نہیں۔ باقی تمام افراد صفات افعال کو اسی کی ذات وصفات وافعال میں ناچیز جانے۔ ہر ایک ذات کی روشنی ذات مطلق کے نور سے سمجھے اور ہر صفت کو اسی کے نور مطلق کا پرتو جانے۔ چنانچہ جہاں کہیں علم قدرت ارادہ سمع بصر پائے۔ ان کو اسی کے علم قدرت ارادہ سمع بصر کا اثر جانے۔ علی ہذا تمام صفات وافعال کو خیال کرے اور یہ توحید اہل توحید کے مراتب میں سے کم مرتبہ کی ہے۔ جو متصوفہ سے مخصوص ہے اور اس کا مقدمہ عام توحید کے آخری حصہ میں ملا ہوا ہے اور اس مرتبہ کے مشابہ وہ مرتبہ ہے کہ جس کو کوتاہ نظر لوگ توحید علمی کہتے ہیں حالانکہ وہ توحید علمی نہیں ہوتی بلکہ ایک رسمی توحید ہے جو اعتبار سے گری ہوتی ہے اور یہ اس طرح ہے کہ کوئی شخص دانائی اور ذہانت مطالعہ کتب سے یا سنے سنائے توحید کے مطلب کا خیال کرے اور توحید کی صورت کا نشان اس کے دل میں نقش ہو جائے۔ اس لئے کبھی بحث ومناظرہ میں بے مغزبات منہ سے کہہ دے اور توحید حالی سے اس میں کچھ بھی اثر پیدا نہ ہو۔ توحید علمی کو توحید حالی سے کم درجہ پر ہے' لیکن توحید حالی سے کچھ ملاوٹ اس میں آ جاتی ہے۔ ومزاجہ من تسنیم عینا یشرب بھا المقربون اس توحید کے شراب کی تعریف میں ہے۔ (یعنی اس کی ملونی آب تسنیم سے ہے جو کہ آب چشمہ ہے کہ جس سے مقرب لوگ پئیں گے۔) اسی لئے اس توحید کا حال اکثر ذوق وسرور میں ہوتا ہے کیونکہ حال کے ملنے سے رسم کی بعض ظلمت اس سے دور ہو جاتی ہے۔ چنانچہ بعض تصرفات میں اپنے علم کے موافق عمل کرتا ہے اور اسباب کے وجود کو کہ افعال الٰہی کے تعلقات میں نہیں دیکھتا' لیکن اکثر حالات میں بہ تقاضائے علم وجود کے ظلمت کے سبب پردہ میں ہو جاتا ہے اور اس توحید سے کچھ شرک خفی پیدا ہوتا ہے لیکن توحید حالی وہ ہے کہ توحید کا حال موحد کی ذات کا لازمی وصف ہو جائے اور وجود کی تمام رسمی تاریکیاں سوائے تھوڑے بقیہ کے توحید کی نور کی چمک میں نیست ونابود ہو جاتے ہیں۔ توحید کا نور اس کے حال کے نور میں چھپ جاتا ہے۔ فلما استبان الصبح اندرج صبوءۃ باسفارہ اضواء نور الکواکب (یعنی جب صبح ظاہر ہوگئی تو اس کی روشنی اپنی سپیدی کے سبب ستاروں کے نور کی روشنی میں داخل ہوگئی) اس مقام میں موحد کا وجود وجود واحد کے جمال کے مشاہدہ میں جمع کے چشمہ میں ایسا غرق ہوتا ہے کہ بجز واحد ذات وصفات اس کی شہودی نظر میں اور کچھ نظر نہیں آتا۔ یہاں تک کہ اس توحید کو خدائے واحد کی صفت دیکھتا ہے۔ نہ اپنی صفت اور اس دیکھنے کو بھی اسی کی صفت دیکھتا ہے اور اس طریق سے قطرہ کی طرح توحید کے سمندر کی موجوں کے تلاطم

کے قبضہ میں کرتا ہے اور جمع میں غرق ہو جاتا ہے۔ اسی لئے حضرت جنید قدس اللہ تعالیٰ سرہ فرماتے ہیں **التوحید معنی یضمحل فیه الرسوم و یندرج فیه العلوم ویکون الله کما لم یزل** (یعنی توحید ایک ایسا مطلب ہے کہ جس میں رسمیں مٹ جاتی ہیں اور علوم داخل ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسا دکھائی دیتا ہے جیسا کہ ہمیشہ سے ہے اور اس توحید کا منشاء مشاہدہ کا نور ہے اور توحید علمی کا منشاء مراقبہ کا نور اور اس توحید میں آ کر اکثر بشریت کے نشان جاتے رہتے ہیں اور علمی توحید میں ان نشانات میں سے کچھ تھوڑے دور ہو جاتے ہیں اور توحید حالی میں جو کچھ رسوم باقی رہ جاتے ہیں تو اس کا سبب یہ ہے کہ موحد سے افعال کی تربیت اور اقوال کی تہذیب کا صدر ہونا ممکن ہو یہی وجہ ہے کہ زندگی کے وقت توحید کا حق جیسا کہ چاہئے ادا نہیں ہوسکتا۔ اسی لئے ابوعلی دقاق قدس سرہ فرمانے ہیں۔ **التوحید غریم لایقضی دینه و غریب لایودی حقه** (یعنی توحید ایک ایسا تاوان ہے کہ جس کا قرض ادا نہیں ہوسکتا اور ایسا مسافر ہے کہ جس کا حق ادا نہیں ہوسکتا) اور خاص موحدوں کو زندگی کے وقت خالص توحید کی حقیقت سے یکبارگی وجود کے آثار اور رسوم اس میں لاشے ہو جاتے ہیں اور کبھی کبھی ایک چمک بجلی کی طرح چمکتی ہے اور اسی وقت نیست ہو جاتی ہے اور نشانات کے بقیہ دوبارہ لوٹ آتے ہیں۔ اس حال میں شرک خفی کے بقیہ پورے طور پر دور ہو جاتے ہیں اور اس مرتبہ کے سوا آدمی کو کوئی دوسرا مرتبہ ممکن نہیں اور توحید الٰہی اس کو کہتے ہیں کہ حق سبحانہ ازل کے زمانہ سے اپنی ذات میں نہ کہ دوسرے کے واحد بنانے سے ہمیشہ وحدانیت کے وصف اور فردانیت کی تعریف سے موصوف ہے۔ **کان الله ولم یکن معه شی** (یعنی اللہ تعالیٰ تھا اور اس کے ساتھ اور کوئی چیز نہ تھی) اور ابدالاباد تک اسی طرح رہے گا۔ **کل شی هالک الا وجهه** (یعنی سب شی ہلاک ہونے والی ہے' مگر اس کی ذات) اور بجائے ہالک کے یہلک نہ کہا۔ تاکہ یہ امر معلوم ہو جائے کہ تمام اشیاء کا وجود اس کے وجود میں آج فانی ہے اور اسی حال کے مشاہدہ کا کل پر حوالہ کر دینا پردہ نشینوں کے حق میں ہے ورنہ عقلمند اور مشاہدات والے جو کہ زبان و مکان کی تنگی سے نکل چکی ہے ان کے حق میں یہ وعدہ نقدی ہے اور یہی توحید الٰہی ہے کہ نقصان سے عیب سے بری ہے اور لوگوں کی توحید وجود کے نقصان کی وجہ سے ناقص ہے۔ حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ نے کتاب منازل السائرین کو ان تین شعروں پر ختم کیا ہے۔

ماوحد الواحدمن واحد	**اذکل من وحده جاهد**
توحید من ینطق عن نفسه	**عارية ابطلها الواحد**
توحیده ایاه توحیده	**ونعت من ینعته لاحد**

جو شخص کہ ایک ہے وہ خدا وحدہ کی توحید نہیں کر سکتا کیونکہ جو شخص اس کو ایک ثابت کرے گا وہ منکر ہوگا اور توحید اس شخص کی جو اپنی طرف سے بولتا ہے ایک عاریت ہے جس کو ایک باطل کر دیتا ہے اس کا اپنی توحید بیان کرنا حقیقتاً توحید ہے اور تعریف کرتا ہے البتہ وہ ایک ہی ہے۔ (خلافیہ یہ خدا کی توحید خود حق سبحانہ کر سکتا ہے ورنہ کسی ممکن کا توحید کا دعویٰ کرنا توحید کے برخلاف ہے کیونکہ توحید میں نسبت اور طرفین کا ہونا ضرور ہے۔۱۲ مترجم از شرح)

اولیاء کرام قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے اقسام کے بیان میں

کتاب کشف المحجوب (مؤلفہ حضرت داتا گنج بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ) میں مذکور ہے کہ خداوند سبحانہ تعالیٰ نے نبوی برہان کو قائم باقی کر دیا ہے اور اولیاء کو اس کے اظہار کا سبب کر دیا ہے کہ ہمیشہ خدا کی نشانیاں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت ظاہر ہوتی رہے اور خاص ان کو خدا کے جہان کا والی بنا دیا گیا ہے تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے مخبر اور مجدد ہو جائیں اور نفس کی متابعت کا طریقہ لپیٹ چھوڑا۔ ان کے قدموں کی برکت سے آسمان سے بارش ہوتی ہے۔ ان کے حال کی صفائی کی وجہ سے زمین سے سبزی اگتی ہے۔ مسلمان کافروں پر ان کی ہمت سے فتح پاتے ہیں اور یہ چار ہزار اشخاص ہیں جو کہ چھپے ہوئے ہیں۔ ایک دوسرے کو نہیں پہچانتے اور اپنے حال کی خوبصورتی کو نہیں جانتے۔ ہر حال میں اپنے آپ اور مخلوق سے چھپے رہتے ہیں۔ اس بارہ میں حدیثیں آئی ہیں۔ اولیاء کی باتیں اس پر گواہ ہیں۔ مجھ کو اس امر میں خدا کی عنایت سے خبر معلوم ہوئی ہے لیکن جو لوگ کہ اہل تصرف اور درگاہ الٰہی کے پیادے ہیں وہ تین سو ہیں کہ ان کو اخیار (بمعنی پسندیدہ لوگ) کہا جاتا ہے۔ ان میں سے، چالیس اور ہیں اور کہ جن کو ابدال (جو ایک دوسرے ولی کے بدلے ہوتا ہے) کہا جاتا ہے اور سات اور ہیں جن کو ابرار (نیکوکار) کہتے ہیں اور چار اور ہیں کہ جن کو اوتاد (وتد بمعنی میخ یعنی وہ زمین کی میخیں ہیں۱۶) کہتے ہیں۔ تین اور ہیں کہ جن کو نقباء (جمع نقیب) کہتے ہیں۔ ایک اور ہے کہ جس کو قطب وغوث کہتے ہیں اور یہ سب ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں اور کاموں میں ایک دوسرے کی اجازت کے محتاج ہوتے ہیں اور اس پر بھی اخبار واحادیث مروی ہیں اور اہل حقیقت ان کی صحت پر متفق ہیں۔ صاحب کتاب فتوحات مکیہ رضی اللہ عنہ نے اس کتاب کے ایک سو اٹھانوے باب کی اکتیسویں فصل میں سات قسم کے اشخاص کو ابدال کہا ہے اور اس میں ذکر کیا ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے زمین کو ہفت اقلیم بنایا ہے اور اپنے بندوں میں سے سات اشخاص کو پسند کر کے ان کا نام ابدال رکھا ہے۔ ہر اقلیم کے وجود کو ان ساتوں میں سے ایک نگاہ رکھتا ہے اور یہ لکھا ہے کہ میں حرم مکہ میں

ان سے ملا ہوں اور ان کو سلام کیا ہے۔ انہوں نے بھی مجھ کو سلام کہا۔ میں نے ان سے باتیں کی تھیں۔ فما رایت احسن سمنا منهم ولا اکثر شغلا منهم (پس میں نے جہاں تک دیکھا ہے ان سے بڑھ کر اچھے طریقہ پر خدا سے زیادہ لگاؤ والا کوئی نہیں دیکھا) اور یہ بھی کہا ہے کہ ان کا مثل بھی کوئی نہیں دیکھا، مگر شہر قونیہ میں ایک شخص دیکھا تھا۔ شیخ طریقت شیخ فریدالدین عطار قدس اللہ تعالیٰ سرہ نے کہا ہے کہ اولیاء اللہ کا ایک گروہ ہے کہ جن کو مشائخ طریقت اور کبرائے حقیقت اویسی کہتے ہیں۔ ان کو ظاہر میں کسی پیر کی حاجت نہیں ہوتی کیونکہ ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عنایت کی گود میں بغیر کسی غیر کے ذریعہ کی پرورش کرتے ہیں۔ جیسے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ اور یہ بڑا اعالی مقام ہے۔ یہاں تک ہر شخص کو نہیں پہنچاتے اور یہ دولت ہر شخص کے نصیب نہیں ہوتی۔ ذلک فضل الله یوتیه من یشاء یہ خدا کا فضل ہے، جس کو وہ چاہتا ہے دیتا ہے۔ ایسا ہی بعض اولیاء اللہ نے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متبع ہیں۔ اپنے مریدین کے بغیر اس کے کہ ان کا کوئی ظاہر پیر ہو۔ روحانیت کے طور پر پرورش کی ہے اور یہ جماعت بھی اویسیوں میں داخل ہے۔ بہت سے مشائخ طریقت کو اول سلوک میں اس مقام کی طرف توجہ ہوئی ہے جیسا کہ شیخ ابوالقاسم گرگانی طوسی کہ جن کا سلسلہ مشائخ میں سے شیخ ابوالخباب نجم الدین کبریٰ تک ملتا ہے اور شیخ ابوسعید کے طبقہ میں سے ابوالخیر اور شیخ ابوالحسن خرقانی قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم کا ابتدا میں یہ ذکر تھا کہ ہمیشہ اویس اویس کہا کرتے تھے۔

معجزہ کرامت واستدراج کے فرق کے بیان میں

فی التفسیر الکبیر للامام التحریر فخر الدین رازی رحمة الله علیه اذا ظهر فعل خارق للعادة علی یدانسان فذالک اما ان یکون مقرونا بالدعویٰ او لا مع الدعوی واقسم الاول وهو ان یکون بالدعوی اما ان یکون دعوی الالهیة اودعوی بالنبوة اودعوی الولایة اودعوی السحر وطاعة الشیاطین فهذه اربعه اقسام القسم الاول ادعاء الالهیة وجوز اصحابنا ظهور خوارق العادات علی یده من غیر معارضه کما نقد ان فرعون کان یدعی الالهیة وکان یظهر علی یده خوارق العادات و کما نقل ذالک ایضا فی حق الدجال قال اصحابنا وانما جاز ذلک لان شکله وخلقته یدل علی کذبه فظهور الخوارق علی یده لایقضی الی التلبیس والقسم الثانی ادعاء النبوة وهذا القسم علی قسمین لانه اما ان یکون ذالک المدعی صادقا او کاذبا فان کان صادق وجب ظهور الخوارق علی یده وهذا متفق علیه بین کل اقر الصحبة

النبوة واما من كان كاذبا لم يجز ظهور الخوارق على يده وبتقدير ان يظهر وجب المعارضته واما القسم الثالث وهوا دعاء الولا يةفالقائلون بكرامات الاولياء اختلفوافى انه هل يجوز ادعاء الكرامة ثم انها يحصل على وفق دعواه ام لاالقسم آلرابع وهو ادعاء السحر وطاعة الشياطين فعند اصحابنا يجوز ظهور خوارق العادات على يده وعند المعتزلة لايجوزاما الثانى وهو ان يظهر خوارق العادات على يدانسان من غير شئى من الدعاوى فذالک الانسان اما ان يكون صالحا مرضياء عند الله واما ان يكون خبيثا مذنبا والاول من القول بكرامات الاولياء وقداتفق اصحابنا على جوازه وانكرها المعتزلة الا الحسن البصرىٰ وصاحبه محمود الخوارزمى واما لقسم الثانى وهو ان يظهر خوارق العادات على بعض من كان مردواً عن طاعة الله فهذا هوا المسمى بالاستدراج (یعنی امام فخرالدین رازی رضی اللہ تعالیٰ علیہ تفسیر کبیر میں کہتے ہیں کہ جب کسی انسان کے ہاتھ پر کوئی فعل خرق عادت کے طور پر ظاہر ہوتو دو حال سے خالی نہ ہوگا یا تو اس کے ساتھ دعویٰ بھی ہوگا یا دعویٰ نہ ہوگا۔ پھر قسم اول کی کئی قسمیں ہیں یا تو اس میں خدائی دعویٰ ہوگا یا نبوت کا دعوی یا ولایت کا دعویٰ یا جادو اور شیطانوں کی فرمانبرداری کا دعویٰ ہوگا۔ اب یہ چار قسم ہو گئے۔ قسم اول خدائی دعویٰ ہے۔ ہمارے اصحاب نے اس قسم کے مدعی کے ہاتھ پر خرق عادت کا ہونا بدون کسی معاوضہ کے جائز رکھا ہے جیسے نقل کیا گیا ہے کہ فرعون خدائی کا مدعی تھا۔ اس کے ہاتھ پر خرق عادت کا ظہور ہوتا تھا اور جیسے دجال کے بارہ میں بھی نقل کیا گیا ہے۔ ہمارے اصحاب یہ کہتے ہیں کہ یہ امر اس لئے جائز ہے کہ اس کی شکل اور خلقت اس کے جھوٹ پر دلالت کرتی ہے اور اس کے ہاتھ پر خرق عادت کے ظہور سے کچھ شک نہیں پڑتا۔ قسم دوم نبوت کا دعویٰ ہے اور یہ قسم بھی دو قسم پر منقسم ہے' کیونکہ یہ مدعی یا تو سچا ہے یا جھوٹا۔ اگر سچا ہے تو اس کے ہاتھ پر خرق عادت کا ظہور ضروری ہے اور یہ امر ان مسلمانوں میں جو کہ نبوت کو مانتے ہیں' متفق علیہ ہے' لیکن جو مدعی جھوٹا ہے تو اس کے ہاتھ پر خرق عادت کا ظہور جائز نہیں اور ظہور کی تقدیر پر اس کا معارضہ ضروری ہے لیکن تیسرا قسم یہ ہے کہ ولایت کے مدعی سے خرق عادت ہو' سو جو لوگ اولیاء کی کرامات کے قائل ہیں وہ اس امر میں مختلف ہیں کہ کیا کرامت کا دعویٰ جائز بھی ہے پھر یہ کہ اس کے دعویٰ کے مطابق وہ امر ہو بھی جاتا ہے کہ نہیں۔ چوتھا قسم یہ کہ جادو اور شیطان کی اتباع کا مدعی ہے۔ سو ہمارے اصحاب کے نزدیک ایسے شخص کے ہاتھ پر بھی خرق عادت جائز ہے لیکن معتزلہ کے نزدیک جائز نہیں۔ دوسرا قسم یہ ہے کہ کسی انسان پر بدون کسی دعویٰ کے خرق عادت ظاہر ہو۔ پہلی صورت میں

تو وہی کرامت اولیاء ہے جس کے جواز پر ہمارے علماء متفق ہیں اور بجز ابوالحسن بصری اور اس کے شاگرد محمود خوارزمی کے تمام معتزلہ اس کے منکر ہیں۔ دوسرا قسم یہ ہے کہ خرق عادت ایسے شخص کے ہاتھ پر ہو جو کہ خدا کی عبادت سے مردود ہے۔ یعنی فاسق، فاجر ہے اور اسی خرق عادت کا نام استدراج ہے۔

کرامات اولیاء کے اثبات کے بیان میں

فی کتاب دلائل النبوة اللامام المستغفری رحمة الله کرامات الاولیاء حق بکتاب الله تعالیٰ والاثار الصحیحه المرویه واجماع اهل السنه والجماعة علی ذالک فاما الکتاب فقوله تعالیٰ کلما دخل علیها ذکریا المحراب وجد عندها رزقا قال اهل التفسیر فی ذالک کان یری مندها فاکهة الصیف فی الشتاء وفاکهة الشتاء فی الصیف و مریم رضی الله عنها لم تکن نبیة بالا جماع فهذه الایة حجة علی منکر الکرامات للاولیاء (یعنی امام مستغفری کتاب ''دلائل النبوۃ'' میں لکھتے ہیں کہ کرامات اولیاء حق ہے جس پر کتاب اللہ اور احادیث صحیحہ اور اجماع اہل السنہ والجماعہ شاہد ہے۔ کتاب اللہ تو یہ ہے کہ فرمایا' اللہ تعالیٰ نے جب ذکریا علیہ السلام مریم کے پاس آتے تو اس کے پاس رزق پاتے۔ اہل تفسیر کہتے ہیں کہ اس کے پاس میوے دیکھے جاتے تھے۔ گرمیوں کے میوے جاڑے میں اور جاڑے کے گرمی میں اور مریم رضی اللہ عنہا بالاتفاق نبی نہ تھیں۔ پس یہ آیت کرامات اولیاء کے منکر پر حجت ہے) اور کتاب ''کشف المحجوب'' میں ہے کہ خداوند سبحانہ تعالیٰ نے قرآن شریف کے صریح الفاظ میں ہم کو آصف کی کرامت کی خبر دی ہے کہ جب حضرت سلیمان کو اس کی ضرورت ہوئی کہ بلقیس کے تخت کو اس کے آنے سے پہلے وہاں حاضر کر لائے تو خدائے تعالیٰ نے چاہا کہ آصف کی بزرگی لوگوں کو دکھائے اور اس کی کرامت ظاہر کرے اور اہل زمانہ کو دکھا دے کہ اولیاء کی کرامت جائز ہے۔ سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ تم میں سے کوئی ہے کہ بلقیس کے تخت کو اس کے آنے سے پہلے یہاں حاضر کر دے۔ **قال عفریت من الجن انا آتیک به قبل ان تقوم من مقامک** (یعنی ایک جن کہنے لگا کہ میں آپ کے پاس پہلے یہاں سے اٹھنے کے لا دوں گا۔) سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ میں اس سے بھی جلدی چاہتا ہوں۔ آصف نے کہا **ان اتیک وبه قبل ان یرتد الیک طرفک** (یعنی میں آپ کے پاس اس کو آپ کے چشم زدن سے پہلے لا دوں گا۔ اس بات سے سلیمان علیہ السلام نے کچھ انکار نہ کیا اور اس کو یہ امر محال نہ معلوم ہوا اور یہ کسی حال میں معجزہ نہ تھا کیونکہ آصف پیغمبر نہ تھے۔ پس بالضرور کرامت ہوگی اور اصحاب کہف کا قصہ اور ان سے کتے کا باتیں کرنا اور ان کے سوتے رہنا اور غار میں

دائیں بائیں کروٹ بدلنا یہ بھی کرامات میں ہے۔ ونقلبھم ذات الیمین و ذات الشمال و کلبھم باسط ذراعیہ بالوصید (اور ہم ان کی کروٹ دائیں بائیں بدلتے رہتے ہیں اور ان کے کتے نے اپنے ہاتھوں کو غار کے چوکھٹ کے آگے پھیلا رکھا ہے' لیکن کرامات کا سنت سے یہ ثبوت ہے کہ حدیث میں یوں آیا ہے کہ ایک دن صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کہا' یا رسول اللہ! ہم کو پہلے لوگوں کے عجائبات میں سے کچھ بیان فرمائیں۔ فرمایا کہ تم سے پہلے تین شخص ایک جگہ جا رہے تھے جب رات ہوگئی تو انہوں نے ایک غار کا قصد کیا اور اس کے اندر چلے گئے۔ جب کچھ رات گزری تو پہاڑی پر سے ایک پتھر گرا جس سے غار کا در بند ہوگیا۔ یہ لوگ حیران ہوگئے کہ اب یہاں سے ہم کو کون شخص نکالے گا مگر ہاں یہ صورت ہوسکتی ہے کہ ہم اپنے اپنے وہ عمل خداوند کریم کی جناب میں پیش کریں کہ جو بے ریا کئے ہوں اور ان کو شفیع بنائیں۔ ایک نے کہا کہ الٰہی میرے والدین تھے اور میرے پاس دنیا کے مال میں سے سوا ایک بکری کے اور کچھ نہ تھا کہ جس کو والدین پر خرچ کرتا' اسی کا دودھ ان کو پلایا کرتا تھا۔ دن بھر لکڑیاں جنگل سے لاتا اور اس کی قیمت سے کھانے کا بندوبست کرتا' ایک دن مجھے زیادہ دیر ہوگئی۔ یہاں تک کہ میں نے بکری کو دوہا اور ان کا کھانا دودھ میں ملا دیا۔ اتنے میں والدین سو گئے تھے۔ میں دودھ کا پیالہ لے کر کھڑا ہوگیا۔ اس انتظار میں کہ یہ خود بیدار ہوں گے تو دوں گا' وہ سوتے رہے یہاں تک کہ صبح ہوگئی پھر وہ بیدار ہوئے اور کھانا کھایا۔ تب میں بیٹھا اور کہا کہ الٰہی اگر میں اس بات میں سچا ہوں تو میری فریاد رسی کر اور پتھر سرکا دے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ وہ پتھر ہل گیا اور سرکا کہ جس سے روشنی معلوم ہونے لگی۔ دوسرا شخص کہنے لگا کہ الٰہی میرے چچا کی ایک لڑکی تھی جو حسین تھی مجھ کو اس سے محبت پیدا ہوگئی میں اس کو ہر چند بلاتا مگر وہ نہ مانتی تھی۔ یہاں تک کہ میں نے ایک سو اشرفی کچھ اوپر اس کے پاس بھیجیں۔ حتیٰ کہ وہ مان گئی اور ایک رات خلوت میں جمع ہوئے۔ جب وہ میرے نزدیک ہوئی تو میرے دل میں خدا کا خوف پیدا ہوا اس لئے میں نے اس سے ہاتھ روک لیا۔ الٰہی اگر میں اس بیان میں سچا ہوں تو ہم پر پتھر کو کھول دے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ وہ پتھر اور سرک گیا اور شگاف زیادہ ہوگیا' مگر اتنا نہ ہوا کہ ہم باہر نکل سکیں۔ تیسرے شخص نے کہا کہ میں نے مزدوروں کو کام پر لگایا ہوا تھا جب وہ کام کر چکے تو ان سب کی مزدوری دے دی' مگر ایک شخص گم (صحاح میں ہے کہ اس شخص نے مزدوری کے لینے سے انکار کیا تھا اور چلا گیا' پھر عرصہ کے بعد آیا۔) ہوگیا۔ میں نے اس کی مزدوری کی قیمت سے ایک بکری خرید لی اور اس کے بچوں کی آمد جمع کرتا تھا۔ ایک سال دو سال دس سال بلکہ چالیس سال گزر گئے کہ وہ نہ آیا' مگر میں ان کے بچے برابر جمع کرتا رہا۔ آخر ایک دن وہ آیا اور کہا میں

نے ایک وقت تمہارا کام کیا تھا۔ تمہیں یاد بھی ہے۔ اب مجھے اس حق اجرت کی ضرورت ہے میں نے اس سے کہا کہ جا یہ سب بکریاں تمہارا حق ہے لے جا۔ اس شخص نے کہا کہ مجھ سے ہنسی کرتے ہو میں نے کہا کہ میں ہنسی نہیں کرتا' سچ کہتا ہوں۔ یہ سب جانور تیرے ملک ہیں لے جا۔ الٰہی اگر میں اس عمل میں سچا ہوں تو اس پتھر کو اور سرکا دے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ وہ پتھر ایک دم وہاں سے بالکل سرک گیا اور وہ تینوں باہر آ گئے۔ یہ واقعہ خرق عادت تھا۔ دوسری حدیث جریج راہب کی ہے۔ اس کا راوی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک راہب (درویش) تھا۔ جس کا نام جریج تھا۔ یہ شخص مرد محنتی عابد تھا۔ اس کی ایک ماں پردہ نشین تھی۔ وہ ایک دن اپنے فرزند کے دیکھنے کو آئی اس وقت وہ نماز میں تھا' اس نے اپنے حجرہ کا دروازہ کھولا وہ لوٹ گئی۔ دوسرے اور تیسرے دن بھی آئی اور واپس گئی۔ آخر ماں نے تنگ دل ہو کر کہا کہ خدایا میرے بیٹے کو رسوا کر' اور میرے حق کے سبب اس کو پکڑ۔ اس زمانہ میں ایک بدخو عورت تھی۔ اس نے کہا کہ جریج کو گمراہ کر دوں گی۔ اس کے حجرہ میں گئی۔ جریج نے ادھر توجہ نہ کی۔ پھر اس نے راستہ میں ایک چرواہے کے ساتھ صحبت کی اور حاملہ ہو گئی۔ جب شہر میں آئی اور کہنے لگی کہ یہ جریج کا حمل ہے۔ جب اس نے بچہ جنا لوگوں نے جریج کے عبادت خانہ کا قصد کیا اور اس کو بادشاہ کے پاس لائے۔ جریج نے کہا اے بچے تیرا باپ کون ہے۔ بچہ نے کہا' میری ماں نے تم پر افترا کیا ہے۔ میرا باپ تو چرواہا ہے۔ **ثم قال الامام المستغفری رحمة الله والحجة عليهم من طريق الاثار كثيرة منها قال ابی بكر الصديق رضی الله عنه لا بنه عبدالله يا بنی ان وقع بين العرب يوما اختلاف فات الغار الذی كنت فيه انا و رسول الله صلی الله عليه وسلم و كن فيه فانه ياتيک رزقک بكره وعشيا وفی قوله رضی الله عنه فانه ياتيک رزقک بكرة وعشيا اثبات الكرامات للاولياء وروی الامام المستغفری رحمة الله باسناده من جابر بن عبدالله رضی الله عنه قال امر ابوبكر رضی الله عنه وقال اذا ناجت فجيؤ الی علی الباب يعنی باب البيت الذی فيه قبر رسول الله صلی الله عليه وسلم فدقوه فان فتح لكم فادفونی فيه قال جابر رضی الله عنه فانطلقنا قدققنا الباب وقلنا ان هذا ابوبكر رضی الله عنه قد اشتهی ان يدفن عند النبی صلی الله عليه وسلم ففتح الباب ولاندری من فعح لنا وقال لنا ادخلوه وادفنوه كرامة والانری شخصا ولانری شيئاروی الامام المستغفری باسناده عن نافع عن ابن عمر رضی الله عنهما ان عمر بن الخطاب رضی الله عنه خطب الناس بالمدينه فقال يا**

سارية بن زنيم الجبل الجبل من استرعى الذئب فقد ظلم قال فانكر الناس ذكر سارية و سارية
بالعراق فقال الناس لعلى رضى الله عنه انا سمعنا عمر يذكر ساريةو سارية بالعراق على المنبر
فقال ويحكمه دعوا عمر فقلنا دخل فى شئى الاخراج منه فلم يلبث ان جاء رسول ان سارية
لقى العدوفهزمهم ثم جاء بالغنيمة الى سفح الجبل فاراد العدوان يحولو ابينهم وبين الغنيمة
وسفح الجبل فاتاهم نداء من السماء يا سارية بن زينم الجبل الجبل من استرعى الذئب فقد
ظلم قال و كان يرون ان صوت عمر رضى الله عنه هوالذى سمعوه وروى الامام المستغفرى
رحمة الله ايضاً باسناد انه لما فتحت مصراتى اهلها الى عمرو بن العاص رضى الله عنه فقالوا
ايهالا ميران لنيلنا هذا سنة لايجرى الابها قال لها وما ذالک قالواالذاكان تنسا عشرة ليلة
خلون من هذا الشهر عمدنا الى جارية بكربين ابوبها فارضينا ابويها فجعلنا عليها من الحى
والثياب افضل مايكون ثم القيناها فى هذا النيل فقال عمرو ان هذا الامر لايكون ابدا فى
الاسلام وان الا سلام يهدم ما كان قبله فاقا مواثلثة اشهر لايجرى قليلاً ولا كثيراً حتى سمعوا
بالجلاء فلما راى ذالک كتب عمرو بن العاص الى عمر بن الخطاب رضى الله عنه بذلک
فكتب عمر رضى الله عنه انكم قد اصبت الذى فعلت وان الاسلام يهدم ماكان قبله وبعث
ببطاقة فى داخل فى كتابه و كتب اليافى قد بعثت اليک ببطاقة فى داخل كتابى فالقها فى
النيل فلما قدم الكتاب الى عمرو بن العاص اخذ البطاقه ففتحها فاذا فيها من عبدالله عمر امير
المومنين الى نيل مصر امام بعد فانک ان كنت بجرى من قبلک فلا تجروان كان الله الواحد
القهار سبحانه هوالذى يجريک فينال الله الواحد القهار سبحانه ان يجريک فالقى البطاقة فى
النيل وقدتهيا اهل مصر للجلاء والخروج منها لانها لاتقوم مصلحتهم فيها الا باالنيل
فاصبحوا وقد اجراء الله تعالىٰ ستته عشر ذراعا فى ليلة واحدة وقطع الله تعالىٰ تلک السنة
السوء عن اهل مصر الى اليوم وروى الامام المستغفرى رحمة الله ايضاً باسنا دعن نافع عن ابن
عمر رضى الله عنهما قال راى عثمان رضى الله عنه ليلة قتل صبحها رسول الله صلى الله عليه
وسلم وهو يقول ياعثمان انک تفطر عندنا فقتل رضى الله عنه من يومه وروى الامام
المستغفرى رحمة الله باسناده ان امير المومنين عليا رضى الله عنه سال رجلاً عن حديث فى

الرحبة فكذبه قال انما كذبتني قال ماكذبتك فقال فادعو الله عليك ان كنت كاذبا ان يعمي بصرك قال فادع الله فدعا عليه امير المومنين علي رضي الله منه فعمي بصره فلم يخرج من الرحبة الاهوا اعمى.

(ترجمہ) پھر امام مستغفری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ منکرین پر بطریق آثار جو حجت ہے سو وہ بہت سے ہیں ان میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وہ بات ہے جو کہ انہوں نے اپنے بیٹے عبداللہ سے کہی تھی۔ وہ یہ ہے کہ اے بیٹے اگر کسی دن عرب میں اختلاف پڑ جائے تو پھر تم اس غار میں چلے جانا کہ جس میں میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گئے تھے اور وہیں رہنا بے شک تم کو صبح و شام وہیں رزق آیا کرے گا۔ ان کے اس قول میں کہ ''تم کو صبح و شام رزق آیا کرے گا''

اولیاء کی کرامت کا اثبات ہے' اور امام مستغفری رحمۃ اللہ نے اپنی سند سے حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حکم کیا کہ جب میں مر جاؤں تو مجھ کو اس دروازہ کے سامنے لانا جس میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف ہے۔ پھر اس کو کھٹکھٹانا۔ اگر وہ تمہارے لیے کھول دیا گیا تو مجھ کو وہاں دفن کرنا ورنہ نہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ گئے اور جا کر دروازہ کھٹکھٹایا ہم نے کہا کہ یہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ چاہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دفن کئے جائیں پھر دروازہ خود بخود کھل گیا' اور ہم نہیں جانتے تھے کہ کس نے دروازہ کھول دیا اور ہم سے کہا کہ ان کو داخل کر دو' اور ان کی بزرگی کی وجہ سے وہاں دفن کر دو۔ یہ آواز تو ہم نے سن لی مگر نہ کسی شخص کو وہاں دیکھا اور نہ کوئی چیز۔ امام مستغفری رحمۃ اللہ علیہ اپنے اسناد سے نافع سے وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک اور روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ مدینہ میں خطبہ پڑھ رہے تھے۔ اتنے میں آپ نے یہ الفاظ کہے۔ اے ساریہ بن زنیم پہاڑ کے پیچھے ہو' جو شخص کو بھیڑیئے کو چرواہا بنائے وہ ظالم ہے۔ حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ لوگوں کو ساریہ کا ذکر کرنا بے موقع معلوم ہوا کیونکہ وہ تو عراق میں تھے۔ پھر لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ہم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو منبر پر ساریہ کو پکارتے سنا ہے حالانکہ وہ عراق میں ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ تم پر افسوس ہے چھوڑ دو۔ عمر رضی اللہ عنہ کو کیونکہ وہ کسی امر میں داخل نہیں ہوتے' مگر اس میں سے صاف نکل جاتے ہیں۔ (یعنی ان کا کام بلاوجہ نہ ہوگا۔) پھر کچھ دن گزرے تھے کہ قاصد آ گیا۔ اس نے بیان کیا کہ ساریہ (ایک لشکر کا امیر ہو کر گیا تھا۔) دشمن سے لڑا' اور ان کو بھگا دیا۔ پھر لوٹ کا مال پہاڑ کی ایک طرف لایا۔ دشمن نے چاہا کہ ان میں اور مال

غنیمت اور پہاڑ کی طرف میں حائل ہو جائے۔ اتنے میں آسمان کی طرف سے آواز آئی کہ اے ساریہ بن زنیم پہاڑ کے پیچھے ہو۔ جو شخص کہ بھیڑیئے کو چرواہا بناتا ہے تو وہ ظالم ہے۔ ابن عمر فرماتے ہیں کہ لوگوں کا یہی گمان تھا کہ جو آواز سنی تھی وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی کی آواز تھی۔ ایک روایت امام مستغفری رحمۃ اللہ علیہ کی ان کے اسناد سے یہ ہے کہ جب مصر فتح ہو گیا تو اس کے باشندے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئے اور کہنے لگے کہ اے امیر ہمارے اس دریائے نیل کی عادت ہے کہ اس عادت کے پورے ہونے کے بغیر وہ جاری نہیں ہوا کرتا۔ آپ نے کہا کہ وہ کیا ہے کہنے لگے کہ جب اس مہینہ کی تیرہ تاریخ ہوتی ہے تو ہم ایک کنواری لڑکی تلاش کرتے ہیں اور اس کے والدین کو راضی کر لیتے ہیں اس کو عمدہ عمدہ لباس اور زیور جہاں تک ہو سکے پہناتے ہیں۔ پھر اس کو نیل میں ڈال دیتے ہیں۔ عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بلاشک یہ کام اسلام میں کبھی نہ ہوگا' کیونکہ بلاشبہ اسلام پہلی بری رسموں کو مٹاتا ہے۔ تب تین ماہ گزر گئے کہ دریائے نیل کا پانی بند ہو گیا۔ اس کا تھوڑا بہت جاری ہونا موقوف ہو گیا۔ یہاں تک کہ لوگ جلاوطنی کیلئے تیار ہو گئے۔ جب یہ معاملہ ہوا تو عمر بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو یہ حال لکھا۔ تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو جواب میں لکھا کہ تم نے بہت اچھا کیا۔ بے شک اسلام پہلی بری رسوم کو مٹا دیتا ہے اور ایک پرچہ لکھ کر خط میں ڈال دیا اور ان کو لکھا کہ میں نے تم کو ایک پرچہ لکھ کر بھیجا ہے اس کو دریائے نیل میں ڈال دینا۔ جب وہ خط عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو ملا' تو انہوں نے وہ پرچہ نکالا اور کھول کر دیکھا تو اس میں یہ مضمون تھا کہ یہ خط خدا کے بندے عمر رضی اللہ عنہ امیر المومنین کی طرف سے دریائے نیل کی طرف ہے۔ اما بعد اگر تو اپنی مرضی سے جاری ہوا کرتا ہے تو بے شک مت جاری ہو اور اگر تجھ کو اللہ واحد قہار سبحانہ ہی جاری کرتا ہے تو ہم اللہ تعالیٰ واحد قہار سے سوال کرتے ہیں کہ وہ تجھے جاری کر دے۔ پھر وہ پرچہ دریائے نیل میں ڈال دیا اور لوگوں نے جلاوطنی کی تیاری کر لی تھی اور نکلنے لگے تھے کیونکہ ان کی ضرورتیں تمام اسی دریا پر موقوف تھیں لیکن جب صبح ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو ایک ہی رات میں سولہ ہاتھ تک گہرا جاری کر دیا اور اس بری سنت کو آج تک وہاں سے موقوف کر دیا اور ایک روایت امام مستغفری اپنے اسناد سے جو کہ نافع سے وہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جس صبح کو شہید ہوئے۔ اس کی رات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا' کہ حضور فرماتے ہیں اے عثمان رضی اللہ عنہ تم آج ہمارے پاس ہی افطار کرو گے۔ تب اسی روز وہ شہید ہو گئے ایک اور روایت اسی امام کی اپنے اسناد سے یہ ہے کہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو رحیہ کے بارے میں بات پوچھی۔ تو اس نے جھوٹ بتلایا۔ آپ

نے فرمایا کہ تم نے مجھ سے جھوٹ کہا اس نے کہا کہ میں نے جھوٹ نہیں کہا تب آپ نے فرمایا کہ میں خدا سے دعا مانگوں گا اگر تو جھوٹا ہے تو تجھے اندھا کر دے۔ اس نے کہا ہاں آپ دعا مانگیں۔ پھر حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے اس پر بددعا کی تب وہ اندھا ہو گیا۔ رحبہ سے جو نکلا تو اندھا تھا۔ اسی طرح تمام صحابہ و تابعین و تبع تابعین و مشائخ طریقت سے سلسلہ وار اس قدر کرامات و خرق عادات کا اظہار ہوا ہے کہ جو تحریر و تقریر میں آ نہیں سکتیں۔ **قال الامام القشیری رحمۃ اللہ فی رسالۃ والکثرۃ ماتواتر باجناسھا** یعنی **باجناس الکرامات الاخبار والحکایات صار العلم بکونھا وظہور ھا علی الاولیاء علماء قویا انتفی عنہ الشکوک ومن توسط ھذا الطائفہ وتواتر علیہ حکایاتھم واخبارھم لم یبق لہ شبھۃ فی ذالک** امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں چونکہ اخبار و حکایات میں کثرت سے کرامات کا تواتر کے طور پر ذکر آ چکا ہے تو اب اولیاء اللہ کے لئے ان کرامات کا ظہور ایک ایسا علم قوی ہو گیا ہے کہ جس سے شکوک جاتے رہے ہیں اور جو شخص اس گروہ سے وابستہ ہو گیا ہے اور اس کو یہ حکایات و اخبار متواتر پہنچے ہیں تو اس کو اس امر میں کوئی شبہ باقی نہیں رہا۔ ہمارا کرامات اولیاء میں طول دینا اور مبالغہ کرنا اس لئے ہے کہ کوئی شخص سلیم القلب جس نے کہ اس گروہ کے حال کا مشاہدہ اور ان کے اقوال کا مطالعہ نہیں کیا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ جاہلوں اور گمراہوں کی سب باتوں اور نکمی حکایات سے کہ جو اس زمانہ میں ظاہر ہوئی ہے اور کرامات کی نفی بلکہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات کا بھی انکار کرتے ہیں۔ فریفتہ ہو جائے اور اپنے دین کو برباد کر دے۔ دراصل بات یہ ہے کہ لوگ جو کرامات اولیاء کے منکر ہیں اس کی اصلی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو اعلیٰ درجہ کا ولی سمجھتے ہیں۔ حالانکہ وہ اولیاء کے حالات سے اور ان امور سے محض ناواقف ہوتے ہیں۔ ان میں ان باتوں کا اثر تک نہیں ہوتا تو اب وہ انکار اس لئے کرتے ہیں کہ کہیں ہم عوام کے سامنے رسوا نہ ہوں اور ان کو خواص کی نصیحت کرنے کا کچھ اندیشہ نہیں ہوتا۔ باوجود اس کے اگر ان میں ہزار کرامات بھی پیدا ہو جائے تاہم ان کا ظاہری حال شریعت کے مطابق نہیں ہوتا اور ان کا باطن بھی آداب طریقت کے موافق نہیں ہوتا تو اس لئے وہ خرق عادت مگر استدراج کے ذیل میں ہوگا۔ ولایت و کرامات سے اس کو کوئی تعلق نہیں اور کتاب اعلام اللہ و عقیدت ارباب التقی میں ہے بلکہ شیخ امام قطب انام شہاب الدین ابو عبداللہ عمر بن محمد سہروردی قدس اللہ تعالیٰ سرہ کی تصنیف ہے۔ **ونعتقدان للاولیاء من امۃ** یعنی **امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کرامات واجابات و ھکذا کان فی من کل کان رسول لھم اتباع زھرت کرامات و خرقات للعادات و کرامات الاولیاء ومن تتمۃ معجزات الانبیاء ومن ظھر لہ علی**

یدہ من المخرقات وھو علی غیر الالتزام باحکام الشریعة نعتقد انه زندیق وان الذی ظھر له مکرواستدراج (یعنی ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے اولیاء ہیں۔ جن کی کرامات ظاہر ہوئی ہیں۔ علی ہذا ہر ایک رسول کے زمانہ میں ان کے متبعین ہوتے تھے جن سے کرامات وخرق عادات ظاہر ہوا کرتے تھے۔ اولیاء کی کرامات انبیاء علیہم السلام کے معجزات کا تتمہ ہے' لیکن جو شخص کہ احکام شرعیہ کا ملتزم نہیں اور اس کے ہاتھ پر خرق عادات کا ظہور ہو' تو ہمارے اعتقاد میں وہ شخص زندیق بے دین ہے اور جو کچھ اس سے ظاہر ہوتا ہے وہ مکرواستدراج ہے۔

کرامات وخرق عادات کے اقسام کے بیان میں

خرق عادات کے اقسام تو بہت ہیں' جیسے معدوم کا موجود کر دینا۔ موجود کا معدوم کر دینا ایک پوشیدہ امر کا ظاہر کرنا' اور ظاہر امر کا چھپا دینا۔ دعا کا مقبول ہونا' مسافت بعیدہ کا تھوڑی مدت میں طے کر جانا' جو امر کہ جس سے غائب ہے۔ اس کی خبر واطلاع دینا۔ ایک ہی وقت میں متعدد مکانوں میں حاضر ہونا۔ مردوں کا زندہ کرنا۔ زندوں کا مارنا' حیوانات' نباتات' جمادات کا کلام تسبیح وغیرہ کا سننا۔ بوقت حاجت بدون اسباب ظاہر یہ کھانے پینے کا موجود کر لینا وغیرہ ذالک من فنون الاعمال النا قضة للعادة کالمشی علی الماء والسیاحة فی الھواء وکالا کل من الکون و کتسخیر الحیوانات الوحشیة و کالقوة الظاھرة علی ابدانھم کالذی اقتلع شجرة برجله من اصلھا و ھوید ورفی السماع و ضرب الید علی الحائط فیشق و بعضھم یشیر باصبعه الی شخص لیقع فیقع اویضرب غسق احد بالاشارة فیطیر راس المشار الیه (یعنی ان کے سوا طرح طرح کے کام جو کہ عادت کے برخلاف ہوں۔ مثلاً ہوا پر چلنا اور ہوا میں سیر کرنا اور موجود شے سے کھانا کھا لینا وحشی حیوانات کا مسخر کر لینا یا ان کے اجسام میں قوت کا آ جانا۔ مثلاً ایک شخص سماع کی حالت میں چکر لگا رہا ہو اور وہ اپنے پاؤں سے درخت کو جڑ سے اکھیڑ دے یا دیوار پر ہاتھ مارے تو وہ پھٹ جائے اور بعض اپنی انگلی سے کسی شخص کی طرف اشارہ کیا کرتے ہیں کہ وہ گر جائے۔ پھر وہ اسی وقت گر جاتا ہے یا اشارہ سے کسی کی گردن اڑا دیں تو فوراً اس کا سر اڑ جائے۔ خلاصہ یہ کہ جب حق سبحانہ تعالیٰ اپنے دوستوں میں سے بعض کو اپنی قدرت کاملہ کا مظہر بناتے ہیں تو جہاں کے ہوتے ہیں جس طرح وہ چاہے تصرف کر سکتا ہے۔ درحقیقت وہ اثر وتصرف حق سبحانہ تعالیٰ کا ہی ہوتا ہے اور وہ خود درمیان میں نہیں ہوتا۔ قال بعض کبراء العارفین ولاصل الذی یجمع لک ھذا کله انه من خرق عادة فی نفسه فما استمرت

علیها نفوس الخلق اونفسه ان الله یخرق له عادة مثلها فی مقابلتها ایسمی کرامة عند العامة واما الخاصة الکرامة عندهم العنایة الالهیة التی وهبتهم التوفیق والقوة حتی خیر قواعوائد انفسهم فتلک الکرامة عندنا بهذه التی تسمی فی العموم کرامه فالرجال انفوا من ملاحتها المشارکة المستدرج الممکوریة فیها ولکونها معاوضة یخافوا ان یکون حظ عملهم لان الحظوظ محلها الدار الاخره فاذا عجل منها بشئی فراغباً ان یکون حظ عملنا وقدوردت فی ذالک اخبار و انی یصح الخوف مع الکرامة فاذن لیست بکرامة عند ناوانما هی خرق عادة فان اقترن معها البشریٰ باتها زیادة لاتنقص حظا ولا سبقت بحجاب فحنیذیسمی کرامه فالبشری علی الحقیقة هی الکرامة وقال ایضاً اجل الکرامات واعظمها التائذذ بالطاعات فی الخلوات والجلوات ومنها مراعات الانفاس مع الله ومنها حفظ الادب معه فی تلقی الواردات فی الاوقات و منها الرضاء عن الله فی جمیع الحالات ومنها البشری لهم من الله بالسعادة الابدیة فی الدار الاخرة. (یعنی بعض بڑے عارف (یہاں مراد شیخ محی الدین اکبر ہیں، قدس سرہ۔) نے فرمایا ہے کہ اصل اس بارہ میں جو کہ سب کی جامع ہو یہ ہے کہ جس شخص نے لوگوں کی عادت یا اپنی عادت کو چھوڑ دیا ہو تو خدا تعالیٰ ویسی ہی اس کو خرق عادت اس کے مقابلہ میں دیتا ہے۔ جس کو عام لوگ کرامت کہتے ہیں لیکن خاص لوگوں کے نزدیک کرامت یہ ہے کہ خدا کی وہ عنایت ان کے شامل حال ہو کہ جس نے ان کو توفیق اور قوت دی ہو۔ حتیٰ کے وہ اپنی نفوس کی عادات کو چھوڑ دیں۔ پس ہمارے نزدیک یہ کرامت ہے لیکن جن کو عام لوگ کرامت کہتے ہیں۔ اس سے یہ لوگ کراہت کرتے اور ناک چڑھاتے ہیں کیونکہ مکار اور متدرج بھی اس میں شریک ہیں اور اس لئے بھی یہ ایک قسم کا معاوضہ ہے۔ اب وہ ڈرتے ہیں کہ کہیں یہ ان کے عمل کی جزا نہ ہو جائے۔ کیونکہ ثواب کا محل تو دار آخرت ہے۔ پھر اگر ان میں سے دنیا میں بھی جلدی مل جائے تو وہ اس بات سے اعتراض کرتے ہیں کہ شاید یہ ہمارے عمل کا بدلہ نہ ہو اور اس بارہ میں احادیث بھی آئی ہیں اور کرامت میں خوف کہاں ہوا کرتا ہے۔ (یعنی نہ ہونا چاہئے) اور جب یہ حال ہے تو ہمارے نزدیک یہ کرامت نہ ہوئی۔ ہاں یہ خرق عادت ہے اگر اس کے ساتھ اس بات کی خوشخبری مل جائے کہ یہ ایک زیادتی ہے (نہ جزائے عمل) تو پھر ثواب کو نہ توڑے گی اور نہ کوئی حجاب وخوف ہوگا۔ پھر اس وقت اس کو کرامت کہیں گے۔ پس دراصل خوشخبری ہی حقیقت میں کرامت ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ خلوت وجلوت میں عبادت میں مزہ آئے

اور یہ کہ سانسوں کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ حفاظت کرنا اور یہ کہ جب کوئی خاص چیزیں بعض اوقات میں وارد ہوں تو ان میں خدا کے ساتھ ادب کے لحاظ رکھنا اور یہ کہ تمام حالات میں خدا کی رضا کا ہونا اور یہ کہ ان کو خدا کی طرف سے دار آخرت میں سعادت ابدیہ کی خوشخبری ہو۔

اس بیان میں کہ صوفی کو صوفی کب کہتے ہیں

قال القشیری رحمة الله اعلموا رحمكم الله ان المسلمين بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم لم تسما افاضلهم فی عصرهم بتسمية علم سوی صحبة الرسول صلى الله عليه وسلم اذلا فضيلة فوقها فقيل لهم الصحابة ولما ادركهم اهل العصر الثانی سمی من صحبة الصحابة التابعين وليس وراء ذالک اشرف سمية ثم قيل لمن بعدهم اتباع التابعين ثم اختلف الناس و بتانيت المراتب فقيل الخواص الناس ممن لهم شدة عناية بامرالدين الزاها دوالعباد ثم ظهرت اليدعة وحصل المتداعی بين الفرق فكل فريق ادعوا ان فيهم زهادافانفر و اخواص اهل السنة المراعون انفسهم مع الله الحافظون قلوبهم عن طوارق الغفلة باسم اتصوف واشتهر هذا الاسم لهولاء الاكابر قبل الماء تين من الهجرة (امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جان لو! خدا تم پر رحم کرے کہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مسلمانوں کیلئے ان کے زمانہ میں کوئی نام بڑی فضیلت والا سوائے صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نہیں رکھا گیا کیونکہ اس سے بڑھ کر اور کوئی فضیلت نہیں۔ تب ان کو صحابہ کہا گیا اور جب دوسرے زمانہ والوں نے ان کو پایا تو جن لوگوں نے صحابہ کی صحبت حاصل کی۔ ان کا نام تابعین رکھا گیا اور ان کے بعد اس سے بڑھ کر کوئی نام نہ تھا۔ پھر ان کے بعد والوں کو تبع تابعین کہا گیا۔ پھر مختلف قسم کے لوگ پیدا ہوئے اور ان کے مراتب میں فرق پڑ گیا۔ تب ان خواص لوگوں کو جنہیں دین کے کام میں زیادہ توجہ تھی۔ زاہد عابد کہا گیا' پھر بدعت ظاہر ہوگئی اور فرقوں کے مدعی پیدا ہو گئے۔ ہر ایک فریق نے یہ دعویٰ کیا کہ ہم میں زاہد ہیں۔ تب اہل السنہ کے خاص لوگوں نے جو خدا کے ساتھ اپنے نفسوں کی رعایت کرنے والے اور اپنے دلوں کی غفلتوں کے آنے سے حفاظت کرنے والے تھے۔ اس نام کو چھوڑ کر اپنا نام اہل تصوف رکھا اور ان اکابر کا دوسو سن ہجری کے پہلے یہ نام مشہور ہو گیا۔

اب کتاب میں جو ذکر ہوگا تو انہیں صوفیہ کرام کے اکثر مشائخ کا ہوگا۔ ان کی تاریخ ولادت' تاریخ وفات' ان کے حالات' کرامات' مقامات کا ذکر ہوگا۔ شاید کے ان کے مطالبہ کرنے والوں کو اس کے ساتھ یقینی نسبت

حاصل ہو جائے۔ ان لوگوں کی بکواس جو کرامات کے منکر ہیں' ان میں اثر نہ کرے گی اور وہ ان لوگوں کی گمراہی کی ہلاکت سے محفوظ رہیں گے۔ **اعاذنا الله وجميع المسلمين من شرور انفسنا وسيئات اعمالنا** (یعنی اللہ تعالیٰ ہم کو اور تمام مسلمانوں کو ہمارے نفسوں کی برائیوں اور ہمارے برے اعمال سے بچائے رکھے) اور سوائے اس کے اور بہت سے فائدے ہیں کہ ان میں سے بعض کا مفصل ذکر ہو گا۔ **قال سيد الطائفه ابو القاسم جنيد بن محمد بن الصوفي قدس الله تعالىٰ سره حكايات المشائخ جندمن جنود الله عزوجل يعني للقلوب.** گروہ صوفیہ کے سردار ابوالقاسم جنید بن محمد بن صوفی قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ مشائخ کی حکایتیں خدا کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے' یعنی دلوں کیلئے' ان سے پوچھا گیا کہ ان حکایات کا مریدوں کو کیا فائدہ ہے۔ جواب میں فرمایا کہ حق سبحانہ تعالیٰ فرماتا ہے' **وكلاء نقص عليك من انباء الرسل ما نثبت به فوادك** (یعنی ہم پیغمبروں کے قصے اور اخبار تم کو سناتے ہیں اور ان کے حالات سے تم کو واقف کرتے ہیں تاکہ تمہارے دل میں ثابت قدمی اور تقویت پیدا ہو اور جب تم کو تکلیف و رنج پیش آئے اور اس کا غلبہ ہو تو ان کے اخبار و حالات سنو اور سوچو۔ پھر جان لو گے کہ جب اس قسم کے رنج و تکالیف ان کو پہنچے ہیں اور اس میں وہ صبر اور بردباری کو کام میں لائے ہیں۔ اس سے تمہارے دل کو تقویت اور صبر و عزم بڑھ جائے گا۔ اسی طرح بزرگوں کی باتوں اور پیروں کی حکایات اور ان کے حالات سے مریدوں کے دل کو تربیت ہوتی ہے اور قوت و پختگی اعتقاد بڑھتی ہے خدا کی طرف سے ثابت قدمی نصیب ہوتی ہے اور بلا اور امتحان اور ناکامی میں ان کے پاؤں درویشی پر جم جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ مردان خدا کا عزم اور ان کی خصلت حاصل ہو جاتی ہے اور یہ بھی ہے کہ دوستان خدا کی باتوں سے ان کی دوستی پیدا ہوتی ہے اور ان کی دوستی سے ایک نسبت قرابت مستحق ہوتی ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں **المودة احدى القرابتين** (دوستی بھی ایک قسم کی قرابت ہے) اور یہ بھی کہتے ہیں **لاقرابة اقرب من المودة ولا بعد ابعد من العداوة والله در القائل**

القوم اخوان صدق بينهم نسب

عن المودة لم يعدل به سبب

یعنی کوئی قرابت دوستی سے بڑھ کر نہیں' اور کوئی دوری عداوت سے بڑھ کر نہیں اور کیا اچھا کسی نے کہا ہے یہ قوم ایسے سچے بھائی ہیں' ان میں دوستی کی ایسی نسبت ہے کہ جس کے برابر کوئی رشتہ نہیں ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ ایک شخص کسی قوم کو دوست رکھتا ہے لیکن ان کے عمل تک نہیں پہنچا۔

آپ نے فرمایا **المرء مع احب** یعنی آدمی اس کے ساتھ ہوگا' جس کو وہ دوست رکھتا ہے اور ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن ایک بندہ اپنے اعمال کی افلاس کی وجہ سے ناامید ہوگا تو اس وقت حق سبحانہ تعالیٰ کہے گا کہ کیا تو فلاں دانا کو کہ جو فلاں محلہ میں رہتا تھا جانتا تھا اور فلاں سے مراد عارف ہے وہ کہے گا کہ ہاں میں پہچانتا تھا۔ حق تعالیٰ فرمائے گا کہ جا تجھ کو اس کی وجہ سے بخش دیتا ہوں۔ پھر جب صرف کسی بزرگ کا پہچاننا نجات کا سبب ہوسکتا ہے تو ان کی دوستی اور ان کی سی عادت اختیار کرنا اور نیکی میں ان کے پیچھے چلنا بطریق اولےٰ نجات کا باعث ہوگا۔ ابوالعباس عطا فرماتے ہیں کہ اگر تجھے ان کی دوستی کا موقع نہ ملے تو ان کے دوستوں سے دوستی پیدا کر کیونکہ ان کے دوستوں کی دوستی گویا انہیں کی دوستی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں **یاابن مسعود اتدری ای مجری الإسلام اوثق قال قلت اللہ ورسولہ اعلم قال صلی اللہ علیہ وسلم الولایۃ فی اللہ والحب فیہ والبغض فیہ** (یعنی اے ابن مسعود تم جانتے ہو کہ اسلام کا کونسا کڑا مضبوط ہے۔ ابن مسعود کہتے ہیں کہ میں نے یہ کہا کہ اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کیلئے دوستی اور اسی کیلئے دشمنی۔ حضرت فضیل عیاض عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بندہ کو کہے گا **یا ابن ادم اماز ھدک فی الدنیا فطلبت الراحۃ لنفسک واما انقطاعک الی انما طلبت العزلنفسک ولکن ھل عادیت عدوا او والیت لی ولیا** (یعنی اے ابن آدم تو نے دنیا میں جو زہد اختیار کیا تو اپنے نفس کی راحت کی خاطر اور تو میری طرف تعلق چھوڑ کر آیا۔ تو اپنے نفس کی عزت کا طالب ہوا لیکن یہ بتلا کہ کیا کسی دشمن سے دشمنی اور کسی دوست سے صرف دوستی میرے لئے کی ہے۔) اس گروہ کی حکایات سننے کا کم از کم یہ فائدہ ہے کہ سننے والا یہ بات جان لیتا ہے کہ میرے افعال' احوال' اقوال ان حضرات جیسے نہیں ہیں۔ اس لئے اپنے اعمال میں منی اور خودی کو دور کر دیتا ہے اور ان کے اعمال کے مقابلہ میں اپنے آپ کو قصور وار ٹھہراتا ہے۔ تکبر و ریا اور اپنے آپ کو اچھا سمجھنے سے پرہیز کرتا ہے۔ شیخ الاسلام ابواسمٰعیل عبداللہ الانصاری الہروی قدس اللہ سرہ نے وصیت فرمائی ہے کہ ہر بڑے بوڑھے کی بات یاد رکھو' اور یاد نہ رکھ سکو تو اس کا نام ہی یاد رکھو تم کو اس سے فائدہ ہوگا۔ اس کتاب میں جہاں شیخ الاسلام کا ذکر ہوگا اس سے مراد یہی بزرگ ہوں گے اور یہ بھی انہوں نے فرمایا ہے کہ اس میں پہلا نشان یہ ہے کہ مشائخ کی باتیں سن کر خوف ہو جائے اور دل سے ان کا میلان ہو اور انکار نہ کرے اور جب اللہ تعالیٰ تجھ کو اپنے دوستوں میں سے کسی کو دکھائے اور تو اس کو قبول نہ کرے بلکہ حقیر سمجھے تو یہ گناہ ان سب گناہوں سے بدتر ہے کہ جن کو تو خود کرے کیونکہ یہ

تیری محرومی اور حجاب کی دلیل ہے۔نعوذ باللہ من الخذلان (ہم رسوائی سے پناہ مانگتے ہیں۔) اور اگر تیری نظر میں غلطی ہو جائے اور جس کو تو نے بنظر قبول دیکھا ہے وہ فی الواقع ویسا بزرگ نہیں ہے تو اس کا کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ تیری نیت تو درست ہے واللہ المستعان وعلیہ التوکلان (یعنی اللہ سے مدد طلب کی ہے اور اس پر توکل ہے۔)

۱- ابو ہاشم صوفی قدس اللہ سرہ

آپ اپنی کنیت ہی سے مشہور ہیں۔شام کے علاقہ کے آپ شیخ ہیں۔دراصل کوفی ہیں اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے ہمعصر ہیں۔سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ بصرہ میں ۱۶۱ ہجری میں فوت ہوئے ہیں۔وہ فرماتے ہیں۔ لولا ھاشم الصوفی ماعرفت دقائق الریا. یعنی اگر ابو ہاشم صوفی نہ ہوتے تو میں ریا کی باریکیاں نہ پہچانتا' اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ جب تک میں نے ابو ہاشم صوفی کو نہ دیکھا تھا مجھ کو معلوم نہ تھا کہ صوفی کیسے ہوتے ہیں۔ پہلے ان سے بہت بزرگ گزرے ہیں کہ جو زہد' پرہیز گاری اور توکل اور محبت کے طریق میں نیک عمل تھے لیکن اول جس شخص کو صوفی کہا گیا وہ یہی حضرت ہیں پہلے ان سے کوئی اس نام سے بلایا نہیں گیا۔علیٰ ہذا صوفیوں کیلئے پہلے جس نے خانقاہ بنائی یہی ہیں۔انہوں نے شام کے ٹیلہ پر خانقاہ بنائی اس کا سبب یہ ہوا کہ ایک آتش پرست امیر شکار کو گیا تھا۔راستہ میں اس نے اس گروہ کے دو شخصوں کو دیکھا کہ ملے ہیں اور ایک دوسرے کے بغلگیر ہوئے اور وہیں بیٹھ گئے جو کچھ کھانے پینے کی چیز اپنے پاس رکھتے تھے مل کر کھانے لگے پھر چل دیے۔اس امیر کو ان کا برتاؤ اور باہمی الفت پسند آئی۔ان میں سے ایک کو بلا کر دریافت کیا کہ وہ کون شخص تھا کہا کہ مجھے معلوم نہیں کہا کہ تمہیں س سے کیا مطلب تھا کہا کچھ نہیں کہا کہ وہ کہاں سے آیا تھا کہ مجھے معلوم نہیں۔اس امیر نے کہا کہ پھر یہ محبت کیسی جو تم کو ایک دوسرے کے ساتھ تھی۔درویش نے کہا کہ یہ ہمارا طریقہ ہے کہا کہ کوئی تمہارا مکان ہے جہاں کہ باہمی ملا کرتے ہو کہا کہ نہیں کہا کہ میں تمہارے لئے ایک مکان بنا دیتا ہوں۔جہاں کہ تم سب جمع ہوا کرو تب اس نے ایک خانقاہ ایک ٹیلہ پر بنادی۔شیخ الاسلام سرہ فرماتے ہیں۔

خیر دار حل فیھا خیر ارباب الدیار

وقدیما وفق اللہ خیر الخیار

(جس گھر میں بہترین گھر والے اتریں وہ بہتر گھر ہے' اور ہمیشہ سے حق تعالیٰ اچھوں کو اچھے کام کی توفیق دیا کرتے ہے اور یہ بھی انہیں حضرت قدس سرہ کا شعر ہے۔

هی المعالم والا طلال والدار

دار علیھا من الاحباب اثار

(دراصل وہی نشان اور ٹیلہ اور گھر ہیں کہ جن پر دوستان خدا کے آثار ہیں) ابو ہاشم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں لقلع الجبال بالا ابر ایسر من اخراج الکبر من القلوب (یعنی پہاڑوں کا سوئی سے اکھیڑ دینا دلوں سے کبر نکالنے سے بہت آسان ہے۔) ابو ہاشم نے قاضی شریک کو یحییٰ خالد کے گھر سے نکلتے ہوئے دیکھا تو روئے اور کہا اعذو باللہ من علم لا ینفع (یعنی میں پناہ مانگتا ہوں ایسے علم سے جو نفع نہ دے۔) اور یہ بھی فرمایا ہے اخذ المرء نفسه بحسن الادب تادیب اهله (یعنی خود انسان کا حسن ادب کو اختیار کرنا اپنے اہل کو ادب سکھانا ہے۔) منصور عماد دمشقی کہتے ہیں کہ ابو ہاشم صوفی مرض موت کی بیماری کی حالت میں تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ اپنے آپ کو کیسے پاتے ہو۔ کہا میں بڑی بلا دیکھتا ہوں لیکن ہوا یعنی محبت و دوستی بلا سے بڑھ کر ہے۔ یعنی بلا تو بڑی ہے لیکن محبت کے مقابلہ میں حقیر ہیں۔ شیخ الاسلام قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اگر بلا بھی عشق کے برابر ہوتی تو پھر عشق نہ ہوتا۔

۲- ذوالنون مصری قدس اللہ روحہ

یہ حضرت اول طبقہ کے ہیں۔ آپ کا نام ثوبان بن ابراہیم ہے۔ آپ کی کنیت ابوالفیض ہے اور لقب ذوالنون۔ اس کے سوا اور بھی القاب ہیں لیکن زیادہ صحیح یہی ہے۔ آپ موضع اخمیم مصر میں رہتے تھے جہاں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر ہے۔ آپ کے والد نوبی (منسوب بہ نوبہ) تھے۔ قریش کے موالی (مولیٰ وہ غلام جو آزاد کر دیا گیا ہو) تھے۔ نوبہ صعید مصر و حبش کے درمیان ایک علاقہ ہے۔ آپ کے بھائی تھے جن میں سے ایک ذوالکفل تھے۔ جن سے معاملات وغیرہ میں حکایات منقول ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ان کا نام میمون تھا اور ذوالکفل لقب تھا۔ ذوالنون امام مالک بن انس کے شاگردوں میں سے ہیں۔ مذہب مالکی رکھتے تھے۔ موطا کو ان سے سنا تھا اور فقہ بھی آپ سے پڑھی تھی۔ آپ کے پیر ایک مغربی شخص تھے۔ جن کا نام اسرافیل تھا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ذوالنون وہ شخص نہیں کہ جن کو لوگ کرامات سے آراستہ کریں اور مقامات سے ان کی تعریف کریں۔ مقام حال وقت ان کے ہاتھ میں ایک ہنسی کھیل تھا اور نکمی چیز۔ یہ امام وقت اور یگانہ روزگار اور اس گروہ کے سردار تھے۔ تمام مشائخ کو ان کی طرف نسبت ہے۔ پہلے اس سے بھی مشائخ گزرے ہیں لیکن یہ پہلے وہ شخص ہے کہ جو اشارات کو عبارات میں لائے اور اس طریقہ کی باتیں کیں اور جب دوسرے طبقہ میں حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ ظاہر ہوئے

تو انہوں نے اس علم کو ترتیب دیا اور شرح بسط سے لکھا اور حضرت شبلی پیدا ہوئے تو انہوں نے اس علم کو منبر پر لے جا کر ظاہر کر دیا۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے کہ ہم اس علم کو سردابوں اور گھروں میں پوشیدہ رکھتے تھے' لیکن شبلی رحمۃ اللہ علیہ آیا جس نے اس کو منبر پر لے جا کر لوگوں پر ظاہر کر دیا اور ذوالنون فرماتے ہیں کہ میں نے تین سفر کئے ہیں اور تین علم لے کر آیا ہوں۔ پہلے سفر میں وہ علم لایا کہ نہ خاص نے قبول کیا اور نہ عام نے۔ **فبقیت مریداً طریداً وحیداً** (یعنی ہم میں لوگوں سے بھاگا ہوا دور کیا ہوا تنہا رہ گیا۔) شیخ الاسلام قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اول توبہ کا علم تھا کہ جس کو خاص و عام قبول کر لیا کرتے ہیں۔ دوسرے علم توکل اور معاملہ و محبت کا تھا کہ جس کو خاص تو قبول کر لیتے ہیں مگر عام لوگ قبول نہیں کرتے۔ تیسرا علم حقیقت کا تھا کہ جو لوگوں کے علم و عقل کی طاقت سے باہر تھا۔ اس لئے دریافت نہ کر سکے بلکہ اس کو چھوڑ دیا اور اس سے انکار کرنے لگے۔ یہاں تک کہ وہ دنیا سے ۲۴۵ ہجری میں گزر گئے۔ جب ان کا جنازہ لے جاتے تھے تو ان کے جنازہ پر جانوروں کا ایک غول دیکھا گیا کہ جس نے لوگوں کو اپنے سایہ سے چھپا لیا تھا اور ان جانوروں میں سے کسی نے ایک کو بھی نہ دیکھا تھا مگر ان کے بعد امام مزنی شاگرد امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے جنازہ پر دیکھا گیا۔ ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ عوام میں مقبول ہو گئے۔ دوسرے دن ان کی قبر پر یہ عبارت لکھی پائی گئی جو لوگوں کے خط سے نہ ملتی تھی۔ **ذوالنون حبیب اللہ من الشوق قتیل اللہ** (یعنی ذوالنون خدا کے محبوب ہیں' اور شوق محبت سے خدا کے مقتول ہیں۔) جب اس تحریر کو چھیلتے تھے تو پھر وہی لکھا ہوا پاتے تھے۔ شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ وہ تیسرا محبوب سفر پاؤں سے نہ تھا' وہ قدم سے نہیں چلا کرتے بلکہ ہمت سے چلتے ہیں۔ ذوالنون فرماتے ہیں **ما اعز اللہ عبدالعز اعز الہ من ان یذل لہ علی نفسہ** (یعنی اس سے بڑھ کر خدا تعالیٰ نے کسی بندہ کو عزت نہیں دی ہے مگر اس کو جو اپنے نفس کو خدا کیلئے ذلیل بنائے) اور یہ بھی انہوں نے کہا ہے **اخفی الحجاب واشدہ رویۃ النفس و تدبیرھا** (یعنی بڑا پوشیدہ اور سخت پردہ نفس کا دیکھنا اور اس کی تدبیر ہے۔) اور یہ بھی ان کا مقولہ ہے **التفکر فی ذات اللہ تعالیٰ جھل والا شارۃ الیہ شرک والحقیقۃ المعرفۃ حیرۃ** (یعنی خدا کی ذات میں سوچنا جہالت ہے اور اس کی طرف اشارہ کرنا شرک ہے اور معرفت کی حقیقت حیرت ہے) اور شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ حیرت دو قسم پر ہے۔ اول حیرت عام ہے' وہ تو الحاد و گمراہی ہے اور دوسری حیرت موجودات میں ہے اور وہ حیرت مشاہدہ و یافت ہے۔ یہ بھی کہا ہے اول توڑنا اور جوڑنا ہے اور آخر میں نہ توڑنا ہے نہ جوڑنا۔ شیخ الاسلام قدس سرہ فرماتے ہیں۔

کیف یحکی وصل اثنین ۔۔۔ ھما فی الاصل واحد

من قسم الواحد جهلا　　　　فهو بالواحد جاحد

(یعنی دو کے وصل کی حکایت کیسے کر سکتے ہیں حالانکہ وہ دونوں دراصل ایک ہی ہیں۔ جو شخص کہ ایک کو جہالت کی وجہ سے تقسیم کرتا ہے۔ سو وہ ایک کا منکر ہے۔) ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا کہ مرید کون ہے اور مراد کون ہے؟ فرمایا **المرید یطلب والمراد یھرب** (یعنی مرید تو طلب کرتا ہے اور مراد بھاگتا ہے۔) شیخ الاسلام نے کہا کہ مرید طلب کرتا ہے اور اس کے ساتھ ہزاروں نیاز ہوتے ہیں اور مراد بھاگتا ہے۔ اس کے پاس ہزاروں ناز ہوتے ہیں اور یہ بھی کہا ہے کہ احمد چشتی وہ ہے کہ جس نے پہلے اپنے سفید بال میرے پاؤں پر ملے ہیں اور ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ وہ ابوسعید معلم کے ہمراہ جن کی شیخ ابواسحاق شہریار کی قبر کے پاس پارس میں قبر ہے۔ پیل گردن کے بازار میں مجھ سے ملے۔ ان دونوں کا اس میں مناظرہ تھا کہ مرید بہتر ہے یا مراد۔ جب مجھ سے ملے تو کہنے لگے کہ یہ حاکم آ گیا ہے۔ میں نے کہا **لا مرید ولا مراد ولا خبر ولا استخبار ولا حد ولا رسم وھو الکل بالکل** (یعنی نہ کوئی مرید ہے، نہ مراد ہے، نہ خبر ہے نہ خبر کی طلب، نہ حد ہے، نہ رسم اور وہ کل ہے کل کے ساتھ) ابوسعید کے سر پر اوڑھنی تھی۔ سر سے اتار کر پھینک دی اور چند نعرے مار کر چل دیئے اور چشتی میرے پاؤں پر گر پڑا اور سفید بال میرے پاؤں پر ملتا تھا۔ ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک وقت چند لوگوں کے ساتھ کشتی میں بیٹھا تھا۔ تا کہ مصر سے جدہ کی طرف جاؤں۔ ایک جوان اوڑھنی اوڑھے ہوئے ہمارے ساتھ کشتی میں تھا اور مجھے اس کی صحبت کی خواہش تھی لیکن اس کی ہیبت مجھ کو اس سے باتیں کرنے کی اجازت نہ دیتی تھی کیونکہ زمانہ بھر میں وہ ایک عزیز شخص تھا اور کبھی بھی عبادت سے خالی نہ رہتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک دن ایک شخص کے زر و جواہرات کی تھیلی چرائی گئی اور تھیلی والے نے خاص اس جوان ہی کو متہم کیا۔ لوگوں نے چاہا کہ اس پر ظلم کریں۔ میں نے ان سے کہا کہ ان سے تم اس کی بابت کچھ نہ پوچھو جب تک کہ میں خود ان سے نہ پوچھ لوں۔ میں اس کے پاس آیا اور اس سے نرمی کے ساتھ بات کی کہ ان لوگوں کا مال جاتا رہا ہے اور تم پر بدگمان ہو گئے ہیں۔ میں نے ان کو سختی و ظلم سے روک دیا۔ اب کیا کرنا چاہئے۔ اس نے آسمان کی طرف منہ کیا اور کچھ پڑھا۔ دریا کی مچھلیاں پانی پر آ گئیں اور ہر ایک کے منہ میں ایک موتی تھا۔ اس نے ایک موتی لیا اور اس مرد کو دے دیا اور خود دریا پر قدم رکھ کر چل دیا۔ بعدازاں جو شخص کہ تھیلی لے گیا اس نے تھیلی پھینک دی اور مال مسروقہ مل گیا۔ تمام کشتی والے بہت شرمسار ہوئے۔ ذوالنون سیاح بھی تھے۔ کہتے ہیں کہ ایک وقت میں سفر میں تھا ایک جوان کو میں نے دیکھا جس کے دماغ میں شور تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ میاں مسافر کہاں سے

آتے ہو اس نے کہا کہ مسافر تو وہ ہوتا ہے کہ جو خدا سے محبت نہ رکھتا ہو۔ میں نے بے اختیار نعرہ مارا اور میں بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ جب مجھے ہوش آیا تو وہ کہنے لگا کیا ہوا تھا؟ میں نے کہا علاج بیماری کے موافق ہو گیا تھا۔ شیخ الاسلام قدس سرہ فرماتے ہیں کہ خدا کا حال بندہ پر جب ظاہر ہوتا ہے تو اس کو جو شخص دیکھتا ہے اس کے تن میں جان اس کی عاشق بن جاتی ہے۔ جہاں وہ آرام پاتا ہے۔ وہاں دشمن فرمانبردار ہو جاتا ہے کیونکہ وہ غریبوں کا وطن ہے اور مفلسوں کے مایہ دوستوں کے ہمراہ ہے جس وقت کہ ایسا شخص تجھے مل جائے کہ تیرا مال اس کے ہاتھ میں ہو اور تیری بیماری اس کے علاج کے ساتھ موافق ہو جائے تو اس کے دامن کو مضبوطی سے پکڑ لے۔ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ ایک مسئلہ دریافت کرنے کیلئے مغرب میں حضرت عزیزی کی خدمت میں جو کہ متقدمین مشائخ سے تھے گئے۔ انہوں نے فرمایا کیوں آیا ہے؟ اگر اس لئے آیا ہے کہ اولین و آخرین کا علم سیکھے تو یہ ممکن نہیں کیونکہ ان کا عالم تو خدا تعالیٰ ہے اور اگر اس لئے آیا ہے کہ اس کو ڈھونڈے تو جہاں سے تو نے پہلا قدم اٹھایا تھا وہ تو وہیں تھا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے ڈھونڈھنے والے کے ہمراہ ہے وہ ڈھونڈھنے والے کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طلب میں دوڑاتا ہے۔ اسرافیل رحمۃ اللہ علیہ متقدمین میں سے ہیں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ وہ ذوالنون مصری کے پیروں میں سے ہیں۔ مغرب کے رہنے والے تھے اور مصر میں آ گئے تھے۔ ان کی باتیں زہد و توکل و حسن اعمال میں بہت سی مذکور ہیں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ شیخ شخبرف چھ سو فرسنگ سفر طے کر کے مصر میں ایک سوال کے حل کیلئے گئے اور جب فرصت ملی تو اسرافیل سے پوچھا **ھل تعذب الاشرار قبل الذلل** (یعنی کیا برے لوگ برائی اور گناہ سے پہلے کے عذاب دیئے جائیں گے۔) کہا کہ مجھے تین روز تک صبر کرنے دے۔ چوتھے روز کہا کہ مجھے یہ جواب ملا ہے کہ اگر عمل کرنے سے پہلے ثواب ملنا جائز ہے تو گناہ سے پہلے کے عذاب بھی جائز ہو گا۔ یہ کہا اور ایک چیخ ماری۔ اس کے بعد تین دن تک زندہ رہے پھر انتقال کر گئے۔ شیخ الاسلام نے کہا کہ تین دن کا دیر کرنا اور پھر جواب دینا دراصل اور تین روز کی مہلت چاہتا تھا۔ ورنہ اگر فوراً جواب دیتے تو فوراً مر جاتے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ربوبیت بھی عین عبودیت ہے۔ اس مخلوق کے پیدا ہونے سے پہلے تقسیم کر دی ہوئی ہے اور مخلوق اس کی مرضی و نظم کے ماتحت مقید ہے تا کہ ہر ایک کیلئے کیا کچھ لکھا ہے۔ آخر وہی کرتا ہے جو خود چاہتا ہے اسی کا حکم ہے اس میں وہ عادل ہے۔ کوئی چون و چرا نہیں کر سکتا اور نہ مناسب ہی ہے کیونکہ وہ سب کام علم و حکمت سے کرتا ہے اور کر چکا ہے۔ معلوم نہیں کہ کس پر عتاب ہوتا ہے اور کس پر مہربانی ہے۔

۳- ابوالاسود مکی رحمۃ اللہ علیہ

یہ حضرت شیخ عزیزی کی زیارت کو گئے اور جا کر سلام کہا اور کہا کہ اے شیخ میں آپ کا دوست ہوں۔ عزیزی جگہ سے کود پڑے اور کہنے لگے۔ علیک السلام مزاج کیسے ہیں اور اس وقت غائب ہو گئے۔ تین دن تک اسی پر رہے۔ ابوالاسود نے جان لیا کہ عزیزی پانی' مٹی اور انسانی رسوم سے باہر ہو گئے ہیں۔ ان کی زیارت کو کافی سمجھا اور واپس آ گئے۔

۴- ابوالاسود چرواہا رحمۃ اللہ علیہ

یہ بھی مشائخ میں سے ہیں۔ ایک وقت جنگل میں اپنی بیوی سے کہنے لگے تم سلامت رہو میں تو جاتا ہوں۔ اس کی ہمشیرہ نے ان کو ایک لوٹا دودھ کا بھرا ہوا دیا۔ جب وضو کی ضرورت ہوئی تو چاہا کہ وضو کرے لیکن لوٹے میں سے دودھ نکلا۔ پھر واپس آئے اور کہنے لگے کہ میرے پاس پانی نہیں جس سے وضو کروں۔ مجھے پانی کی ضرورت ہے۔ دودھ کو کیا کروں گا۔ لوٹے کو دودھ سے خالی کیا اور پانی سے بھر دیا اور پھر چل دیئے۔ جب وضو کرتے تو پانی نکلتا اور جب بھوکے ہوتے تو دودھ نکل آتا۔

۵- ابو ہاشم یعقوب رحمۃ اللہ علیہ

یہ بھی گروہ مشائخ میں سے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ مجھے وہ عید کا دن جو ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ آیا تھا کبھی بھولتا نہیں لوگ عید گاہ سے واپس آتے تھے اور کھیلتے کودتے تھے۔ ذوالنون کہتے تھے کہ لوگ خوشیاں منا رہے ہیں کہ اپنی امانت ادا کر چکے ہیں لیکن ان کو خود یہ معلوم نہیں کہ آیا یہ امانت ان کی مقبول بھی ہوئی ہے یا نہیں۔ یعنی رمضان کی عبادت۔ مجھے کہا کہ ایک طرف کو چلیں اور ان کی حالت پر روئیں۔ شیخ الاسلام نے کہا کہ یہ حکایت وہی جوہر اور جوہری کی ہے جو شخص کہ جوہر کی قیمت نہیں جانتا وہ اس کو پروتا ہے اور جو جانتا ہے وہ اس کے پرونے سے ڈرتا ہے کہ کہیں وعید نہ آ جائے اور اپنی جگہ پر نہ جائے۔ جو لوگ وعید کے لائق ہیں وہ تو غافل ہیں اور جو اس کے لائق نہیں وہ بیدار تھے وہ وعید ان سے جا لپٹی۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ سیاع موصلی نے کہا ہے کہ داؤد علیہ السلام نے عرض کیا کہ خداوندا تو نے مجھے کہا تھا کہ ہاتھ منہ خدمت کیلئے دھو۔ اب مجھے صحبت کیلئے

بلاتا ہے مگر صحبت کیلئے میرے دل کو کیا چیز دھوئے گی۔ کہا کہ الھموم والاحزان (یعنی غم واندوہ) شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ اس راہ میں غم سے گریز نہیں ہو سکتی۔

۶۔ ولید بن عبداللہ السقار رحمۃ اللہ علیہ

ان کی کنیت ابو اسحٰق ہے اور یہ حضرت ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ کے ملنے والوں میں سے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ذوالنون فرماتے تھے میں نے جنگل میں ایک سیاہ حبشی کو دیکھا۔ جب اللہ کہتا تو سفید رنگ کا ہو جاتا۔ ذوالنون کہتے ہیں کہ جو شخص خدا کو یاد کرتا ہے تو دراصل اس کی حالت اور ہی کچھ ہو جاتی ہے۔ ولید سقا ۳۲۰ ہجری میں اور بعض کے نزدیک ۳۲۶ھ میں فوت ہوئے ہیں۔ ابو عبداللہ رازی کہتے ہیں کہ میں ولید سقا کی خدمت میں گیا اور چاہتا تھا کہ فقر کے بارے میں ان سے سوال کروں۔ انہوں نے سر اٹھایا اور کہا کہ فقر کا نام اس کو مناسب ہے کہ کبھی بھی خدا کے سوا اس کے دل میں اور کچھ نہ گزرا ہو اور وہ قیامت کے دن اس بات کی ذمہ داری سے باہر نکل سکتا ہے۔

۷۔ فضیل بن عیاض قدس اللہ تعالیٰ

یہ حضرت پہلے عقبہ والوں میں سے ہیں۔ آپ کی کنیت ابو علی ہے۔ دراصل کوفہ کے باشندہ ہیں۔ بعض نے کہا کہ ان کی اصل خراسان ہے۔ مرو کے علاقہ کے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ آپ کی ولادت سمرقند کی ہے اور باورد میں بڑے ہوئے اور کوفی الاصل ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ دراصل بخاری ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ آپ کی وفات ۱۸۷ھ میں ہوئی ہے۔ حضرت فضیل قدس سرہ فرماتے ہیں کہ میں نے دوستی سے خدا تعالیٰ کی عبادت کی ہے میں اگر عبادت نہ کروں تو مجھے صبر نہیں آتا۔ محمود وراق فرماتے ہیں۔

تعصی الالہ وانت تظھر حبہ	ھذا وربی فی القیاس بدیع
لو کان حبک صادقا لاطعۃ	ان المحب لمن یحب مطیع

(یعنی تو خدا کی نافرمانی کرتا ہے حالانکہ اس کی محبت کا اظہار کرتا ہے۔ خدا کی قسم اس بات کا قیاس میں آنا عجیب ہے اگر تیری سچی محبت ہوتی تو البتہ اس کی اطاعت کرتا کیونکہ بے شک دوست اپنے دوست کا مطیع ہوا کرتا ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ جو شخص خدا کی عبادت خوف کی وجہ سے کرتا ہے وہ اپنی عبادت کرتا ہے اور اپنی نجات کے طمع میں حرکت کرتا ہے نہ محبت اور حکم کی اطاعت کی وجہ سے اور جو شخص کسی امید پر اس کی عبادت کرتا ہے وہ بھی

اپنی پرستش کرتا ہے اور نعمت وراحت کی امید پر حرکت کرتا ہے' نہ محبت اور فرمانبرداری کی وجہ سے۔ لیکن میں اس کی عبادت نہ کسی امید پر کرتا ہوں اور نہ کسی خوف کی وجہ سے بلکہ اس کے حکم کی وجہ سے عبادت کرتا ہوں چونکہ اس نے کہا کہ عبادت کر' اس لئے عبادت کرتا ہوں اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی دوستی میں اپنے قصور کا اقراری ہوں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن سعید زنجی رحمۃ اللہ علیہ کو وپچھا گیا کہ کمینہ کون شخص ہے۔ فرمایا جو شخص حق تعالیٰ کی عبادت امید وخوف پر کرے۔ کہا گیا کہ آپ کیسی عبادت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اس کی محبت و دوستی مجھ کو عبادت پر لگاتی ہے۔ یوسف اسباط رحمۃ اللہ علیہ متقدمین سے ہیں اور تشرع کے اہم گزرے ہیں۔ زہد میں سردار تھے۔ پرہیز گاری اور خوف نے ان پر غلبہ کیا ہوا تھا اور ان کا علم جوش میں تھا۔ ۱۹۶ ہجری میں فوت ہوئے ہیں۔ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ انہوں نے یہ کہا کہ خدا کے دوستوں کو تین چیزیں ملی ہیں۔ حلاوت' ہیبت' محبت' شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کا ایک صاحبزادہ تھا جس کا نام علی تھا۔ زہد عبادت وخوف میں باپ سے بڑھ کر تھا۔ ایک دن مسجد حرام میں چاہ زمزم کے پاس ایک شخص نے پڑھا۔ ویوم القیمہ تری المجر مین (یعنی قیامت کے دن تم مجرموں کو دیکھو گے۔) صاحبزادہ نے سنا اور ایک چیخ ماری اور جان دے ڈالی۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ دوست کی طرف سے نشان اور عارف کی طرف سے۔

من مات عاشقا فلیمت ھکذا لاخیر فی عشق بلاموت

یعنی جو شخص کہ عشق کی وجہ سے مرے تو چاہئے کہ ایسا مرے۔ ایسے عشق میں بہتری نہیں جس میں موت نہ ہو۔

۸- معروف کرخی قدس اللہ تعالیٰ سرہ

یہ حضرت پہلے طبقہ میں سے ہیں اور متقدمین مشائخ سے ہیں۔ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے استاد ہیں۔ آپ کی کنیت ابو محفوظ ہے۔ آپ کے والد کا نام فیروز ہے۔ بعض کہتے ہیں فیروزان' بعض کہتے ہیں کہ معروف بن علی کرخی کے باپ موالی تھے اور امام علی بن موسیٰ الرضا رضی اللہ عنہ کے دربان تھے۔ کہتے ہیں کہ انہیں کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تھے۔ ایک دن ارادہ (نام جگہ) میں تھے۔ لوگوں نے ہجوم کیا' گر پڑے اور اسی میں فوت ہو گئے۔ معروف کرخی داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہے ہیں۔ داؤد طائی ۱۶۵ ہجری میں فوت ہوئے ہیں اور معروف ۲۰۰ ہجری میں دنیا سے رحلت فرما ہوئے ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ صوفی یہاں پر مہمان ہے۔ اب

مہمان کا میزبان پر تقاضا کرنا اس پر ظلم کرنا ہے جو مہمان باادب ہوتا ہے' وہ منتظر رہتا ہے نہ کہ تقاضا کرتا ہے۔
ایک شخص نے معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ مجھ کو وصیت فرمائیے۔ کہا **احذران لایراک اللہ الا فی زی مسکین** (یعنی ڈرتے رہو کہ خدائے تعالیٰ تم کو سوائے مسکینی لباس کے اور کسی لباس میں نہ دیکھے۔) شیخ الاسلام کہتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعا میں کہا کرتے تھے **اللھم انی اسئلک بحق السائلین علیک و بحق الراغبین الیک وبحق ممشائی الیک** یعنی اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں۔ تیرے سائلین کے حق سے اور تیری طرف رغبت کرنے والوں کے حق سے اور تیری طرف میرے قدم چلنے کے حق سے۔ **وسئل معروف عن المحبة فقال المحبة لیست من تعلیم الخلق انماھی مواھب الحق و فضله** یعنی معروف سے محبت کی بابت پوچھا گیا تو فرمایا کہ محبت کچھ لوگوں کی تعلیم سے نہیں آتی بلکہ وہ تو خدا کی عنایت اور اس کا فضل ہے۔ حضرت معروف رحمۃ اللہ علیہ کا مزار بغداد میں ہے۔

۹- ابوسلیمان دارانی قدس اللہ تعالیٰ سرہ

یہ بھی پہلے طبقہ میں سے ہیں آپ کا نام عبدالرحمٰن بن احمد بن عطیہ عنسی ہے۔ بعض کہتے ہیں۔ عبدالرحمٰن عطیہ شام کے قدماء مشائخ سے ہیں اور ان کے رہنے والے ہیں جو دمشق کے دیہات میں سے ایک گاؤں ہے۔ آپ کی قبر بھی اسی گاؤں میں ہے اور یہ احمد بن ابی الحواری کے استاد ہیں۔ ریحانۃ الشام یعنی عزیز ومتبرک شام ۲۱۵ ہجری میں دنیا سے رخصت ہوئے ہیں۔ ابوسلیمان سے پوچھا گیا کہ معرفت کی حقیقت کیا ہے۔ کہا یہ ہے کہ ایک کے سوا دونوں جہان میں اور کوئی مقصود مردانہ ہو۔ انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ میں نے ایک کتاب میں پڑھا ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے۔ **کذب من ادعی محبتی اذا جاء اللیل نام عنی** یعنی وہ شخص جھوٹا ہے۔ جو میری محبت کا دعویٰ کرتا ہے اور جب رات آتی ہے تو سو رہتا ہے۔ یہ بھی انہوں نے کہا کہ جب میں عراق میں تھا تو عابد تھا اور اب شام میں ہوں تو عارف ہوں۔ بعض صوفیہ کہتے ہیں کہ شام میں اس لئے عارف ہوئے کہ عراق میں عابد تھے۔ اگر وہاں زیادہ عابد ہوتے تو یہاں زیادہ عارف ہوئے اور یہ بھی ابوسلیمان نے کہا ہے **ربما ینکت الحقیقة فی قلبی اربعین یوما فلا اذن لھا ان تدخل قلبی الا بشاھدین من الکتاب والسنة** یعنی اکثر حقیقت کی باتیں میرے دل میں چالیس دن تک آتی رہتی ہیں لیکن میں ان کو دل میں جگہ نہیں دیتا۔ سوائے کتاب وسنت کے دو گواہوں کے' اور یہ بھی انہوں نے کہا کہ جو چیز تجھ کو حق سبحانہ سے پھرا دے وہ منحوس

ہے اور جو چیز کہ تیری عادت کو خدا سے روک دے اور اسباب دینوی کی طرف لگا دے وہ تیری دشمن ہے اور جو تیرا سانس حق سبحانہ کی یاد سے غفلت میں نکلے تو وہ دراصل داغ ہے اور یہ بھی انہوں نے کہا ہے **ادخلھم الجنان قبل ان یطیعوہ وادخلھم النار قبل ان یعصوہ**. یعنی داخل کر دیا ان کو جنت میں ان کی اطاعت سے پہلے اور داخل کیا ان کو دوزخ میں ان کے گناہ سے پہلے' اور انہوں نے یہ بھی کہا ہے **اذا بلی القلب من الفقد ضحک والروح**. یعنی جب دل مطلوب کے گم ہونے سے غمناک ہوتا ہے تو روح اس کے پا لینے کی وجہ سے ہنستی ہے۔ احمد بن ابی الحواری کہتے ہیں۔ ابوسلیمان سے میں نے کہا کہ میں نے خلوت میں نماز پڑھی تو اس سے مجھے مزہ آیا۔ انہوں نے پوچھا کہ لذت کا سبب کیا تھا۔ میں نے کہا یہ تھا کہ مجھ کو کسی نے نہ دیکھا تھا کہا **الضعیف حیث خطر بقلبک ذکر الخلق**. یعنی بے شک تو ضعیف المعرفت ہے کیونکہ تیرے دل میں مخلوق کا خطرہ گزرا اور یہ بھی کہا ہے۔ **من اظھر الانقطاع الی اللہ فقد وجب علیہ خلع مادونہ من رقبۃ** یعنی جو شخص خدا کے لگاؤ کا اظہار کرے' تو اس کو ماسوائے خدا کے بوجھ کا گردن سے اتارنا ضروری ہے اور یہ بھی کہا ہے **ابلغ الاشیاء فیما بین العبد المحاسبۃ**. یعنی خدا اور بندہ کے درمیان جو سب سے زیادہ پہنچا دینے والی چیز ہے وہ نفس کا حساب لینا ہے۔

۱۰- داؤد بن احمد دارانی رحمۃ اللہ علیہ

یہ حضرت ابوسلیمان دارانی کے بھائی ہیں۔ بڑی ریاضت اور محنت کرتے تھے اور ابوسلیمان کی صحبت میں رہے ہیں۔ معاملات میں ان کی باتیں اپنے بھائی کی سی ہیں۔ احمد بن ابی الحواری کہتے ہیں کہ میں نے داؤد سے پوچھا کہ ایسے دل کی بابت آپ کیا کہتے ہیں کہ جس میں خوش آواز اثر کرتی ہو۔ کہا کہ وہ دل ضعیف اور بیمار ہے اس کا علاج کرنا چاہئے اور یہ بھی کہا ہے **بکل شئی صداء وصداء القلب الشبع** یعنی ہر شے کا زنگار ہوتا ہے اور دل کا زنگار پیٹ کا بھرنا ہے۔

۱۱- ابوسلیمان داؤد بن نصر الطائی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بڑے مشائخ اور اہل تصوف کے سرداروں میں سے ہیں۔ اپنے زمانہ میں بے نظیر امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں سے تھے اور حضرت نفیل وابراہیم ادھم وغیرہ کے ہمعصر تھے۔ آپ پہلے طبقہ میں ہیں اور

طریقت میں حبیب چرواہے کے مرید ہیں۔ تمام علوم میں پوری دسترس رکھتے تھے۔ اعلیٰ درجہ کے عالم تھے۔ فقہ میں فقیہوں سے بڑھ کر تھے۔ گوشہ نشینی اختیار کی اور ریاست سے کنارہ کشی کی۔ زہد ورع' تقویٰ کا طریق اختیار کیا۔ آپ کے فضائل ومناقب بے شمار ہیں' ایک مرید سے آپ نے فرمایا ان اردت الاسلامة سلم علی الدنیا وان اردت الکرامة کبر علی الاخرة یعنی اگر سلامتی چاہتے ہوتو دنیا کو رخصت کردو اور اگر کرامت چاہتے ہوتو آخر پر تکبیر کہو۔ معروف کرخی قدس سرہ سے روایت ہے کہ میں نے داؤد طائی سے بڑھ کر کسی کو نہ دیکھا کہ وہ دنیا کو اس قدر حقیر و بے قدر سمجھتا ہو۔ دنیا اور دنیا داروں کی ان کے نزدیک کچھ بھی قدر نہ تھی۔ فقراء کی طرف گو وہ سخت آفت میں ہوتے بنظر کمال دیکھتے۔

۱۲- ابراہیم بن ادھم قدس اللہ تعالیٰ روحہ

آپ پہلے طبقہ میں ہیں۔ آپ کی کنیت ابو اسحٰق ہے۔ آپ کا نسب یوں ہے۔ ابراہیم بن ادھم بن سلیمان بن منصور بلخی آپ شہزادوں میں سے ہیں۔ جوانی میں آپ نے توبہ کی۔ ایک دفعہ جنگل میں شکار کیلئے گئے تھے۔ ہاتف نے آواز دی کہ اے ابراہیم تم کو اس لئے پیدا نہیں کیا گیا۔ اسی وقت آپ کو ہوش آ گیا اور طریقت پر اچھی مضبوطی کے ساتھ قائم ہوئے مکہ معظمہ میں گئے اور وہاں پر سفیان ثوری فضیل' عیاض ابو یوسف غسولی سے صحبت رکھی۔ پھر شام میں گئے وہاں پر مال حلال کماتے تھے۔ ناطور بانی (جنگل کی حفاظت) کرتے تھے۔ آپ محدث ہیں اور اہل کرامات و ولایت ہیں۔ ملک شام میں انتقال کیا۔ ۱۶۱ یا ۱۶۲ ہجری میں بعض کہتے ہیں کہ ۱۶۶ ہجری میں اور یہی زیادہ مشہور ہے۔ ایک شخص حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ رہا اور ہمراہی دیر تک رہی۔ جب وہ چاہتا کہ جاؤں تو آپ فرماتے شاید کہ تم اس صحبت میں مجھ سے ناراض ہو گئے ہو۔ ٹھہرو کہ میں نے تمہاری بہت بے حرمتی کی ہے۔ ابراہیم رضی اللہ عنہ نے کہا میں تیرا دوست تھا اور دوستی نے تیرا عیب مجھ پر چھپا دیا۔ سو میں نے دوستی کی وجہ سے نہ دیکھا کہ تم اچھا کرتے ہو یا برا۔

ویقبح من سواک الفعل عندی   فتفعلہ یحسن منک ذاک

یعنی تیرے سوا کوئی اور شخص برا کام کرے تو مجھے برا معلوم ہوتا ہے لیکن تو وہی کام کرتا ہے تو اچھا معلوم ہوتا ہے۔ عثمان عمارہ کہتے ہیں کہ میں حجر کے علاقہ میں تھا اور ابراہیم بن ادھم محمد بن ثوبان عباد منقری سے مل کر باہم باتیں کر رہے تھے۔ ایک جوان بہت دور بیٹھا تھا۔ اس نے پورے اعتقاد و نیاز سے ہم کو کہا کہ اے جوان مردو۔

میں ایک مرد ہوں کہ جو اس کام کے پیچھے پھر رہا ہوں۔ نہ رات کو نیند ہے نہ دن کو خوراک اپنی عمر تکلیف میں گزارتا ہوں۔ ایک سال حج کرتا ہوں ایک سال جہاد کرتا ہوں' مگر میرا کیا حال ہے کہ وہاں تک رسائی نہیں اور دل میں مجھے کچھ معلوم نہیں ہوتا۔ مجھے معلوم نہیں کہ تم اس بارہ میں کیا کہتے ہو۔ ہم میں سے کسی نے اس کو جواب نہیں دیا۔ اپنی باتوں میں لگے رہے۔ آخر یاروں میں سے ایک شخص بولا کہ میرا دل اس کی عاجزی پر جلا اور میں نے کہا اے جوان مرد! یہ لوگ جو اس کام کے درپے ہیں' وہ خدا کے طالب ہیں۔ یہ نہ زیادہ عبادت و خدمت میں سعی کرتے ہیں لیکن اس کے دیکھنے میں خوب سعی کرتے ہیں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں اس کا مطلب یہ نہیں کہ خدمت و عبادت کرنی نہیں چاہئے۔ مطلب یہ ہے کہ اور چیز کی طرف متوجہ نہ ہونا چاہئے صوفی عبادت و خدمت کے بغیر نہیں ہوتا لیکن تصوف خدمت نہیں ہے۔ صوفی عبادت چھوڑتے نہیں' بلکہ تمام لوگوں سے زیادہ کرتے ہیں لیکن جو کچھ بھی کرتے ہیں اس کو خیال میں نہیں لاتے۔ یعنی اس کی مزدوری اور بدلہ وعوض نہیں لینا چاہتے۔ ان کا سرمایہ باطن میں کچھ اور ہی ہے۔ ظاہر میں تو اشتیاہی حالت میں بسر کرتے ہیں مگر باطن میں دوسرے جہان میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ ابوالقاسم نصرآبادی کہتے ہیں جذبة من جذبات الحق تربی علی عمل الثقلین یعنی خدا کے جذبات میں سے ایک جذبہ ایسا ہے کہ انسان اور جن کے عمل سے بڑھ کر ہے۔ ابراہیم ادھمؒ علی بکار' حذیفہ مرعشی' سلم خواص' ایک دوسرے کے یار اور دوست ہیں۔ سب نے مل کر اس بات کا عہد و پیمان کر لیا کہ کوئی چیز جب تک حلال کی معلوم نہ ہو جائے نہ کھائیں گے لیکن جب خالص حلال کے ملنے سے عاجز ہوئے تو تھوڑا تھوڑا کھانے لگے یہ کہنے لگے کہ ہم اس قدر کھائیں کہ جس سے گریز نہ ہو سکے۔ القصہ شبہ بہت تھوڑا ہوتا تھا۔

۱۴۳- ابراہیم بن سعد العلوی الچشتی قدس اللہ روحہ

آپ کی کنیت ابواسحٰق شریف ہے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد میں اور بڑے مشائخ میں سے ہیں۔ بغداد کے رہنے والے ہیں وہاں سے شام میں گئے اور وہیں وطن بنا لیا۔ ظاہر کرامات والے تھے۔ جیسے ابراہیم ادھم شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ ایک ہزار دوسو کچھ اوپر مشائخ کو میں جانتا ہوں۔ وہ تو علوی تھے۔ ایک ابراہیم بن سعد اور دوم حمزہ علوی صاحب کرامات۔ ابراہیم سعد ابوالحارث اولاسی کے استاد ہیں۔ ابوالحارث اولاسی ابتدائی حالت میں گھر میں خاگینہ (قسم طعام) کھا کر یاروں کے بغیر ابراہیم سعد کے سامنے گئے' وہ سفر میں تھے۔ پانی پر پاؤں رکھا اور ابوالحارث سے کہا کہ ہاتھ لا۔ اس نے اپنا ہاتھ ان کو دیا لیکن اس کا پاؤں پانی میں گرا۔ ابراہیم نے

کہا کہ تیرا پاؤں خاکینہ میں لٹکا ہوا ہے۔ اس بات سے اس کو گویا اس کام پر عتاب کیا۔ پھر کہا کہ تم اس کام کے متلاشی نہیں ہو' چلے جاؤ۔ لوگوں کی عزت حاصل کرو۔ دل کی فراغت تلاش کرو' اور اپنا کام کرو۔ (مطلب یہ کہ تم اس معرفت کے کام کے نہیں ہو۔)

۱۴- ابوالحارث اولاسی رحمۃ اللہ علیہ

ان کا نام فیض بن الخضر ہے۔ ابراہیم سعد علوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ابتداء میں ابراہیم سعد کو میرا دیکھنا اس وجہ سے تھا کہ میں حج کے موسم کے دنوں کے بغیر اولاس سے مکہ معظمہ کے ارادہ سے نکلا۔ راستہ میں مجھے تین شخص ملے۔ میں نے کہا کہ میں بھی تمہارے ہمراہ چلتا ہوں۔ ان میں سے دو شخص تو جدا ہو گئے۔ پھر میں رہا اور ایک اور شخص وہ ابراہیم سعد علوی شریف حسنی تھے۔ مجھ سے کہنے لگے کہ تم کہاں جاتے ہو؟ میں نے کہا شام کو۔ انہوں نے کہا کہ میں کوہ لگام کو جاتا ہوں۔ اس کے بعد ہم دونوں جدا ہو گئے لیکن ہمیشہ ان کے خط مجھ کو آیا کرتے اور یہ بھی ابوالحارث کہتے ہیں کہ ایک دن میں ابراہیم علوی کے ساتھ کوہ لگام سے آ رہا تھا۔ ایک سپاہی نے ایک عورت کے دراز گوش کو پکڑا ہوا تھا۔ اس عورت نے ہم سے فریاد کی۔ ابراہیم نے اس سپاہی سے کہا' مگر اس نے قبول نہ کیا۔ انہوں نے بددعا کی۔ وہ سپاہی اور عورت دونوں گر پڑے۔ بعد ازاں عورت تو کھڑی ہوگئی اور وہ سپاہی مر گیا۔ میں نے کہا کہ میں پھر تمہارا ساتھ نہ کروں گا کیونکہ تم مستجاب الدعوۃ ہو۔ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں مجھ سے کوئی بے ادبی نہ ہو جائے' اور تم بددعا کرو۔ کہا کہ کیا تم اس سے بے خوف نہیں ہو۔ میں نے کہا' کہ نہیں۔ پھر وصیت کی اور کہا کہ جہاں تک ہو سکے۔ دنیا کی تھوڑی چیز پر قناعت کیجیو۔ اور یہ بھی انہوں نے کہا ہے کہ میں ایک دن اولاس میں بیٹھا ہوا تھا۔ میرا دل کہیں باہر جانے کو چاہتا تھا۔ باہر نکلا اور دیکھا کہ ایک شخص درختوں میں نماز پڑھتا ہے۔ مجھے اس سے ڈر لگا۔ جب اچھی طرح دیکھا تو ابراہیم سعد رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ انہوں نے نماز مختصر کی اور سلام دیا۔ سمندر کے کنارہ پر آیا اور پانی کو بلایا۔ بہت سی مچھلیاں قطار باندھ کر ان کے سامنے آ گئیں۔ میرے دل میں گزرا کہ شکاری کہاں ہیں۔ یہ سن کر وہ سب بھاگ گئیں۔ پھر انہوں نے کہا کہ اے ابوالحارث تو اس کام کا مرد نہیں۔ تجھے چاہئے کہ اس ریگستان سے چھپ جائے' اور دنیا سے تھوڑی چیز پر قناعت کرے۔ یہاں تک کہ تیری اجل آ پہنچے' یہ کہہ کر غائب ہو گیا۔ پھر میں نے اس کو نہیں دیکھا اور ابوالحارث یہ بھی کہتے ہیں کہ میں نے ذوالنون کی شہرت سنی تو چند مسئلوں کیلئے ان کی زیارت کا ارادہ کر لیا۔ جب میں مصر

سے پہنچا تو لوگوں نے کہا کہ وہ توکل انتقال کر چکے۔ میں ان کی قبر پر گیا اور ان کے جنازہ کی نماز پڑھی اور بیٹھ گیا۔ مجھے نیند آ گئی۔ ان کو خواب میں دیکھا اور جو کچھ مجھے مشکل مسئلے پیش آئے تھے اس کی بابت پوچھا۔ انہوں نے سب کا جواب دیا۔

۱۵- ابراہیم ستنبہ ہروی قدس اللہ روحہ

آپ کی کنیت ابو اسحٰق ہے۔ آپ حضرت ابراہیم ادھم کے ہم صحبت اور ابویزید کے ہمعصر ہیں۔ آپ دراصل کرمان کے رہنے والے ہیں اور ہرات میں مقیم ہوئے ہیں۔ اس کے بعد آپ کو ہروی کہنے لگے اور آپ کی قبر قزوین میں ہے جس کی زیارت کی جاتی ہے اور اس سے تبرک حاصل کیا جاتا ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گیا۔ انہوں نے مجھ کو پہلے دنیا سے الگ رہنے کیلئے اشارہ کیا۔ بعد ازاں مجھ کو کسب کیلئے حکم دیا میں کسب کرتا رہا۔ اس کے بعد مجھ سے کہا کہ کسب چھوڑ دے اور اپنے توکل کو خدا پر صحیح کر کہ تجھے صدق و یقین حاصل ہو جائے جو کچھ آپ نے کہا' میں نے اس کی تعمیل کی۔ اس کے بعد فرمایا' کہ جنگل میں جا' وہاں گیا وہاں مجھے سچا توکل اور خدا پر بھروسہ حاصل ہوا۔ کہتے ہیں کہ وہ بڑے پایہ کے شخص تھے اور چند حج توکل پر کئے اور تمام راہ میں یہ دعا مانگا کرتے۔ **اللهم اقطع رزقى من اموال اهل هراة وزهدهم منى** (یعنی خدایا میرا رزق ہرات کے لوگوں کے مال سے قطع کر دے اور ان کو مجھ سے زاہد بنا دے۔ یعنی میری طرف ان کی رغبت نہ رہے۔ اس کے بعد وہ کہتے ہیں کہ میں کئی کئی دن تک بھوکا رہتا تھا اور جب بازار میں جایا کرتا تو لوگ باہم کہا کرتے کہ یہ وہ شخص ہے کہ ہرات کے لوگوں کو اس قدر روپیہ دیا کرتا ہے۔ ایک دفعہ حج کو تنہا پیدل گئے۔ چند روز جنگل میں تھے' کچھ نہ کھایا' پیا' کہنے لگے کہ نفس نے مجھ سے کہا کہ خدا کے نزدیک تیری قدر و مرتبہ ہے۔ اتفاقاً ایک شخص دائیں طرف سے مجھے کہتا ہے **یا ابراهیم تری الله فی سر کی** یعنی اے ابراہیم کیا دل میں خدا کو دیکھتا ہے۔ میں نے اس کی طرف دیکھا اور کہا **قد کان ذالک** یعنی جیسا تم کہتے ہو ویسا ہی ہے۔ پھر وہ کہنے لگا کہ تجھے معلوم ہے کہ میں کتنے عرصہ سے یہاں ہوں' کہ میں نے کچھ کھایا نہیں اور نہ کچھ مانگا ہے۔ باوجود ان کے ایک جگہ زمین پر پڑا ہوا ہوں۔ میں نے کہا کہ خدا تعالیٰ زیادہ جانتا ہے۔ کہا کہ اسی (۸۰) روز ہو چکے ہیں اور مجھے خدا تعالیٰ سے شرم آتی ہے کہ کہیں میرے دل میں وہ خطرہ نہ گزرے کہ جو تیرے دل میں گزرا ہے اور اگر میں خدا کو قسم دلاؤں کہ یہ درخت سونے کا کر دے تو البتہ سونے کا کر دے۔ اس کی زیارت کی برکت

سے مجھے واقفیت ہوگئی۔ ایک دن حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ اپنے یاروں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہنے لگے کہ اٹھو خدا کے دوستوں میں سے ایک دوست کے استقبال کو چلیں۔ جب دروازہ پر پہنچے تو ابراہیم ستنبہ کو دیکھا کہ وہ آ رہے ہیں۔ بایزید نے کہا کہ میرے دل میں یہ بات آئی کہ تمہارے استقبال کو آؤں اور تم کو اپنے لئے خدا کی درگاہ میں شفیع بناؤں۔ ابراہیم نے کہا کہ اگر تمام مخلوق کی شفاعت مجھے دے دی جائے تو ایک مٹی کا ٹکڑا دیا جائے گا۔ شیخ اس کے جواب میں حیران ہوئے کہ بہت ہی اچھا کہا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں بایزید کی مجلس میں حاضر ہوا۔ لوگ کہتے تھے کہ فلاں شخص نے فلاں شخص سے علم سیکھا۔ بایزید کہنے لگے بیچارے لوگ مردوں سے علم سیکھتے ہیں' مگر ہم نے ایسے زندہ سے علم سیکھا کہ وہ کبھی نہیں مرے گا اور یہ بھی اس نے کہا ہے۔

من ارادان یبلغ الشرف کل الشرف فلیختر سبعاً علی سبع الفقر علی الغنی والجوع علی الشبع والدودن علی المرتفع والذل علی العزو التواضع علی الکبرو والحزن علی الفرح والموت علی الحیوۃ (یعنی جو شخص چاہتا ہے کہ میرا مرتبہ بلند ہو' پورے طور پر تو اس کو چاہئے کہ سات چیزوں کو سات چیزوں پر اختیار کرے۔ فقر کو غنی پر' بھوک کو سیری پر' نیچا پن کو بلندی پر' ذلت کو عزت پر' تواضع کو تکبر پر' غم کو خوشی پر' موت کو حیات پر۔)

نوٹ: اس کتاب میں نام ابراہیم ستیہ لکھا ہے۔ (خاکی)

۱۶- ابراہیم رباطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

یہ حضرت ابراہیم ستنبہ کے مرید ہیں اور توکل کا طریقہ ان سے سیکھا ہے۔ ان کی قبر ہرات میں زنگی زادہ کی سرائے میں ہے۔ ایک دفعہ ابراہیم ستنبہ کے ساتھ سفر میں تھے۔ جب راستہ میں جا رہے تھے۔ ابراہیم ستنبہ نے رباطی سے کہا کہ تیرے پاس کچھ نقدی توشہ ہے۔ رباطی نے کہا کہ نہیں۔ کچھ دور جا کر پھر پوچھا' کہ رباطی تمہارے پاس کچھ توشہ ہے۔ اس نے کہا نہیں پھر آگے چلے اور بیٹھ گئے اور کہا کہ سچ بتلا' کیونکہ میرے پاؤں تھک گئے ہیں۔ میں چل نہیں سکتا۔ رباطی نے کہا' کہ میرے پاس جوتے کے چند تسمے ہیں کہ جب ٹوٹ جاتے ہیں تو ان سے باندھ لیتا ہوں۔ کہا کہ اب ٹوٹ گئے ہیں۔ میں نے کہا کہ نہیں۔ کہا کہ پھر پھینک دے۔ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ اسی وجہ سے میں چل نہیں سکتا۔ رباطی نے ان کو پھینک دیا۔ وہ ناراض ہو گئے' اور چاہتے تھے کہ بہت جلد تسمہ ٹوٹ جائے۔ تاکہ اسے ملامت کرے۔ اتفاق ایک ٹوٹ گیا۔ ہاتھ آگے بڑھایا کہ اس کو نکال دے۔

پھر دیکھا کہ گرا ہوا تھا۔ تمام راہ ایسا ہی حال تھا۔ آخر اس کو کہا:

کذا من عامل الله علی الصدق یعنی ایسا ہی حال ہوتا ہے' اس شخص کا کہ جو خدا کے ساتھ سچا معاملہ کرتا ہے۔

۱۷- ابراہیم اطروش رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ آپ متاخرین سے ہیں۔ ان کا مقولہ ہے کہ صوفی کا پیالہ اس کی ہتھیلی ہے۔ اس کا تکیہ اس کا ہاتھ ہے اور خزانہ اس کا وہی ہے یعنی حق سبحانہ تعالیٰ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جو شخص اس پر اور بڑھائے وہ کام اپنے ہاتھ میں لیتا ہے جس سے گر جاتا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ ایک صوفی دنیا میں پڑ گیا۔ لوگوں نے کہا' کس سبب سے؟ کہا ایک سوئی کے سبب۔ سفر میں جا رہا تھا۔ میں نے کہا' مجھے سوئی چاہئے۔ جب سوئی ملی تو پھر مجھے خیال ہوا کہ کوئی شے چاہئے۔ جس میں اس کو رکھوں۔ ایک تلہ دانی مہیا کی۔ پھر میں نے کہا اس کو ہاتھ میں نہیں رکھ سکتا۔ اس کیلئے ایک لوٹا مہیا کرے۔ پھر دل میں کہا کہ اس کو میں اٹھا نہیں سکتا۔ پھر ایک رفیق کو مہیا کیا۔ یہ اسباب موجود ہوئے' یہاں تک کہ میری یہ حالت ہوگئی۔ یہ سب کچھ ایک سوئی کی وجہ سے ہوا۔ ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

لقد وضح الطریق الیک حقا   فما احد بغیرک یستدل

فان ورد الشتاء فانت کھف   وان ورد المصیف فانت ظل

یعنی بے شک تیری طرف کا راستہ ظاہر ہوگیا۔ پس تیرے سوا کوئی رہنما نہیں ہے۔ اگر جاڑے آتے ہیں تو پھر تو ہی پناہ اور غار ہے اور اگر گرمیاں آتی ہیں تو تو ہی سایہ ہے۔

۱۸- ابراہیم الصیاد البغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کی کنیت ابو اسحٰق ہے۔ معروف کرخی کی صحبت میں رہے ہیں۔ معروف نے ان سے کہا تھا کہ فقر کو لازم پکڑو اور اس سے نہ ڈرو۔ ان کا مذہب مجرد رہنا' اور انقطاع تھا۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ ایک دن سری سقطی کے سامنے آئے ایسے حال میں کہ ایک بوریئے کا ٹکڑا تہبند بنائے ہوئے تھے۔ جب سری نے ان کو دیکھا تو اپنے ایک یار سے کہا کہ ان کیلئے بازار سے جبہ خرید لاؤ اور کہا کہ اے ابو اسحٰق اس کو پہن لو۔ میرے پاس

ایک دس درم تھے۔ ان سے تمہارے لئے یہ جبہ خرید لیا گیا ہے۔ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ تم فقراء کے ساتھ بیٹھے ہو اور دس درم جمع رکھتے ہو پس وہ جبہ نہ پہنا۔

۱۹- ابراہیم آجری صغیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کی کنیت ابو اسحٰق ہے۔ ابو محمد جریری اور ابو احمد مغازلی کہتے ہیں کہ ایک یہودی ابراہیم آجری کے پاس اپنی چیز کے تقاضے کیلئے آیا۔ باہمی باتوں کے بعد یہودی نے کہا کہ مجھ کو کوئی ایسی چیز دکھا کہ جس سے مجھے تیرے دین کی بزرگی معلوم ہو جائے اور پھر میں ایمان لاؤں۔ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ کیا سچ کہتا ہے۔ اس نے کہا' ہاں۔ ابراہیم نے کہا کہ اپنی چادر مجھے دے۔ اس کی چادر لے کر اس کو اپنی چادر میں لپیٹ دیا اور آتش خانہ کی آگ میں ڈال دیا اور اس کے بعد آ کر چادر کو پکڑ لیا اور اپنی چادر کو کھولا۔ یہودی کی چادر اس کے اندر جل گئی تھی اور اس کے باہر کی چادر جو ابراہیم کی تھی' وہ صحیح سلامت تھی۔ یہودی یہ دیکھ کر ایمان لے آیا۔

نوٹ: آجر کے معنی پکی اینٹ۔ (خاکی)

۲۰- ابراہیم آجری کبیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ قدس سرہ فرماتے ہیں کہ بدون شیشہ گر سے میں نے سنا ہے کہ ابراہیم آجری کبیر نے مجھے کہا: لان تردالی اللہ عزوجل همک ساعة خیر لک مما طلعت علیه الشمس (یعنی تیرا ایک گھڑی خدا کی طرف قصد و اہتمام کرنا ان سب چیزوں سے بہتر ہے کہ جن پر آفتاب چڑھتا ہے۔ یعنی دنیا سے۔

۲۱- محمد بن خالد آجری رحمۃ اللہ علیہ

آپ بڑے مشائخ میں سے ہیں۔ جعفر خلدی ان کی بہت سی باتیں بیان کرتا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس نے یہ کہا ہے کہ ایک وقت میں اینٹوں کے کام میں مشغول تھا۔ اینٹوں کے درمیان جو راہ بنائی گئی تھی جا رہا تھا۔ اتفاقاً ایک اینٹ نے دوسری اینٹ سے کہا کہ تم کو سلام ہو کہ آج رات میں آگ میں جاؤں گی۔ میں نے مزدوروں کو اینٹوں کے آگ میں ڈالنے سے منع کر دیا اور سب کو اسی حالت پر چھوڑ دیا اور اس کے بعد پھر میں نے اینٹوں کو نہ پکایا۔

۲۲- ابراہیم شماس سمرقندی قدس سرہ

آپ مدتوں بغداد میں رہے اور سمرقند میں مدت کے بعد آئے۔ ایک دفعہ کفار کا لشکر سمرقند میں آیا۔ وہ رات کو اٹھے اور باہر گئے اور لشکر پر ایک آواز دی جس سے وہ سب متفرق ہوئے اور ایک دوسرے کو بہت مارنے لگے۔ اور صبح کو بھاگ گئے ان کا مقولہ ہے کہ ہر شخص کہتا ہے ادب کیا ہے میں کہتا ہوں ادب یہ ہے کہ اپنے آپ کو تو پہچان لے ان کی وفات سمرقند میں ہوئی۔

۲۳- فتح بن علی موصلی قدس اللہ روحہ

آپ موصل کے بزرگوں اور بڑے مشائخ میں ہیں۔ بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ ان کے نظیر ہیں۔ ۲۲۰ ہجری میں بشر حافی کے انتقال سے سات سال پہلے ان کا انتقال ہوا ہے۔ وہ عیدالاضحیٰ کا دن تھا اور پہاڑوں میں جا رہے تھے۔ لوگوں کو دیکھا کہ وہ قربانیاں دے رہے ہیں۔ کہا الٰہی تو جانتا ہے کہ میرے پاس کوئی قربانی نہیں جو قربان کر دوں۔ میں تو اپنی جان ہی رکھتا ہوں پھر انگلی اپنے گلے پر رکھ دی اور گر پڑے لوگوں نے دیکھا تو فوت ہو چکے تھے اور ایک سبز خط گلے پر ظاہر تھا۔ ایک دن بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کے گھر آئے اور کہنے لگے۔ اگر کچھ کھانا ہے تو لاؤ کھانا لائے' کچھ کھا لیا اور باقی گڈری میں رکھ لیا اور لے گئے۔ ایک چھوٹے سے لڑکے نے دیکھ کر کہا لوگ کہتے ہیں کہ فتح متوکلوں کا امام ہے۔ مگر یہ دیکھئے کہ کھانا اٹھا کر لے گئے ہیں۔ بشر کہنے لگے کہ وہ تم کو سکھاتے ہیں کہ جب توکل پورا درست ہو جاتا ہے تو پھر کچھ نقصان نہیں ہوتا۔ شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ جب تجرید درست ہو جائے تو ملک سلیمان بھی معلوم نہیں ہوتا لیکن جب تجرید درست نہ ہو تو ہاتھ سے آستین بڑھی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ (یعنی اس قدر کا بھی لحاظ ہوتا ہے۔)

۲۴- فتح بن شخبرف مروزی قدس اللہ روحہ

آپ کی کنیت ابونصر ہے۔ خراسان کے متقدمین میں مشائخ سے ہیں۔ سپاہیوں کی طرح قبا پہن کر پھرتے تھے۔ عبداللہ بن احمد حنبل کہتے ہیں کہ خراسان کی زمین سے فتح جیسا کوئی پیدا نہ ہوا۔ تیرہ سال تک بغداد میں رہے۔ بغداد کی خوراک (وجہ یہ بتلاتے ہیں بغداد وقف تھا) نہیں کھائی۔ انطاکیہ سے ان کیلئے ستو لایا کرتے

تھے۔ نزع کی حالت میں کچھ باتیں کرتے تھے۔ لوگوں نے کان لگائے تو یہ کہہ رہے تھے **الهی اشتد شوقی الیک فعجل قدومی علیک** یعنی اے خدا میرا شوق تیری طرف بڑھ گیا ہے۔ سو میرے پہنچنے میں اپنی طرف جلدی کر جب ان کو غسل دیا گیا تو ان کی پنڈلی کی سبز رگ جو چمڑے سے اٹھی ہوئی تھی' یہ لکھا تھا **الفتح لله** یعنی فتح خدا کا ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ابراہیم حربی کہتے ہیں میں حاضر تھا اس لکھے ہوئے کو میں نے دیکھا ہے کہتے ہیں کہ ۳۳ مرتبہ ان کے جنازہ کی نماز پڑھی گئی۔ قریباً تیس ہزار آدمی جمع ہوئے تھے۔ شعبان کی پندرھویں تاریخ ۲۷۲ ہجری میں ان کا انتقال ہوا۔

۲۵- بشر بن الحارث بن عبدالرحمٰن حافی قدس سرہ

یہ حضرت پہلے طبقہ میں ہیں۔ آپ کی کنیت ابو النصر ہے۔ کہتے ہیں کہ دراصل آپ مرو کے بعض دیہات کے رہنے والے ہیں۔ پھر بغداد میں مقیم ہو گئے اور وہیں بروز بدھ ۱۰ محرم ۲۲۷ ہجری کئی سال امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے فوت ہو گئے۔ لوگ ان کو امام موصوف سے زیادہ بزرگ سمجھتے تھے۔ یہاں تک کہ خلق قرآن کا فتنہ واقع ہوا۔ اس وقت یہ تو گھر میں بیٹھ رہے اور امام احمد بن حنبل سامنے آ گئے۔ ان سے لوگوں نے کہا کہ آپ کیوں باہر نہیں نکلتے اور دین کی مدد اور اہل سنت کی تقویت کیلئے باتیں نہیں کرتے۔ آپ نے کہا افسوس جب احمد بن حنبل پیغمبروں کے قائم مقام کھڑے ہیں اور وہ یہ کام کر سکتے ہیں تو مجھے کچھ ضرورت نہیں اور یہ بھی آپ نے کہا **ما اعظم مصیبة من فاته الله عزوجل** (یعنی جس شخص سے اللہ عزوجل فوت ہو جائے اس سے بڑھ کر کس کی مصیبت ہے۔)

۲۶- بشر طبرانی قدس سرہ

آپ طبریہ کے متقدمین مشائخ میں ہیں اور کامل بزرگ صاحب کرامت تھے۔ اس کی بابت مشائخ نے کہا ہے کہ جب تک بشر طبریہ میں ہیں ہم کو روم سے بے فکری ہے۔ جب انہوں نے یہ بات سنی تو ان غلاموں کو جن کی قیمت ہزار ہزار دینار تھی سب کو آزاد کر دیا۔ آپ کے بیٹے نے کہا کہ آپ نے ہم کو درویش کر دیا۔ فرمایا کہ اے بیٹا میں اس کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ نے میرے دوستوں کے دلوں میں ایسی بات ڈال دی۔

۲۷- قاسم حربی رحمۃ اللہ علیہ

آپ اپنے حال میں راہ راست پر تھے اور دنیا کے اسباب سے مجرد بشر حافی آپ کی زیارت کیلئے جاتے تھے۔ ایک دن آپ بیمار ہوئے۔ بشر حافی ان کی عیادت کیلئے آئے۔ دیکھا کہ ایک اینٹ سرہانے رکھی ہے اور ایک پرانا بوریا نیچے ڈالا ہوا ہے۔ جب بشر باہر نکلے تو ان کے ہمسایوں نے کہا کہ تیس سال ہوئے ہیں کہ یہ ہمارے ہمسایہ ہیں۔ انہوں نے کبھی کوئی چیز ہم سے طلب نہیں کی۔

۲۸- شفیق بن ابراہیم بلخی قدس اللہ روحہ

آپ پہلے طبقہ کے ہیں۔ کنیت ابو موسیٰ ہے۔ پہلے یہ صاحب الرائے تھے۔ پھر اہل حدیث ہوئے اور سنی پاکیزہ ہیں۔ امام زفر کے شاگردوں میں سے ہیں۔ بلخ کے متقدمین مشائخ سے ہیں۔ حاتم اصم کے استاد ہیں۔ ابراہیم کے ہم صحبت ہیں اور ان کے امثال میں سے ہیں اور زہد و فتوت میں ان سے بڑھ کر ہیں۔ توکل پر چلتے تھے۔ ایک دفعہ ابراہیم ادھم سے کہنے لگے کہ تم گزارہ کیسے کر سکتے ہو ابراہیم نے کہا کہ ہم جب کھانے کو پاتے ہیں تو شکر کرتے ہیں اور جب نہیں پاتے تو صبر کرتے ہیں۔ شفیق کہنے لگے کہ خراسان کے کتے بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ ابراہیم نے کہا کہ تم کیسے کرتے ہو۔ کہا کہ جب ہم پاتے ہیں تو اوروں کو دے ڈالتے ہیں اور جب نہیں پاتے تو شکر کرتے ہیں۔ ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے سر پر بوسہ دیا اور کہا کہ آپ استاد ہیں اور کتاب سیر السلف میں اس حکایت کو اس کے برعکس لکھا ہے جو بات یہاں پر شفیق کی نسبت کی گئی ہے وہاں پر حضرت ابراہیم ادھم کی نسبت بیان کی گئی ہے۔ واللہ اعلم شفیق کہتے ہیں کہ میں قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی مجلس میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ ایک مدت تک ہم میں جدائی رہی۔ جب میں بغداد میں آیا تو ابو یوسف کو میں نے دیکھا کہ قضا کی مجلس میں ہیں اور لوگ ان کے گرد جمع ہو رہے ہیں۔ انہوں نے میری طرف دیکھا اور کہا کہ اے شیخ تم نے اپنا لباس کیوں بدل لیا ہے۔ میں نے کہا کہ جو کچھ تم نے طلب کیا وہ پالیا اور جو میں نے طلب کیا وہ نہ پایا اس لئے ماتم زدہ سوگوار ہو کر نیلا لباس پہن لیا ہے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ رونے لگے۔ انہوں نے کہا کہ میں ناکردہ گناہ سے بہ نسبت گناہ کئے ہوئے کے زیادہ ڈرتا ہوں۔ یعنی گناہ کردہ کو تو جانتا ہوں کہ یہ کیا ہے لیکن آئندہ نہیں جانتا کہ کیا کروں گا۔ یہ بھی کہا ہے کہ توکل یہ ہے کہ جو کچھ خدائے تعالیٰ نے

تجھے وعدہ دیا ہے اس سے آرام پائے اور یہ بھی کہا کہ **اصحب الناس کما تصحب النار خذ منفعتها واحذران یحرک** یعنی لوگوں سے ایسا مل جیسے آگ سے ملتا ہے۔ اس کا نفع لے لے اور اس سے ڈر کہ وہ تجھے جلا دے۔ بلخ کی بعض تواریخ میں ہے کہ شفیق کو ۱۷۴ھ میں ولایت ختلان میں شہید کر دیا گیا۔ آپ کی قبر بھی وہیں ہے۔

۲۹- داؤد بلخی قدس اللہ سرہ

خراسان کے متقدمین مشائخ میں ہیں۔ ابراہیم ادھم فرماتے ہیں کہ میں کوفہ اور مکہ کے درمیان ایک شخص کا ساتھی ہوا۔ جب وہ مغرب کی نماز پڑھتا تو اس کے بعد دو رکعت ہلکی پڑھتا اور کچھ چپکے پڑھتا۔ اس کے دائیں طرف سے ایک پیالہ ثرید کا اور ایک کوزہ پانی کا ظاہر ہو جاتا اور خود بھی کھاتا اور مجھ کو بھی دیتا۔ اس قصہ کو میں نے ایک شیخ سے جو کہ صاحب کرامات تھا ذکر کیا۔ اس نے کہا کہ بیٹا وہ میرا بھائی داؤد ہے اور اس کا بہت سا حال بیان کیا۔ جتنے لوگ اس مجلس میں تھے سب رونے لگے۔ پھر کہا کہ وہ بلخ کے دیہات سے ایک گاؤں کا رہنے والا ہے۔ وہ گاؤں بہ نسبت اور دیہات کے فخر رکھتا ہے کہ داؤد وہیں کے رہنے والے ہیں۔ مجھ سے کہا کہ تم کو اس نے کیا سکھایا۔ میں نے کہا کہ اسم اعظم کہا کہ وہ کیا ہے۔ میں نے کہا کہ وہ میرے دل میں اس سے زیادہ بزرگ ہے کہ ان کو زبان پر لاؤں۔

۳۰- حارث بن اسد المحاسبی قدس اللہ سرہ

آپ پہلے طبقہ میں سے ہیں۔ ان کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ علماء مشائخ اور متقدمین سے ہیں۔ علوم ظاہر و علوم اصول و معاملات و اشارات کے جامع ہیں۔ یہ صاحب تصانیف ہیں۔ آپ بغدادیوں کے استاد ہیں۔ دراصل بصرہ کے رہنے والے ہیں لیکن بغداد میں جا رہے تھے اور امام احمد بن حنبل کے دو سال بعد وہیں ۲۴۳ ہجری میں ان کا انتقال ہوا ہے۔ حارث فرماتے ہیں **من صحح باطنه بالمراقبة والا خلاص زین الله ظاهره بالمجاهدة السنة** یعنی جس شخص کا باطن مراقبہ اور اخلاص سے صحیح درست ہو جائے تو خدا تعالیٰ اس کے ظاہر کو مجاہدہ اور اتباع سنت سے آراستہ کر دیتا ہے اور یہ بھی وہ کہتے ہیں **من لم یهذب نفسه بالریاضات لایفتح له السبل الی سنن المقامات** (یعنی جو شخص اپنے نفس کو ریاضات سے درست نہیں کرتا اس کیلئے

مقامات کے طریقے نہیں کھلتے ۔) ابوعبداللہ خفیف کہتے ہیں اقتدوا خمسة من شیوخنا و الباقون سلموا احوالھم حارث المحاسبی والجنید ورویم و ابن العطاء و عمرو بن عثمان المکی قدس اللہ تعالیٰ اسرارھم لانھم جمعوا بین العلم والحقائق (یعنی ہمارے پانچ مشائخ کی اقتدا کرو اور باقی مشائخ کو اپنے حالات پر چھوڑ دو۔ حارث محاسیؔ جنید محاسبی نے یہ بھی کہا صفة العبودیة ان لا ترو النفسک ملکا وتعلم انک لاتملک لنفسک ضرا ولا نفعا (یعنی عبودیت کی صفت یہ ہے کہ اپنے نفس کی ملک کوئی چیز نہ دیکھے اور جانے کہ تو اپنے نفس کے ضرور نفع کا کچھ مالک نہیں) کہتے ہیں کہ حارث محاسبی رویمؔ ابن عطاءؔ عمرو بن عثمان مکی قدس اللہ اسرارھم کیونکہ ان پانچوں نے علم اور حقائق معرفت کو جمع کیا ہے۔ حارث چالیس سال تک نہ دن کو نہ رات کو دیوار سے پیٹھ لگا کر نہیں بیٹھے۔ دوزانوں بیٹھا کرتے تھے ان سے لوگوں نے پوچھا کہ کیوں اپنے آپ کو اتنی سختی میں ڈال رکھا ہے کہا مجھے شرم ہے کہ خدا کی حضوری میں بندہ کی طرح نہ بیٹھوں۔

۳۱- ابوتراب نخشبی قدس اللہ روحہ

آپ پہلے طبقہ میں سے ہیں۔ آپ کا نام عسکر بن الحصین ہے کہتے ہیں کہ عسکر بن حصین خراسان کے بڑے مشائخ میں ہیں۔ ابوحاتم عطار بصری اور حاتم اصم کی صحبت میں رہے ہیں۔ ابوعبداللہ جلا اور ابوعبید بسری کے استاد ہیں۔ ابوتراب تین سو درویشوں رکوہ (رکوہ کتے خورد جو فقراء رکھتے ہیں بمعنی کوزہ و مشک بھی ہے۔) برادر کے ساتھ جنگل میں گئے۔ وہ شخص آپ کے ساتھ رہے۔ ابوعبداللہ جلا اور ابوعبید بسری اور باقی سب واپس آ گئے۔ انہوں نے کہا ہے عارف وہ ہے کہ کوئی چیز اس کو سیاہ نہ کرے بلکہ سب چیزیں اسی سے روشن ہو جائیں اور یہ بھی انہوں نے کہا ہے کہ بندگیوں سے کوئی بندگی زیادہ نفع دینے والی سوا اس کے نہیں کہ دلوں کی اصلاح کی جائے۔ یہ بھی کہا ہے من شغل مشغولا باللہ عن اللہ ادرکہ المقت فی الوقت یعنی جو شخص کہ خدا کے مشغول شدہ کو خدا سے پھرا دے تو خدائے تعالیٰ کا غضب اس کو اسی وقت پکڑ لیتا ہے اور یہ بھی کہا ہے اذا تواترات علی احدکم النعم فلیبک علی نفسہ فقد سلک غیر طریق الصالحین وکان ھوایضا یقول بینی و بین اللہ عھدا ان لا امدیدی الی حرام الاقصرت یدی عنہ (یعنی جب تم میں سے کسی پر نعمتیں پے درپے آئیں تو چاہئے کہ اپنے نفس پر روئے کیونکہ وہ صالحین کے طریق کے سوا چل رہا ہے اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ مجھ میں اور اللہ تعالیٰ میں عہد ہوا ہے کہ میرا ہاتھ حرام کی طرف بڑھے تو روک ہی لوں) اور یہ بھی کہا ہے کہ

جب خدائے تعالیٰ کی طرف سے کسی بندہ کو کنارہ کشی ہو جائے تو اس کی زبان طعن اولیاء اللہ کے حق میں دراز ہو جاتی ہے۔ ابوتراب جنگل میں نماز پڑھتے تھے کہ تیز لو نے ان کو جلا دیا۔ ایک سال تک پاؤں پر کھڑے رہے ۲۴۵ ہجری میں جس سال کہ ذوالنون مصری فوت ہوئے تھے انتقال کیا۔

۳۲- ابوتراب رملی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ اپنے یاروں کے ساتھ مکہ سے باہر نکلے تو ابوتراب نے ان سے کہا کہ تم عام راستہ سے جاؤ۔ میں تبوک کے راستہ سے آتا ہوں کہنے لگے کہ گرمی سخت ہے کہا اس کا کچھ علاج نہیں لیکن جب تم رملہ میں آؤ تو میرے فلاں دوست کے گھر میں اترنا جب رملہ میں پہنچے تو اس دوست کے گھر اترے۔ اس نے ان کیلئے گوشت کے چار ٹکڑے بھونے اور حاضر کئے۔ اتفاقاً چوہے گیر جانور ہوا سے آیا اور ایک ٹکڑا اٹھا کر لے گیا۔ یہ لوگ کہنے لگے کہ خیر وہ ہماری قسمت کا نہ تھا' باقی کو کھانے لگے جب دس روز کے بعد ابوتراب آئے تو انہوں نے اس سے پوچھا کہ راستہ میں کوئی چیز کھانے کو ملی۔ انہوں نے کہا نہیں مگر فلاں دین ایک موش گیر نے ایک ٹکڑا بھونے ہوئے گوشت کا گرم میری طرف ڈالا تھا۔ انہوں نے کہا کہ بس ہم سب نے مل کر وہ گوشت کھایا۔ وہ گوشت ہمارے پاس سے وہ لے گیا تھا ابوتراب نے کہا کہ صدق ایسا ہی ہوتا ہے۔

۳۳- ابوحاتم عطار قدس اللہ روحہ

آپ ابوتراب کے ہمعصروں میں سے ہیں اور ابوسعید خراز کے استاد ہیں۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ **کان ابو حاتم العطار ظاهره ظاهر للتجار وباطنه باطن الابرار** (یعنی ابوحاتم عطار کا ظاہر حال تو سوداگروں کا سا تھا لیکن ان کا باطن نیکوکاروں کا باطن تھا) اور کہتے ہیں کہ اول جس نے اشارات کے علوم کی باتیں کی ہیں وہ یہ ہیں جب کسی صوفی کو اوڑھنی اور چادر سے دیکھتے تو کہتے **یا ساداتی قد نشرتم اعلامکم وضربتم طبولکم فیالیت شعری فی اللقاء ای رجال تکونون** یعنی میرے سردار تم نے اپنے نشانات کو پھیلا رکھا ہے اور اپنے ڈھولوں کو بجایا ہے۔ کاش مجھے معلوم ہوتا کہ خدا کی ملاقات میں تم کیسے جوانمرد ہو۔ ایک شخص ابوحاتم عطار کے دروازہ پر گیا اور دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا کہ ایک درویش ہے کہ جو اللہ کہتا ہے۔ ابوحاتم نے دروازہ کھولا اور باہر نکلا اور خاک پر منہ رکھا۔ اس کے پاؤں پر بوسہ دیا اور کہا کہ الحمد للہ کوئی ہے جو اللہ کہتا ہے۔

ایک وقت بغداد کو آراستہ کیا گیا تھا اور فسق و فجور اس میں بہت ہوتا تھا۔ شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے خواب میں کہا گیا کہ اگر تم نہ ہوتے جو اللہ اللہ کہتے ہو تو ہم بغداد کو بالکل جلا دیتے۔ شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے پھر اللہ کہا لوگوں نے کہا کہ ہم بھی اللہ کہتے ہیں کہا کہ تم کہتے ہو اللہ نفسا بنفس یعنی نفس سے نفس کو کہتے ہو اور میں کہتا ہوں اللہ حقا بحق قل اللہ ثم ذرهم و حقیقة الحق شیی لیس یعرف الا المجرد فیه حق التجرید یعنی میں اللہ کہتا ہوں خدا سے خدا کو کہہ دے اللہ پھر ان سب کو چھوڑ دے اور خدا کی حقیقت وہ شئی ہے کہ جس کو سوائے اس شخص کے کہ اس میں پورے طور پر مجرد ہو کوئی دوسرا پہچان نہیں سکتا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ تمام لوگ ایک اللہ کہتے ہیں لیکن ہزار سے جا نکلتے ہیں اور یہ قوم ایک کہتی ہے اور اپنے نشان سے بھاگتے ہیں۔

الا کل شئی ماخلا اللہ باطل   وکل نعیم لا محالة زائل

دیکھو سوا اللہ کے ہر شے باطل ہے اور تمام نعمتیں ضرور دور ہونے والی ہیں۔ ابو حاتم کہتے ہیں السیاحة بالقلوب یعنی سیر دلوں سے ہوتی ہے۔

۳۴۔ سری بن المفلس سقطی قدس اللہ سرہ

آپ پہلے طبقہ میں ہیں۔ آپ کی کنیت ابوالحسین ہے۔ آپ حضرت جنید اور تمام بغدادیوں کے استاد ہیں۔ حارث محاسی اور بشر حافی کے ہمعصر ہیں اور معروف کرخی کے شاگرد ہیں جو لوگ کہ دوسرے طبقہ کے ہیں اکثر ان کی طرف منسوب ہیں۔ ۳ رمضان منگل کی صبح کے وقت ۲۵۳ ہجری میں ان کا انتقال ہوا ہے۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ما رایت اعبد من السری اتت علیه سبعون سنة ما رانی مضطجعا الا فی علة الموت یعنی میں نے سری سے بڑھ کر کسی کو زیادہ عابد نہیں دیکھا ستر سال ہو گئے کہ میں نے کبھی سوا مرض موت کے ان کو لیٹا ہوا نہیں دیکھا۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ایک دن میں سری کے گھر میں آیا کیا دیکھتا ہوں کہ گھر میں جھاڑو دے رہے ہیں اور شعر پڑھ رہے ہیں اور روتے ہیں۔

لا فی النهار ولا فی اللیل فرح   فلا ابالی اطال اللیل ام قصرا

یعنی نہ مجھے دن میں چین ہے نہ رات میں سو اب مجھے کوئی پرواہ نہیں راتیں لمبی ہوں یا چھوٹی جب سری نزع کے وقت میں تھے تو جنید کہنے لگے ایاک من صحبته الاشرار ولا تقطع عن اللہ بصحبته الخیار یعنی بروں کی صحبت سے بچو اور نیکوں کی صحبت میں بھی خدا سے قطع تعلق نہ کرنا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ جنید نے کہا ہے

کہ ایک دفعہ سری سقطی کے پاس بیٹھا تھا ایک قوم ان کے دروازہ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ مجھ کو کہا کہ دروازہ پر کون ہے کوئی بیگانہ تو نہیں ہے میں نے کہا نہیں ایک درویش ہے کہ یہی مطلب ڈھونڈھتا ہے۔ کہا کہ اس کو بلاؤ میں نے بلایا۔ سری اس سے باتیں کرنے لگے اور دیر تک باتیں کرتے رہے۔ باتیں ایسی آہستہ تھیں کہ مجھے کچھ معلوم نہ ہوتا تھا۔ میں تنگ دل ہوگیا۔ آخر سری نے کہا کہ تم نے کسی کی شاگردی کی ہے۔ اس نے کہا کہ ہرات میں ایک میرا استاد ہے کہ نماز کے فرائض تو میں نے اس کو سکھلائے چاہے لیکن علم توحید میں وہ مجھے پڑھاتا ہے۔ سری نے کہا کہ جب تک یہ علم خراسان میں اپنے موقع پر ہوگا تو سب جگہ ہوگا اور جب وہاں پر تمام ہو چکا تو پھر اور کہیں نہ ملے گا۔ سری نے کہا کہ معرفت اوپر سے اترتی ہے جس طرح جانور اڑتا ہے۔ یہاں تک کہ جس دل میں شرم وحیا دیکھتی ہے اس میں اتر آتی ہے اور یہ بھی اس نے کہا ہے۔ **بداية المعرفة تجريد النفس للتفريد للحق** یعنی معرفت کا شروع نفس کا خدا کیلئے مجرد اور تنہا ہوتا ہے۔ یہ بھی کہا ہے **من تزين للناس بما ليس فيه سقط من عين الله عزوجل** یعنی جو شخص لوگوں کی خاطر ان اوصاف سے آراستہ ہو جو اس میں نہیں ہیں تو وہ خدا کی نظر سے گر جاتا ہے اور یہ بھی اس نے کہا ہے کہ میں طرسوس میں بیمار ہوگیا۔ ایک جماعت ظاہری زاہدوں کی کہ جن کا آنا مجھے گراں تھا میری عیادت کو آئے اور اتنی دیر تک بیٹھے کہ میں تنگ آ گیا۔ بعد ازاں مجھ سے دعا کے طلبگار ہوئے میں نے ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگی **اللهم علمنا كيف نعود المرضى** یعنی خدایا ہم کو بیمار پرسی کا علم سکھا دے کہ کیسے کیا کرتے ہیں۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں ایک دن سری سقطی کے پاس آیا۔ مجھ کو ایک کام کہا میں نے وہ کر دیا پھر میں ان کے سامنے گیا مجھ کو ایک پرچہ کاغذ کا دیا اور اس میں لکھا ہوا تھا **سمعت حاياً يحدد في البادية ويقول**

ابكي وما يدريك ما يبكيني ۔۔۔ ابكي حذاران تفارقيني

و نقطع حبلي و تهجريني

یعنی میں نے ایک حدی خوان کو دیکھا جو جنگل میں یہ شعر پڑھ رہا تھا میں روتا ہوں اور تجھے کیا معلوم ہے کہ کیوں روتا ہوں میں اس ڈر کے مارے روتا ہوں کہ تو مجھے چھوڑ دے گی اور میرے رشتہ محبت کو توڑ دے گی اور مجھ سے جدائی کرے گی۔

۳۵-علی بن عبدالحمید غضائری رحمۃ اللہ علیہ

آپ متقدمین مشائخ سے ہیں۔ آپ کے عجیب حالات اور بلند اعمال ہیں اور ابدال میں سے شمار کئے جاتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے سری کے دروازہ کو کھٹکھٹایا تو میں نے سنا کہ وہ کہتے ہیں اللھم من شغلنی عنک فاشغلہ ربک عنی یعنی اے خدا جس شخص نے مجھے تجھ سے ہٹا دیا اس کو مجھ سے ہٹا کر اپنی طرف مشغول کر لے اور اس دعا کی برکت سے خدا تعالیٰ نے مجھ کو حلب سے چالیس حج نصیب کئے۔

۳۶-ابوجعفر سماک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ بغدادی ہیں اور سری سقطی کے مشائخ میں سے گوشہ نشین اور قطع تعلق والے اور عابد تھے' حضرت جنید کہتے ہیں کہ میں نے سری سے سنا کہتے تھے کہ ایک دن ابوجعفر سماک میرے پاس آئے۔ دیکھا تو میرے پاس چند لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ کھڑے رہے اور نہ بیٹھے اور کہنے لگے یاسری صرت مناخ البطالین یعنی اے سری تو بیہودہ لوگوں کی نشست گاہ بن گیا ہے واپس چلے گئے اور اس جماعت کا میرے پاس بیٹھنا پسند نہ کیا۔

۳۷-احمد بن خضرویہ بلخی قدس اللہ سرہ

آپ پہلے لوگوں میں ہیں۔ آپ کی کنیت ابوحامد ہے۔ خراسان کے بڑے مشائخ میں سے ہیں۔ آپ بلخ کے باشندہ ہیں۔ ابوتراب نخشبی اور حاتم اصم کے ہم صحبت رہے ہیں اور ابراہیم ادھم کو دیکھا تھا وہ کہتے ہیں کہ ابراہیم ادھم نے یہ کہا ہے کہ التوبۃ ھی الرجوع الی اللہ بصفاء السر یعنی توبہ یہ ہے کہ خدا کی طرف دل کی صفائی سے رجوع ہو۔ بایزید اور ابوحفص حداد کے امثال میں ہیں۔ حج کے سفر میں ابوحفص کی تو نیشاپور میں زیارت کی ہے اور بایزید کی بسطام میں۔ ابوحفص سے لوگوں نے پوچھا کہ صوفیہ کے گروہ سے تم نے کسی کو بزرگ تر دیکھا ہے کہا کہ میں نے احمد خضرویہ سے بڑھ کر ہمت اور صدق احوال میں کوئی بزرگ نہیں دیکھا۔ ایک شخص نے احمد سے وصیت چاہی کہا امت نفسک حتی تحییھا یعنی مار نفس کو یہاں تک کہ اس کو زندہ کر دے اور اس نے یہ بھی کہا الطریق واضح والحق والدعا ی قد اسمع فما التحیر بعد ھذا الامن العمی یعنی راستہ واضح ہے اور حق روشن ہے اور پکارنے والا بڑا سنانے والا ہے پس اس کے بعد حیرانی صرف اندھاپن کی وجہ

سے ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ۲۴۶ ہجری میں فوت ہوئے ان کی قبر بلخ میں مشہور ہے جس کی زیارت کی جاتی ہے اور اس سے تبرک حاصل کیا جاتا ہے۔

۳۸- یحییٰ بن معاذ رازی روح اللہ روحہ

آپ پہلے طبقہ والوں میں ہیں' کنیت ابوزکریا ہے اور لقب واعظ یوسف بن حسین رازی کہتے ہیں کہ میں ایک سوبیس شہروں میں علماء وحکماء ومشائخ کی زیارت کیلئے گیا ہوں مگر یحییٰ معاذ رازی سے بڑھ کر میں نے کسی کو بات کرنے پر قادر نہیں پایا اور ان کا مقولہ یہ ہے **انکسار العاصین احب الی من صولة المطیعین** یعنی گناہگاروں کی عاجزی میرے نزدیک تابعداروں کے دبدبہ سے زیادہ محبوب ہے۔ شیخ الاسلام نے کہا کہ ایک وقت آیسا آتا ہے کہ مرد کو بندگی میں اور وہاں سے نکال کر غرور میں ڈال دیتا ہے اور خود اپنے آپ میں مغرور ہو جاتا ہے اور ایک وقت ایسا ہوتا ہے کہ کسی شغل میں ڈالتا ہے یا کسی گناہ میں۔ پھر وہاں سے اس کو اچھی طرح نکال لیتا ہے اور اس غفلت میں اس کو اپنی طرف مشغول کر لیتا ہے۔ اپنا نظارہ اس کو عنایت کرتا ہے وہ مالک ہے جو چاہے کرتا ہے اور کر سکتا ہے اس کے لائق یہی امر ہے اور دو باتوں پر بے فکر ہو جانا غرور اور مکر ہے۔ کیونکہ اس کے حکم تو جانتا نہیں اور اپنا انجام بھی تجھے معلوم نہیں۔ تجھے دلیر نہ ہونا چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ ایسی قوم کی شکایت کرتا ہے کہ جو دلیرانہ گناہ میں پڑ جاتی ہے اور کہتے ہیں **سیغفر لنا** یعنی وہ ہم کو بخش دے گا۔ گناہ میں اس کے حقیر جاننے سے کوئی چیز زیادہ بری نہیں۔ اس کی حقارت کا خیال نہ کر۔ اس امر کی طرف دیکھ کہ کس کا گناہ کرتا ہے۔ یحییٰ بن معاذ سے لوگوں نے کہا جو قوم یہ کہتی ہے کہ ہم ایسے مقام پر پہنچ گئے ہیں کہ ہم کو نماز نہ پڑھنی چاہئے وہ کیسے ہیں کہا کہ وہ قبر تک پہنچے ہیں لیکن دوزخ تک پہنچے نہیں اور اس نے یہ کہا ہے **صدق المحبة العمل بطاعة المحبوب** سچی محبت یہ ہے کہ محبوب کی فرمانبرداری کی جائے اور یہ بھی کہا ہے کہ زاہد لوگ دنیا کے غریب ہیں اور عارف لوگ آخرت کے غرباء ہیں اور یہ بھی کہا ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ جس قوم کو دوست رکھتا ہے۔ ان کے دل کو اپنی طرف لگا دیتا ہے۔ جو شخص کسی کو دوست رکھتا ہے۔ اس کے دل کو اپنی طرف مائل کر کے زیادہ دوست رکھتا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ جس شخص نے دوست سے دوست کے سوا اور کچھ دیکھا جو اس نے دوست کو نہ دیکھا اور یہ بھی اس نے کہا ہے کہ معرفت والے خدا کے وحشی ہیں۔ زمین میں انسانوں کے ساتھ محبت نہیں کرتے اور یہ بھی کہا ہے کہ محبت کی حقیقت یہ ہے کہ نیکی سے نہ بڑھے اور ظلم سے نہ گھٹے **قال اهل التاریخ خرج یحییٰ من معاذ**

الی بلخ و اقام بھامدہ ثم رجع الی نیشابور ومات بھا سنۃ ثمان و خمسین ومائۃ یعنی تاریخ والے کہتے ہیں کہ یحییٰ بن معاذ بلخ کی طرف گئے اور وہاں ایک مدت تک رہے پھر نیشاپور کی طرف واپس آ گئے اور وہیں ۱۵۸ ہجری میں فوت ہوئے۔

۳۹-خلف بن علی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بصرہ کے رہنے والے تھے اور یحییٰ بن معاذ کے ہم صحبت تھے۔ آپ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ یحییٰ بن معاذ کی مجلس میں تھا۔ ایک شخص کو وجد ہو گیا دوسرے نے شیخ سے پوچھا کہ اس کو کیا ہوا ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ اس نے خدا کی بات سنی وحدانیت کا راز اس کے دل میں کھل گیا۔ انسانیت کی صفت محو گئی۔

۴۰-بایزید بسطامی قدس اللہ تعالیٰ سرہ

آپ پہلے طبقہ والوں میں ہیں۔ آپ کا نام طیفور بن عیسیٰ بن آدم بن سروشان ہے آپ کا دادا بت پرست مذہب کا تھا' پھر مسلمان ہو گیا تھا۔ آپ حضرد یہ ابوحفص یحییٰ ابن معاذ کے ہم عصر ہیں ور شفیق بلخی کو آپ نے دیکھا ہے۔ آپ کی وفات ۲۶۱ ہجری میں ہوئی ہے۔ بعض نے ۲۳۴ ہجری میں بھی کہا ہے لیکن اول صحیح تر ہے۔ آپ کا استاد ایک کردی تھا۔ آپ نے وصیت کی تھی کہ میری قبر استاد سے بہت نیچے کرنا اس میں استاد کی عزت کا لحاظ تھا۔ آپ اصحاب رائے واجتہاد تھے لیکن چونکہ آپ ولی بن گئے اس لئے مذہب اس میں ظاہر نہ ہوا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ بایزید پر بہت سا جھوٹ لوگوں نے لگایا ہے۔ منجملہ ان کے یہ ہے کہ آپ نے یہ کہا کہ میں اوپر گیا اور عرش پر جا کر خیمہ گاڑا شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ یہ بات شریعت میں کفر ہے اور حقیقت میں دوری ہے۔ حقیقت درست کرتا ہے تو اپنے آپ کو دیکھنے سے کہ حقیقت کیا ہے؟ یہ ہے کہ اپنے آپ سے چھوٹ جانا' حقیقت ایک بنا ہے خود درست کرنا اور اپنا برابر میں ذکر کرنا کفر ہے تو توحید کو دوئی سے درست کرتا ہے اور وہ پہنچے سے چاہئے نہ آگے بڑھنے سے حصری کہتے ہیں کہ اگر میں عرش کو دیکھوں تو کافر ہو جاؤں۔ جنید رحمۃ اللہ علیہ برقرار تھے۔ اس لئے ان کو سطح (بظاہر خلاف شرع باتیں کرنا) کی حالت نہ تھی۔ امرونہی کو وہ بڑا سمجھتے تھے اور ان کے کام نے اصل اور جڑھ حاصل کی ان کو لوگوں نے قبول کر لیا۔ ان سے لوگوں نے کہا کہ آپ کا وطن کہاں ہے کہا کہ عرش کے نیچے۔ یعنی میری ہمت کی انتہا اور میری نظر کی حد اور میری جان کا آرام اور میرے کام کا انجام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے

موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ تو غریب مسافر ہیں اور میں تیرا وطن ہوں۔ کہتے ہیں کہ جب بایزید نماز پڑھتے تو ان کے سینہ کی ہڈیوں سے آواز نکلتی تھی جس کو لوگ سن لیتے خدا کی ہیبت اور شریعت کی تعلیم کی وجہ سے۔ بایزید نے مرگ کے دروازہ یعنی مرگ کے وقت یہ کہا الٰهی ماذکر تک الاعن غفلة وما خذمتک الاعن فترة یعنی خدایا میں نے تجھ کو یاد نہ کیا مگر غفلت سے اور میں نے تیری خدمت سوا نقصان کے نہیں کی اس کے بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ ابو موسیٰ آپ کے شاگرد کہتے ہیں کہ بایزید کہتے تھے میں نے اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا اور کہا کہ الٰہی تمہارے پاس پہنچنے کا راستہ کیونکر ہے کہا کہ جب تو اپنے سے چھوٹ گیا تو مجھ تک پہنچ گیا' شیخ الاسلام کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے پہچاننے کا راستہ تو آسان ہے مگر اس کے پالینے کا راستہ مشکل ہے۔ لوگوں نے بایزید قدس اللہ سرہ کو ان کے انتقال کے بعد دیکھا اور پوچھا کہ آپ کا کیا حال ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ مجھ کو پوچھا گیا کہ اے بوڑھے تم کیا کچھ لائے ہو میں نے جواب دیا کہ جو درویش بادشاہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اس سے یہ سوال نہیں کرتے بلکہ پوچھتے ہیں کہ کیا چاہتے ہو۔ کہ نیشا پور میں ایک بڑھیا تھی جس کا نام عرافیہ تھا دروازوں پر سوال کرتی پھرتی جب وہ فوت ہو گئی تو لوگوں نے اس کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ تیرا کیا حال ہے کہا کہ مجھ کو کہا گیا کہ کیا لائی ہے میں نے کہا افسوس۔ تمام عمر مجھ کو لوگ یہ کہتے رہے کہ تجھ کو خدا دے۔ اب کہتے ہیں کہ کیا لائی ہے اللہ تعالیٰ نے کہا کہ یہ سچ کہتی ہے اس کو چھوڑ دو۔

۴۱- ابوسندی قدس اللہ سرہ

شرح شطیحات شیخ روز بہان بقلی میں مذکور ہے کہ آپ بایزید کے استادوں میں سے ہیں۔ بایزید کہتے ہیں کہ میں ابوعلی سے توحید میں فنا ہونے کا علم سیکھتا تھا اور ابوعلی مجھ سے الحمد و قل ہو اللہ سیکھتے تھے۔

۴۲- ابوحفص حداد قدس اللہ سرہ

آپ پہلے طبقہ میں ہیں۔ آپ کا نام عمرو بن سلمہ ہے۔ نیشا پور کے دیہات کے رہنے والے تھے۔ یگانہ روز گار تھے۔ مدینہ کے شیخ اور عثمان حیری کے پیر ہیں۔ شاہ شجاع کرمانی ان سے اپنی نسبت درست کرتے ہیں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ آپ اپنے وقت میں جہان کیلئے نمونہ تھے۔ خدا تعالیٰ نے ان کو ظاہر کر دیا کہ مجھ کو ایسا ہونا چاہئے قال الموصل الحصاص شیرازی رحمة الله اعطی الجنید الحکمة واعطی شاه شجاع

الکرمانی الوجود واعطی ابوحفص الاخلاق واعطی ابو یزید البسطامی الھمیان یعنی موصل حصاص شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ خدا نے جنید رحمۃ اللہ علیہ کو تو حکمت دی اور شاہ شجاع کرمانی کو وجود دیا اور ابوحفص کو اخلاق دیئے اور ابو یزید بسطامی کو حیرت دی ابوحفص احمد خضرویہ اور بایزید کے رفیقوں میں سے ہیں اور عبداللہ مہدی کے شاگرد ہیں اس کے ساتھ رہے ہیں۔ **مات ابو حفص فی ستۃ اربع و ستین مائتین و قیل فی ستہ سبع و ستین ومائتین والا ول الاکثر و فی تاریخ الامام عبداللہ الیافعی انہ مات سنہ خمس و ستین ومائتین** یعنی ابوحفص ۲۶۴ ہجری میں فوت ہوئے بعض کے نزدیک ۲۶۷ھ ہیں لیکن اول پر متفق ہیں اور امام عبداللہ یافعی کی تاریخ میں ہے کہ وہ ۲۶۵ھ میں فوت ہوئے۔ آپ نے کہا ہے کہ ظاہری حسن ادب باطنی حسن ادب کا نمونہ ہے۔ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں **لو خشع قلبہ لخشع جوارحہ** یعنی اگر دل عاجزی کرتے تو اعضاء بھی عاجزی کرتے ہیں۔ ایک دفعہ حج کو جاتے تھے بغداد میں پہنچے۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا استقبال کیا۔ ابوحفص پیر تھے مریدان کے سامنے کھڑے تھے اور اچھا آداب کرتے تھے۔ جنید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے یاروں سے کہا کہ بادشاہوں کے آداب تم نے سیکھے ہیں کہا کہ دوستان خدا کا ظاہری آداب بجالانا خدا کے باطنی ادب کا نمونہ ہے اور شیخ الاسلام نے کسی شخص کا یہ شعر پڑھا۔

وقل من ضمنت شئیا طویۃ　　　الا وفی وجہ من ذالک عنوان

یعنی ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ کوئی شخص دل میں کچھ چھپائے اور پھر اس کے چہرہ پر اس کا نمونہ نہ ہو اور انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ جو شخص ہر وقت اپنے افعال واقوال احوال کو کتاب وسنت کی میزان میں نہ تولے اور اپنے دل کو اس میں نہ لگائے تو اس کو ہم مردوں میں سے شمار نہیں کرتے اور یہ بھی کہا ہے **الفتوۃ اداء الانصاف وترک مطالبۃ الانتصاب** یعنی جوانمردی یہ ہے کہ انصاف تو دے لیکن انصاف کو طلب نہ کرے۔

۴۳۔ ابو محمد حداد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ ابوحفص کے مریدوں میں سے ہیں۔ کوپان سے ابوحفص کے پاس نیشاپور میں آئے۔ آپ نے ان سے کہا کہ لوہارا کام کرا اور درویشوں کو دے اور اس سے خود نہ کھا اور آپ مانگ کر کھا۔ کچھ مدت ایسا کیا تو لوگوں نے طعن کرنا شروع کیا کہ دیکھو کہ کماتا بھی ہے اور پھر مانگ کر بھی کھاتا ہے لیکن جب آخر ان کو اعلیٰ درجہ تک پہنچایا گیا کہ ان کا حال کس قسم کا ہے تو مقبولیت عامہ ظاہر ہوئی۔ اس لئے لوگوں نے احسان کا ہاتھ کھولا اور بہت

کچھ دینے لگے۔ ابوحفص فرمانے لگے کہ جب تمہارا حال یہاں تک کر دیا گیا تو اب سوال مت کر۔ اب تم پر سوال کرنا حرام ہو گیا جو کام کرتا ہے اس میں سے کھا اور اس میں سے دے کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک مریدان کے پاس آیا آپ نے اس سے کہا کہ اگر اس راہ کا تجھے قصد ہے تو جا پہلے جا کر حجامی سیکھ یہاں تک کہ لوگ تجھ کو حجام کہیں پہلے سے تجھ کو لوگ عارف نہ کہیں پھر اگر تیرا جی چاہے تو حجامی کرنا جی چاہے تو چھوڑ دینا۔

۴۴- ظالم بن محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ بڑے مشائخ میں ہیں۔ آپ کا نام ابوعبداللہ تھا لیکن اپنے آپ کو ظالم کہتے تھے کہ مجھ سے ہرگز بندگی کا حق ادا نہیں ہوتا۔ اس لئے میں ظالم ہوں اور وہ ابوجعفر حداد کے یاروں میں سے ہیں وہ کہتے ہیں کہ جو شخص چاہتا ہے کہ یہ راہ اس پر کھل جائے اس کو چاہئے کہ تین کام ضروری کرے۔ خدا کے ذکر سے آرام پانا' لوگوں سے بھاگنا' کم کھانا۔

۴۵- ابومزاحم شیرازی رحمۃ اللہ علیہ

وہ فارس کے بزرگوں میں سے تھے۔ جنید رحمۃ اللہ علیہ اور شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے ان کی ان بن رہی تھی۔ جب یہ معرفت میں باتیں کرتے تو مشائخ بھی اس سے ڈرتے۔ صاحب حدیث اور بڑے بزرگ تھے۔ شیخ ابوعبداللہ خفیف نے ان کو اپنی کتاب میں فارس کے مشائخ کے چند ناموں میں ذکر کیا ہے۔ ان کا ۳۴۵ھ میں انتقال ہوا۔ ابوحفص کی زیارت کیلئے جاتے تھے۔ ابوحفص اور اس کے یاروں کو چند درم کہیں سے ملے تھے۔ لوگوں نے کہا کہ ان سے بیت الخلاء کو صاف کریں گے۔ ابوحفص نے کہا کہ یہ تو ہم نے گندے کئے ہیں پھر ہم ہی کو پاک کرنا چاہئے اور جو درم ملے ہیں وہ درویشوں کو کام میں لانا چاہئے اس صفائی میں مشغول تھے کہ ایک شخص آ گیا۔ ابو حفص کہنے لگے کہ اپنے آپ کو دھو ڈالو اور کپڑے پہن لو کہ شیخ ابومزاحم فارس سے آئے ہیں کہا کہ اگر یہ وہ ابو مزاحم ہیں کہ جن کو میں پہچانتا ہوں تو چاہئے کہ وہ مجھ کو اسی حال پر دیکھیں۔ اسی وقت ابومزاحم آ گئے جب یہ حال دیکھا تو سلام کیا اور کپڑے اتار کر کام میں لگ گئے۔ ابوحسین قوشجی صوفی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں **من ذل فی نفسہ رفع اللہ قدرہ ومن عز فی نفسہ اذلہ اللہ فی اعین عبادہ** یعنی جو شخص اپنے آپ میں ذلیل ہوتا ہے خدا اس کے مرتبہ کو بڑھاتا ہے اور جو اپنے آپ میں بلند ہوتا ہے خدا تعالیٰ اس کو لوگوں کی نگاہ میں ذلیل کرتا ہے۔

ابو بکر وراق کہتے ہیں یہ کام اسی شخص کا ہے کہ خدائے تعالیٰ کیلئے پاخانوں کو خوشی سے صاف کرتا ہے۔

۴۶-ابو عبداللہ مہدی باوردی رحمۃ اللہ علیہ

آپ اس گروہ کے بزرگوں میں سے ہیں۔ابو حفص حداد کے استاد ہیں۔ابو حفص باورد میں جاتے اور ان کی شاگردی کرتے۔ابو عبداللہ ابتدا میں لوہار تھے اور کام کے ہاتھ اٹھانے کا سبب یہ ہوا کہ ایک دن لوہے کو آگ میں رکھا ہوا تھا کہ ایک اندھا ان کی دکان پر گزرا اور یہ آیت پڑھتا تھا **الملک یومئذ ن الحق للرحمن** یعنی آج کے دن رحمٰن کا سچا ملک ہے۔ابو عبداللہ نے یہ سنا اور وہ لوہا جوان کے ہاتھ میں تھا ہاتھ سے گر گیا اور بے خود ہو کر گرم لوہے پر ہاتھ مارا اور اٹھایا۔اس کے شاگرد نے یہ حال دیکھا تو وہ بے ہوش ہو کر گر گیا۔شاگرد سے کہا کہ تجھے کیا ہو گیا تھا۔دیکھا تو لوہا اپنے ہاتھ میں ہے کہا کہ جب میرا بھید ظاہر ہو گیا تو اب میں چھوٹ گیا اٹھ کھڑے ہوئے اور چلائے اور دکان کو چھوڑ دیا۔

۴۷-حمدون قصار قدس اللہ روحہ

آپ پہلے طبقہ میں ہیں۔آپ کی کنیت ابو صالح ہے آپ ملامتیوں کے شیخ و امام ہیں اور نیشاپور میں ملامتی طریق کو انہوں نے ہی رواج دیا۔یہ پہلا مسئلہ ہے جوان کی طرف سے اور ان کے اصحاب کی طرف سے عراق میں لے جایا گیا اور ان کے حالات لوگوں نے بیان کئے۔سہل وتستری و جنید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اگر احمد مرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی پیغمبر ہونا ممکن ہوتا تو ان میں سے حمدون قصار ہوتے۔عالم اور فقیہ تھے۔سفیان ثوری کے مذہب پر تھے اور طریقت میں وہ عبداللہ منزل کے استاد ہیں اور ان کے شاگردوں میں سے کسی نے بھی ابن منازل کی طرح ان کا طریقہ اختیار نہ کیا۔اس کی صحبت سلم بن الباروی ابو تراب نخشبی و علی نصر آبادی کے ساتھ تھی اور ابو حفص کے رفیق تھے۔۲۷۱ ہجری میں ان کا انتقال نیشاپور میں ہوا۔ان کی قبر محلہ جبرہ میں ہے اور اس نے کہا ہے کہ میں اپنے نفس کو فرعون کے نفس سے نہیں بڑھاتا لیکن اپنے دل کو فرعون کے دل سے فضیلت دیتا ہوں اور یہ بھی کہا ہے **من نظر فی سیر السلف عرف تقصیرہ و تخلفہ عن درجات الرجل** یعنی جو شخص کہ سلف کے حالات دیکھے گا تو وہ اپنے مقرر اور مردان خدا کے درجات سے اپنا پیچھے رہنا پہچان لے گا اور یہ بھی کہا ہے **من رایت فیہ خصلۃ من الخیر فلا تفارقہ فانہ یصیبک من برکاۃ** یعنی جس شخص میں تم کوئی اچھی

عادت دیکھو تو اس سے جدا نہ رہو کیونکہ تمہیں اس کی برکتیں پہنچیں گی۔ایک دفعہ حمدون ایک جگہ مہمان تھے میزبان باہر گیا ہوا تھا ان کو ایک پرچہ کاغذ کی ضرورت پڑی۔میزبان کے گھر والوں نے کاغذ کا پرچہ باہر ڈال دیا۔حمدون نے اس کو کھولا اور کہا کہ اس کا برتنا جائز نہیں کیونکہ گھر والا غیر حاضر ہے اور میں نہیں جانتا کہ وہ مردہ ہے یا زندہ (یعنی یہ مال اس کا ہے یا اس کے وارثوں کا) شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ان کی تمام عادات اور کام ایسے ہی ہوتے اب ایک جماعت نے بے باکی اور سستی شروع کر رکھی ہے اور زندقہ' بے ادبی' بے حرمتی اختیار کی ہوئی ہے اور اس بات کو ملامت کہتے ہیں ملامت یہ نہیں ہے کہ کوئی شخص شرع کی بے عزتی کا کام کرے اور لوگ اس کو ملامت کریں۔ملامت یہ ہے کہ خدا کے کام میں (جیسے خدا فرماتا ہے **یخافون فی اللہ لومۃ لائم** یعنی وہ خدا کے بارہ میں کسی ملامت کنندہ کا خوف نہیں رکھتے۔مترجم ۱۲) لوگوں سے خوف نہ کرے۔

۴۸-ابوالحسنین باروسی قدس اللہ سرہ

آپ کا نام اسلم بن الحسین باروسی ہے اور کنیت ابو عمران شیخ ابو عبدالرحمٰن نے ان کا صوفیہ کی تاریخ میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ نیشاپور کے پرانے مشائخ صوفیہ سے ہیں۔حمدون قصار کے استادوں میں سے ہیں اور ان کی دعا مقبول تھی۔انہوں نے کہا ہے **لایظہر علی احدشی من نور الایمان التباع السنۃ ومجانبۃ البدعۃ وکل موضع تری فیہ اجتہادا ظاہر ابلا نور فاعلم ان ثمہ بدعہ خفیفہ** یعنی کسی شخص پر سوائے اتباع سنت اور بدعت سے بچنے کے کچھ بھی نور ایمان ظاہر نہیں ہوتا اور جہاں تو ظاہری کوششیں و ریاضت بلا نور دیکھے تو یقیناً سمجھ لے کر وہاں پر کوئی پوشیدہ بدعت ہے ابو عبداللہ کہرام نے ان سے کہا کہ آپ میرے یاروں کے بارہ میں کیا کہتے ہیں کہا کہ اگر وہ رغبت جو ان کی باطنی حالت میں ہے ان کی ظاہر میں ہوتی اور وہ زہد کہ ان کے ظاہر میں ہے۔ان کے باطن میں بھی ہوتا تو یہ مردان خدا تھا۔میں ان کی نمازیں روزے تو بہت دیکھتا ہوں مگر ان میں نور ایمان کچھ بھی نہیں اور کہا کہ باطنی تاریکی کی وجہ سے ظاہری تاریکی ہوا کرتی ہے (نوٹ: میرے نسخہ میں نام ابوالحسن لکھا ہے۔نامی)

۴۹-منصور بن عمار قدس اللہ سرہ

آپ پہلے طبقہ والوں میں ہیں۔آپ کی کنیت ابوالسری ہے مرو کے رہنے والے ہیں۔بعضوں نے ان کو

باوردکا رہنے والا کہا ہے اور بعض نے پوشنگ و بصرہ کا رہنے والا کہا ہے۔ آپ حکماء ومشائخ سے ہیں اور معاملات میں ان کی اچھی باتیں مذکور ہیں ان کے انتقال کے بعد لوگوں نے ان کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ آپ کا حال کیسا ہے کہا کہ مجھ پر بڑی مہربانی کی گئی۔ ساتویں آسمان پر میرا منبر رکھا گیا اور مجھ کو کہا کہ وہاں جاؤ دنیا میں تو میری طرف سے جو کہتا تھا اب یہاں مجھ سے اور میرے دوستوں اور فرشتوں سے کہہ۔ ایک دفعہ ایک جوان نے ان کے ہاتھ پر توبہ کی پھر توبہ توڑ کر برگشتہ ہو گیا۔ آپ نے کہا کہ مجھ کو اور کوئی سبب سوائے اس کے معلوم نہیں ہوتا کہ تو نے اپنے ہمراہی تھوڑے دیکھے۔ اس لئے ملول ہوا اور وحشت کھا کر برگشتہ ہو گیا۔

۵۰-احمد بن عاصم انطا کی رحمۃ اللہ علیہ

آپ پہلے لوگوں میں ہیں۔ کنیت ابو علی ہے۔ بعض نے ابو عبداللہ کہا ہے اور یہ زیادہ صحیح ہے۔ بشر حافی' سری سقطی' حارث محاسبی کے ہمعصروں میں ہیں۔ کہتے ہیں کہ فضیل عیاض رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا ہے۔ احمد ابی الحواری کے استادوں میں ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ ہر عمل کا امام علم ہے اور ہر علم کا امام عنایت ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے **انما اموالکم و اولادکم فتنة و نحن نستريد من الفتنة** بے شک تمہارا مال اور تمہاری اولاد فتنہ ہے اور ہم ہیں کہ فتنہ کو زیادہ چاہتے ہیں اور یہ بھی انہوں نے کہا ہے **واقفنا الصالحين في اعمال الجوارح وخالفناهم في الهم** یعنی ہم نے نیک بختوں سے ان کے اعضاء کے عملوں سے موافقت کی ہے اور ان کی پختہ ارادوں اور ہمتوں سے مخالفت کی ہے اور یہ بھی کہا ہے **الصبر من اول الرضاء** یعنی صبر رضا کا اول مرتبہ ہے ان سے اخلاص کی بابت پوچھا تو کہا کہ جس وقت تو اچھا عمل کرے اور نہ چاہے کہ لوگ تجھ کو اس سے یاد کریں اور اس کی وجہ سے تجھے بزرگ سمجھیں اور اس کا ثواب خدا کے سوا کسی اور سے نہ مانگے اس کو اخلاص کہتے ہیں اور یہ بھی کہا ہے اعمل علی ان لیس فی الارض احد غیرک ولا فی السماء غیرہ یعنی عمل ایسا کر کہ زمین میں تیرے سوا کوئی نہیں ہے اور آسمان میں خدا کے سوا اور کوئی نہیں۔

۵۱-محمد بن منصور طوسی قدس اللہ سرہ

آپ بغدادی تھے' صوفی اور محدث ہیں۔ عثمان بن سعید دارمی' ابو العباس مسروق ابو جعفر حداد مہین کے استاد ہیں۔ ابو سعید خزاز کہتے ہیں کہ ابتداء ارادت میں مجھے بہت ہی محبت تھی ایک دن محمد بن منصور طوسی نے کہا ہے کہ

اے فرزند اپنے مقام ارادت کو لازم پکڑ تا کہ تجھ پر ہر قسم کی نیکی کا دروازہ کھل جائے اور یہ بھی کہا ہے کہ محمد بن منصور طوسی نے کہا ہے کہ میں طواف میں تھا کہ ایک اور شخص طواف کرتا تھا اور روتا تھا اور کہتا تھا۔ خداوند میرے اس گمشدہ کو واپس دے دے۔ میں نے کہا کہ تمہاری کیا چیز ہے جو گم ہوگئی ہے کہا کہ میری اسی سے زندگی ہے میں ایک دفعہ خوشی سے جنگل میں پیاسا بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے بیگانوں کی طرح کہا گرمی ہے اور جنگل۔ اب پانی کہاں سے لاؤں۔ ہلاک ہو جاؤں گا اسی وقت بادل آیا اور اتنی بڑی بارش ہوگئی کہ میں نے کہا کہ ابھی میں غرق اور ہلاک ہو جاؤں گا۔ جب میں ہوش میں آیا تو وہ اچھی زندگی بدمزہ ہو چکی تھی۔ شیخ الاسلام نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو تکلیف دی کہ تم نے کیوں مجھے نہ پہچانا کیونکہ میری قدرت میں گرمی اور سردی ایک ہے۔ ابو سعید خزار نے یہ بھی کہا ہے کہ محمد منصور سے لوگوں نے پوچھا کہ فقر کی حقیقت کیا ہے تو کہا السکون عند کل عدم والبذل عند کل وجود یعنی ہر نیستی کے وقت سکون اور وجود کے وقت خرچ کر دینا یعنی نہ ہوا تو صبر اور ہوا تو خرچ کرنا۔ یحتاج المسافر فی سفره الی اربعة اشیاء علم یوسوس وذکر یونسه وورع یحجره ویقین یحمله یعنی مسافر اپنے سفر میں چار چیزوں کا محتاج ہوتا ہے ایک تو علم کا جو اس کو وسوسہ میں ڈالے دوم ذکر کا جو اس کا مونس ہو سوم پرہیز گاری کا جو اسے برے کاموں سے روکے چہارم یقین کا جو اُس کو اٹھائے لئے پھرے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ تمام عمران چار چیزوں کے بغیر بسر نہیں ہوتی کیونکہ وہ ہمیشہ سفر میں ہے اور منزل کی طرف تیری توجہ ہے۔ جو شخص کہ ان چار چیزوں سے خالی ہے وہ برباد ہے۔ ایک تو علم جو اس کا تابع ہو اس کو درست و نرم کرے اور ذکر جو اس کا مونس ہو کہ تنہائی میں اس کو وحشت نہ ہو اور پرہیز گاری کہ اس کو اس بات سے روکے کہ برے کام کے درپے نہ ہو اور یقین جو اس کی سواری ہو تا کہ پیچھے نہ رہ جائے پھر جس شغل میں کہ ہو اس کی زندگی بلا رنج ہوگی اور ایک دفعہ یہی محمد بن منصور ایک جماعت سے باتیں کر رہے تھے اور ملامت و ملامتی کا ذکر ہو رہا تھا کہ اتنے میں ایک شخص بول اٹھا کہ ملامتی کی باتیں سننا ہمارا کام نہیں۔ ہم ملامتی نہیں ہیں۔ آپ نے جواب میں کہا کہ عند ذکر الصالحین تنزل الرحمة یعنی نیک بختوں کے ذکر کے وقت رحمت اترا کرتی ہے۔ اتنا کہنا تھا کہ اسی وقت بارش ہونے لگی حالانکہ بادل کوئی نہ تھا۔

۵۲- علی عکی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بھی اسی گروہ کے ہیں مکہ معظمہ میں مجاور تھے ان کا مقولہ ہے من رضی من الدنیا بالدنیا فھو ملعون ومن رضی من العلم بالعلم فھو مفتون ومن رضی من الزھد بالثناء فھو محجوب ومن رضی من الحق بشی مادون الحق کائنا ماکان فھو طاع یعنی جو شخص کہ دنیا میں اس کے ساتھ ہی راضی ہوا تو وہ ملعون ہے جو شخص علم سے علم کے ساتھ راضی ہوا تو وہ فتنہ میں پڑ گیا اور جو شخص زہد سے تعریف پر راضی ہو گیا تو وہ خدا سے پردہ میں ہے اور جو خدا سے سوا خدا کے کسی اور شے سے راضی ہوا تو وہ سرکش ہے کوئی بھی ہو شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ تو جانتا ہے دنیا کیا چیز ہے مادنا من قلبک فالھاک یعنی جو چیز تیرے دل پر گزرے پھر وہ تجھ کو کھیل میں ڈال دے تو وہ دنیا ہے اور جو چیز کہ تجھ کو اس سے روک لے تیرا فتنہ ہے اور جو شخص علم سے علم پر ہی راضی ہے وہ فتنہ میں ہے علم نیک خصلت کیلئے ہے اور واقعی کام کرنے کیلئے جو علم تجھ کو خصلت نہ دے اور جو معلومات تجھ کو کام نہ کرنے دیں وہ تیرا فتنہ ہے اور ان کی دعا میں یہ ہوتا تھا کہ خدایا ہم کو واقفیت پر مت چھوڑ کیونکہ واقفیت تو ایک شغل ہے اور دانائی کا دروازہ بند کر دے کیونکہ دانائی محض درد و رنج ہی ہے اور جب تک بندہ خودی میں ہے خشک لکڑی اور سرد لوہا ہے اور جو شخص زہد میں تعریف اور نیک نامی سے خوش ہے وہ پردہ میں ہے اور صوفی کے پاس آدھا درہم بھی خزانہ ہے۔

۵۳- حاتم بن عنوان اصم قدس اللہ سرہ

آپ پہلے طبقہ میں ہیں' آپ کی کنیت ابو عبدالرحمٰن ہے خراسان کے پرانے مشائخ میں ہیں۔ اہل بلخ میں سے شفیق بلخی کے ساتھ رہے ہیں۔ احمد حضرویہ کے استاد ہیں ۲۲۷ ہجری میں اشجر میں جو کہ بلخ کے اطراف میں ہے انتقال کیا۔ کہتے ہیں کہ وہ بہرے نہ تھے مگر ایسا اتفاق ہوا کہ ایک دفعہ ایک بڑھیا سے باتیں کر رہے تھے باتوں میں اتفاقاً بڑھیا سے ہوا نکل گئی۔ اس وقت آپ نے کہا مائی ذرا اونچی بول کیونکہ میں بہرا ہوں۔ اس سے اس کی شرمندگی دفع کرنا منظور تھا۔ تب وہ خوش ہوگئی اور سمجھ گئی کہ حاتم بہرے ہیں جب سے آپ کا لقب اصم ہوا یعنی بہرے وہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اس راہ پر آتا ہے اس کو چاہئے کہ چار موتوں کو اپنے لئے ضروری سمجھے ایک سفید موت، جو بھوک ہے' دوم سیاہ موت اور وہ لوگوں کی تکلیف پر صبر کرنا ہے' سوم سرخ موت اور وہ نفس کی مخالفت ہے'

چہارم سبز موت اور وہ لباس کیلئے ٹھگویوں کا سینا یعنی گڈری پہننا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ ہر صبح کو شیطان کہتا ہے کیا کھائے گا تو میں کہتا ہوں موت' اور کہتا ہے کہ کیا پہنے گا میں کہتا ہوں کہ کفن' وہ کہتا ہے کہاں رہے گا میں کہتا ہوں قبر میں' ایک شخص نے ان سے پوچھا کہ آپ کیا چاہتے ہیں کہا دن سے رات کا آرام چاہتا ہوں اس شخص نے کہا آرام کیا یہ نہیں جو تجھے ہر روز میسر ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میرے دن کا آرام یہ ہے کہ اس میں خدائے تعالیٰ کا گناہگار نہ بنوں۔ ایک شخص نے اس سے نصیحت چاہی کہا **اذا اردت ان تعصی مولاک فاعصة فی موضع لایراک** یعنی جب تو اپنے مولا کے گناہ کا ارادہ کرے تو ایسی جگہ گناہ کرے کہ وہ تجھے نہ دیکھتا ہو ایک بزرگ نے کچھ آپ کے پاس بھیجا جسے قبول کر لیا۔ لوگوں نے کہا کہ یہ آپ نے کیوں قبول کیا کہا کہ اس کے لینے میں میں نے اپنی ذلت دیکھی اور اس کی عزت اور نہ لینے میں اپنی عزت اور اس کی ذلت پس میں نے اس کی عزت کو اپنی عزت پر اور اپنی ذلت کو اس کی ذلت پر ترجیح دی لوگوں نے ان سے پوچھا کہ آپ کہاں سے کھاتے ہیں فرمایا **خزائن السموات والارض ولکن المنافقین لا یفقھون** یعنی آسمانوں اور زمین کے خزانے خدا کے ملک میں ہیں لیکن منافق سمجھتے نہیں۔

۵۴- احمد بن الحواری قدس سرہ

آپ پہلے طبقہ والوں میں ہیں۔ آپ کی کنیت ابوالحسن ہے۔ دمشق کے رہنے والے ہیں۔ ابوسلیمان دارانی اور ابوعبداللہ بناجی وغیرہ مشائخ سے ملتے رہے ہیں۔ آپ کا ایک بھائی تھا جس کا نام محمد بن ابی الحواری اور جو زہد وتقویٰ میں ان کے برابر تھا اور آپ کا بیٹا عبداللہ بڑا زاہد تھا اور ان کا باپ ابوالحواری کہ جن کا نام میمون تھا پرہیز گاروں اور عارفوں میں سے تھا۔ ان کا سب خاندان ہی پرہیز گار اور زاہد تھا۔ ۲۲۰ ہجری میں آپ کا انتقال ہوا حضرت جنید فرمایا کرتے تھے **احمد بن ابی الحواری ریحانة الشام** یعنی احمد بن ابی الحواری شام کے باغ کے ایک پھول ہیں ان کا مقولہ ہے کہ دنیا پاخانہ اور کتوں کا مجمع ہے اور کتے سے کمتر وہ شخص ہے کہ اس سے دور نہیں ہوتا کیونکہ کتا تو اپنی ضرورت دنیا سے لے کر چل دیتا ہے مگر اس کا دوست اس سے کسی حالت میں جدا نہیں ہوتا۔ کہتے ہیں کہ اس کا ابوسلیمان دارانی سے عہد تھا کہ ہرگز اس کے حکم کی مخالفت نہ کروں گا ایک دن ابوسلیمان مجلس میں باتیں کر رہے تھے احمد آئے اور کہنے لگے کہ تنور تپ گیا ہے اب کیا حکم ہے۔ ابوسلیمان نے جواب نہ دیا تین بار اسی طرح کہا آخر ابوسلیمان ناراض ہو گئے اور کہا کہ جاؤ وہاں ہی جا کر بیٹھ۔ ابوسلیمان کچھ دیر مشغول رہے

بعد اس کے یاد آیا کہ احمد کو میں نے کیا کہا تھا کہا کہ احمد کو ڈھونڈ و کہ وہ تنور میں ہو گا جب اس کو ڈھونڈا تو تنور میں پایا۔ ایک بال بھی نہ جلا تھا اور یہ بھی اس نے کہا ہے کہ محمد بن سماک بیمار تھے۔ میں ان کے قارورہ کو لیا تا کہ ایک نصرانی حکیم کے پاس لے جاؤں۔ راستہ میں ایک شخص خوبرو خوشنما پاکیزہ جامہ پہنے ہوئے ملا۔ کہا کہ کہاں جاتے ہو میں نے کہا کہ فلاں طبیب کے پاس۔ تا کہ یہ قارورہ اسے دکھاؤں۔ اس نے کہا کہ سبحان اللہ دوستِ خدا علاج میں خدا کے دشمن سے مدد ڈھونڈتے ہو۔ اس قارورہ کو زمین پر پھینکو اور ابن سماک سے کہہ دو کہ اپنا ہاتھ درد کے مقام پر رکھو اور کہو وبالحق انزلنا وبالحق نزل یعنی ہم نے اس کو سچا اتارا اور سچ کے ساتھ اترا پھر وہ غائب ہو گیا۔ چنانچہ اس کو ہم نے دیکھا پھر ابن سماک کی طرف ہم واپس گئے اور یہ قصہ ان سے کہا انہوں نے اپنا ہاتھ درد کی جگہ پر رکھا اور جو کچھ اس مرد نے کہا تھا' پڑھا اسی وقت درد کا آرام آ گیا ابن سماک نے کہا کہ وہ مرد خضر علیہ السلام تھے۔

۵۵-عبداللہ بن خبیق بن سابق انطا کی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ پہلے طبقہ کے لوگوں میں ہیں کنیت ابو محمد ہے۔ وھو من زھاد الصوفیۃ ولاکلین عن الحلال والورعین فی جمیع الاحوال یعنی آپ صوفیوں میں سے بڑے زاہد اور حلال کے کھانے والے اور تمام حالات میں بڑے پرہیز گار ہیں۔ دراصل آپ کوفہ کے رہنے والے ہیں لیکن انطاکیہ میں مقیم ہو گئے تھے اور تصوف میں آپ کا طریقہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا تھا کیونکہ سفیان ثوری کے یاروں کے ساتھ رہتے تھے فتح بن شخبرف کہتے ہیں کہ میں نے پہلی دفعہ عبداللہ بن خبیق کو دیکھا تو انہوں نے مجھ کو کہا اے خراسانی چار چیزوں کے سوا اور کچھ نہیں۔ آنکھ' زبان' ہوا' ہوس اپنی آنکھوں کو اس سے بچا کہ جو خدا تعالیٰ کو ناپسند ہو اسے نہ دیکھے اور اپنی زبان کو اس سے بچا کہ ایسی بات نہ کہے کہ خدا تعالیٰ اس کو تیرے دل سے خلاف جانے اور اپنے دل کو اس سے بچا کہ اس میں کسی مسلمان سے خیانت وکینہ نہ ہو اور اپنی خواہش نفسانی کو بچا کہ کسی ناشائستہ کام کی طرف مائل نہ ہو جس وقت کہ تم میں یہ عادتیں نہ ہوں تو اس وقت اپنے سر پر راکھ ڈال کیونکہ پھر تو بدبخت ہو گیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم کو ایسی خبر پہنچی ہے کہ بنی اسرائیل کا ایک عالم یہ کہتا تھا یارب کم عصیتک ولا تعاقبنی فاوحی اللہ الی نبی من انبیاء بنی اسرائیل قل لہ کم اعاقبک و انت لا تدری الم اسلبک حلاوۃ منا جاتی یعنی اے میرے پروردگار میں نے تیری کس قدر نافرمانی کی ہے لیکن تو نے مجھ کو عذاب نہیں دیا۔ پھر بنی اسرائیل کے ایک نبی کی

طرف وحی آئی کہ اس سے کہہ دے میں تجھے کتنا عذاب دوں حالانکہ تجھ کو معلوم نہیں کیا میں نے تجھ سے اپنی مناجات کی شیرینی نہیں چھین لی۔ (نوٹ) صحیح نقطہ صبیق ہے یا ضبیق! (نامی)

۵۶- سہل بن عبداللہ تستری قدس اللہ تعالیٰ سرہ

آپ دوسرے طبقہ میں سے ہیں۔ آپ کی کنیت ابو محمد ہے۔ اس گروہ اور گروہ علماء کے بڑے لوگوں میں سے ہیں۔ یہ امام ربانی ہوئے ہیں جن کی پیروی چاہیئے۔ ان کے حالات قوی تھے لیکن بات یعنی توحید میں ضعیف ہیں۔ ذوالنون مصری کے شاگرد ہیں اور اپنے ماموں محمد بن سوار کی صحبت میں رہے ہیں۔ جنید رحمۃ اللہ علیہ کے ہمعصر ہیں اور جنید سے پہلے محرم ۲۸۳ ہجری میں فوت ہوئے ہیں۔ آپ کی عمر اسی سال کی ہوئی ہے۔ سہل کہتے ہیں کہ میں تین سال کا تھا کہ رات کو جاگتا رہتا تھا اور اپنے ماموں محمد بن سوار کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھتا تھا۔ مجھ کو وہ کہتے تھے کہ اے سہل تو جا سو رہو کہ میرے دل کو تو مشغول رکھتا ہے۔ ایک دن مجھ سے کہا کہ تو اپنے خدا کو یاد نہیں کرتا میں نے کہا کہ کس طرح یاد کروں کہا کہ ہر رات اپنے سونے کے لباس میں تین دفعہ دل میں کہا کہ بدون اس کے کہ زبان ہلائے کہ اللہ معی اللہ ناظری اللہ شاھدی یعنی میرا اللہ میرے ساتھ ہے' میرا اللہ مجھے دیکھتا ہے' میرا اللہ میرا گواہ ہے۔ چند راتیں میں نے یہ وظیفہ پڑھا اور پھر ان کو اطلاع دی اس کے بعد کہا کہ اب سات دفعہ کہو چند رات میں نے یہ کیا اور پھر ان کو اطلاع دی اس کے بعد کہا کہ اب گیارہ دفعہ کہا کر۔ چند رات میں نے اس کو کیا تو اپنے دل میں اس کی شیرینی مجھے معلوم ہوئی۔ جب ایک سال اس پر گزر گیا تو کہا جو کچھ میں نے سکھایا تھا اس کو یاد رکھو اور ہمیشہ کرتا رہو یہاں تک کہ قبر میں جائے کیونکہ یہ تجھ کو دنیا و آخرت میں نفع دے گا بعد کچھ مدت کے پھر مجھے کہا من کان اللہ معہ وھو ناظرہ و شاھدہ یعصیھہ ایاک والمعصیۃ یعنی کیا وہ شخص اس خدا کی نافرمانی کرتا ہے جو اس کے ساتھ ہو اس کو دیکھتا ہو اس کا گواہ ہو خبردار گناہ سے بچیو۔ سہل سے لوگوں نے پوچھا کہ بدبختی کا نشان کیا ہے۔ کہا یہ ہے کہ تجھ کو خدا علم دے اور عمل کی توفیق نہ دے اور عمل کی توفیق دے لیکن اخلاص نہ دے جو عمل کرے گا بیکار ہو اور نیکوں کی زیارت وصحبت دے' لیکن مقبولیت نہ ہو۔ عتبہ غسال سے لوگوں نے پوچھا کہ نیک بختی اور بدبختی کا نشان کیا ہے کہا کہ نیک بختی کا تو یہ نشان ہے کہ تجھ سے خدمت لیں اور تجھے حاضر کریں یعنی حضوری بھی نصیب ہو اور بدبختی کا نشان یہ ہے کہ خدمت لیں لیکن حضوری نہ ہو اور عتبہ غسال سے یہ بھی کہا ہے کہ بدبختی یہ ہے کہ باوجود شناخت کے دوست تک نہ پہنچنا' دوزخ میں جانا اور نیک بختی یہ ہے کہ

شناخت کے ساتھ دوست سے ملنا نہ بہشت میں جانا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ بدبختی کا زیادہ روشن اس سے بڑھ کر کوئی نشان نہیں کہ دن بدتر ہو جو شخص زیادتی میں ہے وہ نقصان میں ہے۔ سہل کہتے ہیں اول هذا الامر علم لا یدرک واخرہ علم لاینفد یعنی اس امر کا شروع ایک ایسا علم ہے جو وہاں تک نہیں پہنچ سکتے اور اس کا آخر ایک ایسا علم ہے جو ختم نہیں ہوتا اور یہ بھی کہا ہے مادمت تخاف الفقر فانت منافق یعنی جب تک تو فقر سے ڈرتا ہے تب تک منافق ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ وہ درویش جس کے دل سے اس چیز کی شیرینی جو لوگوں سے اس کو ملتی ہے جائے وہ ہرگز کامیاب نہ ہوگا اور اس آیت کی تفسیر میں یہ کہا ہے واجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا یعنی کر دے میرے لئے اپنے پاس سے دلیل جو کہ مددگار ہو۔ تفسیر یہ کی ہے یعنی لسانا ینطق عنک ولا ینطق عن غیرک یعنی ایسی زبان دے کہ تیری طرف سے بولے اور تیرے غیر کی طرف سے نہ بولے اور اس آیت ان اللہ یامر بالعدل والاحسان یعنی اللہ تعالیٰ عدل اور احسان کا حکم کرتا ہے۔ تفسیر میں کہ ہے عدل یہ ہے کہ رفیق کا انصاف نعمت کے لقمہ میں دے اور احسان یہ ہے کہ اس کو لقمہ کے ساتھ اپنے سے زیادہ مناسب سمجھے اور یہ بھی انہوں نے کہا ہے کہ جو شخص صبح کو اٹھے اور اس کی ہمیت یہ ہو کہ کیا کھائے گا اس سے ہاتھ دھو بیٹھو اور یہ بھی کہا ہے کہ شیطان بھوکے سوئے ہوئے سے بھاگتا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ وہ شخص اچھا ہے جو خدا کے دوستوں کو ڈھونڈتا ہے۔ اگر خدا کے دوستوں کو پالیا تو نور پالیا اور ان کی طلب میں مر گیا تو شفیع پالیا۔ لوگوں نے ان سے پوچھا کہ مسلمانوں میں سے کافری کی طرف کون زیادہ نزدیک ہے کہا وہ شخص کہ جس کا امتحان ہو اور بے صبرا ہو۔ آپ کو برسوں بواسیر رہی اور بیمار لوگ ان کی دعا سے اچھے ہوتے تھے۔ شیخ الاسلام نے کہا کہ جانتا ہے ایسا کیوں ہوتا ہے اس لئے ہوتا ہے کہ وہ مخلوق کا شفیع ہو اور اپنے لئے جھگڑے نہیں ابونصر حمر شیری نے مجھے کہا کہ سہل کو بواسیر باوجود ایسے ولی ہونے کے کیوں تھی۔ میں نے کہا کہ سہل نے ولایت اسی بیماری سے پائی تھی۔ اس لئے اس کے اچھے ہونے کیلئے دعا نہ کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ ان کے مریدوں میں ایک بے ریش نوجوان تھا اس نے شیخ سہل سے داڑھی کی درخواست کی۔ آپ نے کہا کہ ہاتھ رکھ کہاں تک چاہتا ہے جب اس نے ہاتھ کیا تو اچھی داڑھی اس کے ہاتھ سے نکل آئی۔

۵۷- عباس بن حمزہ نیشاپوری قدس اللہ روحہ

آپ کی کنیت ابوالفضل ہے۔ بڑے بزرگ مرد تھے متقدمین میں سے ذوالنون اور بایزید وغیرہ کے ہم صحبت تھے۔ ربیع الاول کے مہینہ ۲۰۸ ہجری میں جنید سے پہلے آپ کا انتقال ہوا ہے۔ ابوبکر حفید کے دادا ہیں۔ ابوبکر حفید کہتے ہیں کہ عباس کہتے ہیں ذوالنون نے کہا ہے **لو علموا ما طلبو اھان علیھم ما بذلوا** یعنی لوگ اگر جان لیتے جس کو وہ طلب کرتے ہیں تو ان پر جو کچھ خرچ کرتے ہیں آسان ہو جاتا اور اس نے یہ بھی کہا ہے کہ ذوالنون نے کہا ہے **کیف لا ابتھج بک سرورا وقد کنت اخصر ببالک حین رزقنی الاسلام** یعنی میں کیونکہ تجھ سے خوش نہ ہوں حالانکہ میں تیرے دل میں گزرتا تھا جبکہ تو نے مجھ کو اسلام نصیب کیا اور دوسری روایت میں یوں آیا ہے **جعلتنی من اھل التوحید** یعنی جبکہ تو نے مجھ کو اہل توحید سے شامل کروایا۔ (میرے نسخہ میں اخصر ایک جگہ لکھا ہے صحیح غالباً اخطر ہے نامی)

۵۸- عباس بن یوسف شکلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کی کنیت بھی ابوالفضل ہے۔ بغداد کے قدیم مشائخ میں سے ہیں۔ انہوں نے کہا ہے جو شخص حق سبحانہ کی درگاہ میں مشغول ہے۔ اس کے ایمان کی بابت پوچھنا نہ چاہئے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں جو شخص کہ آج کے دن اس سے مشغول ہے یعنی اپنے سے اور لوگوں سے مشغول ہو رہا ہے تو وہ کل کو خدا سے فارغ ہوگا یعنی اس کے مشاہدہ کی دولت سے پردہ میں ہوگا۔ ایک قوم ایسی ہے کہ اس سے مشغول ہے اور تمام مخلوق سے دور اور ایک قوم ہے کہ غیر سے مشغول رہ کر اس سے فارغ ہے۔ شعر

اشغلت قلبی عن الدنیا ولذتھا — فانت والقلب شیئی من غیر مفترق
وما تنا بعت الا جفان عن سنۃ — الا وجدتک بین الجفن والحدق

میں دنیا اور اس کی لذت سے فارغ ہوں اور تو اور دل ایک شے ہے جو کہ جدا نہیں ہونے والی اور پلکیں اونگ سے نہیں ملتیں مگر میں تجھ کو پلک اور آنکھ میں دیکھتا ہوں (یعنی خواب کی حالت میں تو میری آنکھوں میں رہتا ہے۔)

۵۹-عباس بن احمد شاعر ازدی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی کنیت بھی ابوالفضل ہے۔ آپ شام کے مشائخ میں یکتا تھے اپنے وقت میں اچھی زبان رکھتے تھے اور جوانمردی ظاہر۔ آپ ابوالمظفر کرمان شاہی کے شاگردوں میں ہیں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا ہے جس نے ان کو دیکھا ہے۔ یعنی شیخ ابوالقاسم بوسلمہ ماوردی کو اور عباس کا گھر شام کے ٹیلے پر تھا۔ شیخ ابوسعید مالینی حافظ کہتے ہیں کہ میں شیخ کے سرہانے تھا اور ان کی نزع کی حالت تھی۔ میں نے کہا کہ آپ کا کیا حال ہے فرمایا کہ میں متردد ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ کیا کروں اگر میں جانے کو اختیار کروں تو ڈرتا ہوں کہ دلیری اور گستاخی اور دعویٰ داری ہوگی اور اگر یہاں رہنا پسند کروں تو ڈرتا ہوں کہ آرزو میں قصوروار ہوں گا اور دیدار کی کراہیت ہوگی۔ میں انتظار کرتا ہوں کہ وہ خود کیا فرماتے ہیں اور کیا کرتے ہیں۔ شیخ ابوسعید کہتے ہیں کہ میں باہر آیا ہوں تو وہ اسی وقت انتقال کر گئے تھے۔

ولو قلت امت سمعا وطاعة   وقلت الداعی الموت اهلا و مرحبا

یعنی اگر تو کہے کہ مرجا تو بڑی خوشی سے بسرہ چشم مرجاؤں اور موت کے پیادہ کو کہوں کو خوش آمدی شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ مالک دینار کی نزع کا وقت تھا تو کہا خدایا تو جانتا ہے کہ میں زندگی نہر کھودنے کیلئے نہیں چاہتا ہوں اور وہ وہ وقت تھا کہ بصرہ میں نہریں کھودتے تھے۔ پھر کہا کہ اگر چھوڑ دے گا تو تیرے لئے جیوں گا اور اگر مار ڈالے گا تو بھی تیرے پاس آؤں گا' پھر اسی وقت فوت ہوگئے۔ ان **صلوتی ونسکی و محیای و مماتی للہ رب العالمین** یعنی بے شک میری نماز اور میرے تمام احکام اور زندگی اور مرنا اللہ رب العالمین کیلئے ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ یہ قوم یعنی خدا کے دوست اسی کیلئے جیتے ہیں اور اسی کے ساتھ زندہ ہیں اور اسی کیلئے مرتے ہیں اور اسی کے ساتھ اٹھیں گے اور باقی مخلوق اس لئے جیتی ہے کہ کھائیں اور اپنے لئے جئیں اور اس کے دوست اس لئے کھاتے ہیں تا کہ جئیں اس کیلئے جیتے ہیں اور اسی کے ساتھ جیتے ہیں۔

۶۰-ابوحمزہ خراسانی قدس اللہ سرہ

آپ تیسرے طبقہ میں ہیں۔ کہتے ہیں کہ آپ دراصل نیشاپور کے رہنے والے ہیں۔ عراق کے مشائخ کے ساتھ رہے ہیں اور ان کے ساتھ سفر کئے ہیں اور حضرت جنید کے ہمعصر ہیں۔ ابوتراب نخشبی کے ساتھ رہے ہیں

اور سفر کیا ہے۔ ابوسعید خراز کے رفیق رہے ہیں۔ آپ مشائخ کے جوان مردوں میں سے ہیں۔ آپ کا جنید و نوری سے پہلے خراز و ابوحمزہ کے بعد ۲۹۰ ہجری میں انتقال ہوا۔ آپ نے ایک دفعہ رے کی مسجد میں پائتابہ مانگے۔ کسی نے ایک بڑا قیمتی جبہ آپ کی طرف پھینک دیا۔ آپ نے اس کو پھاڑ ڈالا اور پاؤں پر لپیٹ لیا۔ لوگوں نے کہا کہ یہ کیا کیا۔ اس جبہ سے تو آپ بہت سے پائتابہ خرید سکتے تھے۔ آپ نے جواب میں کہا لااخون فی المذہب کہ میں مذہب میں خیانت نہیں کرتا۔ صاحب کشف المحجوب (حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا ہے کہ میں نے متاخرین میں سے ایک درویش کو دیکھا ہے۔ بادشاہ نے اس کو تین ہزار مثقال سونا بھیجا کہ آپ اس کو حمام میں صرف کریں۔ آپ حمام میں گئے اور وہ سب مال حمامی کو دے دیا اور چل دیئے۔ شیخ الاسلام نے کہا التصوف والتصرف لایکون یعنی تصوف اور تصرف دونوں جمع نہیں ہوتے۔ دنیا کا دریغ کرنا اور اس کی قیمت مقرر کرنا مرد کو تصوف سے باہر نکال دیتا ہے۔ صوفی لوگ دنیا کی قیمت اتنی بھی نہیں رکھتے جتنی کہ خمیر کے بال کی ہے۔ اس پر غم نہیں کھاتے' اگر تمام دنیا کا ایک لقمہ اجل بنائیں اور صوفی کے منہ میں رکھ دیں اور تو یہ اسراف نہیں' اسراف یہ ہے کہ خدا کی رضامندی میں صرف نہ کریں' اللہ تعالیٰ تجھ سے چند دن دنیا کا ترک نہیں چاہتا بلکہ یہ چاہتا ہے کہ دنیا کی دوستی تجھ سے جاتی رہے۔

الدنیا مدرۃ لک منہا غیرۃ

(یعنی تمام دنیا ایک ڈھیلہ ہے اور اس ڈھیلے سے تیرے نصیب میں گردا ہے) حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جو شخص دنیا میں زاہد ہوا اس نے خدا کو دکھلایا کہ اس نے میری قدر کی ہے (یعنی یوں چاہئے کہ زہد سے خدا پر احسان نہ رکھے) اگر خدا کے نزدیک دنیا کی کچھ قدر و قیمت ہوتی تو وہ اپنے دشمنوں کو نہ دیتا۔ ابوحمزہ وجد اور صحت حال میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے۔ کہتے ہیں کہ جب ہوا کی آواز سنتے تو ان کو وجد ہو جاتا۔ ایک دفعہ حارث محاسبی کے گھر میں ایک بکری کی آواز سنی تو ان کو وجد ہو گیا اور کہا اعز اللہ جل جلالہ حارث نے کہا کہ یہ کیا حال ہے۔ اگر بیان کرے تو بہتر ہے ورنہ میں تجھے مار ڈالوں گا۔ کہا اے میاں جاؤ راکھ اور بھسی ملا کر اور کئی سال تک کھاؤ جب تجھ کو یہ مسئلہ معلوم ہو گا۔

۶۱ - ابوحمزہ بغدادی قدس اللہ روحہ

آپ تیسرے طبقہ کے ہیں۔ محمد ابراہیم آپ کا نام ہے۔ کہتے ہیں کہ عیسیٰ بن ابان کے فرزندوں میں سے ہیں اور سری سقطی کے ہمزمان ہیں اور ان سے ابوبشر حافی سے ملتے رہے ہیں اور سفر میں ابوتراب نخشبی کے رفیق رہے ہیں۔ ابوبکر کتابی وخیر نساج (جولاہے) وغیرہ نے ان سے حدیث کی روایت کی ہے۔ ۲۸۹ ہجری میں جنید و ابوحمزہ خراسانی سے پہلے اور ابوسعید خراز سے پیچھے ان کا انتقال ہوا ہے۔ انہوں نے کہا **لولا الغفلة لمات الصديقون من روح ذكر الله** یعنی اگر غفلت نہ ہوتی تو صدیق لوگ خدا کے ذکر کی راحت سے مر جاتے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ تیری یاد سے ڈرتا ہوں اور اپنے علم سے بھاگتا ہوں' اپنی طاقت پر ڈرتا ہوں غفلت میں پڑ جاتا ہوں اور کہا کہ کوئی ایسا وقت آئے گا کہ مجھ کو کوئی شخص خوش طبعی اور غفلت میں ایک گھڑی لگائے رکھے اور اس بوجھ سے جو مجھ پر ہے تھوڑی دیر تک آرام پاؤں اور مجھے طمع رہے کہ تمام گناہوں سے آزاد ہو جاؤں۔ شیخ ابوعبداللہ خفیف سے لوگوں نے کہا کہ عبدالرحیم اصغری کیوں کتے والوں کے ساتھ جنگل میں جاتا ہے۔ کہا اس لئے کہ اس کے وجود کے بوجھ سے جو اس پر ہے دم لے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ لذت وخوشی طلب میں ہے۔ خوشی کے پا لینے میں نہیں ہے۔ پانے میں ایک صدمہ ہے کہ تجھ کو توڑتا ہے۔ شیخ الاسلام کا شعر ہے۔

وجدانكم فوق السرود　　　وفقد كم فوق الحزن

یعنی تمہارا پالینا خوشی سے اوپر ہے اور تمہارا گم ہونا غم سے اوپر (یعنی ملنے میں رنج ہے اور گم ہونے میں سرور ہے کیونکہ خوشی سے اوپر رنج کا مرتبہ اور حزن سے اوپر سرور کا مرتبہ ہے) اور نفس جاہلوں سے زیادہ جاہل ہے۔ اس بات کے زیادہ لائق ہے کہ اس سے کنارہ کریں۔ ایک دفعہ ابوحمزہ بغداد میں خدا کے قرب کی بات سوچ رہے تھے کہ اپنے آپ سے غائب ہو گئے اسی حالت میں چلتے چلتے ٹھہر گئے۔ جب ہوش میں آئے تو اپنے آپ کو ایک جنگل میں ایک میل کے نیچے دیکھا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ شیخ علی سقا جنگل میں قرب الٰہی میں کچھ سوچ رہے تھے۔ اتنے میں اپنے آپ سے غائب ہو گئے جب ہوش میں آئے تیرہ دن گزر گئے تھے۔ لوگوں نے ان سے کہا تمہیں کیونکر یقین ہو گیا کہ تیرہ دن گزر گئے۔ کیونکہ کوئی تھا نہیں جو تم کو خبر دے۔ کہا کہ پہلے اس سے کہ میں غائب ہو جاؤں' مہینہ میں تیرہ دن باقی تھے جب ہوش میں آیا تو میں نے نیا چاند دیکھا اس سے میں نے جان لیا کہ تیرہ دن گزر گئے ہیں۔ ابوحمزہ کہتے ہیں **الفقراء شديد ولا يصبر الا صديق** یعنی

فقراء کی محبت سخت ہوتی ہے اور اس پر سوائے صدیق کے کوئی صبر نہیں کرتا۔

ایک دفعہ طرطوس میں گئے تو وہاں پر ان کی بڑی مقبولیت ظاہر ہوئی اور لوگ ان کی طرف متوجہ ہوئے اچانک ان سے سکر کی حالت میں ایک بات منہ سے نکل گئی جس کا لوگ مطلب نہ سمجھ سکے۔ ان پر حلول اور زندقہ کی گواہی دینے لگے اور طرسوس سے نکال دیا اور اس کے چارپایہ کو لوٹ لیا اور چلاتے تھے کہ یہ چارپائے ایک زندیق کے ہیں۔ جب آپ طرسوس سے نکلے تو یہ شعر پڑھا۔

لک فی قلبی المکان المصون　　　　کل عتب علی فیک یھون

میرے دل میں تیرا محفوظ مکان ہے تیرے بارہ میں میرے تمام شکوے آسان ہیں۔ ابوحمزہ کہتے ہیں حب الفقراء شدید ولا یصبر الا صدیق (ترجمہ اوپر گزرا)

۶۲۔ حمزہ بن عبداللہ حسینی قدس اللہ سرہ

آپ کی کنیت ابوالقاسم ہے۔ سافر بادیۃ علی التوکل سنین یقال لہ لم یصنع جنبہ علی الارض سنین فی الحضر وکان لا یحمل معہ فی اسفارہ رکوۃ ولا یفتر فی الذکر یعنی آپ نے جنگل میں کئی سالوں تک توکل پر سفر کیا ان کی بابت کہتے ہیں کہ حالت قیام میں انہوں نے کئی سال تک اپنا پہلو زمین پر نہیں لگایا اور سفر میں اپنے لئے کوئی کوزہ نہ اٹھاتے تھے اور ذکر میں غفلت نہیں کرتے تھے۔ حمزہ علوی ابوالخیر تنیاتی کے شاگرد ہیں۔ وہ بھوکے جنگل میں اوقات بسر کرتے تھے۔ کہا کرتے تھے کہ میرا شکم علم سے سیر ہے وہ کہتے ہیں کہ صوفی کو جنگل میں وہی نگاہ رکھنا چاہئے جو کہ شہر میں کیونکہ صوفی سفر کی حالت میں شہر ہی میں ہے۔ ایک علوی نے شیخ الاسلام کے سامنے کہا کہ میرا باپ پانچ سال تک ہر روز مجھ کو ابوزید کے پاس جو کہ مرو کے صوفیوں میں سے ایک پیر تھے بھیجتا رہا۔ ان سے ایک فائدہ کی بات مجھے یاد ہے جو انہوں نے کہی تھی۔ یہ کہا تھا کہ جب تک اس اپنی علوی گری یعنی تکبر اور بلندی سے بالکل باہر نہ آئے گا تب تک اس تصوف سے خوشبو بھی نہ پائے گا۔ شیخ الاسلام نے کہا کہ بات یہی ہے جو انہوں نے کہی ہے جو شخص کہ ایسا کہتا ہے اور اس پر ناز کرتا ہے وہی صوفی ہے ورنہ نسبت سے کچھ نہیں ہوتا۔ بعد میں کہا کہ اس گروہ کے ایک ہزار دو سو اماموں کو جانتا ہوں۔ ان میں سے صرف ایک آدھ علوی مجھے معلوم ہے ایک تو ابراہیم سعدی علوی ہیں جو صاحب کرامات ہیں اور دوسرے حمزہ علوی ہیں۔

۶۳- ابوسعید خراز قدس اللہ سرہ

آپ دوسرے طائفہ میں سے ہیں۔ آپ کا نام احمد بن عیسیٰ ہے اور خراز لقب ہے۔ کہتے ہیں کہ آپ ایک دن موزہ سیتے تھے اور پھر کھول دیتے تھے۔ لوگوں نے کہا کہ یہ کیا بات ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اپنے نفس کو پہلے اس سے کہ وہ مجھے مشغول کرے مشغول کرتا ہوں۔ آپ دراصل بغداد کے ہیں اور صوفیوں کی محبت میں مصر میں گئے ہیں اور مکہ معظمہ میں مجاور رہے ہیں۔ صوفیوں کے امام اور بڑے شیخ ہیں' یکتا اور بے نظیر ہیں' محمد بن منصور طوسی کے شاگرد ہیں۔ ذوالنون مصری ابو عبید بسری سری سقطی بشر حافی وغیرہ کے ساتھ رہے ہیں۔ کہتے ہیں کہ آپ ان سب سے پہلے لوگوں میں ہیں کہ جنہوں نے فنا اور بقا میں بات کہی ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ آپ اپنے آپ کو جنید بغدادی کے شاگردوں میں ظاہر کرتے تھے' لیکن وہ جنید کے خواجہ اور ان پر غالب تھے۔ ان کے بڑے یاروں میں سے ہیں لیکن وہ ان سے پہلے ۲۸۶ ہجری میں دنیا سے انتقال کر گئے۔ بعض نے کہا ہے کہ اس سے ایک سال پہلے اور بعض کہتے ہیں کہ اس سے ایک سال بعد انتقال ہوا۔ ایسا ہی امام عبداللہ یافعی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب تاریخ میں ہے۔ جنید کہتے ہیں **لو طالبنا اللہ تعالیٰ بحقیقۃ ما علیہ ابو سعید الخراز لھلکنا و سئل عن راوی ھذہ الحکایۃ عن الجنید ایش کان حالہ قال اقام کذا و کذا سنۃ بحرز مافاتہ الحق بین الخرزتین** (یعنی اگر ہم خدا سے اس حقیقت کو طلب کریں کہ جس پر ابوسعید خراز تھے تو ہم ہلاک ہو جاتے اور جس راوی نے جنید سے یہ حکایت بیان کی ہے۔ ان سے پوچھا گیا کہ ابوسعید کا کیا حال تھا تو کہا کہ وہ اتنے سال تک موزہ سیتے رہے لیکن دو سلائیوں میں ان کو خدا نہ بھولا۔ خراز کہتے ہیں کہ میں شروع حال میں اپنے سر اور وقت کی محافظت کا ارادہ کرتا تھا۔ ایک دن جنگل میں آمد و رفت کرتا تھا۔ میرے پیچھے سے ایک چیز کی آواز آئی۔ اپنے دل کو ادھر کی توجہ سے اور اپنی آنکھ کو ادھر کے دیکھنے سے بچا لیا لیکن وہ میری طرف آتی تھی۔ یہاں تک کہ میرے نزدیک ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ دو بڑے درندے جانور میرے کندھوں میں آ بیٹھے ہیں۔ میں نے ان کی طرف نہ دیکھا نہ تو آنے کے وقت اور نہ اترنے کے وقت۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ بایزید سید العارفین ہے سو دراصل سید العارفین تو خدا ہے اور اگر آدمیوں میں سے کہتے ہو تو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اگر صوفیوں میں سے کہتے ہو تو ابوسعید خراز ہیں۔ مرتعش کہتے ہیں جب کہ خراز حق کی باتیں کہتے ہیں تمام خلقت امن پر وبال معلوم ہوتی ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ مشائخ میں سے میں کسی کو علم توحید میں اس سے

بہتر نہیں جانتا ہوں اس پر سب وبال ہیں۔ کیا واسطی کیا فارس، عیسیٰ بغدادی وغیرہم اور اس نے یہ بھی کہا ہے کہ قریب تھا کہ خراز اپنی بزرگی کی وجہ سے پیغمبر ہوتے وہ اس کام کے امام ہیں اور اس نے یہ بھی کہا ہے کہ ابوسعید میں کچھ دانائی تھوڑی ہونی چاہئے تھی کہ وہ ایک بڑے علم والا تھا۔ (مطلب یہ کہ ان کی باتیں لوگوں کی سمجھ سے بالاتر تھیں، اس لئے چاہئے تھا کہ لوگوں کے حوصلہ کے مطابق باتیں کرتے) اور اس نے یہ بھی کہا ہے کہ خراز ایسے انتہا درجے پر ہے کہ جس سے اوپر کوئی اور نہیں اور یہ بھی اس نے کہا ہے کہ خراز کہتے ہیں کہ اس کام کا اول مرتبہ خدا کی مقبولی ہے کہ مرو کی طرف منہ کرے اور اس کے آخر میں اس کا حصول ہے اور شیخ الاسلام نے یہ بھی کہا ہے کہ توحید اور حصول یہ ہے کہ وہ دل میں جگہ کر لے اور غیروں کو رخصت کر دے کسی نے کہا ہے کہ غیب دانوں نے مجھ سے کہا ہے کہ معرفت اور حصول نہ سیکھنے کی چیز ہے نہ لکھنے میں آتی ہے اور اس نے یہ بھی کہا ہے کہ ایک زمانہ تک میں اس کو ڈھونڈتا رہا۔ تو اپنے آپ کو پاتا رہا اب جو میں اپنے آپ کو ڈھونڈتا ہوں تو اس کو پاتا ہوں۔ جب اس کو پائے گا تو چھوٹ جائے گا اور جب چھوٹ جائے گا تو پائے گا۔ اب یہ معلوم نہیں کہ ان میں سے کون سی بات بڑھ کر ہے۔ یہ وہی جانتا ہے۔

جب وہ نمودار ہوتا ہے تو تو نہیں ہوتا اور جب تو نہیں ہوتا تو وہ ظاہر ہوتا ہے۔ اب ان میں سے کون سا امر بڑھ کر ہے یہ وہی جانتا ہے۔ حضرت بایزید فرماتے ہیں کہ جب تک میں اپنے آپ سے نہیں چھوٹا اس امر تک نہیں پہنچا اور جب تک اس کو نہیں ملا ہوں اپنے سے نہیں چھوٹا۔ ان میں سے کون سا امر بڑھ کر ہے وہی جانتا ہے۔ شیخ ابوعلی سیاہ کہتے ہیں کہ ماوراالنہری صوفی کہتے ہیں کہ جب تک نہ پائے نہ چھوٹے گا۔ یہ ہر دو قول دراصل ایک ہی ہیں۔ خواہ مٹکے کو پتھر پر مارو یا پتھر کو مٹکے پر مطلب ایک ہی ہے لیکن عراقیوں کے ساتھ ہوں کیونکہ اس سے سبق بہت اچھا ملتا ہے۔ ابوسعید خراز کہتے ہیں **من ظن انه ببذل المجهود یصل فمتعن ومن ظن انه بغیر بذل المجهود یصل فمتمن** یعنی جو شخص گمان کرتا ہے کہ خدا تک سعی وکوشش سے پہنچ سکتے ہیں تو وہ (ناحق) رنج اٹھاتا ہے اور جو شخص گمان کرتا ہے کہ بغیر مشقت ورنج کے وہاں تک پہنچ سکتے ہیں تو وہ (بے فائدہ) آرزو کرتا ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ خدا کو طلب سے نہیں پا سکتے لیکن طالب کو چاہئے کہ جب تک اس کو نہ پا لے طلب نہ چھوڑے اور یہ بھی خراز کہتے ہیں **ریاء العارفین خیر من اخلاص المریدین** یعنی عارفین کا ریا کرنا مریدوں کے اخلاص سے بہتر ہے اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ گزشتہ زمانہ کا تدارک کرنا موجودہ وقت کا ضائع کرنا ہے اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ میں کبھی اس سے کسی نعمت سے خوش نہیں ہوا اور یہ بھی کہا ہے کہ میں ایک دن

مسجد حرام میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص آسمان سے اترا اور کہنے لگا کہ سچی دوستی اور اس کی علامت کیا ہے۔ میں نے کہا کہ وفاداری کہنے لگا کہ تم سچ کہتے ہو۔ پھر آسمان کی طرف اڑ گیا۔ ایک دفعہ خراز عرفات میں تھے حاجی لوگ دعا مانگتے تھے اور رو رہے تھے یہ کہتے ہیں مجھے بھی خیال ہوا کہ میں بھی دعا مانگوں پھر میں نے کہا کہ کیا دعا مانگوں یعنی کوئی چیز نہیں کہ اس نے مجھ کو نہ دی ہو۔ پھر میں نے ارادہ کیا کہ دعا کروں۔ ہاتف نے آواز دی کہ خدا کے وجود کے بعد دعا مانگتا ہے یعنی ہمارے پانے کے بعد ہم سے کچھ مانگتا ہے۔ ابوبکر کتانی نے ابوسعید خراز کو خط لکھا کہ جب سے تم یہاں سے گئے ہو صوفیوں میں عبادت ظاہر ہوگئی ہے اور محبت جاتی رہی ہے اس نے جواب میں لکھا کہ ان پر خدا کا رشک ہے تا کہ یہ ایک دوسرے کے ساتھ محبت نہ کریں۔ ابوالحسن مزین کہتے ہیں کہ جس دن صوفیوں میں لڑائی نہ ہو اس دن کو بہتر نہیں جانتے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں لڑائی جنگ کا نام نہیں ہے۔ لڑائی یہ ہے کہ ایک دوسرے سے کہے کہ کر اور یا نہ کر یعنی جو کچھ ان کے طریقہ کے موافق ہو۔ اس کا حکم کرتے ہیں اور جو موافق نہ ہو اس سے منع کرتے ہیں تا کہ حق صحبت کے عہدہ سے نکل سکیں۔ اور خراز کی طرف یہ اشعار منسوب ہیں۔

الوجد یطرب من فی الوجد راحتہ ۔۔۔ والوجد لمند وجود الحق مفقود

قد کان یطربنی وجدی فاذھلنی ۔۔۔ عن رویۃ الوجد من بالوجد مقصود

یعنی وجد اس شخص کو خوش کرتا ہے کو جس کی خوشی وجد میں ہوتی ہے لیکن جب خدا مل جائے تو وجد جاتا رہتا ہے۔ بے شک میرا وجد مجھ کو خوش کیا کرتا تھا لیکن اب جو وجد سے مقصود تھا (یعنی خدائے تعالیٰ) اس نے وجد کے شوق سے مجھ کو غافل کر دیا۔ شیخ الاسلام ابوعبدالرحمٰن سلمی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب میں کہ جس میں پہلے مشائخ کے شروع ارادات واحوال لکھے ہیں لکھا ہے کہ ابوعبداللہ جلا کہتے ہیں کہ ابوسعید خراز نے کہا ہے کہ میں لڑکپن میں خوبصورت تھا۔ ایک شیخ مجھ سے محبت کا دعویٰ کرتا تھا اور نہایت عاجزی کرتا تھا لیکن میں اس سے بھاگتا تھا۔ آخر ایک دن تنگ آ کر میں جنگل میں نکل گیا۔ جب کچھ دور نکل گیا تو دیکھا کہ وہ شخص میرے پیچھے آ رہا ہے۔ جب وہ میرے پاس آ پہنچا تو کہنے لگا کہ کیا تمہارا خیال ہے کہ اس طرح مجھ سے چھوٹ جاؤ گے۔ میں نے اپنے دل میں کہا اللھم اکفنی شرہ کہ خدایا اس کی شرارت سے مجھ کو بچائیو اور وہاں سے ایک کنواں پاس ہی تھا میں اس میں کود پڑا اور خدا تعالیٰ نے مجھے کنویں میں بچالیا۔ وہ شخص کنویں کے کنارے پر بیٹھ گیا اور رو رہا تھا۔ میں نے کہا کہ خدایا تو قادر ہے مجھ کو اس کنویں سے نکال لے اور اس شخص کے شر سے بچالے۔ اتنے میں میں نے دیکھا کہ ہوا

مجھ کو لپٹ گئی اور مجھ کو کنوئیں سے باہر نکال دیا۔ وہ شخص میرے سامنے آتا اور ہاتھ پاؤں کو بوسہ دیا اور عذر کیا اور کہا کہ مجھے قبول کرو میں تمہاری خدمت کروں گا اور اپنے ارادہ میں ایسا پختہ ہوا کہ مجھ کو اس پر بوجہ اس کے کمال صدق واخلاص کے کہ اس سے دیکھا رشک آتا تھا۔ وہ ہمیشہ میری صحبت میں رہتا رہا یہاں تک کہ دنیا سے رحلت کر گیا۔

۶۴- احنف ہمدانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ ہمدان کے بڑے مشائخ میں ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ میرا شروع میں یہ کام تھا کہ جنگل میں رہتا تھا' تنہا تھا اور بیمار ہوگیا۔ تب میں نے عاجزی سے دعا کیلئے ہاتھ اٹھایا اور کہا خداوند میں ضعیف ہوں اور رہ چکا ہوں' تیری ضیافت پر آیا ہوں اور جب میں نے یہ کہا تو میرے دل میں یوں آیا کہ مجھ کو یوں کہتے ہیں مجھ کو کسی نے بلایا ہے پھر میں نے کہا الٰہی یہ تیرا ایسا ملک ہے کہ طفیل کو بھی گنجائش ہے۔ اتفاقاً کسی نے میرے پیچھے سے آواز دی۔ جب میں نے مڑ کر دیکھا تو ایک جنگلی اونٹ پر سوار آ رہا ہے اور کہتا ہے کہ اے عجمی کہاں جاتا ہے۔ میں نے کہا کہ مکہ معظمہ کو۔ اس نے کہا کہ تم کو کس نے بلایا ہے۔ میں نے کہا معلوم نہیں۔ اس نے کہا کہ اس راہ کیا استطاعت یعنی طاقت وزادراہ کی شرط نہیں لگائی گئی۔ میں نے کہا ہاں شرط تو ہے لیکن میں طفیلی ہوں کہا کہ تو اچھا طفیلی ہے تیرا ملک فراخ ہے اور کہا کہ کیا تو اس اونٹ سے ہمدردی کرے گا۔ میں نے کہاں ہاں! تب وہ اونٹ سے اتر پڑا اور وہ مجھے دے دیا اور کہا کہ خدا کے گھر کو جا۔

۶۵- ابوشعیب مقفع رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کا نام صالح ہے۔ مصر کے رہنے والے ہیں۔ ابوسعید خراز کے ہم زمانہ تھے۔ آپ نے ستر حج پاپیادہ کیے ہیں۔ ہر حج میں بیت المقدس کے پتھر سے احرام باندھتے اور توکل پر تبوک کے جنگل میں آتے۔ کہتے ہیں کہ آخیر حج میں آپ نے ایک کتے کو دیکھا کہ جنگل میں پیاس کے مارے اس کی زبان منہ سے باہر نکل رہی ہے۔ آپ نے آواز دی کہ کوئی ہے جو ستر حج ایک پانی کے گھونٹ کے عوض خرید لے ایک شخص نے ایک گھونٹ پانی کا آپ کو دیا۔ آپ نے اس کتے کو پلایا اور کہا کہ مجھ کو یہ میرے حجوں سے بہتر ہے کیونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فی کل ذات کبدی حری اجر یعنی ہر ایک صاحب جگر میں کہ جس کو پیاس کی حرارت نے گھیرا ہو اجر ہے۔

٦٦- ابوعقال بن علوان مغربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ مشہور مشائخ میں سے ہیں۔ ابوہارون اندلیسی کے ساتھ رہے ہیں۔ مکہ معظمہ میں آپ کا انتقال ہوا ہے۔ آپ کی قبر وہیں ہے۔ ابوعثمان مغربی کہتے ہیں کہ ابوعقال کے بعض دوستوں نے مجھ سے کہا کہ اس نے مکہ معظمہ میں چار سال تک نہ کچھ کھایا ہے نہ پیا ہے یہاں تک کہ فوت ہوئے اور بعضوں نے اس سے بڑھ کر کہا ہے انہوں نے کہا ہے کہ میرے ساتھ ستر درویش کوزہ دار تھے۔ مکہ معظمہ میں قحط پڑا۔ سوا میرے اور چھ آدمیوں کے باقی سب فوت ہوئے۔ سترہ روز گزر گئے ہیں میں نے کچھ کھانے کو نہ پایا اور زندگی سے ناامید ہو گیا۔ آخر میرے دل میں یہ بات آئی کہ رکن تک جاؤں اور اس کو پکڑوں اور وہیں مر جاؤں تب میں نے اٹھنا چاہا مگر اٹھ نہ سکا۔ اس لئے زمین سے گھسیٹتا ہوا وہاں تک پہنچا۔ رکن کو پکڑ لیا اور یہ چند بیت میرے دل میں آئے اور پڑھے گئے۔ تب میں نے دیکھا کہ میرے تن میں جان آ گئی ہے۔ وہ شعر یہ ہیں۔

عقدت علیک مکھتات خواطری — عقد الرجاء فالزمتک حقوقا
ان الزمان عدا علی فزادنی — علما بانک صاحبی تصدیقا
ما نالنی یوما بوجہ مساۃ — الا عمدت بہ الیک طریقا
حسبی بانک عالم بمصالحی — اذکنت ماموناعلی شفیقا

یعنی میرے دل میں جو تیری عنایات پوشیدہ ہیں انہوں نے امید کی گرہ کو مضبوط کر دیا ہے۔ پھر انہوں نے تیرے کرم کے حقوق کو لازم کر دیا ہے۔ بے شک زمانہ نے مجھ پر ظلم کیا ہے لیکن اس نے میرے اس علم کو زیادہ کر دیا ہے کہ تو میرا سچا صاحب ہے۔ زمانہ نے مجھ کو کسی دن برائی نہیں پہنچائی مگر اس سے تیری جناب کی طرف راستہ لیا ہے۔ مجھے یہ کافی ہے کہ تو میری ضروریات کا عالم ہے کیونکہ تو محفوظ ہے اور مجھ پر شفیق ہے۔ پھر میں لوٹا اور چاہ زم زم پر پشت لگا کر بیٹھا۔ اتنے میں ایک حبشی غلام آیا اور ایک بھنا ہوا برہ اور بہت سی روٹیاں اور بڑا پیالہ کھانے کا لایا۔ کہنے لگا کہ ابوعقال تم ہی ہو میں نے کہا ہاں! اس نے وہ سب کچھ میرے سامنے رکھ دیا میں نے دوستوں کو اشارہ کیا وہ سب رینگتے رینگتے آ گئے اور میں بھی ان میں ایک تھا۔

۶۷- حماد قرشی قدس اللہ تعالیٰ سرہ

آپ کی کنیت ابو عمرو ہے۔ بغداد کے رہنے والے اور بڑے مشائخ سے ہیں۔ حضرت جنید ان کے ساتھ سفر گئے ہیں۔ جعفر خلدی کہتے ہیں چند روز ہوئے کہ میں نے حماد قرشی کو نہ دیکھا اور ان کے مکان تک گیا وہ مکان پر نہ تھے میں بیٹھ گیا۔ یہاں تک کہ وہ آ گئے۔ میں حجرہ میں گیا اس کے پاس کھانے کی کوئی چیز نہ تھی اپنی بیوی کی اوڑھنی اس کے سر سے اتار کر اور بیچ کر کچھ کھانا لایا اور دوستوں کے سامنے لا کر رکھ دیا۔ ایک شخص آیا اور تیس دینار سونے کے لایا۔ وہ ان کو دیتا تھا اور وہ نہ لیتے تھے آخر قسم کھائی اور قبول نہ کئے۔ اس کی بیوی نے گھر میں سے آواز دی کہ آج میری اوڑھنی بیچی ہے اور کچھ خریدا ہے، دیکھو کیا کرتے ہیں۔ جعفر خلدی کہتے ہیں کہ میں حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گیا اور قصہ بیان کیا۔ جنید نے ان کو بلا کر کہا کہ اس کی بابت مجھے بتلا۔ انہوں نے کہا کہ میں بازار میں گیا اور وہ اوڑھنی دلال کو دی۔ اس نے چکر لگایا اور بیچ لایا۔ میں نے ایک آواز سنی کہ کہتے ہیں تم نے یہ کام ہمارے لئے کیا ہے۔ اس کا جواب تم کو ملے گا۔ سو وہ تیس اسی کا جواب دیا ہے کہ جس کو میں نے قبول نہ کیا جنید نے ان سے کہا کہ تم نے اچھا کیا کہ نہ لیں شیخ الاسلام نے کہا دیکھو کہ معاوضہ میں دھوکہ نہ کھایا۔

۶۸- ابوالحسن نوری قدس اللہ سرہ

آپ دوسرے طبقہ میں سے ہیں اور آپ کا نام احمد بن محمد ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ محمد بن محمد اور احمد زیادہ صحیح ہے۔ ابن بغوی کی کنیت سے زیادہ مشہور ہیں۔ آپ کے والد بغشور شہر کے رہنے والے تھے جو کہ ہرات و مرو کے مابین ہے۔ آپ کی پیدائش بغداد کی ہے۔ حضرت سری سقطی محمد بن علی قصاب اور احمد بن الحواری کی صحبت میں رہے ہیں اور ذوالنون مصری کو دیکھا ہے۔ حضرت جنید کے ہم زمانہ تھے۔ لیکن جنید سے تیز وقت تھے۔ جنید علم میں بڑھ کر تھے اور نوری ان کی زندگی میں مشورہ کے قابل تھے۔ ایک دفعہ حضرت جنید سے لوگوں نے توکل کی بابت پوچھا۔ انہوں نے جواب دینا چاہا مگر نوری نے چلا کر کہا کہ تم صوفیوں کی محنت کے وقت علیحدہ ہو گئے اور دانائی میں ہاتھ مارنے لگے ہو۔ اس لئے اس گروہ کی باتوں میں دخل نہ دو۔ حضرت جنید سے پہلے ۲۹۵ ہجری میں ان کا انتقال ہوا ہے اور تاریخ یافعی میں ہے ۲۸۶ ہجری میں فوت ہوئے ہیں۔ حضرت جنید فرماتے ہیں کہ نوری کے انتقال سے آدھا علم جاتا رہا۔ نوری ہمیشہ ہاتھ میں تسبیح رکھتے تھے ان کو لوگوں نے کہا تسجاب الذکر یعنی اس

تسبیح سے چاہتا ہے کہ اللہ تمہاری یاد میں رہے۔ آپ نے جواب میں کہا لا بل استجلب الغفلة یعنی ذکر نہیں بلکہ غفلت ڈھونڈتا ہوں؟

اور یہ بھی انہوں نے کہا ہے لا یغرنک صفاء العبودیة فان نسیان الربوبیة یعنی تم کو بندگی کی صفائی دھوکا میں نہ ڈالے کیونکہ اس میں خدا کو بھول جانا ہوتا ہے۔ ان سے لوگوں نے کہا کہ آپ نے خدا تعالیٰ کو کس چیز سے پہچانا کہا کہ اللہ ہی سے پہچانا کہا گیا کہ عقل کیا چیز ہے' کہا کہ وہ خود عاجز ہے اور عاجز کے سوا اور کسی کو راہ نہیں دکھاتی اور یہ بھی انہوں نے کہا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کو اپنے سے چھپاتے ہیں تو اس وقت تک کوئی دلیل اور خبر نہیں پہنچاتے اذا سرالحق عن احدلم یھدہ استدلال ولاخبر یعنی جب اللہ تعالیٰ کسی سے چھپ جاتے ہیں تو اس کو کوئی دلیل وخبر ہدایت نہیں کرتی۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ایک خراسانی جوان ابراہیم قصار کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں نوری کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ اس نے کہا کہ چند سال ہو گئے کہ وہ ہمارے پاس تھا دہشت سے کبھی نہ نکلتا تھا۔ سال تک شہر کے گرد چکر لگاتا رہا کسی سے ملتا نہ تھا۔ دو سال تک جنگل میں گھر کرایہ پر لیا اور کبھی سوائے نماز کے باہر نہ نکلتا تھا۔ ایک سال سے زبان بند کر رکھی ہے کسی سے بات نہیں کرتا۔ اس جوان نے کہا کہ میں تو ضرور ان کو دیکھوں گا۔ تب اس نے نوری کا پتہ بتلایا۔ جب اس کے پاس آیا تو نوری نے کہا کہ تم کس کی صحبت میں رہے ہو۔ کہا کہ شیخ ابوحمزہ خراسانی کے پاس رہا ہوں۔ کہا کہ وہی مرد جو قرب سے نشان دیتا ہے اور اشارہ کرتا ہے کہ ہاں۔ نوری نے کہا جب تم ان کے پاس جاؤ تو ان کو میرا اسلام کہنا اور کہو کہ جہاں ہم لوگ ہیں قرب بھی بعد ہے۔ ابن الاعرابی کہتے ہیں کہ جب تک مسافت نہ ہو۔ قرب نہیں۔ عابدوں سے کہا کرتے کہ جب تک مسافت ہوگی دوئی قائم رہے گی بس قرب بعد ہوگا یہ بھی نوری کہتے ہیں کہ عارف کی ایک گھڑی اس کے مولا پر ہزار ہزار سال کی عبادت سے زیادہ قیمتی ہے اور یہ بھی اس نے کہا ہے نظرت یوما الی النور فلم ازل انظر علیه حتی صرت ذالک النور یعنی میں نے ایک دن نور کی طرف دیکھا۔ پھر میں اس کو ہمیشہ دیکھتا رہا یہاں تک کہ میں وہ نور بن گیا۔

۶۹۔ سید الطایفہ جنید بغدادی قدس سرہ

آپ بھی دوسرے طبقہ کے ہیں' کنیت ابوالقاسم ہے اور آپ کا لقب قواریری ہے اور زجاج وخراز ہے۔ زجاج اس لئے کہتے ہیں کہ آپ کے والد شیشہ بیچا کرتے تھے اور تاریخ یافعی رحمۃ اللہ علیہ میں ہے کہ خراز خاء معجمہ

اور راء مشددہ کے ساتھ اور آپ کو خراز اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ موزہ دوز کا کام کرتے تھے۔ آپ دراصل نہاوند کے رہنے والے تھے اور پیدائش بغداد کی تھی۔ ابو ثور کا مذہب رکھتے تھے۔ جو کہ امام شافعی کے بڑے شاگردوں میں ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ سفیان ثوری کا مذہب رکھتے تھے۔ سری سقطی اور حارث محاسبی و محمد قصاب کی صحبت میں رہے ہیں اور ان کے شاگردوں میں ہیں۔ آپ صوفیوں کے امام و سردار ہیں اور خراز و رویم و نوری و شبلی وغیرہم سب آپ کی طرف نسبت درست کرتے ہیں۔ ابو العباس عطار کہتے ہیں امامنا فی ھذہ العلم و مرجعنا المقتدی به الجنید یعنی جنید اس علم میں ہمارے امام ہمارے مرجع ہمارے پیشوا ہیں۔ خلیفہ بغداد نے رویم سے کہا' اے بے ادب اس نے کہا میں بے ادب ہوں۔

حالانکہ میں آدھا دن جنید کی خدمت میں رہا ہوں جو شخص آدھا دن بھی ان سے صحبت رکھے گا وہ بے ادبی نہیں کر سکتا۔ پھر اس کا کیا حال ہے جو کہ زیادہ تر ان کی صحبت میں رہا ہوں۔ شیخ ابو جعفر حداد کہتے ہیں کہ اگر عقل مرد ہوتی تو حضرت جنید کی شکل پر ہوتی کہتے ہیں کہ اس صوفیہ کے گروہ میں تین شخص گزرے ہیں کہ جن کا چوتھا نہیں ہے۔ جنید بغداد میں ابو عبداللہ جلا شام میں' ابو عثمان حیری نیشاپور میں، ۲۹۷ ہجری میں ان کا انتقال ہوا۔ ایسا ہی کتاب الطبقات اور رسالہ قشیریہ میں ہے اور تاریخ یافعی میں ہے کہ ۲۹۸ ہجری میں۔ اور بعض کے نزدیک ۲۹۹ ہجری میں فوت ہوئے واللہ اعلم۔ ایک دن جنید لڑکپن میں بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے سری سقطی نے کہا ماتقول فی شکر یا غلام یعنی اے لڑکے شکر کے بارہ میں تم کیا کہتے ہو۔ جنید نے جواب میں کہا الشکر ان لا تستعین بنعمة علی معاصية یعنی شکر یہ ہے کہ نعمت کے ساتھ اس کے گناہوں پر مدد نہ طلب کرے سری نے کہا کہ میں اس سے بہت ڈرتا ہوں کہ تیرا حصہ یہی تیری زبان سے ہو۔ جنید کہتے ہیں کہ میں ہمیشہ اس بات سے ڈرتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک دن ان کے پاس آیا اور جو کچھ ان کیلئے ضروری تھا ہمراہ لے گیا۔ انہوں نے مجھے کہا تجھے خوشخبری ہو کیونکہ میں نے حق سبحانہ تعالیٰ سے درخواست کی تھی کہ اس کو کسی فلاح یافتہ اور توفیق یافتہ کی معرفت مجھ تک پہنچا دے۔

جنید نے کہا کہ سری نے مجھے کہا وعظ کیا کر اور لوگوں کو سنایا کر لیکن میں اپنے آپ کو متہم جانتا تھا اور اس کا مستحق خیال نہ کرتا تھا یہاں تک کہ ایک جمعرات کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے خواب میں دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں کلم علی الناس یعنی لوگوں کو وعظ سنایا کر۔ پھر میں جاگا اور صبح سے پہلے سری کے گھر پر گیا اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ انہوں نے کہا کہ تم نے مجھے سچا نہ سمجھا' جب تک تم کو کہا نہ گیا۔ پھر صبح کے وقت میں نے مجلس میں

وعظ کہنا شروع کیا یہ خبر تمام مشہور ہوگئی کہ جنید وعظ کرتا ہے۔ ایک جوان کافر لیکن کفر کے لباس میں تھا وہ مجلس کے ایک کنارہ پر کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا ایها الشیخ مامعنی قول رسول الله صلی الله علیه وسلم اتقوا فراسة المومن فانه ینظر بنور الله یعنی مومن کی دانائی سے ڈرو کیونکہ بے شک وہ خدا کے نور سے دیکھتا ہے۔ جنید کہتے ہیں کہ میں نے ایک گھنٹہ سر نیچے کر لیا بعد ازاں سر کو اٹھا کر اس سے کہا کہ اسلام لا۔ تمہارے اسلام لانے کا وقت آ پہنچا ہے۔ امام یافعی کہتے ہیں کہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ اس میں جنید کی کرامات ہے اور میں کہتا ہوں کہ اس میں ایک چھوڑ دو کرامتیں ہیں۔ ایک تو اس کے کفر پر اطلاع پانا دوم اس بات سے واقف ہو جانا کہ وہ اسی وقت اسلام لائے گا۔ جنید سے پوچھا گیا کہ تم یہ علم کہاں سے رکھتے ہوئے کہا کہ اگر کہیں سے ہوتا تو وہاں تک ختم ہو جاتا یعنی اس کی حد کوئی نہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ تصوف یہ ہے کہ ایک گھڑی بدون علاج کے بیٹھے۔

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ بے علاج یہ ہے کہ بے ڈھونڈھے پا لینا اور بغیر دیکھے دیدار کر لینا کیونکہ دیدار میں دیکھنے والا بیماری ہے اور انہوں نے کہا ہے استغراق الوجد فی العلم خیر من استغراق العلم فی الوجد وجد کا علم میں غرق ہو جانا علم کے وجد میں غرق ہونے سے بہتر ہے اور انہوں نے یہ بھی کہا ہے اشرف المجالس واعلاها الجلوس مع الفکر فی میدان التوحید یعنی مجلسوں میں سب سے بڑھ کر فکر کے ساتھ توحید کے میدان میں بیٹھنا ہے اور آپ نے یہ بھی کہا ھے اصرف همک الی الله عزوجل و ایاک ان تنظر بالعین التی بها تشاهد الله عزوجل الی غیر الله عزوجل فتسقط عین الله یعنی اپنی ہمت کو اللہ عزوجل کی طرف پھیر اور بچ اس سے کہ جس آنکھ سے اللہ تعالیٰ کو دیکھے۔ اسی آنکھ سے غیر اللہ کو دیکھے پھر خدا کی آنکھ سے گر جائے اور یہ بھی کہا ہے کہ یاروں کے ساتھ موافقت کرنا ان پر مہربانی کرنے سے بہتر ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ فرمانبرداری تعظیم کرنے سے بہتر ہے اور یہ بھی کہا ہے لوگ گمان کرتے ہیں کہ میں سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کا شاگرد ہوں میں تو محمد بن علی قصاب کا شاگرد ہوں۔ میں نے ان سے پوچھا کہ تصوف کیا ہے انہوں نے کہا کہ میں نہیں جانتا لکن خلق کریم یظهر الکریم فی زمان کریم من رجل کریم بین قوم کریم یعنی لیکن (اس کے لوازم یہ ہیں) وہ خلق کریم ہے جس کو کریم مرد بزرگ زمانہ میں کریم شخص سے بزرگ قوم میں ظاہر کرتا ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ یہ بات عمدا اور خوب ہے کہ پہلے یوں کہا کہ میں نہیں جانتا پھر کہا کہ وہ ایک بزرگ خلق ہے جس کو بزرگ مرد بزرگ زمانہ بزرگ لوگوں کی قوم میں ظاہر کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ وہ خلق کیا ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں اذا صافی عبدا رتضاه بخالصة وعده من خاصة القی الیه کلمة

کریمة من لسان کریم فی وقت کریم علی مکان بین قوم کرام الکلمة الکریمة یعنی جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو اپنی خاص محبت کیلئے پسند کرتا ہے اور اس کو خاصے بندوں سے شمار کرتا ہے تو اس کو بزرگ کلمہ القا کرتا ہے۔ کریم کی زبان سے کریم وقت میں کریم مکان میں بزرگ قوم میں جو کہ بے ہودہ باتوں سے آسودہ ہیں۔ تازہ بات بے خودی کے ہاتھ سے خدا کی طرف بھیجی ہے اور آسودہ کان کو اکھاڑ کر پیاسے دل پر کاٹنے والی اور جان پر جو کہ ازل کو دیکھنے والی ہے پہنچادی ہے وہ دوستی کی بات ہے اور دوست کا نشان دیتی ہے۔ پیاسے کیلئے شراب ہے بیمار کیلئے علاج ہے اس کا سننا آسان ہے اور اس سے چھوٹ نہیں سکتے۔

دخلوک من باب الهوی ان اردته یسیر ولکن الخروج عسیر

یعنی اگر چاہے تو عشق کے دروازہ سے داخل ہونا آسان ہے لیکن اس سے نکلنا مشکل ہے من لسان کریم ایسی زبان سے جو کہ خدا کی ترجمان ہے اور ایسے خطہ سے ہے جو صحبت کے عنوان والا ہے۔ یہ تو کہنے والے نے جانا' اور نہ سخن کی زبان نے سب لوگ کان سے سنتے ہیں اور وہ جان سے فی وقت کریم کسی زمانہ میں ایسے زمانہ میں کہ خدا کے سوا اور کچھ اس میں یاد نہیں اور گزشتہ عمر اس کی بہتری سے شرمسار ہے اور لوگوں کی عمر اس کی آرزو سے روتی ہے۔ علی مکان کریم ایسی جگہ پر کہ جہاں نہ دل پراگندہ ہے اور نہ زمان طلبگار ہے اور نہ سننے والا دیکھ رہا ہے۔ بین قوم کرام نزدیک محقق کہنے والے سننے والے اور چلنے والے اور دیکھنے والے' پوچھنے والے کے شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت جنید ذوالنون کے ساتھ فلیح مجنون کے پاس گئے۔ اس کو کہا کہ کیا مجھے بتلاتا نہیں کہ یہ تیرا جنون کیوں ہے؟ جواب دیا: جست فی الدنیا مجتت بفراقه یعنی میں دنیا میں مقید ہوا۔ پس خدا کی جدائی میں دیوانہ ہو گیا ہوں۔ حضرت جنید سے لوگوں نے پوچھا کہ بلا کیا چیز ہے فرمایا البلاء هو الغفلة عن المبلی یعنی بلا یہ ہے کہ بلا بھیجنے والے سے غافل ہو جائے اور شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ آرام کیا چیز ہے کہا العافیة قرار القلب مع الله لحظة یعنی آرام یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ ایک لحظہ دل قرار پائے۔

ایک شخص نے جنید سے پوچھا کہ خراسان کے پیروں کو میں نے اس امر پر پایا ہے کہ حجاب تین ہیں۔ ایک تو خلقت کا' دوم دنیا کا' تیسرا نفس کا آپ نے جواب میں کہا کہ یہ دل کا حجاب عام ہے اور خاص دوسری چیز سے ہی پردہ میں ہے روایة الاعمال و مطالعة الثواب علیها و دوية النعم یعنی اپنے اعمال کو دیکھتا ہے۔ اس کا دل خدا سے پردہ میں ہے اور جو شخص نعمت دینے والے سے نعمت کو دیکھتا ہے وہ بھی پردہ میں ہے۔ واسطی کہتے ہیں مطالبه الاغواض علی الطاعات من نسیان الفضل یعنی عبادت کے بدلہ کو مدنظر رکھنا اور ثواب فضل کا

طلب کرنا خدا تعالیٰ کے احسان کو بھلا دینا ہے اور واسطی یہ بھی کہتے ہیں ایاکم والذات الطاعات فانہا سموم قاتلة یعنی طاعات کی لذتوں سے بچو کیونکہ قاتل زہریں ہیں۔ فارسی عیسیٰ بغدادی کہتے ہیں حلاوۃ الطاعات والشرک سواء عبادت کی شیرینی اور شرک دونوں برابر ہیں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں جب تک تو اپنے آپ نہ پسند کرے گا تجھے اچھا معلوم نہ ہوگا اور لذت نہیں پائے گا اور اپنے آپ کو پسند کرنا شرک ہے۔ علم اور سنت کی شرط کے موافق جس طرح حکم ہے۔ بندگی کر اور پھر اس کو پسند نہ کر اسی کے سپرد کر اور اپنے پسند کے دیو کے منہ پر مار۔

اذا محاسنی اللاتی اسربها　　　　ھی الذنوب فقل لی کیف اعتذر

یعنی جب میری وہ نیکیاں جن سے میں خوش ہوتا ہوں گناہ ہیں تو پھر مجھ سے کہو کہ میں کیسے گناہ کا عذر کروں۔ سئل الجنید یکون عطاء من غیر عمل فقال کل العمل من عطایه یکون یعنی حضرت جنید سے پوچھا گیا کہ کیا بخشش بغیر عمل کے ہوتی ہے کہا کہ جو عمل ہیں وہ بخشش ہی سے ہوتے ہیں۔

۷۰- ابو جعفر بن الکربتی قدس اللہ روحہ

آپ حضرت جنید کے ہم زمانہ ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کے استاد ہیں۔ آپ بڑے مشائخ میں ہیں۔ جعفر خلدی کہتے ہیں کہ حضرت جنید ابن الکربتی کی وفات کے دن ان کے سرہانے بیٹھے تھے۔ پھر اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا۔ ابو جعفر کہنے لگے کہ بعد ہے اور دوری اپنے سر کو زمین کی طرف ڈالو۔ ابو جعفر نے جو یہ کہا بعد اور دوری ہے اس کا مطلب یہ ہے ان الحق اقرب الی العبد من ان یشار الیه فی جهته یعنی خدا تعالیٰ بندہ سے زیادہ قریب ہے۔ اس امر سے کہ اس کو کسی جہت میں اشارہ کیا جائے (نوٹ میرے نسخہ میں الکرینی ہے نامی۔)

۷۱- کھمش بن حسین ہمدانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کی کنیت ابو محمد ہے ہمدان کے رہنے والے ہیں اور بہت سے مشائخ کی صحبت میں رہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں میں ایک رات ہمدان میں اپنے گھر بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے دل میں کہا کہ شاید جنید ہوں گے جب دروازہ کھولا تو جنید ہی تھے۔ سلام کہا اور کہا کہ میں تمہارے ملنے کو آیا ہوں۔ تمہارے دل کی

سچائی معلوم ہوگئی پھر واپس چلے گئے۔ اگلے دن میں نے ان کو ہمدان میں تلاش کیا تو نہ پایا اور اس جماعت سے کہ بغداد سے آئی تھی میں نے پوچھا کہ فلاں وقت وہ غائب تھے تو کسی نے نشان نہ دیا۔ معلوم ہوا کہ اسی رات آئے تھے اور پھر چل دیئے۔ (میرے نسخہ میں کنہمش لکھا ہے۔ نامی۔)

۲۷۔ عمرو بن عثمان مکی صوفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ دوسرے طبقہ میں ہیں۔ آپ کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ حسین بن منصور حلاج کے استاد ہیں۔ اپنی نسبت جنید رحمۃ اللہ علیہ سے کرتے ہیں اور خراز کے ساتھ صحبت رکھتے ہیں اور ان کے ہم زمان ہیں۔ ابوعبداللہ بناجی کو دیکھا تھا و کان یقول ما صحبت احدا کان انفع فی صحبته وروية من ابی عبدالله البناجی یعنی وہ کہتے تھے کہ میں نے ابوعبداللہ بناجی سے بڑھ کر کوئی شخص محبت میں زیادہ مفید نہیں دیکھا۔ آپ علوم حقائق کے عالم تھے۔ درصل یمن کے رہنے والے ہیں۔ ان کی باتیں باریک ہیں اس لئے ان کو علم کلام کی طرف منسوب کیا گیا اور چھوڑ دیا گیا اور مکہ سے باہر نکال دیا گیا۔ جدہ میں گئے وہاں پر قاضی بنائے گئے ابن جوزی کی کتاب صفوة الصفوہ میں ہے کہ وہ بغداد میں ۲۹۶ ہجری میں فوت ہوئے۔ بعض نے ۲۹۷ ہجری میں اور بعض نے ۲۹۱ ہجری میں کہا ہے کہ وہ مکہ میں فوت ہوئے ہیں مگر اول زیادہ صحیح ہے۔ انہوں نے کہا ہے المروة التغافل عن ذلل الاخوان وقال ابو حفص المروة ان تبذل لاخوانک جاهک وما لک فی الدنیا و تخصهم بالدعاء فی العقبی یعنی مروۃ یہ ہے کہ بھائیوں کی لغزشوں سے غفلت کی جائے۔

ابوحفص کہتے ہیں کہ مروت یہ ہے کہ اپنا مرتبہ و مال دنیا میں بھائیوں پر صرف کردے اور آخرت میں ان کو دعا سے خاص کردے اور عمرو بن عثمان نے یہ بھی کہا ہے لا یقع علی کیفیة الوجد عبادة لا نه سر الله عند المومنين یعنی وجد کی کیفیت کو عبارت میں ادا نہیں کر سکتے کیونکہ یہ مومنین کے نزدیک وہ ایک خدا بھید ہے اور جس عبارت پر بندہ تصرف کرتا ہے وہ خدا کا بھید نہیں ہوتا کیونکہ بندہ کی تکلیف بالکل ربانی اسرار سے منقطع ہوتی ہے۔ کہتے ہیں عمرو اصفہان میں آئے اور ایک نوجوان ان کی صحبت میں بیٹھا۔ باپ نے اس کو منع کیا وہ جوان بیمار ہوا اور عرصہ تک بیمار رہا ایک دن عمرو اٹھے اور فقراء کی ایک جماعت کے ساتھ ان کی عیادت کیلئے گئے اس جوان نے عرض کی کہ قوال کچھ پڑھے۔ عمرو نے قوال کو اشارہ کیا اور اس نے یہ بیت پڑھا۔

مالی مرضت فلم یعدلی عاید | منکم و یمرض عبدکم فاعود

یعنی یہ کیا بات ہے کہ میں بیمار ہوتا ہوں تو تم میں سے کوئی بھی میری بیمار پرسی نہیں کرتا لیکن اگر تمہارا غلام بھی بیمار ہو جائے تو میں اس کی بیمار پرسی کرتا ہوں۔ جب بیمار نے یہ شعر سنا تو اٹھ بیٹھا اور اس کی بیماری کی سختی بہت کم ہوگئی۔ کہا کہ اور پڑھ قوال نے یہ شعر پڑھا۔

واشد من مرضی علی صدودکم وصدود عبدکم علی شدید

یعنی اور میری بیماری سے زیادہ سخت مجھ کو تمہاری رکاوٹ ہے اور تمہارے غلام کی رکاوٹ اور بھی سخت ہے۔ اس کی بیماری جاتی رہی اور تندرست ہو کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے باپ نے اس اندیشہ سے جو اس کے دل میں گزرا تھا توبہ کی اور اس کو عمرو کے سپرد کر دیا اور وہ منجملہ بزرگان طریقت ہو گیا۔ ایک دن سہل نے ان سے کہا ماقانون الذکر فی الجملة یعنی ذکر کے قانون کا خلاصہ کیا ہے کہا وجود افراده مع معرفة اوصافه یعنی اس کا یکتا ماننا اور پھر اس کے اوصاف کا پہچاننا۔ شیخ الاسلام نے کہا کہ آدمی مولیٰ کی یکتائی کو نہیں پا سکتا اور جو مولیٰ کی یکتائی کو پاتا ہے وہ آدمی نہیں ہے۔ یہ جو کھاتا اور سوتا ہے اور ہی چیز ہے۔

۷۳- شاہ شجاع کرمانی قدس اللہ روحہ

آپ دوسرے طبقہ سے ہیں۔ شاہزادہ ہیں اور ابوحفص کے رفیقوں میں ہیں۔ ابوتراب نخشبی، ابوعبداللہ ذراع بصری، ابوعبید کی صحبت میں رہے ہیں۔ ابوعثمان خیری کے استاد ہیں۔ آپ قبا پہن کر چلتے تھے اور باب فرغانی نوری سیروانی خیر طیلسان (چادر منقش) پہن کر چلتے تھے اور وقاق گدڑی پہن کر پہلوانوں کی طرز پر چلتے تھے۔ شاہ موصوف ابوحفص کے بعد ۲۷۰ھ اور بعض نے کہا ہے ۳۰۰ھ سے پہلے دنیا سے رحلت کر گئے ہیں۔ آپ نے ایک کتاب لکھی جس میں یحییٰ معاذ رازی کا رد کیا ہے جنہوں نے غنا کو فقر پر ترجیح دی تھی۔ آپ نے اس کا جواب لکھا ہے اور جیسا کہ فی الواقع ہے فقر کو غنا پر ترجیح دی شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ درویشی کی فضیلت کیلئے تجھے یہ کافی ہے کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے درویشی کو تونگری پر ترجیح دی ہے اور اختیار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اختیار و پسند کیا شاہ شجاع بزرگ تھے۔ خواجہ یحییٰ عمار کہتے ہیں شاہ بادشاہی تھا۔ ایک دن ابوحفص نیشاپور میں بیٹھے تھے۔ شاہ شجاع ان کے سر پر کھڑے ہو گئے اور قبا پہنے تھے ان سے کچھ پوچھنے لگے۔ ابوحفص نے ادھر کو دیکھا کہ قبا پہنے ہوئے ہیں۔ تب کہا کہ خدا کی قسم تو بادشاہ ہے۔ آپ نے کہا ہاں میں بادشاہ ہوں۔ اس سوال میں مان گئے کہ میں بادشاہ ہوں۔ انہوں نے بھی سمجھ لیا کہ یہ سوال میرے سوا اور کسی سے نہیں کر سکتے۔ ابوحفص نے کہا کہ

قبا پہنتے ہو شاہ نے جواب دیا وجدنا فی القباء ماطلبنا فی العباء یعنی ہم نے قبا میں وہ بات پالی جو عبا میں طلب کی تھی۔ شیخ الاسلام نے کہا ہے شاہ شجاع چالیس سال تک نہیں سوئے تھے۔ ایک دفعہ سونے کے طمع پر سو گئے تو حق تعالیٰ کو خواب میں دیکھا جاگے تو یہ بیت کہا۔

روتیک فی المنام سرور عینی ۔۔۔ فاجبت التغیش والمناما

یعنی اے میری آنکھوں کی خوشی تجھ کو میں نے خواب میں دیکھا اس لئے میں اونگھ اور نیند کو دوست رکھتا ہوں۔ بعد اس کے ہمیشہ لوگ ان کو سویا ہوا یا خواب کی طلب میں پاتے۔ مجنوں کا یہ شعر ہے۔

وانی لاستغشی ومالی عشیة ۔۔۔ لعل خیالا منک ویلقی خیالنا

اور بے شک میں البتہ بے خودی اور نیند کو طلب کرتا ہوں حالانکہ مجھ کو بے خودی نیند نہیں آتی۔ شاید کہ تیرا خیال میرے خیال سے مل جائے۔ ایک دن شاہ مجلس میں بیٹھے تھے ایک درویش کھڑا ہوا اور دو من روٹیاں مانگیں کسی نے اس کو نہ دیں۔ شاہ نے کہا کون ہے کہ جو میرے پچاس حج کو دو من روٹیوں کے بدلے میں خریدے اور اس درویش کو دے دے۔ ایک فقیہہ وہاں پر بیٹھے تھے انہوں نے سن کر کہا اے شیخ کیا شریعت کی بے عزتی کرتے ہو۔ آپ نے کہا کہ میں نے کبھی اپنی قدر و قیمت نہیں کی تو اپنے اعمال کی کیا قیمت کروں گا۔ اس نے یہ بھی کہا ہے من غض بصره عن المحارم وامسک نفسه عن الشهوات و عمر باطنه بدوام المراقبة و ظاهره باتباع السنة لم یخطاله فراسته یعنی جس شخص نے حرام چیزوں سے اپنی آنکھ چھپالی اور اپنے نفس کو شہوتوں سے روک لیا اور اپنے باطن کو ہمیشہ سے مراقبہ سے اور اپنی ظاہری حالت کو اتباع سنت سے آباد کیا تو اس کی عقل خطا نہ کھائے گی۔

۷۴- ابو عثمان خیری قدس اللہ تعالیٰ روحہ

آپ دوسرے طبقہ میں ہیں اور آپ کا نام سعید ابن اسماعیل خیری نیشاپوری ہے۔ دراصل آپ رے کے رہنے والے ہیں اور شاہ شجاع کے شاگرد ہیں۔ ابو حفص حداد اور یحییٰ معاذ کی صحبت میں رہے ہیں۔ امام اور یکتائے زمانہ تھے۔ شاہ شجاع کے ساتھ مرو سے نیشاپور میں آئے ابو حفص نے ان سے کہا کہ یہیں ٹھہرو۔ کیونکہ شاہ تو وہاں پر عیال و سامان رکھتا ہے تم تو کچھ نہیں رکھتے' شاہ تو واپس چلے گئے اور یہ ابو حفص کے پاس رہے۔ ابو حفص نے ان کیلئے مجلس قائم کیا۔ ماہ ربیع الاول ۲۹۸ ہجری میں ان کا انتقال ہوا۔

آپ کی قبر نیشا پور میں ہے۔ ان سے لوگوں نے کہا کہ جوان مرد کون لوگ ہیں کہا کہ وہ ہیں جو اپنے آپ کو نہیں دیکھتے یہ بھی انہوں نے کہا ہے الشوق من شعائر المحبة یعنی شوق محبت کے علامات سے ہے ان کو امام و پیشوائے ربانی کہتے ہیں۔ ربانی وہ ہے جو کہ شاگردوں کو علم کے کیشہ سے پالتے تا کہ وہ بزرگ علم کیلئے قوی ہو جائیں اور وہ ایسے ہی تھے سخن توحید میں ضعیف تھے لیکن معاملہ میں اچھے تھے۔ یہ بھی انہوں نے کہا ہے التھاون بالامر من قلتہ المعرفة یعنی کسی کام میں سستی کرنا معرفت کی کمی کی وجہ سے ہے۔ (نوٹ: نقطہ حیری ہے یا خیری نامی)

۷۵- زکریا بن دلویہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کی کنیت یحییٰ ہے' نیشا پور کے رہنے والے ہیں۔ احمد حرب کے شاگردوں میں سے ہیں' زاہدوں اور متوکلوں میں سے تھے اور کھانے میں بڑی احتیاط کرتے تھے۔ اپنی کمائی کا کھاتے' ابو عثمان خیری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جو شخص ابو یحییٰ کی طرح زندگی بسر کرے اس کو مرگ کا کوئی اندیشہ نہیں چاہئے اور بعد مرگ کے اندیشہ بھی نہ ہوگا۔ آپ کی وفات ۲۹۴ھ میں نیشا پور میں ہوئی ہے۔

۷۶- زکریا بن یحییٰ ہروی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بڑے مشائخ میں سے ہیں' اور مقبول الدعا تھے۔ احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زکریا منجملہ ابدال ہیں۔ ابو سعید زاہد کہتے ہیں کہ میں نے زکریا کو دیکھا اور اس کی صحبت میں رہا ہوں۔ آپ صدیقوں میں سے تھے اور آپ کی وفات ہرات میں رجب کے مہینہ ۲۵۵ھ میں ہوئی ہے۔

۷۷- زیاد کبیر ہمدانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ ہمدان کے رہنے والے ہیں اور حضرت جنید قدس سرہ کی صحبت میں رہے ہیں۔ فقیہ اور مقبول الدعا تھے۔ کہمش ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں جامع مسجد میں گیا۔ میں نے زیاد کو دیکھا کہ محراب میں بیٹھے ہوئے ہیں اور استسقاء کیلئے دعا مانگ رہے ہیں ابھی ان کی دعا پوری نہ ہوئی تھی کہ اس قدر بارش ہوئی کہ گھر تک واپس نہ آ سکا۔

۷۸-ابو عثمان مغربی قدس اللہ سرہ

آپ پانچویں طبقہ میں ہیں' آپ کا نام سعید بن سلام المغربی ہے۔ابوالحسین ضائغ دینوری کے شاگرد ہیں جو قیروان مغرب کے گوشہ میں ہے۔ برسوں مکہ میں مجاور رہے ہیں اور وہاں پر سید الوقت اور یکتا مشائخ میں تھے۔ وہاں کچھ جھگڑا آ پڑا اور نیشاپور میں آ گئے۔ وہاں ہی ۳۷۳ھ میں انتقال ہوا۔آپ کی قبر نیشاپور میں ہے۔ابو عثمان خیری اور ابو عثمان نصی کے پہلو میں اور یہ تینوں قبریں پاس پاس ہیں۔ابوعلی کاتب کی صحبت میں رہے ہیں اور حبیب مغربی ابو عمرو زجاج ابو یعقوب نہر جوری کو دیکھا تھا۔صاحب کرامات وفراست ظاہرہ کے ہوئے ہیں۔ انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ اس کام میں آنے کی ابتدا مجھ سے اس طرح ہوئی تھی کہ میں ایک گھوڑا اور ایک کتا رکھتا تھا اور ایک جزیرہ میں ہمیشہ شکار کھیلا کرتا تھا۔ایک لکڑی کا میرے پاس پیالہ تھا۔جس میں دودھ ڈالا کرتا تھا ایک دن میں نے چاہا کہ اس پیالہ سے دودھ پیئوں تو کتے نے بہت چلانا شروع کیا اور مجھ پر حملہ کرنے لگا چنانچہ مجھ کو دودھ پینے سے روک لیا۔ پھر جب دوبارہ میں نے پینے کا ارادہ کیا تو اس نے پھر مجھ پر حملہ کیا۔ جب تیسری بار پینے لگا تو اس نے پیالہ میں منہ ڈال دیا اور پینا شروع کیا ایک گھنٹہ تک اس کا بدن سوج گیا اور مر گیا بے شک اس نے دیکھا ہوگا کہ سانپ نے اس میں منہ ڈالا ہے۔آخر اس نے اپنے آپ کو مجھ پر قربان کر دیا۔ جب میں نے یہ حالت دیکھی تو توبہ کی اور اس کام میں آ گیا۔شیخ الاسلام کہتے ہیں کو ابوالحسن کواشانی نے مجھے کہا ہے۔ابو عثمان مغربی نے مجھے کہا تھا جس روز میں دنیا سے جاؤں گا تو فرشتے سر پر خاک ڈالیں گے۔ابوالحسین کہتے ہیں کہ جس روز ان کا انتقال ہوا میں حاضر تھا۔نیشاپور میں اس روز گرد کی وجہ سے کوئی شخص ایک دوسرے کو دیکھ نہیں سکتا تھا۔ شیخ الاسلام کہتے تھے کہ وہ تیس سال تک مکہ معظمہ میں رہے حرم کی تعظیم کی وجہ سے کبھی حرم کی حد میں پیشاب نہیں کرتے تھے۔ابو عثمان کہتے ہیں **لایجی ھذا الا مرالا برائحۃ الدم** یعنی یہ امر سوائے خون کی بو کے پا نہیں سکتے اور یہ بھی انہوں نے کہا ہے **لااعتکاف حفظ الجوارح تحت الاوامر** یعنی اعتکاف کی حقیقت یہ ہے کہ حکموں کے نیچے اعضا کی حفاظت کرنا اور یہ بھی اس نے کہا ہے **العاصی خیر من المدعی لان العاصی ابدا یطلب طریق توبۃ والمدعی یخبط ابدافی خیال دعواہ** یعنی گناہگار عبادت کے مدعی سے بہتر ہے کیونکہ گناہگار تو ہمیشہ اپنی توبہ کا طریقہ طلب کرتا رہتا ہے اور مدعی ہمیشہ اپنے دعویٰ کے خیال میں خبطی بنا رہتا ہے۔

۷۹-ابو طالب خمیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ مجملہ مشائخ ہیں اور آپ سے کرامات ظاہر ہوئی ہیں ابو عثمان مغربی کہتے ہیں کہ میں نے ابو طالب کو دیکھا ہے کہ جانوروں سے باتیں کرتا ہے اور یہ بھی ابو عثمان کہتے ہیں کہ ابو طالب کے ساتھ میں سفر میں تھا۔ راستہ میں درندہ سے بڑا خوف معلوم ہوا اور درندے بہت تھے۔ میں نے کہا کہ جلد چلنا چاہئے۔ ابو طالب نے رات وہاں قیام کیا اور میں خوف کی وجہ سے وہاں ذرا نہ سویا اور وہ سو گیا۔ پھر مجھے کہا کہ تم کیوں نہ سوئے میں نے کہا کہ درندوں کے خوف سے مجھے نیند نہ آئی۔ کہا کہ جس کو خدا کا خوف ہوتا ہے وہ اور کسی سے نہیں ڈرا کرتا۔ جب تو درندے سے ڈرتا ہے تو میرے ساتھ نہ رہو اور چل دیئے وہ دعائیں کہتے تھے کہ خداوندا اگر تیرا حکم نہ ہوتا تو کس کو اس بات کی طاقت ہوتی کہ تیرا نام زبان پر لیتا۔ (نوٹ: میرے نسخہ میں نقطہ اخمی ہے۔ نامی۔)

۸۰-طلحہ بن محمد بن محمد صباح نیلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ ابو عثمان خیری کے بڑے یاروں میں ہیں۔ ۳۰۲ ہجری میں آپ کا انتقال ہوا۔ ابو عثمان مغربی نے آپ سے کہا تھا کہ کیا تم چاہتے ہو کہ میں تم کو کوئی نصیحت کروں۔ کیونکہ مجھے پچاس سال ہو گئے ہیں۔ لوگوں کو وعظ سناتا ہوں لیکن وہ قبول نہیں کرتے۔ انہوں نے کہا کہ اچھا میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے نصیحت کریں۔ کہا کہ اپنے عمل پر تہمت رکھ' تا کہ اس کی قدر ہو اور لوگوں پر تہمت لگانا چھوڑ دے تا کہ جنگ جاتی رہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صحبت تین چیزوں سے ہے۔ اس کے فضل اور اپنے عیب کو دیکھنا اور مخلوض کو معذور سمجھنا اس کا چوتھا نہیں ہے۔ لوگوں کو یوں معذور رکھ کر جو کچھ خدا چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ یہ لوگ اس کے تقدیر و حکم کے نیچے مجبور ہیں اور اپنے عیب کو دیکھ تا کہ اس کا احساس یاد آئے۔ شیخ الاسلام نے کہا ہے کہ ابو عثمان نصیبی کہتے ہیں کہ شبلی نے کہا ہے کہ میں نے ابو یعقوب میدانی کے سر پر ہاتھ رکھا اور یہ وہ وقت تھا کہ جب میں مصر کو جا رہا تھا۔ میں نے کہا جبـرک اللہ خدائے تعالیٰ تیرا جبر نقصان کرے۔ اس کے بدن پر کوئی بال نہ تھا کہ جو امین نہ کہتا تھا۔ (میرے نسخہ میں خیرک اللہ ہے۔ نامی)

۸۱- ابوالعباس بن مسروق قدس اللہ سرہ

آپ دوسرے طبقہ کے ہیں اور آپ کا نام احمد بن محمد بن مسروق ہے۔ طوس کے رہنے والے ہیں۔ بغداد میں مقیم ہوئے اور وہیں ان کا ۲۹۹ھ میں انتقال بھی ہوا ہے۔ کہتے ہیں کہ ماہ صفر ۲۹۸ ہجری میں ہوا ہے۔ واللہ اعلم۔ حضرت جنید ان سے روایت کرتے ہیں ابوعلی رودباری کے استادوں میں ہیں۔ حارس محاسی' سری سقطی' محمد بن منصور' محمد بن الحسین برجلانی کے شاگردوں میں ہیں اور ان کی صحبت میں رہے ہیں۔ آپ بڑے جلیل مشائخ میں ہیں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ابوالعباس مسروق بغدادی یہ کہتے ہیں کہ میں ہفتہ کی رات بیٹھا ہوا تھا اور میرے ماں باپ اس سختی کی وجہ سے کہ میں جمعہ کی نماز سے آتا تھا اور بڑے بوڑھوں سے جو باتیں سنتا تھا کہتا تھا رویا کرتے تھے۔ **سئل من التصوف قال خلوالا سوار مماسنه یدوتعلقها بمالیس منه ید** (یعنی) ان سے تصوف کی بابت پوچھا گیا تو کہا کہ دل کا ان باتوں سے خالی رہنا جن کی ضرورت نہیں اور اس کا تعلق ان باتوں سے جو ضروری ہیں اور یہ بھی انہوں نے کا ہے **من ترک التدبیر عاش فی راحة** یعنی جو شخص تدبیر کو چھوڑ دیتا ہے تو وہ خوشی کی زندگی بسر کرتا ہے۔

۸۲- شیخ ابوالعباس مورہ زن (زنگ دور کرنے والا) بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ انہوں نے کہا ہے کہ اپنے نفس کو مشغول رکھ۔ پہلے اس سے کہ وہ تجھے شغل میں ڈالے۔

لقد جلب الفراغ علیک شغلا واسباب البلاء من الفراغ

یعنی بے شک فراغ خاطر نے تیرے شغل کو کھینچ لیا ہے اور فراغت ہی سے بلا کے اسباب پیدا ہو جاتے ہیں۔

۸۳- ابوعبداللہ مغربی قدس سرہ

آپ دوسرے طبقہ میں ہیں اور نام آپ کا محمد بن اسمٰعیل ہے۔ کہتے ہیں کہ آپ ابراہیم خواص' ابراہیم بن شیبان کرمانشاہی ابوبکر بے کندی کے استاد ہیں اور ابوالحسن علی زرین ہروی کے شاگرد ہیں۔ ابوعبداللہ کی عمر ۱۲۲ سال کی ہوئی اور ان کے استاد ابوالحسن کی عمر ۱۲۰ سال کی ہوئی ہے' ابوالحسین شاگرد عبدالواحد زید بصری کے ہیں

اور عبدالواحد حسن بصری رحمہم اللہ کے شاگرد ہیں۔ ابوعبداللہ کی قبر طور سینا کے پہاڑ پر اپنے استاد ابوالحسین علی بن زرین کے پہلو میں بڑے توت کے نیچے ہے۔ کہتے ہیں کہ ۲۷۹ ہجری میں اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ ۲۹۹ ہجری میں انتقال ہوا ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ انہوں نے کبھی تاریکی نہیں دیکھی جہاں لوگ اندھیرا دیکھتے ہیں وہ روشنی دیکھتے تھے اور کہا کرتے کہ مجھ کو اس خدا کی قسم ہے کہ جس نے ابوعبداللہ مغربی کو پیدا کیا ہے' اگر خدائے تعالیٰ شہوت کی طاقت مجھ سے لے لے مجھ کو اس سے بڑھ کر پیاری ہے کہ یوں کہے کہ بہشت میں جا اور یہ وہی بات ہے جو کہ حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ نے بیان فرمائی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اگر مجھے اختیار دیں کہ بہشت میں جا یا مسجد میں تو مسجد میں جاؤں گا۔ کیونکہ بہشت اس کے نزدیک میرا نصیبہ ہے اور مسجد میرے نزدیک اس کا نصیبہ ہے۔ ایک دفعہ ابوعبداللہ مغربی کوہ سینا پر وعظ کہتے تھے۔ بات وہاں تک پہنچی کہ یہ کہا بندہ خدا تک اس قدر نزدیک ہو جاتا ہے کہ وہ صرف خدا کا ہو رہتا ہے (اس بات کے اثر سے) ایک پتھر پہاڑ سے ہل پڑا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور جنگل میں آ پڑا۔ وہ کہتے ہیں افضل الاعمال عمارة الاوقات فی الموافقات یعنی اعمال میں بڑا وہ عمل ہے کہ اوقات کو موافق احکام الٰہی کے آباد رکھا جائے۔ یہ بھی کہا ہے مافطنت الاهذه الطائفة احترقت بمافطنت یعنی سوا اس فرق کے اور کوئی فرقہ دانا نہیں اور وہ اپنی دانائی کے سبب جل گیا۔ و الابی عبدالله المغربی قدس سره یا من یعدالوصال ذنبا کیف اعتذاری من الذنوب ان کان ذنبی لدیک حبی فاننی منه لااتوب ابوعبداللہ مغربی قدس سرہ نے یہ کہا ہے اے شخص جو وصال کو گناہ سمجھتا ہے' اگر میرا گناہ تیرے نزدیک میری محبت ہے تو میں گناہوں سے کیونکر حذر کر سکتا ہوں کیونکہ میں ایسے گناہ سے توبہ نہیں کروں گا۔ یہ بھی انہوں نے کہا ہے مارایت انصف من الدنیا ان خدمتها خدمتک و ان ترکتها ترکتک یعنی میں نے دنیا سے زیادہ منصف کوئی نہیں دیکھا اگر تو اس کی خدمت کرے تو وہ تیری خدمت کرتی ہے اور اگر تو اس کو چھوڑ دے تو وہ بھی تجھے چھوڑ دیتی ہے اور تیرے دل پر اتنا اندیشہ لاتی۔ پس جو شخص کہ سچے طور پر دنیا سے کنارہ کر جائے تو وہ اس کے شر سے محفوظ ہو جاتا ہے اور اس کی آفت سے چھوٹ جاتا ہے۔

۸۴- ابوعبداللہ بناجی قدس اللہ تعالیٰ سرہ

آپ کا نام سعید بن یزید ہے اور پرانے مشائخ میں ہیں۔ ذوالنون مصری کے ہمزمانہ ہیں اور احمد بن الحواری کے استادوں میں ہیں۔ بناجی کہتے الادب حلیة الاحرار یعنی ادب آزادوں کا زیور ہے اور یہ بھی انہوں

نے کہا ہے لکل شی خادم وخادم الدین الادب یعنی ہر شے کا خادم ہوا کرتا ہے اور دین کا خادم ادب ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ابو عبداللہ بناجی کہتے ہیں کہ خدا پر امید رکھ کہ کوئی نشان اس سے بڑھ کر روشنی نہیں ہے۔ یہ بھی ابو عبداللہ نے کہا موسیٰ علیہ السلام نے کہا ہے۔ خداوندا میں تجھ کو کہاں پاؤں کہا کہ جب قصد صحیح کرے گا تو مجھ کو پا لے گا۔ کتانی کہتے ہیں کہ جب تو نے ارادہ درست کرلیا تو اس کو پالیا۔ حلاج کہتے ہیں۔ لاتعرج یعنی مقیم نہ رہو مگر وہ تو ایک قدم ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں وہ ایک قدم تو ہی ہے جب خودی سے گزر گیا تو اس تک پہنچ گیا۔

۸۵- ابو عبداللہ انطا کی قدس اللہ تعالیٰ روحہ

آپ کا نام احمد بن عاصم انطا کی ہے۔ صوفیہ میں بڑے مشہور اور ان کے سردار اور علوم شریعت کے عالم تھے۔ بڑی لمبی عمر کے ہوئے ہیں اور پرانے مشائخ کے ساتھ صحبت رکھی تھی اور تبع تابعین کو پایا ہے اور بشر وسری سقطی کے ہمزمان ہوئے ہیں۔ حارث محاسبی کے مرید ہیں اور حضرت فضیل کی صحبت میں رہے ہیں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ انہوں نے کہا ہے مجھے کسی شخص اور کسی چیز پر حسد نہیں آیا مگر عارفوں کی معرفت پر آتا ہے۔ تصدیقی معرفت پر نہیں۔ ابوعلی دقاق کہتے ہیں **معرفة رسمية كقطرة رسمية لا عليلا تشفي ولا غليلا تسقي** یعنی رسمی معرفت بارش گرما کے قطرہ کی طرح ہے جو بیمار کو شفا نہیں دیتا اور پیاسہ کی پیاس نہیں اور یہ بھی انطا کی کہتے ہیں **انفع الفقر ما كنت به متجملا وبد راضيا** سب سے بڑھ کر نفع دینے والا فقر یہ ہے کہ تو اس کو اچھی طرح سنبھالے اور اس سے خوش رہے یعنی تمام خلقت کا جمال تو اسباب کے اثبات میں ہے اور فقر کا جمال اسباب کی نفی اور مسبب کے اثبات اور اس کی طرف رجوع کرنے اور اس کے احکام سے رضامند ہونے پر ہے کیونکہ فقر اسباب کے گم کرنے کا نام ہے اور غنا سبب کے وجود کو کہتے ہیں۔ بے سبب خدا کے ساتھ ہوتا ہے اور با سبب اپنے ساتھ پس سبب حجاب کا باعث ہے اور اسباب کا ترک محل کشف ہے اور دو جہان کا جمال کشف و رضا میں ہے۔ عالم کی ناخوشی حجاب اور غصہ میں ہے اور یہ بیان فقر کو غنا پر تفضیل رکھنے میں واضح ہے۔ واللہ اعلم۔

۸۶- ممشاد علو دینوری قدس اللہ روحہ

آپ تیسرے طبقہ میں ہیں اور عراق کے بڑے مشائخ اور ان کے جوانمردوں میں ہیں۔ علم میں یکتا تھے۔ آپ کی کرامات ظاہر تھیں اور حالات عمدہ اور یحییٰ جلا اور وازوری مشائخ کی صحبت میں رہے ہیں۔ حضرت جنید اور

رویم ونوری وغیرہم کے ہمزمانہ ہیں کہتے ہیں کہ ۲۹۹ ہجری میں ان کا انتقال ہوا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے عارف کو آئینہ دیا ہے کہ جب وہ اس میں دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ مومن کے دل میں خدا کی جگہ ہے کہ اس کے سوا کہیں باطن میں نہیں پہنچتا۔ جب تفرقہ میں رہ جاتا ہے تو واپس چلا آتا ہے اور آرام پاتا ہے۔ حصری کہتا ہے کہ میں کل سوچتا تھا کہ کبھی کبھی مجھ کو بھی ایسا تفرقہ ہو جاتا ہے۔ تو میرے مریدوں اور شاگردوں کا کیا حال ہوتا ہوگا اگر مجھے یہ معلوم نہ ہوتا کہ وہ اپنے دوستوں کے دلوں میں جگہ رکھتا ہے کہ بجز اس کے اور کوئی اس کو پکڑ نہیں سکتا اور سوائے اس کے اور کوئی وہاں گزر نہیں سکتا تو میں ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا۔

مــاابــالــی بعیون وظنون اتقیهــا　　　　لی فی سری مراة اری وجهک فیها

یعنی مجھے کوئی پرواہ نہیں اگر میری آنکھیں اور میرے گمان مشاہدہ الٰہی سے بچیں۔ کیونکہ میرے اندر ایک آئینہ ہے کہ تیرے چہرہ کو اس میں دیکھ لیتا ہوں اور ممشاد نے یہ بھی کہا ہے کہ چالیس سال ہو گئے ہیں کہ بہشت کو اور جو کچھ اس میں ہے میرے سامنے پیش کرتے ہیں لیکن میں نے کبھی گوشہ چشم سے بھی ادھر توجہ نہیں کی۔ شیخ الاسلام نے کہا ہے کہ اس کی صحبت اور حضوری میں کسی غیر کو دیکھنا شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ پیغبر صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتا ہے مازاغ البصر وما طغی قل الله ثم ذرهم یعنی آنکھ نہ ٹیڑھی ہوئی ہے اور نہ سرکش کہہ دے کہ بس اللہ ہی ہے پھر ان کو چھوڑ دے اور یہ بھی ممشاد نے کہا ہے کہ میں کسی پیر کے پاس نہ گیا اور جب تک کہ اپنے دل کو کسی امیر سے صاف نہیں کر لیا کوئی سوال نہیں کیا یہاں تک کہ وہ دیکھا خود کیا کہتے ہیں (اس کا منتظر رہا ہوں) اور یہ بھی انہوں نے کہا ہے پوری معرفت خدا کے ساتھ صدق واحتیاج ہے اور یہ بھی کہا ہے طریق الحق بعید والسیر مع الحق شدید یعنی خدا کا راستہ دور ہے اور خدا کے ساتھ چلنا سخت ہے۔ شیخ الاسلام نے کہا ہے کہ خدا تک راہ دور ہے مگر وہ ہاتھ پکڑے تو آسان ہے اور یہ خدا سے ملنا اور صبر کرنا اور مدت گزارنا سخت ہے مگر وہ غم خوار ہو تو آسان ہے اور یہ بھی ممشاد کہتے ہیں کہ جو شخص خدا کے دوستوں میں سے کسی دوست سے انکار کرے اس پر کم از کم یہ عذاب ہے کہ جو اس دوست کے پاس ہے وہ ہرگز اس کو نہیں دیتے۔ ذوالنون کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی مکار کے فریبی نعرہ پر انکار کرے تو ہر گروہ بجا نعرہ نہ پاسکے گا یعنی اصل نعرہ پر انکار کرے تجھ کو اس کے مکر کا کیا نقصان ہے کیونکہ اس کے مکر کا نقصان اس پر ہے تو اس کو صحیح سچا دیکھ تا کہ فائدہ حاصل کرے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ابو عامر ممشاد کے شاگرد کہتے ہیں ایک روز میں ممشاد کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا۔ ایک جوان مرد دروازہ میں

سے آیا اور مہمانی کی اجازت مانگی۔ شیخ نے کہا کہ کیا تو صوفیوں کو اپنے گھر لے جاسکتا ہے۔ ایسے حال میں کہ بازار درمیان میں نہ پڑے۔ بہانہ چاہتے تھے اس لئے دعوت قبول نہ کی جب وہ باہر چلا گیا یاروں نے کہا حضرت آپ نے تو کبھی پہلے ایسا نہ کیا تھا' یہ کیا بات ہوئی۔ شیخ نے کہا کہ وہ انہیں جوان مردوں میں سے تھا اس کو دنیا مل گئی ہے۔ پھر یہ بات اس سے جاتی رہی ہے۔ اب آتا ہے اور کچھ خرچ کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ اپنا سرمایہ پھر پا لے' مگر جب تک اس کی محبت دل سے نہ نکال لے گا یہ فقیری واپس نہیں آئے گی۔ **قال الشیخ وھو عبداللہ لاطفی رحمۃ اللہ علیہ سمعت محمد بن حفیف یقول رایت ممشاد الدینوری فی النوم کانہ قائم رافع یدیہ الی السماء وھو یقول یارب القلوب یا رب القلوب والسماء تدن راسہ حتی وقعت علی راسہ وانشقت و حمل ممشاد** یعنی شیخ عبداللہ طاقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن حفیف سے سنا کہتے تھے کہ میں نے ممشاد دینوری کو خواب میں دیکھا گویا کہ کھڑے ہوئے ہیں اور اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے ہیں اور یہ کہتے ہیں اے دلوں کے رب' اے دلوں کے رب اور آسمان ان کے قریب ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ ان کے سر پر پڑا اور پھٹ گیا اور ممشاد کو اٹھایا۔ ایک دن ممشاد اپنے گھر سے باہر نکلے تو کتا بھونکنے لگا۔ آپ نے کہا لا الہ الا اللہ کتا اسی وقت مر گیا **وقال مثال ادب المرید فی التزام حرمات المشائخ وخدمتا لا خوان والخروج من الاسباب و حفظ ادب الشرع فی نفسہ** یعنی ممشاد کہتے ہیں مرید کا ادب یہ ہے کہ مشائخ کی عزت اور بھائیوں کی خدمت اور اسباب کے نکلنے اور اپنے نفس پر آداب شرع کی حفاظت کا التزام کرے۔

۸۷- ابوالحسن بن علی مسبوحی قدس اللہ سرہ

آپ کی کنیت ابوعلی ہے۔ کہتے ہی کہ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ ابوحمزہ کے استادوں میں سے ہیں لیکن دراصل ان کے ہمزمانہ ہیں۔ سری سقطی کے بڑے یاروں میں سے ہیں۔ حضرت جنید کہتے ہیں حسن مسبوحی کو میں نے انس کے بارے میں کہا اس نے کہا **ویحک لومات من تحت السماء ما استوحشت** یعنی اگر تمام لوگ مر جائیں تو مجھے کوئی ملال اور وحشت نہ ہوگی۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ محمد نفیسہ کہتے ہیں کہ محمد عبداللہ گادر نے آپ کو ایک جگہ تنہا بٹھا دیا تھا' اور ہفتہ تک اس کو بھلا دیا پھر آ کر عذر کرنے لگا کہ میں نے تم کو بھلا دیا تھا۔ آپ نے فرمایا رنج نہ کر کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دوستوں سے وحشت تنہائی کو دور کر دیا ہے۔ سمنون کا یہ شعر ہے۔

علیک یا نفس یا لتخلی فالعیش فی الانس والتسلی

یعنی اے نفس تنہائی کو لازم کر کیونکہ عیش خدا کی محبت اور تسلی میں ہے اور بغداد کے بڑے مشائخ میں ہیں۔ سری سقطی کی صحبت میں رہے ہیں اور ان سے روایت کرتے ہیں حسن مسبوحی سے یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ وہ ایک ہی پیراہن اور چادر اور جوتی میں بغیر اس کے کہ کوئی پیالہ یا کوزہ ہو حج کیا کرتے تھے۔ البتہ شامی سیب کوزہ میں رکھ لیتے اور اس کو سونگھ لیا کرتے اور بغداد سے لے کر مکہ معظمہ تک اسی پر گزران کرتے۔ انہوں نے کہا ہے **من فتح له شئی من غیر مسئله فرده وهو محتاج الیه احوجه الله الی ان یاخذ مثله بمسئلة** یعنی جس شخص کو بے سوال کوئی چیز مل جائے پھر وہ اس کو رد کردے حالانکہ وہ اس کا محتاج ہے۔ تو خدائے تعالیٰ اس کو اس کا محتاج بنا دیتا ہے یہاں تک کہ اسی قدر سوال سے لے لے گا۔

۸۸- رویم بن احمد بن یزید بن رویم قدس اللہ سرہ

آپ دوسرے طبقہ میں سے ہیں اور آپ کی کنیت ابو محمد ہے کہتے ہیں کہ ابو بکر ہے ابوالحسین اور ابو شیبان بھی کہتے ہیں۔ آپ بڑے رویم کے پوتے ہیں جو کہ قرات کی روایت نافع سے کرتے ہیں۔ آپ بغداد کے رہنے والے ہیں۔ وہاں کے بڑے مشائخ میں ہیں۔ فقیہ اور عالم اور داؤد اصفہانی کے مذہب پر تھے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ رویم اپنے آپ کو جنید رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد بتلاتے تھے۔ ان کے یاروں میں سے ہیں اور ان سے بہتر ہیں اور میں رویم کا ایک بال سو جنید سے زیادہ دوست رکھتا ہوں۔ ابوعبداللہ خفیف کہتے ہیں کہ میری آنکھوں نے ہرگز کسی کو نہیں دیکھا کہ توحید میں ایسی بات کہتا ہو جو رویم کہتے تھے **سئل رویم عن التصوف فقال هو الذی لا یملک شیئا ولا یملک وقال له ایضا التصوف ترک التفاضل بین الشیبین** یعنی رویم سے تصوف کی بابت پوچھا گیا تو کہا کہ صوفی وہ شخص ہے کہ نہ وہ کسی چیز کا مالک ہو نہ اس کا کوئی مالک ہو اور یہ بھی کہا کہ تصوف یہ ہے کہ وہ چیزوں میں زیادتی چھوڑ دی جائے۔ آخر عمر میں اپنے آپ کو دنیا میں رکھا اور اس سے پوشیدہ رہے۔ لیکن اس شغل سے پردہ میں نہ تھے۔ حضرت جنید کہتے ہیں کہ ہم فارغ ہو کر مشغول ہوتے ہیں اور رویم مشغول ہو کر فارغ ہیں۔

شیخ الاسلام کہتے ہیں رویم بزرگ ہیں جو بظاہر اپنے آپ کو تونگر و سردار ظاہر کرتے تھے۔ وکیل قاضی بنتے اور گاؤ تکیہ رکھتے اور بڑے ٹھاٹھ سے رہتے۔ ابو عمرو زجاج کچھ مدت جنید کی خدمت کرتے رہے ہیں۔ اس کو

انہوں نے کہا کہ خبردار رویم کے پاس نہ جائیو۔ جب زجاج کا ارادہ ان کے پاس جانے کا ہوا تو دل میں کہا کہ بغداد سے جاؤں گا اور رویم کو نہ دیکھا ہوگا۔ جب کوئی پوچھے گا تو کیا عذر کروں گا۔ جنید رحمۃ اللہ علیہ سے پوشیدہ ان کے پاس گئے اور ان کو دیکھا کہ گاؤ تکیہ لگائے بڑے تزک واحتشام سے بیٹھے ہیں۔ جب خلوت ہوئی تو ایک دن اس کی چھوٹی سی لڑکی ان کے پاس آئی۔ رویم نے ابوعمرو سے کہا کہ تیرے دوست تو یہ کہتے ہیں کہ کیوں اس شغل کو نہیں چھوڑتا اور ہمارے پاس نہیں آتا۔ ہم کہتے ہیں کیونکہ یہ شغل بچے نہیں کرتے یہاں تک کہ میں ان کو پاتا ہوں جس امر کی مجھے اطلاع ہوئی ہے۔ اس سے ان کو باخبر کرتا ہوں اور ان کو علم توحید سکھاتا ہوں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ جنید اور ان کے یاروں کی نسبت کہتے تھے۔ ابوعمرو جنید رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا اور کسی نے جنید سے کہہ دیا تھا کہ ابوعمرو رویم کے پاس گیا ہے۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے ابوعمرو سے پوچھا کہ تم نے رویم کو کیسے دیکھا اس نے کہا کہ بڑے بزرگ ہیں کہا الحمدللہ میں تم کو ہنسی سے کہتا تھا کہ وہاں مت جانا ایسا نہ ہو کہ ان میں ان کی عادت اور بناوٹ کو دیکھے اور تیری نظر میں نہ جچے۔ پھر اپنے ذخیرہ مال کو برباد کرے۔ الحمدللہ تو نے بہت اچھا کیا واقعی بزرگ شخص ہے۔ فتوحات میں مذکور ہے کہ رویم کہتے ہیں **من قعد مع الصوفیه و خالفهم فی شئی مما یتحققون به نزع الله نور الایمان من قلبه** یعنی جو شخص صوفیوں میں بیٹھے اور جن امور کی وہ تحقیق کر چکے ہیں ان میں وہ ان کی مخالفت کرے تو خدا تعالیٰ نور ایمان کو اس کے دل سے نکال لیتا ہے۔ ایک دفعہ کسی شخص نے ان کو لباس واحتشام کی نسبت پوچھا تو کہا کہ میں تو اس کو پسند کرتا ہوں کہ پاتابہ سر سے باندھوں اور بازار میں جاؤں۔ تب بھی مجھے کچھ خوف نہ ہوگا۔

ابوعبداللہ خفیف ان کے پاس گئے جب واپس ہوئے تو رویم نے اس کے شانہ پر ہاتھ رکھا اور کہا کہ اے بیٹا **هو بذل الروح فلا تشغل بترلهات لصوفية** یعنی وہ روح کا خرچ کرنا ہے پس تو صوفیوں کی بیہودہ باتوں میں مشغول نہ ہو۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ روح کا خرچ کرنا یہ نہیں کہ جہاد میں جائے کہ تجھے مار ڈالیں بلکہ جان کا دینا یہ ہے کہ اپنی جان کیلئے خدا سے نہ جھگڑے۔ جان وتن ودل اسی کے کام میں لگا دے پھر بھی اپنے اوپر اس کی باقی رکھے نہ یہ کہ تھوڑے سے رنج پر جو کہ اس کی طرف سے پہنچے شکایت کرنے لگے۔ ایک شخص ان کے پاس آیا اور ان سے کہنے لگا **کیف حالک** آپ کا مزاج کیسا ہے۔ آپ نے جواب میں کہا **کیف حال من کان دینه هواه وهمته دنیاه لیس بصالح تقی ولا بعارف نقی** یعنی اس شخص کا کیسا حال ہے جس کا دین اس کی خواہش ہو اور اس کی ہمت اس کی دنیا ہو نہ وہ نیک بخت متقی اور نہ عارف پاکیزہ ہو اور یہ عیوب نفس کی طرف

اشارہ ہے اور بے شک جواب میں سائل کے حل کی تحقیق کی طرف اشارہ کیا اور یہ بھی جائز ہے کہ اس کو لوٹا دیا ہوتا یہاں تک کہ وصف سے اپنا وجود مراد لیا اور اپنی صفت کا انصاف دیا۔ وسئل رویم عن الانس فقال ان تستوحش من غیر اللہ حتی من نفسک وسئل عن المحبۃ فقال الموافقۃ فی جمعی الاحوال و انشد

لو قلت مت مت سمعا و طاعتہ وقلت الداعی الموت اھلا و مرحباً

وقال الرضاء استلذاذ البلوی والیقین ھو المشاھدہ یعنی رویم سے محبت کی بابت پوچھا تو کہا کہ غیر اللہ سے گھبرائے حتیٰ کہ اپنے نفس سے اور محبت کی بابت پوچھا گیا تو کہا کہ تمام حالات میں موافقت کرنا اور یہ شعر پڑھا اگر تو کہہ دے کہ مر جا تو میں بخوشی مر جاؤں گا اور موت کے پکارنے والے کو خوش آمدی کہوں گا اور یہ بھی کہا ہے کہ رضا بلا سے لذت حاصل کرنے کا نام ہے اور یقین مشاہدہ کو کہتے ہیں۔ شیخ الاسلام خراز کے بعد رویم کو بڑا سمجھتے اور جنید کے بعد نوری کو۔ رویم کہتے ہیں کہ مجھ کو بیس سال ہو چکے کہ مجھ کو کھانے کا کبھی خیال نہیں گزرا مگر جب کہ کھانا حاضر ہو جائے اور وہ یہ بھی کہتے ہیں اخلاص یہ ہے کہ تیری نظر تیرے عمل سے نہ بڑھ جائے یعنی عمل کو نہ اپنی طرف سے دیکھے اور نہ اپنی طرف سے جانے اور یہ بھی کہا ہے جوان مردی یہ ہے کہ اپنے بھائیوں کو ہر لغزش سے جو ان سے سرزد ہو معذور سمجھے اور ان سے ایسا معاملہ نہ برتے کہ ان سے عذر لیا جائے اور یہ بھی کہا ہے ان وھب اللہ لک مقال وفعالا فاخذمنک المقال و ترک علیک الفعال فلا تبال فانھا نعمتہ وان اخذمنک الفعال و ترک علیک المقال فنح فانھا مصیبہ وان اخذمنک المقال والفعال فاعلم انھا لفھتہ یعنی جب اللہ تعالیٰ تجھ کو قول فعل دے اور تجھ سے قول لے لے اور فعل کو تجھ پر چھوڑ دے (یعنی کام کرے) تو اس کی پروا نہ کر کیونکہ یہ تو نعمت ہے اور اگر تجھ سے فعل لے لے اور قول تجھ کو چھوڑ دے (یعنی صرف باتیں بنائے) تو تجھے رونا چاہئے کیونکہ یہ مصیبت ہے اور اگر تجھ سے قول فعل دونوں لے لے تو جان لے کہ یہ خدا کا عذاب ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ فقیر کی ایک عزت وہ اس کا ستر اور اخفا اور اس پر غیرت ہے جس نے اس کو کھول دیا اور خلقت کو دکھایا تو وہ فقیر نہیں ہے اور اس کو فقیر میں عزت نہیں ہے اور اس نے یہ بھی کہا ہے من حکم الحکیم ان یوسع علی اخوانہ فی الاحکام و یضیق علی نفسہ فیھا فان التوسعۃ علیھم اتباع العلم والتضیق علی نفسک من حکم الورع یعنی حکیم کے اصول و حکم میں سے یہ بات ہے کہ احکام میں اپنے بھائیوں پر فراخی کرے اور اپنے نفس پر ان میں تنگی کرے کیونکہ ان پر فراخی علم کی اتباع ہے اور

اپنے نفس پر تنگی پرہیزگاری ہے اور یہ بھی کہا ہے ادب المسافر ان لا یجاوز هم قدمه و حيث ما وقف قلبه یکون منزله یعنی مسافر کا ادب یہ ہے کہ اس کا قصد اس کے قدم سے نہ بڑھے اور جہاں کہ اس کا دل ٹھہرے وہیں اس کی منزل ہو (نوٹ: میرے نسخہ میں نام رویم ابن زید لکھا ہے۔ نامی)

۸۹- یوسف بن الحسین رازی قدس اللہ سرہ

آپ دوسرے طبقہ میں ہیں اور کنیت ابو یعقوب ہے ملک رے اور پہاڑوں کے شیخ تھے یعنی کوہستان ہمدان۔ اپنے وقت میں صوفیوں کے امام ہوئے ہیں مگر ظاہر میں ملامت کا طریق رکھتے تھے۔ لوگوں کو اپنے اوپر شور کرنے دینا اور اپنی مقبولیت کو خراب کرنا۔ لوگوں کی آنکھوں میں اپنے آپ کو گرانا ان کا کام تھا۔ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں۔ ابوتراب نخشبی اور یحییٰ معاذ رازی وغیرہ کی صحبت میں رہے ہیں۔ ابوسعید خراز کے سفر میں دوست رہے ہیں۔ ان کی بہت اچھی خط و کتابت جنید کے ساتھ رہی ہے۔ ۳۰۳ھ یا ۳۰۴ھ میں ان کا انتقال ہوا ہے۔ انتقال کے وقت آپ نے کہا تھا الٰہی میں نے لوگوں کو کوشش کے ساتھ تیری طرف بلایا اور جہاں تک ہو سکا اپنے پر برائی کی۔ مجھ کو ان میں سے ایک کی طفیل بخش دے پھر انتقال ہو گیا۔ لوگوں نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ کیا حال ہے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے کہا کہ وہ بات پھر کہو۔ میں نے پھر وہی بات کہی۔ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ میں نے تم کو تمہاری طفیل بخش دیا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ تو جانتا ہے کہ یہ کیوں کہا کہ میں نے تم کو تمہاری طفیل بخش دیا کیونکہ اپنے میں اور اس میں کوئی واسطہ نہ لایا۔ اس لئے کہ اس میں اور ان میں وسیلہ اور واسطہ وہی ہے۔ شیخ الاسلام نے اپنے یاروں کو وصیت کی کہ ایک دوسرے کے محتاج رہا کرو۔ کیونکہ جو کچھ تم کو چاہئے وہ تم ہی سے آتا ہے۔ ان میں ترجمہ و وسیلہ بھی یہی ہیں۔ یوسف بن الحسین کہتے ہیں کہ میں ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ کے پاس مصر میں گیا جب میں نے ان کو دیکھا تو میرے بدن پر رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ مجھ کو دیکھا اور کہا کہ کہاں سے آئے ہو میں نے کہا رے سے آیا ہوں۔ کہا کہ کیا زمین تجھ پر تنگ ہوئی تھی کہ مصر میں آیا۔ میں نے کہا میں اس لئے آیا ہوں کہ آپ کی زیارت و خدمت کروں۔ کہا کہ دور ہو جا کیونکہ جھوٹ کہتا ہے یا خیانت کرتا ہے۔ پھر کہا یا بنی صحح حالک مع الله لا يشغلک عنه شاغل و لا تشغل بما يقول الخلق منک فانهم لن يغني عنک من الله شئيا و انا صححت حالک مع الله ارشدک للطريق و اقتد بسنة النبي صلى الله عليه وسلم و ظاهر العلم و اياک ان تدعي فيما ليس لک فما اهلک

عامتہ المریدین الا الدعا دی یعنی اے میرے بچے خدا کے ساتھ اپنے حال کو درست کر اور اس سے تجھے کوئی نہ روکے اور جو کچھ لوگ تیری بابت کہتے ہیں اس میں مشغول نہ رہو کیونکہ وہ تجھے خدا کے عذاب سے کچھ فائدہ نہ دیں گے اور جب تو خدا سے اپنا حال درست کر لے گا تو وہ تجھے سیدھا مضبوط راستہ بتلائے گا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور ظاہر علم کی پیروی کر اور بچ اس سے کہ ایسا دعویٰ کر بیٹھے جس کا تو اہل نہیں ہے کیونکہ اکثر مریدوں کو دعوؤں نے ہلاک کر دیا ہے۔ ایک دن ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ سے وصیت کی درخواست کی۔ انہوں نے کہا **ایاک وھذا الا وراد المنصلة فان النفس تالفها فانظر مافیه مخالفة نفسک من صیام او فطر فاعملها فان فی متابعة النفس طاعة کانت او معضیة فتنة فما الفت النفس شیئا الا وفیه بلا و خطر** یعنی بچ ان متواتر وظیفوں سے کیونکہ نفس ان سے مالوف ہو جاتا ہے پس دیکھ اس امر کو جس میں نفس کی مخالفت ہو خواہ روزے ہوں یا کہ افطار ہو۔ پس اس پر عمل کر کیونکہ نفس کی متابعت میں خواہ عبادت ہو یا گناہ فتنہ ہوا کرتا ہے۔ پس نفس کسی شے سے مانوس نہیں ہوتا مگر اس میں بلا اور خطرہ ہوتا ہے اور ذوالنون نے اس کو یہ بھی وصیت کی ہے **فقال لا تسکن الی مدح الناس ولا تجزع من قبولهم وردهم فانهم قطاء الطریق واسکن الی ما یتحققه من احوالک سرا وعلینا** یعنی یہ کہا کہ لوگوں کی طرف سے تسلی نہ پا اور ان کے قبول ورد سے گھبرا مت کیونکہ لوگ راہزن ہیں اور جو تیرے خود حالات ظاہر باطن متحقق ہوں ان سے تسلی رکھ اور یوسف بن الحسین نے کہا ہے **الخیر کله فی بیت و مفاتحه التواضع والشر کله فی بیت و مفتاحه الکبر** یعنی تمام نیکی ایک بار گھر میں ہے جس کی کنجی تواضع ہے اور تمام برائی ایک گھر میں ہے جس کی کنجی تکبر ہے۔ یوسف بن حسین کہتے ہیں کہ جب ذوالنون سے جدا ہوا تو میں نے کہا کہ مجھے وصیت کیجئے تو کہا کہ اپنے تن کو خلقت کے رنج و تکلیف سے دریغ نہ کر اور جہاں تک ہو سکے اپنے دل کو خدا کے سوا خالی نہ رکھ اور خدا کے حکم کی عزت کر تاکہ وہ تیری عزت کرے (نوٹ میرے نسخہ میں نام یوسف بن لازری ہے۔ نامی)

۹۰-عبداللہ بن حاضر قدس اللہ روحہ

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ وہ یوسف بن الحسین کے ماموں ہیں۔ متقدمین مشائخ میں ہیں۔ ذوالنون کے ہم عصر اور ان سے بہتر ہیں۔ یوسف بن حسین کہتے ہیں کہ میں مصر سے ذوالنون کے پاس آیا تھا اور رے کی طرف متوجہ ہوا۔ جب بغداد میں پہنچا تو میرے ماموں عبداللہ حاضر وہاں موجود تھے اور حج کو جانا چاہتے تھے۔ میں ان

کے پاس گیا مجھے کہا کہ کہاں سے آتا ہے میں نے کہا کہ مصر سے آتا ہوں اور رے کو جاتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ مجھے کچھ وصیت کرو کہنے لگے تم قبول نہ کرو گے میں نے کہا کہ شاید قبول کروں۔ کہا کہ میں جانتا ہوں کہ تم قبول نہ کرو گے۔ میں نے پھر کہا کہ شاید قبول کروں۔ کہا کہ جب رات ہو جائے تو اپنی دونوں کتابوں کو جو کچھ ذوالنون کا لکھا ہوا ہے ان سب کو دجلہ میں ڈال دے۔ میں نے کہا کہ سوچوں گا اس رات مجھے اس اندیشہ کے مارے نیند نہ آئی اور یہ بات میرے دل سے نہ گئی کہنے لگے کہ میں نے کہا نہ تھا کہ تم میری وصیت قبول نہ کرو گے میں نے کہا کہ کچھ اور کہیے کہا کہ وہ بھی نہ مانو گے۔ میں نے کہا کہ مانوں گا کہا جب رے میں جانا تو یہ نہ کہنا کہ میں نے ذوالنون کو دیکھا ہے اور اس سے بازار نہ بنانا (یعنی اپنی رونق نہ کرنا) یوسف نے کہا کہ خیر میں اس کو بھی سوچوں گا۔ تمام رات سوچتا رہا اور یہ بات مجھ کو پہلی بات سے زیادہ ناگوار معلوم ہوتی تھی۔ دوسرے روز میں نے ان سے کہا کہ یہ بات مجھے سخت ناگوار معلوم ہوتی ہے۔ کہنے لگے میں نے تمہیں نہ کہا تھا کہ میری بات نہ مانے گا۔ آخر کہا کہ میں تمہیں ایک بات کہتا ہوں کہ تجھ کو وہ ضرور ماننا پڑے گی۔ میں نے کہا کہ کہئے کہا جب گھر میں واپس جائے تو لوگوں کو اپنی طرف نہ بلا۔ اس وجہ سے کہ میں ان کو خدا کی طرف بلاتا ہوں اور ایسا رہو کہ ہمیشہ خدا تعالیٰ تجھے یاد رہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا اے موسیٰ ایسا کر کہ ہمیشہ تیری زبان میری یاد میں رہے اور جہاں تو رہے تیرا گزر مجھ پر ہو۔ ابوعبداللہ بناجی نے یوسف بن الحسین سے کہا کہ جہاں سچوں سے خالی ہو گیا ہے اگر تجھ سے ہو سکے تو سچ کو تمام حالات میں ضرور عمل میں لا اور یہ جان کہ جب تک خلائق مردود نہ ہو گا تو مردوں کے گروہ میں یہ راہ نہ پائے گا اور ان کا مرتبہ تجھے نہ ملے گا اور تعلقات کو جب تک نہ چھوڑے گا خدا کے خالص بندوں میں نہ ہو گا یوسف بن حسین کہتے ہیں۔ مجھ کو جس قدر ابوعبداللہ بناجی کی بات نے نفع پہنچایا ہے اس قدر کسی کی بات نے نہیں پہنچایا کیونکہ اس نے مجھ کو نام آوری کے دور کرنے کیلئے اشارہ کیا جس کو میں نے قبول کر لیا۔

۹۱- ثابت خباز (نان بائی) رحمۃ اللہ علیہ

آپ بڑے مشائخ میں ہیں۔ جنید اور رویم کے ساتھ رہے ہیں اور صوفیوں کا طریق ان سے سیکھا ہے۔ ہمیشہ ان کی باتیں کہتے رہے۔

۹۲-ابو ثابت رازی رحمۃ اللہ علیہ

آپ علماء اور قاریوں اور فقراء میں بڑے مشہور ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں مسجد میں بیٹھا ہوا تھا اور ایک بچہ کو قرآن پڑھاتا تھا اتنے میں یوسف بن حسین کا وہاں گزر ہوا۔ مجھ کو کہنے لگے کہ تجھے شرم نہیں آتی کہ مخنث کو قرآن پڑھاتا ہے میں نے دل میں کہا کہ سبحان اللہ چھوٹے لڑکے بہشتی کو ایسی بات کہتا ہے کہ مدت نہ گزری کہ اس لڑکے کو میں نے مخنثوں کے ساتھ دیکھا۔ میں ان کی خدمت میں گیا اور ان کا مرید ہو گیا۔

۹۳-سمنون بن حمزہ المحب الکذاب قدس اللہ سرہ

آپ دوسرے طبقہ میں ہیں اور امام المحبۃ ہیں۔ آپ کی کنیت ابوالحسن ہے۔ کہتے ہیں کہ ابوالقاسم نے اپنا لقب کذاب رکھا ہوا تھا۔ جب تک کذاب نہ کہتے نہ دیکھتے۔ علم محبت میں یکتا تھے اور تمام عمر محبت کی باتیں کہتے رہے۔ سری سقطی محمد بن علی قصاب ابو احمد قلانسی کے پاس رہے ہیں۔ جنید اور نوری کے ہم عصر ہوئے ہیں اور جنید سے پہلے ان کا انتقال ہوا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ان کے بعد انتقال ہوا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ بندہ جب تک تمام جہاں پر اپنی برائی ظاہر نہ کر دے۔ اس کی محبت صاف نہیں ہوتی اور یہ بھی اس نے کہا ہے۔ اول وصال العبد للحق ھجرانہ واول ھجران العبد للحق واصلتہ لنفسہ یعنی بندہ کا خدا سے پہلے وصال اپنے نفس کو چھوڑ دینا اور بندہ کا خدا سے پہلا فراق اپنے نفس سے ملنا ہے۔ ایک دن سمنون کو لوگوں نے دجلہ کے کنارہ پر دیکھا کہ لکڑی کی شاخ اپنی ران پر مارتے تھے اور ان کی ران زخمی ہو گئی تھی جس سے خون بہتا تھا لیکن ان کو خبر تک نہ تھی اور یہ شعر پڑھتے تھے۔

کان لی قلب اعیش بہ	ضاع منی فی تقلبہ
رب فاردہ علی فقد	ضاق صدری فی تطلبہ
واغث مادام لی رمق	یا غیاث المستغیثین بہ

یعنی میرا ایک دل تھا کہ جس سے میری زندگی تھی اور وہ پلٹا کھا کر ضائع ہو گیا۔ اے پروردگار اس کو پھر لوٹا دے کیونکہ میرا سینہ اس کی طلب میں تنگ ہو گیا ہے اور جب تک مجھ میں جان باقی ہے اے فریاد والوں کے فریاد رس میری فریاد پوری کر کہتے ہیں کہ ایک روز سمنون کے یہ دو شعر پڑھے۔

ترید منی اختیار سری	و قد علمت المراد منی
ولیس لی فی سواک حظ	فکیف ما شئت فاختبر نی

یعنی تو میرے دل کے بھید کا امتحان لینا چاہتا ہے حالانکہ تو میرے مقصد کو جانتا ہے اور مجھ کو تیرے سوا اور کسی میں حصہ نہیں ہے۔ پس جس طرح چاہے میرا امتحان لے لے۔ اسی وقت اس کو قید کر کے امتحان لیا گیا مگر وہ گھبرایا نہیں بلکہ صبر کیا۔ اس رات اس کے چند دوستوں نے ان کو خواب میں دیکھا کہ وہ دعاء و عاجزی کر رہے ہیں۔ خدا تعالیٰ سے شفا چاہتے ہیں جب سمنون نے جان لیا کہ اس سے مقصود عبودیت کے آداب کی تعلیم ہے اور اظہار عجز ہے نہ حال کا چھپانا۔ تب مکتبوں کے گرداگرد چکر لگاتے تھے اور بچوں سے کہتے تھے **ادعوا عمکم الکذاب** یعنی دعا مانگو اپنے جھوٹے چچا کیلئے ایک شخص نے ان کو دیکھا کہ سر نیچے کیا ہوا ہے۔ بعد میں ایک گھڑی کے سر کو بلند کیا اور آہ سرد نکالی اور یہ شعر پڑھا۔

ترکت الفواد علیلا یعاد   و ثروت نومی فصالی رقاد

یعنی تو نے میرے دل کو بیمار کر رکھا ہے جس کی عیادت کی جاتی ہے اور بھگا دیا تو نے میری نیند کو سو مجھ کو اب نیند نہیں آتی۔ ابو احمد قلانسی کہتے ہیں کہ سمنون کا ورد وظیفہ ہر رات دن میں پانسو رکعت نماز تھی اور وہ بھی کہتے ہیں کہ ایک مرد نے بغداد میں فقراء پر چالیس ہزار درہم تقسیم کیے۔ سمنون نے کہا کہ اے ابو احمد ہم کو اس خرچ کے لینے کی جرات نہیں ہے اٹھ تا کہ گوشہ میں چلے جائیں اور ہر درہم کے بدلے ایک رکعت نماز پڑھیں۔ پس ہم مدائن میں گئے اور چالیس ہزار رکعت نماز پڑھی۔ ایک شخص غلام الخلیل ریا کار تھا۔ اس نے خلیفہ کے سامنے اپنے آپ کو صوفی مشہور کر رکھا تھا اور ہمیشہ خلیفہ کے کان میں مشائخ اور درویشوں کی بری باتیں پہنچاتا رہتا تھا تا کہ یہ متروک ہوں اور اس کا اعتبار بڑھ جائے۔ ایک دن ایک عورت کی آنکھ سمنون پر پڑی اور اپنے آپ کو ان پر پیش کیا۔ سمنون نے کچھ توجہ نہ کی۔ وہ عورت جنید کی خدمت میں گئی اور کہنے لگی کہ سمنون سے کہئے کہ وہ مجھ سے نکاح کر لے۔ جنید کو یہ بات ناگوار گزری اور اس کو جھڑک دیا۔ وہ عورت غلام الخلیل کے پاس گئی اور جیسا کہ عورتوں کا قاعدہ ہے، سمنون پر تہمت لگائی۔ غلام الخلیل نے اس بارہ میں کوشش کی اور خلیفہ کو ان سے بھڑکا دیا خلیفہ نے حکم دیا کہ اس کو قتل کر ڈالیں جب جلاد کو بلایا گیا اور اس نے چاہا کہ ان کے قتل کا حکم ملے۔ بادشاہ کی زبان پکڑی گئی پھر اس میں تاخیر کی رات کو خلیفہ کو خواب میں دکھلایا گیا کہ تیرے ملک کا زوال اس کے قتل میں ہے۔ اگلے دن ان کو بلایا اور عذر کیا **وانشد ابو فراس لسمنون المحب**

وکان فوادی خالیا قبل حکم   وکان بذکر الخلق یلهود و یمزح

فلما دعا قلبی هواک اجابه   فلست اراه عن فنائک یبروح

رميت ببين منک ان کنت کاذبا	وان کنت فی الدنيا بغيرک افرح
وانکان شئی فی البلاد باسرها	اذا غبت من مليحا بعينی يملح
فان شئت واصلنی وان شئت لاتصل	فلست اری قلبی بغيرک يصلح

یعنی تمہاری محبت سے پہلے میرا دل خالی تھا اور لوگوں کی یاد میں کھیلتا اور خوش طبعی کرتا تھا۔ لیکن جب میرے دل کو تمہاری محبت نے بلایا تو اس نے مان لیا اب میں گمان نہیں کرتا کہ وہ تیرے گھر کے صحن سے چلا جائے اگر میں جھوٹا ہوں اور تیرے بغیر خوش ہوتا ہوں تو تیری جدائی کا تیر مجھے لگے اور اگر میری نکھوں سے تو غائب ہو جائے اور شہروں کی تمام چیزوں میں میری آنکھ میں بھلی معلوم ہوں تو پھر تیرا اختیار ہے چاہے مجھ سے ملاپ کرے اور چاہے نہ ملے کیونکہ میرا دل تیرے سوا کسی کے لائق ہی نہیں پس نہ میں غیر کو چاہوں گا اور تو مجھ سے فراق کرے گا۔

۹۴- زہرون مغربی قدس اللہ تعالیٰ سرہ

آپ طرابلس کے رہنے والے ہیں اور مظفر کرمان شاہی کے ہمزمان ہیں۔ دونوں مل کر مکہ معظمہ میں گئے ہیں۔ زہرون آگے چلتے تھے اور مظفر ان کے پیچھے اور سیدہ مظفر کی بیوی ان سب سے پیچھے چلتی تھیں اور یہ تینوں مکہ میں فوت ہوئے۔ رحمہم اللہ تعالیٰ ابوعبداللہ رحمۃ اللہ علیہ مغربی کہتے ہیں کہ میں نے زہرون کی طرح کوئی جوان مرد نہیں دیکھا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں ایک درویش کی جماعت کے ساتھ باہر سیر کو گئے یہ دو بیت پڑھے گئے۔

وسنا برق نفی عن الكرىٰ	لم يزل لمع لی من ذی طوی
منزل سلمی به نازلته	طيب الساحة معمور الفناء

یعنی روشنی چمکی اور اس نے میری نیند دور کر دی اور وہ ذوطوی سے ہمیشہ چمکتی تھی وہ مقام ہے جہاں کہ سلمیٰ اتری تھی جس کا میدان عمدہ اور اس کا گرد اگرد آباد ہے۔ انہوں نے یہ اشعار سن کر شور مچایا اور چند نعرے مارے اور واپس ہوئے اور کہا کہ میں نے اپنی سیر کر لی۔

۹۵-عرون بن الوثابیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کی کنیت ابوالاصبع ہے۔ شیخ اسلام کہتے ہیں کہ احمد ابی الحواری کو میں نے دیکھا تھا کہ وہ مکہ اور شام کے شیخ تھے۔ جب ان کا انتقال ہوا تو لوگوں نے ان کو خواب میں دیکھا اور ان کا حال دریافت کیا۔ انہوں نے کہا حاسبونا فدققوا ثم منوا فاعتقوا یعنی میرا ذرہ ذرہ حساب لیا گیا پھر احسان کیا اور معاف کر دیا۔

۹۶-میمون مغربی قدس اللہ تعالیٰ روحہ

ھو من اھل المغرب و کان من السیا حین وھو من قدماء المشائخ و کان یرافق ابا موسیٰ الدبیلی فی الاسفار و کان صاحب کرامات و ایات یعنی آپ مغربی سیاح تھے اور بڑے مشائخ میں تھے۔ ابوموسیٰ دبیلی کے ساتھ سفروں میں رہے تھے اور کرامات ونشانات والے تھے۔ آپ سیاہ رنگ کے تھے اور جب سماع میں ہوتے تو سفید رنگ ہو جاتا تھا۔ لوگوں نے کہا کہ سماع میں آپ کا حال بدل جاتا ہے۔ آپ نے کہا کہ اگر تم بھی وہ بات جانو جو میں جانتا ہوں تو تمہارا حال بھی بدل جائے۔ **وحکی انه کان معه جراب کلما ارادشیئا ادخل یده فیه واخرجه منه** یعنی کہتے ہیں کہ آپ کے پاس ایک تھیلی تھی جب کسی شے کا ارادہ کرتے تو اپنے ہاتھ کو اس میں داخل کرتے اور اس سے نکال لیتے۔

۹۷-سعدون مجنوں رحمۃ اللہ علیہ

عطا بن سلیمان کہتے ہیں ایک دفعہ بصرہ میں قحط پڑا تھا اور لوگ نماز استسقا کیلئے باہر گئے تھے اور ان میں ان کے ساتھ تھا قبرستان میں میں نے دیکھا تو سعدون مجنوں کو قبرستان کے چہار طاق میں بیٹھے ہوئے پایا۔ وہ اپنے گھٹنے پر ہاتھ مارتے تھے اور کچھ اپنے سے باتیں کر رہے تھے۔ میں ان کے سامنے گیا اور ان کو سلام کہا انہوں نے کہا **علیک السلام عطا من کشف عنک الغطا** یعنی اے عطا تم پر سلام ہو تم سے کس نے پردہ کھول دیا ہے پھر کہا کہ یہ کیسا ہجوم ہے **نفخ فی الصورام بعث من فی القبور** یعنی صور پھونکا گیا ہے یا مردے قبروں سے اٹھے ہیں میں نے کہا نہیں نماز استسقا کیلئے آئے ہیں کیونکہ قحط پڑ گیا ہے کہا کہ تم بھی ان کے ساتھ آئے ہو۔ میں نے کہا ہاں **بقلب سماوی ام بقلب خاوی** یعنی آسمانی دل کے ساتھ آیا ہے یا خالی دل کے ساتھ پھر

کہنے لگے کہ تم چاہتے ہو کہ میں بھی پانی مانگوں میں نے کہا کیوں نہیں چاہتا۔ کہا خداوند تجھ کو اس کل کی رات کے راز کی قسم ہے اتنے میں بارش شروع ہوگئی۔ کہا اے عطا جب تک تجھ کو نہ ماریں اس کوچہ سے نہ پھرنا۔

۹۸- عطاء بن سلیمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ بصرہ کے زاہدوں میں سے ہیں۔ اپنے وقت کے بزرگ ہوئے ہیں۔ ایک دن بیمار تھے اور دھوپ میں پڑے تھے لوگوں نے کہا کہ سایہ میں کیوں نہیں سوتے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ سایہ میں آؤں مگر ڈرتا ہوں کہ کہیں یہ نہ کہیں کہ اپنے نفس کے آرام میں پڑ گئے ہو۔

۹۹- علی بن سہل بن الاظہر اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ دوسرے طبقہ میں سے ہیں۔ کنیت ابوالحسن ہے۔ اصفہان کے بڑے مشائخ میں سے ہیں۔ محمد بن یوسف بنا کے شاگرد ہیں اور جنید رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر ہیں اور ان کی آپس میں خط و کتابت رہی ہے ابوتراب نخشبی کی صحبت میں رہے ہیں۔ وکان له رياضة عظيم ربما كان امتنع عن الاكل و اشرب عشرين يوما يبيت فيها قائما هائما بعد ان كان تشوه نشوابناء النعمة والمترفين آپ بڑی ریاضت والے تھے۔ بسا اوقات بیس بیس دن تک کھانا پینا چھوڑ دیتے تھے اور کھڑے ہوئے حیران رہ کر رات کاٹا کرتے تھے اور نشوونما آپ کا بڑی نعمت اور ناز پروردہ لڑکوں کا سا ہوا تھا۔ آپ کہتے ہیں ما احتلمت قطا الا بولی و شاهدين یعنی خواب میں مجھے احتلام اسی صورت میں ہوا ہے کہ ولی اور دو گواہ موجود ہوئے ہیں۔ (یعنی خواب میں بھی شرعی طور پر نکاح کے بعد صورت جماع ہوئی ہے نہ عام قائدہ کے موافق) ایک دفعہ عمرو بن عثمان مکی پر مکہ میں تیس ہزار درہم قرض ہوگیا۔ اصفہان میں علی سہل اصفہانی کے پاس آئے تاکہ وہ کچھ ان کی مدد کریں۔ علی سہل نے ان کا قرضہ معلوم کیا، جس قدر تھا سب مکہ بھیج دیا اور اس کی خبر تک نہ کی پھر ان پر مہربانی کی اور روانہ کر دیا۔ وہ واپس تو جاتے تھے مگر قرض کے فکر میں تھے جب مکہ میں پہنچے تو دیکھا کہ اس کا قرضہ ادا ہو چکا تھا تب ان کو آرام آیا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں تم جانتے ہو کہ علی سہل نے ایسا کیوں کیا تھا۔ عذر خواہی اور پھر شکر کرنے کے خوف سے کیونکر کوئی آزاد شخص ایسا نہیں کر سکتا۔ علی بن سہل کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک اس گروہ کو درویش نہیں کہنا چاہئے کیونکہ یہ لوگ ان لوگوں میں سے زیادہ تونگر ہیں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے جو دنیا داروں کو عمدہ

عمدہ لباس دیا ہے تو درویشوں کو لباس میں رونق دی ہے۔ پاکیزہ کھانا دیا اور کھانے کی لذت (کیونکہ یہ لوگ خوب بھوک کے وقت کھاتے ہیں تو ایسے وقت خوامخواہ کوئی کھانا کھاؤ لذیذ معلوم ہوگا۔ بخلاف امیروں کے کہ بلا اشتہا کھاتے ہیں انہیں عمدہ کھانا بھی برا معلوم ہوتا ہے۔ مترجم) بھی درویشوں ہی کو دی ہے اور علی نے یہ بھی کہا ہے اعـاذنا الله وایاکم من غرور حسن الاعمال مع فساد بواطن الاسرار یعنی ہم کو اور تم کو خدا تعالیٰ اچھے اعمال کے دھوکے سے اور باطنی حالات کے فساد سے پناہ میں رکھے اور یہ بھی انہوں نے کہا ہے التـصـوف التبری عن دونه والتخلی عمن سواه یعنی تصوف اس کا نام ہے کہ ماسوائے اللہ سے بیزاری اور علیحدگی ہو جائے توحید کی حقیقت ان سے دریافت کی گئی تو کہا قـریـب مـن الظنون بعید من الحقائق یعنی وہ گمان کے ساتھ تو قریب ہے لیکن حقیقت ہے لیکن حقیقت کے لحاظ سے دور ہے اور بعض کا یہ شعر پڑھا۔

فـقـلـت لا صحابی هی الشمس ضقوهیلب　　ولـکـن فـی تـنـاولها بـعـد

یعنی میں نے اپنے یاروں سے کہا کہ وہ محبوب آفتاب ہے جس کی روشنی تو قریب ہے لیکن اس کا پالینا دور اور مشکل ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ علی سہل سے پوچھا گیا کہ قالوا بلیٰ کا دن یاد ہے کہا کیوں نہیں۔ گویا وہ کل تھا اور بعض اس بات کو ابوجعفر محمد بن قاذہ کی طرف نسبت کرتے ہیں جو کہ محمد یوسف التیا کے شاگرد ہیں جیسا کہ سیر السلف کتاب میں مذکور ہے اور ہوسکتا ہے کہ یہ بات ان دونوں بزرگوں سے ہوئی ہو اور ہوسکتا ہے کہ کسی راوی کو سہو ہوگیا ہو۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ اس کلام میں نقص ہے۔ صوفی کو کل گزشتہ اور کل آئندہ کیا ہے۔ اس دن کی ابھی رات نہیں ہوئی اور صوفی بھی اس دن میں ہے۔ وکـان عـلـی بـن یـحـصـل یقول لیـس موتی کـمـوت احدکم انما هو دعاء واجابته ادعی فاجیب فکان کما قال یوما قاعدافی جماعة فقال لبیک ووقـع میـنـا یعنی علی بن سہل کہتے ہیں کہ میری موت تمہاری موت کی سی نہیں وہ صرف پکارنا اور قبول کرنا ہے۔ سو ایسا ہی ہوا وہ ایک روز جماعت میں بیٹھے تھے کہ اتنے میں کہا لبیک یعنی حاضر ہوں اور مردہ ہو کر گر پڑے۔

۱۰۰-محمد بن یوسف معدن البنا قدس اللہ سرہ

آپ کی کنیت ابوعبداللہ ہے کہتے ہیں کہ تین ہزار شیخ سے حدیث کی کتابت کی تھی۔ بعدازاں خلوت اور انقطاع تعلق کا ارادہ اس پر غالب ہوا اور مکہ معظمہ کے سفر کے ارادہ سے نکلے اور جنگل کو تنہائی کے قدم سے قطع کیا

کہتے ہیں کہ وہ دن کو معماری کے کام میں لگے رہتے جو کچھ اس سے محنت ملتی کچھ تھوڑی اس سے اپنے لئے رکھ لیتے اور باقی فقراء پر صدقہ کر دیتے اور باوجود کسب اور عمل کے ہر روز ایک ختم قرآن شریف کا کرتے۔ جب عشاء کی نماز پڑھ لیتے پہاڑ کی طرف جاتے اور صبح تک وہیں رہتے اور اکثر یہ کہتے خداوندا یا تو مجھ کو اپنی آشنائی اور پہچان و معرفت نصیب کر یا پہاڑ کو حکم دے کہ مجھ پر گر پڑے۔ کیونکہ تیری آشنائی اور معرفت کے بغیر میں زندگی نہیں چاہتا۔ انہوں نے کہا ہے جب میں مکہ میں آیا تو دیکھا کہ بزرگ لوگ مقام ابراہیم میں بیٹھے ہیں۔ میں بھی ان کے پاس بیٹھ گیا۔ قاری نے پڑھا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میرے دل میں کچھ خیال آیا اور چلا اٹھا۔ ان بزرگوں نے قاری سے کہا ذرا چپ رہنا پھر مجھے کہنے لگے اے نوجوان تجھے کیا ہوا کہ ابھی قاری نے ایک آیت بھی نہیں پڑھی تھی کہ چلا اٹھا۔ میں نے کہا **باسم قامت والارض و باسمه قامت الاشیاء و کفی بسم اللہ** یعنی اس کے نام سے آسمان اور زمین قائم ہیں اور اسی کے نام سے تمام چیزیں قائم ہیں اور بسم اللہ کا سماع کافی ہے۔ تمام بزرگ اٹھ کھڑے ہوئے اور مجھ کو اپنے درمیان بٹھا لیا اور میری عزت کرنے لگے اور یہ بھی وہ کہتے ہیں کہ میں بہت دعا مانگا کرتا تھا کہ خدایا میرے دل کو اپنی واقفیت و معرفت دے یا میری جان لے لے کیونکہ تیری معرفت کے بغیر مجھ کو جان کی حاجت نہیں ہے۔ پھر میں خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ کوئی کہنے والا کہتا ہے کہ اگر یہ چاہتا ہے تو ایک مہینہ روزے رکھ اور کسی سے بات نہ کہو۔ پھر زم زم پر آنا اور اپنی حاجت مانگنا جب مہینہ پورا ہو گیا تو میں زم زم پر آیا اور دعا مانگی۔ ہاتف نے زم زم کے کنویں سے مجھ سے کہا **یا ابن یوسف اختر من الامرین واحد ایهما احب الیک العلم مع الغنی والدنیا ام المعرفه القلة والفقر** یعنی اے ابن یوسف دو باتوں میں سے ایک بات پسند کر لے جو تم کو زیادہ پیاری ہو علم (ظاہری) غنا اور دنیا کے ساتھ یا معرفت الٰہی تھوڑے مال اور فقر کے ساتھ میں نے کہا **المعرفة مع القلة والفقر** یعنی معرفت تھوڑے مال اور فقر کے ساتھ چاہتا ہوں۔ پس چاہ زم زم سے یہ آواز آئی۔ **قد اعطیت قد اعطیت** یعنی بے شک تم کو یہی دیا گیا' یہی دیا گیا۔ کہتے ہیں کہ جنید قدس سرہ ان کے فضل و کمال کے قائل تھے جو خط کے جنید رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ علی بن سہل اصفہانی کو لکھا تھا اس میں یہ لفظ تھا۔ **سل شیخک ابا عبداللہ ماالغالب علیک** یعنی اپنے شیخ ابو عبداللہ سے سوال کر کہ تجھ پر کیا چیز غالب ہے۔ پس علی بن سہل نے اپنے شیخ سے سوال کیا تو شیخ نے (کسی خادم سے) کہا کہ اس کو لکھ دے **واللہ غالب علی امرہ** کہ اللہ ہی اپنے امر پر غالب ہے۔

۱۰۱-محمد بن فاذہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کی کنیت ابوجعفر ہے۔ محمد یوسف بنا کے شاگرد ہیں۔ **کان مجتھداً قویا فی العبادہ سخیا فی البذل والعطیعۃ** یعنی عبادت میں بڑے قوی اور محنتی تھے۔ بخشش اور دینے میں سخی تھے۔ ہر روز تین قرآن ختم کرنا ان کا وظیفہ تھا۔ باپ سے بہت مال ورثہ میں ملا تھا۔ برسوں تک محمد یوسف اور ان کے عیال پر خرچ کرتے اس طرح کہ ان کو معلوم نہ ہوا۔ ایک دوست کو کہہ رکھا تھا کہ ان کی ضروریات خرید کر ان کے مکان پر پہنچا دیا کرو اور اس کو کہہ رکھا تھا کہ کسی کو خبر نہ کرنا۔ جب کئی سال اس پر گزر گئے تو محمد یوسف نے اس کے دوست کو بڑے اسرار سے پوچھا کہ کہو کون شخص ہے کہ جو میرے عیال کا خرچ برداشت کرتا ہے۔ اس نے کہا محمد بن فاذہ۔ انہوں نے کہا **جزاہ اللہ عنی بافضل الجزاء** خدا اس کو میری طرف سے عمدہ جزا دے۔ ایک دوست جاڑوں میں محمد بن فاذہ کے پاس آیا اور ان کو دیکھا کہ ایک ہی پیراہن میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ کہا اے ابوجعفر! آپ کو سردی معلوم نہیں ہوتی۔ کہا اپنا ہاتھ لا اور کہو لا الہ الا اللہ میں نے اپنا ہاتھ اس کے پیراہن کے نیچے کیا اور کہا لا الہ الا اللہ سو میں نے دیکھا کہ گرمی سے وہ پسینہ پسینہ ہو رہے تھے۔

۱۰۲-سہل بن علی مزوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ ہی تھے کہ عبداللہ بن مبارک کے گھر پر گئے تو کہا کہ یہ لونڈیاں آراستہ کر کے کوٹھے پر کیوں چڑھا رکھی ہیں۔ ان کو نیچے کیوں نہیں بلاتے ہو۔ ابن مبارک نے کہا کہ ایسا ہی کروں گا جب وہ باہر نکل گئے تو ابن مبارک نے کہا۔ جلدی دوڑو اور اس کو ملو کیونکہ ابھی وہ فوت ہو جائیں گے جن کو اس نے میرے محل پر دیکھا وہ حوریں تھیں کہ بہشت سے اس کیلئے بھیجی گئی تھیں ورنہ میرے کوٹھے پر کوئی نہ تھا اور وہ جھوٹ نہیں بولے جب وہ گھر سے باہر گئے اس وقت جان دے دی۔ سہل بن علی مزوری کو پوچھا گیا کہ خدا کی مہربانیوں میں سے جو بندہ پر ہوتی ہیں سب سے بڑھ کر کون سی ہے کہا کہ دل کی فراغت۔ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں **نعمتان مغبون فیھما کثیر من الناس الصحتہ والفراغۃ** یعنی دو نعمتیں ہیں کہ جن میں بہت سے لوگ نقصان اٹھاتے ہیں یعنی قدر نہیں کرتے ایک صحت دوم دل کی فراغت اور سہل یہ بھی کہتے ہیں **الفراغ بلاء من البلایا** یعنی فراغت بلاؤں میں سے ایک بلا ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ جس شخص پر تقویٰ غالب نہ ہو اس کو شغل فراغت سے بہتر

ہوتا ہے تاکہ فراغت سے اس پر بلا نہ آئے لیکن جو شخص کہ متقی پرہیزگار اور صاحب دل ہے تو اس کیلئے فراغت ایک بے بہا ملک ہے اور دل کی فراغت خدا کی صحبت کا گھر ہے اور درویش نادار اس کام کے لائق ہے۔ ابن جریح کہتے ہیں جو شخص کہ پختہ ارادہ نہیں رکھتا' وہ ترقی نہیں کر سکتا۔

۱۰۳-علی بن حمزہ اصفہانی حلاج رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ وہ حسین منصور کی طرح حلاج نہ تھے۔ محمد بن یوسف بنا کے اصفہان میں شاگرد ہوئے ہیں۔ علی بن حمزہ کہتے ہیں کہ میں ایک مدت تک محمد یوسف بنا کے پاس اصفہان میں رہا ہوں اور ان کی نشست و برخاست کی ہے اور حلال کھانے کے علم کے بارے میں بہت کچھ کہا کرتے ہیں۔ ان کی حکایات لکھا کرتا تھا۔ ایک دفعہ میں ان کے پاس سے حج کو گیا اور بصرہ میں پہنچا اتنے میں محمد بن یوسف کے انتقال کی خبر مصر میں پہنچی۔ مجھ کو اتنا غم ہوا کہ جس کا بیان نہیں ہو سکتا۔ میں نے کہا کہ میں اصفہان میں جا نہیں سکتا۔ پھر بصرہ میں سہل تستری کے شاگردوں کے پاس رہا۔ یہ لوگ اس کی باتیں کیا کرتے اور اس کی خبریں دیا کرتے جو بات مجھے اچھی معلوم ہوتی میں کہتا کہ میں ان پڑھ ہوں۔ مجھے یہ لکھ دو۔ ایک دن پانی کے کنارے پر میں طہارت کرتا تھا جو کچھ لکھا ہوا تھا میری آستین سے پانی میں گر گیا اور خراب ہو گیا۔ مجھ کو اس دراز مدت کی محنت پر بڑا رنج ہوا۔ اس رات سہل تستری کو میں نے خواب میں دیکھا مجھ کو کہتے ہیں۔ اے مبارک تم اس لئے رنجیدہ ہوئے ہو کہ تمہارا دفتر پانی میں گر گیا میں نے کہا ہاں' اے استاد کہا کہ کیوں ان باتوں کا حق اور خدا کا حق اور اس کے دوستوں کا حق اپنے سے طلب نہیں کرتا۔ میں نے کہا کہ اے استاد مجھ میں یہ طاقت نہیں۔ میں اس بات میں تھا کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے دیکھا کہ آپ تشریف لاتے ہیں اور اصحاب صفہ میں سے ایک جماعت آپ کے ساتھ ہے۔ جب میں نے حضور کو دیکھا تو خوشی کے مارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دوڑا مجھے دیکھ کر آپ مسکرائے اور فرمایا کہ اس صدیق یعنی سہل تستری کو کیوں نہیں کہتا کہ اگر اس گروہ کی دوستی اور یہ باتیں عین حقیقت ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے کہ سہل سے یہ بات فرمائیں۔ سہل نے کہا یا رسول اللہ میں خدا سے استغفار کرتا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے اور میں خوشی سے جاگ اٹھا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ اس کام کی دوستی یہ کام ہے۔ نزدیک ہے کہ اس کام پر انکار کرنا یہ کام ہو۔ کیونکہ حقیقت سے کوئی چیز مجاز تک نہیں جاتی۔ غلام الخلیل آخر عمر میں مخدوم ہو گیا۔ اس گروہ کے بزرگوں میں سے ایک نے سنا تو کہا کہ نارسیدہ

متصوف نے اپنا ارادہ اس میں کیا ہے لیکن اچھا نہیں کیا کہ وہ اس گروہ سے جھگڑتا ہے۔ کبھی کبھی ان کے اعمال اس تک پہنچتے ہیں خدا اس کو شفا دے۔ یہ بات غلام الخلیل سے لوگوں نے کہی۔ غلام الخلیل نے اس سے توبہ کی اور جو کچھ اس کے پاس تھا وہ مشائخ کے پاس بھیج دیا۔ انہوں نے قبول نہ کیا کہ اس گروہ کے انکار نے اس مرد کو توبہ تک پہنچایا جو شخص کہ اقرار کرتا ہوگا وہ خود کیسا ہوگا۔

۱۰۴- علی بن شعیب سقا قدس اللہ سرہ

آپ حیرہ سے نیشاپور میں آئے اور ابو حفص کے ساتھ صحبت رکھی کہتے ہیں کہ آپ نے پچپن حج کئے تھے۔ سب حجوں میں نیشاپور ہی سے احرام باندھتے تھے اور ہر میل پر دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔ لوگوں نے کہا' یہ کیسی نماز ہے کہا لیشھدوا منافع لھم یعنی تا کہ حاضر ہوں اپنے نفع کیلئے یہ میرا حج سے نفع ہے جو خدا سے حاصل ہوا ہے اور خدا کی حضوری میں ان کا خوف کھانا اور خودی سے تیرہ دن تک جنگل میں غائب ہونا۔ یہ سارا قصہ ابوحمزہ بغدادی کے احوال میں گزر چکا ہے۔

۱۰۵- علی بن موفق بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

آپ عراق کے قدیمی مشائخ میں سے ہیں۔ بہت سے سفر کئے اور ذوالنون مصری کو دیکھا ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ان کے چوہتر حج شمار کرتے ہیں۔ ایک دفعہ حج کیا تو دل میں افسوس سے کہتے تھے کہ میں جاتا اور آتا تو ہوں مگر نہ میرا دل ہے نہ وقت ہے۔ پھر کیا کرتا ہوں' اس رات خدائے تعالیٰ کو خواب میں دیکھا کہ اس کو فرماتا ہے۔ اے موفق کے فرزند تو اپنے گھر میں جس کو نہیں چاہتا نہیں بلاتا۔ پس اگر میں بھی نہ چاہتا تو نہ بلاتا اور نہ لاتا۔ انہوں نے کہا ہے' خداوندا اگر میں دوزخ کے خوف سے تیری عبادت کرتا ہوں تو مجھ کو دوزخ میں ڈالیو اور اگر بہشت کی امید پر عبادت کرتا ہوں تو مجھے ہرگز وہاں جگہ نہ دیجیو اور اگر محبت کی وجہ سے عبادت کرتا ہوں تو ایک دیدار مجھے کرا دینا پھر جو چاہے کیجیو۔

۱۰۶- ابو احمد قلانسی قدس اللہ روحہ

آپ پرانے مشائخ میں سے ہیں۔ آپ کا نام مصعب ابن احمد بغدادی ہے کہتے ہیں کہ آپ دراصل مرو

کے رہنے والے ہیں۔ جنید اور رویم کے ہمزمانہ ہیں اور تاریخ میں ہے کہ ابو احمد قلانسی نے ۲۹۰ ہجری میں حج کیا اور مکہ معظمہ میں حاجیوں کے لوٹنے کے تھوڑے دن بعد فوت ہوئے ابو محمد قلانسی کہتے ہیں کہ میں ایک دن قوم کے درمیان تھا کہ میں نے کہا' میری آزار۔ میں نے یہی لفظ کہا تھا کہ میری بات لوگوں نے کاٹ لی کہ تو نے کیوں کہا میری آزار۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ صوفیوں میں یہ ادب کی بات نہیں کہ تم یوں کہو' میری آزار یا میری جوتیاں ان کا ادب یہ ہے کہ اپنے آپ کو یاروں کے درمیان کسی چیز کا مالک نہ دیکھیں' مگر ظاہری ضرورت کیلئے شیخ سیروانی کہتے ہیں کہ جب صوفی یوں کہے کہ میری جوتیاں یا میرے آزار تو چاہئے کہ اس کی طرف خیال بھی نہ کرے۔ مطلب یہ کہ ان کے ملک میں کوئی چیز نہیں ہوتی۔ جب احمد قلانسی بیمار ہوئے اور قریب المرگ تو کہنے لگے۔ خداوندا اگر تیرے نزدیک میرا کچھ قدر ہوتا تو میری مرگ دو منزلوں کے درمیان ہوتی۔ کچھ ضرورت ایسی پیش ہوئی کہ ان کو ڈولے میں لا باہر لائے کہ اور جگہ لے جائیں۔ پھر راستہ میں فوت ہوئے۔

۱۰۷- ابوالغریب اصفہانی قدس اللہ تعالیٰ سرہ

آپ محققین میں سے صاحب آیات و کرامات ہیں۔ عشق میں عین جمع تک پہنچے تھے۔ لوگ ان کو حلوائی کہتے تھے۔ شیخ ابو عبداللہ خفیف اس کو دوست رکھتے تھے اور اس سے خوش طبعی کیا کرتے۔ ایک دفعہ شیراز میں زندگی سے ناامید ہو چکے تو اپنے یاروں کو اپنے سامنے بلایا اور کہنے لگے۔ خدا کیلئے تم سے مجھے ایک ضرورت ہے' کیا پوری کر دو گے؟ یاروں نے کہا کہ ہاں فرمائیے کہنے لگے کہ جب مجھے یہاں موت آجائے تو گبروں کی قبرستان میں دفن کرنا۔ یار حیران رہ گئے کہ یہ کیا بات ہے؟ اس نے کہا کہ میں نے خدائے تعالیٰ سے کہا تھا کہ اگر تیرے نزدیک میری قدر ہے مجھے طرسوس میں مرگ دیجیو' لیکن میں اب یہاں مرتا ہوں۔ اس لئے جان گیا ہوں کہ اس کے نزدیک میری کچھ قدر نہیں۔ اس کے بعد بہت جلدی اس میں صحت کے آثار ظاہر ہوئے اور اٹھ کھڑے ہوئے اور طرسوس چل دیئے۔ پھر ان کا انتقال ہوا۔ صوفیوں سے ایک کہتا ہے کہ میں ابوالغریب کے پاس طرسوس میں آیا۔ ان کی دونوں ران سوج گئی تھی اور سرین سے لے کر گھٹنہ تک پھٹ گیا تھا اور پیپ و خون بہت بہتا تھا اور عجب حالت ہو رہی تھی۔ ایک شخص نے ان سے پوچھا کہ کیسے ہو؟ کہا جیسے تم دیکھتے ہو لیکن ابھی تک میں نے مستی الضر نہیں کہا' یعنی مجھ کو تکلیف (یہ مقولہ ایوب علیہ السلام کا ہے جب بدن میں کیڑے پڑ گئے اور ایک کیڑا دل و زبان کو کھانے لگا اس وقت آپ نے یہ کلمہ کہا تھا۔ مترجم) پہنچی ہے۔

۱۰۸- ابوعبداللہ قلانسی قدس اللہ تعالیٰ سرہ

آپ قوم کے بزرگوں اور اس گروہ کے بڑے لوگوں میں سے ہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ میں اپنے ایک سفر میں کشتی میں بیٹھا ہوا تھا۔ اتنے میں ہوا اٹھی اور بڑا طوفان آ گیا۔ کشتی والے دعا اور عاجزی کرنے لگے اور نذریں ماننے لگے۔ مجھ سے کہا تم بھی نذر مانو۔ میں نے کہا کہ میں تو دنیا سے مجرد ہوں۔ میں کیا نذر مانوں۔ تب وہ بہت ہی اصرار کرنے لگے۔ میں نے کہا' خداوند میں نے یہ نذر کی ہے کہ اگر تو مجھے اس مصیبت سے خلاصی دے تو فیل بچہ کا کبھی گوشت نہ کھاؤں گا۔ لوگوں نے کہا یہ کیا نذر ہے؟ جو تم مانتے ہو۔ کیا کبھی کسی نے ہاتھی کا بچہ بھی کھایا ہے۔ میں نے کہا کہ میرے دل میں ایسا ہی آیا اور خدائے تعالیٰ نے میری زبان پر یہی گزار دیا۔ اتفاقاً کشتی ٹوٹ گئی اور میں ایک جماعت کے ساتھ کنارہ پر آ گیا اور چند روز گزر گئے کہ ہم نے کچھ نہ کھایا تھا۔ اتنے میں ہاتھی کا بچہ ظاہر ہوا۔ لوگوں نے اس کو پکڑ لیا اور مار ڈالا اور اس کا گوشت کھایا۔ انہوں نے کھایا اور مجھے بھی دیا۔ میں نے کہا کہ میں نے نذر کی تھی کہ ہاتھی کا بچہ نہ کھاؤں گا۔ انہوں نے بہت اصرار کیا کہ یہ وقت اضطرار کا تھا اور عہد کے توڑنے کی بھی اجازت ہے۔ میں نے ان کا حکم نہ مانا اور اپنے عہد سے نہ پھرا۔ جب کچھ کھا چکے تو سو گئے۔ ابھی یہ نیند میں تھے کہ اس بچہ کی ماں آئی اور بولتی تھی۔ یہاں تک کہ اپنے بچہ کی ہڈیوں تک پہنچی اور اس کو سونگھنے لگی۔ بعد اس کے آئی اور ان مردوں کو سونگھنے لگی جس شخص سے کہ بو پاتی تھی' اسی کو اپنے ہاتھ پاؤں تلے ملتی اور مار ڈالتی۔ یہاں تک کہ سب کو مار ڈالا۔ پھر میری طرف آئی اور مجھ کو بھی دیر تک سونگھتی رہی۔ جب مجھ سے کچھ بو نہ معلوم ہوتی تو پیٹھ میری طرف کی اور اپنے سونڈ سے اشارہ کیا کہ سوار ہو جا۔ مجھے سمجھ نہ آئی۔ پھر اس نے اپنے پاؤں کو اونچا کیا۔ میں نے جان لیا کہ وہ چاہتی ہے کہ میں سوار ہو جاؤں۔ تب میں سوار ہو گیا۔ پھر اشارہ کیا کہ دائیں طرف بیٹھ۔ میں دائیں طرف بیٹھ گیا تو بہت جلد چلنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ مجھ کو ایسی جگہ لائی کہ جہاں کھیتی اور سیاہی نظر آتی تھی۔ اس وقت اشارہ کیا کہ نیچے اتر آ۔ پھر وہ پہلے سے بہت جلد واپس چلی گئی۔ جب صبح ہوئی تو ایک جماعت ظاہر ہوئی اور وہ اپنے گھر مجھے لے گئے اور ان کے ترجمان نے میرا حال دریافت کیا۔ میں نے سارا قصہ بیان کر دیا۔ وہ مجھ کو کہنے لگے' تمہیں معلوم ہے کہ جہاں سے تمہیں لائی ہے۔ یہاں سے کتنی دور کا فاصلہ ہے۔ میں نے کہا' مجھے معلوم نہیں کہنے لگے کہ وہ آٹھ دن کی راہ ہے' جو تجھ کو ایک رات میں لے آئی۔

۱۰۹- ابو عبداللہ جلا قدس اللہ روحہ

آپ دوسرے طبقہ میں سے ہیں۔ آپ کا نام احمد بن یحییٰ جلا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ محمد بن یحییٰ ہے اور احمد زیادہ صحیح ہے۔ دراصل بغداد کے رہنے والے ہیں لیکن رملہ دمشق میں چلے گئے تھے۔ آپ شام کے بڑے مشائخ میں سے ہیں۔ ابوتراب اور ذوالنون مصری کے شاگردوں میں سے ہیں اور رہ کے باپ سے یحییٰ جلا اور ابوعبید بسری پیدا ہوئے ہیں۔ استاد وقی کی صحبت میں رہے اور ان کے ساتھ سفر کرتے رہے ہیں۔ عالم اور پرہیزگار تھے۔ ایک دفعہ ابوالخیر لنباقی نے ابوعبداللہ جلا کو دیکھا کہ ہوا اور بادل میں اڑا جاتا تھا۔ ابوالخیر نے آواز دی کہ میں نے پہچان لیا۔ جواب دیا کہ تم نے نہیں پہچانا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ابوالخیر وجود شخص کی شناخت کو کہتے تھے اور ابوعبداللہ مقام وشرب کی شناخت کو کہتے تھے۔ شیخ الاسلام نے کہا کہ ابوبکر واسطی نے باوجود اپنی بزرگی کے کہا ہے کہ میں نے ڈیڑھ آدمی دیکھا ہے۔ پورا مرد تو ابوامامیہ حوری ہے اور آدھا مرد ابوعبداللہ جلا ہے۔ واسطی سے لوگوں نے پوچھا کہ اس کو کیوں پورا مرد کہا اور اس کو آدھا کہا کہ ابوامامیہ حوری نے کسی مخلوق کے ہاتھ سے کچھ نہیں کھایا۔ **وکان یاکل ممالیس للمخلوقین فیہ صنع** اور وہ چیزیں کھاتے تھے کہ جن میں لوگوں کی صنعت کو دخل نہ تھا۔ مثل جڑ بوٹی وغیرہ کے اور ابن جلا ایک مرد کا مال کھا لیتے تھے، جس کو علی بن عبداللہ قطان کہتے تھے۔ ابوبکر واسطی کسی کو پسند نہ کرتے نہ اس وجہ سے کہ مخلوق ان کے نزدیک ذلیل تھی بلکہ اپنے علم میں توحید کی عزت کی وجہ سے ایسا کرتے تھے۔ ابوعبداللہ جلا سے محبت کی بابت لوگوں نے پوچھا تو کہا۔ **مالی و للمحبۃ وانا ارید ان اتعلم التوبہ** یعنی مجھے محبت سے کیا واسطہ میں تو توبہ سیکھنے کا ارادہ کرتا ہوں۔ ان کو لوگوں نے پوچھا۔ **متی یستحق للفقراء اسم الفقیر** یعنی فقیر کا نام فقیر کیلئے سزاوار ہوتا ہے۔ کہا **اذالم یبق علیہ من نفسہ مطالبۃ ظاھر اوباطنا** یعنی جب اس پر نفس کی طرف سے ظاہر باطن مطالبہ باقی نہ رہے، شیخ کہتے ہیں ابوتراب نخشبی کے ساتھ تین ہزار آدمی چھاگلوں کے ساتھ جنگل میں گئے۔ ان کے ساتھ صرف دو آدمی رہے۔ ایک تو ابوعبداللہ جلا اور دوم ابوعبید بسری۔

۱۱۰- ابوعبداللہ خاقانی صوفی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بغداد شریف کے بڑے صوفیوں میں ہیں۔ شیخ جعفر حداد کہتے ہیں کہ وہ صاحب کرامات تھے۔ ابن

قصاب رازی سے منقول ہے کہ میرا باپ بغداد کے بازار میں دکان کرتا تھا اور میں دکان کے دروازہ پر بیٹھا ہوا تھا۔ اتفاقاً ایک شخص گزرا۔ مجھ کو گمان ہوا کہ یہ شخص بغداد کے فقرا میں ہے اور میں ابھی حد بلوغ تک نہیں پہنچا تھا' میرا دل اس کی طرف کھینچا۔ اس لئے میں اٹھا اور ان کو سلام کہا۔ میرے پاس ایک اشرفی تھی۔ میں نے ان کو دے ڈالی۔ انہوں نے لے لی اور چل دیئے اور میری طرف چنداں توجہ نہ کی۔ میں نے دل میں کہا کہ یہ دینار ضائع گئے۔ میں ان کے پیچھے روانہ ہوا۔ یہاں تک کہ شونیریہ مسجد میں پہنچے۔ وہاں دیکھا کہ تین درویش اور بیٹھے ہیں۔ اس دینار کو ان میں سے ایک کو دے دیا اور آپ نماز پڑھنے لگے۔ جس شخص نے دینار لیا تھا۔ وہ باہر گیا اور میں ان کے پیچھے ہولیا۔ یہاں تک کہ اس نے کھانا خریدا اور یاروں کے سامنے لایا اور مل کر کھالیا اور وہ شخص ویسی ہی نماز پڑھتے رہے۔ جب وہ کھانے سے فارغ ہوئے تو ان کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا تم جانتے ہو کہ مجھ کو کون سی بات تمہاری موافقت سے مانع ہوئی ہے۔ انہوں نے کہا' استاد ہمیں معلوم نہیں۔ کہا کہ ایک جوان نے وہ دینار دی تھی۔ میں اس وقت تک خدا سے مانگ رہا تھا۔ کہ اس کو دنیا کی بندگی سے آزاد کردے۔ سو اس نے آزاد کردیا۔ ابن قصاب کہتے ہیں کہ میں ان کے سامنے بیٹھ گیا اور کہا کہ استاد آپ نے درست کہا اور حضرت شیخ خاقانی صوفی تھے' ۲۷۹ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

۱۱۱- ابوعبداللہ البسری قدس اللہ تعالیٰ سرہ

آپ کا نام محمد بن حسان ہے۔ پرانے مشائخ میں سے ہیں۔ ابوتراب نخشبی کی صحبت میں رہے ہیں۔ ابن جلا رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ لقیت ست مائة شیخ مارایت منهم مثل اربعة ذوالنون المصری و ابو تراب النخشبی و ابو عبداللہ البسری و العباس بن عطا قدس اللہ تعالیٰ ارواحهم یعنی میں چھ سو مشائخ سے ملا ہوں' ان میں سے چار جیسا میں نے کوئی نہیں دیکھا۔ ذوالنون مصری ابوتراب نخشبی ابوعبداللہ بسری عباس عطا قدس اللہ تعالیٰ ارواہم ابوعبید بسری کے یاروں سے ایک کہتے ہیں کہ وہ ایک کام میں مشغول تھے اور حج میں صرف تین دن رہ گئے تھے چند صوفی آئے اور کہنے لگے کہ اے ابوعبید کیا حج کو جاتے ہو؟ کہا کہ نہیں۔ پھر میری طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ تیرے شیخ نے اپنا نقصان چاہا۔ خدائے تعالیٰ ان سے جو کہتے ہیں' زیادہ قادر ہے۔ طی ارض (زمین کو لپیٹا جانا) کہتے ہیں کہ جب رمضان شریف آتا۔ ابوعبید گھر میں آتے اور گھر والوں سے کہتے کہ گھر کا دروازہ ان پر بند کردیں۔ فقط ایک سوراخ چھوڑتے اور ہر رات کو ایک روٹی وہاں سے ڈال دیتے۔ پھر

جب عید کا دن تھا اور دروازہ کھولتے تو دیکھتے کہ تیس روٹیاں گھر کے کونہ میں رکھی ہوتیں۔ ان میں سے کچھ بھی کھایا نہ ہوتا' نہ پانی پیا ہوتا' نہ سوتے تیس رات دن میں ایک ہی وضو سے نماز پڑھتے کہتے ہیں کہ ابوعبینہ بچھڑے پر سوار ہو کر جہاد میں گئے۔ راستہ میں وہ گھوڑا گر پڑا اور مر گیا۔ کہا کہ خداوند اس جوان گھوڑے کو مجھے عاریتاً دے دے۔ یہاں تک کہ میں بسری پہنچ جاؤں۔ گھوڑا زمین سے اٹھ کھڑا ہوا اور زندہ ہو گیا۔ جب لڑائی سے فارغ ہوئے اور بسری میں پہنچ گئے۔ اپنے فرزند سے کہا کہ گھوڑے کی زین اتار لے۔ لڑکے نے کہا کہ ابھی گرم ہے اور اس کو پسینہ آیا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اٹھا لے کیونکہ وہ عاریت ہے۔ جب زین اس سے اتار لی۔ گھوڑا گر پڑا اور مر گیا۔ آپ فرماتے ہیں۔ النعم طرد فمن رضی بالنعم فقد رضی بالطر دو البلا قربة فمن ساء البلا فقد احب ترک القربة و التقرب الی اللہ تعالیٰ یعنی نعمتیں مردود ہونے کا سبب ہیں۔ پس جو شخص نعمتوں سے راضی ہوا تو وہ مردود ہونے پر راضی ہوا اور بلا امتحان خدا کے قرب کا سبب ہے۔ پس جس کو بلا بری معلوم ہوئی تو اس نے خدا کی قربت اور تقرب کے ترک کو دوست رکھا کہتے ہیں کہ ایک دن اپنے اصحاب کے ساتھ دمشق میں ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک سوار گزرا اور اس کے پیچھے ایک غلام تھا جس نے زین پوش کندھے پر رکھا ہوا تھا اور غصہ میں دوڑا ہوا جا رہا تھا۔ جب وہ ابوعبید اور ان کے یاروں کے برابر پہنچا تو کہا۔ اللھم اعتقنی وارحی منہ یعنی اے پروردگار تو مجھے آزاد کر دے اور اس سے آرام دے۔ پس ابوعبید کی طرف منہ کیا اور کہا اے شیخ آپ میرے لئے دعا کریں۔ ابوعبید کہتے ہیں اللھم اعتقہ عن النار ومن الرق یعنی اے پروردگار اس کو دوزخ سے اور غلامی سے آزاد کر دے۔ اسی وقت اس سوار کی سواری نے اس کو گرا دیا اور اس غلام کی طرف اس نے متوجہ ہو کر کہا میں نے تجھ کو اللہ کیلئے آزاد کر دیا۔ غلام نے زین پوش کو اس کے سامنے ڈال دیا اور کہا۔ اے خواجہ تم نے مجھ کو آزاد نہیں کیا۔ بلکہ اس جماعت نے آزاد کیا اور ابوعبید اور اس کے یاروں کی طرف اشارہ کیا اور وہ انہی کے ساتھ رہا۔ یہاں تک کہ فوت ہوا۔ ایک دن اس کا لڑکا اس کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ گھی کے چند مٹکے میرے پاس تھے اور وہی میرا مال تھا۔ میں باہر لاتا تھا۔ سو وہ گر کر ٹوٹ گیا جس سے میرا سرمایہ ضائع ہو گیا۔ کہا اے فرزند اپنا سرمایہ وہ بنا' جو تمہارے باپ کا ہے۔ واللہ کہ تمہارے باپ کے پاس دنیا و آخرت میں اللہ کے سوا اور کچھ سرمایہ نہیں۔

۱۱۲-ابوعبداللہ السنجری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ دوسرے طبقہ میں ہیں اور خراسان کے بڑے مشائخ میں داخل ہیں اور بڑے جوانمرد ہیں۔ ابوحفص رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ رہے ہیں اور بارہا توکل پر سفر کرتے رہے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں **علامۃ الاولیاء ثلاثۃ تواضع عن رفعۃ وزھد عن قدرۃ وانصاف عن قوۃ** یعنی اولیاء کی تین علامات ہیں۔ بلند ہو کر تواضع کرنی۔ قدرت مال کی رکھ کر زہد اختیار کرنا۔ قوت ہوتے ہوئے انصاف کرنا اور یہ بھی کہا ہے' جو واعظ کہ اس کی مجلس سے تونگر و درویش ہو کر نہ اٹھے اور درویش تونگر ہو کر تو وہ واعظ نہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ مریدوں کیلئے فائدہ مند نیک بختوں کی صحبت ہے۔ ان کے افعال اور اخلاق کی پیروی کرنا۔ دوستان خدا کی قبروں کی زیارت کرنا اور یاروں اور فقیروں کی خدمت بجالانا۔ ان کو لوگوں نے پوچھا کہ کیوں صوفیوں کی طرح گدڑی نہیں پہنتے کہا کہ یہ نفاق کی بات ہے۔ جوانمردوں کا لباس تو پہن لوں اور جوانمردی کے بوجھ کے تلے نہ رہ سکوں۔ پھر لوگوں نے کہا کہ جوانمردی کیا چیز ہے؟ کہا کہ لوگوں پر جو کچھ گزرے۔ ان کو معذور سمجھنا اور اپنا قصور دیکھنا اور تمام مخلوق پر شفقت کرنا۔ خواہ نیک ہوں یا بد اور جوانمردی کا کمال یہ ہے کہ تجھ کو مخلوق خدا سے نہ روک دے۔ ایک شخص نے آپ سے کہا کہ میں ایک دینار سونے کا رکھتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ کو دوں۔ آپ کی کیا مرضی ہے؟ فرمایا' اگر دے گا تو تجھے بہتر ہے۔ اگر نہ دے گا تو مجھے بہتر ہوگا۔ ایک صوفی کہتے ہیں کہ میں ابوعبداللہ سنجری کے ساتھ طرابلس سے میں ہمراہ ہوا۔ چند دن رات ہم چلے اور کچھ نہ کھایا تھا۔ راستہ میں ایک ترکدو کا ٹکڑا ہم نے دیکھا۔ میں نے اٹھالیا کہ کھاؤں۔ شیخ نے میری طرف دیکھا۔ میں نے جانا کہ وہ اس کو برا سمجھے۔ میں نے وہ پھینک دیا۔ بعد ازاں پانچ دینار کہیں سے مل گئے۔ پھر ہم گاؤں میں گئے۔ میں نے کہا' شاید کھانا خریدیں گے۔ وہاں سے آگے چلے اور نہ خریدا۔ بعد اس کے کہا' شاید کہ تو کہے گا کہ ہم پیادہ چلتے ہیں اور بھوکے ہیں اور کچھ نہیں خریدا۔ یہ دیکھ راستہ پر ایک گاؤں ہے اور وہاں ایک مرد ہے صاحب عیال۔ جب اس گاؤں میں آئیں گے۔ وہ ہماری خدمت میں مشغول ہوگا۔ وہ پانچ دینار اسے دینا تاکہ ہم پر اور اپنے عیال پر خرچ کرے۔ پھر جب ہم اس گاؤں میں پہنچے تو ہم نے وہ دینار ان کو دے دیئے۔ اس نے خرچ کئے۔ جب باہر آئے تو کہا' کہاں تک جائے گا۔ میں نے کہا' آپ کی ہمراہی کرتا ہوں۔ کہا میں تیرا ساتھ ترک کرتا ہوں۔ ترکدو کے بارہ میں خیانت کرتا ہے اور پھر ساتھ چاہتا ہے' اس لئے ایسے شخص کو ہم ساتھ نہیں رکھتے۔

۱۱۳- ابو عبداللہ الحضری قدس سرہ

آپ بصرہ کے رہنے والے قدیمی مشائخ سے ہیں۔ فتح موصلی کے شاگرد ہیں۔ یقول سمعت الفتح الموصلی یقول صحبت ثلثین شیخا کانوا یعدون من لابدال کلھم اوصونی عند فراقی ایاھم فقالوا ایاک و معاشرۃ الاحداث یعنی وہ کہتے تھے کہ میں نے فتح موصلی سے سنا تھا۔ وہ کہتے تھے کہ میں تیس ایسے مشائخ کی صحبت میں رہا ہوں کہ جو ابدال میں شمار کیے جاتے تھے۔ ان سب نے میری جدائی کے وقت مجھے یہ وصیت کی تھی کہ نو جوانوں کی صحبت سے بچتا رہیو۔

۱۱۴- جعفر بن المبرقع رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ صوفیہ مشائخ کے عالموں میں ہے۔ ذکرہ عبداللہ الحصری انہ سمعہ یقول منذ ثلثین سنۃ اطلب من یقول اللہ فی تحقیق ھذا الا سم فلم اجدہ یعنی ذکر کیا۔ اس کو ابو عبداللہ الحصری نے کہا کہ اس نے سنا۔ ان سے کہتے تھے کہ تیس سال ہوئے کہ میں ایسے شخص کو ڈھونڈتا ہوں کہ اسم اللہ تحقیق کے ساتھ کہتا ہو' مگر میں نے نہیں پایا۔

۱۱۵- علی بن بندار بن حسین الصوفی الصیرفی قدس سرہ

آپ پانچویں طبقہ میں ہیں۔ کنیت آپ کی ابوالحسن ہے۔ نیشاپور کے متاخرین کے بڑے مشائخ میں ہیں۔ مشائخ کی زیارت سے با بہرہ اور ان کی صحبت سے کامیاب تھے۔ نیشاپور میں ابو عثمان خیری اور محفوظ کی صحبت میں رہے تھے اور سمرقند میں محمد فضل بلخی اور بلخ میں محمد حامد اور جوزجان میں علی جوزجانی اور رے میں ابو یوسف بن الحسین اور بغداد میں جنید و رویم ممنون اور ابن عطا اور حریری کی اور شام میں طاہر مقدسی اور ابن جلا اور ابن عمر دمشقی کی اور مصر میں ابوبکر مصری اور ابوبکر رقاق ابوعلی رودباری کی صحبت میں رہے تھے۔ جہاندیدہ تھے اور حدیثیں بہت یاد رکھتے تھے اور ثقہ تھے۔ ۳۵۹ھ میں ان کا انتقال ہوا ہے۔

ایک دفعہ علی بندار شیخ ابو عبداللہ نے ان سے کہا' اے ابوالحسن آگے چل۔ ابوالحسن نے ان سے کہا کہ میں آگے کیوں چلوں؟ ابو عبداللہ خفیف کے ساتھ تنگ پل پر پہنچے شیخ ابو عبداللہ خفیف نے اس سے کہا اے ابوالحسن

آگے چل۔ ابوالحسن نے ان سے کہا کہ میں آگے کیوں چلوں تو عبداللہ خفیف نے کہا کہ تم نے جنید کو دیکھا ہے اور میں نے نہیں دیکھا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ اس گروہ کی بڑی نسبت پیروں کا دیدار ہے اور ان کی صحبت میں رہنا۔ علی بندار کہتے ہیں **فاذا اتمت علی ابلوی بلابلوی محال** یعنی جو گھر بلا پر بنایا گیا ہو اس کا بغیر بلا کے ہونا محال ہے اور وہ یہ بھی کہتے ہیں **یطلب الحق بالھوینا وانما وجود الحق بطرح الدارین** یعنی خدا کی طلب کی جاتی ہے آسانی کے ساتھ' حالانکہ خدا کا پانا دونوں جہان کا چھوڑ دینا ہے اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ مخلوق کے ساتھ مشغول ہونے سے دور رہو کیونکہ آج لوگوں سے مشغول رہنے میں کچھ فائدہ نہیں رہا۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ میں دمشق میں گیا۔ تین دن کے بعد ابوعبداللہ الجلا کے پاس آیا کہا کہ تم کب آئے تھے۔ میں نے کہا' تین دن ہو گئے ہیں۔ کہا ان تین دنوں میں کہاں تھا؟ میرے پاس کیوں نہ آیا؟ کہا میں ابن جوصا کے پاس حدیث لکھتا رہا کہا **شغلک النفل عن الفرض** یعنی تجھ کو نوافل کے فضائل نے فرض سے روک رکھا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں' پیروں کا دیدار اس گروہ کے نزدیک فرض ہے کیونکہ یہ لوگ پیروں کی زیارت سے وہ بات حاصل کرتے ہیں جو اور کسی سے حاصل نہیں ہوسکتی۔ **مرضت فلم تعدنی فی الحدیث** یعنی حدیث قدسی میں ہے (اللہ تعالیٰ فرمائے گا) میں بیمار ہوا تھا تو نے میری بیمار پرسی نہیں کی تھی اور یہ بھی شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ الٰہی یہ کیا بات ہے کہ تو نے اپنے دوستوں سے کی ہے' جو شخص ان کو ڈھونڈھتا ہے۔ وہ تجھ کو پالیتا ہے اور جب تک تجھ کو نہ دیکھا ان کو نہیں پہچانا۔ شیخ الاسلام نے اپنا شعر ہم کو سنایا۔

صیرتنی مراۃ من یبغیک من یرنی یرک　　وتراھم ینظرون الیک وھم لا یبصرون

یعنی تو نے مجھ کو آئینہ اس شخص کا بنایا ہے' جو تجھے طلب کرتا ہے۔ پس جو شخص کہ مجھ کو دیکھتا ہے' وہ تجھے دیکھتا ہے۔ (اسی معنی میں یہ آیت ہے) اور ان کو تو دیکھتا ہے کہ وہ تیری طرف دیکھتے ہیں حالانکہ وہ دراصل دیکھتے نہیں ہیں۔ جوانمردوں کی باتیں جوانمردوں کے ساتھ ہوا کرتی ہیں۔ جوانمرد کو چاہئے کہ جوانمرد کو ضرور دیکھا کرے کیونکہ جس نے جوانمرد کو دیکھا۔ اس نے دراصل اس کو نہیں دیکھا۔ بلکہ خدائے تعالیٰ کو دیکھا کیونکہ وہ وہ نہیں ہے۔ قصہ کوتاہ اللہ تعالیٰ کبھی بندہ کو اس کی گرفتاری سے چھڑا دیتا ہے۔

اور اپنے آپ کو بندہ کے بہانہ سے قوم کی آنکھوں میں دکھاتا ہے۔ تاکہ آنکھیں اس کے دیکھنے سے آرام پائیں۔ پس بعض تو وہ ہیں کہ حقیقت جاتی رہتی ہے اور بندگی واپس آتی ہے اور بعض کبھی بھی بندگی میں نہیں آتے۔ (جیسے مجذوب) تو یہ بھی ہوسکتا ہے کیونکہ بندگی کا فتنہ بھی بندگی سے پیدا ہوتا ہے۔ جو کچھ کہ بہانہ سے کم.

ہوتا ہے' وہ حقیقت سے بڑھ جاتا ہے اور جب بہانہ پورے طور پر درمیان سے اٹھ گیا تو حقیقت آ جاتی ہے۔ آدمی اس کام میں کیا ہے۔ کیونکہ یہ کام آدمی کیلئے نہیں ہے۔ ایک کی نگاہ بہانہ پر پڑی اور ایک کی حقیقت پر۔ حقیقت ایک کام کی چیز ہے۔ بہانہ کی کیا قدر ہے۔ علی بندار کے ایک فرزند تھے۔ جن کا نام محمد تھا۔ شریف بن شریف اور عزیز تھے اور عارف بن عارف باللہ تھے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ علی محمد بن بندار کے ایک خط کی کتاب میں نے دیکھی ہے جس میں ہے کہ واسطی کہتے ہیں' جو کچھ یہ کام صوفی لوگ رکھتے ہیں۔ ان سب کا علم وسخن ان دو آیتوں سے پاتے ہیں۔ نزل من السماء ماء یعنی اتارا آسمان سے پانی اور دوسری آیت والبلد الطیب یعنی پاکیزہ شہر۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ اس آیت سے میں نے اس کو پہچانا ہے۔

۱۱۶- محمد بن فضل البلخی قدس اللہ سرہ

آپ دوسرے طبقہ میں ہیں۔ آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ دراصل بلخ کے رہنے والے ہیں۔ متعصبین نے آپ کو بلخ سے باہر نکال دیا تھا۔ ان کا کوئی گناہ نہ تھا۔ صرف ان کے مذہب کے سبب سے آپ نے شہر کی طرف منہ کیا اور ان پر ملامت کی۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ بعد اس کے بلخ سے کوئی صوفی نہ پیدا ہوا۔ آپ سمرقند میں گئے۔ وہاں پر آپ کو قاضی کر دیا گیا۔ وہاں سے حج کا ارادہ کیا اور نیشاپور میں آئے۔ لوگوں نے آپ سے وعظ سننا چاہا کرسی پر بیٹھے اور کہا اللہ اکبر والذکر اللہ اکبر ورضوان من اللہ اکبر یعنی اللہ بہت بڑا ہے اور البتہ خدا کا ذکر بہت بڑا ہے اور تھوڑی خدا کی رضامندی بہت بڑی ہے۔ یہ کہہ کر کرسی سے نیچے اترے آئے اور آخر سمرقند میں واپس چلے گئے اور وہاں پر ۳۱۹ ہجری میں ان کا انتقال ہوا۔

ابو عثمان حیری نے آپ کو لکھا کہ بدبختی کی علامت کیا ہے؟ کہا تین چیزیں ہیں۔ اول یہ کہ علم دین' مگر عمل کی توفیق نہ دیں۔ دوم عمل کی توفیق دیں' مگر اس میں اخلاص سے محروم رکھیں۔ سوم یہ کہ خدا کے دوستوں کی صحبت کی دولت تو نصیب ہو' لیکن اس کی عزت وحرمت نہ کریں۔ ابو عثمان کہتے ہیں' محمد بن الفضل سمسار الرجال یعنی پرکھنے والے مردوں میں سے ہیں۔ (سمسار وہ شخص ہے' جو چیزوں کی قیمت جانے) شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ابوبکر واسطی فرماتے ہیں کہ کوئی شخص اس جیسی بات نہیں کہتا۔ وہ اپنی باتیں کہتے ہیں اور دوسرے کی بات کم کرتے ہیں۔ ایک ان میں سے یہ ہے' جو انہوں نے کہی ہے۔ وہ چیز کہ جس کے ہونے سے تمام نیکیاں اچھی ہوتی ہیں اور اس کے نہ ہونے سے تمام برائیاں بری ہوتی ہیں۔ استقامت ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں' یہ بات اس نے بہت اچھی

کہی ہے۔ فاستقم کما امرت یعنی استقامت کرو۔ جس طرح آپ کو حکم دیا گیا ہے۔

ایک شخص نے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھ کو آپ نصیحت فرمائیں۔ فرمایا' قل امنت باللہ ثم استقم یعنی کہہ دے کہ میں اللہ پر ایمان لایا۔ پھر اس پر استقامت کرے۔ محمد بن الفضل کہتے ہیں' مجھ کو ایسے شخص سے تعجب آتا ہے کہ جنگل بیابان تو قطع کرتا ہے' تا کہ اس کے گھر تک پہنچے اور وہاں انبیاء علیہم السلام کے آثار دیکھتا ہے' لیکن وہ کیوں نفس و ہوا کی وادی کو قطع نہیں کرتا تا کہ دل تک پہنچے اور اپنے پروردگار کے آثار دیکھے اور یہ بھی وہ کہتے ہیں کہ جب تو مرید کو دیکھے کہ دنیا کی زیادتی کی طلب کرتا ہے تو وہ اس کی بدبختی و ادبار کا نشان ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اعرف الناس باللہ اشدھم مجاھدۃ فی اوامرہ واتبعم بسنۃ نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی سب سے زیادہ خدا کا عارف وہ شخص ہے کہ ان سب سے زیادہ مجاہد کرتا ہے' خدا کے احکام میں اور سنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ان میں سے زیادہ متبع ہے۔

جو شخص کو خدا سے زیادہ نزدیک ہوگا تو وہ اس کے امر کی بجا آوری کا زیادہ حریص ہوگا اور جو شخص کہ اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت سے دور ہوگا۔ وہ خدا سے اعراض کرنے والا ہوگا اور ان کو زہد کی بابت پوچھا گیا تو کہا' دنیا کی طرف نقصان کی آنکھ سے دیکھنا اور اس سے الگ رہنے میں عزت اور بزرگی سے جینا۔

۱۱۷- محمد بن علیم الحکیم ترمذی قدس اللہ سرہ

آپ دوسرے طبقہ میں سے ہیں۔ آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ بڑے مشائخ میں سے ابوتراب نخشبی اور احمد خضرویہ اور ابن جلا کی صحبت میں رہے ہیں۔ بڑے محدث تھے۔ ان کی تصانیف بہت ہیں اور کرامات ہر کتاب کے بیان میں ظاہر ہیں۔ جیسے ''ختم الولایۃ' کتاب النہج' نوادرالاصول'' اور سوا ان کے اور کتابیں بھی ان کی تصنیف میں ہیں۔ علوم ظاہریہ میں ان کی کتابیں ہیں اور ایک تفسیر لکھنی شروع کی تھی' لیکن عمر نے اس کے پورا کرنے کیلئے وفا نہ کی اور وہ خضر علیہ السلام کی صحبت میں رہے ہیں۔ ابوبکر وارق جو ان کے مرید ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہر اتوار کی رات خضر علیہ السلام ان کے پاس آتے تھے اور ایک دوسرے سے حالات پوچھا کرتے۔ ''کشف المحجوب'' کے مصنف فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک وہ بڑے ہی بزرگ ہیں۔ چنانچہ میرا دل پورے طور پر ان کا شکار ہے اور میرے شیخ فرمایا کرتے کہ محمد در یتیم ہے کہ جہاں میں اپنا مثل نہیں رکھتا اور انہوں نے کہا ہے ماصنفت حرفامن التدبیر ولا ینسب الی شیئی منہ ولکن اذااشند علی وقتی التسلی بہ یعنی میں

نے کوئی حرف اپنی سوچ تدبیر سے تصنیف نہیں کیا اور نہ اس لئے کہ اس میں سے کچھ بھی میری طرف منسوب ہو لیکن جب مجھ پر وقت سختی کرتا تھا تو اس سے تسلی لیتا تھا اور یہ بھی انہوں نے کہا من جھل باوصاف العبودیۃ فھو باوصاف الربوبیۃ اجھل یعنی جو شخص کی عبودت کے اوصاف سے جاہل ہے وہ ربوبیت کے اوصاف سے زیادہ جاہل ہوگا یعنی جس نے اپنے آپ کو نہ پہچانا' وہ خدا کو کیا پہچانے گا اور یہ بھی کہتے ہیں۔

خدا کی دوستی کی حقیقت یہ ہے کہ اس کی یاد سے ہمیشہ محبت ہو۔ وسئل عن صفۃ الذات والفعل فقال کلما یحتمل الزیادۃ والنقصان فھو من صفات العفل وکل مالا تقع علیہ الزیادۃ ھو من صفات الذات وسئل من الایثار قال اختیار حظ غیرک علی حظ نفسک وقل ففی الیقین الیقین استقرار القلب بالمنعم یعنی ذات اور فعل کی بابت ان سے پوچھا گیا تو کہا کہ ہر وہ چیز کہ زیادتی ونقصان کا احتمال رکھتی ہے تو وہ فعل کی صفات میں سے ہے اور ان سے ایثار کی نسبت پوچھا گیا تو فرمایا کہ تیرا اپنے نفس کے نصیب پر غیر کے نصیب کو اختیار کرنا اور یقین کے بارہ میں کہا کہ یقین وہ ہے کہ دل انعام دینے والے سے قرار پکڑے۔ حضرت خواجہ بہاؤ الحق والدین محمد بخاری المعروف نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ جبکہ اپنے احوال اور سلوک کے مبادی کی حکایت کرتے ہیں اور اپنی توجہ توجہات کے اثر کو مشائخ کبار کے ارواح طیبہ کے ساتھ بیان میں لاتے تھے تو فرماتے تھے کہ جب کبھی برگزیدہ اولیاء خواجہ محمد علی حکیم ترمذی کی روحانیت سے توجہ کی جاتی ہے تو اس توجہ کا اثر بغیر صفت محض کے ہوتا تھا اور جس قدر اس توجہ میں سیر ہوتی تھی وہ کچھ اثر نہ کرتی اور کوئی صفت مطالعہ میں نہ آتی تھی۔ مشائخ کہتے ہیں کہ اولیاء اللہ مختلف ہیں۔ بعض تو بے صفت اور بے نشان ہوتے ہیں اور بعض باصفت اور بعض صفات سے بانشان ہوئے ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں کہ اہل معرف یا اہل معاملہ یا اہل محبت یا اہل توحید ہیں اور اولیاء کا کامل درجہ اور کامل حال صفتی اور بے نشانی میں کہتے ہیں۔ بے نشانی کشف ذاتی کی طرف اشارہ ہے کہ بہت بڑا مقام اور بلند درجہ ہے جس کے مرتبہ کی حقیقت کے بیان سے عبادت اور اشارات قصور وار ہے۔

۱۱۸- علی بن بکار قدس اللہ تعالیٰ روحہ

آپ کی کنیت ابوالحسن ہے۔ متقدمین مشائخ میں سے ہیں۔ ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہے ہیں۔ سکن المصیصۃ رابطا یعنی مصیصہ (دربند روم ہے۔) میں مرابط ہو کر یعنی گھوڑے کو لڑائی کیلئے نگاہ رکھتے تھے۔ کہتے ہیں کہ جب رات آتی اور لونڈی سونے کے کپڑے بچھاتی تو اس بستر کو اپنے ہاتھ سے چھوتے

اور کہتے کہ واللہ تو بہت عمدہ ہے' مگر واللہ میں آج تجھ پر نہ سوؤں گا۔ پس صبح کی نماز عشاء کے وضو سے پڑھتے تھے۔ایک صوفی کہتے ہیں کہ میں علی بکار کی خدمت میں آیا اور ان کو دیکھا کہ اپنے گھوڑے کیلئے جو صاف کر رہے ہیں۔ میں نے کہا' اے ابوالحسن تیرے پاس کوئی ایسا آدمی نہیں' جو یہ کام کرے۔ کہا کہ میں ایک لڑائی میں تھا۔اس میں مسلمانوں کو شکست آئی۔ مسلمان بھاگے اور میں بھی ان کے ساتھ بھاگا میرے گھوڑے نے سستی کی۔ میں نے کہا' انا للہ وانا الیہ راجعون وہ وقت یاد ہے کہ فلاں لونڈی کو مقرر کیا تھا کہ میری خبرداری کرے' اس وقت سے میں ضامن ہوا کہ اس کے بعد میں خود اس کی خدمت کیا کروں گا اور دوسرے پر نہ چھوڑوں گا۔

اور ان کا حال بیان کرتے ہیں کہ وہ اپنے ایک یار کے ساتھ جنگل میں گئے تا کہ لکڑیاں جمع کریں ایک دوسرے سے دور جا پڑے ان کے یار نے ہر چند انتظار کیا' مگر ان کا پتہ نہ لگا۔ ان کے پیچھے گیا۔ دیکھا کہ آپ چارزانو بیٹھے ہیں اور درندہ نے ان کی بغل میں سر رکھا اور سو رہا ہے اور آپ اس کی مکھی ہلا رہی ہے ہیں۔ان کے یار نے کہا' کب تک آپ بیٹھیں گے؟ آپ نے فرمایا کہ یہ درندہ میری گود میں سر رکھ کر سو رہا ہے۔ منتظر ہوں کہ جب جاگے تو پھر تم سے ملوں۔

۱۱۹- ابوعبداللہ عبادانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ خاص سہل بن عبداللہ تستری کے شاگردوں میں سے ہیں۔آپ کہتے ہیں کہ ایک دن شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ کی باتیں میرے کان میں پہنچی تھیں۔ مجھے خواہش ہوئی کہ ان کو دیکھوں' میرا باپ بوڑھا اور ضعیف تھا۔اس کی وجہ سے میں معذور تھا۔ جا نہ سکتا تھا۔ پھر جب باپ کا انتقال ہو گیا تو میں بغداد میں آیا اور جب میں آپ کے نزدیک پہنچا تو چند درویشوں کو دیکھا کہ ان کے پاس سے آ رہے تھے۔ انہوں نے مجھے پہچان لیا اور کہا کیوں آئے ہو؟ میں نے کہا' اس لئے آیا ہوں کہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کروں۔ وہاں تک رسائی ہے۔ کہنے لگے' رسائی تو ہے' مگر خبردار! کسی قسم کا دعوے وہاں نہ کرنا۔ میں نے کہا کہ میں کچھ کروں گا۔ پھر بھی میں ان کے پاس گیا تو وہ جمعہ اور اس کے شور و پکار کا دن تھا۔ میں نے کہا **سلام علیکم** تو کہا **وعلیک السلام ایش بارک اللہ** یعنی تو کون ہے؟ خدا تجھے ہلاک کرے اور ان کی عادت تھی کہ ایسا کہا کرتے۔ میں نے کہا کہ وہ نقطہ ہوں جو کہ پاؤں کے نیچے ہوتا ہے۔ اس نے کہا' اپنا مقام معلوم کر کہ کہاں سے ہے۔ میں نے کہا کہ اگر میں بتلاؤں تو بھی قبول نہ کرے گا۔ اس لئے ان سے بھاگا اور کچھ دور کھڑا ہوا کہ ان کو سیر ہو کر دیکھ لوں اور جاؤں۔ اتنے میں

ایک درویش آیا اور کہنے لگے' سلام علیک شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا علیک السلام ایش انت بارک اللہ اس درویش نے کہا۔ محال' کہا کس حال میں ہے۔ کہا کہ فی الحال۔ یعنی حال میں ہوں۔ ان کو یہ بات اچھی معلوم ہوئی۔ ہنس پڑے۔ میں نے یہ فائدہ ان سے حاصل کرلیا اور چل دیا۔

۱۲۰- ابوعبداللہ حضری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

مرتعش کہتے ہیں کہ ابوعبداللہ حضری نے تصوف کی بابت میں نے سوال کیا اور ان کو بیس سال ہو گئے تھے کہ کوئی بات نہ کی تھی۔ مجھ کو قرآن سے جواب دیا۔ رجال صدقوا ما عاهدوا الله عليه یعنی وہ لوگ ہیں کہ جن باتوں کا خدا سے عہد کر چکے ہیں' سچ کر دکھاتے ہیں۔ (مطلب یہ ہے کہ صوفی ایسے لوگ ہوتے ہیں) میں نے کہا' ان کی باتیں کیسی ہوتی ہیں؟ کہا' لا یرتد الیهم طرفهم وافدتهم هواء یعنی ان کی نگاہ اپنی طرف نہیں پڑتی اور ان کے دل ہوا ہوتے ہیں۔ (یعنی خدا کی طرف لگے رہتے ہیں اور غیر کے اندیشہ سے خالی ہوتے ہیں) میں نے کہا کہ ان کے احوال کا محل کہاں ہے؟ کہا فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر یعنی سچی جگہ میں بادشاہ قادر کے نزدیک۔ میں نے کہا اور فرمایئے کہا ان السمع والبصر والفواد کل اولئک کان عنه مسئولا یعنی بے شک کان اور آنکھ اور دل ان سب سے پوچھا جائے گا (مطلب یہ کہ بہت باتیں نہ کر)۔

۱۲۱- ابوعبداللہ سالمی قدس اللہ تعالیٰ روحہ

آپ کا نام احمد بن سالم بصری ہے۔ آپ بصرہ میں رہتے تھے اور سہل تستری کے شاگرد تھے۔ تیس سال یا ساٹھ سال ان کے ساتھ رہے تھے اور طریقت ان سے سیکھی تھی۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ابوعبداللہ سالمی کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ازل میں تمام چیزوں کو دیکھتا تھا۔ اس لئے اس کو لوگوں نے چھوڑ دیا۔ شیخ ابوعبداللہ خفیف کہتے ہیں کہ اس سے زمانے کا قدیم ہونا لازم آتا ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ابوعبداللہ خفیف نے انصاف سے کام نہیں لیا۔ ممکن ہے کہ انہوں نے علم کو دیدار سے تعبیر کیا ہو۔ ابوعبداللہ سالمی سے کہا گیا کہ لوگوں میں اولیاء اللہ کو کیسے پہچان لیں؟ کہا کہ ان علامات سے زبان میں نرمی ہے۔ حسن اخلاق ہو۔ خندہ پیشانی ہو۔ نفس کے سخی ہوں' اعتراض کم کریں۔ جو شخص ان کے سامنے عذر کرے اس کو قبول کرلیں۔ تمام خلقت پر شفقت ہو۔ خواہ نیک ہوں یا برے ہوں اور یہ بھی انہوں نے کہا ہے کہ کسی کے احسان پر نظر رکھنا دوستی کی کلید ہے۔

۱۲۲- ابو طالب محمد بن عطیہ حارثی مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کتاب قوت القلوب کے مصنف ہیں' جو کہ اسرار طریقت کی جامع ہے۔ قالوالم یصنف فی الاسلام مثلہ فی دقاء یق الطریقة نشاء بمکة اشرف بقعه علی وجه الارض ثم دخل البصرة وقدم بغداد و توفی بهافی جمادی الاخر سنة ست و ثمانین وثلثماته یعنی کہتے ہیں کہ طریقت کی باریکیوں میں اسلام میں کوئی ایسی کتاب تصنیف نہیں ہوئی۔ مکہ معظمہ میں آپ پیدا ہوئے جو زمین پر اشرف جگہ ہے۔ پھر بصرہ میں داخل ہوئے اور بغداد میں آئے اور وہیں ماہ جمادی الاخر ۳۸۶ھ میں انتقال ہوا اور تصوف میں آپ کی نسبت شیخ عارف ابوالحسن محمد بن ابی عبداللہ احمد بن سالم بصری سے ہے اور ابوالحسن کی نسبت اپنے باپ ابو عبداللہ بن سالم سے ہے اور ابوالحسن کی نسبت اپنے باپ اور ان کے باپ کی نسبت سہل بن عبداللہ تستری میں سے ہے۔ قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم

۱۲۳- ابوعبداللہ چاؤ پارہ صوفی ہمدانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ بڑے مشائخ میں سے ہیں۔ روم کی سرحد میں چاؤ پارہ ایک مقام کا نام ہے۔ آپ نے عہد کیا کہ جس چیز سے میرا دل بھاگے اور نفرت کرے' وہ نہ کھاؤں گا۔ ایک دفعہ مسجد شونیزہ میں تھے کہ لوگ کھانا لائے۔ آپ کا دل اس سے متنفر ہوا۔ نہ کھایا۔ یاروں نے کہا کہ ہر دفعہ خلاف کرتے ہو' کھاؤ آخر کھایا اس رات اسی مسجد میں رہے۔ ان کو احتلام ہو گیا۔ خواب میں اس سے کہا گیا کہ وہ کھانا کھاتا ہے کہ جس سے تیرا دل نفرت کرے۔ تمہیں معلوم نہیں کہ تجھ پر بلا پڑے گی۔ آپ نے کہا کہ میں نے شیخ ابوبکر زقاق مصری سے پوچھا تھا کہ کس سے محبت رکھوں۔ کہا' اس شخص کے ساتھ کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ تیری نسبت جانتا ہے۔ اس سے کہہ دے اور وہ تجھ سے نہ بھاگے' نہ قطع تعلق کرے۔

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ صحبت کا قبول کرنا' عیب دیکھنے کے بعد ٹھیک ہوتا ہے۔ کیونکہ آدمی عیب کا چشمہ ہے اور جب اس سے اچھی بات دیکھے تو اس کی صحبت میں رہے اور جب اس کا عیب ظاہر ہو تو صحبت ہٹا لے تو وہ صحبت نہیں ہے۔ صحبت تو دراصل عیب پہچاننے کے بعد معتبر ہوتی ہے مگر ہاں ایک عیب دینی اور بدعتی ہوتا ہے۔ سو یہ اور قسم کا عیب ہے۔ کیونکہ اس سے چشم پوشی کرنا' دین میں مداہنت اور نامردی ہے مگر بہ ضرورت ایسے عیب سے

کہ نہ دین ہے نہ بدعت ہے۔ سو یہ امر جدا ہے اور اس سے چشم پوشی چاہئے کیونکہ آدمی معصوم نہیں ہے۔ اس سے عیب و جرم ہو جاتا ہے اور وہ ناشکرا ظالم جاہل ہے۔

شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ وہ تیرا دوست نہیں جس سے تجھے مدارا کرنی پڑے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ جو شخص ایسا ہے کہ اگر تو کوئی عیب یا خطا کرے تو تجھے اس سے عذر کرنا پڑے اور اگر وہ تیرے ساتھ بھلائی کرے تو تجھے اس کا شکریہ ادا کرنا پڑے تو اس کا نام دوستی اور صحبت نہیں ہے۔ ایک شخص نے یحییٰ معاذ سے پوچھا کہ میں کس کی صحبت میں رہوں۔ انہوں نے کہا' اس کی صحبت میں رہو کہ جب تو بیمار ہو جائے' تیری بیمار پرسی کیلئے آئے۔ جب تجھ سے کوئی عیب دیکھے تو وہ خود تجھ سے عذر چاہے اور صحبت کی شرائط میں سے یہ ہے کہ صحبت کا حق ادا کرے اور اپنا حق نہ طلب کرے۔ اپنا عیب دیکھے اور دوسروں کے عیب کا عذر کرے اور مخلوق کو تقدیر و جبر کے پھندے میں مضطر اور مجبور سمجھے' تاکہ جھگڑا جاتا رہے اور تاوان کو اپنے اوپر لازم کر لے اور عذر نہ کرے۔

ایک دفعہ امیر کافور نے شیخ ابو عبداللہ چاؤ پارہ کو بہت سا مال بھیجا۔ آپ نے قبول نہ کیا اور واپس کر دیا۔ یعنی سپاہی سے کافور نے کہا ای سر **دله ما فی السموت وما فی الارض وما بینهما وما تحت الثریٰ فاین الکافور** یعنی اے خشک کلام خدا کا کلام ہے کہ اسی کا ہے' جو آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان میں ہے اور جو کچھ نیچے زمین کے ہے۔ پھر کافور کہاں ہے؟ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ یہ کافور کی بات اس کے بہتر عمل سے تھی لیکن یہ بھی اس کے پیر کی برکت سے تھی۔ شیخ ابو علی کاتب سے لوگوں نے کہا کہ فلاں شخص سپاہی ہے کچھ نہیں لیتا اور فلاں شخص لے لیتا ہے۔ کہا' جو شخص نہیں لیتا وہ علم سے نہیں لیتا اور جو شخص لیتا ہے تو وہ عین مشاہدہ سے لیتا ہے۔

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ بعض مشائخ نے ایسا کیا ہے اور وہ ان کو عین مشاہدہ سے درست ہوتا تھا اور جب باعلم تھے تو ایسا نہ کرتے تھے اور یہ نادر بات ہے اور وہ بکثرت ہے کیونکہ وہ تمام چیزوں کو نیک ہوں یا بد۔ شادی ہو یا غمی نعمت ہو یا بلا سب کچھ ایک ہی جگہ سے دیکھتے تھے اور سوا اس کے اور کسی کو دیکھتے ہی نہیں تھے' لیکن وہ شخص کے جسے عین مشاہدہ و دیدار نہ ہو اور پھر ان جیسا کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ اس کے پردہ کو پھاڑ دیتا ہے اور دین و شریعت اس پر غالب کر دیتا ہے۔ خدا ہم کو اور تمام مسلمانوں کو اس سے پناہ میں رکھے۔

۱۲۴- ابوبکر وراق ترمذی قدس اللہ تعالیٰ سرہ

آپ دوسرے طبقہ میں سے ہیں۔ آپ کا نام محمد بن عمر الحکیم الترمذی ہے۔ دراصل ترمذ کے رہنے والے ہیں۔ آپ کی قبر بھی وہیں ہے۔ آپ بلخ میں رہتے تھے اور ابوعیسیٰ ترمذ کے ماموں ہیں۔ صاحب مسند ہیں۔ (کتاب حدیث) احمد خضرویہ کو آپ نے دیکھا تھا ان کی صحبت میں رہے ہیں۔ آپ کی بہت تصانیف ہیں۔ تورات، انجیل، زبور اور کتب آسمانی پڑھی تھیں۔ آپ کا ایک دیوان ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہا گر طمع سے پوچھا جائے کہ تیرا باپ کون ہے تو کہے گی تقدیر میں شک کرنا اور اگر کہیں کہ تیرا پیشہ کیا ہے تو کہہ دے گی' ذلت وخواری کا کسب اور اگر کہیں کہ تیری غایت کیا تو کہے گی' محرومی۔ **وکان ابوبکر الوراق یمنع اصحابہ عن الاسفار والسیاحات ویقول مفتاح کل برکۃ الصبر فی موضع ارادتک الی ان تصح لک الارادۃ قد ظھر علیک اوائل البرکۃ** یعنی ابوبکر وراق اپنے یاروں کو سفر اور سیاحت سے منع کیا کرتے اور کہتے کہ ہر ہر برکت کی کنجی تیرے ارادہ کے وقت صبر کرنا ہے۔ یہاں تک کہ تیرا ارادہ صحیح و پختہ ہو جائے اور جب تیرا ارادہ پختہ ہو جائے تو تجھ پر برکت کے شروع آثار ظاہر ہونے لگیں گے۔

شیخ الاسلام کہتے ہیں' اب جو شخص سفر میں جاتا ہے۔ نماز اور مذہب کو چھوڑ دے گا اور خدا کی حفاظت سے باہر نکلا ہوگا۔ **ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون** یعنی اللہ تعالیٰ متقیوں اور ان لوگوں کے ساتھ ہے' جو نیکی کرتے ہیں اور ابوبکر وراق نے یہ بھی کہا ہے کہ لوگ تین قسم کے ہیں۔ ایک امراء' دوم علماء' سوم فقراء۔ جب امراء بگڑ جائیں تو رعیت کی معاش وکمائی بگڑ جاتی ہے اور جب علماء بگڑ جائیں تو بندگی اور شریعت کے طریقے بگڑ جاتے ہیں اور جب فقراء بگڑ جائیں تو لوگوں کی عادات خراب ہو جاتی ہیں۔ امراء کا بگڑنا ظلم سے ہوتا ہے۔ علماء کا طمع سے اور فقراء کا ریا ہے۔

۱۲۵- ابوالقاسم رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کا نام جعفر بن احمد بن محمد ہے۔ نیشاپور میں رہتے تھے اور ابن عطاء اور محمد بن ابی الحواری ابوعلی رودباری رحمہم اللہ کی صحبت میں رہے تھے۔ بڑے مالدار تھے۔ تمام مال انہی صوفیوں پر خرچ کرتے رہے۔ چنانچہ درویش خالی ہاتھ ہو کر دنیا سے رخصت ہوئے۔ مشائخ رہے کہتے ہیں کہ چار چیزیں ابوالقاسم رازی میں جمع تھیں

کہ اور کسی کو حاصل نہ تھیں۔ اول جمال ظاہری' دوم مال' سوم کامل زہد' چہارم پوری سخاوت' ایک دعوت میں صوفیوں کے ساتھ موجود تھے اور جعفر خلدی بھی وہاں تھے۔ جب دستر خوان چنا گیا تو ابوالقاسم نے ہاتھ نہ بڑھایا۔ انہوں نے کہا کہ موافقت کرنی چاہئے۔ آپ نے کہا کہ مجھے روزہ ہے۔ جعفر خلدی نے کہا' اگر تمہارے روزہ کا ثواب تمہارے نزدیک بھائیوں کے دل کی خوشی سے بڑھ کر ہے تو نہ کھولو۔ پھر اسی وقت کھانے کی طرف ہاتھ بڑھالیا۔ آپ کی وفات ۲۷۸ ہجری میں ہوئی ہے۔

۱۲۶- ابوالقاسم حکیم سمرقندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کا نام اسحٰق بن محمد بن اسمٰعیل ہے۔ وقد قالوافی وصفه لم یکن نظرہ من العرش الی الثری الا الی اللہ سبحانه' وکان معاملته مع الخلق طلباء لحظو ظهم دون حظه یعنی بے شک لوگوں نے ان کی تعریف میں یہ بات کہی ہے کہ ان کی نگاہ عرش سے لے کر فرش تک سوا اللہ سبحانہ کے اور کسی طرف نہ تھی اور لوگوں سے معاملہ اس لئے تھا کہ ان کا فائدہ طلب نہ کریں' نہ اپنا فائدہ۔ آپ بڑے مشائخ میں سے ہیں۔ ابوبکر وراق کی صحبت میں رہے ہیں۔ آپ کی باتیں معاملات اور نفس کے عیب اور اعمال کی برائیوں میں بہت اچھی ہیں۔ آپ ماہ محرم میں عاشورہ کے دن ۳۴۲ ہجری میں فوت ہوئے اور جاگر دہیزہ کے مقبرہ میں دفن ہوئے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیغمبری جائز ہوتی تو ہمارے زمانہ میں ابوبکر وراق ہوتے۔

بوجہ ان کے علم وحکمت ومخلوق پر شفقت کرنے اور عدل وانصاف کے کہتے ہیں کہ ایک دن ابوالقاسم حکیم اپنے گھر میں بیٹھے تھے۔ ابوطاہر جو کہ اس وقت کے بزرگوں میں سے تھے۔ آپ کے دروازہ پر آئے۔ دیکھا تو ایک پانی کا حوض ہے اور سرو کے درخت ہیں۔ واپس چلے گئے اور دکان پر جا بیٹھے۔ شیخ ابوالقاسم نے غلام سے کہا کہ کلہاڑی لا اور ان سرووں کو کاٹ ڈال۔ اس وقت کہا کہ جا اور ابوطاہر کو بلا لا۔ جب وہ آئے تو کہا کہ اے ابو طاہر جو چیز تجھ کو حق سبحانہ تعالیٰ سے حجاب بن گئی تھی۔ ہم نے اس کو درمیان سے اٹھا دیا' لیکن خدا کے ساتھ ایسی صحبت رکھ کہ کوئی درخت تجھ کو اس سے پردہ نہ بنے۔ ایک دن بیٹھے ہوئے تھے اور لوگوں میں حکم چلا رہے تھے۔ ایک بزرگ ان کی زیارت کو آئے اور ان کو اس میں مشغول دیکھا تو حوض پر مصلی بچھا کر نماز پڑھنے لگے۔ جب فارغ ہوئے تو شیخ ابوالقاسم نے ان سے کہا کہ اے برادر یہ کام تو بچے بھی کرتے ہیں۔ مرد وہ ہے کہ اتنے شغل میں دل کو خدا سے لگائے رکھے۔

۱۲۷- ابوبکر سفدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ سفد سمرقند کے رہنے والے ہیں اور اس گروہ میں سے ابوبکر وراق رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ ابوبکر وراق ایک سخی مرد تھے۔ خدا کا کام مزدوری پر نہ کرتے تھے۔ بلکہ اس کی تعظیم کی وجہ سے کرتے تھے۔

۱۲۸- صالح بن مکتوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ بھی سفد سمرقند سے ہیں اور ابوبکر وراق رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں۔

۱۲۹- ہاشمی سفدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ بھی ابوبکر وراق رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں میں سے ہیں۔ بلخ کے رہنے والے ہیں۔ ان کی باتیں یاد رکھتے تھے اور ہمیشہ انہی کی باتیں کرتے رہتے' ان کی وفات کے دن تک ان کے ساتھ رہے۔ آپ کہتے ہیں کہ ابوبکر وراق کہتے تھے' زیادہ باتیں کرنا دل کو سخت کر دیتا ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ان سے پہلے لوگ کہا کرتے کہ بہت سونا اور بہت کھانا اور بہت باتیں کرنا' دل کو سخت کر دیتا ہے اور وراق نے کہا کہ بہت باتیں نیکی اور برائی ہیں۔ ایک صوفی کہتے ہیں کہ میں ابوبکر وراق رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ راستہ میں جارہا تھا۔ ان کی چادر کی ایک طرف حرف خ میں نے لکھا ہوا دیکھا اور دوسری طرف میم لکھا ہوا تھا۔ میں نے پوچھا کہ حضرت یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا؟ یہ اس لئے لکھتا ہوں کہ جب خ کو دیکھوں تو مجھے اخلاص یاد آئے اور جب میم کو دیکھوں تو مروت یاد آئے۔

شیخ الاسلام کہتے ہیں' اخلاص یہ ہے کہ معاملہ میں اس کے ساتھ کسی کو نہ دیکھے اور لوگوں سے مروت اس لئے ہے کہ لوگوں پر تم ناگوار نہ ہو۔ یعنی وہ تجھ سے خوش رہیں۔ ابوبکر وراق یہ بھی کہتے ہیں کہ بندگی کو صاف (کیونکہ عمل کو صاف رکھنا اپنے دیکھنے کو شامل ہے۔ اور اپنے آپ کو دیکھنا دوئی کو لازم کرتا ہے اور دوئی کو دیکھنا مجوسیت ہے کہ جس میں تعدد الہ ہے۔) رکھنا مجوسیت کا اثبات اور خدائی کا انکار ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ شخص عارف نہیں' جو دنیاداروں کے سامنے معرفت کا علم بیان کرے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ابوبکر وراق نے کہا ہے کہ محمد مسلم بوریا باف ایک دعوت میں تھے اور ان کے ساتھ یوسف درزی ترمذی تھے۔ میزبان کسی شغل میں تھا۔ محمد مسلم نے

کہا کہ جلدی کرو کہ مجھے کام ہے۔ وہ زاہد عابد تھے۔ ان کا دل وظیفہ میں لگا ہوا تھا۔ یوسف خیاط نے کہا تم کو اس کے سوا اور بھی ایک کام ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے سامنے لائے گا۔ یہ بھی تو بتلاؤ کہ کیا تم اس نیت سے گھر سے باہر نکلے تھے۔ پھر گھر نہیں جاؤں گا۔ انہوں نے کہا مجھے تیس سال ہو گئے ہیں کبھی اس نیت سے گھر سے نہیں نکلا ہوں کہ پھر گھر واپس آؤں گا؟ ابوبکر وراق کہتے ہیں کہ یوسف کی وہ دو باتیں محمد مسلم کی سو سالہ عبادت سے بہتر ہیں اور ابوبکر وراق یہ بھی کہتے ہیں۔ ربما اصلی رکعتین وانصرف منها وانا بمنزلة من ینصرف من السرقة من الحیاء یعنی میں اکثر دفعہ دو رکعت نماز پڑھتا ہوں اور سلام پھیرتا ہوں تو اس حالت میں ہوتا ہوں کہ کسی نے چوری کی ہوتی ہے اور شرماتا ہے۔

۱۳۰- ابوذر ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ خراسان کے مشائخ میں تھے اور صاحب کرامات عبداللہ خفیف کہتے ہیں۔ ایک جماعت کے ساتھ ہم ابوذر کی صحبت میں رہتے تھے۔ جس وقت کہ ہم لوگوں کو کسی چیز کی ضرورت ہوتی' وہ اٹھتے اور نماز میں کھڑے ہو جاتے' اسی وقت وہ چیز سامنے آ جاتی ہے۔

۱۳۱- محمد بن حسن جوہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کی کنیت ابوبکر ہے اور بغداد کے رہنے والے ہیں۔ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں۔ بزرگ مرد ہیں۔ شیخ ابوبکر واسطی باوجود اپنی بزرگی کے ان کی باتیں کرتے ہیں۔ ابوبکر واسطی امام توحید کہتے ہیں کہ محمد حسن جوہری کہتے ہیں کہ ایک مرد نے ذوالنون مصری سے کہا کہ میرے لئے دعا کریں۔ کہا' اے جوانمرد' اگر تیرا کام خدا کی تقدیر میں پہلے ہو چکا ہے اور بہت دعائیں نہ کی جائیں تو بھی وہ مقبول ہے اور اگر تقدیر میں نہیں ہے تو پانی میں ڈوبے ہوئے کو آواز دینے سے سوائے غرق ہونے اور حلق میں زیادہ پانی آنے سے کیا فائدہ۔

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ایک شخص نے پیر سے کہا کہ میرے لئے دعا کرو۔ کہا' جو کچھ تیرے بارہ میں خدا کے علم میں ہو چکا ہے' وہ بہتر ہے۔ اس کے مقابلہ کرنے سے ایک پیر کہتے ہیں کہ اگر یہ نہ ہوتا' جو خدا نے فرمایا ہے کہ مجھ کو پکارو اور مجھ سے مانگو۔ یعنی ادعونی استجب لکم وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون ی لیدعونی یعنی مجھے پکارو میں قبول کروں گا اور میں نے جن و انسان کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔ یعنی مجھے

پکاریں تو میں ہرگز دعا نہ مانگتا' لیکن اس نے کہا ہے اور فرمایا ہے کہ مانگ اس لئے میں بھی مانگتا ہوں۔
شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ دعا کرنا' صوفیوں کا مذہب نہیں ہے کیونکہ یہ پہلے حکم دیکھ لیا کرتے ہیں کہ جو کچھ ہونے والا تھا' وہ ہو چکا۔ وہ خاوران میں حفص سے ایک پہر رات گزر گئی۔ بعد یہ کہتے تھے کہ جو کام ہو چکا ہے۔ اسے نہ ہوا' کیسے کروں' کیسے کروں' کیسے کروں۔ سب لوگ کہتے ہیں کہ کیا ہوگا۔ حکیم دانا یہ کہتا ہے کہ کیا ہو چکا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں یہ مطلب نہیں کہ دعا نہ کرنی چاہئے۔ وظیفہ نہ پڑھنا چاہئے۔ دیکھو میں ہر رات دن میں اپنا وظیفہ پڑھتا ہوں اور وہ دو سو فصل دعا کے ہیں' لیکن میں کچھ نہیں چاہتا۔ وہ صرف زبان کا ذکر ہے۔ خدا کی فرمانبرداری کیلئے ورنہ میرا اہتمام کچھ اور ہی ہے۔

۱۳۲-ابوبکر کسائی دینوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ قیتان عراق کے رہنے والے ہیں اور دینور میں انتقال ہوا ہے۔ بزرگ مرد ہیں۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے یاروں میں اور ان کے ہم زمانہ ہیں۔ ان کی بڑی ریاضتیں اور سفر مشہور ہیں۔ جنید فرماتے ہیں کہ ابوبکر کسائی نہ ہوتے تو میں عراق میں نہ ہوتا۔ حضرت جنید کی' ان کے ساتھ خط و کتابت رہی ہے اور اچھے اچھے خط ہیں۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے ان کا انتقال ہوا ہے۔ حضرت جنید سے انہوں نے ہزار مسئلہ پوچھا۔ جس کا جواب آپ نے لکھ دیا تھا اور ان کو بھیج دیا تھا۔ جب ان کی وفات کا وقت آیا تو ان سب کو بھلا دیا۔ ان کی وفات کی خبر جنید رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ کاش ان مسئلوں کو جو انہوں نے مجھ سے پوچھے تھے دھو ڈالتا۔ لوگوں نے کہا' انہوں نے دھو ڈالے تھے۔ حضرت جنید خوش ہو گئے۔
شیخ کہتے ہیں' جنید رحمۃ اللہ علیہ اس سے نہ ڈرتے تھے کہ وہ عام کے ہاتھ میں پڑ جائے گے یا بادشاہ کے ہاتھ پڑ جانے سے ڈرتے تھے۔ بلکہ ڈرتے تھے کہیں صوفیوں کے ہاتھ نہ پڑ جائیں اور ان سے دکان نہ بنالیں۔ یعنی باتیں کہنے میں اور مقبول ہونے کی طلب میں شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ جنید فرماتے ہیں کہ ہزار صوفیوں میں ایک عالم صوفی اس لئے کافی ہے کہ سنتا ہے اور جانتا ہے۔ اس قوم میں سے ایسا دل کام کا ہے کہ جو فصیح ہو' نہ فقط زبان کا فصیح' شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ رویم کہتے ہیں جب حال مرد سے لے لیتے ہیں اور باتیں چھوڑ دیتے ہیں تو اس کو ہلاک کر دیا کرتے ہیں۔ شیخ ابوالخیر عسقلانی فرماتے ہیں کہ جب ابوبکر کسائی سوتے تھے تو ان کے سینہ سے قرآن شریف کی آواز سنا کرتے تھے۔

۱۳۳-ابوعلی جورجانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ دوسرے طبقہ میں سے ہیں اور آپ کا نام حسن بن علی ہے۔ خراسان کے بڑے مشائخ میں سے ہیں۔ اپنے وقت کے بینظیر ہیں۔ آپ کی تصانیف معاملات اور آفات کے دیکھنے میں ہیں وربما یتکلم فی شیء من العلوم والمعارف والحکم یعنی اکثر آپ علوم اور معرفت اور حکمتوں میں باتیں کیا کرتے۔ محمد بن علی ترمذی اور محمد فضیل بلخی کی صحبت میں رہے ہیں اور ان کے قریباً ہمسن ہیں۔ آپ فرماتے ہیں الخلق کلھم فی میادین الغفلۃ یرتضون و علی الظنون یعتملون و عندھم انھم فی الحقیقۃ ینقلمون و عن المکاشفۃ ینطقون یعنی لوگ سب کے سب غفلت کے میدانوں میں دوڑ رہے ہیں اور گمانوں پر بھروسہ کر رہے ہیں اور ان کا یہ اعتقاد ہے کہ وہ ضرور حقیقت میں گشت لگا رہے ہیں اور مکاشفہ سے باتیں کر رہے ہیں اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ بڑا بدبخت وہ ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ اس کے گناہ کو اس سے چھپا دے اور وہ اس کا اظہار کرے۔

۱۳۴-محمد و احمد ابناء ابی الورور حمہما اللہ تعالیٰ

آپ دوسرے طبقہ میں سے ہیں۔ عراق کے بڑے مشائخ میں ہیں۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہے ہیں۔ سری سقطی، ابوالفتح حمال، حارث محاسبی، بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ملے ہیں اور پرہیزگاری میں ان کا طریقہ بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ آپ کی کنیت محمد بن ابوالحسن ہے۔ بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ نماز شام کی میں نے پوری کی اور پاؤں لمبے کئے۔ ہاتف نے آواز دی اور کہا اھـکـذا تجالس الملوک یعنی کیا ایسا ہی بادشاہوں کی خدمت میں بیٹھا کرتے ہو اور وہ یہ بھی کہتے ہیں، فقیروں میں آداب فقر یہ ہے کہ دنیا داروں کو جو دنیا کی محبت میں گرفتار ہیں، ملامت نہیں کیا کرتے بلکہ مہربانی و شفقت کریں اور ان کے حق میں دعائے خیر کریں تا کہ خدائے تعالیٰ ان کو جس حال میں ہیں، اس سے خلاصی دے اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ لوگوں کی ہلاکت دو چیزوں میں ہے، نفلوں میں مشغول رہنا اور فرضوں کو چھوڑ دینا اور دل کی توجہ کے بغیر اعضاء سے عمل کرنا۔ وسئل عن الولی فقال من یوالی اولیاء اللہ و یعادی اعداہ یعنی ولی کی بابت آپ سے سوال کیا گیا تو فرمایا کہ ولی وہ ہے کہ جو اولیاء اللہ کا دوست ہو اور خدا کے دشمنوں کا دشمن ہو۔ احمد بن ابی الورد کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ ولی میں تین چیزیں بڑھا دے تو تین باتوں میں بڑھ جاتا ہے۔ جب اس کے

مرتبہ میں بڑھائے تو وہ تواضع اور عاجزی میں بڑھ جاتا ہے اور جب اس کا مال بڑھتا ہے تو وہ سخاوت میں بڑھ جاتا ہے اور جب اس کی عمر بڑھتا ہے تو وہ عبادت میں زیادہ مجاہدہ کرتا ہے۔

۱۳۵- طاہر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ

آپ تیسرے طبقہ کے ہیں۔ شام کے بڑے مشائخ میں ہیں۔ حضرت ذوالنون کو دیکھا ہے اور یحییٰ جلا کر صحبت میں رہے ہیں۔ عالم تھے۔ ذوالنون کہتے ہیں کہ شبلی ان کو حبر الشام یعنی شام کا عالم کہتے اور طاہر مقدسی کہتے ہیں کہ ذوالنون مصری نے مجھ سے کہا تھا **العلم فی ذات الحق جهل والکلام فی حقیقة المعرفة حیرة والا شارة عن المشیر شرک** یعنی خدا کی ذات کا علم جہالت ہے اور معرفت کے حقیقت میں کلام کرنا' حیرۃ اور اشارہ اشارہ کرنے والے سے شرک ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ذات حق میں بات کرنا جہالت ہے۔ کیونکہ کسی کو خدا کی ذات میں کلام کرنا جائز نہیں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو کہا ہے یا اس کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارہ میں کہا ہے۔ اس کی کیفیت جاننے کی نہیں اور بجز تصدیق وتسلیم اور کچھ جائز نہیں اور معرفت میں حقیقت کی بات یہ ہے وہ اپنے آپ کو حق الحقیقہ کے ساتھ پہچانتا ہے اور سب لوگ عاجز اور حیران ہیں' وہ اپنے فضل سے خدا کی معرفت سے بندہ کے عاجز ہونے کو معرفت شمار کرتا ہے۔

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی ثناء ودعا میں یہ فرماتے ہیں **لا ابلغ مدحتک ولا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک** یعنی میں تیری مدح تک نہیں پہنچ سکتا ہوں تو ایسا ہی ہے' جیسے اپنے نفس کی خود تعریف کرتا ہے اور حق تعالیٰ فرماتا ہے' **ولا یحیطون به علما** یعنی وہ اس کے علم کو احاطہ نہیں کر سکتے۔ اس سے صرف اسی قدر تو جانتا ہے کہ وہ خدائے تعالیٰ یکتا بے مثل ہے اور مشیر سے اشارہ کرنا شرک ہے' یعنی شرک خفی ہے۔ کیونکہ اشارت کو اشارہ کرنے والا چاہئے اور وہ دوئی میں نہیں آ سکتا۔ ہستی اسی کی حقیقت سے ہے اور باقی اور سب بہانہ ہیں اور وہ خدا بود اور ہستی میں یگانہ۔ **الا کل شیئی ماخلا الله باطل** یعنی دیکھو' تمام چیزیں خدا کے سوا باطل ہیں۔ طاہر مقدسی کہتے ہیں کہ اگر لوگ عارف کے نور کو دیکھیں تو اس میں جل جائیں اور اگر عارف وجود کے نور کو دیکھے تو وہ جل جائے' وہ یہ بھی کہتے ہیں **حد المعرفة التجر دمن النفوس وتدبیرها فیما یجل ویصغر** یعنی معرفت کی تعریف یہ ہے کہ لوگوں سے اور ان کی تدبیروں سے خواہ بڑی ہوں یا چھوٹی علیحدہ رہنا۔

۱۳۶-ابو یعقوب سوسی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام یوسف بن حمدان ہے۔آپ ابو یعقوب نہر جوری کے استاد ہیں اور بڑے مشائخ میں سے ہیں۔ صاحب تصانیف ہیں۔ بصرہ میں رہتے تھے اور ابلہ میں کہ بصرہ سے چار فرسنگ کے فاصلہ پر شہر ہے۔ بصرہ سے پہلے کا آباد ہے' بڑا قدیم شہر ہے۔ یوں کہا گیا ہے کہ وہ دنیا کی جنت میں ایک جنت ہے۔ انتقال کیا ہے' وہ کہتے ہیں' جو شخص کہ علم توحید تکلف سے کہتا ہے وہ شرک میں ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ جو شخص علم تصوف تکلف کے ساتھ کہتا ہے' وہ شرک میں ہے اور جو شخص بات کرے' جس وقت کہ چاہے' وہ دھوکا ہے۔ بات زندگی کی کہنی چاہئے اور وہ اس وقت کہنی چاہئے جب سکوت میں خدائے تعالیٰ کا ڈر ہو۔ نہ کسی ناراضگی کا پھر بات تحقیق اس کو میان کر دیتی ہے۔ اس گروہ کا کلام اوروں کے کلام کی طرح نہیں' جب زندگی نہ ہو تو زندقہ تک لے جاتی ہے اور اباحت وہاں سے جاتی رہتی ہے۔ چاہئے کہ جب متفرق ہو تو جمع و توحید کی بابت کچھ نہ کہے' لیکن جب خودی میں آئے تو تجھ کو تفرقہ سے کیا کام۔ خراز کہتے ہیں لا یصلح هذا العلم الامن یعبر عن وجده وینطق عن فعله یعنی یہ علم اس شخص کے سوا اور کسی کو لائق نہیں ہے۔ جو اپنے وجد سے تعبیر کرے اور اپنے فعل سے بات کرے۔

۱۳۷-ابو یعقوب نہر جوری قدس اللہ تعالیٰ سرہ

آپ چوتھے طبقہ میں ہیں۔ آپ کا نام اسحٰق بن محمد ہے۔ علماء مشائخ سے ہیں۔ جنید اور عمرو بن عثمان مکی کی صحبت میں رہے ہیں۔ ابو یعقوب سوسی کے شاگرد ہیں اور برسوں تک مکہ معظمہ میں مجاور رہے ہیں اور وہیں آپ کا انتقال ہوا ہے' ۳۳۰ ہجری میں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا ہے کہ وہ کہتا تھا۔ میں نے ان کو دیکھا ہے' لیکن مجھے یقین نہ ہوا۔ ابو یعقوب نہر جوری کہتے ہیں کہ جب تک علم و عمل و مخلوق کو نہ چھوڑے گا۔ اس کام تک نہ پہنچے گا' یعنی ثواب کیلئے عمل نہ کرے یعنی ثواب کیلئے نہ رہے۔ بلکہ ظاہر و باطن میں اس کے ساتھ رہے۔ نہ یہ کہ عمل کرے اور اس کا ثواب چاہئے۔ ابراہیم بن فاتک کہتے ہیں کہ ابو یعقوب بن نہر جوری کہتے ہیں۔ الدنیا بحر والاخرة ساحل والمركب التقوى والناس على سفر و انشدللنهر جوری۔ شعر

العلم لی منک وطا العذر عندک لی	حتی التقیت فلم تعذل ولم تحکم
اقام علمک فاجنع عندک لی	مقام شاهد عدل غیر متهم

یعنی دنیا ایک سمندر ہے اور آخرت کنارہ ہے اور سواری تقویٰ ہے اور لوگ سفر کر رہے ہیں اور ابراہیم نے نہر جوری کے یہ شعر پڑھے۔ یعنی تیرے علم نے میرا عذر تیرے سامنے یہاں کیا۔ یہاں تک کہ میں تجھ سے ملا۔ پس آپ مجھے ملامت اور طعنہ نہ کریں۔ تیرے علم نے میرے لئے حجت قائم کی اور عادل گواہ کے قائم مقام ہوا۔ جس پر تہمت نہیں لگائی جاتی اور ابو یعقوب یہ بھی کہتے ہیں۔ عرف الناس باللہ اشدھم تحیر افیہ یعنی خدا کو لوگوں میں سے زیادہ پہنچانے والا وہ شخص ہے جو کہ ان میں سے خدا کے بار میں زیادہ حیرت زدہ ہے اور وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ من اخذا التوحید بالتقلید فھو عن الطریق بعید یعنی جو شخص توحید کو تقلید کے طور پر حاصل کرتا ہے۔ وہ اصل راہ سے دور پڑا ہوا ہے۔

۱۳۸- ابو یعقوب زیار روغن فروش رحمۃ اللہ علیہ

حضرت جنید فرماتے ہیں کہ ایک دوستوں کی جماعت کے ساتھ ابو یعقوب زیار کے دروازہ کو ہم نے جا کھٹکھٹایا۔ کہا کہ تم کو خدائے تعالیٰ سے شغل نہ تھا کہ میرے پاس آنے سے روکتا۔ میں نے کہا کہ جب ہمارا تمہارے پاس آنا' خدا کی مشغولی میں سے ہے تو ہم اس میں خدا سے رکے نہیں۔ ابو یعقوب نے اپنے بعض مریدوں سے پوچھا کہ تمہیں قرآن بھی یاد ہے؟ کہا' اے خدا فریادرس جو مرید کہ قرآن یاد نہیں کرتا' وہ نارنگی کی طرح ہے کہ جس کی خوشبو نہیں۔ پس کس چیز سے نعمت حاصل کرتا ہے اور کس چیز سے گاتا ہے اور کس چیز سے اپنے خدا سے راز و نیاز کہا ہے (یعنی قرآن کے سوا اور کوئی چیز ان باتوں کو جمع نہیں کرتی)۔

۱۳۹- احمد بن وہب رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی کنیت ابو جعفر ہے۔ بصرہ کے رہنے والے تھے۔ ابو حاتم عطاء کی صحبت میں رہے ہیں اور ابو یعقوب زیار کے استاد و پیر تھے۔ ایک مدت تک شونیزیہ کی مسجد میں متوکل بیٹھے رہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جو شخص غذا کی طلب کیلئے اٹھا تو فقیر کا نام اس سے اٹھ جاتا ہے۔ ان کی وفات ۲۷۰ ہجری میں ہوئی ہے۔

۱۴۰- ابو یعقوب مزابلی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بغدادی ہیں اور حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کے ہمعصر۔ ان سے پوچھا گیا کہ تصوف. کیا چیز ہے؟ کہا

حال یضحل فیھا معالم الانسانیۃ یعنی وہ ایک حالت ہے کہ جس میں انسانی آثار آجاتے ہیں۔

۱۴۱-ابو یعقوب اقطع رحمۃ اللہ علیہ

آپ بصرہ کے بڑے مشائخ میں تھے۔ حضرت جنید کے کاتب اور ایلچی ہیں۔ آپ مکہ میں رہے ہیں۔ ابو عبداللہ خفیف کہتے ہیں کہ ابوالحسن مزین نے کہا ہے کہ میں مکہ معظمہ میں گیا۔ شیخ ابو یعقوب اقطع نزع کی حالت میں تھے۔ میں ان کی خدمت میں آیا۔ لوگوں نے کہا کہ تجھ سے التفات کریں تو کلمہ شہادت ان پر پیش کیجئو۔ مجھ کو انہوں نے دھوکا دیا۔ کیونکہ میں بچہ تھا۔ میں ان کے سرہانے بیٹھ گیا۔ مجھے دیکھا میں نے کہا ایھـــا الشیــخ تشھدان لا الہ الا اللہ یعنی اے شیخ آپ گواہی دیتے ہیں کہ کوئی معبود سوائے خدا کے نہیں۔ انہوں نے کہا ایای تعنی بعزۃ من لایذوق الموت مابقی بینی و بینہ الا حجاب العزۃ یعنی کیا تمہارا مطلب مجھ سے ہے کہ میں کلمہ شہادت پڑھوں۔ مجھ کو اس کی عزت کی قسم ہے۔ جو موت نہیں چکھا۔ مجھ میں اور اس میں صرف عزت کا پردہ باقی ہے۔

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ پردہ عزت وہی ہے کہ وہ وہ ہے اور تو تو ہے۔ ابوالحسن مزین لوگوں سے کہتے تھے کہ مجھ جیسا جھوٹا آیا تھا کہ خدا کے دوستوں میں سے ایک دوست کے سامنے شہادت پیش کرے' شیخ ابوعبداللہ خفیف کہتے ہیں کہ ایک مرد خدائی میں جلتا تھا۔ لوگ آئے کہ پردہ عزت سے ورے' اس پر کلمہ شہادت پیش کریں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں' ابوعبداللہ طاقی نزع کی حالت میں تھے۔ ایک شخص نے ان پر کلمہ شہادت پیش کیا۔ کہا کہ چپ رہو۔ لوگ بے ادب اور بے حرمت آئے ہیں اور خدا کے دوست پر کلمہ شہادت پیش کرتے ہیں تو خود کہو۔ کیونکہ میں نے خود کہا ہے۔ توفنی مسلما و الحقنی بالصالحین یعنی اے خدا مجھ کو مسلمان کر کے ماریو اور نیک بختوں سے ملائیو۔ یہ کہا اور جان دے دی۔ ایک دفعہ ایک جماعت نے ایک شیخ پر کلمہ شہادت پیش کیا اس کو اس امر سے غیرت آئی اور اٹھ کھڑے ہوئے اور ایک ایک کو کلمہ شہادت پڑھایا۔ یہاں تک کہ سب نے کہا' پھر سر رکھا اور جان دے دی۔ ایک شخص نے وفات کے بعد ان کو خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ آپ کا کیا حال ہے۔ کہا' بہت اچھا کہا کہ ایمان لے گئے تھے۔ کہا کہ ہاں لے گیا تھا۔ کہا کہ مرنے کے وقت تو کلمہ شہادت تم نے نہ کہا تھا۔ کہا' وہ خود مجھ میں پیدا ہوا تھا اور اگا تھا۔

۱۴۲-ابو یعقوب بن زیزی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ ابوعبداللہ خفیف کہتے ہیں کہ ابن زیزی کے ساتھ سماع میں حاضر تھا۔قوال یہ شعر پڑھتا تھا۔شعر

لو استنـنـدت میـنا الی حجرها　　　عـاش ولـم ینـقل الی القبـر

یعنی اگر محبوبہ مردہ کو اپنی گود میں تکیہ دے تو وہ زندہ ہو جائے اور قبر کی طرف نہ جائے۔ابن زیزی خوش ہو گئے اور ہاتھوں کو پیٹھ کے پیچھے سے زمین پر رکھا اور اپنا سینہ اونچا کرلیا اور آنکھیں آسمان کی طرف لگالیں اور کہتے تھے۔اسی کو کہو' واللہ کہ میرے سوا اور کوئی نہیں سنتا۔ایک دم ان کی رگوں سے خون نکلنے لگا۔کہتے ہیں کہ تم نے معلوم کیا۔وہیں سے قصد کیا گیا تھا۔پھر اسی حالت پر تھے کہ بے ہوش ہو گئے۔لوگوں نے ان کو پکڑا اور خون دھویا اور کپڑا اس پر باندھ دیا اور شیخ عبداللہ خفیف یہ بھی کہتے ہیں کہ ابراہیم خواص اور ابن زیزی میں نزاع ہو پڑی۔ابن زیزی نے اس کو کہا' تم کیا دعویٰ کرتے ہو اور اس پر فخر کرتے ہو کہ توکل پر میں جنگل کو جاتا ہوں۔جو کچھ تمہارے پاس گڈری اور چھاگل ہے' یہ سب جھوٹ کے اسباب ہیں' اگر توکل کا دعویٰ کرتا ہے تو جس طرح میں تم کو کہتا ہوں اس طرح جنگل میں آ۔ابراہیم خواص کو غصہ آیا اور باہر نکل گیا۔ابن زیزی اس کے پیچھے گئے اور ایک اچھا تہ بند اور چادر ہمراہ لے لیے اور ایک کانچ کا کوزہ لے لیا۔جب ان سے ملے تو کہا کہ اپنی گڈری اتارو اور یہ پہن لے۔تب گڈری اتار لی اور وہ پہن لئے۔چھاگل اس سے لے لی اور وہ کوزہ اس کو دے دیا اور کہا کہ اب جاؤ۔جب ابراہیم نے حج کیا اور واپس لوٹے تو ابن زیزی نے ان کی گدڑی اور چھاگل اٹھائی اور استقبال کیا اور کہا کہ اب جو چاہے پہن اور خواص نے چونکہ بہت سی ریاضتیں کی تھیں اس لئے ان کے بال سب گر گئے تھے' کو کہنے لگے۔قتلتنی ابعدک اللہ یعنی تم نے مجھے قتل کر ڈالا' خدا تجھے دور کرے۔(یعنی اس سے جو مناسب نہو) اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ شیخ ابو طالب خرزج کہتے ہیں کہ مجھ میں اور ابن زیزی میں اخلاص کے بارہ میں باتیں ہوتی تھیں اور دوست یہ چاہتے تھے کہ رات کو میرے گھر پر رہیں۔جب یہ بات کرتا' وہ کہتے تھے۔ٹھہر۔یہاں تک کہ رات پڑ جائے اور مجھے کچھ معلوم نہ تھا کہ وہ کیا کہتے ہیں۔جب میں اٹھا تو ابن زیزی نے کہا میرا انتظار نہ کرنا کہ میں دیر کر کر آؤں گا۔ہم نے کھانا کھالیا اور ان کا حصہ رکھ چھوڑا۔کچھ رات گزر گئی تھی کہ آئے اور غسل خانہ میں گئے۔ہم نے کہا' شاید طہارت کرتے ہیں۔وہ اپنے ہمرہ دف رکھتے تھے۔وہاں چھپا کر واپس آئے۔جب کچھ اور رات گزر گئی اور لوگ سو گئے اور ہم خوش وقت ہو کر بیٹھے ہوئے کہ ابن زیزی اٹھے اور دف جو چھپا

رکھی تھی' اس کو نکال لائے اور دف بجانے اور گانے لگے۔ سب ہمسایہ جمع ہو گئے اور دیکھتے تھے۔ ہمسائیوں سے کہنے لگے کہ شاید ابوطالب تنہا تمہارے ساتھ ہوتے ہیں تو ایسا نہ کرتے ہوں گے۔ ہم نے تو یہ انہیں سے سیکھا ہے اور وہ ہمارا اس کام میں شیخ ہے۔ پھر دف بجاتے تھے اور گاتے تھے اور ہمسایوں سے باتیں کرتے تھے۔ ابوطالب کہتے ہیں' صبح ہی میں نے گھر خالی کیا اور دوسرے محلّہ میں چلا گیا۔ جب صبح ہو گئی تو میں نے کہا کہ میں توبہ کرتا ہوں۔ پھر کبھی اخلاص کا ذکر نہ کروں گا۔

۱۴۳-ابویعقوب مذکوری رحمۃ اللہ علیہ

لوگوں نے ان سے پوچھا کہ توکل کیا ہے۔ کہا کہ اختیار کا ترک کر دینا اور سہل تستری سے پوچھا گیا تو کہا تدبیر کا ترک کر دین۔ بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا تو فرمایا رضا ہے اور ابوحفص حداد سے پوچھا گیا تو کہا کہ اپنی طاقت سے بیزاری۔ حلاج سے پوچھا گیا تو کہا سبب کا دیکھنا۔ فتح موصلی سے پوچھا گیا تو کہا' سبب سے ملال پیدا ہونا۔ شقیق سے پوچھا گیا تو کہا کہ دیدار کا عجز میں غرق ہونا' یعنی اس کے سوا سب عاجز ہیں۔ شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا تو کہا کہ دیدار میں دل کو سب سے بھلا دینا۔

۱۴۴-ابویعقوب میدانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ نصیبین کے مشائخ میں سے ہیں۔ شبلی رحمۃ اللہ علیہ بغداد سے مصر کو اس وقت کی معانی کی طلب میں جاتے تھے جبکہ آپ زمینداری کیا کرتے تھے تو گھوڑے نے کسی زمین پر زراعت کھائی تھی۔ پھر ان کا گزر ابو یعقوب میدانی پر ہوا۔ وہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ کی مقبول خاطر ہوئے۔ وہ ابھی نئے نئے اس کام میں' آئے تھے اور پہلی دفعہ معتقد بنے تھے۔ جسیم آدمی تھے۔ شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے سر پر ہاتھ رکھا اور کہا جبرک اللہ یعنی خدا تیرا جبر نقصان کرے۔ ابویعقوب نے کہا' آمین۔ لوگوں نے کہا' یہ کیا ہے؟ آپ نے ان سے کہا' یہ ایسا ہی ہے۔ کہا جس طرح بچوں کو کہا کرتے ہیں۔ بعد ازاں ابویعقوب کی وہ بات ہوئی' جو ہوئی (یعنی ترقی کر گئے) شبلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب میں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور جزاک اللہ کہا تو اس کے سر کا کوئی بال نہ تھا' جو یہ کہتا ہو کہ آمین۔ (نوٹ میرے نسخہ میں دعا خیرک اللہ ہے۔ نامی)

۱۴۵- ابو یعقوب خراط عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے کہا ہے کہ میں ابوالحسین نوری کے پاس آیا اور اپنے پاس دولت رکھتا تھا۔ مجھ کو کہا کہ اے لڑکے چاہتے ہو کہ کچھ لکھو۔ میں نے کہا' ہاں چند شعر فی البدیہہ کہہ دیئے کہ لکھ لے۔ میں نے لکھ لئے۔ اشعار کا حاصل مطلب یہ تھا کہ جو کچھ تم ان اوراق میں ثابت کرتے ہو اور لکھتے ہو۔ ہم نے ان کو محو کر دیا ہے۔ اس لئے تم اس اثبات کے سبب امر مقصود کی سمجھ و ادراک سے پردہ میں ہو اور ہم پر اس محو کے سبب ادراک اور فہم کے بے انتہا دروازے کھل گئے ہیں اور اس نصیحت و وعظ کا باعث ہماری تم سے خیر خواہی ہے۔ تم کب تک یہ اوراق لکھتے اور گنتے رہو گے اور اپنے آپ کو مقصود کی بات سے پردہ میں رکھے رہو گے۔

۱۴۶- ابو یعقوب کورتی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ میں نے ان کو دیکھا ہے کہ وہ ایک پیر روشن ضمیر تھے اور صاحب وقت و کرامات تھے۔ ہمیشہ ایک لکڑی ہاتھ میں رکھتے۔ اس کے درمیان میں ایک کپڑا رومال بندھا رہتا تھا۔ ان سے لوگوں نے کہا کہ یہ کیا بھید ہے۔ کہا کہ یہ بھی ایک فن فریب ہے۔ شیخ ابو معمر مالکی نے مجھ سے کہا کہ ایک دن جا رہے تھے۔ ایک جماعت عادلوں کی بیٹھی ہوئی تھی۔ آپ نے ان پر یہ آیت پڑھی **تحسبهم جمعیا وقلوبهم شتی** یعنی تم ان کو اکٹھے گمان کرتے ہو حالانکہ ان کے دل متفرق پریشان ہیں۔ یہ کہہ کر چل دیئے۔

۱۴۷- خیر نساج قدس اللہ تعالیٰ سرہ

آپ کی کنیت ابوالحسن ہے اور نام محمد بن اسمٰعیل ہے اور اصل میں آپ سامرہ کے رہنے والے ہیں اور بغداد میں آ کر رہے تھے۔ ابو حمزہ بغدادی کی صحبت میں رہے ہیں اور سری سقطی سے سوالات کئے تھے اور کہتے ہیں کہ حضرت سری کے مرید تھے اور حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کے ہمزمانہ تھے۔ دوسرے طبقہ میں ہیں اور نوری اور ابن عطاء و جریری کے استاد ہیں اور ابراہیم خواص نے اور شبلی دونوں نے ان کی مجلس میں توبہ کی ہے۔ شبلی رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت جنید کے پاس بھیج دیا کہ جنید کی حفظ حرمت کریں اور خدمت بجالائیں اور جنید نے کہا ہے **خیر خیرنا** [illegible] ہمارا بہتر ہے۔ آپ کی عمر بہت بڑی ہوئی ہے۔ [illegible] سال زندہ رہے اور ۳۲۲ ہجری میں

انتقال ہوا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ آپ کپڑا نہ بنتے تھے بلکہ وہ باتیں بنا کرتے تھے۔ جعفر خلدی کہتے ہیں کہ میں نے خیر نساج سے پوچھا کہ کیا آپ کا پیشہ جولاہے کا تھا کہا کہ نہیں کہا کہ پھر تم کو نساج کیوں کہتے ہیں؟ کہا کہ میں نے خدائے تعالیٰ سے عہد کیا تھا کہ کھجور ہرگز نہ کھاؤں گا۔ ایک دن نفس مجھ پر غالب ہوا اور کچھ کھجوریں میں نے لے لیں۔ جب میں نے ایک کھجور کھائی تو ایک نے میری طرف دیکھا اور کہا' اے خیر۔ اے بھاگنے والے اور اس کا ایک غلام تھا۔ جس کا نام خیر تھا اور اس سے بھاگا ہوا تھا اور اس کا شبہ مجھ پر پڑا۔ پس لوگ جمع ہو گئے اور کہنے لگے کہ واللہ تیرا خیر غلام یہی ہے۔ میں حیران ہو گیا اور میں نے معلوم کر لیا کہ جس کے سبب گرفتار ہو گیا اور اپنے گناہ کو پہچان لیا۔ پھر مجھے جہاں اس کے اور غلام کپڑا بنتے تھے۔ لے گیا اور کہا' اے بدکار غلام اپنے صاحب سے بھاگا تھا اور وہی کام کر جو کہ پہلے اس سے کرتا تھا۔ سو میں نے اپنے پاؤں کھڈی میں لٹکا دیئے اور کپڑا اس طرح بننے لگا کہ گویا برسوں سے بنتا چلا آیا ہوں۔ چار ماہ تک اس کے پاس رہا اور کپڑا بنا کرتا تھا۔

ایک رات میں اٹھا اور وضو کیا اور سجدہ میں گرا اور کہا' خداوندا۔ جو کچھ میں نے قصور کیا۔ پھر نہ کروں گا۔ پھر جب صبح ہوئی تو اس غلام کا شبہ جو مجھ پر تھا جاتا رہا اور میں اپنی اصلی صورت پر آ گیا اور خلاصی پائی' لیکن یہ نام مجھ پر رہا۔ پس جولاہے کا نام اسی گناہ کے سبب سے باقی رہا اور خدا نے یہ مجھے سزا دی۔ کہتے ہیں کہ وہ اس بات کو دوست رکھتے کہ ان کو خیر کہیں اور کہتے تھے کہ یہ ناجائز نہیں کہ ایک مسلمان نے میرا یہ نام رکھا ہو اور پھر اس کو بدل دوں۔ بعد ان کے انتقال کے لوگوں نے ان کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ خدائے تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟ جواب دیا' لا تسئلنی عن ھذا ولکن استرحت من دنیاکم القذرة یعنی تم مجھ سے اس کی بابت مت پوچھو' لیکن تمہاری گندی دنیا سے میں راحت پا گیا ہوں۔ ابوالحسین مالکی کہتے ہیں کہ خیر نساج کے نزع کے وقت میں حاضر تھا۔ شام کے وقت میں آیا تھا۔ ان کو غش پڑ گیا تھا اور جب آنکھ کھولی تو گھر کے دروازہ کی طرف اشارہ کیا قف عفاک اللہ یعنی ٹھہر خدا تجھے معاف کرے۔ چاہئے کہ تھوڑی دیر مجھے آرام دے تو بھی خدا کا مامور ہے اور میں بھی اس کا ماموں اور اس کے فرمان کا بندہ۔ جو فرمان تو رکھتا ہے' وہ تجھ سے فوت نہ ہو گا اور میں خود تیرے قبضہ میں ہوں' لیکن میری نماز کا وقت بندھا ہوا ہے۔ میں ڈرتا ہوں کہ وہ فوت نہ ہو جائے۔ پس پانی مانگا اور وضو کیا اور شام کی نماز پڑھی۔ پھر سو گئے اور آنکھیں بند کر لیں اور جان دے دی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمتہ واسعة خدا ان پر اپنی بڑی رحمت کرے۔

۱۴۸-محفوظ بن محمود رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ دوسرے طبقہ میں سے ہیں اور کہا گیا ہے کہ تیسرے طبقہ میں ہیں۔ نیشاپور کے پرانے مشائخ میں ہیں اور ان کے بڑے ہیں۔ ابو حفص کے مریدوں میں ہیں اور ابو حفص کے بعد ابو عثمان حیری کی صحبت میں رہے ہیں۔ یہاں تک کہ دنیا سے ۳۰۳ یا ۳۰۴ ہجری میں گزر گئے۔ ابو حفص کی ایک طرف ان کی قبر ہے۔ انہوں نے کہا ہے التوکل ان یاکل العبدبلا طمع ولا شرہ یعنی توکل یہ ہے کہ بندہ بغیر طمع وحرص کے کھائے اور وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ من اراد ان یبصر طریق ارشدہ تایتم نفسہ فی الموافقات فضلا عن المخالفات یعنی جو شخص اپنی ہدایت کے راستہ کو دیکھنا چاہے تو اس کو چاہئے کہ اپنے نفس کو موافق چیزوں میں ملامت کرے۔ چہ جائے کہ مخالف چیزوں میں۔

۱۴۹-محفوظ بن محمد رحمۃ اللہ علیہ

آپ بغدادی ہیں اور صوفیوں میں سے ایک صوفی ہیں۔ آپ کہتے ہیں۔ من البصر محاسن نفسہ ابتلی بمساوی الناس ومن ابصر عیوب نفسہ سلم من رویۃ مساوی الناس الیہ یعنی جس شخص نے اپنے نفس کی خوبصورتیوں کو دیکھا تو لوگوں کی برائیوں میں مبتلا ہو گیا اور جس نے اپنے عیب دیکھے تو وہ لوگوں کی برائیوں کے دیکھنے سے بچ گیا اور یہ بھی کہتے ہیں۔ اکثر الناس خیرا اسلم المسلمین صدرا یعنی لوگوں سے بہت بہتر وہ شخص ہے کہ جس کا سینہ مسلمانوں کے عیب سے زیادہ بچا ہوا ہو۔

۱۵۰-ابراہیم الخواص قدس اللہ تعالیٰ سرہ

آپ دوسرے طبقہ میں ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ تیسرے طبقہ میں ہیں۔ آپ کی کنیت ابو اسحٰق تھی۔ تجرید و توکل کے طریقہ اور اپنے وقت کے مشائخ میں یکتا تھا۔ ابو جعفر خلدی اور بڑے سیروانی وغیرہ کے استاد ہیں۔ بغدادی ہیں اور آپ کے باپ آمل کے رہنے والے تھے۔ آپ حضرت جنید ونوری کے ہمزمان تھے اور ان سے پہلے انتقال کر گئے تھے۔ ۲۹۱ ہجری میں، اگر یہ صحیح ہے۔ یوسف بن الحسین نے آپ کو غسل دیا تھا اور مسجد میں دفن کیا تھا۔ اسہال کی بیماری سے انتقال ہوا۔ ہر دفعہ فارغ ہو کر غسل کرتے کہتے ہیں کہ جس روز انتقال ہوا تھا۔ ستر

بار غسل کیا تھا۔ سردی سخت تھی۔ آخیر دفعہ پانی ہی میں فوت ہوئے۔ آپ کی قبر طراک قلعہ کے نیچے ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ میں نے ہرگز کوئی قبر ایسی بارعب و پرشوکت نہیں دیکھی' جیسی ابراہیم الخواص کی ہے۔ گویا شیر بیٹھا ہوا ہے کہ اگر اس کے پاس جاؤ تو کھا جائے۔ وہ حضرت خضر علیہ السلام کی صحبت میں رہے ہیں۔ شیخ ابو بکر کتانی کہتے ہیں' ایک دفعہ خواص سفر سے آئے۔ میں نے کہا کہ جنگل میں کیا عجائبات دیکھیں؟ کہا' خضر علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہا' اے ابراہیم تم چاہتے ہو کہ میں تمہارے ہمراہ میں رہوں۔ میں نے کہا' نہیں۔ کہا کیوں؟ میں نے کہا کہ وہ خدا رشک والا ہے۔ مجھے خوف ہے کہ میرا دل تم سے نہ لگ جائے۔

شیخ الاسلام نے کہا کہ شیخ خرقانی نے مجھ کو کہا کہ ان باتوں میں سے جو انہوں نے مجھے کہی تھی۔ ایک یہ تھی کہ گر خضر علیہ السلام سے ملاقات کرے تو توبہ کیجو' اور اگر ایک رات میں مکہ پہنچے تو اس سے بھی توبہ کرنا۔ ابراہیم خواص کہتے ہیں العلم کلمة فی کلمتین لایتکلف ماکفیت و لا تضیع ما استکفیت یعنی تمام علم دو باتوں میں ہے۔ ایک تو یہ کہ ایسی چیز کی طلب میں رنج نہ اٹھا' جو ازلی قسمت میں تیرے لئے کافی ہو چکی ہے اور وہ رزق ہے اور اس چیز کو ضائع اور خراب نہ کر۔ جس کو پورا کرنا' تجھ سے طلب کیا گیا ہے اور وہ خدا کے حکم کی فرمانبرداری ہے۔ یعنی اس کے احکام اور منہیات کا خیال رکھنا۔ ابوالحسن علوی کہتے ہیں کہ میں دینور کی مسجد میں گیا۔ خواص کو مسجد کے صحن میں برف پر بیٹھا ہوا دیکھا۔ میں نے کہا' اے ابواسحق سلام علیک آؤ کہ کپڑے پہننے کے مقام میں چلیں کیونکہ مجھ کو اس پر رحم آیا۔ کہنے لگا کہ مجھ کو مجوسیت کی طرف بلاتا ہے۔ یعنی تنہائی سے سبب کی طرف آنا اور اکیلئے رہنے سے تعلقات میں پڑنا مجوسیت ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ جب تک دوئی کا نشان قائم ہے۔ مجوسیت بھی قائم ہے۔ ابوالحسن کہتے ہیں' پس خواص نے میرا ہاتھ پکڑا اور اپنے بدن پر رکھا تو دیکھا کہ عرق با غرق ہے۔ قریب تھا کہ گرمی کے مارے' میرا ہاتھ جل جائے۔ پھر میری طرف دیکھا اور ہنسا اور یہ دو بیت کہے۔

لقد وضح الطریق الیک حقا	فما احد بغیرک یستدل
فان ورد الشتاء فانت کھف	وان ورد المصیف فانت ظل

یعنی تیرا سچا راستہ ظاہر ہو گیا۔ پس تیرے بغیر کوئی شخص راستہ طلب نہیں کرتا' اگر سردی آ گئی تو تو ہی جائے پناہ ہے اور اگر گرمی آ گئی تو تو ہی سایہ ہے' ممشاد دینوری فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں آدھی رات کے وقت نیم خواب کی حالت میں تھا کہ مجھ کو یہ معلوم کرایا گیا کہ اگر ہمارے دوست کو دیکھنا چاہتا ہے تو اٹھ کھڑا ہو اور توبہ کے

ٹیلہ پر جا۔ میں جاگا تو برف پڑی ہوئی تھی' وہاں پر گیا۔ خواص کو میں نے دیکھا کہ چار زانو بیٹھے ہیں اور اس کے گرد اگرد ڈھال کی مقدار پر سبزہ برف سے خالی تھا اور باوجود اس تمام برف کے کہ جو اس کے سر پر پڑی تھی۔ عرق میں غرق تھا۔ میں نے کہا کہ تم نے یہ مرتبہ کیسے پایا؟ کہا کہ فقراء کی خدمت سے۔ ایک دفعہ ایک شخص نے ان کو جنگل میں دیکھا کہ حبوہ مار کر مزہ سے بیٹھے تھے۔ (حبوہ اس طرح کی ایک بیٹھک کو کہتے ہیں کہ گھٹنوں کو کھڑے کرنا اور پیٹھ پر بیٹھنا اور چادر سے اپنی کمر اور گھٹنوں کو لپیٹ کر باندھ لینا) کہا' اے ابو اسحٰق یہاں کیسے بیٹھے ہو۔ کہا' چل اے بے ہودہ' اگر دنیا کے بادشاہ جان لیں کہ میں یہاں کس حال میں ہوں تو حسد کے مارے تلوار لے کر میرے سر پر آئیں۔ ایک دفعہ مصلے پر مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک شخص نے درموں کی مٹھی اس کے مصلے پر رکھ دی۔ آپ اٹھ بیٹھے اور مصلے کو جھاڑ دیا اور اس چاندی کو خاک کی مٹی میں ملا دیا اور کہا کہ یہ مصلے اس سے پہلے میرے پاس آیا ہے۔ وہ شخص کہتا ہے کہ میں نے کبھی ان کی عزت کے برابر کسی کو نہیں دیکھا' جو ایسا کیا اور اپنی ذات کے برابر کوئی ذلت نہیں دیکھی کہ میں وہ چاندی زمین سے چنتا تھا۔ فضل رازی کورے میں ایک لاکھ درہم میراث میں پہنچے۔ ان سب کو گرا دیا اور جب ہوش میں آئے اور حال سے نکل کر معلوم کیا تو صرف دس درہم باقی رہ گئے تھے۔ کہا کہ ان کو علم سیکھنے میں کام لاؤں گا۔ آخر کہا کہ میں نے یہ کیا کیا تھا۔ وجد سے علم کی طرف پڑ گیا۔ ابراہیم خواص کے پاس گیا اور اس سے پوچھا کہ میں نے ایک لاکھ میراث پائی تھی۔ میں نے سب گرا دی اور دس درہم رہ گئے۔ وہ علم کے کام میں لایا۔ خواص نے کہا کہ تجھے یہ اس لئے اتفاق پڑا کہ اس سے پہلے ایک گھونٹ پانی کا پیا تھا۔ کیوں ادھر ہاتھ کیا تھا۔ تاکہ تجھے آخر اس کے سبب پکڑا گیا۔ اس کے بعد میرے ہاتھ پر بوسہ دیا اور کہا کہ میں اس ہاتھ پر قربان ہوتا ہوں کہ جب وجد سے اس نے تنزل کیا تو علم میں پڑا۔ یعنی جہل میں نہ پڑا۔

ایک شخص نے شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ دو سو درہم میں سے کس قدر درہم زکوٰۃ نکالنا چاہئے؟ کہا کہ تیرے لئے بتاؤں یا اپنے لئے؟ اس نے کہا کہ میرے لئے کیا حکم ہے اور تمہارے لئے کیا؟ فرمایا کہ تجھ کو دو سو درہم سے پانچ درہم دینے چاہئیں اور مجھ کو دو سو درہم اور پانچ درہم۔ کہا بھلا یہ دو سو تو سمجھا' مگر پانچ اوپر کے کیسے کہا' وہ دو سو جو رکھتا ہے' دے ڈالے اور پانچ قرض کر کے دے۔ کہا کہ یہ کس کا مذہب ہے؟ کہا' یہ امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے۔

۱۵۱- ابراہیم بن عیسیٰ قدس اللہ تعالیٰ سرہ

آپ اصفہان کے رہنے والے تھے اور معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے صحبت میں رہے ہیں۔ ابراہیم خواص قدس سرہ نے کہا ہے کہ میں بغداد میں تھا اور دجلہ کے کنارہ پر وضو کر رہا تھا۔ ایک شخص کو میں نے دیکھا کہ دجلہ کے اس طرف سے پانی پر چلا آتا ہے۔ تب میں نے منہ زمین پر رکھا اور کہا کہ خدایا تیرے عزت و جلال کی قسم ہے' میں سر اوپر نہ اٹھاؤں گا۔ جب تک یہ معلوم نہ کرلوں کہ یہ کون شخص ہے۔ میں نے ابراہیم بن عیسیٰ کو دیکھا کہ وہ آئے ہیں اور مجھ کو پاؤں سے بلایا اور کہا جب یہ چاہے کہ کسی خدا کے ولی کو پہچانے تو کہو ھوالا ول والاخرو الظاھرو الباطن وھو بکل شئی علیم یعنی وہی اول ہے' وہی آخر ہے' وہی ظاہر ہے' وہی باطن ہے اور وہ سب شئے کا جاننے والا ہے۔ ان کی وفات ۲۴۷ھ کو اصفہان میں ہوئی ہے۔

۱۵۲- ابراہیم بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی کنیت ابو اسحٰق ہے۔ بغداد کے مشائخ میں سے ہیں۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہے ہیں۔ شیخ عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں نے ان کو دیکھا اور کہا کہ میرے لئے دعا کرو۔ کہا کہ تیرا اس چیز کو اختیار کر لینا' جو تیرے لئے روز ازل سے مقرر کر رکھا ہے۔ وقت کے معارضہ کرنے سے بہتر ہے اور میں نے ان سے یہ بھی کہا کہ مجھ کو کوئی نصیحت کیجئے۔ کہا کہ وہ کام نہ کر کہ جس سے پشیمان ہو۔ ان کی وفات ۳۶۹ ہجری میں ہوئی ہے۔

۱۵۳- ابو محمد جربری قدس اللہ تعالیٰ روحہ

آپ تیسرے طبقہ میں ہیں اور نام احمد بن محمد بن الحسین ہے۔ کہتے ہیں کہ حسین بن محمد ہے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ عبداللہ بن یحیٰی ہے۔ آپ حضرت جنید کے بڑے یاروں میں سے ہیں اور جنید کے بعد ان کی جگہ ان کو بٹھایا گیا تھا۔ کیونکہ وہی بزرگ تھے۔ مشائخ صوفیہ کے علماء میں سے تھے۔ سہل عبداللہ تستری کی صحبت میں رہ چکے تھے۔ ہبیر کے سال قرامطہ کے جنگ میں پیاسے فوت ہوئے تھے' ۳۱۲ھ میں بعض کے نزدیک ۳۱۴ھ میں۔ ایک درویش کہتا ہے کہ میں اس سال ان لوگوں کے ساتھ تھا۔ قرامطہ کے ہاتھ سے خستہ ہو گیا تھا۔ جب وہ چلے گئے تو

میں قافلہ کے نزدیک اسلام کی شفقت کی وجہ سے کہ کسی خستہ کو پانی پلاؤں یا دیکھوں کہ ان کا کیا حال ہے گیا میں زخمیوں کے درمیان پھر رہا تھا۔ ابو محمد جریری رحمۃ اللہ علیہ کو میں نے دیکھا کہ زخمیوں میں پڑے ہوئے ہیں اور آپ کی عمر سو سال سے زائد تھی۔ میں نے کہا کہ اے شیخ کیا دعا نہیں کرتے ہو کہ خدائے تعالیٰ اس بلا کو دور کر دے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے دعا مانگی تھی۔ مجھ کو یہ جواب ملا کہ ہم وہ کریں گے' جو ہمارا جی چاہے۔ درویش نے کہا کہ میں نے دوبارہ یہ بات ان سے کہی۔ تب مجھ کو کہا کہ اے برادر یہ وقت دعا کا نہیں ہے' یہ وقت رضا و تسلیم کا ہے۔ یعنی دعا بلا کے نازل ہونے سے پہلے چاہئے' لیکن جب بلا آ جائے تو اس وقت رضا اختیار کرنی چاہئے۔ وہ کہتے ہیں التصوف عنوۃ لا یصلح یعنی تصوف صلح سے حاصل نہیں کیا کرتے' بلکہ یہ جنگ سے لیا کرتے ہیں۔

شیخ الاسلام کہتے ہیں' تصوف طلب اور صلح سے نہیں پا لیتے کیونکہ وہ اس تیر کی فہرست ہے کہ جو بجلی کی طرح بڑے نور سے اوپر سے نیچے کو آئے۔ پھر دیکھیں کہ کس کی طرف پھینکتے ہیں۔ جو اس کا طالب ہے' اس سے تو وہ تیر بھاگتا ہے اور جو اس کا اہل ہے۔ وہ اگرچہ بھاگتا ہے' لیکن وہ اس کی طرف دوڑ کر جاتا ہے اور یہ بھی شیخ الاسلام نے کہا ہے کہ جنگ یہ ہے کہ تو بھاگتا ہے اور وہ تجھ سے لپٹتا ہے۔ یہ نہیں کہ تو ہاتھ مارتا ہے اور وہ ہاتھ میں نہیں آتا۔ جس نے یہ بات کہی ہے۔ اپنے مذاق سے کہی ہے اور ظاہری طور سے کہا ہے اور یہ بات علم کے طور پر نہیں کیونکہ علم سے ایسی بات نہیں کہہ سکتے۔ ایک درویش نے ابو محمد جریری سے کہا کہ میں محبت کی بساط پر تھا اور مجھ پر ایک دروازہ بسط کا کھول دیا گیا اور میں اپنے مقام سے پھسل گیا اور اس سے پردہ میں آ گیا۔ اب بتایئے کہ میں اپنا گم شدہ راستہ کیونکر پاؤں۔ مجھ کو وہ راستہ بتلایئے کہ جو وہاں تک پہنچا دے۔ ابو محمد رو پڑے اور کہا کہ اے برادر سب اسی درد میں گرفتار ہیں اور اسی داغ میں مبتلا' لیکن تجھے چند بیت سناتا ہوں کہ بعض صوفیوں نے کہے ہیں۔

قف بالدیار فھذہ اثارھم	تبکی الاحبۃ حسرۃ و تشوقا
کم قد وقفت بھا اسائل مخبرا	عن اھلھا او صادق او مشفقاۃ
فاجابنی داعی الھوی رسمھا	فارقت من تھوی تغر الملتقی

یعنی محبوبوں کے گھروں میں ٹھہر' کیونکہ یہ ان کے آثار ہیں۔ دوست حسرت اور شوق کے مارے روتے ہیں۔ میں کس قدر ان میں ٹھہرا ہوں۔ میں کسی مخبر سے پوچھتا ہوں کہ وہاں کے لوگوں کی خبر دے۔ سچا ہو یا جھوٹا۔ دوست ہو یا غیر دوست۔ پس مجھ کو محبت کے بلانے والے نے جواب دیا کہ تم نے اپنے دوست کو چھوڑ دیا ہے اور

اس کی ملاقات مشکل ہے۔(نوٹ: میرے نسخہ میں نام جریری لکھا ہے۔نامی)

۱۵۴-غانم بن سعد رحمۃ اللہ علیہ

آپ بغداد کے رہنے والے تھے اور ابو محمد جریری کی صحبت میں رہتے تھے اور پرہیز گاری اور مجاہدہ میں کامل تھے۔ان کو وفات کے بعد خواب میں دیکھا گیا اور کہا گیا کہ خدا نے تمہارے ساتھ کیا کیا۔کہا کہ مجھ پر رحم کیا اور بہشت میں داخل کیا اور کہا گیا کہ کیا انہیں ریاضیات کی وجہ سے' کہا نہیں۔(بلکہ فضل سے) اگر انہیں ریاضیات کی طرف دیکھا جاتا تو میں وہیں ہوتا۔

۱۵۵-غیلان سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بڑے مشائخ میں سے ہیں اور حضرت جنید کی صحبت میں رہے ہیں اور ان سے طریقت کا علم سیکھا تھا اور معرفت میں صاحب سخن تھے۔وہ کہتے ہیں' عارف خدا سے خدا کی طرف دیکھتا ہے اور عالم دلیل سے خدا کی طرف دیکھتا ہے اور صاحب وجد ہر دو سے مستغنی ہے۔

۱۵۶-غیلان موسوس رحمۃ اللہ علیہ

آپ کو غیلان مجنون بھی کہتے تھے۔عراق کے متقدمین مشائخ میں ہیں۔جنگلوں میں رہا کرتے اور کسی سے نہ ملتے اور کسی سے کچھ نہ لیتے تھے اور کسی نے نہ دیکھا تھا کہ وہ کیا کھاتے ہیں۔محمد بن سمین کہتے ہیں کہ میں نے غیلان کو کوفہ کے جنگلوں میں دیکھا تو ان سے پوچھا کہ بندہ غفلت کے خطرہ سے کب چھوٹ جاتا ہے۔کہا' اس وقت کہ جو کچھ اس کو حکم دیا گیا ہے۔اس میں مشغول رہے اور جس سے منع کر دیا گیا' غافل رہے اور اپنے نفس سے حساب لینے میں عاقل ہو۔

۱۵۷-ابو العباس بن عطا رحمۃ اللہ علیہ

آپ تیسرے طبقہ میں ہیں۔آپ کا نام احمد بن محمد بن سہل بن عطاء الادمی ہے۔بغداد کے رہنے والے ہیں۔علماء مشائخ سے ہیں اور خوش طبع صوفیوں میں ہیں۔ان کی باتیں اچھی ہیں اور زبان فصیح ہے۔قرآن کے

معنے میں صاحب تصنیف ہیں اور قرآن کی تفسیر لکھی ہے۔ اول سے آخر تک اشارات بیان کئے ہیں۔ ابراہیم مارستانی کے شاگرد ہیں اور جنید کے یاروں میں ہیں۔ ابوسعید خراز ان کو بزرگ جانتے تھے۔ وہ کہتے ہیں **التصوف خلق ولیس انابه ومارایت من اهله الا الجنید** یعنی تصوف ایک خلق کا نام ہے اور میں اس کا اہل نہیں ہوں اور سوائے جنید کے میں نے کسی کو اس کا اہل نہیں دیکھا اور یہ عطا حلاج کے سبب قتل کر دیئے گئے تھے۔ بماہ ذیقعد ۳۰۹ھ میں اور کہتے ہیں' ۳۱۱ھ میں قاہر باللہ کی خلافت کے زمانہ میں۔ جس وزیر نے حلاج کو مارا تھا۔ اس نے ابوالعباس سے پوچھا کہ حلاج کے بارہ میں کیا کہتے ہو کہا کہ تو خود اس قدر گناہ رکھتا ہے کہ وہ بوجھ اٹھا نہیں سکتا۔ لوگوں کی چاندی واپس کر دے۔ وزیر نے کہا کہ چوٹ کرتے ہو۔ حکم دیا' کہ ان کے دانت ایک ایک کر کے اکھاڑ دیئے جائیں اور ان کے سروں میں ٹھوک دیئے جائیں۔ یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ **سئل ابن العطاء ماافضل الطاعات قال ملاحظة الحق علی دوام الاوقات** یعنی ابن عطا سے پوچھا گیا کہ کون سی بندگی افضل ہے کہا' تمام اوقات میں ہمیشہ خدا کا خیال رہے۔ انہوں نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے **یمیتنی ثم یحیینی یمیتنی عنی ثم یحیینی به** یعنی تو مارتا ہے' مجھ کو مجھ سے اور پھر مجھے تو زندہ کرتا ہے۔ اس کے ساتھ (پہلے اشارہ فناء کا ہے پھر بقاء کا) اور اس نے یہ بھی کہا ہے' **ان الذین قالوا ربنا الله ثم استقاموا علی انفراد القلب بالله تعالیٰ** یعنی جن لوگوں نے کہا ہے کہ ہمارا رب ہے۔ پھر اس پر انہوں نے استقامت کی۔ یعنی دل کو فقط خدا کی طرف لگا دیا اور انہوں نے یہ بھی کہا ہے **الادب الوقوف مع الحسنات فقیل له وما معنی ذلک فقال ان تعامل الله بالادب سرا و علانیة ماذا کنت کذلک کنت ادبیا وان کنت اعجمیا اذا نطقت جاء ت بکل ملیحة وان سکتت جاء ت بکل ملیح** یعنی ادب یہ ہے کہ نیکیوں پر قیام کیا جاوے۔ پھر ان سے کہا گیا کہ اس کا مطلب کیا ہوا تو کہا کہ خدا کے ساتھ تیرا معاملہ ظاہر و باطن میں ادب کے ساتھ ہو۔ پھر جب تو ایسا ہوگا تو ادیب ہوگا۔ اگرچہ دراصل عجمی اور گنگا ہوگا۔ جب تو بولے گا تو تیری بات نہایت نمکین مزہ دار ہوگی اور اگر چپ رہے گا تو تاہم وہ خاموشی بڑے مزے کی ہوگی۔ شیخ الاسلام نے کہا ہے' ادب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے تیرا معاملہ ہو جائے۔ آب و خاک و نفس کی رعونت و تکبر سے درگزر کرے۔ یہ کبھی نہ کہے کہ میں ہوں اور یہ میرے عمل ہیں۔ بلکہ یہ کہے کہ وہی ہے اور اس کی توفیق وعنایت ہے۔

۱۵۸- ابو صالح مزین رحمۃ اللہ علیہ

آپ اپنے زمانہ کے بزرگوں میں ہوئے ہیں۔ ابن عطا کی صحبت میں رہے ہیں۔ گوشہ نشین تھے اور کسی سے نہ ملتے تھے۔ سہل بن عبداللہ کہتے ہیں کہ مجھ کو یہ آرزو تھی کہ ابو صالح کی صحبت میں رہوں۔ ایک دفعہ میں نے اس کو حرم شریف میں دیکھا اور اس سے درخواست کی کہ مجھ کو اپنی صحبت میں رکھو۔ کہا' اے سہل اگر ابو صالح کل کو مر جائے تو تم کس کی صحبت میں رہو گے۔ میں نے کہا' مجھے معلوم نہیں۔ کہا کہ اب بھی وہی سمجھ اور میری آنکھوں سے غائب ہو گیا۔

۱۵۹- ابو العباس ارزیزی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ انہوں نے کہا ہے کہ ابوالحسین عبادانی کہتے ہیں۔ میں اور ایک درویش بصرہ میں آئے۔ چھ روز ہو چکے تھے ہم نے کچھ نہ کھایا تھا۔ ساتویں دن ایک شخص آیا' سونے کے دو ٹکڑے لایا۔ ایک مجھے دیا اور ایک میرے یار کو دیا۔ میں نے اپنا ٹکڑہ اس کو دیا کہ خوراک لائے۔ ہم نے کھانا کھایا اور پھر چل دیئے اور دریا کے کنارہ پر پہنچے۔ اس زر کے دوسرے ٹکڑے کو ہم نے ملاح کو دیا' تا کہ ہم کو کشتی میں بٹھلائے۔ دو دن کشتی میں چلے۔ دیکھا کہ ایک درویش کونہ میں سر جھکائے ہوئے بیٹھا ہے۔ جب نماز کا وقت آ جاتا' نماز پڑھ لیتا اور پھر سر جھکا کر بیٹھ رہتا۔ میں اس کے سامنے گیا اور کہا کہ ہم تمہارے یار ہیں' اگر کچھ کام ہو تو بتلا دینا۔ کہا' جب ہو گا بتلا دوں گا۔ کہا کہ کل ظہر کے وقت میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں گا۔ تم ملاح سے کہنا کہ تم کو کنارہ تک لے جائے' اگر میرے اس کپڑے سے کچھ اس کو دینا ہو تو دے دینا اور جب تم کنارہ پر جاؤ گے تو وہاں درختوں کا بن دیکھو گے۔ وہاں پر ایک بڑے درخت کے نیچے میرا تمام سامان کفن دفن کا دیکھو گے۔ میرا کام پورا کر کے مجھے وہاں دفن کر دینا اور یہ میری گدڑی ضائع نہ کرنا۔ جب حلہ میں پہنچو تو ایک عمدہ خوش خلق جوان اس گدڑی کو تم سے لے لے گا۔ اس کو دے ڈالنا۔ خیر اگلے روز ظہر کی نماز اس نے پڑھی اور گدڑی میں سر کر لیا۔ پھر جب ہم اس کے پاس گئے تو اس وقت انتقال کر چکا تھا۔ ملاح کشتی کو کنارہ پر لے گیا۔ وہاں پر ہم نے ایک بن دیکھا اور ایک بڑا درخت تھا۔ ہم وہاں پر گئے تو دیکھا کہ قبر بھی نکالی ہوئی اور تمام سامان تیار کر رکھا ہے۔ اس کا ہم نے غسل و کفن وغیرہ سب کیا اور گدڑی کو لے لیا اور حلہ شہر میں پہنچے۔ ایک جوان ہمارے ڈیرہ پر اسی شکل و شباہت کا آیا اور ہم سے کہا

کہ وہ امانت لاؤ۔ ہم نے کہا' اچھا دیتے ہیں۔ ہم نے کہا کہ خدا کیلئے ہم تم سے بات کرتے ہیں۔ کہا کہ کہو ہم نے کہا کہ وہ کون تھا اور تم کون اور یہ قصہ کیا ہے؟ کہا کہ وہ ایک درویش تھا اور میراث رکھتا تھا۔ ان سے وارث طلب کیا۔ مجھے اس کو بتلا دیا گیا۔ اب وہ میراث تم میرے سپرد کر دو اور چلے جاؤ۔ ہم نے وہ گدڑی اس کو سپرد کر دی۔ کہا' تم یہاں ہی ٹھہرو۔ یہاں تک کہ میں واپس آ ؤں۔ اتنا کہہ کر ہماری آنکھ سے غائب ہو گیا اور وہ گدڑی پہن لی اور اپنے سب کپڑے اتار ڈالے اور کہا کہ یہ تمہاری ملک ہے اور چلا گیا اور ہم حلہ کی مسجد میں گئے۔ دو روز وہاں ٹھہرے کچھ کہیں سے نہ ملا۔ ان کپڑوں میں ایک کپڑا میں نے اپنے یار کو دیا کہ جا بازار میں سے کھانا خرید لا کہ کھائیں۔ ایک گھڑی گزری تھی۔ میں نے دیکھا کہ وہ آتا ہے اور بہت لوگ اس کے پیچھے لگے آ رہے ہیں اور مجھ کو بھی پکڑ لیا گیا اور کھینچ رہے ہیں۔ میں نے کہا' آخر کیا بات ہے؟ بتلاؤ کہنے لگے کہ آج تین دن ہو گئے ہیں کہ حلہ کے رئیس کا بیٹا ملتا نہیں اور اس کے کپڑے ہم تمہارے پاس پاتے ہیں۔ آخر ہم کو رئیس کے پاس پکڑ کر لے گئے۔ رئیس نے کہا کہ میرا لڑکا کہاں ہے؟ جس کے کپڑے تمہارے پاس ہیں۔ تم یہ قصہ اول سے آخر تک سچ سچ کہہ دو۔ ہم نے سب قصہ بیان کر دیا۔ رئیس رو پڑا اور آسمان کی طرف منہ کر کے کہنے لگا کہ الحمد للہ میری پیٹھ سے اس جیسا لڑکا تھا کہ جو تیری جناب کے لائق تھا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں' تمام لوگ زندے مردہ سے ورثہ پاتے ہیں' مگر یہ گروہ صوفیہ ہیں کہ مردے زندہ سے میراث لیتے ہیں اور کہا جو کوئی بھی ان اولیاء اللہ کی صحبت میں رہتا ہے۔ پھر جب وہ ولی انتقال کرتا ہے تو ضرور کچھ نہ کچھ اس کی ولایت کے حال سے میراث لے رہتا ہے۔

۱۶۰- ابوالعباس دینوری قدس اللہ روحہ

آپ پانچویں طبقہ میں سے ہیں اور نام آپ کا احمد بن محمد ہے۔ آپ یوسف بن الحسین کے ساتھ رہے ہیں اور عبداللہ خراز جریری ابن عطا رویم کو دیکھا ہوا ہے۔ آپ کا طریق بہت اچھا استقامت کے ساتھ تھا۔ نیشا پور میں آئے اور وہاں ایک مدت تک اقامت کی اور لوگوں کو معرفت میں اچھی طرح نصیحت کیا کرتے۔ بعد ازاں نیشا پور سے ترمذ میں آئے۔ خواجہ محمد حامد ابوبکر وراق کے شاگرد آئے اور اس کی رکاب پر بوسہ دیا۔ شاگردوں کو یہ بات اچھی معلوم نہ ہوئی۔ اس سے کہنے لگے کہ یہ آپ نے کیا کیا؟ کہا کہ میں نے یہ سنا ہے کہ وہ میرے خدا کی اچھی تعریف کرتا ہے۔ آپ ترمذ سے سمرقند میں گئے اور وہیں ان کا انتقال ۳۴۰ ہجری میں ہوا۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں

ادنی الذکر ان ینسی مادونه ونهایة الذکر ان تغیب الذکر فی الذکر عن الذکر ویستغرق

بمذکورہ عن الرجوع الی مقام الذکر وھذا حال فناء فی الفناء یعنی ادنیٰ ذکر یہ ہے کہ خدا کے ماسوا کو بھول جائے اور نہایت ذکر کی یہ ہے کہ ذاکر ذکر میں اپنے ذکر سے غائب ہو جائے اور اپنے مذکور یعنی خدا میں ایسا غرق ہو جائے کہ مقام ذکر تک رجوع نہ کرے اور یہ فنا در فنا کا حال ہے۔

۱۶۱- ابوالعباس احمد بن یحییٰ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ

آپ شیخ ابوعبداللہ خفیف کے استاد ہیں۔ شیخ ابوعبداللہ خفیف کہتے تھے کہ میں نے وجد کی حالت میں کوئی ویسا باحقیقت نہیں دیکھا۔ پورا سکر رکھتے تھے۔ جب جنگل میں جاتے تو شیر سے کھیلا کرتے۔ جنید رویم' سہل عبداللہ سے ملے تھے۔ شیخ ابوعبداللہ نے کہا کہ ایک رات میں شیخ احمد یحییٰ کے ساتھ تھا اور ہمارے ساتھ ان کے اصحاب میں سے ایک لڑکا تھا اور سونے کیلئے اپنے گھر جانا چاہتے تھے۔ جاڑا تھا اور بڑی آگ روشن کئے ہوئے تھے۔ احمد یحییٰ کھڑے تھے اور ان کا وقت خوش تھا۔ سماع میں بڑا خوش تھا۔ بعض اصحاب نے کہا' کون ہے' جو فلاں لڑکے کو اس کے گھر تک پہنچا دے۔ کسی نے جواب نہ دیا۔ احمد بن یحییٰ نے دو بڑے انگارے اپنے ہاتھ پر رکھے اور آستین اس پر چھوڑ دی اور لڑکے سے کہا' اٹھ اور اس کو اس کے گھر پہنچا دیا اور ہم اس انگار کی روشنی اس کے کپڑے کے اوپر سے دیکھتے تھے۔ وہ لڑکا اپنے گھر پر آ گیا اور ان دونوں انگاروں کو ہاتھ سے گرا دیا اور وہ کوئلے بنے ہوئے تھے۔ اس کے بعد مسجد میں آئے اور نماز پڑھتے رہے۔ حتیٰ کہ صبح کی نماز ہو گئی۔

۱۶۲- ابوالعباس باوردی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بزرگ ہوئے ہیں۔ شبلی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا تھا اور نیشاپور میں رہے ہیں۔ شیخ ابوبکر مستانی بھی نیشاپور میں تھے اور شبلی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا تھا۔ دونوں صاحب کہتے ہیں کہ شبلی صاحب حال تھا' لیکن توحید کا ذرہ ان میں نہ تھا۔ شیخ الاسلام نے کہا' جیسا کہتے ہیں ویسے ہی تھے۔ توحید میں مدعیانہ باتیں کہتے تھے اور حالی نہ تھیں۔

۱۶۳- ابوالعباس بردعی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام احمد بن محمد بن ہارون بزوعی صوفی ہے۔ شیخ ابوبکر طاہر ابھری اور مرتعش سے حکایت کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ مرتعش نے کہا ہے کہ جس کی زیارت تجھے فائدہ نہ دے۔ اس کی بات بھی فائدہ نہ دے گی اور وہ یہ بھی

کہتے ہیں کہ ابوطاہرا بھری کہتے ہیں **لا یصلح الکلام الا الرجل اذاسکت خاف العقوبة بسکوته** یعنی کلام کرنا' اس شخص کو لائق ہے کہ جب چپ کرے تو اپنے چپ رہنے سے عذاب سے ڈرتا ہو۔

۱۶۴-ابوالعباس سیاری قدس اللہ سرہ

آپ پانچویں طبقہ میں سے ہیں اور اقسم بن القاسم مہدی نام ہے۔ احمد بن سیار کے نواسہ ہیں۔ مرو کے رہنے والے ہیں اور ان کے شیخ ہیں۔ ابوبکر واسطی کے شاگرد ہیں۔ احوال کے حقائق کے عالم تھے۔ فقیہ اور بڑے محدث تھے۔ باپ سے ان کو ورثہ بہت پہنچا تھا۔ سب دے دیا' اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو موئے مبارک خرید لئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں بالوں کی برکت سے ان کو توبہ نصیب کی اور ابوبکر واسطی کی صحبت میں رہے اور اس درجہ تک پہنچے کہ صوفیوں کے ایک گروہ کے امامین گئے کہ جن کو سیاریہ کہتے ہیں اور جب انتقال کرنے لگے تو یہ وصیت کی کہ ان بالوں کو ان کہ منہ میں رکھ دیں۔ آپ کی قبر مرو میں ہے اور لوگ اپنے مطلب کیلئے وہاں جاتے ہیں اور ان کے مطالب پورے ہوتے ہیں اور ان کا تجربہ ہو چکا ہے' ۳۴۲ھ ہجری میں انتقال ہوا ہے۔ انہوں نے کہا ہے **التوحید ان لا یخطر بقلبک مادونه** یعنی توحید یہ ہے کہ تیرے دل پر اس کے سوا اور کسی کا گزر نہ ہو اور لوگوں کے دلوں کا تجھ پر گزر نہ ہو۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ واسطی کو فوت ہونے کے وقت کہا گیا کہ آپ ہم کو وصیت کریں۔ کہا' **احفظو امر ادا اللہ فیکم** یعنی اپنی مراد کو اپنے میں محفوظ رکھو یعنی جو خدائے تعالیٰ نے تم سے امرونہی کی بابت طلب کیا ہے' اس کو نہ بھولو۔

۱۶۵-عبدالواحد بن السیاری رحمۃ اللہ علیہ

آپ ابوالعباس کے بھانجے ہیں اور اس کے شاگرد بھی ہیں۔ مرو میں اپنا گھر صوفیوں پر وقف کر رکھا تھا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ انہوں نے صوفیوں کی دعوت کی تھی' وہ حال میں تھے اور ان میں سے ایک صوفی حال کی حالت میں ہوا پر اڑ گیا اور ایسا گم ہوا کہ ہرگز واپس نہ آیا۔ آپ ۳۷۵ ہجری میں دنیا سے رخصت ہوئے ہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں ابوالعباس سے سنا تھا۔ وہ کہتے تھے کہ اگر یہ بات جائز ہوتی کہ نماز میں بجائے قرآن کے کوئی بیت پڑھ لیا کرتے تو وہ یہ بیت ہوتا۔ شعر

اتمنی علی الزمان فحالا ان تری مقلتای طلعة حر

یعنی میں زمانہ میں ایسے موقع کی آرزو کرتا ہوں کہ جس میں میری آنکھیں کسی آزاد مرد کی صورت کو دیکھیں۔

۱۶۶- ابوالعباس بن سہروردی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام احمد ہے۔ مکہ میں رہتے تھے۔ مشائخ وقت جیسے سیروانی وغیرہ سے صحبت رکھتے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں منیٰ میں تھا اور عیدالاضحیٰ کا دن تھا۔ ایک جماعت بیٹھی تھی۔ شیخ سیروانی حاضر تھے اور قوال کچھ گاتا تھا۔ سیروانی روتے ہوئے اٹھے اور چلے گئے۔ لوگوں نے کہا' یہ کیا بات تھی کہ جو اس نے کی ہے؟ شاید کہ سماع پر انکار کیا ہے۔ شیخ ابوالحسن سرکی حاضر تھے۔ کہنے لگے خدایا میں اقرار کرتا ہوں کہ اگر وہ سماع کا منکر ہے تو میں آئندہ ہرگز سماع میں نہ بیٹھوں گا۔ شیخ ابوالعباس سہروردی نے کہا کہ میں تم سے موافق ہوں۔ دوسرے دن یہ دونوں اٹھ کر مشائخ کی ایک جماعت کے ساتھ سیروانی کے سلام کو گئے۔ انہوں نے چاہا کہ اس کی بابت پوچھیں۔ انہوں نے خود کہا میں ایک مدت تک ریت پر سوتا تھا اور اپنا ہاتھ سرہانا بناتا تھا اور پتھر کا نشان میرے پہلو پر تھا۔ اس وقت میں سماع میں بیٹھا تھا۔ اب میں فرش پر بیٹھتا ہوں اور تم ایسے جلے ہوئے ہو' اس لئے مجھے کب حلال ہے کہ تمہارے ساتھ سماع میں بیٹھوں۔

۱۶۷- ابوالعباس بن نہاوندی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الاسلام نے آپ کو چھٹے طبقہ میں رکھا ہے اور ان کا نام احمد بن محمد بن فضل ہے۔ آپ ابوجعفر خدی کے شاگرد ہیں اور شیخ عمود کے پیرو ہیں شیخ ابوالعباس ان کو عمو کہا کرتے تھے اور عمو سردار ہوا کرتا ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ عباس ہروی فقیر نے مجھے کہا کہ ابوالعباس نہاوندی کہتے ہیں کہ جو شخص اس علم سے بات کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی دلیل نہیں بنتا تو وہ اس کا مقابل بن جاتا ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ خدا کی باتیں کرنا' تین قسم کی ہیں۔ اول اس کی ذات کی بابت بات کرنا اور سننا' اس میں اسناد ہیں۔ یعنی کتاب وسنت سے سننا۔ دوم اس کے دین کی بات کہنا اور کتاب وسنت واجماع وآثار صحابہ اس کے اسناد ہیں۔ سوم اس کی صحبت کی بات کرنا اب جو شخص یہ بات کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ موجود نہیں ہے۔ اس کے کان ہیں کہ جس سے وہ سنتا ہے۔ اس کی آنکھ ہے جس سے وہ دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا مقابل ہو جاتا ہے۔

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ نہاوندی نے کہا ہے کہ جو لوگ صاحب ہمت ہیں' اگر ان کے بائیں ہاتھ اس سے

غافل کرا دیں تو وہ اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو کاٹ دیں اور شیخ الاسلام یہ بھی کہتے ہیں کہ ایک شخص رال فروش تھا۔ نہاوندی اور دیگر فقیر دنیا میں اس سے آرام پایا کرتے تھے اور آخر میں اس کو چھوڑ دیا اور اس سے کچھ نہ لیتے تھے۔ نہاوندی کو اس کی بابت پوچھا گیا تو کہا کہ وہ اس بات پر خوش ہوا کہ درویشوں کی برکت سے اس کا مال بڑھتا ہے۔ اس لئے اس کا مال فقراء پر حرام ہو گیا۔ نہاوندی کہتے ہیں' ابتدا حالت میں کہ مجھ کو اس کام کا درد ہوا تو میں نے بارہ سال تک سر گریبان میں رکھا۔ یہاں تک کہ دل کا ایک کونہ مجھے دکھایا گیا اور وہ یہ بھی کہتا ہے کہ تمام جہان اس آرزو میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک گھڑی ان کا بن جائے اور میں اس آرزو میں ہوں کہ خدائے تعالیٰ مجھ کو ایک گھڑی دے کہ جس میں میں سوچوں کہ میں خود کیا چیز ہوں اور کہاں ہوں۔ شیخ ابو سعید ابو الخیر کی باتوں میں مذکور ہے کہ اس بات کی اصل یہ ہے کہ خدا مرد کو اس کی طرف نہ چھوڑے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اللھم لاتکلنی الی نفس طرفۃ عین ولا اقل من ذالک یعنی اے خدا مجھ کو ایک لحہ بھر اور اس سے کم میرے پر نہ چھوڑ۔ میں نے مرو میں اس بڑھیا عورت کو دیکھا کہ جس نے استاد ابو علی دقاق کی باتیں سنی تھیں۔ جاتی تھی اور کہتی تھی۔ لوگ کہتے ہیں کہ ہم کو ایک چشم زدن تک ہمارے پر مت چھوڑ۔ میں خود دعا کرتی ہوں اور روتی ہوں کہ خدایا مجھ کو ایک چشم زدن تک مجھ پر چھوڑ' تاکہ خود جانوں کہ میں کہاں کھڑی ہوں اور نہاوندی یہ بھی کہتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ کے پاس بہت بیٹھے اور لوگوں کے ساتھ تھوڑا۔ ایک شخص آتش پرست نے سنا کہ مسلمانوں میں عقلمند ہوا کرتے ہیں۔ شیخ ابو العباس قصاب کی خانقاہ میں آیا۔ شیخ الاسلام نے کہا' بیگانہ کا آشنا کے کوچہ میں کیا کام۔ آتش پرست واپس چلا گیا اور کہا' ایک تو معلوم ہو گیا اور وہاں سے شیخ ابو العباس نہاوندی کی خانقاہ کا ارادہ کیا۔ جب وہاں پہنچا تو شیخ آیا اور انہوں نے کچھ نہ کہا۔ چار ماہ تک ان کے ساتھ وضو کر کے نماز پڑھتا رہا۔ چار ماہ کے بعد جوتی پہن کر جانے لگا تو شیخ نے فرمایا کہ یہ جوانمردی کا کام نہیں کہ جب نان ونمک کا حق ہو چکا تو پھر تم بیگانہ آؤ اور بیگانہ ہی چلے جاؤ۔ تب وہ آتش پرست مسلمان ہوا اور وہیں ٹھہر گیا اور شیخ کے بعد بجائے شیخ کے بیٹھ گیا۔

۱۶۸- اخی فرج زنجانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ شیخ ابو العباس نہاوندی کے مرید ہیں۔ بدھ کے دن یکم رجب ۴۵۷ھ کو دنیا سے رخصت ہوئے۔ آپ کی قبر زنجان میں ہے۔ کہتے ہیں کہ آپ کے پاس ایک بلی تھی۔ جب کبھی مہمانوں کی جماعت شیخ کی خانقاہ کی

طرف آتی تو وہ بلی ہر ایک کے شمار کے مطابق آواز کرتی۔ خانقاہ کا خادم ہر آواز کے بدلے ایک پانی کا پیالہ دیگ میں ڈال دیتا۔ ایک روز مہمانوں کی تعداد اس کی آواز سے ایک عدد بڑھ گئی۔ لوگوں نے تعجب کیا۔ وہ بلی اس جماعت میں آئی اور ایک شخص کو سونگھنے لگی اور اس پر پیشاب کر دیا۔ جب تلاش کیا' وہ دین سے بیگانہ تھا۔ یعنی بے دین آملا تھا۔ کہتے ہیں کہ ایک دن خادم باورچی نے دیگ میں کچھ ڈالا تھا۔ تاکہ صوفیوں کیلئے دودھ چاول یعنی کھیر پکائے۔ سیاہ سانپ کا اس دیگ میں گزر ہو گیا اور اس بلی نے اس کو دیکھ لیا اور دیگ کے گرادگرد پھرنے لگی اور گھبراتی تھی۔ خادم چونکہ اس مطلب سے بے خبر تھا۔ اس کو جھڑکتا تھا اور دور کرتا تھا۔ آخر جب خادم کسی طرح خبردار نہ ہوا۔ تب بلی نے اپنے آپ کو دیگ میں ڈال دیا اور مر گئی۔ جب کھیر کو پھینکا گیا تو سیاہ سانپ اندر سے نکلا۔ شیخ نے فرمایا کہ اس بلی نے اپنے آپ کو درویشوں پر قربان کر دیا۔ اس کی قبر بناؤ اور زیارت کیا کروں۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ اب تک بھی اس کی قبر مشہور ہے اور لوگ اس کی زیارت کرتے ہیں۔

۱۶۹- ابوالعباس نسائی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام احمد بن محمد زکریا ہے۔ دراصل نیشاپور کے ہیں اور مصر میں رہتے تھے۔ شیخ عباس فقیر ہروی نے اس کو مصر میں دیکھا تھا اور شیخ عمو نے مکہ معظمہ میں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ عباس مجھے کہتے تھے کہ ہمیشہ اس کے گھر کے دروازہ پر ان لوگوں کے گھوڑے کھڑے رہتے تھے جو آپ کی زیارت کو آیا کرتے۔ ایک دفعہ مجھے دروازہ پر بھیجا کہ گھوڑوں کی حفاظت کروں۔ میرے دل میں یہ بات گزری کہ میں نے اچھا کام لیا۔ کیا خراسان سے مصر میں اس لئے آیا ہوں کہ گھوڑوں کی حفاظت کروں۔ میں خود وہاں آرام سے رہتا تھا۔ پھر اسی وقت ایک شخص آیا کہ شیخ تجھے بلاتے ہیں۔ میں گیا تو فرمایا' اے ہروی ابھی تو مرا نہیں ہے۔ بہت جلد یہ امر ہوگا کہ صدر میں بیٹھے گا اور تیرے گھر کے دروازہ پر گھوڑے بندھیں گے اور تجھ سے بھی کسی کی ضرورت پڑے گی کہ ان کی حفاظت کرے۔ شیخ الاسلام نے کہا کہ ایسا ہی ہوا' جیسا کہ شیخ نے کہا تھا۔ عباس کے دروازہ پر ہمیشہ گھوڑے کھڑے رہتے تھے' یعنی بادشاہی نوکران کے پاس آیا کرتے تھے۔

۱۷۰- ابوالعباس سریج رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام احمد بن عمران بن سریج ہے۔ ۳۰۵ ہجری کو دنیا سے رحلت کر گئے۔ ان کو بزرگی کے باعث چھوٹا

شافعی کہتے تھے۔ وہ عراق کے فقیہہ تھے' بغداد میں رہے ہیں اور جنید کو دیکھا تھا اور ان کی صحبت میں رہے تھے جس وقت اصول و فروغ میں کلام کرتے تو حاضرین تعجب کرتے تھے۔ وہ کہتے کہ تم جانتے ہو۔ میں یہ باتیں کہاں سے کہتا ہوں۔ یہ باتیں ابوالقاسم جنید رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس کی برکت کی وجہ سے ہے۔ عبدالعزیز بحرانی ابوالعباس سریج کی مجلس کے ایک کنارہ پر بیٹھے تھے اور ان سے اس طریقہ کی بابت سوال کیا تو جواب بہت عمدہ پایا۔ پھر نعرہ مارا اور بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش آیا ابوالعباس نے کہا کہ میں ایک مدت تک تمہارے پیر جنید قدس سرہ کی خدمت اور صحبت میں رہا ہوں۔ اب ان فقہ کے مسئلوں نے مجھے مشغول کر رکھا ہے۔ اگر تم چاہو تو ایک دن خاص تمہاری باتوں کیلئے مقرر کروں۔ جس میں صوفیوں کی باتیں ہوں۔ شیخ ابوعبداللہ حفیف کہتے ہیں کہ پہلے اس سے کہ ابن سریج شیراز میں آئے۔ سب لوگ صوفیوں کو جاہل سمجھا کرتے تھے' لیکن جب آپ شیراز میں آئے تو ان کے مرتبہ اور مقام بیان کیا اور ان کی زبان میں باتیں کیں۔ ان کے فضل اور بزرگی کی گواہی دی اور بارہا علماء کی مجلس میں کہا کہ واللہ ہم انہیں کی صحبت سے آدمی بنے اور انہیں سے ادب سیکھا۔ تب علماء نے صوفیوں کو پہچانا اور ان کی بزرگی کے قائل ہوئے۔

۱۷۱- ابوالعباس حمزہ بن محمد قدس سرہ

آپ ہرات کے قدیمی مشائخ میں ہیں۔ پورے پرہیز گار تھے اور مقبول الدعا اور بڑے سخی تھے۔ امام احمد بن حنبل کے رفیق تھے۔ ہرات میں حنبلی مذہب کو وہی لائے اور ابراہیم ستنبہ رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جس شخص کو اولیاء اور مشائخ کی صحبت مہذب نہ بنائے' اس کو اور کوئی نصیحت مہذب نہیں بنا سکتی۔ ان کی وفات ۲۴۱ ہجری میں ہوئی ہے۔

۱۷۲- حسین بن منصور حلاج بیضاوی قدس اللہ سرہ

آپ تیسرے طبقہ کے ہیں اور ان کی کنیت ابوالمغیث ہے۔ بیضا کے رہنے والے ہیں۔ جو کہ فارس کے شہروں میں ایک شہر ہے۔ وہ دھنیے نہ تھے' لیکن ایک دن دھنیے کے مکان پر تھے' جو کہ ان کا دوست تھا۔ آپ نے اس کو تو ایک کام کیلئے بھیجا اور خود انہوں نے کہا' اس کا پیشہ کیا؟ انگلی سے اشارہ کیا۔ روئی علیحدہ ہو گئی اور بنولے الگ ہو گئے۔ اس لئے آپ کو حلاج کہنے لگے۔ عراق میں رہے ہیں اور جنید رحمۃ اللہ علیہ و نوری رحمۃ اللہ علیہ کے

ملنے والوں میں سے ہیں۔ عمرو بن عثمان مکی کے شاگرد ہیں۔ اس کے کام میں مشائخ مختلف ہوئے ہیں۔ اکثر نے تو ان کو رد کیا ہے، مگر چند صوفی یعنی ابوالعباس عطاء اور شبلی اور شیخ ابوعبداللہ خفیف اور شیخ ابوالقاسم نصیر آبادی نے اور ابوالعباس سریج ان کے قتل پر راضی نہ تھے اور فتویٰ پر دستخط بھی نہ کئے تھے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ وہ کیا کہتا ہے اور کشف المحجوب میں ہے کہ تمام متاخرین صوفیہ قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم نے اس کو قبول کیا اور بعض متقدمین قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم کا اس کو چھوڑ دینا' نہ اس وجہ سے ہے کہ اس کے دین میں طعن کرتے تھے جو شخص معاملہ میں متروک ہو' وہ دراصل متروک نہیں ہوا کرتا اور متاخرین سلطان طریقت شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس اللہ تعالیٰ سرہ نے فرمایا ہے کہ حسین منصور حلاج قدس اللہ روحہ بڑے مرتبہ میں ہیں۔ ان کے زمانہ میں مشرق میں اس جیسا اور کوئی نہیں ہوا۔

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ میں اس کو مشائخ کی موافقت اور شرع کی رعایت کی وجہ سے قبول نہیں کرتا اور رد بھی نہیں کرتا۔ تم بھی ایسا ہی کرو اور اس کو چھوڑ رکھو اور اس کو جو اسے قبول نہیں کرتا ہے۔ اس کے رد کرنے والوں کی نسبت زیادہ دوست رکھتا ہوں۔ ابوعبداللہ خفیف نے اس کو امام ربانی کہا ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ وہ امام ہے' لیکن ہر شخص سے کہہ دیا اور ضعیفوں پر اس کو محمول کیا اور شریعت کی رعایت نہ کی۔ جو کچھ ان پر ہوا' وہ اسی سبب سے ہوا۔ باوجود اس تمام دعویٰ کے ہر رات دن میں ہزار رکعت نماز پڑھا کرتے تھے اور جس دن کہ قتل کئے گئے۔ اس کی رات پانسو رکعت پڑھی تھی۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ان کو الہام کے مسئلے کے سبب قتل کیا تھا اور اس میں ان پر ظلم کیا گیا کہ جو یہ کہتے تھے کہ وہ کہتے ہیں میں پیغمبر ہوں حالانکہ ایسا نہ تھا۔

شبلی رحمۃ اللہ علیہ اس کی سولی کے نیچے کھڑے ہوئے اور کہنے لگے۔ اولم ننھک علی العلمین یعنی کیا ہم نے تم کو لوگوں پر کہنے سے بند نہیں کیا تھا؟ جس قاضی نے کہ اس کے قتل کا حکم دیا۔ کہتا تھا کہ وہ پیغمبری کا دعویٰ کرتا ہے اور یہ خدائی دعویٰ کرتا ہے۔ شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں بھی وہی کہتا ہوں۔ جو وہ کہتا تھا' لیکن دیوانگی نے مجھے تو چھوڑ لیا اور عقل نے اس کو گرا دیا۔ ایک دفعہ جنید رحمۃ اللہ علیہ کے دروازہ کو جا کھٹکھٹایا تو انہوں نے کہا کون ہے؟ کہا کہ خدا ہوں کہا کہ تو خدا نہیں ہے' مگر خدا کے ساتھ ہے۔ ای خشبة تفسدها وہ کون سی لکڑی اور سولی ہے کہ جس کو تجھ سے تر کریں گے اور جو مصیبت ان پر پڑی' وہ ان کے استاد عمرو بن عثمان کی دعا کی وجہ سے پڑی کہ جنہوں نے توحید اور صوفیوں کے علم میں ایک رسالہ لکھا تھا جس کو انہوں نے پوشیدہ لے لیا اور ظاہر کر دیا اور لوگوں کو دکھا دیا۔ بات باریک تھی۔ لوگ نہ سمجھ سکے اور اس کے منکر ہو گئے اور اس کو چھوڑ دیا۔ انہوں نے حلاج

پر ملامت کی اور کہا۔ خداوندا ایسے شخص کو اس پر مقرر کر کہ جو اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے اور آنکھ نکال دے سولی چڑھا دے۔ چنانچہ یہ سب باتیں ان کے استاد کی دعا کے سبب پوری ہوئیں۔

۱۷۳- عبدالملک اسکاف (موچی) رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ عبدالملک اسکاف منصور حلاج کے شاگرد ہیں۔ ان کی عمر ایک سو بیس سال کی تھی۔ بلخ میں شریف حمزہ عقیلی کے ساتھ رہتے تھے۔ وہ اور میرا باپ اور پیر فارسی اور ابوالحسن طبری ابوالقاسم حنانہ یہ سب شریف حمزہ کے یار تھے اور شریف حمزہ میرے باپ کو سب سے زیادہ بہتر جانتا تھا۔ میرے والد یہ کہتے تھے عبدالملک اسکاف نے یہ کہا تھا کہ ایک دفعہ میں نے حلاج سے کہا کہ اے شیخ عارف کس کو کہتے ہیں؟ کہا عارف وہ ہے کہ منگل کے دن ذیقعد ۳۰۹ھ سے چھ دن ابھی رہتے ہوں گے کہ اس کو بغداد کے باب الطاق پر لے جائیں گے اور اس کے ہاتھ پاؤں کاٹیں گے اور اس کی آنکھیں نکال دیں گے اور الٹا سولی پر لٹکا کر جلائیں گے اور اس کی راکھ اڑا دیں گے۔ عبدالملک کہتے ہیں کہ میں نے اس کا انتظار کیا تو وہ خود نکلے اور جو کچھ انہوں نے کہا تھا ان کے ساتھ کیا گیا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں مجھے معلوم نہیں کہ وہ جانتے تھے کہ یہ معاملہ ان کے ساتھ ہوگا یا خود ایسا کہتے تھے۔ پھر خود ان کا حال یہ ہوا۔ ایک ہیکل ان کا شاگرد تھا۔ اس کو بھی ان کے ساتھ قتل کر دیا گیا۔ اس کا نام شاگرد الحسین رکھا گیا اور ابوالعباس عطاء کو بھی اس کے باعث قتل کر دیا گیا۔

۱۷۴- ابراہیم بن فاتک وقیل احمد بن فاتک رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی کنیت ابو فاتک ہے۔ بغداد کے رہنے والے ہیں۔ حضرت جنید اور نوری کی صحبت میں رہے ہیں۔ **وکان الجنید یکرمہ** یعنی جنید ان کی تعظیم کیا کرتے تھے۔ وہ بھی حلاج کے شاگرد تھے اور ان کی طرف منسوب تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ جس رات ان کو سولی پر چڑھایا گیا تو میں نے اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا اور کہا خداوند تو نے حسین کے ساتھ یہ کیا معاملہ کیا' جو تیرا بندہ تھا۔ فرمایا' وجہ یہ تھی کہ میں نے اپنا بھید اس پر ظاہر کیا تھا۔ اس نے لوگوں سے کہہ دیا۔ میں نے اس کو انعام دیا تھا۔ وہ مغرور ہو گیا اور لوگوں کو اپنی طرف بلایا۔

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ وہ قتل حجاج کیلئے نقص تھا۔ کرامت نہ تھی' اگر وہ کامل ہوتا تو اس کو یہ مصیبت نہ پڑتی۔ بات اہل سے کہنی چاہئے تا کہ اس کا بھید ظاہر نہ ہو جائے اور جب نااہل سے کہہ دے گا تو تجھ کو بھی نااہل

سمجھا جائے گا جس سے تجھ کو تکلیف اور سزا ملے گی۔ شیخ الاسلام یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ جس امر میں کہتے تھے۔ ناقص تھے' اگر اس میں وہ پورے ہوتے تو وہ بات ان کا مقام اور نفس وزندگی ہوتی اور کوئی اس پر انکار نہ کرتا۔ ایسی بات نہیں ہونی چاہئے کہ اس کے کہنے کا ابھی وقت نہ ہو اور کوئی محرم بھی نہ ہو۔ میں بات کہتا ہوں اور اس سے بہتر کہتا ہوں جو وہ کہتا تھا۔ عام بھی ہوتے ہیں' لیکن انکار نہیں کرتے۔ وہ بات پوشیدہ رہتی ہے کیونکہ جو شخص اس کا اہل نہیں ہے۔ وہ خود معلوم نہیں کر سکتا۔

شیخ عبداللہ خفی کہتے ہیں کہ میں بڑی تدبیر سے قید خانہ میں گیا۔ وہاں اچھا مکان اور اچھا فرش دیکھا۔ مجلس بھی اچھی تھی۔ ایک رسی لٹکتی دیکھی اور ایک رومال اس پر پڑا ہوا' ایک خوبصورت غلام کھڑا تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ شیخ کہاں ہے؟ کہا کہ سقاوہ میں ہیں۔ میں نے کہا کہ تو کب سے شیخ کی خدمت کرتا ہے۔ کہا اٹھارہ مہینے ہو چکے ہیں۔ میں نے کہا کہ اس قید خانہ میں وہ کیا کرتے ہیں؟ کہا کہ باوجود تیرہ من آہنی بیڑی کے ہر روز ہزار رکعت نفل پڑھتے ہیں۔ پھر کہا کہ یہ دروازے جو آپ دیکھ رہے ہیں' ہر ایک میں کوٹھڑی ہے اور اس میں ایک چور یا خونی ہے۔ شیخ ان کے پاس جاتے ہیں اور ان کو نصیحت کرتے ہیں اور ان کی موچھوں کے بال چنتے ہیں۔ میں نے کہا' کھاتے کیا ہیں' کہا ہر روز ہم طرح طرح کے کھانوں کا ایک خوان ان کے پاس لاتے ہیں۔ تھوڑی دیر ان سب کو دیکھتے ہیں۔ اس وقت انگلیوں کو ان پر مارتے ہیں اور کچھ گاتے ہیں اور اس میں سے کچھ بھی نہیں کھاتے۔ اس وقت ان کے سامنے سے ہم اٹھا لیتے ہیں۔ ہم یہی باتیں کر رہے تھے کہ وہ سقادہ سے باہر نکل آئے۔ ان کا چہرہ اور قد خوبصورت تھا۔ سفید صوف پہنے ہوئے تھے اور سبز رلی دوپٹہ سر پر باندھے ہوئے تھے۔ صفہ کی طرف نکل آئے اور مجھ سے کہا کہ اے جوان! تم کہاں سے آئے ہو؟ میں نے کہا کہ (فارس) سے آیا ہوں۔ کہا کس شہر کے ہو؟ میں نے کہا' شیراز کا ہوں۔ وہاں کے مشائخ کی خبر مجھ سے پوچھی۔ میں نے بتلائی۔ یہاں تک کہ ابوالعباس عطا کی بات ہوئی۔ کہا کہ جب ان کے پاس جائے تو کہہ دینا کہ ہرگز ان رقعوں کو نہ رکھنا۔ پھر کہا کہ یہاں میرے پاس تم کیسے آ گئے؟ میں نے کہا کہ فارس کے بعض سپاہیوں کی جان پہچان سے آ گیا۔ ہم انہیں باتوں میں تھے کہ جیل کا داروغہ آیا اور زمین چوم کر بیٹھ گیا۔ آپ نے کہا کہ تمہارا کیا حال ہے؟ کہا کہ میرے دشمنوں نے خلیفہ کے پاس میری شکایت کی ہے کہ اس نے کسی امیر کو قید سے چھوڑ دیا ہے اور دس ہزار رشوت لے لی ہے اور کسی عامی شخص کو اس کی جگہ بٹھا دیا ہے۔ مجھے بھی لے جا رہے ہیں کہ قتل کر ڈالیں کہنے لگے کہ اچھا جاؤ۔ سلام جب وہ چلا گیا تو شیخ اسی گھر میں دوزانو ہو کر بیٹھ گئے اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے اور سر نیچے ڈالا اور سبابہ انگلی

سے اشارہ کرتے تھے کہ اتفاقاً رونے لگے اور اس قدر روئے کہ ان کی آنکھوں کے پانی سے زمین تر ہوگئی اور بے ہوش جا پڑے اور زمین پر منہ رکھ لیا۔ اتفاقاً وہی داروغہ آ گیا اور بیٹھ گیا۔ آپ نے پوچھا کہ کیا حال ہوا؟ کہا کہ جناب مجھ کو خلیفہ نے آزاد کر دیا۔ کہا کیونکر گذری۔ کہا کہ جب مجھ کو خلیفہ کے سامنے لے گئے تو اس نے کہا کہ اب تک تو میں اسی خیال میں تھا کہ تجھ کو فی الفور قتل کر ڈالوں' لیکن ابھی میرا دل تم سے خوش ہوگیا ہے اب جا کہ میں نے معاف کر دیا۔

پس شیخ نے چاہا کہ اپنا منہ صاف کرے اور وہ رسی جس پر وہ رومال تھا بیس گز اونچی تھی۔ ہاتھ بڑھایا اور وہ رومال اٹھا لیا۔ میں نہیں جانتا کہ ان کا ہاتھ لمبا ہوگیا تھا یا کہ رومال ان کے سامنے آ گیا تھا۔ اس وقت میں باہر نکل آیا اور ابن عطاء کے پاس گیا اور ان کا پیغام پہنچا دیا۔ انہوں نے کہا کہ اگر اس کو دیکھے تو یہ کہہ دینا کہ اگر مجھ کو کسی رات اجازت دیں کہ ستر مرید کوزہ بردار کے ساتھ بیت المقدس جائے۔ اس وقت قندیلوں کو بجھایا ہوا ہو۔ وہاں کے درویشوں سے کہوں کہ ان قندیلوں کو کب جلاؤ گے؟ وہ کہیں کہ صبح کے وقت میں کہوں کہ صبح تک تو دیر ہوگی۔ سبابہ کی انگلی سے اشارہ کروں اور کہوں اللہ۔ تب ایک نور اس کی انگلی سے ظاہر ہو اور چار سو قندیل اس نور سے روشن ہوئی ہوں۔ پھر وہ نور اس کی انگلی میں واپس آ جائے اور درویش کہیں کہ تم کس دین پر ہو تو وہ کہے کہ میں محمد کی امت کے سچے مذہب والوں میں سے کمتر شخص ہوں۔ پھر وہ درویشوں سے کہے کہ تم اپنے پاس میرا بیٹھنا چاہتے ہو؟ چلے جانا۔ وہ کہیں کہ تمہارا اختیار ہے؟ وہ کہے کہ میرے ساتھی بھوکے اور بے توشہ ہیں اور وہ تیرہ ہزار درہم شیخ کے سامنے لائے اور ابھی صبح نہیں ہوئی تھی کہ وہ سب خرچ کر ڈالے۔ تب باہر چلا گیا۔ ایک شخص کے پاس طوطی تھی۔ وہ مرگئی۔ حلاج نے کہا کہ تم چاہتے ہو کہ اس کو زندہ کر دوں؟ اس نے کہا کہ ہاں چاہتا ہوں۔ انہوں نے انگلی سے اشارہ کیا۔ وہ زندہ ہو کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ لوگوں نے پوچھا کہ توحید کس کو کہتے ہیں؟ افراد القدم عن الحدیث یعنی قدیم کو حادث سے علیحدہ کرنا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں تو جانتا ہے کہ صوفیوں کی توحید کیا ہے نفی احدث و اقامة الازل یعنی وہ حدوث کی نفی کر دینا اور ازل کا قائم کرنا ہے۔

۱۷۵- فارس بن عیسیٰ بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی کنیت ابو القاسم ہے اور حسین منصور حلاج کے خلفاء میں سے ہیں۔ فارس بغدادی رحمۃ اللہ علیہ مشائخ صوفیہ کے متکلمین سے تھے۔ ان کا کلام باریک ہوتا تھا۔ حالات اور اشارات میں عمدہ کلام کرتے تھے۔

خراسان میں آئے اور وہاں سے سمرقند میں گئے اور وہیں رہائش کی۔ یہاں تک کہ انتقال کر گئے۔ شیخ علم الہدی ابو منصور ماتریدی کے ہمعصر ہوئے ہیں۔ شیخ ابومنصور ۳۳۵ ہجری میں فوت ہوئے۔ فارس رحمۃ اللہ علیہ شیخ ابوالقاسم سمرقندی کے بھی معاصر ہوئے ہیں۔ ان کی تاریخ وفات گزر چکی ہے۔ شیخ ابومنصور اور شیخ ابوالقاسم ایک دوسرے کی صحبت میں رہے ہیں اور یہاں تک ساتھ نبھایا ہے کہ صرف موت نے ان کو باہم جدا کر دیا ہے اور تفرقہ کا پتھر راہ میں ڈال دیا۔ فارس بغدادی سب کے مقبول ہوئے ہیں۔ اس کے حال کی لوگوں نے تصحیح کی ہے اور ان کی باتوں کا اپنی تصانیف میں ذکر کیا ہے۔

شیخ عارف ابوبکر بن اسحٰق کالاباذی بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں بیواسطہ ان کی بہت سی باتیں روایت کی ہیں اور شیخ عبدالرحمٰن سلمی اور امام قشیری نے ایک واسطہ یا زیادہ سے اور ان کے سوا اوروں نے بھی ان سے بہت روایات بیان کی ہیں۔ فارس کہتے ہیں کہ میں نے حلاج سے پوچھا' مرید کون ہے؟ کہا' هو الرامی باول قصده الی الله سبحانه فلا یعرج حتی یصل یعنی مرید وہ ہے کہ پہلے نشانہ میں اپنا قصد خدا کو بنائے اور جب تک وہاں نہ پہنچے کسی چیز سے اس کو آرام نہ آئے اور کسی چیز سے مشغول نہ ہو۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں خاطر الحق هو الذی لا یعارضه شیئی یعنی خدا کا دل میں اندیشہ یہ ہے کہ کوئی چیز اس کے مقابل نہ ہو سکے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ حلاج پر لوگوں نے جھوٹی باتیں کہی ہیں اور جھوٹ اور بے سمجھی کی باتیں بنائی ہیں اور مجہول کتابیں اس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ جو بات ٹھیک تھی وہ ظاہر ہوتی تھی۔ اس کے شعر فصیح ہوتے تھے اور حلاج کے یہ شعر مجھ کو لوگوں نے سنائے ہیں۔

انت بین الشغاف والقلب تجری	مثل جری الدموع فی الاجفان
وتحمل الضمیر جوف فوادی	کحول الارواح فی الابدان
لیس من ساکن تحرک الا	انت حرکت خفی المکان
یاهلالا لا بدلالا ربع عشر	اثمان واربع واشتان

یعنی تو درمیان دل اور اس کے پردہ کے ایسا چلتا ہے۔ جیسے آنسو آنکھوں میں اور دل کے اندر اس طرح داخل ہو جاتا ہے جیسے ارواح بدنوں میں کوئی ساکن پوشیدہ مکان میں تیری حرکت دینے کے بغیر نہیں چلتا۔ اے محبوب تو تو چودھویں رات کا چاند ہے۔ یعنی ۸ و۴ و۲ کا مجموعہ۔ (نوٹ: میرے نسخہ میں نام فارسی بن علی ہے۔ نامی)

۱۷۶- احمد بن الحسین بن منصور الحلاج رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ابوعبداللہ یا کو سے میں نے یہ بات سنی۔ وہ کہتے ہیں کہ احمد منصور کے فرزند سے میں نے خجند میں سنا کہ پچھلی رات کو میں نے باپ سے کہا' مجھے وصیت فرمائیے۔ فرمایا کہ اپنے نفس کو پہلے اس سے کہ وہ تجھے شغل میں ڈالے کام میں لگائے رکھ۔ میں نے کہا' ابا جان کچھ اور فرمائیے۔ فرمایا کہ اگر تمام دنیا تیری خدمت میں لگی رہے' لیکن سوا ایسی بات میں سعی کر کہ جس کا ایک ذرہ ثقلین کے عمل سے بہتر و برتر ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ثقلین جن و انسان کو کہتے ہیں پھر بیٹے نے پوچھا کہ وہ کیا چیز ہے؟ فرمایا' معرفت الٰہی۔

۱۷۷- ابومنصور کاوکلاہ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ شیخ اب منصور کاوکلاہ سرخس میں رہتے تھے۔ ملامتی تھے۔ وہ ایک دفعہ فارغ اور بے کار تھے۔ ان کے مرید سفر میں گئے ہوئے تھے۔ ایک باغ میں چلے گئے اور کنواں کھودنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ پانی تک پہنچا دیا۔ جب وہ پورا ہو چکا تو باہر نکل آئے تو اس کے پاس ایک اور کنواں کھودنا شروع کر دیا اور اس کا ملبہ پہلے کنوئیں میں ڈالنے لگے۔ جب وہ پورا ہو چکا تو پھر کنواں کھودنے لگے۔ ایک شخص نے یہ حال دیکھ کر ان سے کہا کہ تم دیوانہ بھی نہیں اور مزدور بھی نہیں۔ پھر یہ کیا کام کرتے ہو؟ کہا کہ اپنے نفس کو پہلے اس سے کہ وہ مجھے کام میں لگائے۔ کام میں لگاتا ہوں اور مشائخ نے بھی ایسا کیا ہے۔ ابوعبداللہ دینوری دریا میں تھے۔ اپنی گدڑی کو کاٹ کر سینے لگے اور اس کی ٹوپی بنالیے۔

۱۷۸- ابوعمرو دمشقی قدس اللہ تعالیٰ سرہ

آپ تیسرے طبقہ لے ہیں اور شام کے بڑے برگزیدہ مشائخ ابوعبداللہ جلا اور ذوالنون کے اصحاب کی صحبت میں رہے ہیں۔ ۳۲۰ھ میں ان کا انتقال ہوا ہے۔ ان کا مقولہ ہے کہ جس طرح پیغمبروں پر آیات اور معجزات کا اظہار فرض ہے۔ اسی طرح اولیاء پر کرامات کا چھپانا فرض ہے تا کہ لوگ فتنہ میں نہ پڑیں۔ ان کا یہ بھی مقولہ ہے کہ موجودات کو نقصان کی آنکھ سے دیکھنے کا نام تصوف ہے۔ بلکہ ہر ناقص چیز کی طرف سے اس ذات کے مشاہدہ کی خاطر' جو تمام عیبوں سے پاک ہے۔ آنکھ کا چھپا لینا ہے۔ آپ یہ بھی کہتے ہیں کہ دل کی سختی کی

علامت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ کو اس کی تدبیر کی طرف لگا دے۔ تب وہ اس تدبیر سے الفت کرنے لگے اور خدا سے اچھی حفاظت اور رعایت طلب نہ کرے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ الٰہی میری اس طرح حفاظت کر جیسے نئے بچے کی کرتا ہے اور آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ جب ارواح بوجہ قرب الٰہی الاٰئش سے پاک وصاف ہو جائیں تو شکلوں پر میری موافقت' یعنی طاقت انوار و آثار ظاہر ہو جاتے ہیں۔

۱۷۹- محمد بن حامد ترمذی رحمۃ اللہ علیہ

آپ دوسرے طبقہ کے ہیں۔ کنیت ابو بکر ہے۔ خراسان کے جوانمرد مشائخ میں سے ہیں۔ احمد خضرویہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کو دیکھا ہے۔ آپ کا فرزند ابونصر محمد بن محمد حامد خراسان کے جوانوں میں سے تھا۔ محمد حامد کہتے ہیں کہ تیرا سرمایہ تیرا دل اور وقت ہے' لیکن جب تو نے اپنے دل کو ہر قسم کے ظن وگمان میں جو کہ تیرے دل میں آئے لگا دے تو اپنی اوقات کو لایعنی اور غیر مفید امور میں ضائع کر دے گا۔ پھر جس شخص کا سرمایہ نقصان ہے' وہ نفع کب لے سکتا ہے؟ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ دراصل صوفی دل اور وقت وزندگی ہے' اگر صوفی سے یہ تینوں جاتے رہیں تو پھر کیا رہے گا۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ جب تیرا کوئی وقت غفلت کی آفت سے بچ جائے تو اس وقت پر غیرت کر۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کے خلاف کر بیٹھے کیونکہ یہ باطن کے جھوٹ کی علامت ہے۔ آپ یہ بھی کہتے ہیں **الانسان فی خلق احسن منه فی جدید غیره** یعنی انسان اپنے پرانے کپڑوں میں بہ نسبت غیر کے نئے پہننے کے بہت اچھا معلوم ہوتا ہے۔

۱۸۰- عبداللہ بن محمد خراز رحمۃ اللہ علیہ

آپ تیسرے طبقہ میں ہیں اور رے کے بڑے مشائخ میں سے ہیں۔ آپ کی کنیت ابو محمد ہے۔ مکہ معظمہ میں برسوں مجاور رہے ہیں۔ آپ متقی' راست گو' بے باک بڑے بہادر تھے۔ شیخ عمران کبیر کی صحبت میں رہے ہیں۔ ابو حفص حداد کو بھی دیکھا ہے۔ بایزید رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب ان کو بزرگ جانتے تھے۔ ۳۲۰ھ سے پہلے فوت ہوئے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔ **الجوع طعام الزاهدین والذکر طعام العارفین** یعنی زاہدوں کا کھانا بھوک ہے اور عارفوں کا ذکر اور آپ یہ بھی کہتے ہیں۔ **صیانة الاسرار عن الالتفات الی الاغیار من علامات الاقبال علی الله تعالی** یعنی خدا کی طرف متوجہ ہونے کی علامت یہ ہے کہ غیر کی طرف التفات

کرنے سے دل کی حفاظت کی جائے اور آپ یہ بھی کہتے ہیں العبودیة الظاهرة والحریة الباطنة من اخلاق الکرام یعنی خدا کی علانیہ طور پر عبادت کرنا اور (غیر کی اطاعت سے) باطنی آزادی رکھنا' نیکوں کے عادات میں داخل ہے۔

یوسف بن الحسین کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ جیسا کسی کو نہیں دیکھا اور عبداللہ نے بھی اپنا مثل نہیں دیکھا۔ دق کہتے ہیں کہ عبداللہ خراز مکہ میں تھے اور یہ کہتے تھے کہ ہمارا طریق جوانمردی ہے' نہ قرآئی۔ یعنی قاریوں اور ظاہری عابدوں کا جب مجلس سے اٹھ کر چلے گئے اور ان میں سے ایک بوڑھے شخص نے کہا کہ تمہاری مرضی ہو تو میں اپنے شیخ کی جوانمردی تم کو بتاؤں؟ لوگوں نے کہا' ہاں۔ بتلایئے کہا کہ آپ بیس آدمیوں کے ساتھ جو مکہ معظّمہ کا ارادہ رکھتے تھے۔ رے سے نکلے جب اس منزل پر پہنچے' جو مکہ معظّمہ سے ۱۸ میل پر تھی۔ تب اپنے اصحاب سے کہنے لگے کہ میں تم کو خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ سب نے کہا' حضرت کہاں تشریف لے جاتے ہیں؟ اب تو آپ میں اور مکہ میں تھوڑا فاصلہ باقی ہے۔ فرمایا کہ میں رے سے یہاں تک تم کو پہنچانے کی نیت سے آیا تھا اور یہاں تک میرا دل تمہاری ہمراہی سے خوش تھا' لیکن اب میں رے کو واپس جاتا ہوں اور پھر وہاں سے حج کی نیت سے چلوں گا۔ انشاء اللہ تم کو مل جاؤں گا۔ اس وقت سے حج کے موسم تک پانچ ماہ کا عرصہ باقی تھا۔

۱۸۱- محمد حمال پانڈی قدس اللہ سرہ

آپ تیسرے طبقہ کے ہیں۔ آپ دراصل واسطہ کے رہنے والے ہیں' لیکن مصر میں رہتے تھے اور وہیں رمضان ۳۱۳ ہجری میں انتقال فرمایا۔ آپ مصر کے بڑے مشائخ میں سے ہیں۔ سچ بولنے والے اور اچھی باتوں کا حکم دینے والے تھے۔ آپ کے مقامات مشہور ہیں اور کرامات زبان زد خلائق۔ حضرت جنید اور اپنے وقت کے مشائخ کی صحبت میں رہے ہیں۔ ابوالحسین نوری کے استادوں میں ہیں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ وہ پانڈی نہ تھے' بلکہ وہ امام تھے۔ ایک دفعہ آپ نے امر بالمعروف کیا تھا۔ اس لئے آپ کو شیر کے پنجہ میں اس کے سامنے ڈال دیا گیا۔ شیر آپ کو سونگھتا اور چاٹتا تھا اور جب آپ کو باہر نکالا گیا تو آپ سے لوگوں نے پوچھا کہ جب شیر آپ کو چاٹتا تھا تو آپ کے دل میں کیا گزرتا تھا؟ فرمایا' مجھے اس وقت فقہا کے اس اختلاف کا خیال تھا جو کہ درندوں کے آب دہن کے بارہ میں ہے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ صوفیوں کا بہت بڑا حال کیا ہے؟ فرمایا' الثقة بالمضمون والقیام بالاوامر ومراعات السرو اتخلی من الکونین بالتشبت بالحق تعالٰی یعنی ان کا بڑا مقام یہ

ہے کہ جن باتوں کا خدا ضامن ہو چکا ہے۔ ان پر بھروسہ کرنا' خدا کے احکام کی تعمیل کرنا' دل کی محافظت کرنا' دونوں جہان سے علیحدہ ہو کر خدا سے جا ملنا۔

وہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ مکہ میں بیٹھا ہوا تھا اور میرے پاس ایک جوان تھا۔ ایک شخص نے درہموں کا ایک کیسہ اس کے سامنے رکھ دیا۔ میں نے کہا کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ اس شخص نے کہا کہ فقیروں' مسکینوں پر تقسیم کر دینا۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ میں نے اس کو شام کے وقت دیکھا کہ جنگل میں اپنے لئے کوئی چیز ڈھونڈھتا ہے۔ میں نے کہا' کاش! تم اپنے لئے ان درہموں میں سے کچھ رکھ لیتے۔ کہا کہ مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ اس وقت تک زندہ رہوں گا۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ کچھ دن مجھے کچھ نہ ملا۔ جس سے میں اپنی غذا بناتا اور میرا کام ضرورت کی حد تک پہنچ گیا۔ میں نے راستہ میں دیکھا کہ ایک ٹکڑا سونے کا پڑا ہوا ہے۔ چاہا کہ اٹھالوں۔ پھر میں نے دل سے کہا کہ یہ لقطہ ہے۔ اس لئے چھوڑ دیا۔ پھر میں نے اس حدیث کو یاد کیا کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی گئی ہے۔ **لو کانت الدنیا دما غبیسطا لکان قوت المسلم منها حلالا** یعنی اگر تمام دنیا خالص خون بن جائے' تاہم مومن کی غذا تو حلال ہی سے ہوگی۔ تب میں نے اس کو اٹھالیا اور اپنے منہ میں رکھ لیا اور چلا جاتا تھا۔ اتنے میں دیکھا کہ بچوں کی جماعت حلقہ لگائے بیٹھی ہوئی ہے۔ ان میں سے ایک لڑکا ایک بڑے ٹیلے پر بیٹھا ہوا تھا۔ تصوف میں باتیں کرتا تھا۔ میں کھڑا ہو گیا کہ سنوں' کیا کہتے ہیں؟ ان میں سے ایک نے پوچھا' **متی یجد العبد حلاوة الصدق** یعنی بندہ سچ کا مزہ کب پاتا ہے؟ کہا' **اذا رمی القطعة من الشدق** یعنی جب اپنے منہ کے جبڑہ سے ٹکڑہ پھینک دے۔ میں نے اسی وقت وہ منہ سے پھینک دیا۔

وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ میں مکہ معظمہ میں مجاور تھا۔ ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ وہاں تھے۔ میری ان سے ملاقات نہ تھی' لیکن جب ان کو دیکھتا تھا تو ان کا رعب میرے دل میں بیٹھ جاتا تھا۔ ان کا طریقہ یہ تھا کہ جب کوئی فقیر ان کے پاس حجامت کیلئے آتا۔ تب وہ گوشت خریدتے اور کھانا پکاتے۔ یہاں تک کہ فقیر کہتا تھا' میں ان کی دکان پر گیا اور کہا کہ میں چاہتا ہوں' حجامت بناؤں۔ آپ نے کسی شخص کو بھیجا کہ گوشت خریدے اور کھانا پکائے۔ حجامت کی حالت میں میرے دل میں گزرا کہ جب حجامت سے فارغ ہو جاؤں تو کھانا بھی پک جائے گا۔ اس کے بعد مجھے خیال ہوا کہ یہ خطرہ خوب نہیں۔ تب میں نے نفس سے یہ بات کہی یا حجامت بنا' یا کھانا اور قسم کھالی کہ اس کھانے سے نہ کھاؤں گا۔ حجامت کے بعد میں کھڑا ہو گیا کہ چلا جاؤں۔ حجام نے کہا' سبحان اللہ۔ تم خود میری عادت کو جانتے ہو۔ میں نے عذر کیا اور مسجد الحرام میں گیا۔ اس دن مجھے کچھ کھانے کو نہ ملا اور دوسرے دن عصر

تک بھی کچھ نہ ملا۔ جب عصر کی نماز کیلئے اٹھا تو منہ کے بل بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ لوگ میرے گرد بیٹھ گئے اور سمجھ گئے کہ یہ شخص پاگل ہو گیا ہے۔ ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ وہیں تھے۔ لوگوں کو مجھ سے علیحدہ کیا اور میرے سامنے بیٹھ گئے۔ مجھ سے محبت کی اور باتیں کرنے لگے کہ کچھ کھاؤ گے؟ میں نے کہا کہ رات نزدیک ہے۔ کہا کہ اے مبتدیو! تم اچھا کام کرتے ہو۔ تم اسی امر پر اپنے قدم جمائے رکھو' تاکہ خلاصی اور فلاح پاؤں۔ پھر اٹھا اور چل دیا۔ جب ہم عشاء کی نماز پڑھ چکے تو وہ آئے اور اپنے ساتھ ایک مسور کا پیالہ اور دو روٹیاں لے آئے۔ میں نے وہ بھی کھالیں۔ کہا اور کھاؤ گے۔ میں نے کہا ہاں! پھر گئے اور ایک اور پیالہ اور دو روٹیاں لائے۔ میں نے وہ بھی کھالیں۔ کہا اور کھاؤ گے۔ میں نے کہا' بس یہی کافی ہیں۔ تب میں سو گیا اور صبح تک نہ اٹھا۔ نہ تہجد کی نماز پڑھی اور نہ طواف کیا۔ تب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ فرماتے ہیں بنان میں نے عرض کیا' حاضر ہوں یا رسول اللہ فرمایا۔ من اکل البشرہ اعمی اللہ تعالیٰ عین قلبه یعنی جو شخص حریص ہو کر کھاتا ہے تو خدائے تعالیٰ اس کے دل کی آنکھ کو اندھا کر دیتا ہے۔ تب میں جاگا اور اپنے دل سے عہد کر لیا کہ کبھی پیٹ بھر کر نہ کھاؤں گا۔ احمد بن مسروق کہتے ہیں کہ بناں پانڈی کہتے تھے۔ ایک دفعہ میں نے اپنے دوست کی دعوت کی۔ اس نے یہ شعر پڑھا۔

من دعانا فابینا فله الفضل علینا   فاذا نحن اجنار جع الفضل الینا

یعنی جو شخص ہماری دعوت کرے اور ہم اس سے انکار کریں تو اس کو فضیلت ہو گی' نہ ہم کو اور جب ہم مان لیں تو وہ فضیلت ہم کو مل جائے گی۔

۱۸۲- اسحٰق بن ابراہیم حمال (پانڈی) قدس اللہ سرہ

آپ بڑے مشائخ میں سے ہیں۔ آپ کی کرامات ظاہر ہیں۔ آپ کوہ لگام میں رہتے تھے۔ ایک صوفی کہتے ہیں کہ میں کوہ لگام میں راستہ بھول گیا تھا۔ اتفاقاً ایک پیر مرد کے پاس پہنچا۔ جو پوستین پہنے ہوئے تھے۔ جب انہوں نے مجھے دیکھا تو کہا' اللہ اکبر تم ہی راستہ بھول گئے تھے؟ میں نے کہا' ہاں! کہا' مجھے تیس سال ہو چکے تھے کہ کسی آدمی کو نہ دیکھا تھا۔ مجھ کو ایک لکڑی دی اور کہا کہ یہ تم کو راستہ بتلا دے گی۔ پھر مجھے کہا کہ اب تم جاؤ۔ میں تھوڑی دیر چلا تو اپنے آپ کو انطاکیہ میں پایا۔ عصا میں نے رکھ دیا۔ کہ وضو کر لوں پھر دیکھا تو عصا وہاں نہ تھا۔ انطاکیہ والوں سے میں نے یہ حکایت کہی تو وہ کہنے لگے' وہ اسحاق حمال تھے۔ اس کو بہت کم لوگ دیکھ سکتے ہیں۔

میں نے یہ بات سن کر افسوس کیا۔

۱۸۳- بنان بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی کنیت ابوالحسن ہے اور مشائخ مصر کے بزرگوں میں سے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ جس صوفی کا دل روزی کے غم میں معلق ہو۔ اس کو کسب کا حکم دینا چاہیے۔

۱۸۴- شیبان بن علی رحمۃ اللہ علیہ

آپ مصر کے متقدمین مشائخ میں سے ہیں۔ آپ مقبول الدعا ہیں۔ بہت سے مشائخ آپ کے مرید ہیں۔ علم طریقت میں آپ کی بہت سی باتیں ہیں۔ کہتے ہیں کہ آپ کا ایک مرید آیا اور اجازت چاہی کہ حج کو جائے۔ تنہائی کیلئے حکم دیا کہ اول (۱) اپنے آپ سہو وغفلت سے مجرد کر اور (۲) نفس کو ہوا و خواہش سے (۳) زبان کو لغو باتوں سے۔ جب تجرید حاصل ہو جائے۔ پھر چاہے دنیا رکھ چاہے نہ رکھ۔

۱۸۵- ابوالحسن بن محمد مزین (حجام) رحمۃ اللہ علیہ

آپ تیسرے طبقہ والوں میں ہیں۔ آپ کا نام علی بن محمد ہے۔ بغداد کے رہنے والے ہیں۔ جنید اور سہل عبداللہ کی صحبت میں رہے ہیں اور اپنے ہمعصروں کے ساتھ مکہ معظمہ کے مجاور رہے ہیں۔ وہیں ۳۲۷ھ یا ۳۲۸ھ میں انتقال ہوا ہے۔ ابو یعقوب اقطع سے حکایت کرتے ہیں کہ شیخ الاسلام کہتے ہیں' ابوالحسن مزین دو گزرے ہیں۔ ایک بڑے ایک چھوٹے۔ بڑے بغداد کے رہنے والے ہیں اور بغداد میں مدفون ہیں۔ ان کے شاگرد کہتے ہیں۔ الکلام من غیر ضرورۃ مقت من اللہ تعالیٰ بالعبد یعنی بلاضرورت کلام کرنا' بندہ پر خدا کا غضب ہے۔

شیخ الاسلام کہتے ہیں' عمل کے گرد رہونری باتوں سے سوا گرفتاری کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ چھوٹے مزین بھی بغداد کے رہنے والے ہیں' لیکن مکہ میں مدفون ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ دونوں مزین آپس میں خالہ زاد بھائی ہیں۔ چھوٹے مزین کہتے ہیں کہ خدا کے راستے آسمان کے ستاروں کے شمار سے بڑھ کر ہیں اور میں ان سے ایک ہی راستہ کی خواہش میں ہوں' لیکن نہیں پاتا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ وہ موجود میں غرق تھا' لیکن پیاس کی وجہ سے

ایسی باتیں کہتا تھا۔ کیونکہ وہ پیاسا تھا اور یہ راستہ مستسقی (استقا والے) کی طرح ہے جو کہ پانی بہت مانگتا ہے۔ جس قدر زیادہ پانی پیتا ہے۔ اسی قدر زیادہ چاہتا ہے اور سیری نہیں ہوتی' زرو ہیں عزیز ہے' جہاں پیدا ہوتی ہے۔ جو شخص تجھ کو زیادہ چاہتا ہے اور سیری نہیں ہوتی ہے جو شخص تجھ کو زیادہ دیکھتا ہے' زیادہ ڈھونڈھتا ہے اور چھوٹے مزین نے یہ بھی کہا ہے کہ میں ایسے شخص کو پہچانتا ہوں جو کہ ایک جگہ پھسل گیا اور ان کی انگلی زخمی ہوگئی۔ اس کے نفس نے تھوڑا سا زیتون کا روغن چاہا۔ دیکھا کہ اس کے سامنے زیتون زیت کا چشمہ بہہ رہا ہے۔ اس کی طرف توجہ نہ کی۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ میں مکہ معظمہ میں تھا۔ میرا سفر کا ارادہ ہوگیا۔ جب ایک جگہ پہنچا جس کو برمیمون کہتے ہیں تو وہاں پر ایک جوان کو دیکھا کہ نزع کی حالت میں تھا۔ میں نے کہا کہو لا الـہ الا اللہ اس نے آنکھیں کھولیں اور کہا۔

انا ان مت فالھوی حشو قلبی　　　وبدین الھوی یموت الکرام

یعنی اگر میں مر گیا تو محبت میرے دل کے پردہ میں ہوگی اور محبت کے طریق پر اچھے لوگ مرا کرتے ہیں۔ پھر اس نے جان دے دی۔ میں نے اس کا کام کیا۔ نماز جنازہ پڑھی اور دفن کیا۔ میرا سفر کا ارادہ جاتا رہا اور لوٹ کر مکہ معظمہ میں آ گیا۔ کہتے ہیں' اس کے بعد اپنے آپ کو برا بھلا کہتا تھا اور کہتا تھا کہ حجام ہو کر اولیاء خدا کو تلقین کرنے لگا۔ سخت افسوس ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ابوالحسن مزین شیر سے ملے۔ پھر کہنے لگے۔ **ثم اماتہ فاقبرہ** یعنی پھر مارا اس کو اور قبر میں داخل کر دیا۔ شیر وہیں مرگیں۔ جب پہاڑ کے سر پر پہنچے تو کہا **ثم اذا شاء انشرہ** یعنی پھر جب چاہا' اس کو زندہ کر دیا۔ شیر اپنے پاؤں پر زندہ ہو کر کھڑا ہوگیا۔

۱۸۶- ابوالحسن صانع دینوری قدس سرہ

آپ تیسرے طبقہ میں سے ہیں۔ علی بن محمد سہل نام ہے۔ دینور کے بڑے مشائخ میں سے ہیں۔ مصر میں رہا کرتے تھے اور وہیں آپ کا انتقال ۳۲۰ھ میں ہوا۔ شیخ ابوسعید مالینی کہتے ہیں کہ آپ ہفتہ کی رات ۱۵ رجب ۳۳۱ھ میں فوت ہوئے ہیں۔ آپ شیخ ابوالحسن قرانی دواقی اور شیخ ابوعثمان مغربی کے استاد ہیں۔ ابوعثمان مغربی کہتے ہیں کہ میں نے مشائخ میں سے زیادہ روشن اور زیادہ نورانی ابو یعقوب نہر جوری سے اور زیادہ باہیبت ابوالحسن صانع دینوری سے کسی شخص کو نہیں دیکھا۔ آپ ابوجعفر صیلانی کے شاگرد ہیں۔ فرماتے ہیں کہ دنیا سے دو دفعہ بیزار ہونا چاہئے۔ ایک تو اس وقت کہ جب دنیا سے باہر نکل آئے اور لوگ تیری طرف متوجہ ہو جائیں۔ دوم یہ کہ پھر

دنیا کی طرف بغیر شغل و حرص کے جائے۔ اس قدر کہ لوگوں کا قبول جاتا رہے اور باطن میں اس سے منقطع ہو جائے تاکہ دنیا کے ترک کا گناہ اس کی طلب سے بڑھ نہ جائے کیونکہ قبول خلق کا فتنہ دنیا کی طرف متوجہ ہونے کے فتنہ سے بڑھ کر ہے۔ آپ یہ بھی کہتے ہیں من فساد الطبع التمنی والامل یعنی آرزو اور امید طبیعت کے بگاڑ دینے والے ہیں۔ یہ بھی آپ فرماتے ہیں محتک لنفسک ھی التی تھلکھا یعنی تیرا اپنے نفس سے محبت کرنا ہی اس کو ہلاک کرنا ہے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ مرید کس کو کہتے ہیں؟ اس کی صفت کیا ہے؟ تو آپ نے یہ آیت پڑھی۔ وضاقت علیھم انفسھم وظنوا ان لا ملجا من اللہ الا الیہ یعنی ان پر زمین باوجود کشادگی کے تنگ ہوگئی اور ان پر اپنی جانیں تنگ ہوگئیں۔ انہوں نے گمان کر لیا کہ اللہ کے عذاب سے سوائے اس کے اور کوئی ٹھکانا نہیں ہے۔

۱۸۷- ابوالحسن الصبیحی رحمۃ اللہ علیہ

آپ تیسرے طبقہ کے ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ کا نام حسن بن عبداللہ بن بکر اور ابوعبداللہ کنیت ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ کا نام احمد بن محمد ہے اور کنیت ابوعبید ہے' لیکن زیادہ صحیح وہ بات ہے جو پہلے کہی گئی۔ آپ بصرہ کے رہنے والے تھے۔ کہتے ہیں کہ آپ کی سرائے میں ایک گھر تھا جو کہ زمین میں کھودا ہوا تھا۔ تیس سال وہیں رہے اور مجاہدہ عبادت میں مشغول تھے۔ کہتے ہیں کہ کھانا نہ کھایا کرتے تھے۔ بصرہ والوں نے آپ کو بصرہ سے باہر نکال دیا۔ تب آپ سوس میں گئے اور وہیں فوت ہوئے۔ آپ کی قبر بھی وہاں ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ آپ جمعہ کے دن بصرہ کی مسجد کے دروازہ پر بیٹھے تھے۔ اپنے شاگرد سے کہنے لگے' ان لوگوں کو جو تم دیکھتے ہو' سب بہشت کی بھرتی ہے۔ یہ چھوٹا سا کام ہمارے متعلق ہوا ہے۔ ایک دوسرے کی پشت پر سجدہ کرتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں الغریب ھو البعید عن وطنہ وھو مقیم فیہ یعنی مسافر وہ ہے' جو کہ اپنے وطن سے دور ہو حالانکہ وطن میں ہے یہ بھی آپ کہتے ہیں الغریب ھو الذی الاجلس یعنی مسافر وہ ہے کہ جس کا کوئی ہم نشین نہ ہو۔ یہ بھی کہتے ہیں الغریب من صحب الاجناس یعنی مسافر وہ ہے کہ اپنے ہم جنسوں سے صحبت رکھتا ہے یعنی خدا کو چھوڑ کر اپنے ہم جنسوں کے پاس رہتا ہے۔

۱۸۸- ابوالحسن سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ آپ صوفیہ کے گروہ میں سے ہیں۔ شیخ ابوعلی رودباری کہتے ہیں کہ ہارون نے جو کہ سہل عبداللہ کا ساتھی ہے۔ کہا ہے کہ ابوالحسن سیوطی کے ساتھ جنگل میں تھے۔ جب بھوکے ہوتے اور کسی قبیلہ اور آبادی کی راہ نہ جانتے تو ابوالحسن بھیڑیئے کی آواز بولتے۔ یہاں تک کہ جہاں کوئی کتا ہوتا' وہ آواز دیتا۔ وہ اس آواز سے معلوم کر لیتا کہ یہاں آبادی ہے۔ یاروں کیلئے کچھ لاتے۔ شیخ ابوعلی رودباری کہتے ہیں کہ کوئی شخص اپنے یاروں سے محبت و شفقت کرنے میں ابوالحسین سیوطی جیسا نہ تھا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں' چاہئے کہ یاروں کی خدمت اپنے ذمہ ضروری اور واجب سمجھے اور خدمت کرنے میں اپنا مقصود دیکھے نہ مخدوم کو یعنی تیری نگاہ مقصود حقیقی پر ہو' جو کہ حق سبحانہ تعالیٰ ہے' نہ اس شخص پر کہ جس کی خدمت کرتا ہے۔ ایک دفعہ ایک درویش نے شیخ شیروانی کے سامنے دوسرے درویش سے کہا کہ اس کام کو میرے لئے کر۔ حکم اور امر کی وجہ سے نہیں بلکہ شیخ شیروانی کی وجہ سے وہ چل دیئے اور کہا کہ وہ فقیر ہی نہیں جو کہ اپنے یار کی خدمت اپنے اوپر واجب نہ جانے۔

۱۸۹- ابوالحسن بن شعرۃ رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام عمرو بن عثمان بن الحکم بن شعرہ ہے۔ صوفیوں کے مشائخ ہیں۔ ابوسعید مالیتی اپنے اربعتین میں ان کا ذکر کرتے ہیں۔ آپ مصر کے مشائخ میں سے ہیں۔ کہتے ہیں کہ لوگ ان کی قبر سے قرآن پڑھنے کی آواز سنا کرتے تھے۔ جو شخص زیارت کو جاتا سنا کرتا تھا۔

۱۹۰- ابوالحامد اسود المعروف بازنجی رحمۃ اللہ علیہ

آپ ابوعلی رودباری کے استادوں میں سے ہیں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ابن شعرہ مصر کی جامع مسجد میں گئے۔ ابوحامد زنگی کو دیکھا کہ نماز پڑھتے تھے' کہا اے ابوحامد! تم بڑی بزرگ جگہ پر اترے ہو۔ کہا کہ گناہ گاروں کی شفاعت کیلئے ایسے مقام پر آیا ہوں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں ابوعبداللہ رودباری کہتے تھے کہ حسن بن محمد رازی سے میں نے سنا تھا۔ جن کی کنیت ابوعبید تھی۔ وہ کہتے تھے مجھ پر سردی اور بھوک نے غلبہ کیا۔ سو گیا تو ہاتف نے آواز دی کہ تو یہی سمجھتا ہے کہ عبادت صرف نماز روزہ ہے حالانکہ خدا کے احکام پر صبر کرنا۔ نماز روزہ سے بھی افضل

ہے۔ ابوالحسن حجام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ابو حامد زنگی تیس سال مسجد حرام میں کعبہ کے برابر بیٹھے رہے۔ صرف طہارت کیلئے باہر نکلا کرتے۔ کسی نے ان کو نہ دیکھا تھا کہ کچھ کھاتے یا پیتے ہیں۔ ابو حامد کو جب کبھی وجد ہوتا تو سفید رنگ ہو جاتے اور جب کبھی وجد کی حالت میں نکل جاتے تو پھر سیاہ ہو جاتے۔

۱۹۱- ابراہیم بن داؤد قصار (دھوبی) زقی رحمۃ اللہ علیہ

آپ تیسرے طبقہ سے ہیں۔ ابو اسحاق کنیت ہے۔ شام کے بڑے مشائخ میں سے ہیں۔ حضرت جنید اور ابو عبداللہ جلا وغیرہ کے ہمعصر ہیں۔ آپ کی عمر بڑی ہوئی ہے اور تیسرے طبقہ تک رہے ہیں۔ شیخ شبلی سلمی نے ان کو تیسرے طبقہ میں شمار کیا ہے اور ۳۲۶ ہجری میں دنیا سے رخصت ہوئے ہیں۔ آپ کی صحبت شام کے مشائخ سے رہی ہے۔ ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ کو بھی دیکھا ہے۔ فقر اور تجرید میں اچھی زندگی بسر کرتے ہیں اور ان کے اہل سے دوستی رکھنے کے لازم کیا ہوا تھا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ اس نے تیس سال تک ایک سفر کیا۔ تاکہ لوگوں کے دل صوفیوں کی طرف میلان کریں اور درست ہو جائیں جو بے ادب صوفیوں نے غیر مناسب باتیں کر رکھی تھیں۔ ان سب کو درست کریں۔ دیکھ کیسی جوانمردی کی ہے کہ اپنی تمام عمر اس پر قربان کر دی کہ ان لوگوں کی اصلاح کریں کہ جو صوفی کہلاتے ہیں۔ اسلام اور صوفیوں کی طرف سے ان کو جزاء خیر ہو۔

ابراہیم قصار کہتے ہیں کہ **قیمة كل انسان بقدر همته فان كانت همة الدنيا فلاقيمة له وان كانت همة رضى الله لا يمكن استدراک غاية قيمتة والا الوقوف عليها** یعنی ہر انسان کی قدر و قیمت اس کی ہمت کے مطابق ہوا کرتی ہے۔ سو اگر اس کی ہمت دنیا طلبی ہے تو اس کی کچھ قدر نہیں اور اگر اس کی ہمت خدا کی رضامندی ہے تو اس کی قیمت کی قدر کی غایت کو لوگ نہیں پا سکتے ہیں' نہ اس سے واقف ہو سکتے ہیں۔ ابراہیم مراوی کہتے ہیں کہ ایک شخص نے ابراہیم قصار سے پوچھا۔ **هل يبدى المحب حبه اوهل ينطق به اوهل يطبق كتمانه فانشد يقول متمثلا.** شعر

ظفر تم يكتمان اللسان فمن لكم	يكتمان دفع دمعه الدهر يذرف
حماتم جبال الحب فوقى واننى	لاعجز عن حمل القميص واضعف

یعنی کیا عاشق اپنی محبت کو ظاہر کرے یا محبت کی بات کہے یا چھپانے کی طاقت رکھتا ہے تو انہوں نے یہ شعر پڑھا کہ تم (بالفرض) زبان کے چھپانے پر قادر ہو گئے' مگر یہ بتلاؤ کہ تمہارے ان آنسوؤں کے چھپانے کا کون ضامن ہے؟ جن کو زمانہ نے گرایا ہے۔ تم نے محبت کا پہاڑ مجھ پر لاد دیا ہے۔

حالانکہ میں قمیص اٹھانے سے بھی زیادہ عاجز اور زیادہ ضعیف ہوں۔ وانشدنا شیخ الاسلام قال انشدنا الشیخ عبداللہ لاطاقی بعضھم رحمھم اللہ

بدوفا جھدان اکاتم حبہ　　فبین فی علامۃ الکتمان

خفقان قلبی وارتعاد مفاصلی　　وغبارلونی وانعقاد لسانی

فمنی یکذبنی شھود اربع　　وشھود کل قضیتہ اثنا وانشدنا ایضاً بعضھم

حملتمونی علی ضعفی بفرقتھم　　مالیس یحملہ سھل ولا جبل

یعنی شیخ الاسلام نے ہمیں شعر سنائے۔ وہ کہتے ہیں کہ شیخ الاسلام ابوعبداللہ طاقی نے کسی صوفی کے یہ شعر پڑھے۔ جس سے اس کی محبت ظاہر ہوتی ہے اور میں کوشش کرتا ہوں کہ اس کی محبت کو چھپاؤں' لیکن مجھ میں چھپانے کی علامت ظاہر ہوتی ہے۔ یعنی دل کا اضطراب اور جوڑوں کا لرزہ رنگ کی سیاسی زبان کی بستگی' اب میں کیونکر محبت چھپا سکتا ہوں۔ جبکہ مجھے چار گواہ جھٹلاتے ہیں۔ حالانکہ ہر معاملہ کے عموماً دو گواہ ہوتے ہیں اور اس نے ہمیں کسی صوفی کے یہ اشعار بھی سنائے۔ تم نے مجھ پر باوجود ضعف کے ان کی جدائی کا اس قدر بوجھ لاد دیا ہے کہ جس کو نہ تو نرم زمین اٹھا سکتی ہے اور نہ پہاڑ اٹھا سکتے ہیں۔

ابراہیم قصار (دھوبی) کہتے ہیں' تم کو دنیا میں سے دو چیزیں بہت اچھی ہیں۔ ایک تو کسی فقیر کی صحبت۔ دوم کسی خدا کے دوست کی خدمت کرنا۔ یہ بھی کہتے ہیں من تعزد بشئی غیر اللہ فقد ذل فی عزہ یعنی جو شخص خدا کے سوا اپنے آپ کو باعزت سمجھے۔ پس وہ اپنی عزت (فرضی) میں دراصل ذلیل ہے۔ آپ یہ بھی کہتے کہ امام احمد بن حنبل قرآن کے غیر مخلوق کہنے کے وقت قید خانہ میں تھے۔ لوگوں نے یہ خبر دی کہ ذوالنون مصری کو قید خانہ میں لے جاتے ہیں کیونکہ وہ قرآن کو غیر مخلوق کہتے ہیں۔ میں نے ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ کی شہرت سنی ہوئی تھی۔ لوگ بھی ان کے دیکھنے کو جا رہے تھے اور میں اس وقت لڑکا تھا۔ میں بھی گیا جب میں نے ان کو دیکھا تو میری نظر میں وہ حقیر معلوم ہوئے۔ کیونکہ وہ ظاہری صورت میں حقیر سے تھے۔ میں نے دل میں کہا کہ باوجود ایسی شہرت کے ذوالنون یہ ہیں۔ اسی وقت ذوالنون نے میری طرف توجہ کی اور کہا کہ اے لڑکے! جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے منہ موڑتا ہے۔ اس وقت اس کی زبان اولیاء اللہ کے طعن کیلئے لمبی ہو جاتی ہے۔ میں یہ سن کر بے ہوش ہو گیا۔ یہاں تک کہ میرے منہ میں پانی چھڑکا گیا تب ہوش آیا اور اٹھا۔

صوفی شیخ الاسلام کہتے ہیں' ایسے شخص کو کیونکر دیکھ سکتے ہیں جس کو خدا نے اپنے آپ میں پوشیدہ کر رکھا

ہے۔ تمام خلق اس کے پردے میں ہیں اور وہ اپنے دوستوں کے سامنے حجاب ہے۔ قیامت کے دن جو لوگ ان کو دیکھیں گے وہاں بھی خود نہ پہچانیں گے جس طرح کہ یہاں دیکھتے ہیں اور پہچانتے نہیں۔ وترھم ینظرون الیک وھم لا ینصرون. یعنی تم ان کو سمجھتے ہو کہ وہ تمہاری طرف دیکھتے ہیں۔ حالانکہ وہ دیکھتے نہیں۔ محمود سبکتگین بایزید رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر گئے۔ ایک درویش کو وہاں دیکھا اور پوچھا کہ یہ تمہارا استاد کیا کہتا تھا؟ اس نے کہا وہ کہتے تھے کہ جس نے مجھے دیکھا ہے اس کو (دوزخ میں) نہ جلائیں گے۔ محمود نے کہا کہ یہ کچھ بات نہیں۔ ابوجہل نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا' لیکن اس کو جلائیں گے۔ اس درویش نے کہا' اے امیر اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھا پر نہ دیکھا۔ یعنی اس نے تو ابوطالب کا بھتیجا سمجھ کر دیکھا تھا۔ نہ پیغمبر خدا جان کر' ورنہ اس کو نہ جلاتے۔ (نوٹ: میرے نسخہ میں نام ابراہیم بن داؤد القصاری لکھا ہے۔ نامی)

۱۹۲- ابوجعفر حفار (چاہ کن) قدس اللہ تعالیٰ سرہ

آپ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں میں سے ہیں۔ ان کی عمر کے قریب تھے۔ لوگ ان کو جنید رحمۃ اللہ علیہ کا ہمعصر کہتے تھے اور وہ اپنے آپ کو ان کا مرید کہتے تھے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں' میں بغداد میں ایک جوان کے ساتھ پھر رہا تھا۔ جنگل میں گیا تو شیخ ابوجعفر حفار بغدادی کو دیکھا مجھے اس بات سے رنج پہنچا' جو اس نے میرے آنے کو برا سمجھا۔ اس لئے میں شرمندہ ہوا۔ میں نے کہا' اے شیخ کوئی بات ہو تاکہ میں واپس جاؤں۔ کہا' کیا کہا؟ میں نے کہا کہ خدا کی راہ کیسی ہے؟ اس نے کہا' تم کو خوشخبری ہو' اگر وہ تیرا خریدار نہ ہوتا تو اس کا خریدار نہ ہوتا' اگر تجھے اس کی ضرورت ہوتی تو اس کی راہ نہ دریافت کرتا۔

۱۹۳- ابوجعفر سومانی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ آپ صوفیہ کے گروہ میں سے ہیں۔ وہ کہتے ہیں صدیقک من حذرک الذنوب و رفیقک من بصرک العیوب واخوک من سایرک الی علام الغیوب یعنی تیرا دوست وہ ہے جو کہ تم کو گناہوں سے ڈرائے اور تیرا رفیق وہ ہے کہ جو تجھ کو تیرے عیب دکھائے۔ بھائی تیرا وہ ہے کہ تجھے علام الغیوب تک لے جائے۔

۱۹۴-ابو جعفر صیدلانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ ابوالحسن صانع دینوری کے استاد ہیں اور بغداد کے رہنے والے جنید رحمۃ اللہ علیہ اور ابوالعباس کے معاصر ہیں۔ مکہ میں مجاور رہے اور مصر میں انتقال ہوا۔ آپ کی قبر زقاق مصری کے پہلو میں ہے۔ ابوسعید خراز کی صحبت میں رہے ہیں۔ ابن الاعرابی کے استادوں میں ہیں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں ابوالحسن صانع دینوری کہتے ہیں کہ میرے استاد ابوجعفر صیدلانی کہتے ہیں کہ میں نے پہلی عقیدت میں حضور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک چبوترے پر بیٹھے ہیں اور مشائخ صوفیہ کی ایک جماعت آپ کے گرداگرد بیٹھی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ آسمان کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں اور ایک فرشتہ نیچے اترتا ہے۔ طشت اور لوٹا ہاتھ میں لئے ہوئے تھا' ایک ایک کے سامنے رکھتا تھا اور وہ سب ہاتھ دھوتے تھے۔ جب مجھ تک پہنچا تو کہا کہ اٹھالو کیونکہ یہ ان میں سے نہیں ہے۔ لوٹے والے نے لوٹا اٹھالیا اور چلا گیا۔ میں نے کہا' یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ان سے تو نہ سہی' لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں کہ میں ان کو دوست رکھتا ہوں۔ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' جو شخص کہ ان کو دوست رکھتا ہے۔ وہ انہیں میں سے ہے۔ طشت واپس لایا گیا۔ یہاں تک کہ میں نے ہاتھ دھوئے۔ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف دیکھتے اور ہنستے تھے۔ فرمایا کہ اگر ہم کو دوست رکھتا ہے تو ہمارے ساتھ ہی ہے۔ ابوجعفر کہتے ہیں کہ اس وقت تک ان صوفیوں سے میری صحبت نہ تھی۔ ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک رات میں نے خواب دیکھا کہ فرشتہ کے پاس ایک کاغذ ہے اور کچھ لکھ رہا ہے۔ میں نے کہا' کیا لکھتے ہو؟ کہا خدا کے دوستوں کے نام لکھ رہا ہوں۔ میں نے کہا' کیا میرا نام بھی لکھا ہے؟ کہا کہ نہیں۔ میں نے کہا کہ میں نہ ان میں سے ہوں' نہ دوست رکھتا ہوں' لیکن اس کے دوستوں کا دوست ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ ان کو دوست رکھتا ہوں۔ میں اسی میں تھا کہ ایک فرشتہ آیا اور کہنے لگا کہ کاغذ کو شروع سے لے اور اس کا نام سب سے پہلے لکھو کیونکہ میرے دوستوں کا دوست ہے۔ ابوالعباس عطا کہتے ہیں کہ اگر تجھے خدا تک رسائی نہیں تو اس کے دوستوں تک رسائی کر۔ اگرچہ درجہ میں ان کے برابر نہ ہوگا' لیکن وہ تیرے شفیع ہوں گے۔

۱۹۵- ابو جعفر احمد بن حمدان بن علی بن سنان رحمۃ اللہ علیہ

آپ تیسرے طبقہ میں سے ہیں۔ نیشاپور کے بڑے مشائخ میں سے ہیں۔ ابوعثمان حیری کی صحبت میں رہے ہیں۔ ابوحفص کو دیکھا ہے۔ خوف' تقویٰ وزہد میں یکتا زمانے تھے۔ ۳۱۰ ہجری میں انتقال ہوا ہے۔ آپ فرماتے ہیں تکبر المطیعین علی العصاۃ بطاعتھم شرمن معاصیھم واضر علیھم یعنی فرمانبرداروں کا گناہ گاروں پر اپنی بندگی سے تکبر کرنا' ان کے گناہوں سے برا مان اور ان کو زیادہ ضرر پہنچانے والا ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں جمال الرجل فی حسن مقالہ و کمالہ فی صدقہ فعالہ یعنی مرد کی خوبصورتی اس کی اچھی باتوں میں ہے اور اس کا کمال اس کے سچے کاموں میں اور وہ یہ بھی کہتے ہیں علامۃ من انقطع الی اللہ علی الحقیقۃ ان لا یرو علیہ مایشغلہ عنہ یعنی حقیقتاً جو خدا کی طرف ہو جائے اس کی علامت یہ ہے کہ اس پر وہ باتیں نہ آئیں۔ جو اس کو خدا کی طرف سے روک دیں۔

۱۹۶- ابوجعفر فرغانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بغداد کے رہنے والے اور حضرت جنید کے یاروں اور مریدوں وران کے کلام کے ناقل ہیں۔ آپ کا نام محمد بن عبداللہ ہے۔ آپ فرماتے ہیں' التوکل باللسان یورث الدعویٰ والتوکل بالقلب یورث المعنی یعنی زبانی توکل بتلانا دعویٰ کو پیدا کرتا ہے اور دل سے توکل کرنا' معنی کو پیدا کرتا ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ابوعبداللہ باکو فرماتے ہیں کہ ابوجعفر فرغانی ابوعثمان حیری کے خادم ہیں۔ ایک دن نیشاپور میں اس کی رکاب کے ہمراہ جا رہے تھے۔ بارش پڑ رہی تھی اور بہت کیچڑ ہو رہا تھا۔ ابوجعفر کے دل میں یہ گزرا کے وہ گھوڑے پر سوار کیا جانتے ہیں کہ میرا حال اس کیچڑ میں کیا ہو رہا ہے؟ ایک گھڑی کے بعد ابوعثمان گھوڑے پر سے اتر پڑے اور ان سے کہا کہ تم گھوڑے پر چڑھو۔ اس نے کہا کہ یا شیخ مجھ سے ہرگز نہ ہوگا۔ کیا بات ہے؟ میں درہم برہم ہوتا تھا کہ میں گھوڑے نہ بیٹھوں گا۔ دوبارہ کہا کہ بیٹھ جا۔ مفید نہ ہوا۔ آخر بیٹھ گیا ابوعثمان نے زین پوش گردن پر رکھ لیا اور اس کے آگے آگے چلتے تھے۔ ابوجعفر گھوڑے پر شرمسار ہو کر آخر اتر پڑا۔ شیخ نے کہا' فرغانی گھوڑے پر تمہاری کیا حالت تھی؟ کہا اے شیخ نہ پوچھئے۔ شیخ نے کہا کہ جب گھوڑے پر سوار تھا تمام زین پوش کندھے پر اٹھا کر میرے آگے آگے چلتے تھے۔ اس وقت میرا بھی یہی حال تھا کہ جب تو گھوڑے پر تھا اور میں تیرے آگے چلتا تھا۔ آپ

نے اس کو اس طرح ادب سکھایا۔

۱۹۷- ابو جعفر مانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ کوہ لبنان پر میرا گزرا ہوا۔ وہاں پر میں نے ایک جماعت کو دیکھا کہ ان میں ایک جوان تھا۔ جوان کی خدمت کرتا تھا۔ شام کے وقت گھاس کا ایک گٹھا کاٹتا اور ان کیلئے پکاتا۔ میں وہاں تین دن تک رہا۔ چوتھے روز صبح کے وقت ان سب نے مجھ سے کہا کہ ہماری گزران تم نے دیکھ لی۔ اب تم چلے جاؤ۔ ہمارے ساتھ تمہارا گزارہ نہ ہوگا۔ مجھ کو دعا کی اور میں وہاں سے چل دیا۔ کچھ عرصہ کے بعد میرا گزر بغداد میں ہوا۔ اس جوان کو میں نے دیکھا کہ دلالی کرتا ہے اور من یزید (یعنی کون اس سے بڑھ کر دام دیتا ہے) کہتا ہے کہ میں دیکھ کر تعجب کرنے لگا اور اس کی طرف دیکھتا تھا کہ آیا وہی شخص ہے یا اور وہ سمجھ گیا اور ایک طرف ہو کر کہنے لگا۔ کیا دیکھتے ہو؟ میں نے کہا' خدا کی قسم۔ کیا تم وہی تو نہیں' جس کو میں نے کوہ لبنان پر دیکھا تھا؟ میں نے کہا' ہاں میں وہی ہوں۔ میں نے کہا' پھر یہاں کیسے آپڑے اور یہ کیا کام کر رہے ہو؟ اس نے کہا' ایک مچھلی تل رہا تھا۔ تقسیم کے وقت بہتر حصہ میں نے اپنے لئے رکھ لیا۔ اس لئے اس حالت میں ہو گیا۔

۱۹۸- ابو جعفر حداد (لوہار) رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ابو جعفر حداد دو ہیں۔ ایک چھوٹے اور ایک بڑے۔ بڑے تو بغدادی ہیں اور حضرت جنید اور رویم کے ہمعصر ہیں۔ دوم ابو جعفر بن بکیر حداد مصری ہیں۔ بڑے ابو جعفر کے مرید ہیں اور ابن عطاء کے ساتھ رہے ہیں۔ ان کی شاگردی کی ہے۔ ابو تراب نخشبی کو دیکھا ہے اور اس کی صحبت میں رہے ہیں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ابو جعفر حداد مصر میں تھے۔ ستر سال تک لوہارا کام کرتے رہے۔ ہر روز ایک دینار اور دس درم کماتے' لیکن اس میں سے اپنے کام میں کچھ نہ لاتے۔ سب درویشوں پر خرچ کر دیتے۔ رات کو چند گھر پھر کر گداگری کرتے اور کھاتے اور مسجد میں رہتے۔ وہیں سوتے اور کسی پیر سے کسی قسم کا سوال نہ کرتے۔ بلکہ یہ دوسرے شخص ہیں کہا کہ ابو جعفر یہاں کیا کرتے ہو؟ کہا کہ سولہ دن گذر چکے ہیں مجھ کو پانی نہیں ملا۔ اب پانی پر پہنچا ہوں۔ یقین اور علم کے درمیان ہوں۔ دیکھتا ہوں کہ ان میں سے کون غالب رہتا ہے۔ جس پر عمل کروں۔ ابو تراب نے کہا' اے ابو جعفر! تم کو اس سے بڑا مرتبہ حاصل ہوگا اور وہاں سے چل دیئے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں' یقین نہ تھا کہ

اب تو پیاسا نہیں ہوں۔ اس لئے پانی کی حاجت نہیں۔ صبر کر سکتا ہوں اور علم یہ تھا کہ اللہ سبحانہ کی عبادت کرنی چاہئے اور یہ جائز نہیں کہ اپنا خون کروں۔ اس لئے پانی لینا چاہئے۔ ممکن ہے کہ پانی نہ ملے۔ ابوتراب اس بھید کو سمجھ گئے۔ اس لئے ابوجعفر نے اس کو نہ چھپایا اور ان پر ظاہر کر دیا۔

۱۹۹- ابوجعفر معاذ مصری رحمۃ اللہ علیہ

آپ ابوالحسن سیروانی خرو کے استاد ہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ میں نے ابوجعفر حداد مصری اور ابن البرقی سے کہ دونوں مصر میں رہتے تھے۔ پوچھا تھا کہ تصوف کیا چیز ہے؟ دونوں نے جواب دیا کہ تصوف زمین پر اس کا اثر ہے۔ کبھی تو ظاہر ہوتا ہے اور کبھی پوشیدہ۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ اگر تم ایک ہزار سال کی عمر پاؤ تب بھی اس بارہ میں اس سے بہتر نہ سنو گے۔ اس نے آسمان زمین تمام مخلوق خود ظاہر کئے وہ جیسا اپنے دوستوں کی آنکھوں میں ظاہر ہے۔ ویسا کسی شے میں ظاہر نہیں۔ یہ اس کے دوستوں کا ڈھونڈھنا۔ سفر اور ان کی زیارت کرنا' اسی لئے ہے۔ کسی گدڑی پوش کو کسی شخص سے جب تک وہ یہ نہ جانے جائز نہیں کہ اس کا دن رات بن جائے۔ اس کے دیدار سے تیرے بدن میں تیری روح ہو اور اس کے دوستوں کی زیارت سے تیری جان میں جان آئے۔

۲۰۰- ابوعبداللہ البرقی رحمۃ اللہ علیہ

آپ مصر کے بڑے مشائخ میں سے ہیں اور بڑے عقلمندوں میں گنے جاتے ہیں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ابو علی کاتب نے ابوعثمان مغربی سے کہا' ابن البرقی بیمار تھے۔ پانی کا ایک گھونٹ ان کے پاس لائے تو نہ پیا اور کہا ملک میں فساد پھیلا ہوا ہے۔ جب تک یہ معلوم نہ ہو جائے کہ کیا ہوا ہے؟ پانی نہ پیئوں گا۔ اس پر تیرہ دن تک کچھ نہ کھایا۔ اتنے میں خبر آ گئی کہ قرامطہ حرم پر آ پڑے ہیں اور لوگوں کو مار ڈالتے ہیں۔ حجر اسود کو توڑ ڈالا ہے۔ تب کھایا۔ ابوعثمان مغربی نے ابوعلی کاتب سے کہا کہ یہ کوئی بڑا کام نہیں ہے۔ ابوعلی نے کہا' اگر یہ کام بڑا نہیں ہے تو بتلاؤ کہ آج مکہ میں کیا واقعہ ہوا ہے؟ کہا' آج مکہ میں ابر ہے کہ تمام مکہ بادل کے نیچے ہے اور طلحیوں اور بکریوں میں لڑائی ہے۔ طلحیوں کا مقدمۃ الجیش ایک شخص ہے کہ جو سیاہ گھوڑے پر سوار ہے اور اس کی پگڑی سرخ ہے۔ اس بات کو لوگوں نے لکھ لیا اس کے بعد دریافت کیا تو ویسا ہی نکلا جو انہوں نے کہا تھا۔ ابوعثمان مغربی کہتے ہیں' جس شخص نے خدا کی باتوں کو مان لیا تو مخلوق نے اس کی باتوں کو مان لیا۔ شریف حمزہ عقیلی نے بلخ میں کہا تھا کہ جس

شخص کو یہ خبر نہ ہو کہ ملک میں کیا ہو رہا ہے اور کیا پیدا ہوا ہے' وہ عارف نہیں ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ یہ بات غلط ہے۔ عبودیت اس کی متحمل نہیں ہوتی۔ بندہ پر اس قدر بوجھ رکھتے ہیں' جس کو وہ اٹھا سکے۔ بعضے ایسے ہوتے ہیں اور بعض نہیں۔ فلا یظھر علی غیبه احدا وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب یعنی پس اپنے عیب پر کسی کو ظاہر نہیں کرتا اور خدا ایسا نہیں کہ تم کو غیب پر مطلع کرے۔ سب کچھ خدا ہی جانتا ہے اور بس۔

۲۰۱- ابو جعفر مجذوم قدس اللہ تعالیٰ روحہ

آپ ابوالعباس عطا کے ہمعصر ہیں۔ زمانہ کے غوث تھے اور غوث چھپے رہتے ہیں یا اچھی حالت کے ساتھ یا بری حالت کے ساتھ (جیسے غدام وغیرہ) ابن خفیف کہتے ہیں۔ ابوالحسین دراج سے میں نے سنا تھا۔ وہ کہتے تھے' سفر میں مجھ کو ہمراہیوں سے رنج پہنچا کیونکہ ان میں باہمی عداوت بہت تھی۔ میں نے پختہ ارادہ کر لیا کہ تنہا چلوں گا۔ جب مسجد قادسیہ میں پہنچا تو ایک بوڑھے جذامی کو دیکھا کہ جس پر بڑی بلا تھی۔ جب مجھے دیکھا تو مجھے سلام کیا اور کہا' اے ابوالحسین کرامت اور غصہ کے ساتھ حج کا ارادہ رکھتے ہو۔ میں نے کہا' ہاں! کہا میری ہمراہی چاہتے ہو؟ میں نے دل میں کہا کہ تندرستوں کی ہمراہی سے بھاگا تو مجذوم کے ہاتھ میں پڑ گیا۔ میں نے کہا تمہاری ہمراہی نہ کروں گا۔ کہا کہ ہمراہی کر۔ میں نے کہا' بخدا ساتھ نہ کروں گا۔ کہا اے ابوالحسین! خدائے تعالیٰ ضعیف کے ساتھ وہ معاملہ کرتا ہے جس سے قوی تعجب کرتا ہے۔ میں نے کہا' ایسا ہی ہے اور انکار کرتا گیا جب میں دوسری منزل پر پہنچا تو چاشت کے وقت میں نے اس کو دیکھا کہ بافراغت بیٹھا ہے۔ کہا اے ابوالحسین! یصنع اللہ بالضعیف حتیٰ یتعجب القوی یعنی اللہ تعالیٰ ضعیف سے وہ معاملہ کرتا ہے جس سے قوی تعجب کرتا ہے۔ میں نے کچھ نہ کہا اور چل دیا' لیکن میرے دل میں اس کی نسبت تردد اور وسوسہ پیدا ہوا۔ جب بہت جلد صبح کے وقت اگلی منزل پر پہنچا اور مسجد میں آیا تو پھر میں نے اس کو دیکھا کہ فراغت بیٹھا ہے۔ پھر وہی جملہ کہا' جو اوپر دو بار کہا تھا۔ تب میں ان کے سامنے گیا اور زمین پر گر پڑا اور کہا' المعذرة الی اللہ والیک یعنی پہلے خدا کے سامنے عذر کرتا ہوں۔ پھر آپ کی طرف۔ کہا تمہارا مقصود کیا ہے؟ کہا میرا قصور ہوا میں اب ہمراہی چاہتا ہوں۔ کہا تو نے کہا تھا کہ میں ہمراہی نہیں چاہتا اور اس پر قسم کھائی تھی۔ اب مجھے برا معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری قسم کو جھوٹا کروں۔ کہا پس ایسا کریں کہ ہر منزل پر میں آپ کو دیکھ لوں۔ کہا کہ اچھا مجھے منظور ہے۔ تب مجھ سے راستہ کی تکلیف اور بھوک جاتی رہی اور مجھ کو سوا اس کے اور کوئی غم نہ رہا کہ جلد منزل پر پہنچوں اور ان کو دیکھوں جب مکہ میں پہنچا

صوفیوں سے میں نے یہ قصہ بیان کیا۔

شیخ ابوبکر کتانی اور ابوالحسن حجام کہنے لگے' وہ شیخ ابوجعفر مجذوم ہیں۔ تیس سال ہوئے ہیں۔ ہم اسی آرزو میں ہیں کہ ان کو دیکھیں۔ کاش ان کو پھر تو دیکھے۔ میں گیا اور جب طواف کرنے لگا تو ان کو دیکھا اور میں نے واپس آ کر ان کو کہا کہ میں نے ان کو دیکھا ہے۔ کہنے لگے کہ اگر اس دفعہ اس کو دیکھو تو ان کو روکے رہنا اور ہم کو آواز دینا۔ میں نے کہا' ایسا ہی کروں گا۔ جب منیٰ اور عرفات پر گیا تو میں نے اس کو نہ پایا۔ کنکر مارنے کے دن کسی نے مجھ سے بات کی اور کہا السلام علیک یا ابا الحسین۔ میں نے دیکھا تو وہی ہیں۔ مجھ کو ان کے دیکھنے سے ایک حالت طاری ہوئی جس سے فریاد کرنے لگا اور بے ہوش ہو گیا۔ جب مسجد خیف میں گیا تو یاروں سے یہ بات کہی۔ میں وداع کے دن مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھتا تھا۔ کسی نے پیٹھ کے پیچھے سے مجھے کھینچا اور کہا اے ابوالحسین! اب بھی چلاؤ گے؟ میں نے کہا' ہرگز نہیں۔ اے شیخ میں تجھ سے التماس کرتا ہوں کہ میرے حق میں دعا کر۔ اس نے کہا' میں دعا نہیں کرتا۔ پھر کہا' تم دعا مانگو میں آمین کہوں گا۔ میں نے تین دعائیں کیں اور اس نے آمین کہی۔ ایک یہ دعا کی کہ میری روزی دن کی دن ہو۔ سو ایسا ہی ہوا کتنے سال ہیں کہ مجھ پر کوئی رات نہیں گزری کہ کل کیلئے کچھ ذخیرہ کیا ہو۔ دوسری یہ دعا مانگی کہ مجھ کو درویشی سے محبت ہو جائے۔ اب یہ حال ہے کہ دنیا میں درویشی سے بڑھ کر مجھے کوئی چیز محبوب نہیں۔ تیسری یہ دعا مانگی کہ کل قیامت کو جب لوگوں کو اٹھائے تو مجھ کو اپنے دوستوں میں اٹھائیوں اور مجھے وہاں دخل دیجیو۔ سو امیدوار ہوں کہ ایسا ہی ہو گا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں' محمد شگرف نے مجھ سے حکایت کی کہ جب محمود غزنوی کا باپ سبکتگین ہرات میں آیا تو اس کے سپاہیوں میں سے ایک نے زمیندار سے گھاس کا گٹھ خریدا اور اس کی پوری قیمت دے دی۔ اس زمیندار کا باپ بوڑھا تھا۔ اس کے پاس آیا اور اس سے دوستی پیدا کر لی۔ اتفاقاً ذی الحجہ کا عرفہ آیا تو اس بڈھے زمیندار نے کہا کہ آج حاجی لوگ حج کرتے ہوں گے۔ کاش ہم بھی وہاں ہوتے۔ سپاہی نے کہا' تمہارا جی چاہتا ہے تو میں تم کو وہاں پہنچا دوں' مگر یہ شرط ہے کہ کسی سے مت کہنا۔ اس نے کہا' میں کسی سے نہیں کہتا۔ اس نے اس روز اس کو عرفات میں پہنچا دیا اور دونوں نے حج ادا کر لیا اور واپس آ گئے۔ اس زمیندار نے کہا' تعجب ہے کہ باوجود اس حال کے سپاہیوں میں رہتے ہو۔ کہا اگر مجھ جیسا اس لشکر میں نہ ہو تو تم جیسا ضعیف یا بوڑھا آئے اور انصاف چاہئے تو اس کی طرف کون توجہ کرے اور اس کا انصاف کون کرے اور اگر جوان کی عورتوں کو لوٹ کر لے جائیں تو اس کو ان کے ہاتھ سے کون نہ چھڑائے؟ میں اس لشکر میں ایسے کاموں کیلئے ہوں۔ خبردار کسی سے کوئی بات نہ کہنا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ کسی کی

طرف حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھنا چاہئے کیونکہ خدا کے دوست چھپے رہتے ہیں۔ جب تک سچی عادت وخصلت نہ رکھے۔ لوگوں میں تصرف نہ کرنا کہ اس میں اپنے پر ظلم کرے گا۔ خرقانی فرماتے ہیں' جبکہ امانت لوگوں سے اٹھ گئی تو خدا نے اپنے دوستوں کو چھپا لیا اور یہ کہا ہے' میں کون ہوں کہ تجھ کو دوست رکھوں گا۔ ہاں تیرے دوستوں کا دوست ہوں۔

۲۰۲- ابوجعفر وامغانی رحمۃ اللہ علیہ

ایک صوفی کہتے ہیں' میں مدینہ میں تھا۔ اتفاقاً میں نے ایک عجمی مرد کو جس کا سر بڑا تھا دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رخصت ہوتا ہے۔ جب وہ باہر نکلے تو ان کے پیچھے مسجد ذوالحلیفہ تک گیا۔ وہاں نماز پڑھی اور تلبیہ کیا' یعنی لبیک کہا۔ پھر میں ان کے پیچھے چلا۔ میری طرف توجہ کی اور کہا کیا چاہتا ہے؟ میں نے کہا' آپ کی رفاقت چاہتا ہوں۔ اس نے منع کیا۔ میں نے اصرار اور عاجزی کی۔ اس نے کہا' اگر ضرور میرے ساتھ چلنا ہے تو میرے قدم پر ہی قدم رکھو۔ میں نے کہا' بہت اچھا۔ وہ چلے اور مشہور راستہ چھوڑ کر دوسرے راستہ سے چلے۔ جب کچھ رات گزر گئی تو میں نے چراغ کی روشنائی دیکھی۔ کہا کہ یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مسجد ہے۔ تم آگے چلتے ہو یا میں۔ میں نے کہا' آپ کا اختیار ہے آپ آگے چلے اور میں سو گیا۔ جب صبح کے وقت مکہ میں آیا تو میں نے طواف وسعی کی۔

پھر ابوبکر کتانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آیا اور ان کے پاس مشائخ کی ایک جماعت بیٹھی تھی۔ میں نے ان کو سلام کیا۔ شیخ ابوبکر کتانی نے مجھ سے کہا کہ تم کب آئے میں نے کہا' ابھی آیا۔ پوچھا کہاں سے آئے؟ میں نے کہا' مدینہ شریف سے۔ کہا کہ وہاں سے کب چلے تھے۔ میں نے کہا' کل۔ وہ سب ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ شیخ ابوبکر نے مجھ سے کہا کہ تم کس کے ساتھ باہر نکلے تھے؟ میں نے کہا' ایک ایسے مرد تھے اور ان کا حال یہ تھا۔ کہا وہ تو شیخ ابوجعفر وامغانی ہیں اور یہ بات ان کے حال کے لحاظ سے تھوڑی ہے۔ بعد ازاں کہا کہ اٹھو اور ان کی تلاش کرو اور مجھے کہا کہ اے فرزند میں جانتا ہوں کہ یہ تمہارا حال نہیں ہے۔ پوچھا کہ تم نے زمین کو اپنے قدموں کے نیچے کیسے پایا تھا؟ میں نے کہا' اس موج کی طرح جو کشتی کے نیچے آتی ہے۔

۲۰۳- ابوالحسین الوراق قدس اللہ تعالیٰ سرہ

آپ تیسرے طبقہ کے مشائخ میں سے ہیں۔ محمد بن سعد نام ہے۔ نیشاپور کے بڑے اور قدیم مشائخ سے ہیں۔ ابوعثمان حیری کے مریدوں میں ہیں۔ آپ ظاہری علوم کے عالم ہیں۔ علوم کی باریکیوں اور معاملات اور غائبانہ افعال میں باتیں کرتے تھے۔ ۳۲۰ھ سے پہلے آپ فوت ہوئے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ معافی میں کرم یہ ہے کہ اپنے یار کے گناہ کو بعد معاف کرنے کے یاد بھی نہ کرے۔ یہ بھی فرماتے ہیں کہ دل کی زندگی ایسی ذات کی یاد کرنے میں ہے جو ہرگز مرتی ہی نہیں اور خوش مزہ وہی زندگی ہے' جو کہ خدا کے ساتھ گزری ہو۔ یہ بھی فرماتے ہیں کہ خدا کی دوستی کی علامت یہ ہے کہ اس کے دوست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کی جائے۔

۲۰۴- ابوالحسین دراج رحمۃ اللہ علیہ والمغفرۃ

آپ تیسرے طبقہ سے اور بغداد کے رہنے والے ہیں۔ حضرت ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ کے خادم ہیں۔ سماع میں ۳۲۰ ہجری کو آپ کا انتقال ہوا ہے۔ شیخ ابوبکر دمشقی اور ابوعمران حجام کی صحبت میں رہے ہیں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ابوالحسین دراج بغداد سے رے میں یوسف بن الحسین کی زیارت کو آتے تھے۔ یوسف نے پوچھا کہ تم کیوں آئے؟ کہا کہ آپ کی زیارت کیلئے کہا اگر تم کو کوئی شخص راستہ میں مکان آراستہ اور پاکیزہ لونڈی دے دیتا تو وہ میری زیارت سے البتہ روک لیتے۔ انہوں نے کہا کہ اگر ایسا ہوتا تو مجھے معلوم نہیں' لیکن اللہ تعالیٰ نے خود مجھ کو اس امر سے آزمایا نہیں۔ شیخ الاسلام نے کہا کہ اس نے جواب بہت اچھا دیا' لیکن ان کو خود ایسے سوال پوچھنا نہ چاہئے تھا۔

۲۰۵- بکیر الدراج رحمۃ اللہ علیہ

آپ ابوالحسین دراج کے بھائی ہیں۔ بغداد میں رہتے تھے۔ ابوالحسین ان سے زیادہ فاضل بڑے زاہد اور بڑے بزرگ تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں جب سے اس راستہ پر آیا ہوں۔ (یعنی تصوف) کبھی میرے دل پر فاسد خیال نہیں آیا (یہ بڑی ہمت اور تائید غیبی ہے۔)

۲۰۶- ابوالحسین سلامی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ آپ ایک بزرگ مرد ہوئے ہیں اور صاحب تاریخ ہیں۔ فرماتے ہیں کہ عیسیٰ موصلی راہب تھے۔ کہتے ہیں کہ مسلمانوں پر ایک آیت نازل ہوئی ہے' لیکن میں نہیں جانتا کہ اس آیت کے بعد کیوں تکلیف دے دیتے ہیں۔ مایکون من نجوی ثلثة الاهور ابعهم الاية یعنی تین شخصوں میں کوئی راز نہیں ہوتا' مگر ان کا چوتھا خدا ہوتا ہے۔

۲۰۷- ابوالحسین مالکی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام احمد بن سعید مالکی ہے۔ بغداد کے رہنے والے ہیں۔ خوش بیان تھے۔ حضرت جنید اور نوری اور ان کے طبقہ کے لوگوں سے ملتے رہے ہیں۔ پھر طربوس میں رہے اور وہیں انتقال ہوا۔

۲۰۸- ابوالحسین ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ

آپ فرماتے ہیں کہ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا کہ دل کب خوش ہوتا ہے؟ انہوں نے کہا کہ جب وہ دل میں ہو۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ وہ جوانمردوں میں سے باتیں کرتے تھے۔ دل میں اس کی یاد اور محبت اور صحبت تھی اور کہا کہ دل اس وقت خوش ہوتا ہے کہ وہ حاظر و ناظر ہو۔ (یعنی دل اس کے ساتھ ہو' یہ کہ دل کا ظرف ہو۔ تعالیٰ اللہ عن ذلک)

۲۰۹- ابوبکر واسطی قدس اللہ تعالیٰ سرہ

آپ کا نام محمد بن موسیٰ ہے اور ابن فرغانی کے نام سے مشہور تھے۔ حضرت جنید اور نوری کے پرانے مریدوں میں سے ہیں۔ مشائخ صوفیہ کے علماء میں سے تھے۔ اصول تصوف میں ان کا سا کسی کا کلام نہیں۔ اصول اور علم ظاہری کے عالم تھے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ واسطی توحید کے امام ہیں۔ علم اشارت میں امام مشرق ہیں۔ جوانی کے دنوں میں عراق میں آئے تھے۔ عراق میں ان کا کلام کم ہوا ہے۔ پھر مرو میں آئے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں شہر بشہر کسی سننے والے کی آرزو میں پھرتا رہا ہوں۔ لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے مرو میں کیوں قیام کیا ہے؟ فرمایا

کہ ان کو میں نے ذہین تیز فہم پایا ہے اور آپ کا وہیں ۳۲۰ ہجری سے پہلے انتقال ہوا ہے اور وہیں مزار ہے' جو مشہور ہے۔

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ اس گروہ میں سے بعض وہ ہیں کہ جن کو اپنے سے کم رتبہ دیکھتا ہوں اور بعض وہ ہیں کہ جن کو برابر دیکھتا ہوں اور بعض وہ ہیں کہ جن کو بڑھ کر دیکھتا ہوں۔ یحیٰ معاذ رازی کو کم درجہ اور نصر آبادی کو برابر اور واسطی کو بڑھ کر دیکھتا ہوں۔ شیخ الاسلام کا بیان ہے کہ واسطی کہتے ہیں کہ (یوں کہنا) میں اور وہ اور وہ اور میں میرے عمل اور اس کا بدلہ' میری دعا اور اس کا قبول کرنا (یہ باتیں) سب دوئی دوگانگی کا اثبات ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ خراسان میں جس قدر واسطی کی زبان سے توحید پھیلی ہے اور کسی کی زبان سے نہیں پھیلی۔ جب عراق سے آ کر نیشاپور میں پہنچے تو ابو عثمان حیری فوت ہو چکے تھے۔ اس کے شاگردوں کو دیکھا اور ان کی باتوں کو سنا۔ ان سے لوگوں نے پوچھا کہ ان شاگردوں کو تم نے کیسے پایا؟ تو کہا کہ ان کے استاد نے ان کو صرف مجوسیت ہی سکھائی ہے۔ یعنی دوئی میری اور اس کی۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ابوبکر قحطی ابو عثمان حیری کے شاگردوں میں سے ہیں۔ کسی نے اس کو بغداد میں دیکھا تو کہا کہ تم کو تمہارا پیر کیا سکھاتا تھا۔ کہا کہ نماز پڑھنی' عبادت کرنی' گناہ کو قصور سمجھنا۔ اس نے کہا یہ تو محض کبر ہے۔ تصوف (یعنی تمام توجہ صرف خدا کی طرف چاہئے نہ ظاہری عبادت اور معصیت کی طرف) میں توحید یگانگی چاہئے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ **من لم یتدرج له وفاء العبودیة فی عزالربیبة لم تصف له العبودیة** یعنی جس شخص کی بندگی خدائی عزت میں فنا نہ ہو جائے' اس کی بندگی صاف نہیں ہوتی۔

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ واسطی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک استاد ہے' ایک شاگرد۔ استاد تو حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور شاگرد ابوالعباس سیار۔ حضرت جنید نے ان کو خط لکھا تھا جس کا سرنامہ یہ ہے۔ **بسم الله الرحمٰن الرحیم سلام علیک یا ابابکر رحمة الله و بر کاته عافانا الله و ایاک بالکرامة** یعنی اے ابوبکر تم کو سلام ہو اور خدا کی رحمت و برکت ہو۔ خدائے تعالیٰ ہم کو اور تم کو کرامت کا آرام دے۔ آخر میں لکھا علماء اور حکماء۔ خدا کی طرف سے مخلوق پر رحمت بنے اور اپنے لئے بلا۔ اپنے حال سے باہر آؤ اور ان کے حال کے ساتھ رہو' اگر ان سے باتیں کرو تو ان کی طاقت اور حال کے مطابق ان سے باتیں کرو کہ جس طرح ان کو پاؤ۔ **فھذا ابلغ لک ولھم و قل لھم فی انفسھم قولا بلیغا** سو یہ تم کو اور ان کو بہت ہی اعلیٰ درجہ کی بات ہے اور کہو ان سے ان کے بارہ میں ایسی بات جو ان تک اچھی طرح پہنچے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں' حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ

نے جان لیا تھا کہ وہ لوگوں کی طاقت کے موافق باتیں نہ کرتے تھے۔ اس لئے ان کو نرمی اور مہربانی کیلئے حکم دیا گیا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں' واسطی کا یہ قول ہے کہ جو یہ کہتا ہے کہ میں نزدیک ہوں' وہ دراصل دور ہے اور جو شخص کو دور ہے تو اسکی ہستی میں نابود ہے اور تصوف اسی کا نام ہے۔ (یعنی جو شخص کہ توحید کے مرتبہ تک نہیں پہنچا' دراصل اس کا وجود خدا کے وجود میں فانی ہے' لیکن وہ جانتا نہیں۔ پھر اس فنا کا پالینا تصوف ہے۔)

۲۱۰- ابوبکر زقاق کبیر قدس اللہ تعالیٰ سرہ

شیخ الاسلام نے ان کو تیسرے طبقہ میں شمار کیا ہے۔ آپ کا نام احمد بن نصر ہے۔ آپ مصری ہیں اور ابوبکر زقاق صغیر اور ابوبکر دقی کے استاد ہیں۔ جب زقاق کبیر نے انتقال فرمایا تو شیخ ابوبکر کتانی فرماتے ہیں۔ انقطع حجة الفقراء فی دخولهم بمصر یعنی فقرا کی حجت ودلیل جو مصر میں آنے کی تھی۔ وہ منقطع ہوگئی۔ آپ حضرت جنید کے ہمزمانہ اور دوستوں میں ہیں۔ آپ فرماتے ہیں ثمن هذا الطریق روح الانسان کہ اس طریق کی قیمت انسان کی روح ہے۔ آپ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ باتیں اس شخص کے لائق ہیں' جو برسوں خدا کیلئے پاخانہ گیا ہو۔

۲۱۱- ابوبکر زقاق صفیر قدس اللہ سرہ

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ زقاق صفیر بغدادی ہیں اور زقاق کبیر کے شاگرد ہیں۔ شروع میں حدیث میں مشغول رہتے۔ حدیث لکھا کرتے۔ اس کے بعد اہل حقیقت کے طریقہ پر ہوگئے۔ آپ یک چشم تھے۔ ابوبکر رازی کہتے تھے' میں نے ان سے پوچھا' آپ کی آنکھ نکل جانے کا کیا باعث ہوا؟ فرمایا' میں جنگ میں گیا تو کل اختیار کیا اور دل میں ٹھان لیا تھا کہ میں کسی سے کچھ لے کر نہ کھاؤں گا۔ یہ صرف تقویٰ تھا۔ اس لئے بھوک کے مارے ایک آنکھ میرے چہرہ پر اتر آئی۔ فرمایا' چالیس سال ہوچکے ہیں کہ فنا کے بارہ میں حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ سے ایک ہی بات سنی تھی۔ جس کا مزہ اب تک میری جان میں معلوم ہوتا ہے۔

۲۱۲- ابوبکر کتانی قدس اللہ سرہ

آپ چوتھے طبقہ میں سے ہیں۔ آپ کا نام محمد بن علی بن جعفر بغدادی کتانی ہے۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ

کے اصحاب میں سے ہیں۔ برسوں مکہ معظمہ میں مجاور رہے اور وہیں ۳۲۲ھ میں جس سال عبدالوحد اصفہانی جن کی کنیت ابوالغریب تھی۔ طرپوس میں انتقال کر گئے تھے' وفات پائی ہے۔ مرتعش کہتے ہیں' کتانی حرم کے چراغ ہیں۔ وہ فرماتے ہیں الصوفية عبيد الظواهر واحرار البواطن یعنی صوفیہ ظاہر میں تو بندے ہیں اور باطن میں آزاد یعنی شریعت ظاہری کے عامل اور باطن میں غیر خدا کے تصرف سے آزاد ہیں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ آپ حضرت خضر علیہ السلام کے ہم صحبت رہے ہیں۔ ایک دفعہ خضر نے ان سے کہا اے ابوبکر! اس گروہ کے سب لوگ مجھے پہنچانتے ہیں اور میں ان کو نہیں پہچانتا۔ آپ فرماتے ہیں' خضر نے کہا ہے میں یمن کی مسجد صفا میں تھا۔ عبدالرزاق کے پاس لوگ حدیث پڑھتے تھے اور مسجد کے گوشہ میں ایک جوان تھا۔ جس نے گریبان میں سر دیا تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ لوگ عبدالرزاق کی حدیث سنتے ہیں اور تم یہاں بیٹھے ہو؟ کیوں وہاں نہیں جاتے کہ ان سے حدیث سنو؟ اس نے جواب دیا' میں یہاں رزاق سے حدیث سن رہا ہوں اور تم مجھے عبدالرزاق کی طرف بلاتے ہو۔ میں نے کہا' اگر تم سچ کہتے ہو تو بتلاؤ کہ میں کون ہوں؟ کہا کہ تم خضر ہو اور پھر گریبان میں سر ڈال لیا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ یہ بات اس سے زیادہ عمدہ ہوتی کہ جس طرح رزاق سے سنتے تھے۔ عبدالرزاق سے بھی سن لیتے کیونکہ مشائخ میں سے وہ بڑے لوگ ہیں کہ جن کا ظاہر عام لوگوں کا سا ہوتا ہے اور ان کا باطن خاص لوگوں کا باطن اس لئے کہ شریعت کا تن پر اثر ہے اور حقیقت کا جان اور سر پر۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں من لم يتادب بالستاد فهو بطال یعنی جو شخص استاد سے تعلیم یافتہ نہیں ہے' وہ نکما ہے۔ یہ بھی فرماتے ہیں کن في الدنيا ببدنک و في الاخرة بقلبک یعنی دنیا میں اپنے بدن سے رہو اور آخرت میں اپنے دل سے۔

شیخ ابوبکر رازی فرماتے ہیں' شیخ ابوبکر کتانی نے ایک بوڑھے کو جس کا سر سپید تھا اور مانگتا پھرتا تھا۔ دیکھ کر کہا هذا رجل اضاع امر الله في صغره فضيعه الله في كبره یعنی یہ وہ مرد ہے کہ جس نے خدا کے حکم کو لڑکپن میں ضائع کیا ہے۔ اب بڑھاپے میں خدا نے اس کو ضائع کیا اگر وہ جوانی میں خدا کے حکم میں سعی کرتا تو بڑھاپے میں سوال کی رسوائی میں گرفتار نہ ہوتا کیونکہ اہل سنت کے بوڑھے جس قدر بڑے ہوتے ہیں۔ اسی قدر لوگوں کی آنکھ اور دل میں زیادہ عزیز ہوتے ہیں۔ شیخ الاسلام نے کہا ہے کہ ابوبکر کتانی کو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا شاگرد کہتے تھے۔ اس لئے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں بہت ہی دفعہ دیکھا تھا۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کرتے تھے اور جواب سنا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا کہ جو شخص ہر روز اکتالیس بار یہ کہے یا اللہ یا لا الہ الا انت جب اور دل مریں گے تو اس کا دل نہ مرے

گا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ شیخ ابوالقاسم دمشقی جو کہ سالمی کے استاد ہیں۔ فرماتے ہیں' میں نے کتانی سے پوچھا کہ تصوف کیا چیز ہے؟ کہا کمتر یہ ہے کہ تو نہ پائے۔ کسی نے ابوحفص سے پوچھا صوفی کون ہے؟ جواب دیا کہ صوفی یہ نہیں پوچھا کرتا کہ تصوف کیا ہے؟ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ یہ علم خدا کا بھید ہے اور یہ قوم صاحب اسرار۔ پھر چوکیدار کو بادشاہوں کے بھید سے کیا کام۔ اس کام کی اصل پالینا ہے' نہ دریافت کرنا۔ جس نے اس کا انکار کیا۔ اس نے اس کو نہ پایا۔ کوشش وطلب سے اس کو نہ پائے گا بلکہ عزت وادب سے سائل کا سوال' اس کام سے انکار کرتا ہے۔ جو شخص اس کام کی خوشبو رکھتا ہے اس کو سوال سے کیا کام۔ انکار مت کر کیونکہ انکار نحوست ہے۔ انکار وہی کرتا ہے کہ جو اس کام سے محروم ہے۔ بعض تو اس کام سے غافل ہیں اور بعض منکر اور بعض اسی کام میں لگے ہوئے ہیں۔ جو شخص اس کام کا انکار کرتا ہے' وہ مزدور ہے اور جو اس کام میں لگا ہوا ہے' وہ نور میں مستغرق ہے۔

۲۱۳-ابوبکر عطا جفی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ ان کا یہ بیان ہے۔ ایک روز میں ٹیلہ پر بیٹھا ہوا تھا دیکھا کہ وہ آرہی ہے اور ایک عماری کو لاتی ہے۔ جس میں ایک مرد بلند آواز سے کہتا ہے **اللھم لبیک لبیک وسعدیک لئن ابتلیت فطالما عافیت** یعنی اے پروردگار! میں حاضر ہوں' اگر تو نے بلا میں ڈالا ہے تو مدتوں آرام بھی دیا ہے اور وہ اس کو بہائے لئے جاتی تھی۔ دریا تک اور جحفہ تک جو کہ رودہ کی جگہ ہے' خود اس کو جحفہ اسی لئے کہتے ہیں کہ سیلاب کے اور جو کچھ اس کے سامنے آئے' اس کو صاف کر کے پرے لے جائے۔

۲۱۴-ابوبکر شفاق رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام محمد بن عبداللہ ہے۔ ابوسعید خراز کے مرید ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ابوسعید خراز نے یہ فرمایا تھا۔ ایک دن میں جنگل میں جاتا تھا۔ گاؤں کے نزدیک چرواہوں کے کتوں نے مجھ پر حملہ کیا۔ جب میرے نزدیک پہنچے تو میں مراقبہ میں مشغول ہو گیا۔ اتفاقاً ایک سفید کتا ان میں سے باہر آیا۔ اس نے ان پر حملہ کیا' اور مجھ سے ان کو دور کیا اور مجھ سے جب تک کتے دور نہ گئے جدا نہ ہوا۔ اس کے بعد میں نے پلٹ کر جو دیکھا تو اس کو نہ پایا۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ابوسعید خراز نے فرمایا ہے۔

کن بذکر اللہ فان قویت حالک غبت عن ذکر اللہ وذکر اللہ ایاک خدا کا ذکر کرتے رہو۔

پھر اگر تیرا حال قوی ہوا تو اس بات سے غائب ہو جائے گا کہ تو خدا کو یاد کرے اور وہ تجھے یاد کرے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ زبان ذکر کے خیال میں ہے۔ ذکر مذکور کے خیال میں دل محبت کے بیان میں محبت نور کے خیال میں جان عین (ذات باری) کے خیال میں ہے اور عین بیان سے دور ہے۔ خدا کا حصہ خدا کو اور آدم کا حصہ آدم کو پہنچا کہ پانی مٹی فنا ہو گئے اور دوگانگی معدوم ہوئی۔ رجع الحق الی الصحابه وبقی المسکین فی التراب رمیما یعنی حق اپنے اصحاب کی طرف لوٹ گیا اور مسکین مٹی میں بوسیدہ ہڈیاں ہو گیا۔

۲۱۵- ابوبکر شبلی قدس اللہ سرہ

آپ چوتھے طبقہ کے ہیں۔ جن کا نام جعفر بن یونس ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ دلف بن جعفر ہے۔ بعض دلف بن جحدر کہتے ہیں۔ بغداد میں ان کی قبر پر جعفر بن یونس لکھا ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ آپ مصر کے رہنے والے ہیں۔ بغداد میں آئے اور خیر نساج کی مجلس میں آ کر توبہ کی۔ جنید رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں۔ عالم فقیہ اور واعظ تھے۔ مالکی مذہب پر تھے۔ موطاء حفظ کئے ہوتے تھے۔ آپ کا والد خلیفہ کا بڑا دربان تھا اور طبقات السلمی میں سے ہے کہ آپ خراسانی اصل ہیں۔ بغداد کی پیدائش ہے اور دراصل اشروشنہ کے رہنے والے ہیں جو کہ فرغانہ میں سے ہے اور مولد ان کا بقول بعض سامرہ ہے۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں لا تنظروا الی ابی بکر الشبلی بالعین التی تنظر بعضکم الی بعض فانه عین عیون اللہ یعنی ابوبکر شبلی کی طرف اس آنکھ سے مت دیکھو کہ جس سے تم ایک دوسرے کو دیکھتے ہو کیونکہ وہ خدا کی آنکھوں میں سے ایک آنکھ ہے ان کی عمر ۸۷ سال کی تھی۔ ۳۳۴ھ کو ذی الحجہ کے مہینہ میں دنیا سے انتقال کیا۔ جنید رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی فرماتے ہیں:

لکل قوم تاج و تاج هذا القوم الشبلی یعنی ہر قوم کا تاج ہوتا ہے اور اس قوم کا تاج شبلی رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ شبلی رحمۃ اللہ علیہ بائیس مرتبہ شفاخانہ میں رہے ہیں۔ فرماتے ہیں الحریة هی حریة القلب لا غیر یعنی آزادی وہ ہے جو دل کی ہو نہ کسی اور امر کی شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ شیخ ابوسعید مالینی حافظ صوفی نے شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت نقل کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ تم جو سرمایہ وقت رکھتے ہو وہ نیاز ہے۔ کل یہی رکھو گے اور ہمیشہ اسی سے صحبت رکھنی چاہئے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ وہاں لے جانی چاہئے کیونکہ کل منافقوں سے یہ کہیں گے ارجعوا وراءکم فالتمسوا نوراً یعنی اپنے پیچھے کی طرف لوٹو اور نور کو تلاش کرو۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ انہوں نے وصیت کی کہ اس حکایت کو لکھ لو کیونکہ تم شبلی سے کوئی اس سے بہتر حکایت نہ لا سکو گے۔ کل کو تیرا وقت

نہ لائیں گے کیونکہ یہ وقت جوتم رکھتے ہو۔وہ اس سے بیزار ہیں۔کسی نے شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ آپ میرے لئے دعا مانگیں۔آپ نے یہ شعر پڑھا۔

مضی زمن والناس یستشفعون بی فھل لی الی لیلی الغداو ۃ دلیلی

یعنی وہ زمانہ جاتا رہا کہ لوگ مجھ کو لیلیٰ کے سامنے شفیع ٹھہراتے تھے۔کیا اب کوئی ایسا ہے کہ صبح کی لیلیٰ کی طرف میرا رہنما بنے۔لوگوں نے آپ سے کہا کہ ہم آپ کو خوب موٹا تازہ دیکھتے ہیں حالانکہ جس محبت کا آپ دعویٰ کرتے ہیں۔وہ لاغری چاہتی ہے۔آپ نے جواب دیا

احب قلبی ما ادری بدنی ولادری ما اقام فی السمن

یعنی میں دل کو دوست رکھتا ہوں اور اپنے بدن کا حال مجھے معلوم نہیں اگر میں بدن کو جانتا تو وہ موٹا نہ ہوتا۔ ان کو پوچھا گیا ایک ایسا شخص ہے کہ سماع سنتا ہے لیکن وہ جانتا نہیں کہ کیا سنتا ہے۔تو یہ کیا بات ہے۔آپ نے ان اشعار سے اس کا جواب دیا۔

رب ورقاء ھتوف بالحمی ذات تبحو صدحت فی فتن

ولقد اشکر فما افھمھا ولقد تشکر فما تفھمنی

غیر اتی بالحوی اعرفھا وھو الفیا بالھوی تعرفنی

ذکرت الفاودھرا مالحا فبکت بحو اوھاجت شجنی

یعنی بہت سے کبوتر غمزدہ ہیں کہ چراگاہ میں شاخ پر بیٹھ کر چلاتے ہیں۔بے شک میں شکایت (فراق) کرتا ہوں لیکن اس کو سمجھا نہیں سکتا' اور وہ بھی ضرور شکایت کرتی ہے' لیکن مجھے سمجھا نہیں سکتی۔ہاں یہ بات ضرور ہے کہ میں اس کے چلانے سے اس کا حال پہچان لیتا ہوں' اور وہ بھی میرے عشق و محبت کی وجہ سے مجھے پہچان لیتی ہے۔ وہ محبت کو اور اچھے زمانہ کو یاد کر کے غمزدہ ہو کر روتی ہے' اور میرے غم کو بھی جوش دلاتی ہے۔شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ یہ شعر مجنوں کے ہیں۔نہ شبلی کے لیکن شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ شعر حسب حال پڑھ دیئے۔شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے عبدالرحمٰن خراسانی سے کہا۔**یاخراسانی ھل رایت غیر الشبلی یقول اللہ قط قال فقلت فما رایت الشبلی یوما یقول اللہ قال فخر الشبلی مغشیا علیہ** یعنی اے خراسانی کیا تم نے کبھی شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے سوا کسی کو کسی دن اللہ کہتے ہوئے سنا ہے۔خراسانی کہتے ہیں کہ میں نے کہا' میں نے تو شبلی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ کہتے ہوئے کسی دن نہیں سنا۔تب شبلی بے ہوش ہو کر گر پڑے۔عبدالرحمٰن خراسانی کہتے ہیں کہ ایک شخص شبلی رحمۃ اللہ

علیہ کے گھر پر آیا اور دروازہ کھٹکھٹایا۔شبلی ننگے پاؤں ننگے سر باہر نکلے اور پوچھا کہ کس کو بلاتے ہو۔کہا شبلی رحمۃ اللہ علیہ کو۔انہوں نے کہا کہ تم نے سنا نہیں کہ وہ کافر ہو کر مرا۔خدا اس پر رحم نہ کرے۔شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ وہ اپنے نفس کی نسبت کہتے تھے۔ایک دفعہ کچھ لوگ آپ کے گھر میں موجود تھے۔آپ نے آفتاب کی طرف دیکھا کہ ڈوبنے والا ہے۔کہا نماز کا وقت آ گیا ہے۔لوگ اٹھے اور عصر کی نماز پڑھی۔شبلی ہنسے اور کہا کہ کیا اچھا کسی نے کہا ہے۔

نسیت الیوم من عشقی صلوتی	فلاادری غذائی من عشائی
فذکرک سید اکلی و شربی	ووجھک ان رایت شفاء دائی

یعنی میں عشق کی وجہ سے آج نماز ہی بھول گیا۔ مجھے صبح اور شام کا حال ہی معلوم نہیں۔پس اے میرے سردار تیرا ذکر میرا کھانا پینا ہے اور اگر تیرے چہرے کو دیکھوں تو وہ میری بیماری کے لیے شفا ہے۔ایک صوفی کہتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ کی مسجد میں شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ میں کھڑا ہوا تھا۔ایک سائل وہاں پر آیا اور یہ کہتا تھا یا اللہ یا جواد۔یعنی اے اللہ اے سخی۔شبلی نے ایک آہ کی اور کہا کہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ میں خدا کی تعریف بخشش کے ساتھ کروں۔حالانکہ ایک مخلوق دوسرے مخلوق کی تعریف میں یہ اشعار کہتا ہے۔

تعود بسط الکف حتی لو انه	اراد انقیا ضالم تجبه انامله
تراہ اذاما جة متھللا	کانک تعطیه الذی انت سائله
ولولم یکن فی کفه غیر روحه	نجاد بھا فلیتق اللہ امله
ھوالبحر من ای النواحی اتیته	ضئجة المعروف والجود ساحله

یعنی ممدوح فراخ دلی کا عادی ہو رہا ہے۔یہاں تک کہ اگر وہ روکنے کا ارادہ کرے تو اس کی انگلیاں اس کی بات نہ مانیں۔جب تو اس کے سامنے آئے تو اس کو خندہ پیشانی پائے گا۔گویا تو تجھ کو وہی کچھ دیتا ہے جس کا تو سائل ہے'اگر اس کے ہاتھ اپنی جان کے سوا اور کچھ نہ ہو'تو وہ جان تک تم کو دے دے۔پس ایسی حالت میں اس کے امیدوار کو خدا سے ڈرنا چاہئے تو جس طرح سے آ وہ ایسا دریا ہے کہ جس کی بھنور نیکی ہے'اور جس کا کنارہ بخشش ہے۔اس کے بعد رونے لگے اور یہ کہا بلی یا جوادا وجدت تلک الجوارح' وسطت تلک الھم ثم رمنتت بعد ذالک علی اقوام بالا ستغناء عنھم وعمافی ایدیھم بک فانک الجواد لکل کل الجواد فانھم یعطون عن محدود و عطاء لک لا حدله ولا صفته فیا جوادا یعلو کل جوادوبه

جـادمن جاد یعنی کیوں نہیں اے بڑے سخی تو نے ان اعضاء و پیدا کیا اور ان ہمتوں کو فراخ کیا۔ پھر اس کے بعد احسان کیا۔ بعض لوگوں پر کہ وہ تیرے سبب لوگوں سے اور جو کچھ ان کے پاس ہے بے پروا ہو گئے کیونکہ تو ہر ایک سخیوں کا سخی ہے۔ کیونکہ دنیا کے سخی محدود مال سے دیتے ہیں' اور تیرے بخشش کی کوئی حد ہی نہیں' اور نہ اس کی کچھ صفت ہے۔ پس اے وہ سخی جو ہر سخی پر بالاتر ہے اور جس کی عنایت سے ہر سخی سخاوت کرتا ہے۔ شبلی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

قل للمومنین یغضوا من ابصارھم و ابصار الرؤس عن المحارم وا بصار القلوب عما سوی اللہ یعنی مومنین سے کہہ دے کہ اپنی آنکھوں کو چھپائیں۔ یعنی سر کی آنکھوں کو حرام کی چیزوں سے اور دل کی آنکھوں کو ماسوائے اللہ سے۔ کہتے ہیں کہ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا الخیارة عشـرة بـدانق یعنی اچھے لوگ دس میں ایک دمڑی ہے۔ یہ سن کر آپ چل دیئے اور کہا کہ اذا کـان الخیار عشرة بدانق فیکف الشرار۔ یعنی جب اچھے لوگوں کا یہ حال ہے کہ دس میں ایک دمڑی تو بروں کا کیا حال ہو گا۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے عہد کر لیا کہ سوائے حلال کے اور کچھ نہ کھاؤں گا۔ جنگل میں پھرتا تھا ایک انجیر کے درخت تک پہنچا اور ہاتھ بڑھایا کہ کھاؤں تب اس انجیر کے نیچے سے یہ آواز آئی کہ اپنے عہد کو نگاہ رکھ اور مجھ سے مت کھا کہ میں ایک یہودی کی ملک ہوں۔ لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ کونسی شے زیادہ عجیب ہے کہا کہ وہ دل جو اپنے خدا کو پہچانے' اور اس میں گناہ گار بنا رہے۔ شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے خادم بکیرہ دینوری کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنی وفات کے وقت یہ کہا کہ مجھ پر ایک درہم ظلم ہے اور ہزاروں درہم اس کے صاحب کیلئے صدقہ دیئے ہیں اور ابھی تک اس سے بڑھ کر مجھے فکر نہیں ہے۔ بکیر یہ بھی کہتے ہیں کہ اس بیماری میں یہ کہا کہ مجھے وضو کراؤ۔ میں نے وضو کرایا' لیکن میں داڑھی کا خلال بھول گیا۔ اس وقت آپ کی زبان بندھی تھی تو میرے ہاتھ پکڑا اور اپنی داڑھی کا خلال کیا۔ بزرگوں میں سے ایک نے یہ بات سنی تو کہا کہ ایسے شخص کو کیا کہہ سکتے ہو کہ آخر عمر میں اس سے شریعت کا کوئی ادب بھی فوت نہ ہوا ہوا' بکیر یہ بھی کہتے ہیں کہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ کو اس بیماری میں ایک جمعہ آیا۔ کہا کہ جامع مسجد میں چلوں گا۔ میرے ہاتھ پر سہارا لگائے ہوئے تھے اور چلے جاتے تھے۔ ایک شخص ہم کو راستہ میں ملا۔ شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا' بکیر۔ میں نے کہا' حاضر ہوں۔ فرمایا کہ کل تم کو اس مردے کا کام پڑے گا۔ پھر ہم چلے گئے اور نماز جمعہ پڑھی۔ پھر گھر میں آ گئے۔ رات کو آپ کا انتقال ہو گیا۔ لوگوں نے کہا' فلاں جگہ ایک نیک بخت مرد ہے جو مردوں کو غسل دیتا ہے۔ میں صبح کے وقت اس کے گھر گیا اور آہستہ اس کے دروازہ

کو کھٹکھٹایا اور کہا السلام علیکم۔ گھر میں سے اس نے کہا' کہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ فوت ہو گئے۔ میں نے کہا' ہاں۔ پھر وہ
ہر نکلا۔ میں نے اسے دیکھا تو وہی مرد تھا جو مسجد کی راہ میں ملا تھا۔ میں نے تعجب سے کہا لا الــــہ الا اللہ کہا تم
تعجب کیوں کرتے ہو۔ میں نے اس کا سبب بتلا دیا۔ اس کے بعد میں نے اس کو قسم دی کہ تم نے کیونکر معلوم کیا کہ
شبلی رحمۃ اللہ علیہ فوت ہو گئے۔ کہا اے بیوقوف میں نے وہاں سے معلوم کر لیا جہاں سے کہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے
جان لیا تھا کہ آج اس کو مجھ سے کام ہے۔

۲۱۶- ابو بکر یزدا نیار ارموی رحمۃ اللہ علیہ

آپ طبقہ چہارم میں سے ہیں۔ آپ کا نام حسین بن علی ین یزدانیار' آپ کا تصوف میں خاص طریق ہے
کہ جو آپ ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔ بعض مشائخ جیسے شبلی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے ان پر انکار کیا تھا اور وہ بعض
مشائخ عراق اور ان کے اقوال پر انکار کرتے تھے۔ آپ علوم ظاہریہ علوم معاملات و معارف کے عالم تھے۔ شیخ
الاسلام کہتے ہیں ابو بکر یزدانیار نے اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا تو کہا خداوندا مجھے ایک ضرورت ہے کہا اس سے
بڑھ کر تجھے کیا حاجت ہو گی کہ صوفیوں کی قید سے میں نے تم کو نکال دیا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ان سے لوگوں
نے پوچھا اوست نیہ الصوفیہ یعنی صوفیہ کا دستبند کیا ہے۔ کہا' الحال المحال و الاشارات الباطلہ یعنی حال
غیر واقعہ اور اشارات بے فائدہ۔ ان کے انکار کا صوفیوں کے ساتھ بڑا قصہ ہے اور اس میں اشکال ہے۔ یہ بڑے
مرد ہیں' لیکن ان کا حال ظاہر میں مشتبہ ہے اور باطن میں محقق ہے۔ آپ فرماتے ہیں الـمـلائـکۃ حـراس
السماء واصحاب الحدیث حراس السنۃ والصوفیۃ حراس اللہ یعنی فرشتے آسمان کے اور اہلحدیث
سنت کے اور صوفیہ کرام خدا کے محافظ ہیں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں ابو العباس نہاوندی نے ایک دن صبح کی نماز کے
بعد تمام صوفیوں کو سوتا ہوا دیکھا تو کہا کہ سب سو رہے ہیں تو کون سعی کرے گا؟ یعنی اس کے حکم کی اور اس کی
محبت اور اس سے درستی کون کرے گا؟ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ تم مجھے دیکھتے ہو کہ صوفیوں پر انکار کرتا ہوں۔ واللہ
میں ان پر غیر کی وجہ سے انکار کرتا ہوں کہ یہ لوگ خدا کے اسرار غیر اہل پر ظاہر نہ کریں ورنہ یہ لوگ جہان کے
سرداروں میں ہیں اور میں ان کی محبت سے خدا کا تقرب ڈھونڈھتا ہوں۔ آپ یہ بھی کہتے ہیں کہ الـمـعـرفۃ
تحقق القلب بواحدانیۃ اللہ تعالیٰ یعنی معرفت یہ ہے کہ خدا کی توحید پر دل ثابت ہو جائے۔ وہ یہ بھی کہتے
ہیں' المحبۃ اصلھا الموافقہ والمحب ھوالذی یوتر رضا محبوبہ علی کل شئی یعنی اصل محبت

موافقت ہے اور محبت وہ ہے جو اپنے محبوب کی رضا کو ہر چیز پر ترجیح دے۔ یہ بھی ان کا مقولہ ہے۔ من استغفر وھو ملازم للذنب حرم اللہ علیہ التوبۃ و الامایۃ الیہ یعنی جو شخص کہ استغفار کرے اور گناہ بھی کرتا رہے تو خدائے تعالیٰ اس پر توبہ اور رجوع الی اللہ کو حرام کر دیتا ہے۔ (ارموی یا ازوی نامی)

۲۱۷۔ ابوبکر صیدلانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بڑے مشہور مشائخ میں سے ہیں۔ شبلی رحمۃ اللہ علیہ ان کو بڑا سمجھتے تھے۔ فارس کے علاقہ کے ہیں اور نیشاپور میں فوت ہوئے۔ وہ فرماتے ہیں کہ خدا سے صحبت رکھو اور اگر ایسا نہیں کر سکتے تو اس کی خدمت میں رہو کہ جو خدا کی صحبت میں رہتے ہیں تاکہ ان کی صحبت کی برکت تم کو وہاں تک پہنچا دے۔ یہ بھی آپ کہتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ کے ساتھ بہت بیٹھو اور لوگوں کے ساتھ تھوڑا۔ آپ کے مریدوں میں سے ایک مرید کہتا ہے کہ آپ کی وفات کے بعد میں نے ان کی قبر کیلئے ایک تختی بنائی اور ان کا نام اس پر لکھا۔ لوگوں نے بگاڑ دیا۔ میں نے پھر درست کر کے لکھا پھر خراب کر دیا۔ ایسا ہی چند دفعہ میں نے کیا۔ ہر چند درست کرتا تھا لوگ بگاڑ دیتے تھے اور کسی دوسری قبر سے ایسا نہ کرتے تھے۔ اس کا بھید استاد ابوعلی دقاق سے میں نے پوچھا تو کہا کہ وہ مرد دنیا میں گمنامی اختیار کر چکا تھا۔ خدائے تعالیٰ اس کو پوشیدہ رکھنا چاہتا ہے۔ تم چاہتے ہو کہ اس کو ظاہر کرو یہ کیسے ہو سکتا ہے۔

۲۱۸۔ ابوبکر خباز (نان بائی) بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

آپ جریری کے استادوں میں ہیں۔ فرماتے ہیں العیال عقوبۃ تنقذ شھوات الحلال یعنی عیالداری ایک عذاب ہے جو کہ حلال شہوتوں کے پنجہ سے چھڑاتا ہے۔

۲۱۹۔ ابوبکر بن عیسیٰ المطوعی رحمۃ اللہ علیہ

آپ ابہر کے رہنے والے ہیں۔ ابوبکر کے ہمزمان ہیں لیکن ان سے بڑے ہیں۔ ابوبکر طاہر ان کے پاس ایسی حالت میں آئے کہ وہ قریب المرگ تھے۔ ان سے کہا کہ احسن ظنک بربک یعنی تم اپنے رب کے ساتھ اچھا گمان رکھو۔ انہوں نے جواب دیا کہ مجھ سے ایسی باتیں کرتے ہیں اگر ہم کو چھوڑ دے تو اس کی عبادت کریں۔ اگر بلائے تو فرمانبردار ہیں اور چل دیں۔ آپ ۳۰۵ ہجری میں فوت ہوئے۔

۳۲۰- ابوبکر بن طاہر الابہری رحمۃ اللہ علیہ

آپ چوتھے طبقہ سے ہیں۔ آپ کا نام عبداللہ بن طاہر بن الحارث الثائی ہے۔ پہاڑی مشائخ کے بڑے لوگوں میں سے ہیں۔ شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمعصر تھے۔ عالم پرہیز گار تھے۔ یوسف بن حسین کی صحبت میں رہے ہیں۔ مظفر کرمان شاہی کے رفیق تھے۔ شیخ مہلب بن احمد بن مرزوق مصری کہتے ہیں کہ میں بہت سے مشائخ کی خدمت میں رہا لیکن جو نفع کہ ابوبکر طاہر کی صحبت میں پہنچا وہ اور کسی کی صحبت میں نہیں ملا۔ ۳۲۰ھ میں وفات پائی۔ ایک دن آپ بزاز کی دکان پر گزرے بزاز کا لڑکا آپ کا مخلص دوست تھا۔ جب اس نے شیخ کو دیکھا تو دکان سے اٹھا اور ان کے پیچھے چل دیا۔ بزاز آیا تو لڑکا دکان پر نہ پایا۔ غصہ میں آ کر لڑکے کے پیچھے چلا۔ اس کو پا لیا کچھ دیر ناراض ہوگیا۔ شیخ ابوبکر اس کو پھر دکان پر لے گئے۔ اس لئے شیخ بھی ساری رات رنجیدہ خاطر رہے۔ دوسرے دن اپنی ایک لونڈی لے کر اسی بزاز کی دکان پر گئے۔ اس کو باہر بلا کر کہا کہ میں رات رنجیدہ خاطر رہا ہوں۔ دنیا کے مال سے میرے پاس یہ لونڈی ہے اگر قبول کرتے ہو تو اس رنج کے بدلے جو پہنچا ہے دیتا ہوں اور اگر قبول نہیں کرتے تو میں نے اس کو آزاد کر دیا۔ وہ شخص شیخ کے پاؤں پر گر پڑا اور کہا' اے شیخ! میں نے قصور کیا ہے۔ کیا آپ معاف نہیں کرتے؟ فرمایا کہ بے شک تو نے قصور کیا ہے لیکن مجھ کو مارتے ہیں۔ (یعنی اس تمہارے رات کے رنج کے سبب) لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ حقیقت کیا شے ہے؟ فرمایا کہ وہ سب علم ہی ہے۔ پھر پوچھا کہ علم کیا چیز ہے؟ فرمایا کہ وہ سب حقیقت ہے۔ آپ فرماتے ہیں **الجمع جمع المتفرقات والمتفرقة المجموعات فاذا جمعت قلت اللہ واذا فرقت نظرت الی الاکوان** یعنی متفرقات کا ایک کرنا جمع ہے اور مجموعہ کا علیحدہ کرنا تفرقہ ہے۔ پس جب جمعیت ہو تو اللہ کہو اور جب تفرقہ کرے تو مخلوق کو دیکھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا' جو کعبہ کو وداع کرتا تھا۔ روتا تھا اور یہ شعر پڑھتا تھا۔

الارب من یدنو ویزعم انه   لحبک والنائی اود واقرب

یعنی یاد رکھو بہت سے قریب ہے اور گمان کرتے ہیں کہ تیرے دوست ہیں لیکن بعض بعید زیادہ دوست اور زیادہ قریبی ہیں۔

۲۲۱- ابوبکر بن ابی سعدان رحمۃ اللہ علیہ

آپ چہارم طبقہ میں سے ہیں۔ آپ کا نام احمد بن محمد بن ابی سعدان ہے۔ بغدادی اور حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کے یاروں میں سے ہیں۔ رودباری کے ہمعصر ہیں۔ اس گروہ میں اپنے زمانہ میں سب سے بڑھ کر عالم مشائخ تھے۔ ابوالحسن جدیق اور ابوالحسن فرغانی فرماتے ہیں کہ اس وقت میں صوفیہ میں سے صرف دو شخص رہ گئے ہیں۔ ابوعلی رودباری مصر میں اور ابوبکر بن ابی سعدان عراق میں اور ابوبکر ابوعلی سے بڑھ کر عالم ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ جو شخص صوفیوں کی صحبت میں رہے۔ اس کا نفس نہ ہونا چاہئے اور نہ دل ہو' نہ ملک جبکہ سبب کی طرف دیکھے تو وہ اپنے مقصد تک نہ پہنچ سکے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں **الصوفی ھو الخارج عن النعوت والرسوم والفقیر ھو الفاقہ الطریق للاسباب فقد السبب اوجب لہ اسم الفقر وسھل لہ الطریق الی المسبب** یعنی صوفی وہ ہے کہ جو احوال و آثار کی تاثیر و تصرف سے نکل گیا ہو اور فقر وہ ہے کہ جو اسباب سے ہاتھ نکال لے۔ سب سے گزر جانا' فقر کے نام کا موجب ہے۔ پھر اس کو سبب سے سبب کی طرف راستہ آسان ہو جاتا ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں **من لم ینطرف فی التصوف فھو غبی ای جاھل** یعنی جو شخص کہ تصوف میں عجیب باتیں نہیں کرتا' وہ غبی یعنی جاہل ہے۔ شیخ ابوعبداللہ خفیف کہتے ہیں کہ رویم نے بغداد میں نماز عید کے بعد مجھ سے کہا کہ کیا تم ابن ابی سعدان کو پہچانتے ہو؟ میں نے کہا کہ ہاں کہا کہ جاؤ اور کہو کہ آج ہم کو اپنی مجلس اور محبت سے جلد مشرف کریں۔ میں گیا اور ان کو گھر ہی میں پایا۔ وہ دہلیز میں بیٹھے ہوئے تھے کہ وہاں پر ایک پرانے بوریا کے ٹکڑے کے اور کچھ نہ تھا۔ اس پر بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے جا کر پیغام پہنچایا۔ کہا کہ اس دسترخوان کو لے لے اور ایک شخص باہر ہے' اس کو دے کہ کھانا لائے۔ میں نے دل میں کہا' شاید ابومحمد رویم کی دعوت منظور نہیں کرتے۔ انہوں نے کہا' ہاں منظور ہے' **ولکن روی عن علی رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعی الی مائدۃ وھی التی تسمونھا الولیمۃ فقال قم بنایا علی الی البیت تاکل کسیرۃ لنحسن مواکلنا مع الناس** یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھانے کی طرف جس کو تم لوگ ولیمہ کہتے ہو بلائے گئے۔ تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے علی ہمارے ساتھ گھر کو چل۔ ایک ٹکڑہ روٹی کا کھالیں تاکہ لوگوں کے ساتھ ہمارا کھانا اچھا ہو جائے۔ میں نے دسترخوان کو اٹھایا اور اس شخص کو دیا وہ تین روٹیاں اور سالن لایا۔ پھر وہ میں نے کھائیں اور روانہ ہوئے۔

۲۲۲- ابوبکر عطوفی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام محمد بن علی بن حسین بن وہب عطوفی ہے۔ جنید رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں۔ رملہ میں ۳۴۵ ھ میں پیدا ہوئے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ میرے استاد جنید رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فرمایا کہ اگر کسی ایسے کو دیکھو کہ اس گروہ صوفیہ کا معتقد ہے اور ان کی باتیں قبول کرتا ہے تو اس سے ضرور کہہ دو کہ مجھے دعا میں یاد رکھے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ حلاج ''کتاب عین الجمع'' کے آخر میں لکھتے ہیں کہ جو شخص ہماری باتوں پر ایمان رکھتا ہے اور اس کو اس میں دلچسپی اور لذت ہے تو اس کو میرا اسلام کہو۔ شیخ عمو فرماتے ہیں کہ شیخ سیروانی یہ کہتے تھے اگر تم کو طاقت ہے تو خراسان میں ایسے شخص کی زیارت کو جاؤ جو ہم کو دوست رکھتا ہے۔ شیخ عباس فرماتے ہیں کہ شیخ سیروانی کا یہ مقولہ ہے۔ کہتے تھے' میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ تم ایسے شخص کے ساتھ جو گروہ صوفیہ کا دوست ہے بھلائی کرو۔

۲۲۳- ابوبکر سکاک رحمۃ اللہ علیہ

آپ فرماتے ہیں کہ موت کا مشتاق زندہ کی اس لذت سے جو اس کو شربت پینے سے ہوتی ہے' بڑھ کر لذت پایا ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں' اس خدا کی قسم کہ جس کے سوا اور کوئی خدا نہیں کہ نیک بخت کو کوئی دن اس دن سے کہ جس میں عزرائیل اس کے پاس آتا ہے کوئی اور دن سب سے بہتر سب سے خوشتر نہیں آتا۔ وہ کہتا ہے کہ تم مت ڈرو' کیونکہ ارحم الراحمین کے پاس جاتے ہوئے اور اپنے وطن میں سمجھائے ہو۔ بزرگ عید کو جاتے ہو۔ یہ جہان ایک منزل ہے' جو مومن کا قید خانہ ہے۔ یہاں کا رہنا عاریتاً ہے۔ یہاں بہانہ ہے۔ ایک دم یہاں بہانہ کو قطع اور دور کرتا ہے اور حقیقت کی طرف لوٹتا ہے۔ پھر ہمیشہ کی زندگی تک پہنچ جاتا ہے۔

موت المتقی حیات لاانقطاع لھا ‏ ‏ ‏ قدمات قوم وھم فی الناس احیاء

یعنی پرہیزگاروں کی موت زندگی ہے۔ جس کا انقطاع نہیں ہے۔ قوم تو مر گئی' لیکن وہ لوگ زندہ ہیں۔

۲۲۴- ابوبکر سفار رحمۃ اللہ علیہ یا ابوسقی رحمۃ اللہ علیہ

آپ فرماتے ہیں کہ میں کشتی میں تھا ہوا چلی اور موج آ گئی۔ لوگ دعا میں فریاد کرتے تھے۔ کشتی میں ایک درویش تھے کہ جنہوں نے گدڑی میں سر لپیٹا ہوا تھا۔ لوگ ان کے پاس گئے اور کہنے لگے کہ تم دیوانہ ہو؟ لوگ دعا

میں زار زار رو رہے تھے۔ تم بھی کچھ کہو۔ انہوں نے گدڑی سے سر باہر نکالا اور آدھا شعر پڑھا

عجبت لقلبک کیف القلب

یعنی میں تیرے دل سے تعجب کرتا ہوں کہ وہ کیسے پلٹ گیا۔ یہ کہہ کر پھر گدڑی میں سر کر لیا۔ لوگوں نے کہا کہ یہ کیا ہے؟ دیوانہ ہے۔ اس کو کہتے ہیں کہ دعا کر وہ بیت پڑھتا ہے۔ انہوں نے پھر سر گدڑی سے نکالا اور باقی مصرعہ پڑھا۔

وشدة حبک لی لم ذهب

یعنی تیری بڑی محبت جو مجھ سے تھی کیوں جاتی رہی؟ جب یہ شعر پڑھا تو ہوا کچھ کم ہوئی۔ لوگوں نے اس سے کہا کہ کچھ اور کہیئے پھر انہوں نے سر باہر کیا اور ایک شعر اور پڑھا۔

واعجب من ذا وذا انی　　اراک بعین الرضا فی الغضب

یعنی ان سب سے زیادہ عجیب یہ بات ہے کہ میں تجھے غضب کی حالت میں خوشی کی آنکھ سے دیکھتا ہوں۔ تب موج ٹھہر گئی اور ہوا بند ہو گئی۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ اس نے دو بیت پڑھے' لیکن میں نے تیسرا بھی دیکھا ہے وہ یہ ہے۔

فان جدت بالوصل احییتنی　　والا فهذا الطریق العطب

یعنی اگر تو اپنے وصل سے مجھ پر بخشش کرے تو مجھے زندہ کر دے' ورنہ یہ طریقہ ہلاکت کا ہے۔

۲۲۵- ابوبکر المصری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام محمد ابراہیم ہے۔ ابوبکر دقی کے استاد ہیں۔ زقاق کبیر کے شاگرد ہیں۔ جنید رحمۃ اللہ علیہ و نوری رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہے ہیں۔ ۳۴۵ھ کی ماہ رمضان میں ابوبکر عطوفی کے ساتھ فوت ہوئے ہیں۔ ابوبکر مصری کہتے ہیں میں جنید رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تھا اور وہاں پر ابوالحسن نوری اور صوفیوں کی ایک جماعت موجود تھی۔ قوال غزل پڑھ رہا تھا۔ نوری اٹھے اور کودنے لگے لیکن جنید رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے تھے۔ نوری جنید رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے اور کہا کہ اٹھ اور یہ آیت پڑھی انما یستجیب الذین یسمعون یعنی بے شک وہ لوگ مانتے ہیں جو سنتے ہیں۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا وتری الجبال تحسبها جامدة وهی تمر مر السحاب یعنی دیکھے گا تو پہاڑوں کو کہ جمے ہوئے ہیں۔ حالانکہ وہ اس طرح چلتے ہیں جیسے بادل۔

۲۲۶-ابوبکر الدقی قدس اللہ تعالیٰ سرہ

آپ پانچویں طبقہ میں سے ہیں۔ آپ کا نام محمد بن داؤد دمشقی ہے۔ کہتے ہیں' دراصل دینوری ہیں' لیکن شام میں رہتے تھے۔ آپ کی عمر ایک سو بیس سال کی تھی۔ ابوعلی رودباری کے ہمزمانہ تھے اور ابن جلا کی صحبت میں رہے ہیں اور انہی سے ان کی نسبت صحیح ہے۔ زقاق کبیر کے شاگرد ہیں۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا تھا۔ ابوبکر مصری کی صحبت میں رہے ہیں۔ مجرد جہان تھے۔ مشائخ میں بڑے اور بہت اچھے حال پر تھے۔ ۳۵۹ھ میں دنیا سے رحلت کی۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ابوعبداللہ باکو کہتے تھے کہ غلام دقی فرماتے تھے **العافية و التصوف لایکون** یعنی آرام اور تصوف دونوں جمع نہیں ہو سکتے اور حضرمی کہتے ہیں **ماللصوفي العافية** یعنی صوفی کیلئے آرام نہیں ہے۔ صوفی کو آرام سے بھلا کیا مطلب؟ شیخ ابوبعداللہ رودباری کو دریا کے کنارہ پر وسوسہ رہتا' وضو کرتے تھے ہوا آتی اور ان کے ہاتھ پاؤں پھٹ جاتے اور ان سے خون نکلتا تھا۔ تب لاچار ہو کر یہ عرض کرنے لگے **الهي العافية** خداوندا آرام دے۔ آواز آئی۔ **العافية في العلم** یعنی **الشريعة** یعنی آرام تو علم شریعت میں تھے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ابوبکر دقی فرماتے ہیں ہم نصیبین میں مہمان بن کر گئے۔ سمیعی رحمۃ اللہ علیہ کا وقت خوش تھا۔ قوال بھی اچھا تھا۔ کوئی بیگانہ موجود نہ تھا' لیکن کچھ مزہ نہ آیا اور نہ کسی کا حال ہوا۔ سب چپ چاپ بیٹھے تھے۔ سمیعی کہنے لگے **وقت طيب وقوال طيب وما فينا ضد فما هذا الجمود** یعنی وقت بھی اچھا ہے' قوال بھی اچھا ہے اور ہم میں کوئی مخالف بھی نہیں ہے۔ پھر یہ سکون کیا ہے؟ دقی کہتے ہیں کہ میں نے کہا **وقتنا فوق السماء** یعنی ہمارا وقت آسمان پر ہے۔ سمیعی نے کہا کہ تم کیا کہتے ہو؟ کہا جو کچھ وہ پڑھتا ہے۔ وہ سب میں اور تو کی بات ہے اور ہمیشہ کان میں میں اور تو آتا رہتا ہے۔ تصوف میں میں اور تو کہاں ہوتا ہے۔ صوفی کیلئے تو سوا ایک کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ اس بات سے لوگوں کو حال آ گیا اور شور مچ گیا۔ سب نے کپڑے پھاڑ لئے گرے پڑتے تھے۔ ایسا کوئی نہ تھا کہ جس نے اپنے کپڑے نہ پھاڑے ہوں۔

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ایک دفعہ دقی رحمۃ اللہ علیہ جنگل میں رونے لگے اور یہ کہا کہ الٰہی اپنی اس حقیقت میں سے جو مجھے تو نے دی ہے' کچھ حصہ میرے دل پر ظاہر کر کہ جس سے مجھے آرام ملے۔ کچھ ان پر ظاہر ہوا' جس سے وہ رونے لگے اور قریب تھا کہ ہلاک ہو جائیں۔ پھر کہا الٰہی اب اس کو بند کر دے کیونکہ مجھے اس کی طاقت نہیں ہے۔ پھر اس کو بند کر دیا گیا۔ شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ غیب اور غیب دانوں کا چھپا دینا خدا کی رحمت ہے کہ

جس کی اس جہان میں گنجائش نہیں جو چیز کہ اس جہان سے ظاہر ہو وہ آدمی کو اسی وقت ہلاک کر دیتی ہے یا کہ عقل اس کو اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتی۔ اس کے حالات اور اس میں بدل جاتے ہیں۔ اب جو چیز غیب اور حقیقت میں ہے اس کا پوشیدہ رہنا بہتر ہے۔ اس کے خیال میں نہ رہنا چاہئے۔ غیب اور حقیقت کی سرائے میں یہ دنیا بہانہ کی سرا اور تاریک قید خانہ ہے۔ جب مدت پوری اور روزی کشادہ ہو جائے تو حقیقتوں اور غیب کے دروازہ کھل جایا کرتے ہیں۔ دقی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں **علامات القرب الانقطاع عن شئی کل سوی اللہ** یعنی قرب خدا کی علامت یہ ہے کہ تمام ماسوا اللہ سے قطع تعلق ہو جائے۔ وہ یہ بھی فرماتے ہیں **کلام اللہ تعالیٰ اذا جاء علی السرائر باشراقة زالت لبشرية برعونا نهتا وسئل عن سوء ادب الفقراء مع اللہ فی احوالهم قال ذلک انحطاطهم من حقيقة العلم الی ظاهر العلم** یعنی جب خدا کا کلام دلوں پر چمکتا ہوا آتا ہے تو بشریت اپنے غرور کے ساتھ جاتی رہتی ہے اور ان سے پوچھا گیا کہ خدا کی جناب میں فقراء کا اپنے حال میں بے ادب ہونا کس طرح ہے؟ کہا کہ ان کا حقیقت علم سے تنزل کر کے ظاہر علوم پر آ جانا بے ادبی ہے۔

۲۲۷- ابوبکر طمستانی قدس اللہ تعالیٰ سرہ

آپ پانچویں طبقہ کے ہیں۔ فارس کے رہنے والے شبلی اور ابراہیم دباغ شیرازی کے شاگردوں میں ہیں۔ آپ بڑے مشائخ میں ہیں۔ کرامات و نشانات میں آپ یگانے تھے۔ شبلی رحمۃ اللہ علیہ اپنے حال اور وقت میں ان کی بڑی قدر و منزلت کرتے تھے۔ فارس کے مشائخ کی صحبت میں رہے ہیں۔ وہ ان کی بہت قدر کیا کرتے تھے۔ بے ہوشی اور محبت ان پر غالب تھی۔ ان کے اشارے اور باتیں بڑی تھیں۔ فارس میں ان کی بات سننے کی کسی میں طاقت نہ تھی۔ مشائخ وقت نے یہ بہتر جانا کہ وہ خراسان میں جائیں۔ نیشاپور آ کر وہیں ۳۴۰ھ کے بعد انتقال کیا۔ آپ فرماتے ہیں **ما الحيوة الا فی الموت** یعنی زندگی بجز موت کے اور کچھ نہیں یعنی **ماحيوة القلب فی اماتته النفس** یعنی دل کی زندگی موت نہیں ہو سکتی۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ کوئی زندہ جب تک مرتا نہیں زندہ نہیں رہتا۔ جب تک تو اپنی خودی سے نہ مرے گا۔ اس کے ساتھ زندہ نہ رہے گا۔ کسی نے ابوبکر طمستانی سے کہا کہ آپ مجھے وصیت فرمائیں فرمایا **الهمة الهمه فان عليها مدار الامور واليها يرجع الامور** یعنی ہمت کرنی چاہئے کیونکہ اس پر تمام کا دارومدار ہے اور اسی کی طرف تمام امر رجوع کرتے ہیں۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ بڑی نعمت یہ ہے کہ نفس کی خواہشات سے نکل جائے کیونکہ نفس تم میں اور خدا میں بڑا پردہ ہے۔ یہ بھی ان کا

مقولہ ہے کہ اپنے نفس کی خواہشات سے نفس کے ارادہ سے نکلنا ممکن نہیں بلکہ اپ نفس کی خواہشات سے اسی کی توفیق اور صحیح ارادہ سے ٹوٹ سکتے ہیں۔

۲۲۸- ابوبکر فرا قدس اللہ تعالیٰ روحہ

آپ پانچویں طبقہ میں سے ہیں۔ آپ کا نام محمد بن احمد بن حمدون فرا ہے۔ نیشاپور کے بڑے مشائخ میں سے ہیں۔ بڑے دانا تھے۔ شیخ عمو نے ان کو دیکھا ہے اور کہا کہ اگر میں ابوبکر فرا کو نہ دیکھتا تو صوفی نہ ہوسکتا۔ آپ کی صحبت ابوعلی ثقفی عبداللہ منازل' ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ' ابوبکر طاہر ابہری مرتعش وغیرہم سے رہی ہے۔ مشائخ میں یگانہ طریقت میں بہت اچھے تھے۔ ۳۷۰ھ میں انتقال ہوا تھا۔ شیخ عمو کہتے ہیں کہ ہم ایک جماعت کے ساتھ حج کے ارادہ سے نکلے جب نیشاپور میں پہنچے میرے ساتھی کہنے لگے کہ ابوبکر فرا کی زیارت کو نہ جانا کیونکہ وہ کہتے ہیں' ماں باپ کے پاس رہو۔ پھر تم چلے جانا کچھ دیر تو میں سوچنے لگا' لیکن آخر میں نے کہا کہ کیا مضائقہ ہے۔ شاید پھر جاؤں اور ان کی ملاقات نہ ہوسکے۔ آخر میں گیا اور ان کو مسجد میں نہ پایا۔ جب تھوڑی دیر گزری تو میں نے دیکھا کہ وہ مسجد کے دروازہ میں سے آئے۔ شوریدہ حال اور چند چمڑے ہاتھ میں تھے۔ میں نے سلام کہا جواب میں وعلیک السلام کہا۔ پوچھا کہاں سے آئے ہو؟ میں نے کہا ہرات سے۔ فرمایا کہاں جاتے ہو۔ میں نے کہا' کعبہ کی طرف۔ پوچھا تمہارا باپ ہے۔ میں نے کہا' ہاں فرمایا' واپس چلا جا اور باپ کی خدمت کر۔ میں نے کہا' بہت اچھا ایسا ہی کروں گا۔ جب میں دوستوں کے پاس آیا تو انہوں نے مجھے اس قدر سمجھایا کہ میں کعبہ کے جانے کیلئے تیار ہوگیا لیکن مجھ کو سخت بخار آ گیا۔ دوسرے روز پھر میں شیخ ابوبکر کی خدمت میں گیا تو فرمایا' **نقضت العهد** یعنی تم نے وعدہ خلافی کی ہے۔ میں نے کہا' اے شیخ میں توبہ کرتا ہوں۔ فرمایا' **من لم یوثر الله علی کل شئی لایصل علی قلبه نور المعرفة بحال** یعنی جو شخص خدائے تعالیٰ کو ہر شے پر ترجیح نہیں دیتا تو اس کے دل پر معرفت کا نور کبھی نہیں پہنچتا۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں **کتمان الحسنات اولی من کتمان السیئات فانک ذالک ترجو النجاة** یعنی نیکیوں کا چھپانا گناہوں کے چھپانے سے بہتر ہے کیونکہ ان سے تم کو نجات کی امید ہے۔

۲۲۹- ابوبکر الشبہی قدس اللہ تعالیٰ سرہ

آپ پانچویں طبقہ کے ہیں۔ آپ کا نام محمد بن جعفر شبہی ہے۔ مشائخ کے وقت جوانمردوں میں ہیں۔ نیشاپور میں شیخ ابوعثمان حیری کی صحبت میں رہے ہیں۔ ان کا ۳۶۰ھ سے پہلے انتقال ہوا ہے۔ آپ فرماتے ہیں'

الفتوة حسن الخلق وبذل المعروف یعنی اچھا خلق اور احسان کرنا جوانمردی ہے۔

۳۳۰- ابوبکر طرسوسی قدس اللہ سرہ

شیخ الاسلام نے آپ کو چھٹے طبقہ میں گنا ہے۔ آپ کا نام علی بن احمد طرسوسی ہے۔ برسوں مکہ میں مجاور رہے ہیں۔ آپ کو طاؤس الحرمین کہتے ہیں۔ عبادت کی وجہ سے آپ بزرگ ہوئے ہیں۔ ابوالحسین مالکی کے شاگرد ہیں۔ ابراہیم شبیان کرمانشاہی کی صحبت میں رہے ہیں اور انہیں کے مرید تھے اور ۳۷۴ھ میں مکہ معظمہ میں آپ کا انتقال ہوا ہے۔ شیخ سلمی نے آپ کو دیکھا تھا لیکن تاریخ میں اس کا ذکر نہیں لائے۔ شیخ سیروانی کے ہمعصروں میں تھے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ شیخ عباس فقیر نے مجھ سے کہا تھا کہ شیخ ابوبکر حری کہتے تھے' میں مکہ میں ایک شخص کا مہمان تھا۔ ان کی ایک لونڈی تھی کہ کچھ پڑھ سکتی تھی۔ لونڈی نے یہ شعر پڑھا۔

لامنی فیک معشر فاقلوا او کثروا

یعنی تیرے بارے میں مجھے لوگوں نے ملامت کی۔ پھر اس میں کمی یا بیشی کی۔ ایک درویش کھڑا ہو گیا اور اس نے چند آوازیں لگائیں اور کہا کہ تیری محبت میں سوا تیرے اور کسی نے ملامت نہیں کی۔ یہ کہا اور گر پڑا اور اس کا انتقال ہو گیا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ابوعبداللہ باکو فرماتے ہیں۔ ابوایوب بخار قزوین کے گھر میں مکہ معظمہ کی سماع میں تھے۔ قوال فارسی میں غزل گا رہا تھا۔ وہ سیدھے کھڑے ہو گئے اور گر کر جاں بحق ہو گئے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ابوالقاسم شاتح ایک قوم کے ساتھ مہمان تھے۔ قوال نے یہ اشعار پڑھے۔

کل بیت انت ساکنه غیر محتاج الی السراج

وجھک المیعون حجتنا یوم یاتی الناس بالحجج

لااتاح اللہ لی فرجا یوم ادعو عنک بالفرج

یعنی جس گھر میں تم رہتے ہو اس کو چراغ کی ضرورت نہیں۔ تیرا مبارک چہرہ اس دن جبکہ لوگ دلائل پیش کریں گے۔ ہماری دلیل ہے' جس دن کہ میں تجھ سے خلاصی چاہوں' خدا مجھ کو خلاصی نہ دے۔ ابوالقاسم ساتح نے داہنا ہاتھ نکالا اور چلا کر گر پڑے۔ لوگوں نے دیکھا تو فوت ہو چکے تھے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ایک صوفی کہتا ہے۔ نیشاپور میں ایک حادثہ پیش آیا کہ جس کی وجہ سے لوگ شہر سے باہر چلے گئے تھے اور میں مسجد میں تھا۔ اس مسجد کے گوشہ میں ایک درویش تھا۔ ایک قوال آیا۔ درویش نے اس سے کہا کہ کچھ کہو۔ اس نے یہ شعر

پڑھے۔

الفیت بینی و بین الحب معرفته　　　لاتنقضی ابدالوینقطعی الابد

لاخرجن من الدنیا وحبکم　　　بین الجوانح لم یشعربه احد

یعنی میں نے اپنی اور تمہاری محبت کے درمیان ایسی آشنائی پیدا کی ہے کہ وہ کبھی ختم نہ ہوگی۔ جب تک ابد ختم نہ ہو۔ میں دنیا سے ایسے وقت نکلوں گا کہ تمہاری محبت میری پسلیوں میں ہوگی۔ جس کو کوئی معلوم نہ کرے گا۔ وہ درویش یہ سن کر گر پڑا اور تڑپتا تھا۔ ظہر و عصر کے درمیان پھر آرام میں ہوگیا۔ جب میں نے دیکھا وہ فوت ہو چکا تھا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ یاک صوفی شہر ابلہ میں جو کہ بصرہ و کوفہ کے درمیان ہے۔ چلا جاتا ہے۔ ایک مکان کے نیچے سے گزرا۔ اس مکان میں ایک امیر آدمی تھا اور اس کی ایک لونڈی تھی کہ کچھ پڑھتی تھی۔ اس صوفی نے یہ آواز سنی کہ وہ یہ شعر پڑ رہی تھی۔

کل یوم تتلون غیر هذابک احسن　　　کل یوم تتحول غیر هذابک اجمل

یعنی تو ہر روز رنگ بدلتا ہے اور سوا اسکے تجھے بہت اچھا معلوم ہوتا ہے۔ ہر دن تو بدلتا رہتا ہے اور اس کے سوا تجھے بہت خوب ہے۔ درویش کو یہ شعر بہت اچھا معلوم ہوا اور منہ کے بل گر پڑا۔ پھر کہا کہ اے لونڈی تجھے خدا کی قسم اور اپنے آقا کی عمر کی قسم اس شعر کو دوبارہ پھر پڑھنا۔ لونڈی اسی کا تکرار کرتی تھی۔ مالک نے لونڈی سے کہا کہ تم اسی شعر کو کیوں پڑھتی ہو اور کیوں نہیں چھوڑتی؟ اس نے کہا کہ ہمارے مکان کے نیچے ایک درویش ہے۔ اس کو اس شعر پر حال آ گیا ہے اور اس کا وقت خوش ہوا ہے۔ اس لئے اسی کو دہراتی ہوں۔ مالک مکان نے نیچے نگاہ کی اور اس غریب کو دیکھا کہ خوش ہو رہا تھا اور رقص کر رہا تھا۔ آخر فریاد کی اور گر پڑا اور جان بحق تسلیم کی۔ اس مالک نے جب یہ حال دیکھا تو اس کا اپنا حال متغیر ہوگیا۔ لونڈی کو آزاد کر دیا اور شہر کے بڑے بوڑھوں کو بلا کر اس درویش کی نماز جنازہ پڑھی اور دفن کر دیا اور ان بزرگوں نے کہا کہ مجھے آپ لوگ پہنچاتے ہیں۔ میں فلاں بن فلاں ہوں۔ آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ جو کچھ میرے پاس مال و اسباب ہے۔ سب کو میں نے درویشوں پر وقف کر دیا اور مکان کو بھی خدا کی راہ میں دے دیا۔ زر و سیم کو چھوڑ کر صرف دو کپڑے نکال لئے ایک ازار باندھ لی اور ایک کرتہ پہن لیا اور ایک چادر کندھے پر ڈال کر جنگل کی راہ لی۔ لوگ دیکھتے تھے کہ وہ ان کی آنکھوں سے روتا ہوا غائب ہوگیا۔ اس کے بعد اس کو کسی نے نہ دیکھا' نہ اس کا حال سنا۔ ابوالحسن دراج اور فوطی اس قصہ کو بیان کرتے ہیں۔ دراج کہتے ہیں کہ میں نے اس دن سے بڑھ کر کوئی عجیب واقعہ نہیں دیکھا۔ شیخ عبداللہ جلا کہتے ہیں کہ میں

نے مغرب میں دو عجیب امر دیکھے۔ ایک تو قیروان کی جامع مسجد میں یہ دیکھا کہ ایک شخص صفوں پر پھرتا تھا اور ان کو پھاڑتا تھا۔ پھر لوگوں سے مانگتا تھا۔ یہ کہتا تھا ایھا الناس کنت رجلا صوفیا فضعفت یعنی اے لوگو! میں ایک صوفی شخص تھا لیکن ضعیف ہو گیا۔ یعنی توکل میں ضعیف الاعتقاد ہو گیا ہوں اور مانگتا پھرتا ہوں۔ دوسرا یہ کہ میں نے وہیں دو پیروں کو دیکھا۔ ایک کا نام جبلہ تھا۔ دوسرے کا نام زریق اور ان میں سے ہر ایک کے شاگرد و مرید تھے۔ ایک روز جبلہ اپنے مریدوں کے ساتھ زریق کے ملنے کو گئے تو زریق کے ساتھیوں میں سے ایک نے قرآن شریف پڑھا۔ جبلہ کے مریدوں میں سے ایک مرید کا وقت خوش ہوا۔ اس لئے اس نے فریاد کی اور جان دے دی اور اس کو دفن کر دیا گیا۔ جب دوسرا دن ہوا۔ پھر جبلہ زریق کے ملنے کو آئے اور کہا تمہارا وہ یار کہاں ہے کہ جس نے ہم کو قرآن سنایا تھا۔ پھر اس کو بلایا گیا اور اس نے قرآن پڑھا۔ جبلہ نے فریاد کی اور چلایا۔ تب پڑھنے والا وہیں مر گیا۔ جبلہ نے کہا واحد بواحد والبادی اظلم یعنی یہ تمہارا مرید ہمارے مرید کے بدلے فوت ہوا اور شروع کرنے والا زیادہ ظالم ہے۔

۲۳۱- ابوبکر سوسی قدس اللہ سرہ

آپ کا نام محمد بن ابراہیم سوسی صوفی ہے۔ شام کے شہر رملہ میں رہتے تھے۔ شیخ عمو احمد کوفی نے آپ کو دیکھا ہے۔ دمشق میں ماہ ذلحجہ ۲۸۰ھ میں فوت ہوئے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ انہوں نے شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا' ہم کو کوئی ایسا شخص چاہئے کہ کچھ پڑھے بہت تلاش کی گئی لیکن کوئی نہ ملا۔ شیخ ابوبکر کی طلب بڑھتی جاتی تھی۔ چونکہ انہوں نے بہت ہی اصرار کیا۔ ایک شخص نے کہا' حضرت مجھے تو کوئی ملا نہیں۔ ہاں یہاں قریب میں ایک جوان میراثی ہے' اگر اس کی ضرورت ہو تو بلاتا ہوں۔ اس شخص نے یہ بات ہنسی کے طور پر کہی تھی' لیکن شیخ نے کہا' ہاں۔ اس کو بلا لاؤ۔ لوگ گئے اور اسی کو بلا لائے۔ اس نے کچھ نشہ پیا ہوا تھا۔ اس کو بٹھا دیا گیا۔ اس نے یہ شعر پڑھا۔

القوم اخوان صدق بینهم نسب

یہ شعر آخر تک پڑھے کچھ ایسا پڑھا کہ تمام مشائخ خوش ہو گئے۔ شیخ شور مچانے لگے۔ جب سماع سے فارغ ہوئے تو مطرب کو الٹی آئی اور شیخ کے مصلیٰ پر قے کر دی۔ شیخ نے فرمایا' کچھ نہ کہو۔ اس کو ویسے ہی مصلیٰ میں لپیٹ دو اور تم سب الگ جا کر سو رہو۔ جب دن نکلا تو وہ ہوش میں آیا اور اپنے آپ کو اس نے مصلیٰ میں لپیٹا ہوا اور قندیل کے صفحہ میں لٹکا ہوا دیکھا۔ حیران رہ گیا اور چلایا کہ خدا کیلئے بتلاؤ یہ کیا معاملہ ہے؟ میں یہاں کیونکر پڑا

ہوں؟ کپڑے پھاڑ کر گوڈڑی پہن لی اور مریدوں کے سلسلے میں داخل ہوا۔ جب شیخ کا انتقال ہوا تو بوجہ اس کے نیک معاملہ کے اسی کی خانقاہ کا گدی نشین بنا دیا گیا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ اس کا نام محمد طبرانی تھا۔ مشائخ اس کے پاس آتے تھے کہ ہمارے سامنے وہ شعر پڑھو اور اس قصہ کو بیان کرو۔ شیخ عمو احمد کو خانی سے کہتے تھے کہ یاد، تمام اشعار تم کو یاد ہیں؟ وہ کہتے تھے کہ نہیں مجھ کو تو یہی ایک مصرعہ یاد رہا ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ اس کے بعد یہ شخص ان اشعار کو میرے پاس لایا اور میں نے خود بھی ایک کتاب میں یہ اشعار دیکھتے ہیں۔

القوم اخوان صدق بینهم نسب — ومن المودة لم یعدل به سبب

تراضعوا ذرة الصهباء بینهم — واوجبو الرضیع الکاس مایجب

لایحفظون علی السکون زلتهم — لا یریبک من اخلاقهم ریب

یعنی یہ گروہ صوفیہ سچے بھائی ہیں جن میں دوستی کا وہ رشتہ ہے کہ کوئی رشتہ اس کے برابر کا نہیں۔ انہوں نے محبت کی شراب کا دودھ پیا ہے اور بردار رضاعی کے حقوق کو جو ان پر ضروری ہیں لازم سمجھتے ہیں۔ محبت کے نشے کے سوالوں پر ان کی لغزش کی گرفت نہیں کرتے اور ان کے اخلاق میں تمہیں کسی قسم کا شک پیدا نہیں ہوا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ شیخ ذوالنون مصری و شبلی خراز نوری دراج یہ سب مشائخ سماع میں فوت ہوئے ہیں۔ رحمہم اللہ تعالیٰ ان میں۔ سے تین تو تین دن تک زندہ رہے اور ان کے سوا اور مشائخ و مرید بھی سماع میں فوت ہوئے ہیں۔ خواہ قرآن کا سماع ہو یا اشعار وغیرہ کا ہو۔ زرار رحمۃ اللہ علیہ ابن ابی اوفی بصرہ کے قاضی محراب میں تھے۔ (ترمذی میں یہ حکایت یوں ہے کہ زرارہ بن ابی اوفی قاضی بصرہ کے ایک دن صبح کے وقت نماز پڑھاتے تھے۔ سورہ مدثر شروع کی۔ جب یہ آیت پڑھی فاذا نقر الخ تو گر گئے اور جاں بحق ہو گئے۔ راوی کہتا ہے کہ میں بھی لوگوں کے ساتھ ان کو اٹھا کر ان کے گھر لے گیا تھا) لوگ قرآن پڑھتے تھے۔ ایک نے تو یہ آیت پڑھی 'فاذا نقر فی الناقور الایة' یعنی جب صور میں پھونکا جائے گا زرارہ نے فریاد کی اور گر گئے دیکھا تو مردہ تھے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ جس سماع میں دیدار الٰہی اس کی مدد کرے تو مرد کے کان اس طرف ہوتے ہیں۔ پھر طاقت و ہوش کی۔ وہاں کیا گنجائش ہے۔" صاحب کشف المحجوب (حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ میں نے ایک درویش کو دیکھا آذربائیجان کے پہاڑوں میں چلا جا رہا تھا اور یہ شعر پڑھتا تھا۔

واللہ ماطلعت شمس ولا غربت — الا وانت منی قلبی ووسواسی

ولا جلست الی قوم احدثم — الاوانت جلیسی بین جلاسی

ولا تنفست محزونا ولا فرحا　　　الا وذکرک مقرون بانفاسی

ولا همصت بشرب الماء من عطش　　　الا رایت خیالا منک فی الکاسی

یہ شعر کہہ کر گر پڑا اور مر گیا یعنی خدا کی قسم کبھی آفتاب طلوع اور غروب نہیں کرتا' مگر یہ کہ تو میرے دل اور خاطر میں ہے اور میں کسی قوم میں باتیں کرنے کو نہیں بیٹھا مگر یہ کہ ہم نشینوں میں تو موجود رہتا ہے۔ میں نے غم اور خوشی میں کوئی سانس نہیں لیا مگر یہ حال ہے کہ تیرا ذکر میرے دموں کے ساتھ ہے۔ (اور پیاس میں پانی پیتے ہوئے بھی جام میں تیرا خیال ہی پرتو افگن دکھائی دیتا ہے۔)

۲۳۲-ابوبکر شبکیر رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ آپ نیشاپور میں بڑے بزرگ گزرے ہیں۔ صاحب وقت صاف دل خواجہ سہل ملوکی کے رشتہ دار تھے۔ ایک دن خواجہ سہل نے ان کو دیکھا اور کہا کہ بھائی تم کبھی ہمارے پاس نہیں آتے۔ انہوں نے کہا میں جب تمہارے پاس آؤں تو تم نہ اٹھتے ہو اور نہ میری طرف دیکھتے ہو یعنی تکبر کرتے ہوئے کہ میں درویش ہوں۔ میری ذلت کی وجہ سے میری طرف نہیں دیکھتے۔ خواجہ نے کہا' آیا کرو۔ میں اٹھا کروں گا۔ شیخ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ وہ خواجہ سہل کے مکان پر گئے۔ خواجہ کھڑے ہو گئے' لیکن جب باہر نکلے تو پھر نہ آئے۔ ابوبکر لوٹے اور یہ شعر پڑھنے لگے۔

انی وان کنت ذاعیال　　　قلیل مال کثیر دین

بمستعف برزق ربی　　　حوایجی بینه وبینی

یعنی میں اگر چہ عیالدار ہوں۔ تھوڑا مالدار اور بڑا قرض دار ہوں لیکن میں قانع ہوں اس پر جو میرے رب نے مجھے رزق دیا ہے۔ میری ضرورتیں خدا سے تعلق رکھتی ہیں یعنی میں کسی کا سوالی نہیں ہوں۔ یہ اشعار کہہ کر باہر نکل آئے اور پھر کبھی ان کے پاس نہ گئے۔

۲۳۳-ابوبکر جوزقی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی قبر نسا میں ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں جنگل میں جا رہا تھا۔ پیاس کے مارے میرے لب خشک ہو رہے تھے اور طاقت جاتی رہی تھی۔ اتنے میں میں نے ایک جوان کو دیکھا کہ وہ آ رہا تھا۔ میں نے

سلام کہا۔ اس نے عمدہ جواب دیا اور کہا اے شیخ کیا حال ہے؟ میں نے کہا' پیاسا ہو رہا ہوں۔ کوئی ککڑی چاہتا ہوں۔ جس سے لب تر کروں۔ اس جوان نے کہا' جاؤ اور لاؤ۔ شیخ کہتے ہیں کہ مجھے اس جوان پر اعتقاد تھا۔ مڑ کر دیکھا تو ایک باغ ہے' جو ککڑی' خربوزہ' کھیروں سے بھرا ہوا ہے۔ میں اندر گیا اور ایک پلہ میں باندھ کر باہر لایا۔ شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس سرہ فرماتے ہیں' ایک دن میں ابوبکر جوزقی کے مکان پر گیا۔ وہ ایک شیخ باوقار تھا۔ میں گیا اور سلام کہا اور عرض کیا کہ اے پیر ہم کو حدیث لکھایئے۔ ایک جزو نکالی اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے' خدائے تعالیٰ کے دو لشکر ہیں۔ ایک تو آسمان پر ہے اور ایک زمین پر۔ جو آسمان پر ہے وہ تو فرشتے ہیں اور ان کے سبز نشان ہیں اور جو زمین پر ہے وہ خراسان کا لشکر ہے اب وہ لشکر یہ ظالم لوگ نہیں ہیں بلکہ وہ لشکر صوفیوں کا ہے جو تمام خراسان اور تمام جہان کو لے لیں گے۔ کیا تم جانتے ہو کہ یہ جماعت جس راہ پر سے گزرتی ہے' تم سمجھ لیتے کہ یہ لشکر ہی آ رہا ہے؟ اور حقیقت میں یہی لشکر ہے اور یہی مردان خدا ہیں کہ خدائے تعالیٰ کے طالب ہیں۔ اسی کو ڈھونڈتے ہیں۔ دنیا سے کنارہ کرتے ہیں۔ خدا سے مشغول ہوتے ہیں اور دوسروں کا یہ حال ہے کہ خدا سے علیحدہ ہو کر دنیا کی چیز طلب کرتے ہیں اور یہ لوگ اس کے سوا کچھ نہیں ڈھونڈتے۔ یہی لوگ جہان کے امیر اور روئے زمین کے بادشاہ ہیں۔ ہاں اکثر لوگوں سے پوشیدہ ہیں۔

۲۳۴- ابوبکر رازی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بڑے پرہیزگار محنت کش تھے۔ کہتے ہیں کہ مشائخ میں سے ان سے بڑھ کر کوئی زیادہ رونے والا نہ تھا۔ جو مرید و مبتدی آپ کو دیکھتا تو آپ کی کثرت عبادت کثرت گریہ اور ان کے سماع میں بے صبری اضطراب جلن کی وجہ سے ان کا مقید ہو جاتا۔ شروع میں مکہ معظمہ کے سفر کو گئے اور مشائخ صوفیہ کو ملے ہیں۔ ایک سال تک وہاں کے مجاور رہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ مکہ میں مجھ پر وقت تنگ ہو گیا تو میں یمن میں گیا۔ مجھے ایک دینار مل گیا اور میرے کپڑے پھٹ گئے تھے۔ میں نے چاہا کہ اس سے پیراہن خریدوں۔ جب مکہ میں واپس آیا اور چاہا کہ مکہ میں داخل ہوں تو اس دینار کو دو پتھروں کے درمیان دفن کر دیا اور اس پر علامت کر دی۔ پھر مکہ میں آیا جب طواف سے فارغ ہوا اور ابو عمرہ زجاجی کی خدمت میں آ کر ان سے ایک مسئلہ پوچھا۔ کہا کہ جاؤ اور وہ دینار جو دفن کر دیا ہے۔ اس کو خرچ کر لو۔ تب میں گیا اور ایسا ہی کیا۔ پھر ان کے پاس آیا اور ان سے مسئلہ پوچھا۔ تب انہوں نے اس کا جواب دیا۔

۲۳۵-ابوبکر مفید رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام محمد بن احمد بن ابراہیم ہے' لیکن بزرگ تھے۔ جرجرآباد کے رہنے والے تھے۔ جنید رحمۃ اللہ علیہ اور یوسف بن حسین کو دیکھا تھا۔ ابوعثمان حیری کی خدمت میں رہے تھے اور ۳۶۴ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ آپ کی لمبی عمر تھی۔ بڑے ادیب شریف ہمت نیک حال تھے۔ شیخ عمو نے ان کو دیکھا تھا۔ آپ کی ایک کتاب ہے۔ وہاں لکھا ہے کہ ابوسعید خراز کو موت کے وقت پوچھا گیا کہ آپ کی کچھ خواہش ہے؟ فرمایا کہ میں اپنی غفلت پر افسوس کرتا ہوں۔ آپ یہ بھی کہتے ہیں کہ یوسف بن الحسین کا یہ مقولہ ہے۔ میری یہ حالت ہوگئی ہے کہ میری بات خدا کے سوا اور کوئی نہیں سنتا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ یہ بات آخر ایسی ہی ہو جاتی ہے جیسا کہ اس پیر نے کہا ہے۔

۲۳۶-ابوبکر قصری رحمۃ اللہ علیہ

آپ ہبیرہ کے رہنے والے تھے' لیکن شیراز میں رہتے تھے۔ بزرگ اور محقق تھے۔ عالم غیب کو دیکھتے تھے۔ شیخ ابوعبداللہ خفیف کہتے ہیں کہ ایک دن شیخ ابوبکر قصری نے مجھ سے کہا' اٹھ جنگل کو چلیں۔ پھر ہم چلے جاتے تھے۔ بعض لوگوں کو دیکھا کہ بازار کی بیٹھک پر نرد کھیل رہے ہیں۔ شیخ ابوبکر گئے اور ان کے ساتھ بیٹھ گئے پھر نیچے اترے اور ہم چلے پھر دیکھا کہ بعض لوگ شطرنج کھیل رہے ہیں ان کی طرف گئے۔ ان کی شطرنجی لے لی اور پھاڑ ڈالی اور مہرے پھینک دیئے۔ ان میں سے دو مردوں نے چھری نکال لی۔ صاحب مکان نے کہا کہ چھری مجھے دو۔ ان لوگوں نے تعظیم کی مدد کی۔ میں آپ سے جھگڑنے لگا کہ وہاں تو بڑے حوصلہ سے بیٹھے اور یہاں یہ دارو گیر۔ اس میں کیا حکمت تھی؟ آپ نے فرمایا کہ اس وقت میں نے علم لدنی کی نگاہ سے دیکھا تھا تو مجھے کچھ فرق نہ معلوم ہوا تھا۔ اور اب علمی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ اس لئے ایسی سختی کی۔

۲۳۷-ابوبکر موازینی رحمۃ اللہ علیہ

آپ مصری تھے اور شیخ سروانی کے استاد ہیں۔ آپ فرماتے تھے' میں نے ابن خباز سے سنا تھا کہ عیدالاضحیٰ کے دن میں جمرہ کے پاس تھا۔ ایک درویش کو دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں کوزہ یا چھاگل تھی اور یہ کہتا تھا یاسیدی تقرب الناس الیک بذبائحھم وقرباناتھم ولست املک النفسی فشھق شھقۃ ومات یعنی اے

میرے سردار! لوگ تیری طرف اپنے ذبیحوں اور قربانیوں کے ساتھ نزدیکی ڈھونڈھتے ہیں اور میں صرف اپنی جاں کا مالک ہوں۔ پھر ایک چیخ ماری اور فوت ہو گیا۔

۲۳۸- ابوبکر اشنائی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ ابوعبداللہ خفیف کہتے ہیں' میرا ایک شاگرد یہ خبر لایا کہ شیخ اشنائی مکان پر سے گر گئے۔ ان کا پاؤں ٹوٹ گیا اور فوت ہو گیا۔ اس کا قصہ یوں ہوا کہ ایک نوجوان آیا' جو قوال تھا۔ شیخ عبداللہ سے پوشیدہ طور پر لوگوں نے اس کو کہہ دیا تھا کہ کچھ پڑھے۔ اس نے کچھ پڑھا۔ ابوبکر اشنائی سماع میں خوش ہوئے۔ اور مکان سے گر پڑے اور فوت ہو گئے۔ شیخ ابوعبداللہ کہتے ہیں۔ میں وہاں گیا میں نے کہا' کیا پڑھتا ہے؟ کہا کہ دو بیت۔

کنف یذوب بدائہ | الموت دون بلائہ

ان عاش عاش منغصا | اومات مات بلادئہ

بیمار عشق ہے' جو اپنی بیماری سے پگھلتا ہے اور موت بلا سے کم ہے یا بلا کے سوا ہے' اگر وہ زندہ ہے تو بے مزہ جیتا ہے۔ اگر مر گیا تو اپنی بیماری سے مرے گا۔ اس لڑکے کو رخصت کر دیا اور کہا کہ دوبارہ اس قوم صوفیہ کے پاس نہ آنا۔ ابوعبداللہ خفیف تو چار دن تک بے ہوش رہے اور ابوبکر اشنائی کو دفن کر دیا گیا۔ شیخ عبداللہ کو کچھ خبر نہ تھی۔ شیخ الاسلام فرماتے ہیں' پیاسے کو آرام کس میں ہوتا ہے؟ ہاں پانی سے ملتا ہے اور کہا کہ دوستی کی وفا تو دوستی کے چلے جانے میں یعنی مرنے میں ہے۔

۲۳۹- ابوبرک مغازلی رحمۃ اللہ علیہ (یا مغاربی)

آپ مصری ہیں' سیروانی کے استاد ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں چاہتا تھا' ابوالحسن مزین کو آزماؤں میں اس کے مکان پر گیا۔ دروازہ کھٹکھٹایا اور یہ کہا یا اھل الدار واسونی بشئی یعنی اے گھر والو! مجھ سے کسی شے کے ساتھ ہمدردی کرو۔ آپ نے اپنی بیوی سے کہا' نیک بخت کچھ اس کو دے کیونکہ اگر وہ خدا کو پہچانتا تو میرے دروازہ تک نہ آتا' یعنی آزمائش کیلئے جب میں نے یہ بات سنی تو میں نے ان کو چھوڑ دیا اور چل دیا۔

۲۴۰-ابوبکر قطیعی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حافظ اور امام بغداد تھے۔ حدیث میں عبداللہ بن احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ حضرت جنید کو دیکھا تھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ حضرت جنید سے میں نے سنا تھا۔ یامن ھو کل یوم فی شان اجول لی من بعض شانک یعنی اے وہ خدا کو جو ہر دن ایک شان میں ہے۔ میرے کام میں بھی کچھ توجہ فرما قطیعی بغداد میں ذوالحجہ ۳۶۸ھ میں فوت ہوئے۔

۲۴۱-ابوبکر ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ حسنین فقیر نے یہ کہا ہے کہ ابوبکر ہمدانی یہ فرماتے ہیں' درویشی تین چیزوں کا نام ہے ترک الطمع والجمع یعنی کسی چیز کی طمع نہ کرے اور اگر کوئی چیز' تیرے پاس آ جائے اس کو منع نہ کرے اور جب لے لے تو جمع نہ کرے۔

۲۴۲-ابوبکر کفشیری رحمۃ اللہ علیہ

کفشیر شام میں ایک گاؤں کا نام ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں بنی اسرائیل کے میدان میں جا رہا تھا۔ مجھ کو روٹی اور ساگ کی خواہش پیدا ہوئی۔ اسی وقت ایک سبزی فروش کو میں نے وہیں دیکھا کہ میرے سامنے آیا ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ یہ کرامت نہیں ہے۔ تصوف میں یہ بات اچھی نہیں۔ ایک درویش جنگل میں پیاسا ہوا۔ آسمان کی طرف سے ایک پیالہ اس کیلئے اتارا گیا' جو سونے کا تھا۔ اس میں پانی سرد بھرا تھا۔ درویش کہنے لگا' الٰہی تیری عزت کی قسم میں پانی نہیں پیوں گا' مگر کسی ایسے جنگلی کے ہاتھ سے جو مجھے تھپڑ مارے اور ایک گھونٹ پانی کا دے ورنہ میں کرامت سے پانی نہیں مانگتا کیونکہ اس میں غرور کا خوف ہے۔ اس نے کہا کہ الٰہی تو اس پر قادر ہے کہ میرے پیٹ میں پانی پیدا کر دے۔ یعنی ظاہری کرامت مکر سے بے خوف نہیں ہوتی۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں' حقیقت کرامت سے درست نہیں ہوتی بلکہ حقیقت خود کرامت اور کرامات ابدال زاہدوں کا کام ہے' مگر اس میں مکر دھوکا سے بے غم نہیں ہو سکتے۔ جیسے اس کی بخشش کہ جب ان کی طرف دیکھنے لگے تو پھر تجھ کو اس میں ڈال دیتے ہیں۔ بخشش سے دینے والے کو پسند کرے گا اور کرامات سے کریم کو اور کہا ہے کہ مرد کو کرامات اس

کام سے روک دیتے ہیں۔ جیسے بال خمیر سے صوفی کرامات کورد کیا کرتے ہیں کیونکہ وہ خود ان کے دلوں پر قربان ہوتی ہے۔

۲۴۳- ابوبکر بن داؤد دینوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ شام میں رہتے تھے۔ ابن جلاء کی صحبت میں تھے۔ وہ فرماتے ہیں' معدہ طعام کا محل ہے۔ اگر اس میں حلال ڈالے گا تو بندگی کی قوت پائے گا اور اگر طعام مشتبہ ہے تو حق کا راہ چھپ جائے گا' اگر حرام ہو گا تو گناہ بڑھے گا۔ کہتے ہیں کہ آپ سو سال تک زندہ رہے اور دینور میں ۳۵۰ھ میں وفات پائی۔

۲۴۴- ابوعلی رودباری قدس اللہ سرہ

آپ چوتھے طبقہ کے ہیں۔ احمد بن محمد قاسم بن منصور نام ہے۔ آپ بڑے رئیسوں وزیروں کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ کی نسب کسریٰ تک پہنچتی ہے۔ ایک دن حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ مسجد جامع میں وعظ فرماتے تھے۔ آپ کا گزر مسجد جامع میں ہوا۔ ایک مرد سے آپ باتیں کرنے لگے۔ حضرت جنید نے اس شخص سے کہا اسمع یاھذا یعنی اے شخص سن ابوعلی نے سمجھا کہ مجھے کہتے ہیں کھڑے ہو گئے اور ادھر کان لگائے۔ جنید کا کلام ان کے دل میں پورا اثر کر گیا جو کچھ آپ کے ملک میں تھا اس کو ترک کر دیا اور صوفیائی طریقہ کی طرف متوجہ ہو گئے۔

آپ حدیث کے حافظ عالم فقیہہ ادیب امام سید قوم اور ابوعبداللہ رودباری کے ماموں تھے۔ شیخ ابوعلی کاتب کہتے ہیں مارایت اجمع لعلم الشریعۃ والحقیقۃ من ابی علی الرودباری رحمۃ اللہ علیہ یعنی میں نے کسی کو ابوعلی رودباری رحمۃ اللہ علیہ سے بڑھ کر جامع شریعت وحقیقت نہیں دیکھا۔ جب ابوعلی کاتب علی رودباری کا نام لیتے تو سیدنا کہتے ان کے شاگردان پر رشک کھاتے' کہنے لگے کہ آپ ان کو اپنا سردار کیوں کہتے ہیں۔ انہوں نے کہا کیونکہ وہ شریعت سے طریقت کی طرف گیا ہے اور ہم حقیقت سے شریعت کی طرف آئے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ جب تک مرد کو اپنی درگاہ سے دہلیز تک نہ لے جائیں اس کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ جس دہلیز سے دربار تک لے جائیں وہ کون ہے۔ پس مناسب ہے کہ ناز سے نیاز تک لے جائیں۔ نیاز سے ناز تک آ اور باوضو ہو کر نماز کی طرف جا۔ ابوعلی رودباری بغداد میں حضرت جنید نوری ابوحمزہ مسوجی اور ان کے طبقہ کے اور صوفیوں کے ساتھ رہے ہیں۔ مشائخ قدس اللہ اسرارہم کی صحبت میں رہ چکے ہیں۔ شام میں ابوعبداللہ کے پاس رہے ہیں۔ بغدادی تھے' لیکن

مصر میں مقیم تھے۔ مصریوں کے صوفیوں کے شیخ تھے۔ صوفیوں کے شعراء میں آپ کا شمار تھا۔ آپ نے نزع کے وقت یہ شعر پڑھا تھا۔

وحقک لانظرت الا سواک　　بعین مودة حتی اراک

یعنی تیری حق کی قسم میں نے تیرے سوامحبت کی آنکھ سے اور کسی کو نہیں دیکھا ہے اور نہیں دیکھتا یہاں تک کہ تجھے دیکھ لوں۔ ان کا ۳۲۱ھ میں انتقال ہوا ہے۔ آپ نے یہ اشعار بھی کہے ہیں۔

من لم یکن بک فانیا عن حظه　　وعن الھوی والانس بالا حباب

ارمسه صبابة جمعت له　　ماکان متفر قا من الاسباب

وکانه بین المراتب قائم　　لمنازل حظه او جزیل ثواب

یعنی جو شخص کہ بطریق سلوک اپنی ضرورت اور محبوب چیزوں کے سبل محبت سے خالی نہ ہوا تا کہ تجھ سے باقی رہے یا جذبہ کے طریق سے اس کو عشق کی سوزش وگرمی پیدا نہ ہوئی کہ وہ اس کو ایک چیز کا فرمانبردار بنادے اور اس کے متفرقات کو ایک طرف لوٹالائے تو گویا ایسا شخص حقیقت تک نہیں پہنچا بلکہ راہ میں کھڑا ہے اور یہ اس کا کھڑا رہنا اعمال کے آثار کے فائدہ کی وجہ سے ہے کہ وہ بھی مطلوب کی طرف روکتا ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ مجھ کو اس شعر میں اس پر رشک ہے کیونکہ کسی کو (خواہ مبتدی یا متوسط یا منتہی ہو) نہیں چھوڑا۔ سب کچھ کہہ گزرا ہے آپ یہ بھی کہتے ہیں۔

والاھم قبل اعمالھم واعداھم قبل اعمالھم ثم جاز اھم باعمالھم

یعنی اللہ تعالیٰ نے ایک جماعت کو ان کے اعمال سے پہلے دوست بنالیا ہے اور ایک جماعت کو ان کے اعمال سے پہلے دشمن بنایا۔ اس کے بعد ان کو ان کے اعمال کے موافق جزادی۔

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ یہی سب علم ہے لوگ اس سے غافل ہیں۔ پوست سے مشغول ہورہے ہیں۔ مغفر چاہئے یعنی حقیقت وہ یہ بھی کہتے ہیں اضیق السجون معاشرۃ الاضداد یعنی بہت تنگ قید خانہ غیر جنس لوگوں کی مصاحبت ہے۔ آپ یہ بھی کہتے ہیں کہ فضل المقال علی الفعال منقصة و فضل الفعال علی المقال مکرمة یعنی بہت باتیں بنانا اور کام کم کرنا نقص کی بات ہے اور بہت کام کرنا تھوڑی باتیں بنانا عزت کی بات ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں علامة اعراض اللہ عن العبدان یشغلة بمالا ینفعه یعنی خدا کا اپنے بندہ سے منہ موڑنے کا نشان یہ ہے کہ وہ اس کو ایسی شے کے ساتھ مشغول کرے کہ اس کو نفع نہ دے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں

مالم تخرج من کلینک لم تدخل فی حد المحبة یعنی جب تک تو پورے طور پر اپنے آپ سے نہ نکلے گا محبت کی حد میں داخل نہ ہوگا۔ آپ ایک دفعہ حمام میں گئے کپڑے اتارنے کے کمرہ میں ان کی نگاہ ایک گڈری پر پڑی۔ سوچنے لگے کہ کون سا درویش حمام میں آیا ہے جب اندر گئے تو دیکھا کہ ایک درویش ایک نوجوان لڑکے کے سر پر کھڑا ہوا ہے جو حجام کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ ابوعلی نے کچھ نہ کہا۔ جب وہ لڑکا اٹھا تو اس لڑکے نے اس کے اوپر پانی ڈالنا شروع کیا' اور اچھی طرح خدمت کی جب وہ غسل کر چکا تو خشک تہ بند لایا وہ جب باہر آ گیا تو وہ درویش بھی اس کی خدمت میں باہر آیا۔ ابوعلی بھی دیکھنے کیلئے باہر آئے اس درویش نے کپڑے اس جوان کو دلائے اور گلاب چھڑ کا عود جلایا۔ پنکھا بھی ہاتھ میں لے کر ہلانے لگا۔ آئینہ اس کے سامنے رکھ دیا اور جہاں تک ہوسکا اس کی خدمت کرتا رہا۔ وہ جوان اس کی طرف دیکھتا تھا۔ جب جوان اٹھا کہ باہر کو جائے درویش کا صبر جا تا رہا اور کہا اے لڑکے! کیا کرنا چاہئے' جس سے تم میری طرف توجہ کرو۔ اس نے کہا تم مر و اور میں تم کو دیکھوں گا۔ درویش گر پڑا اور مر گیا وہ جوان چل دیا۔ ابوعلی نے حکم دیا کہ درویش کو خانقاہ میں لے جائیں' یہاں تک کہ کفن دفن کیا۔ پھر ایک عرصہ کے بعد ابوعلی حج کو جاتے تھے۔ اس جوان کو جنگل میں دیکھا کہ گڈری گاڑے کپڑے کی پہنے ہوئے ہے۔ ابوعلی نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ تم وہی ہو' جس نے درویش سے کہا تھا کہ مر جا کہ میں تم کو دیکھوں۔ کہا کہ ہاں میں وہی ہوں اور یہ میری خطا تھی جو مجھ سے ہوئی۔ شیخ نے کہا یہاں کیسے پڑے ہو۔ اس نے کہا اس دن سے اس کام میں پڑا ہوں۔ اس رات میں نے اس کو خواب میں دیکھا کہ مجھے کہتا ہے کہ میں مر بھی گیا تب بھی تم نے مجھے نہ دیکھا۔ بارے اب تو میری طرف دیکھ۔ میں خواب سے بیدار ہوا اور توبہ کی' اس کی قبر پر گیا اپنے بال کتروا ڈالے۔ گڈری پہن لی اور خدا سے عہد کیا کہ جب تک زندہ رہوں گا ہر سال مکہ میں جاؤں گا اور اس کے نام پر لبیک کہوں گا' حج ادا کروں گا اور اس کی قبر پر آیا کروں گا اور جو میں نے قصور کیا تھا اس کا کفارہ ادا کرتا رہوں گا۔

۲۴۵- ابوعلی ثقفی رحمۃ اللہ علیہ

آپ چوتھے طبقہ کے ہیں اور عبدالوہاب نام ہے۔ ابوحفص رحمۃ اللہ علیہ حداد (لوہار) کے ہم عصر ہیں۔ حمدون قصار رحمۃ اللہ علیہ (دھوبی) کو دیکھا تھا۔ نیشاپور میں امام اور مقدم تھے۔ اکثر علوم شرعی میں سب کو چھوڑ گئے اور صوفیہ کے علم میں مشغول ہوئے۔ ابوعثمان حیری اس کو اچھا سمجھتے تھے۔ وکان احسن المشائخ کلامافی

عیوب النفس وافات الامال یعنی آپ عیوب نفس اور آفات اعمال کے بارہ میں اور مشائخ کی نسبت بہت اچھا کلام کیا کرتے تھے۔ ۳۲۸ھ میں ان کا انتقال ہوا ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ جو شخص بزرگوں کی صحبت بطریق عزت نہیں کرتا اس پر ان کے فائدے اور برکتیں حرام ہو جاتی ہیں۔ ان کے نور کا کچھ حصہ بھی اس پر ظاہر نہیں ہوتا۔ آپ سے لوگوں نے پوچھا کہ کون سی زندگی بڑی سخت اور زیادہ ناخوش ہے۔ فرمایا سخت زندگی یہ ہے کہ نامیدی میں جئے۔ شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ نامیدی ایک کفر کا دروازہ ہے خدا سے ناامید ہونا کفر ہے لا یائس من روح اللہ الا القوم الکافرون لا تقنطو امن رحمة اللہ یعنی خدا کی رحمت سے کافروں کے سوا اور کوئی ناامید نہیں ہوتا اور فرمایا خدا کی رحمت سے ناامید مت ہونا ایک دن آپ محبت اور محبوں کے حالات میں باتیں کر رہے تھے۔ ان باتوں میں یہ دو شعر بھی پڑھے۔

الی کم یکون الصدق فی کل ساعه	وکم لا تملین القطیعه والھجرة
رویدک ان الدھر فیه کفایه	لتفریق ذات البین فانتظر الدھرا

یعنی کب تک اپنے وصال سے ہر دم منع کرتے رہے گا اور کب تک جدائی اور قطع تعلق سے دلگیر نہ ہوگا مجھ کو اپنے وصال سے مت روک اور جدائی کو زمانہ کیلئے چھوڑ کہ وہ تفریق باہمی میں کافی ہے۔ پس زمانہ کی تاثیر کے منتظر رہو اور آپ اپنی مجلس میں اکثر کہا کرتے اے وہ ذات کہ سب کو نکمی چیز سے فروخت کرتا ہے اور نکمی کو سب کے بدلے خریدتا ہے۔

۳۴۵- ابوعلی کاتب مصری رحمۃ اللہ علیہ

آپ چوتھے طبقہ کے ہیں۔ مصر کے بڑے مشائخ میں سے ہیں۔ ابوبکر مصری ابوعلی رودباری کے صحبت میں رہے ہیں۔ ابوعلی مشتولی کے پیر اور صاحب کرامات ظاہرہ ہیں۔ ابوعثمان مغربی آپ کی بزرگی اور کثرت علم کی وجہ سے آپ کو بزرگ جانتے تھے۔ ان کو رودبار کا چاند کہا کرتے تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب مجھ پر کوئی مسئلہ مشکل ہوتا تھا تو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کرتا اور آپ سے وہ مسئلہ پوچھ لیا کرتا تھا۔

شیخ الاسلام کہتے فرماتے ہیں کہ شیخ ابوعلی کاتب کا مصر میں ایک مرید تھا جس کو وہ کچھ دیا کرتے وہ فوت ہو گیا۔ آپ اس کی قبر پر گئے اور کہا خداوندا مجھ میں اور تجھ میں یہ واسطہ تھا اور شرک تھا وہ چلا گیا۔ میری توحید درست کر گیا۔ اس حق کے بدلہ کہ اس کے مرنے سے میری توحید درست ہو گئی ہے اس کے ساتھ نیکی کر۔ آپ

فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایاوصل الینا من صبر علینا یعنی ہماری طرف وہ شخص پہنچ گیا جس پر ہم نے صبر کیا۔ شیخ ابوالقاسم نصر آبادی کہتے ہیں ابوعلی کاتب سے لوگوں نے پوچھا کہ فقر و غنا میں سے آپ کس کی طرف مائل ہیں۔ فرمایا اس کی طرف جو درجہ میں سب سے بلند ہے۔ پھر یہ دو شعر پڑھے۔

ولست فنظار الی جانب الغنی　　　اذا کانت العلیاء فی جانب الفقر

وانی بصار علی ما ینوبنی　　　وحبک ان اللہ اثنی علی الصبر

یعنی میں غنی کی طرف ہرگز نہ دیکھوں گا جبکہ فقر کی جانب بلند ہے مجھ پر جو مصیبت آتی ہے۔ اس پر صبر کرنے والا ہوں۔ اس کی بزرگی کیلئے یہی کافی ہے کہ خدا نے تعریف کی ہے۔

۲۴۷- ابوعلی مشتولی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام حسن بن علی بن موسیٰ ہے۔ آپ ابوعلی کاتب اور ابو یعقوب موسیٰ کے شاگرد ہیں۔ مشتول ایک گاؤں ہے جو مصر سے دس فرلانگ پر ہے۔ آپ وہیں ۲۴۰ھ میں فوت ہوئے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے خواب میں دیکھا۔ آپ نے مجھے فرمایا کہ بابا علی میں تم کو دیکھتا ہوں کہ تم درویشوں کو دوست رکھتے ہو اور ان کی صحبت کی تم کو خواہش ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ایسا ہی ہے۔ پھر آپ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کیا تم چاہتے ہو کہ درویشوں کی وکالت اور ان کی ضروریات کیلئے تم کو وکیل بنا دوں۔ میں ڈرا کہ کہیں مجھ سے ایسی بات نہ ہو جائے جو نامناسب ہو یا ایسا کام نہ پیش آئے جو مجھ سے نہ ہو سکے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ اس شرط پر کہ مجھ کو عصمتؔ اور کفایت رہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں عصمت کفایت رہے گی۔ میں خاموش ہو گیا۔ اس کے بعد ان کا کام بڑھ گیا اور درویش اپنی آرزوئیں اور ضرورتیں لے کر ان کی طرف متوجہ ہوئے وہ سب کام درست ہوئے جیسے انہوں نے چاہا تھا' کہ کفایت سے درست ہو جائیں۔ اپنے استاد ابوعلی کاتب کی خدمت میں آئے اور ان سے یہ قصہ بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ تم نے ایسا کیا جرم کیا تھا کہ درویشوں میں سے تم کو نکال دیا۔ یعنی درویشی اور افلاسی کفایت و غنا سے بہتر ہے۔

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ وہ اپنی طرف سے نہیں کرتے تھے بلکہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان اور مدد سے کرتے تھے ہرگز غافل نہ ہو کر مکر اور دھوکا سے بے خوف نہ رہنا۔ ایک دن ایک صوفی ان کے پاس آیا آپ نے ایک اشرفی اس کے سامنے رکھ دی اس نے کہا کہ میں آپ کے پاس اس لئے نہیں آیا۔ آپ نے فرمایا کہ لے

لے کیونکہ اس کو میں تم کو نہیں دیتا بلکہ میں تو صرف واسطہ ہوں' تمہارے حقوق کو تم کو پہنچاتا ہوں۔ اس عزیز نے یہ قصہ ابوعلی کاتب سے جا کہا۔ شیخ نے کہا کہ مجھ کو یہ گمان نہ تھا کہ دنیا میں کوئی شخص ہوگا کہ ایسی بات کہے۔ شیخ سے ان کی خواب کے قصہ کو بھی کہا۔ مسیح نے کہا **رحم اللہ ابا علیا مثلہ یری ھذہ یوفق للقیام بحقھا** یعنی خدا تعالیٰ ابوعلی پر رحم کرے۔ اس جیسا یہ خواب دیکھے اور اس کے قیام پر خدا کی طرف سے توفیق دیا جائے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ابوعلی مشتولی سے بصرہ میں گئے۔ شیخ ابویعقوب موسیٰ کی زیارت کیلئے بصرہ میں پھرتے تھے اور کسی سے یہ نہیں پوچھتے تھے کہ ان کا گزر کہاں ہے۔ یہاں تک کہ ایک دن ایک کوچہ میں ان کا گزر ہوا ایک دھنیے کی دکان دیکھی۔ اس کا شاگرد وہاں پر بیٹھا تھا۔ اس کے پاس گئے اور اس سے حجرہ دریافت کیا اس نے کہا اس کو ملنا چاہتے ہو۔ میں نے کہا ہاں۔ کہاں کہ جب اس کے پاس جاؤ گے وہ تم سے کہے گا کہ چلے جاؤ اور اپنا کام کرو۔ جو شخص ان کے پاس جاتا ہے اس کو یہی کہتے ہیں۔ آپ نے دونوں ہاتھ اس کے حجرہ کے دروازہ پر رکھے۔ اندر سے آواز آئی کہ چلے جاؤ۔ میں چلا گیا کہا کہ آؤ بیٹھ جاؤ۔ میں تم کو یہ نہ کہوں گا کہ جاؤ اپنا کام کرو۔ یہ کام معمولی کام نہیں ہے کچھ اور ہی بات ہے جو ہر کام سے بہتر ہے۔ یعنی خدا کے ساتھ حضوری۔

۲۴۸-ابوعلی رازی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ آپ فرماتے ہیں **اذا رایت اللہ عزوجل یوحشک اللہ من خلق فاعلم انہ یرید ان یونسک بنفسہ** یعنی جب تو خدا کو دیکھے کہ وہ تجھ کو لوگوں کی طرف سے وحشت میں ڈالتا ہے تو جان لے کہ وہ چاہتا ہے کہ تجھ کو اپنا دوست بنالے۔

۲۴۹-ابوعلی خیران رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام حسن صالح بن خیران ہے۔ فقیہ شافعی تھے۔ فقہ اور تقویٰ کے جامع تھے۔ آپ کو تکلیف دی گئی کہ قاضی القضاۃ کا عہدہ اختیار کریں لیکن قبول نہ کیا۔ کہتے ہیں کہ علی بن عیسیٰ مقتدر باللہ کے وزیر تھے۔ اس نے داروغہ سے کہا کہ شیخ ابوعلی خیران کو بلالا تاکہ قضا کا عہدہ ان کو دیا جائے۔ آپ نے سنا اور چھپ گئے چند سپاہیوں کو ان کے دروازہ پر پہرا بٹھادیا کہ جب پانی کی طلب کو باہر نکلیں گے پکڑ لانا۔ دس دن سے بڑھ کر باہر نہ نکلے۔ وزیر کو اس کی خبر پہنچی۔ اس نے کہا کہ ان کو چھوڑ دو۔ ہمارا مقصود یہ تھا کہ ہمارے ملک میں ایک ایسا شخص ہے کہ

مشرق، مغرب کی قضاۃ کا عہدہ اس کو دیا گیا لیکن اس نے قبول نہ کیا۔ آپ فرماتے ہیں اذا استند الرجل نام عقلہ یعنی جب مرد تکیہ لگالے تو اس کی عقل سو جاتی ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں جب دل بیدار ہوتا ہے تو آدمی معلق رہتا ہے۔

۲۵۰۔ ابوعلی سیرجانی رحمۃ اللہ علیہ

کہتے ہیں کہ آپ کے پاس ایک مسافر آیا۔ اس نے ایک سوئی کیلئے آپ کو ستر دفعہ بازار بھیجا کہ اس سے بہتر لائے۔ شیخ ابوعلی باوجود اپنے بڑھاپے اور ضعف کے جاتے تھے اور دوسری لاتے تھے۔ آخر اکہترویں دفعہ سوئی بنانے والے کو ہمراہ لے آئے کہ جس طرح آپ چاہتے ہیں بنوالیں۔ اس مسافر نے کہا کہ تم نصف خادم سے بڑھ کر نہیں تھے کہ تمہارا دل گھبرا گیا۔ میں صرف تجربہ کرتا تھا اگر سوئی بنانے والے کو نہ لاتے تو میں تم کو سات سو بار بھیجتا۔

۲۵۱۔ عبداللہ بن محمد معروف بمرتعش رحمۃ اللہ علیہ

آپ چوتھے طبقہ کے ہیں۔ آپ کی کنیت ابومحمد نیشاپوری ہے۔ بغداد کے محلہ حیرہ کے رہنے والے عراق کے یگانہ مشائخ اور ان کے امام تھے۔ ابوحفص حداد کے اصحاب میں سے تھے۔ حضرت جنید کو دیکھا تھا کہتے ہیں کہ بغداد کی تین عجائبات میں شبلی رحمۃ اللہ علیہ کی فریاد، مرتعش کا نکتہ، خلدی کی حکایات، مرتعش رحمۃ اللہ علیہ بغداد میں مسجد شونزیہ میں رہتے تھے اور وہیں ۳۲۸ھ میں ان کا انتقال ہوا ہے۔ بقول بعضے ۳۲۳ھ میں ابوحفص نے ان کو سیر کیلئے حکم دیا تھا۔ اس لئے آپ ہر سال ہزار فرسخ سفر کرتے تھے۔ جس میں پاؤں اور سر ننگا رہتا تھا۔ کسی شہر میں دس روز سے زائد نہیں ٹھہرتے تھے۔ کبھی صرف تین دن تک ٹھہرتے۔

ابراہیم بن مولد کہتے ہیں کہ مرتعش رقہ میں آئے۔ ابراہیم قصار (دھوبی) نے ان کو ایک طبقا، روٹی اور انگور کا بھیجا مرتعش کے پاس ایک پوستین اور چادر تھی۔ چادر کو تہمند بنایا اور پوستین کو بیچ ڈالا۔ اس کی قیمت سے روٹی، انگور خرید لیا اور ابراہیم قصار کے پاس بھیج دیا۔ کہلا بھیجا نان و انگور کے بدلہ نان و انگور بھیجتا ہوں۔ اگر تم کو خدا تعالیٰ سے تعلق ہے تو باہر نکلو۔ ابراہیم مولد کہتے ہیں کہ ابراہیم قصار نے ہم سے کہا کہ جب تک وہ یہاں ہیں ان سے کچھ نہ کہنا بلکہ سلام تک نہ کہنا۔ آپ مدت دراز تک رقہ میں رہے۔ ایک دن میں ان کے پاس گیا اور میں نے کہا اے

ابو محمد تم ابھی تک باوجودیکہ ہماری طرف سے تمہاری بہت ذلت ہوئی ہے یہاں ہی مقیم ہو؟ فرمایا کہ ہاں میں اس لئے یہاں اس قدر ٹھہر گیا ہوں ورنہ میں اور شہروں میں چند روز سے بڑھ کر نہیں ٹھہرا کرتا۔

مرتعش فرماتے ہیں کہ میں نے ہرگز کبھی اپنے آپ کو باطن میں خاص نہیں دیکھا۔ یہاں تک کہ آپ کو بظاہر عام نہ دیکھا ہو (یعنی جب کبھی اپنے آپ کو ظاہر عوام سے ممتاز نہ کیا تب خاص میں سے دیکھا۔ آپ سے پوچھا گیا تصوف کیا چیز ہے کہا اشکال وبلیس و کتمان یعنی اپنے حال کو مشکل بنا ڈالنا یعنی بلبس کرنا کہ لوگ اس تک راہ نہ پائیں اور اپنے آپ کو چھپانا۔ آپ سے پوچھا ای الاعمال افضل یعنی اعمال سے کون سا عمل افضل ہے کہا رویۃ فضل اللہ یعنی خدا کے فضل کا دیکھنا پھر یہ شعر پڑھا۔

ان المقادیر انا ساعدت　　　الحقت العاجز بالجازم

یعنی جب تقدیر مدد کرتی ہے تو عاجزی کو قوی سے ملا دیتی ہے۔ وہ یہ بھی فرماتے ہیں افضل الا رزاق الصحیح العبودیۃ وملازمۃ الخدمۃ علی السنت یعنی بہتر رزق یہ ہے کہ عبودیت کا صحیح ہونا اور خدمت کا سنت کے طریقہ پر پابند رہنا۔ وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ میرا پہلے یہ کام تھا کہ میں زمیندار کا لڑکا تھا۔ پرانی چادر سر پر تھی میری طرف اس نے اشارہ کیا اور لطیف طرز سے کچھ مانگا۔ میں نے دل میں کہا کہ یہ جوان تندرست ہے اس کو سوال کرنے سے شرم نہیں آتی۔

میں نے اس کو کچھ نہ دیا اس نے ایسی بلند آواز کی کہ میں ڈر گیا پھر کہا اعوذ باللہ مما خامر سرک و اختلج بہ صدرک یعنی میں اس سے پناہ مانگتا ہوں جو تیرے دل میں کھٹکتائی ہے۔ میں یہ سن کر بے ہوش ہو گیا۔ جب مدت کے بعد مجھے ہوش آیا تو وہ جوان چل دیا تھا۔ مجھے بڑا افسوس ہوا اور جو کچھ میں نے کیا تھا اس سے بڑا شرمسار ہوا تھا۔ جب رات ہوئی تو نہایت غمگین ہو کر سویا۔ حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کو میں نے خواب میں دیکھا اور وہ جوان ان کے ساتھ ہے۔ حضرت امیر نے مجھے اشارہ کیا ملامت کی اور یہ فرمایا ان اللہ لا یجیب مانع سائلہ یعنی اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی دعا قبول نہیں کرتا جو کہ اپنے سائل کو رد کرتا ہے۔ میں خواب سے بیدار ہوا اور جو مال میرے پاس تھا اس کو میں نے تقسیم کر دیا خود سفر اختیار کیا۔ پھر پندرہ سال کے بعد میں نے سنا کہ میرا والد فوت ہو گیا ہے۔ نیشاپور میں واپس گیا اور خدا تعالیٰ سے دعا مانگی کہ مجھ کو اس میراث سے جو مجھے پہنچی ہے خلاصی دے۔ اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول کی اور اس سے مجھے نجات دی لیکن اس جوان کا غصہ پیش مجھے پیش نظر ہے اور اس کی شرمندگی سے کبھی غافل نہیں ہوں اور نہ رہوں گا یہاں تک کہ خدا تعالیٰ سے جا ملوں۔

۲۵۲-عبداللہ بن محمد بن منازل قدس اللہ سرہ

آپ چوتھے طبقہ میں سے ہیں۔ آپ کی کنیت ابو محمد ہے' نیشاپور کے بڑے مشائخ میں سے ہیں۔ آپ کا ایک ایسا طریقہ ہے جس میں تنہا ہیں۔ احمدون قصار کی صحبت میں رہے اور علم طریقت ان سے حاصل کیا ہے۔ علوم ظاہریہ کے بڑے عالم تھے۔ مشائخ میں سے ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں ایک مرد اور نصف مرد کو پہچانتا ہوں۔ نصف مرد تو نصر آبادی ہے جو کہ لوگوں کا برائی سے نام نہ لیتا تھا اور پورا مرد عبداللہ بن منازل ہے کہ لوگوں کا خود نام ہی نہ لیتا تھا۔ وہ فرماتے ہیں کہ جو شخص فقر میں زور اور زبردستی سے آئے وہ خراب ہوتا ہے اور جو شخص ضعف سے آئے وہ قوی ہوتا ہے یعنی نیاز اور عزت و ارادہ سے آئے نہ دعویٰ اور قوت کے ساتھ۔ وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس شخص میں کچھ بھی نہیں جو کہ کسب کی ذلت اور سوال کی ذلت اور رد کی ذلت دیا گیا ہو۔ آپ یہ بھی کہتے ہیں جو شخص اپنے نفس کیلئے وہ چیز لازم کرلے جس کا وہ محتاج نہیں ہے تو وہ اپنے احوال سے ایسی چیزیں دور کر دے گا کہ جن کا وہ محتاج ہے اور بغیر اس کے اس کی گزر نہ ہوتی ہو۔ وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ اگر بندہ کو ساری عمر میں ایک دم بھی ایسا مل جائے جو ریا و شرک سے پاک ہو تو ضرور اس کی برکتیں آخر عمر میں اثر کریں گی۔

۲۵۳-عبداللہ بن خدادرازی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا ہے جو شخص خدا کے حق کو جوانی میں چھوڑ دے اس کو بڑھاپے میں چھوڑ دیتے ہیں اور مدد نہیں دیتے۔

۲۵۴-عبداللہ بن عصام مقدسی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ آپ نے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا یا رسول اللہ اس کام کی حقیقت جس میں کہ ہم ہیں کیا ہے۔ فرمایا کہ خدا تعالیٰ سے شرم کرنی کہ جب خلقت کے ساتھ رہے اس سے غافل رہے یعنی چاہئے کہ جب ظاہر میں لوگوں کے درمیان رہے تو باطن خدا کے ساتھ رہے اور خدا سے شرم کرے کہ باطن میں بھی مخلوق کے ساتھ مشغول رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا اور چل دیئے۔ آپ کے پیچھے پیچھے میں بھی چلا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ کچھ اور فرمایئے۔ فرمایا لوگوں پر اس وقت بخشش کرنا جبکہ خدا

کے ساتھ رہے یعنی جبکہ باطن میں خدا کے ساتھ رہے تو چاہئے کہ بظاہر مخلوق کے ساتھ رہے اوران پر مہربانی کرتا رہے اوران کے حقوق کو ضائع نہ کرے۔

۲۵۵-عبداللہ نیاذاتی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں میں نے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا یا رسول اللہ کس گروہ کے ساتھ میں بیٹھوں۔ فرمایا اس قوم کے ساتھ کہ جو مہمانی کرتے ہیں یعنی تونگروں کے ساتھ۔

۲۵۶-ابوالخیر تنیاتی اقطع رحمۃ اللہ علیہ

آپ چوتھے طبقہ کے ہیں' آپ کا نام حماد ہے' تنیات میں غلام تھے جو مصر سے دس فرسنگ کے فاصلہ پر ہے کہتے ہیں کہ تنیات مصیصہ میں سے ہے جو کہ مغرب کی ولایت میں ہے۔ زنبیل بنا کرتے تھے اور کوئی نہیں جانتا تھا کہ کیسے بنا کرتے ہیں اور جب کوئی نہ ہوتا تو اس کو دونوں ہاتھوں سے دیکھتے تھے۔ (ورنہ دراصل ان کے دونوں ہاتھ کٹے ہوئے تھے) شیر سے ان کی محبت تھی۔ قیل لہ بلغنا ان السباع تانس بک قال نعم الکلاب یانس بعضھا ببعض یعنی آپ سے کہا گیا کہ درندے جانور آپ سے محبت کرتے ہیں۔ کہا ہاں کتے ایک دوسرے سے انس رکھتے ہیں۔ آپ اپنے وقت میں زمین کے قطب اور ملجا تھے اور لوگوں کے حالات کی طرف متوجہ تھے۔ ۳۴۰ھ میں انتقال ہوا تھا۔ آپ کے کمالات و بشارات بہت ہوئے ہیں۔ ابو عبداللہ جلا اور جنید رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ مشائخ کی صحبت میں رہے ہیں جو توکل کے طریق میں یگانہ گزرے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں جو شخص اپنا عمل ظاہر کرے وہ ریاکار ہے اور جو شخص اپنا حال ظاہر کرے وہ مدعی ہے۔

ایک دفعہ ایک شخص کو دیکھا کہ دریا میں پانی پر چلا جا رہا ہے۔ آپ دریا کے کنارہ پر تھے اس مرد کو دیکھا کہ پانی پر چلا جا رہا ہے۔ کہا کہ یہ کیا بدعت ہے۔ آخر اس کو چلا کر کہا کہ کہاں جاتے ہو کہا حج کو۔ کہا اب جاؤ۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ جو شخص کرامات کو بیچتا ہے کہ لوگ اس کو قبول کریں' وہ مغرور ہے اور کرامات کا خریدار کتا اگرچہ کتے کی آواز نہ بولے پھر بھی کتا ہی ہے۔ یعنی حقیقت تصوف کرامات نہیں ہے۔ اس کے سوا دوسری چیز ہے کرامت زاہدوں اور ابدالوں کو اچھی معلوم ہوتی ہیں۔ صوفی عارف کرامات سے بڑھ کر ہے۔ وہ مجسم کرامات کرامات ہی ہے۔

شیخ الاسلام کہتے ہیں عباس بن محمد خلال کہتے ہیں کہ میں مرو سے جا رہا تھا۔ ابوالخیر تنیاتی نے مجھ سے کہا کہ اگڈری گردن پر ڈالے کہاں جاتے ہو۔ میں نے کہا کہ طرپوس اور بیت المقدس کو۔ کہا کیوں گوشہ میں بیٹھ کر خدا کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ وہ گوشہ کہاں ہے۔ کہا وہاں جہاں تم نہ ہو۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ابوصالح حدثانی کہتے ہیں اس کا نام ہارون تھا جو کہتا ہے کہ میں ابوالخیر تنیاتی کی زیارت کو ان کے گھر پر گیا۔ مجھے کہا کہ اب کہاں کا سفر کرو گے میں نے کہا کہ طرپوس کا۔ کہا اس سال کہاں کی نیت ہے۔ کہا مکہ معظمہ کی۔ کہا خدا نے تم کو ایک چیز دی ہے جس کا تم نے حق نہیں جانا اور اس کو اچھی طرح نہیں نبھایا۔ اس لئے تم کو جنگلوں اور دریاؤں میں پراگندہ کر دیا ہے۔

ابوصالح نے کہا اے شیخ حج اور جہاد کو کہتے ہو۔ کہا ہاں حج اور جہاد کو کہتا ہوں۔ کیوں اپنے وقت کو غنیمت نہیں جانتے اور اس میں بیٹھے نہیں رہتے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ایک مرید خلال مزوری کے پاس گیا اور اس سے سفر کی اجازت مانگی۔ پیر نے کہا کیوں جاتے ہو۔ کہا جب نہ چلے تو سیاہ ہو جاتا ہے۔ پیر نے کہا کیوں بحرا نہیں بنتا کہ نہ چلے اور سیاہ بھی نہ ہو۔ ابوالخیر تنیاتی کے اصحاب میں سے ایک شخص کہتا ہے کہ ایک دن شیخ بیٹھا ہوا تھا اس نے کہا وعلیکم السلام میں نے کہا کیا فرشتوں سے کہتے ہو کہا نہیں' بلکہ آدم علیہ السلام کے فرزندوں میں سے ایک ہوا میں اڑا جاتا تھا۔ اس نے مجھے سلام کہا تھا۔ میں نے اس کا جواب دیا۔ ابوالحسین قرانی کہتے ہیں ابوالخیر تنیاتی کی زیارت کو میں گیا جب میں ان سے وداع ہونے لگا تو وہ مسجد کے دروازہ تک آئے اور کہنے لگے اے ابوالحسین! مجھے معلوم ہے کہ تمہارے پاس خرچ نہیں ہے لیکن یہ دو سیب اپنے ساتھ لے جا۔ میں نے ان سے لے لئے اور جیب میں ڈال لئے تین دن گزر گئے۔ کہیں سے کچھ نہ ملا۔ ان دو سیبوں میں سے ایک نکال کر میں نے کھایا پھر میں نے چاہا کہ دوسرا سیب نکال لوں تو کیا دیکھتا ہوں کہ دونوں سیب میری جیب میں موجود ہیں پھر میں ان سیبوں میں سے کھاتا اور پھر موجود ہو جاتے یہاں تک کہ میں موصل تک پہنچ گیا۔ میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ سیب میری معلوم روزی ہو گئے ہیں۔ میرے توکل کو بگاڑ دیا ہے۔ میں نے ان کو جیب سے نکال لیا اور میں نے کہا کہ ایک درویش نے اپنے آپ کو چادر میں لپیٹا ہوا ہے اور یہ کہہ رہا ہے کہ مجھ کو سیب کی خواہش ہے۔ میں نے وہ دونوں اسی کو دے دیئے۔ جب میں وہاں سے گزرا تو میرے دل میں گزرا' کہ شیخ ابوالخیر نے سیب اسی کو بھیجے تھے۔

پھر میں نے اس درویش کو ڈھونڈا تو نہ پایا۔ ایک صوفی کہتا ہے کہ میں شیخ ابوالخیر تنیاتی کے پاس تھا۔ انہوں

نے اپنی ابتدائی حالت بیان کی میں نے ان سے پوچھا کہ تمہارے ہاتھ کٹ جانے کا کیا سبب ہے کہا ہاتھ نے گناہ کیا تھا' لوگوں نے کاٹ دیا۔ مجھے اس وقت یہ گمان ہوا کہ شاید جوانی میں ان سے کچھ ایسا قصور ہوا جس کی سزا ہاتھ کٹا ہو میں نے کچھ نہ کہا۔ یہاں تک کہ چند سال کے بعد چند مشائخ کے ساتھ ان کے پاس تھا۔ آپس میں ایک دوسرا ان کرامتوں کا ذکر کرتا جو خدا نے ہر ایک کو دی ہیں۔ یہاں تک کہ زمین طے کرنے کی بات چھڑی۔ وہاں ہر ایک باتیں کرتا تھا۔ ابوالخیر کی طبیعت اس سے تنگ ہوئی اور کہا تم کب تک یہ کہتے رہو گے کہ فلاں شخص ایک رات میں مکہ میں چلا جاتا ہے اور فلاں ایک دن میں۔ میں ایک حبشی غلام کو پہچانتا ہوں کہ ایک دن طرابلس کی جامع مسجد میں بیٹھا ہوا تھا۔ مراقبہ میں سر کیا ہوا تھا۔ حرم کی خوشی اس کے دل میں پیدا ہوئی کہنے لگا کاش میں اس وقت حرام میں ہوتا۔ جب سر اٹھایا تو اپنے آپ کو حرم میں پایا۔

وہ جماعت ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگی اور ایک دوسرے کو اشارہ کرنے لگی کہ یہ حبشی غلام وہی ہے پھر اس جماعت میں سے ایک نے گستاخی کر کے پوچھا' یہ لوگ پوچھتے ہیں کہ تمہارے ہاتھ کاٹے جانے کا کیا سبب ہوا ہے۔ کہا ہاتھ نے گناہ کیا تھا اس لئے کاٹ دیا گیا۔ انہوں نے کہا مدت سے آپ یہی جواب دیتے ہیں ہم چاہتے ہیں کہ اس کا سبب بتلاؤ۔ کہا کہ میں مغرب کا رہنے والا تھا۔ مجھے سفر کی خواہش پیدا ہوئی اسکندریہ میں آیا اور بارہ سال تک وہیں رہا پھر وہاں سے سفر کیا اور بارہ سال اور شطا اور دمیاط میں مقیم رہا۔ صوفیوں نے کہا کہ اسکندریہ تو بڑا آباد شہر ہے وہاں تو رہ سکتے ہیں لیکن شطا اور دمیاط میں تو کچھ آبادی نہیں وہاں کیونکر رہتے تھے کیونکہ اسکندریہ میں نہ رہے کہا کہ خلیج و دمیاط کے کنارہ پر میں نے ایک جھونپڑی بانسوں کی بنا رکھی تھی اور ان دنوں میں دمیاط میں مسافر بہت آیا کرتے تھے۔ جب رات کے وقت کچھ کھاتے اور دسترخوانوں کو فصیل کے باہر گراتے تھے میں بھی کتوں سے مزاحمت کرتا اور اپنا حصہ لے لیتا تھا۔ گرمیوں میں میری یہ غذا ہوتی تھی۔ جب سردی کا موسم آتا تو میرے گھر کے گرداگرد بردی (ایک قسم کی گھاس جس کی شاخ اور پتوں سے بوریے بنتے ہیں) بہت ہوتی تھی۔ زمین سے نکالتا۔ یہ میری غذا تھی۔ اتفاقاً ایک دن میرے دل میں یہ بات آئی کہ اے ابوالخیر تو ایسا گمان کرتا ہے کہ لوگوں کے ساتھ ان کی غذا میں شریک نہیں ہے اور توکل کا دعویٰ کرتا ہے حالانکہ معلوم رزق کے درمیان بیٹھا ہوا ہے۔

الٰہی میرے سردار اور میرے مولا مجھ کو تیری عزت کی قسم ہے کہ جو چیز زمین سے اگے میں اس کی طرف ہاتھ نہیں بڑھاؤں گا اور کچھ نہ کھاؤں گا' مگر وہی جو تو بھیجے بارہ دن اور گزر گئے۔ تمام فرض' سنت' نفل پڑھا کرتا تھا۔

اس کے بعد نفلوں سے عاجز ہو گیا اور بارہ دن تک فرض و سنت پورے کرتا رہا۔ اس کے بعد سنت سے بھی عاجز آ گیا اور بارہ دن تک فرض پڑھتا رہا۔ اس کے بعد قیام سے عاجز ہو گیا اور بارہ دن تک بیٹھ کر نماز پڑھتا رہا۔ پھر بیٹھنے سے بھی عاجز ہو گیا میں نے دیکھا کہ فرض بھی مجھ سے فوت ہوتے ہیں۔ بس خدا سے میں نے پناہ مانگی اور دل میں کہا کہ خداوندا میرے سردار مجھ کو تو نے خدمت سپرد کی ہوئی ہے جس کی بابت کل کو تو سوال کرے گا اور میرے رزق کا تو خود ضامن ہو چکا ہے۔ پس جس رزق کا تو ضامن ہو چکا ہے وہ مجھے عنایت کر اور جو عہد کہ میں نے تجھ سے کیا ہے اس پر مجھے مواخذہ نہ کرنا (یعنی مجھ سے عہد نہ ٹوٹ جائے)

اتفاقاً میں نے دیکھا کہ میرے سامنے دو روٹیاں ظاہر ہوئی ہیں اور ان کے اندر کچھ رکھا ہوا ہے (از قسم سالن) یہ نہ بتلایا کہ وہ کیا چیز تھی اور دوستوں میں سے کسی نے نہ پوچھا کہ کیا تھا پس ہمیشہ ان دو روٹیوں کو ایک رات سے دوسری رات تک پاتا۔ اس کے بعد مجھ کو ایسا اشارہ ہوا کہ سرحد کو لڑائی کیلئے جانا چاہئے تب میں روانہ ہو گیا۔ ایک گاؤں میں گیا۔ اتفاقاً وہ جمعہ کا دن تھا مسجد جامع کی صحن میں ایک شخص قصہ زکریا علیہ السلام اور ان کا درخت کے پاس آنا اور آرہ سے ان کے دو ٹکڑے ہو جانا پھر ان کا صبر کرنا بیان کر رہا تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ خداوندا میرے سردار زکریا علیہ السلام ایک بڑے صابر شخص گزرے ہیں اگر مجھ کو کسی بلا میں بتلا کرے تو میں بھی صبر اختیار کروں گا۔ اس کے بعد میں روانہ ہو گیا۔ یہاں تک کہ انطاکیہ میں پہنچا۔ میرے بعض دوستوں نے دیکھا کہ سرحد کا ارادہ رکھتا ہوں۔ میرے لئے تلوار، ڈھال، برچھ لائے تب میں سرحد کو گیا اور خدا تعالیٰ سے شرم کی کہ دشمن سے ڈر کر فصیل کے باہر مقام کروں۔ دن کو اس جنگل میں کہ فصیل کے باہر تھا میں نے مقام کیا۔ رات کو دریا کے کنارے پر آتا تھا۔ برچھ کو تو زمین میں گاڑ دیتا تھا اور ڈھال کو باہر رکھ کر محراب بناتا تھا اور تلوار کو حمائل بناتا تھا۔ جب صبح کی نماز پڑھ لیتا تو جنگل میں چلا جاتا تھا۔ ایک دن جو میں نے دیکھا تو میری نگاہ ایک درخت پر پڑی جس کے بعض میوے پکے ہوئے تھے اور بعض سبز تھے۔ ان پر اوس پڑی ہوئی تھی اور چمکتی تھی۔ مجھ کو اچھی معلوم ہوئی اس نے اس عہد کو مجھے بھلا دیا۔

اس درخت کی طرف میں نے ہاتھ بڑھایا اور اس درخت کے میوے سے کچھ میں نے لیا۔ کچھ تو منہ میں ڈالا اور کچھ ہاتھ میں تھا۔ کہ وہ عہد مجھ سے یاد دلایا گیا۔ جو میوہ میرے ہاتھ میں تھا وہ تو میں نے پھینک دیا اور اپنے سے کہا محنت و بلا کا وقت آ گیا۔ ڈھال اور برچھے کو دور پھینک دیا اور ایک جگہ بیٹھ گیا۔ ہاتھ اپنے سر پر رکھا ابھی کچھ عرصہ نہ ہوا تھا کہ سواروں اور پیادوں کی ایک جماعت میرے گرد جمع ہوگئی اور کہنے لگی اٹھ۔ تب میں اٹھا

وہ مجھے ساتھ لے گئے یہاں تک کہ دریا کے کنارے تک پہنچے۔ میں نے دیکھا کہ اس اطراف کا امیر سوار کھڑا ہے اور سوار پیادے اس کے گرد جمع ہو رہے ہیں اور سپاہیوں کی ایک جماعت کہ جو اکثر راستہ میں لوٹ مار کرتی تھی اس کے سامنے موجود تھی جب میں امیر کے سامنے گیا کہا کہ تم کون ہو۔ میں نے کہا خدا کے بندوں میں سے ایک بندہ ہوں پھر ان سپاہیوں سے پوچھا کہ تم لوگ اس کو پہچانتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ نہیں کہا کہ یہ تمہارا سردار ہے۔ اپنے آپ کو اس کے قربان کرتے ہو۔ پھر حکم دیا کہ ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دو۔ ایک ایک کو بلا کر پیش کرتے اور ہر ایک کا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کاٹ لیتے تھے۔ جب میری باری آئی تو کہا کہ آگے آؤ اور اپنے ہاتھ کو بڑھاؤ۔ میں نے بڑھایا اس کو کاٹ دیا۔ پھر کہنے لگے کہ پاؤں کو بڑھاؤ میں نے بڑھایا اور آسمان کی طرف منہ کر کے کہا کہ خداوندا میرے سردار میرے ہاتھ نے گناہ کیا تھا پاؤں کا کیا گناہ ہے۔ اتفاقاً ایک سوار جوان میں کھڑا تھا اس نے اپنے آپ کو زمین پر گرایا اور کہا کیا کرتے ہو کہ آسمان زمین پر گرا چاہتا ہے' یہ فلاں نیک شخص ہے اور میرا نام بتلایا۔ اس امیر نے اپنے آپ کو گھوڑے پر گرایا اور میرے کٹے ہوئے ہاتھ کو اٹھایا اور چوما اور مجھ کو لپٹ گیا اور رونے لگا کہ مجھ کو معاف کر دیجئے۔ میں نے کہا کہ میں نے تو پہلے ہی معاف کر دیا تھا' یہ ہاتھ جس نے گناہ کیا تھا اس لئے کاٹ دیا گیا۔ اس کے بعد میں رویا اور کہا کہ اس سے بڑھ کر اور کیا مصیبت ہوگی ہاتھ بھی کٹ گیا اور وہ دو روٹیاں بھی گئیں۔

شیخ الاسلام کہتے ہیں ایک پیر تھا جس کا نام زہیر بن بکیر تھا۔ وہ عالم صاحب تصانیف تھے وہ کہتے ہیں کہ ایک زمانہ ایسا تھا کہ میرے غلام غصہ نہ ہوتے تھے اور میں ان میں سے انہیں کو رکھتا جو اصل عرب کے ہوتے تھے۔ ایک رات میں نے خواب دیکھا کہ غلاموں کا گروہ جوق در جوق آسمان کے دروازہ تک ہے۔ مجھ کو کہا گیا کہ اے لڑکے یہ جو تم دیکھ رہے ہو۔ سب عجمی غلام ہیں۔ ان میں سے صرف ایک عرب کا ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ میں اس گروہ کے تیرہ ابوالخیروں کو پہچانتا ہوں سب غلام آزاد شدہ جہاں کے سردار ہے اور کئی ایک کے نام لئے منجملہ ان کے ابوالخیر تنیاتی ابوالخیر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ' ابوالخیر جمی رحمۃ اللہ علیہ' ابوالخیر مالکی رحمۃ اللہ علیہ' ابوالخیر حبشی رحمۃ اللہ علیہ' ابوالخیر حبشی سب سے پچھلا ابوالخیر ہے۔

۲۵۷۔ ابوالخیر حبشی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ عمو شیخ عباس ان کی زیارت سے فخر کیا کرتے تھے۔ آپ مکہ کے مجاور رہے ہیں۔ ایک دفعہ ایک شخص

مسجد حرام میں آیا اور کہا کہاں ہیں وہ لوگ جن کو جوان مرد کہتے ہیں۔ پھر صوفیوں کی طرف اشارہ کیا اور حقارت کے طور پر کہنے لگا' جوان مرد یہ لوگ ہیں۔ ایک گھڑی کے بعد شیخ ابوالخیر حبشی ایسے رعب اور ہیبت سے آ رہے تھے کہ ان کے چہرہ پر زردی ظاہر ہوتی تھی۔ جو بات اس شخص نے کہی تھی' شیخ نے وہ بات سن لی۔ اس لئے کہا کہ وہ کون شخص ہے جو کہتا ہے جوان مرد کہاں ہیں' جوان مرد ہو تو جوان مرد کو دیکھے کہتے ہیں کہ وہ وہیں ہیں' کہ جن کی قبر ابرقوہ میں ہے۔ ان کا نام اقبالی تھا اور ان کا لقب طاؤس الحرمین' کنیت ابوالخیر آپ جرجان کے ایک امیر شخص کے حبشی غلام تھے۔ اس وقت بھی خدا کی بندگی میں بہت مشغول رہے تھے۔ ان کا مالک ہمیشہ کہتا کہ کچھ مجھ سے مانگو وہ کچھ مانگتے تھے۔

ایک دن اس نے بہت ہی اصرار کیا' آپ نے کہا اگر کچھ دینا چاہتے ہو تو مجھ کو خدا کیلئے آزاد کر دو۔ مالک نے کہا میں نے کئی سال سے تم کو آزاد کر رکھا ہے تم کو اپنا مالک بنایا ہوا ہے' پس رخصت کر دیا۔ پھر آپ بغداد کی طرف ایک شیخ کی زیارت کیلئے آئے جب وہاں پہنچے تو وہ شیخ مرگ کے قریب تھے۔ جب انہوں نے سلام کہا تو کہا وعلیک السلام یا ابوالخیر ہم تمہارے مشتاق تھے' تمہارا شریف لقب ہے کہ حجاز اس سے مشرف ہوگا۔ انہوں نے سات سال تک حرمین شریفین کی مجاورت کی وصیت کی کہا کہ تمہارا مقصود وہاں حاصل ہوگا۔ انہوں نے ساٹھ سال تک حرمین شریفین کی مجاورت اختیار کی اور کبھی کسی سے کوئی چیز طلب نہ کرتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ساٹھ سال مکہ اور مدینہ میں میں نے مجاورت کی اور بہت سختیاں اٹھائیں۔ جب میں چاہتا کہ کسی سے سوال کروں' غیب سے آواز آتی کہ تمہیں شرم نہیں آتی جس منہ کو ہمارے سامنے سجدہ میں رکھتا ہے اس کو ہمارے غیر کے سامنے خوار کرتا ہے۔

کہتے ہیں کہ جب روضہ مقدسہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آتے اور کہتے **السلام علیک یا رسول الثقلین** جواب آتا **وعلیک السلام یا طاوس الحرمین** آپ فرماتے ہیں **الحرمین یوجب علی نفسہ خدمۃ الاحرار والفتی من لا یری لنفسہ علی احد منۃ ولا یری لنفسہ استغناء عن احد** یعنی آزاد وہ شخص ہے کہ اپنے نفس پر آزادوں کی خدمت لازم کر لے اور جوان وہ ہے کہ کسی پر اپنا احسان نہ رکھے اور اپنے نفس کو کسی سے غنی نہ سمجھے۔ آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ آزادوں کی تجارت نیکی ہے اور تواضع ان کا نفع ہے۔ دنیا سے ۳۸۳ھ میں انتقال ہوا ہے۔ **رحمۃ اللہ علیہ والمغفرۃ**

۲۵۸- ابوالخیر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بغداد میں آئے اور کچھ عرصہ وہاں مقیم رہے۔ مشائخ کی صحبت میں رہے تھے وہاں سے ایک گاؤں میں جا کر قبیل دار بن گئے اور وہیں ان کی وفات ہوئی۔

۲۵۹- ابوالخیر حمصی رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے کعبہ کے جنگلوں کو بارہا توکل کے قدم سے قطع کیا ہے اور بغداد میں ۳۱۰ھ کے بعد فوت ہوئے ہیں۔

۲۶۰- ابراہیم بن شیبان کرمانشاہی قزوینی رحمۃ اللہ علیہ

آپ چوتھے طبقہ کے ہیں' ابواسحاق کنیت ہے۔ پہاڑ کے شیخ تھے۔ اپنے وقت میں ان کی پرہیزگاری کے بڑے درجے تھے' جس سے لوگ عاجز تھے۔ ابوعبداللہ مغربی اور ابراہیم خواص کے ساتھیوں میں سے ہیں۔ عبداللہ منازل سے لوگوں نے پوچھا کہ ان کی نسبت کیا کہتے ہو۔ کہا ابراھیم حجه الله علی الفقراء و اهل الادب و المعاملات یعنی ابراھیم فقراء اور اہل ادب اور اہل معاملات پر خدا کی ایک حجت و دلیل ہے۔ ۳۳۷ھ میں انتقال ہوا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جو شخص مشائخ کی عزت کو نگاہ نہ رکھے تو وہ جھوٹے دعوؤں اور نکمی لافوں میں گرفتار اور رسوا ہوتا ہے۔ آپ یہ بھی کہتے ہیں کہ باپ نے مجھے یہ وصیت کی تھی کہ علم آداب ظاہری کیلئے سیکھ اور تقویٰ آداب باطن کیلئے اختیار کر اور اس چیز سے دور ہو جو تجھ کو خدا تعالیٰ سے منع کر دے کیونکہ یہ کم اتفاق ہوتا ہے کہ کوئی اس سے منہ نہ پھیر دے پھر اس دولت کو پالے اور اس کی طرف متوجہ ہو۔

۲۶۱- ابوزید مرغزی خراسانی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الاسلام قدس سرہ کہتے ہیں کہ خواجہ ابوزید مرغزی فقیہ خراسانی حج کو جاتے تھے کرمانشاہ میں پہنچے۔ ابراہیم شیبان کو وہیں پایا۔ اس سال حج کو چھوڑ دیا اور اس کی صحبت اور دل کی آبادی کو ضروری سمجھا اس کے بعد تین حج کئے جب خواجہ ابوزید نے انتقال کیا اس دن بارش بہت تھی باہر نہ لے جاسکے۔ گھر میں عاریتاً دفن کر دیا کہ پھر باہر

نکال لیں گے۔ جب لوگوں نے چاہا کہ باہر لے جائیں دیکھا تو قبر میں نہ تھے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ یہ ولایت فقہ سے حاصل نہ کی تھی بلکہ اسے پیر کی صحبت سے حاصل ہوئی تھی۔

۲۶۲- ابراہیم بن احمد بن مولد الصوتی الرقی رحمۃ اللہ علیہ

آپ چوتھے طبقہ کے ہیں۔ آپ کی کنیت ابواسحاق ہے۔ رقہ کے بڑے مشائخ اور ان کے جوانوں میں سے ہیں۔ ابوعبداللہ جلاأ ابراہیم قصار رقی کی صحبت میں رہے ہیں۔ ۳۴۲ ہجری میں انتقال ہوا ہے۔ ابوالحسن علی بن احمد نے وفات کے بعد ان کو خواب میں دیکھا تو کہا کہ مجھ کو وصیت کیجئے کہا علیک بالقلة و الذلة الی ان تلقی ربک یعنی لازم پکڑ تھوڑے مال اور ذلت کو یہاں تک کہ تو اپنے رب سے جا ملے۔ وہ فرماتے ہیں حقیقة الفقر ان لا یستغنی العبد بشی سوی الحق سبحانه تعالیٰ یعنی فقر کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ خدا تعالیٰ کے سوا اور کسی چیز کی پرواہ نہ کرے وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ مجھ کو اس شخص پر تعجب آتا ہے جس نے یہ پہچان لیا کہ اس کو خدا کی طرف راہ ہے۔ پھر وہ اس کے غیر کے ساتھ کیونکر زندگی بسر کرتا ہے حالانکہ خدا تعالی وانیبو الی ربکم واسلمو له یعنی اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور اس کے حکم کو مانو وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ میں نے اپنی پہلی حالت میں مسلم مغربی کی زیارت کا قصد کیا۔ جب میں ان کی مسجد میں آیا تو وہ امامت کر رہے تھے۔ الحمد کو کئی جگہ غلط پڑھا۔ میں نے دل میں کہا کہ میری اتنی تکلیف برباد ہوگئی۔

اس رات میں وہاں ہی رہا۔ دوسرے دن طہارت کے ارادہ سے اٹھا کہ فرات کے کنارہ پر جاؤں راستہ میں شیر سویا پڑا تھا۔ واپس آ گیا ایک اور شیر میرے پیچھے آتا تھا تب تو میں عاجز ہوگیا اور میں چلا اٹھ مسلم اپنے حجرہ میں سے باہر نکلے۔ جب شیروں نے ان کو دیکھا تو تواضع کرنے لگے۔ انہوں نے دونوں شیروں کے کان پکڑے اور ملے اور کہا کہ اے خدا کے کتو کیا میں نے تم کو یہ نہیں کہہ رکھا کہ میرے مہمانوں کو کچھ نہ کہا کرو۔ اس وقت مجھ سے کہا کہ اے ابا اسحٰق تم ظاہر حالت کے درست کرنے میں مشغول ہو یہاں تک کہ خلقت سے ڈرتے ہو اور ہم باطن کے درست کرنے میں لگے ہیں تا کہ لوگ ہم سے ڈریں۔

۲۶۳- ابراہیم جیلی رحمۃ اللہ علیہ

آپ گیل کے رہنے والے ہیں۔ صوفیوں کے پیر بزرگ اور بادبدبہ تھے۔ ان کا وقت صاف تھا۔ شیخ

ابوالازہر اصطخری کہتے ہیں کہ ابراہیم گیلی اپنے چچازاد ہمشیرہ پر شیفتہ ہوگئے اور اس سے نکاح کرلیا۔ اس سے ایسے مشغول ہوئے کہ اس کے پاس سے اٹھ نہیں سکتے تھے۔ ایک دفعہ دل میں کہنے لگے کہ میں کس میں پڑ گیا ہوں۔ اگر میں اسی حالت میں آخر تک رہوں گا تو میں کون ہوں گا۔ پھر رات کو اٹھے اور غسل کیا نماز پڑھی اور بہت روئے اور کہا الٰہی تو وہی پہلا ہے جو تھا مجھ کو میرا وہی پہلا حال دے دے۔ اسی وقت عورت کو بخار چڑھا اور تیسرے دن فوت ہوگئی۔ ابراہیم نے اس کو دفن کر دیا اور اپنے کام پر لگے۔ ننگے پاؤں ننگے سر جنگل میں پھرنے لگے۔

۲۶۴- ابراہیم دہستانی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ شیخ محمد قصاب نے دامغان میں مجھ سے کہا جس وقت اس ملک میں اہل کلام ظاہر ہوئے ہیں اس وجہ سے رنجیدہ تھا۔ میں اٹھا اور شیخ ابراہیم دہستانی کی خدمت میں گیا کہ ان سے پوچھوں یعنی مذہب اور ان کی باتوں کی بابت۔ جب ان کی خدمت میں پہنچا ابھی میں نے ان سے بات نہ کی تھی کہ مجھ کو انہوں نے کہا محمد واپس چلا جا لا یعرفه احد غیرہ یعنی خدا کو خدا کے سوا اور کوئی نہیں پہچانتا۔ ذوالنون کی نسبت درست ہے۔ العلم فی ذات اللہ جھل یعنی خدا کی ذات کا علم جہالت ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ خدا کو سوا اس کے نہیں پہچان سکتے۔ جب یہ قرآن وسنت سے پہچان لے گا تو اس کو اسی سے پہچان لے گا۔ یعنی شناخت تصدیقی و تسلیمی عقل مجرد سے اس کو نہیں پہچان سکتے۔ عقل تو مخلوق ہے کہ وہ اپنے جیسے پر دلالت کرتی ہے۔ جو شخص کہ اس کے بارہ میں اسی سے بات کرے وہ تو قبول کر کیونکہ وہ خود کہتا ہے اور اپنے عقل و قیاس کو قبول نہ کر کیونکہ ایمان شنید ہے نہ عقلی۔

۲۶۵- ابراہیم مرغینائی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں جو کچھ کان معلوم کرتا ہے۔ وہ علم ہے اور جو کچھ فہم معلوم کرتا ہے حکمت ہے اور جو کچھ اسی سے سنے اور اسی سے دریافت کرے وہ زندگی ہے۔

۲۶۶- ابراہیم نازویہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی کنیت ابو اسحٰق ہے۔ آپ نیشاپور کے مشائخ میں سے ہیں۔ ابوحفص کو دیکھا تھا ابوعثمان حیری کی

صحبت میں رہے ہیں۔ ان کو فتوت (جوان مردی) میں بڑا مرتبہ ہے۔ آپ کا نام ابراہیم بن محمد بن سعید ہے لیکن ان کی خوبصورتی اور خوش الحانی کی وجہ سے نازویہ لقب دیا گیا (بازویہ یا نازویہ)

۲۶۷-مظفر کرمانشاہی قدس اللہ روحہ

آپ چوتھے طبقہ کے ہیں۔ پہاڑ کے بڑے مشائخ اور سچے فقراء میں سے ہیں۔ عبداللہ خراز اور ان سے زیادہ بزرگ ، کی صحبت میں بھی رہے ہیں۔ اپنے طریقہ میں یکتا مشائخ سے تھے۔ عباس شاعر کے استاد ہیں۔ شیخ الاسلام قدس سرہ کہتے ہیں کہ وہ رات کے تین حصہ کیا کرتے تھے۔ ایک حصہ میں نماز پڑھتے' ایک حصہ میں قرآن پڑھتے ایک حصہ میں دعا مانگتے روتے تھے اور یہ بیت پڑھا کرتے تھے۔

قد لسعت حية الهوى كبدى فلا طبيب لها ولا راقى

غير الحبيب الذى شغفت به فعنده رقيتى و ترياقى

یعنی عشق کا سانپ میرے جگر کو کاٹ گیا تھا جس کا سوا اسی حبیب کے جس کا میں عاشق ہوں کوئی طبیب اور کوئی منتر کرنے والا نہیں کیونکہ اسی کے پاس میرا منتر اور تریاق ہے۔ وہ کہتے ہیں العارف من جعل قلبه لمولاه وجسد لخلقه یعنی عارف وہ ہے کہ جس نے اپنا دل اپنے مولیٰ کیلئے بنا دیا ہو اور جسم لوگوں کیلئے۔ وہ یہ بھی فرماتے ہیں من صحب الاحداث على شرط السلامة والنصيحة دالا ذلك الى البلاء فكيف بمن صحبهم على شرط غير السلامة یعنی جو شخص نوجوان سے بشرط سلامت وخیر خواہی صحبت رکھتا ہے تو یہ صحبت اس کو بلا کی طرف لے جاتی ہے۔ چہ جائیکہ ان سے بغیر شرط سلامت کے صحبت رکھے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ تیری نظر دنیا میں اعتبار کیلئے ہونی چاہئے اور تیری سعی اس میں اضطرار اور بے قراری میں ہونی چاہئے اور اس کا چھوڑنا اختیاری طور پر چاہئے۔ لوگوں نے ان سے پوچھا کہ فقیر کون ہے کہا فقیر وہ ہے کہ خدا کی طرف اس کی حاجت نہ ہو۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ اس کو خدا کی اس لئے حاجت نہیں ہوتی کہ اس کی تمام حاجت وہی ہے اور بس۔

۲۶۸-ابوالحسین بن بنان رحمۃ اللہ علیہ

آپ چوتھے طبقہ کے ہیں۔ آپ کا نام علی بن ہند قرشی ہے۔ آپ فارس کے بڑے مشائخ میں سے ہیں اور ان کے علماء کی صحبت میں رہے ہیں۔ مثلاً ابو جعفر لوہار اور ان سے بڑے جیسے عمرو بن عثمان اور جنید اور ان کے طبقہ

کے۔ آپ فرماتے ہیں کہ جس کو اللہ تعالیٰ اپنے قرب کی بساط پر جگہ دیتا ہے اس کو اس امر پر کہ وہ جاری کرتا ہے راضی وخوش رکھتا ہے۔ کیونکہ وہ قرب کی بساط پر بے رضا اور ناخوش نہ رہے گا۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے حسن خلق یہ ہے کہ شکایت کو ترک کر دیا جائے اور اس کے حکم وفرمان سے یہ کہ اس کو خوشی کے ساتھ بجالائے اور لوگوں کے ساتھ نیکو کاری اور بردباری کرلے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں اجتھد ان لا تفارق باب سیدک بحال فانه ملجا الکل فمن فارق تلک السدات لا یری بعدها قرار ولا مقاما وقال کنت من کربتنی افر الیهم فهم کربتی فان المضر یعنی سعی کر کہ اپنے خواجہ کے دروازہ سے کسی حال میں جدا نہ ہو جائے کیونکہ وہ سب کی پناہ ہے مگر جو شخص اس آستانہ سے دور جا پڑا پھر اس کو نہ کوئی قرار ہے نہ اس کا کوئی مقام ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں پہلے اس سے اگر مجھے رنج پہنچتا تھا تو انہیں کی طرف بھاگتا تھا۔ اب کہ میرا رنج انہیں کی طرف سے ہے تو کہاں بھاگ کر جاؤں۔ شیخ ابو عبداللہ خفیف کہتے ہیں کہ شیخ ابوالحسین ہند ایک جماعت کے ساتھ شیراز میں دعوت پر تھے اور میں سفر میں تھا۔ انہوں نے کہا تھا کہ ابو عبداللہ کا حصہ رکھ چھوڑو۔ جماعت نے عذر کیا تھا دوبارہ آپ نے کہا کہ اس کا حصہ ضرور رکھو' حصہ رکھا گیا اتفاقاً میں پہنچ گیا اور حاضر ہو کر سلام کہا ابوالحسین ہند اٹھ کھڑے ہوئے کپڑے کو بغل کے نیچے رکھ لیا اور چکر لگاتے یہ کہتے تھے قلوب المومنین لا تکلف یعنی مومنین کے دل جھوٹ نہیں بولا کرتے۔ پھر میں نے کہا کچھ کھانا موجود ہے کیونکہ میں بھوکا ہوں جو کھانا رکھا ہوا تھا لائے۔

۲۶۹- ابوالادیان رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی کنیت ابوالحسن ہے اور آپ کا نام ابوالادیان کہتے ہیں کہ آپ تمام مذاہب سے مناظرہ کرنے اور مخالفوں کو ہرا دیتے تھے۔ آپ بصری ہیں۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں ہوئے ہیں۔ ابو سعید خراز کی صحبت میں رہے ہیں۔ عالم اور صاحب زبان تھے۔ آپ کا ایک غلام تھا جس کا احمد نام تھا وہ کہتا تھا کہ ایک دن ابوالادیان اور ایک مجوسی کا مناظرہ ہوتا تھا۔ مجوسی نے کہا کہ اگر آگ خدا کے حکم سے کام کرتی ہے بالطبع نہیں تو میں تمہارے دین میں آجاؤں گا۔ دونوں نے اس پر اتفاق کیا کہ آگ جلائیں اور ابوالادیان آگ میں جائے۔ پھر لکڑیاں جمع کی گئیں اور بڑی آگ جلائی گئی اور لوگ بہت سے جمع ہو گئے۔ جب تمام لکڑیاں جل گئیں تو کوئلوں کو زمین پر بچھا دیا گیا۔ ابوالادیان نے مصلیٰ بچھایا ہوا تھا اور نماز پڑھ رہے تھے۔ جب سلام دے چکے اٹھے اور کوئلوں کے اوپر سے چلے گئے۔ اس وقت مجوسی کی طرف متوجہ ہو کر آپ نے کہا کہ یہ کافی ہے یا دوبارہ آؤں

جب یہ بات کہی تو منہ پھیر لیا' مجوسی مسلمان ہو گیا۔ احمد کہتا ہے کہ جب رات آئی میں ان کو مالش کرتا تھا۔ ان کے پاؤں کی انگلی کے نیچے میں نے ایک آبلہ سیب کے برابر دیکھا۔ میں نے کہا اے شیخ یہ کیا ہے کہ جب کہ میں آگ پر چلتا تھا اپنے آپ سے غائب تھا اور جب آگ کے آخر میں پہنچا حاضر ہو گیا اور وہ بات کہی اور اگر یہی حضور آگ کے درمیان ہوتا تو میں جل جاتا شیخ الاسلام کہتے ہیں جب وہ حج کو جاتے تو اپنے گھر سے ہی لبیک کہتے تھے اور گھر سے ہی احرام باندھ لیتے۔ ایک دفعہ حج سے واپس آئے اور جلد لبیک کہنے لگے' لوگ کہنے لگے بے قاعدگی نہ کیجئے۔ اب تو لوٹ آئے ہو پھر لبیک کہتے ہو۔ آپ نے کہا اب میں حج کا لبیک نہیں کہتا بلکہ اس کا لبیک کہتا ہوں۔ ایک ہفتہ نہ گزرا کہ ان کا انتقال ہو گیا۔

۲۷۰- ابوجعفر محمد بن علی النسوی المعروف بمحمد علیان رحمۃ اللہ علیہ

آپ چوتھے طبقہ اور نسا کے بڑے مشائخ میں سے ہیں۔ ابوعثمان حیری کے بڑے اصحاب میں سے ہیں۔ محفوظ کہتے ہیں کہ وہ عارفوں کے امام ہیں۔ آپ نسا سے ابوعثمان کی خدمت میں مسائل پوچھنے کیلئے آئے۔ راستہ میں کچھ کھاتے نہ پیتے نہ سوتے تھے باوضو چلتے تھے اور جب وضو ٹوٹ جاتا تو بغیر وضو کرنے کے نہ چلتے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں اگر وہ ابوعثمان کے پاس جاتے تو ان کو کھانا کھانا اور بے وضو چلنا جائز تھا لیکن وہ ابوعثمان کی خدمت نہیں جاتے تھے ان کا مقصود کچھ اور ہی تھا وہ فرماتے ہیں جو شخص اپنے اختیار اور خواہش سے کرامت کو ظاہر کرتا ہے وہ مدعی ہے اور جس شخص سے بغیر اپنی خواہش کے کرامت ظاہر ہوتی ہے وہ ولی ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ تو ایسے خدا کو کیوں دوست نہیں رکھتا جس کی نیکی واحسان سے ایک لحہ بھی خالی نہیں اور کیونکر اس شخص کی محبت کا دعویٰ کرتا ہے کہ ایک لحہ بھر اس کی موافقت کے مقام میں نہیں ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں جو شخص کہ غیر اللہ کے ساتھ آرام پکڑتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو چھوڑ دیتا ہے اور جو شخص خدا کے ساتھ آرام لیتا ہے تو اس کے اوروں کے ساتھ آرام لینے کے طریقہ کو اس سے کھو دیتا ہے یعنی وہ غیر اللہ سے آرام چھوڑ دیتا ہے۔ (مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

چودل با دلرے آرام گیرد   زوصل دیگراں کے کام گیرد ۱۲

۲۷۱- ابوسعید الاعرابی رحمۃ اللہ علیہ

آپ پانچویں طبقہ میں سے ہیں۔ آپ کا نام احمد بن محمد ہے۔ بصرہ کے رہنے والے تھے' پھر مکہ میں مقیم ہو گئے۔ عالم وفقیہ تھے۔ انہوں نے صوفیوں کیلئے بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ اور عمرو بن عثمان ابوالحسین نوری' حسن مسوجی' ابوجعفر حفار' ابوالفتح حمال کی صحبت میں رہے ہیں۔ طبقہ چہارم کے قریب ہیں ۳۴۰ھ یا ۳۴۱ھ میں فوت ہوئے ہیں۔ اپنے وقت میں حرم کے شیخ تھے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ توحید کے مضمون میں ان کا ایک جزو نہایت عمدہ ہے وہاں لکھا ہے **لا یکون قرب الا وثمہ مسافة** یعنی مسافت کے بغیر قرب نہیں ہوتا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں قرب میں دوئی ہے کہ ایک دوسرے کے قریب ہوتا ہے پس جب اچھی طرح دیکھے تو قرب بعد اور دوری ہے۔ تصوف یگانگی کا نام ہے وہ کہتے ہیں **التصوف کلہ ترک الفضول والمعرفة کلها الاعتراف بالجهل** یعنی تصوف فضول کا ترک کرنا ہے اور پوری معرفت جہالت کا اقرار ہے وہ یہ بھی کہتے ہیں **لایکون الشوق الا الی غائب** یعنی شوق تو غائب ہی کی طرف ہوتا ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے کہا کہ کیا آپ مشتاق ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں اس سے دور نہیں ہوں۔ غائب مشتاق ہوتا ہوے میرا دوست تو حاضر ہے۔ ابن الاعرابی نے یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دوستوں کے بعض اخلاق دشمنوں کو دیئے ہیں کہ وہ ان کی وجہ سے دوستوں پر مہربانی کریں اور اس سبب سے اس کے دوست آرام سے رہیں۔

۲۷۲- ابوعمر الزجاجی رحمۃ اللہ علیہ

آپ پانچویں طبقہ میں سے ہیں۔ آپ کا نام محمد بن ابراہیم ہے' بعض کہتے ہیں کہ ان کا نام ابراہیم ہے۔ نیشاپور کے رہنے والے ہیں۔ ابوعثمان حیری' جنید' رویم' خواص' رحمہم اللہ کی صحبت میں رہے ہیں۔ کہتے ہیں کہ چالیس سال تک مکہ معظمہ میں مجاور رہے ہیں۔ حرم کی تعظیم کی وجہ سے حرم کی حد میں نہ کبھی پیشاب کیا نہ بال گرائے۔ ابوعمرو وجنید کے ساتھ ساٹھ کے قریب حج کئے تھے' کہتے ہیں کہ وہ مکہ میں تھے اور مشائخ وقت جیسے کتانی ابوالحسین کبیر وصغیر وغیرہ مشائخ حلقہ لگاتے تھے۔ ان سب کے صدر ابوعمرو زجاجی تھے اور جب کوئی بات ہوتی تو وہ حکم کرتے اور دوسرے ان پر حوالہ کرتے۔ ہمیشہ آپ کہا کرتے کہ میں نے تیس سال تک حضرت جنید

کے خلوت خانہ (بیت الخلاء) کو اپنے ہاتھ سے صاف کیا ہے اور اس پر فخر کیا کرتے ۳۴۸ھ میں انتقال ہوا ہے۔
آپ یہ کہتے ہیں لان ینتقص من البشریة شی احب الی من ان امشی علی الماء یعنی اگر میرے بشریت ۔۔۔۔ جود سے کچھ کم ہو جائے تو میرے نزدیک اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں پانی پر چلوں وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ میری والدہ فوت ہوگئی۔ اس کے پچاس دینار مجھ کو ورثہ میں پہنچے۔ تب میں حج کے قصد سے باہر نکلا جب بابل میں پہنچا تو ایک شخص مجھے ملا اور کہنے لگا۔ تمہارے پاس کیا ہے میں نے دل میں کہا سچ سے کچھ بہتر نہیں ہے۔ صاف کہہ دیا کہ میرے پاس پچاس دینار ہیں۔ اس نے کہا مجھے دے دو میں نے اس کو دے دیئے۔ اس نے گنیں تو اسی قدر نکلیں جس قدر میں نے کہا تھا اس نے کہا کہ لے لے کیونکہ تمہاری سچائی نے مجھے مجبور کر دیا۔
اس کے بعد اپنی سواری سے اتر پڑا اور کہا کہ سوار ہو جاؤ میں نے کہا کہ میں سوار ہونا نہیں چاہتا۔ اس نے کہا کہ اس سے گریز نہ ہوگا اور بہت سا اصرار کیا' آخر میں سوار ہو گیا۔ کہا کہ میں بھی تمہارے پیچھے آتا ہوں۔ اگلے سال وہ مکہ میں مجھ کو مل گیا اور میرے ساتھ رہا۔ یہاں تک کہ فوت ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ حج کے موسم میں ایک عجمی اس کے پاس آیا اور کہا کہ مجھے حج کی برات ہے۔ (یعنی مجھے حج کی مقبولیت کی سند دو) اور تیرے یاروں نے تمہارا پتہ مجھے بتلایا ہے کہ حج کی برات تم سے لوں۔ شیخ نے اس کے صاف سینہ اور سادہ پن کو دیکھ کر معلوم کیا کہ یاروں نے اس سے خوش طبعی کی ہے۔ آپ نے ملتزم کی طرف اشارہ کیا اور کہا وہاں جاؤں اور کہو یا رب اعطنی البراءة یعنی اے میرے رب مجھے برات دے۔ ایک گھڑی بھی نہ گزری تھی کہ وہ عجمی لوٹا اور اس کے ہاتھ میں ایک کاغذ تھا۔ جس پر سبز خط لکھا ہوا تھا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم ھذہ براۃ فلان بن فلان من النار (یعنی یہ فلاں بن فلاں کی دوزخ سے بچنے کی سند ہے۔)

۲۷۳- ابراہیم بن یوسف بن محمد الزجاجی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی کنیت ابو اسحٰق ہے' ابو عمرو زجاجی کے والد ہیں۔ لوگوں نے ان کو مشائخ کی تاریخ میں ذکر کیا ہے۔ ابو حفص کے بڑے مریدوں میں ہیں۔ طریق ملامت اور خلاف نفس میں صاحب مذہب ہیں۔ آپ سے حکایت کرتے ہیں کہ آپ سے یہ کہا ہے فی خلاف النفس علی دوام الاوقات برکة وقد ساعدت نفسی مرة فی خطوة فما امکننی تدار کھا الی سنین یعنی خلاف نفس میں ہمیشہ برکت ہے اور بے شک میں نے ایک مرتبہ ایک قدم نفس کی موافقت کی تھی۔ اس پر اس کا تدارک مجھ سے سال ہا سال تک نہیں ہو سکا۔

۲۷۴- جعفر بن محمد نصیر الخلدی الخواص قدس اللہ سرہ

آپ پانچویں طبقہ میں سے ہیں۔ آپ کی کنیت ابو محمد ہے' بغدادی ہیں اور خلد بغداد کا ایک محلہ ہے۔ آپ بوریا باف تھے۔ جنید اور ابراہیم خواص کے شاگرد ہیں۔ نوری' رویم' سمنون' جریری اور ان کے سوا اور مشائخ وقت کی صحبت میں رہے ہیں۔ اس گروہ کے علوم کے عالم ہیں۔ جمع کتب تواریخ و حکایت و سیر مشائخ کے مصنف ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ میرے ۲۰۰ دیوان مشائخ ہیں اور دو ہزار صوفیہ پیروں کو جانتا ہوں۔ وہ فرماتے ہیں کہ عراق کے عجائبات میں تین چیزیں ہیں۔ شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے شطح (کلام رندانہ) مرتعش کے نکتے' میری حکایات۔ آپ شیخ ابوالعباس نہاوندی کے پیر ہیں۔ بغداد میں ۳۴۸ھ میں فوت ہوئے۔ آپ کی قبر شونیزیہ میں ہے۔ سری سقطی و جنید رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے قریب شیخ الاسلام قدس سرہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک شیخ کو دیکھا ہے کہ جنہوں نے ان کو دیکھا تھا اور ان سے ایک حدیث سنی تھی۔ قاضی ابومنصور ہروی نے ان کو بغداد میں دیکھا تھا' وہ فرماتے ہیں الفتوۃ احتقار النفس و تعظیم حرمۃ المسلمین یعنی جوان مردی یہ ہے کہ نفس کو حقیر سمجھنا اور مسلمانوں کی عزت کرنا۔ آپ یہ بھی فرماتے ہیں کن شریف الھمۃ فان الھم تبلغ بالرجل لا المجاھدات یعنی عالی ہمت ہو کیونکہ ہمت مردوں کو کمال تک پہنچاتی ہے۔ صرف مجاہدات نہیں پہنچاتے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں میں بیت المقدس میں تھا وہاں پر میں نے ایک مرد کو دیکھا کہ تمام دن عبا میں لپٹا ہوا رہتا تھا۔ اتفاقاً اٹھا اور اپنا منہ آسمان کی طرف کیا اور کہا کس کو دوست رکھتا ہے۔ آیا آش وہی کی اور فالودہ دیتا ہے یا یہ کہ تیری قندیلوں کو توڑ دوں۔ پھر اپنی جگہ جا کر سو رہا۔ میں نے دل میں کہا یہ شخص یا کوئی زمیندار ہے یا اولیاء اللہ میں یہی سوچ رہا تھا کہ ایک شخص کو میں نے آتے دیکھا اس کے پاس ایک بڑی زنبیل تھی۔ وہ دائیں بائیں دیکھنے لگا۔ یہاں تک کہ اس کو دیکھ کر اس کے سرہانے آیا اور کہا اٹھ۔ تب زنبیل میں سے آش دہی کی اور فالودہ نکال کر اس کو دیا۔ فقیر بیٹھ گیا اور جس قدر اس کو بھوک تھی کھایا۔ پھر کہاں یہ باقی اپنے بچوں کیلئے لے جا وہ شخص اٹھ کر چل دیا۔ میں اس کے پیچھے گیا اور اس کو کہا تم کو خدا کی قسم ہے سچ بتانا۔ اس شخص کو تم پہچانتے ہو اس نے کہا نہیں پہچانتا۔ میں نے اس کو آج کے سوا کبھی دیکھا نہیں۔

چند روز میرے فرزندوں نے مجھ سے آش دہی اور فالودہ کی مانگی تھی۔ لیکن میں ایک فقیر شخص پانڈی ہوں۔ ان کو میں کہتا تھا کہ جب خدا تعالیٰ مجھے کچھ زائد دے گا' تمہاری فرمائش پوری کروں گا آج میں نے ایک دینار کمایا

تھا اور جو کچھ میں نے کہا تھا اس کی ضروریات بہم پہنچائیں اور خرید کر گھر میں لایا۔ اتنے میں مجھ پر نیند غالب ہوئی اور سو گیا۔ غیب سے آواز آئی کہ اٹھ اور جو کچھ تو نے پکایا ہے مسجد میں لے جا اور اس شخص کے سامنے جو قبا میں سویا پڑا ہے جا کر رکھ دے کہ ہم نے یہ اس کیلئے تیار کرائی ہے۔ جو کچھ اس کے کھانے سے بچے وہ لڑکوں کو لا دے۔ میں نیند سے جاگا لڑکا اس کو لائے تا کہ مل کر کھائیں لیکن میں اس کو اٹھا کر یہاں لایا جیسا کہ تم نے دیکھ لیا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں جعفر خلدی سے لوگوں نے پوچھا۔ عارف کون لوگ ہیں جواب دیا ھم مالھم ولو کانو ھم لما کانوھم یعنی وہ، وہ نہ رہیں (یعنی ان کا نفس ان سے علیحدہ ہو جائیں) اور اگر وہ وہی رہیں تو وہ ہرگز وہ نہیں ہیں۔ (یعنی اگر ان کا نفس علیحدہ نہ ہو تو عارف نہیں ہیں) شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ (خلیفہ) معتصم نے مجھ سے کہا کہ صوفی ہوتا ہی نہیں۔ اگر ہوتا ہے تو وہ صوفی نہیں، یعنی صوفی کا محدود وجود نہیں ہے۔ اگر کوئی کہے کہ میں ہوں تو وہ صوفی نہیں ہے اور جیسا اس نے کہا تھا، ویسا ہی ہے اور یہ بات اس کی طاقت میں نہ تھی۔ میں نہیں جانتا کہ اس نے کس سے سنی تھی۔

شیخ الاسلام کہتے ہیں سبحان اللہ جو بندہ اپنے سے فانی ہے وہ خدا سے باقی ہے اور یہ عجیب بات ہے اسی لئے کہا ہے کہ نہایت تعجب یہ ہے کہ جسم کا دل میں دیکھنا کم ہے اور اس سے مقصود یہ ہے کہ طبیعت کے آثار جاتے رہیں اور دل کے احکام سے تعلق ہو اور دل کا جان میں کم ہونا یہ ہے کہ دل کے احکام و آثار جاتے رہیں اور جان کے آثار سے تحقیق ہو جائے جو دل سے نہایت لطیف ہے اور جان کا زندہ میں کم ہونا یہ ہے کہ جان کے آثار جاتے رہیں، اور اخلاق الٰہی اور اس کے احکام سے تحقیق ہو جائے۔ (یہ شرح اس فارسی جملہ کی ہے جو شیخ الاسلام نے کہا ہے۔)

۲۷۵- ابوالحسن الصوفی الفوشنجی رحمۃ اللہ علیہ (یا القوشنجی)

آپ پانچویں طبقہ میں سے ہیں علی بن احمد بن سہل نام ہے۔ خراسان کے یگانہ جوان مردوں میں سے ہیں۔ ابوعثمان حیری کو دیکھا تھا۔ عراق میں ابوالعباس عطا جریری کی صحبت میں رہے ہیں۔ شام میں طاہر مقدسی، ابو عمرو دمشقی کی صحبت میں رہے ہیں۔ شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مسائل میں ان کی باتیں ہوئی ہیں وہ اپنے وقت کے مشائخ میں علم توحید علم معاملات کے زیادہ عالم تھے۔ فتوت جوانمردی، تجرید میں نہایت عمدہ طریقہ رکھتے تھے۔ صاحب خلق و متدین فقراء کے خدمت گار تھے۔ ۳۴۸ھ میں فوت ہوئے ہیں۔ بوشنگ کے رہنے والے تھے۔

نیشا پور میں مقیم تھے۔صوفیوں کے طریقہ کے اچھی طرح واقف تھے۔ بڑے بڑے سفر طے کئے تھے یہی وہ حضرت ہیں جنہوں نے عہد کیا تھا کہ مجھ کو احتلام ہو تو درویش کو کچھ نہ دوں گا کیونکہ یہ خلل کی وجہ سے ہوتا ہے۔ جو کھانے میں ہو یا درست اندیشہ نہ ہو۔ایک دفعہ جنگل میں تھا اور اس کو احتلام ہو گیا' تنہا تھے ازار سے پاؤں نکال لیا اور اس کو کیکر کے درخت پر ڈال دیا تا کہ جو شخص آوے اٹھالے یہ صرف عہد کا وفا کرنا تھا۔لوگوں نے ان سے پوچھا کہ تصوف کیا چیز ہے کہا **اسم و لا حقیقة وقد كان قبل ذالک حقيقة و لا اسم** یعنی اب تو نام رہ گیا ہے۔حقیقت نہیں اور پہلے اس سے حقیقت تھی مگر نام نہ تھا۔ابو عثمان مغربی کہتے ہیں لوگوں نے ان سے پوچھا کہ ظریف یعنی دانا کون ہے کہ **الخفيف في ذاته و اخلاقه و افعاله و شما ئله من غير تكلف** یعنی دانا وہ شخص ہے کہ جو اپنی ذات' اخلاق' افعال' شمائل میں بلا تکلیف ہلکا پھلکا ہو ابوبکر رازی کہتے ہیں میں نے سنا کہ ابوالحسن فوشنجی کہتے تھے لوگوں کی تین قسم ہیں۔ اولیاء کہ جن کا باطن ان کے ظاہر سے بہتر ہے۔علماء کہ جن کا ظاہر باطن سے اچھا ہے۔ جہال کہ جن کا ظاہر ان کے باطن سے بہتر ہے۔ وہ خود تو انصاف نہیں کرتے دوسروں سے انصاف چاہتے ہیں وہ یہ بھی کہتے ہیں **ليس في الدنيا شي اسمج من محب بسبب و غرض** یعنی دنیا میں اس دوست سے کوئی بری شے نہیں جو کہ کسی غرض کی وجہ سے دوست بنا ہو۔

۲۷۶- بندار بن الحسین بن محمد بن المھلب الشیر ازی رحمۃ اللہ علیہ

آپ پانچویں طبقہ کے ہیں' ابوالحسین کنیت ہے اہل سنت ہیں۔ارجان کے رہنے والے ہیں۔ وہیں آپ کا مزار ہے۔ اصول کے عالم ہیں۔علوم حقائق میں بہت اچھا بولنے والے ہیں۔شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں۔ جعفر حداد کی صحبت میں رہے ہیں۔شبلی رحمۃ اللہ علیہ ان کی بڑی قدر کرتے تھے۔آپ ابوعبداللہ خفیف کے استاد ہیں۔ان کی آپس میں مسائل میں بڑی خط و کتابت ہے۔۳۵۳ھ میں ان کا انتقال ہوا ہے جس سال کہ شیخ ابوعلی کاتب فوت ہوئے ہیں۔ شیخ ابوعلی ذرعہ طبری نے ان کو غسل دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں یہ آزادی نہیں ہے کہ اپنے یار سے یوں پوچھے کہ تو کہاں سے آتا ہے اور کس کام میں ہے۔لوگوں نے ان سے پوچھا کہ تصوف کیا ہے۔کہا عہد پر وفا کرنا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں عہد پر وفا کرنا یہ ہے کہ جو بات دل میں گزرے کہ اس کیلئے کرے تو وہی کرے۔ ایک دفعہ ایک عیار آدمی نے ایک صوفی سے کہا ہم تم میں یہ فرق ہے کہ جو کچھ ہم کہتے ہیں وہ کرتے ہیں اور جو تمہارے دل میں گزرتا ہے وہ کرتے ہو۔

شیخ الاسلام کہتے ہیں مشائخ کا یہ مقولہ ہے کہ پہلا خطرہ جو دل پر گزرتا ہے۔ خدا کی طرف سے ہوتا ہے۔
ابوالحسین ہمدانی کہتے ہیں کہ بندار ارجانی فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کسی بندہ کو معرفت دیتا ہے اور وہ بندہ اس کے موافق کام نہیں کرتا۔ تو خدا تعالیٰ وہ معرفت اس سے واپس نہیں لیتا اسی کو دیتا ہے تا کہ قیامت کے دن اسی حجت سے اس پر دلیل قائم کرے لیکن اس سے ترقی کو لے لیتا ہے اور زیادتی کا دروازہ بند کر لیتا ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں جو شخص زیادتی میں نہیں ہے' وہ نقصان میں ہے اور یہ بات اس قوم کو سخت گزرتی ہے۔
بندار یہ بھی کہتے ہیں من لم یترک الکل رسما فی جنب الحق لا یحصل له الکل حقیقة وهو الحق سبحانه یعنی جو شخص کہ سب کو ظاہرا بمقابلہ خدا کے نہیں چھوڑتا تو اس کو کل حقیقتاً حاصل نہیں ہوتا اور وہ اللہ تعالیٰ سبحانہ ہے۔

۲۷۷- ابوعمرو بن نجید قدس سرہ

آپ پانچویں طبقہ کے ہیں' آپ کا نام اسماعیل بن نجید احمد السلمی ہے۔ ابوعبدالرحمٰن سلمی کی ماں کی طرف سے جد ہیں۔ ابوعثمان حیری کے بڑے یاروں میں سے ہیں اور ان کے آخر لوگوں میں سے ہیں۔ جو کہ فوت ہوئے ہیں۔ ۳۶۵ھ یا ۳۶۶ھ میں ان کا انتقال ہوا ہے۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا تھا اور اپنے وقت کے بڑے مشائخ میں سے ہیں۔ ان کا ایک طریق خاص ہے۔ حال کا مشتبہ رکھنا۔ وقت کی نگہداشت بڑے محدث اور ثقہ تھے۔ ایک دن ابوعثمان نے بعض سرحدی مجاہدوں کیلئے کچھ چندہ طلب کیا۔ کسی نے کچھ نہ دیا۔ ابوعثمان تنگ دل ہوئے۔ چنانچہ مجلس میں رو پڑے۔ جب رات ہوئی تو ابوعمرو نے عشاء کی نماز کے بعد دو ہزار درہم کی تھیلی ابو عثمان کے سامنے لا کر رکھ دی اور کہا کہ یہ آپ جہاں چاہتے ہیں خرچ کریں۔ ابوعثمان بہت خوش ہو گئے اور ان کے حق میں دعائے خیر کی۔ جب صبح ہوئی تو ابوعثمان مجلس میں بیٹھے اور کہا لوگو ہم ابوعمرو سے بہت امیدوار ہوئے کہ رات کو دو ہزار درہم سرحدی مجاہدوں کیلئے لائے۔ جزاء اللہ خیرا یعنی اس کو نیک بدلہ دے۔ ابوعمر لوگوں میں کھڑے ہو کر کہنے لگے وہ مال میری ماں کا تھا۔ وہ اس پر راضی نہیں ہے اسے واپس دیجئے تا کہ میں اس کو دے دوں۔ ابوعثمان نے فرمایا کہ ہاں وہ تھیلی لے آؤ اور ان کو دے دی گئی۔ جب رات آئی پھر وہی تھیلی ابوعثمان کی خدمت میں لے گئے اور کہا اس میں آپ کا کیا حرج ہے کہ اس کو آپ اس طرح خرچ کریں کہ ہمارے سوا اور کوئی نہ جانے۔ ابوعثمان رو پڑے اور ان کو شاباش کہا اور فرمایا میں ایسا ہی کروں گا۔ آپ فرماتے ہیں رب سکوت

ابلغ من كلام یعنی بسا اوقات خاموش رہنا بولنے سے بہتر ہے۔ آپ یہ بھی فرماتے ہیں من كرمت عليه نفسه هان عليه دينه یعنی جس شخص کا نفس اس کو عزیز ہو تو دین اس کو ذلیل معلوم ہوگا۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں تربيت الاحسان خير من الاحسان یعنی احسان کی تربیت احسان سے بہتر ہوتی ہے۔ ان سے پوچھا گیا کہ وہ کیا چیز ہے جس سے بندہ کو گریز نہ ہو۔ کہا ملازمة العبودية على السنه و دوام المراقبة یعنی بندگی کو طریق سنت کے لازم کر لینا اور ہمیشہ دل کی نگہداشت کرنا۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں الانس بغير الله تعالىٰ وحشة یعنی غیر اللہ کے ساتھ محبت لگانا وحشت ہے۔

۲۷۸- عبداللہ بن محمد بن عبدالرحمٰن الرازی الشعرانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ پانچویں طبقہ کے ہیں' کنیت ابو محمد ہے' اصل میں رے کے رہنے والے ہیں۔ نیشاپور میں بڑے ہوئے ہیں۔ جنید ابو عثمان محمد بن الفضل رویم' سنون' ابو علی جرجانی' محمد حامد وغیرہ مشائخ صوفیہ کی خدمت میں رہے ہیں۔ ابو عثمان کے بڑے یاروں میں سے ہیں۔ ابو عثمان ان کو بزرگ سمجھا کرتے تھے۔ آپ کی عجیب ریاضتیں ہیں۔ صوفیوں کے علم کے عالم تھے اور محدیث ثقہ تھے۔ ۳۵۳ھ میں فوت ہوئے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ عارف خدا تعالیٰ کے لوگوں کے موافق عبادت نہیں کرتا بلکہ وہ خالق کے موافق کام کرتا ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ معرفت اس حجاب کو توڑ ڈالتی ہے جو بندہ اور خدا کے درمیان ہوتا ہے۔ وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ شکایت اور تنگ دلی معرفت کی کمی کی وجہ سے بڑھ جایا کرتی ہے۔

۲۷۹- ابوالحسین السیروانی قدس اللہ سرہ

آپ کا نام علی بن محمد سیروانی ہے۔ ابوالحسین سیروانی صغیر کے استاد ہیں۔ سیروان مغرب کے رہنے والے بزرگ تھے اور دمیاط میں رہتے تھے۔ شیخ ابو سعید بالینی اپنے اربعین مشائخ میں لکھتے ہیں۔ ابوالحسین سیروانی کبیر کہتے ہیں کہ سہل عبداللہ تستری فرماتے ہیں كل من لم يكن لحركته وسكونه امام تقيدى به فى ظاهره لم يرجع الى باطنه قطع به یعنی جس شخص کی حرکت وسکون کا کوئی ایسا کام نہ ہو جس کی وہ ظاہر میں اقتدا کرتا ہو تو وہ منزل تک نہیں پہنچتا۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں الرضاء فوق الموافقه مع ما يبدو من الغيب جوامر غیب سے ظاہر ہو اس سے خوشی ظاہر کرنا موافقت کرنے سے بڑھ کر مرتبہ رکھتا ہے۔ ان کا یہ مقولہ ہے کہ خواص سے میں

نے وصیت چاہی خواص نے کہا الـزم الفقراء فان الخیر فیھم یعنی فقراء کا دامن پکڑے رہو کیونکہ بھلائی انہیں میں ہے۔

۲۸۰- ابوالحسین القرافی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام علی بن عثمان بن نصیر قرافی ہے۔ قرافہ مصر میں ایک گاؤں ہے۔ کہتے ہیں کہ وہ دمیاط میں ابوالخیر تنیانی ابوالحسن دینوری کے شاگرد ہیں۔ ان کی عمر ۱۱۰ سال کی ہوئی ہے۔ ۳۸۰ھ میں ان کا انتقال ہوا ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ قرافہ اپنے وقت کے یگانہ آفاق اور بے نظیر ہوئے ہیں' تیز نظر اور حاضر وقت تھے۔ عام لوگوں میں سنی تھے اور خاص لوگوں میں عارف موحد تھے اور اپنے نشان میں گم تھے۔ (یعنی ان کے وجود کا نشان نہ رہا کہ وہ یوں کہیں کون تھے۔)

شیخ الاسلام کہتے ہیں آخر عمر میں مشائخ متاخرین کے دس شخصوں کو پسند کر لیا تھا۔ شیخ ابوالخیر تنیاتی رحمۃ اللہ علیہ' قرافی حصری' علی بندار' صیرفی' نصر آبادی' سیروانی صغیر' نہاوندی قصاب' خرقانی' طاقی اور کہتے تھے یہ لوگ جدا ہیں۔ ایک دفعہ قرافی نے کشتی میں باز پرس کی لوگوں نے اس کے ہاتھوں پاؤں باندھ کر پانی میں ڈال دیا۔ جب نماز کا وقت آیا تو ان کو اول صف میں دیکھا اور کپڑا ان کا تر نہ ہوا تھا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ اس کے زندہ کو کوئی مار نہیں سکتا کیونکہ وہ دوسری روح سے زندہ ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں سید السادات قرافی فرماتے ہیں کہ جب تجھے کچھ بخلاف شریعت ملے تو ضرور ہے کہ اس کو پوشیدہ رکھے۔

۲۸۱- ابوسلیمان نیلی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الاسلام کہتے ہیں ابوسلیمان نیلی قرافی کی خدمت میں آئے اور قرافی کے سر پر آ کر بوسہ دیا۔ ابوسلیمان بہت پرانے کپڑے پہنے رہتے۔ قرافی نے ان کو دیکھا اور کہا اے ابا سلیمان میں تم کو بہت پرانے کپڑے پہنے ہوئے دیکھتا ہوں لیکن تیرے دونوں ابرو میں حکومت نظر آتی ہے۔ تم سر کے نیچے گو اینٹ رکھ لیتے ہو لیکن حاکم ہو اس عرصہ میں ان کو صوفی گری کے بعد مغرب کا حاکم بنا دیا گیا۔ ابوبکر رقی قرافی میں آئے اور اس کو کہنے لگے اے ابوبکر اب لوگ کہتے ہیں کہ تم جہان میں سب سے بڑھ کر مجرد ہو لیکن میں تم کو دو گہواروں میں دیکھتا ہوں۔ بعد اس کے کچھ عرصہ ابھی نہ گزرا تھا کہ ایک عورت سے نکاح کیا اور اس سے دو لڑکے پیدا ہوئے۔ جو دو گہواروں میں

بیٹھے تھے۔قرآن کی بات کو یاد کرتے تھے۔ دانائی میں اس کے عجائبات بہت ہیں اور کرامات بھی بہت بڑی ہیں۔

۲۸۲-ابوسلیمان مغربی رحمۃ اللہ علیہ

آپ اسی گروہ کے مغرب کے مشائخ میں سے ہیں۔آپ ایک دفعہ راستہ میں گدھے پرسوار ہو کر جارہے تھے۔مکھی نے گدھے کو کاٹا۔گدھا کودا اور اس کے پاؤں درخت میں گر پڑے۔جس سے وہ زخمی ہو گئے۔گدھے کے سر پر ایک لکڑی ماری گدھے نے منہ پیچھے ہٹا کر صاف طور پر کہا واہ صاحب اپنے دماغ پر مارتے ہو۔آپ ابوالخیر کے ہم زمانہ ہیں اور دمشق میں فوت ہوئے ہیں۔

۲۸۳-ابوالقاسم نصرآبادی قدس اللہ سرہ

آپ پانچویں طبقہ کے ہیں۔ابراہیم بن محمد بن محمود یہ نام ہے۔آپ کا مولد مقام نیشاپور ہے۔اپنے زمانہ میں اہل اشارت وحقائق و زبان تصوف کے شیخ تھے۔ بہت سے علموں کے عالم تھے۔حدیث اور علم تاریخ کے حافظ تھے۔علم حقائق کے ساتھ خصوصیت رکھتے تھے۔ابراہیم شیبانی کے شاگرد تھے۔شبلی رحمۃ اللہ علیہ اور واسطی کو دیکھا تھا۔ابوعلی رودباری' مرتعش ابوبکر طاہر ابہری وغیرہ کی صحبت میں رہے تھے۔آخر عمر مکہ میں چلے گئے۔ابو عثمان مغربی ان کے استقبال کو آئے اور خوش طبعی سے کہا مکہ تمہاری کیا جگہ ہے۔انہوں نے کہا بلکہ تمہارا کیا مقام ہے۔یہ میری جگہ ہے۔کچھ مدت نہ گزری کہ ایسا اتفاق ہوا۔ابوعثمان تو نیشاپور میں آ گئے اور وہیں ان کا انتقال ہوا۔نصرآبادی مکہ کے مجاور ہوئے اور وہیں ۳۶۷ھ میں فوت ہوئے۔

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ اسمٰعیل بن نصرآبادی مجھے فرماتے تھے کہ وہ یوں کہتے تھے **اذا بدالک شئی من بوادی الحق فلا تلتفت بها الی جنة ولا الی نار ولا تخطر هما ببالک واذا رجعت عن ذالک والحال فعظم ما عظمة الله تعالیٰ** یعنی جب تجھے کوئی امر خدا کی تجلیات کا ظاہر ہو۔پس اس حالت میں جنت دوزخ کی طرف متوجہ نہ ہو بلکہ دل میں ان کا خیال تک نہ آنے دے اور جب اس حال سے رجوع کرے تو جس کی خدا نے تعظیم کی ہے (یعنی جنت و دوزخ وغیرہ کی) تو بھی اس کی تعظیم کر۔وہ یہ بھی فرماتے ہیں **الراغب فی العطاء لا مقدار له والراغب فی المعطی عزیز** یعنی جس کی رغبت بخشش میں ہو اس کی کچھ عزت نہیں اور جس کی رغبت بخشش کے دینے والے کی طرف ہو وہ باعزت ہے۔

۲۸۴- ابوبکر رازی بجلی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام محمد بن عبداللہ رازی ہے۔ نیشاپور میں رہے ہیں۔ خراسان کے بڑے مشائخ میں سے ہیں۔ مشائخ کی زیارت ان کو نصیب ہوئی تھی۔ ابوعبدالرحمن سلمی کے استاد تھے۔ سلمی نے اپنی تاریخ انہی کے نام سے شروع کی ہے۔ وہ ابوبکر بیکندی کے شاگرد ہیں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں ان کا وقت بڑا عمدہ تھا۔ بڑے مقبول تھے۔ نیشاپور میں ایک لڑکے پر فریفتہ ہوگئے۔ لوگوں نے ان کو اس لئے متہم کیا اور چھوڑ دیا۔ آخر معلوم ہوا کہ یہ تہمت بے جا تھی۔ دوبارہ ان کی قبولیت چمکی ایک دن جامع مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے شیخ شبلی بندار صیرفی نے ان سے کہا ایھا الشیخ یہ کیا بات تھی جو لوگ کہتے ہیں اور یہ تم کو کہاں سے پیش آئی کہا اے پیر اگر کسی کو ابراہیم سا عزم اور موسیٰ علیہ السلام کا سا صدق یقین ہو اور عیسیٰ علیہ السلام جیسی عصمت اور ہمت وصبر احمد عربی صلوات اللہ علیہم اجمعین جیسا ہو لیکن اس کی نگہداشت نہ ہو۔ پھر جب فتنہ کی ہوا چلے تو سب کو برباد کر دیتی ہے اور مرد اس کے درمیان ہوتا ہے۔

شیخ الاسلام کہتے ہیں کسی نے ابوبکر رازی سے کہا کہ سماع کے بارہ میں آپ کیا کہتے ہیں کہا اس میں فتنہ بھی بہت ہے اور خوشی بھی پیدا ہوتی ہے لیکن اپنے آپ کو فتنہ کی وجہ سے علیحدہ رکھ کہا کیا مشائخ نے سماع نہیں سنا کہا اے باپ کے دوست جس وقت کہ تمہارا وقت ان مشائخ جیسا ہو تو پھر تو بھی ویسا ہی کرنا یعنی سماع بن لینا ورنہ نہ سننا۔

۲۸۵- ابوبکر فالیزبان رحمۃ اللہ علیہ

آپ بخارا کے رہنے والے ہیں بزرگ ہیں۔ حضرت جنید کو دیکھا تھا ان کی عمر بڑی تھی۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں شیخ عمو نے مجھ سے کہا کہ میں ۳۷۰ھ ہجری میں بخارا میں ابوبکر فالیزبان کی زیارت کو گیا تھا۔ میں نے ان کی تلاش کی ان کا گھر تھا جس کا ایک ہی دروازہ تھا۔ وہاں پر وہ موجود تھے۔ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام کہا مجھ کو بٹھالیا اور دستر خوان لائے۔ روٹی تھی اخروٹ ونمک تھا۔ چونکہ میں بھوکا تھا میں نے ہاتھ بڑھایا اور کھانا شروع کیا کھانے کے اثنا میں میں نے ان کو دیکھا تو وہ رو رہے تھے۔ تب میں نے ہاتھ کھینچ لیا مجھ کو کہنے لگے کھاؤ۔ میں تو خوشی کی وجہ سے روتا ہوں کیونکہ ابوالقاسم جنید رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ کو کہا تھا جلد جلد یہ باتیں ایسی

ہوں گی کہ ایک پہاڑ میں دو حجرے ہوں گے۔ ان دو حجروں میں سے ایک حجرہ میں یہ باتیں ہوں گی۔ دوسرے میں نہ ہوں گی۔ کسی شخص کو جبراً نہ کہیں گے کہ تم اس حجرہ سے اس حجرہ میں آؤ اور یہ باتیں سنو۔ اب دیکھو ایک شخص ہرات سے بخارا میں اس کام کی طلب کیلئے آتا ہے سو معلوم ہوتا ہے کہ ابھی یہ کام لوگوں کو اچھا معلوم ہوتا ہے۔

۲۸۶- ابوالحسین حصری رحمۃ اللہ علیہ

آپ پانچویں طبقہ میں سے ہیں۔ ان کا نام علی بن محمد بن ابراہیم ہے۔ ان کی اصل بصرہ ہے لیکن بغداد میں رہتے تھے۔ آپ عراق کے شیخ ہیں۔ شیخ سلمی کہتے ہیں کہ میں نے مشائخ میں ان سے بڑھ کر کسی کو پورے حال اچھی زبان والا نہیں دیکھا۔ آپ وقت کی زبان تھے۔ مشائخ میں یگانہ علم توحید میں مخصوص تھے۔ کسی نے توحید و تفرید میں ان جیسا کلام نہیں کیا۔ حنبلی مذہب کے تھے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ وہ شبلی کے شاگرد ہیں اور شبلی کا ان کے سوا کوئی شاگرد نہیں ہے۔ ان کی باتیں سننے والے بہت ہوئے ہیں کہ جنہوں نے ان سے باتیں سنی ہوں لیکن یہ بات اور ہے۔ یعنی شبلی کی میراث اس نے لی تھی اور شبلی کے سوا حصری کا کوئی استاد نہیں ہے۔ شبلی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس کو بڑا سمجھا کرتے تھے۔ ان کو کہا کرتے انت دیوانۃ مثلی بینی و بینک تالیف ازلی یعنی تم مجھ جیسے دیوانہ ہو۔ تمہاری اور میری قدیمی الفت ہے۔ حصری اور ابو عبداللہ خفیف دونوں ہم عصر گزرے ہیں۔ ابن خفیف علوم آلیہ میں (یعنی جو علم کے واسطہ دوسرے علم کا ہوتے ہیں) زیادہ تھے اور حصری باطنی علم میں بڑھ کر تھے۔

شیخ الاسلام کہتے ہیں شیخ عمر نے حصری کو دیکھا نہ تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے حصری کو نہیں دیکھا۔ میں ۳۷۱ ہجری میں مکہ معظمہ گیا۔ جب میں وہاں سے لوٹا کہ حصری اور ابو عبداللہ خفیف کی زیارت کروں تو اسی سال مکہ میں خبر پہنچ گئی کہ حصری بغداد میں اور ابو عبداللہ شیراز میں فوت ہو گئے ہیں۔ حصری رحمۃ اللہ علیہ جمعہ کے وز ماہ ذی الحج ۳۷۱ ہجری میں فوت ہوئے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں الصوفی لا ینزعج فی انزعاجہ و لا یقراء فی اقرارہ یعنی صوفی اپنے اضطراب میں بے قرار نہیں کرتا اور اپنے قرار میں قرار نہیں پکڑتا۔ یعنی اس کو کوئی حال بدل نہیں سکتا اور یہ بھی کہتے ہیں۔

الصوفی الذی لا یوجد بعد عدم علامۃ و لا یعدم لعبد وجودہ یعنی صوفی وہ ہے کہ عدم کے معدوم ہونے پر موجود نہیں ہوتا اور وجود کے بعد معدوم نہیں ہوتا۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں ایک صبح کے وقت میں نے دعا

مانگی اور کہا کہ الٰہی تو مجھ سے راضی ہے آواز آئی کہ اے جھوٹے اگر تو ہم سے راضی تھا تو ہماری رضا طلب نہ کرتا۔ ان سے لوگوں نے کہا ہم کو وصیت کیجئے۔ کہا علیکم فی اول الامر بالانفراد ثم یزورون المشائخ فی المعارف ثم تقفون علی اتفرید باسقاط الحدثان یعنی تم اس کام کے شروع میں لوگوں سے تنہا کو لازم پکڑو۔ پھر معرفت میں مشائخ کی زیارت کیا کرو پھر صورتوں کو دور کر کے تفرید پر ثابت رہو۔ وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ جب کبھی اوقات تنگ ہو جاتے ہیں تو میں ان اوقات کے سوا کہ جو اس سے پہلے مجھ پر صفائی محبت میں بدون ملاوٹ کدورت کے گزرتے ہیں اور کسی چیز کو یاد کر کے راحت وخوشی حاصل نہیں کرتا اور یہ بیت پڑھا۔

ان دھر ایلف شملی بسلمی لزمان یھم بالاحسان

یعنی بے شک وہ زمانہ کہ میرے متفرقات کو جمع کرتا تھا اور وہ سلمی کی جیت کا موجب ہے وہ زمانہ ہے کہ وہ میرے احسان کا قصہ کرتا ہے کیونکہ وہ زمانہ شروع حالات کا تھا اور اب انتہا وصول کا زمانہ ہے جو کہ فنا کا باعث ہے۔

۲۸۷- ابوالحسین بن سمعون رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام محمد بن اسمٰعیل بن سمعون ہے اور آپ کا لقب تھا الناطق بالحکمۃ یعنی حکمت کے بولنے والے بغداد کے مشائخ سے ہیں۔ ان کی زبان بہت اچھی تھی۔ اس علوم صوفیہ میں وعظ کرتے۔ شیخ ابوبکر اصفہانی شبلی کے خادم کہتے ہیں کہ جمعہ کے دن جامع مسجد میں شبلی کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ ابوالحسن بن سمعون ابھی بچہ تھے آئے۔ ٹوپی نہایت مکلّف سر پر رکھے ہوئے ہمارے سامنے سے گزرے اور سلام نہ کیا۔ شبلی نے اس کو پیٹھ کے پیچھے سے دیکھا اور کہا اے ابابکر تم جانتے ہو کہ خدا تعالیٰ کے اس بچہ میں کس قدر ذخیرے ہیں۔ ایک صوفی کہتے ہیں کہ میں ابن سمعون کی مجلس میں تھا اور ایک صوفی ان کے پاؤں کے پاس بیٹھا تھا۔ اتفاقاً اس کو نیند آ گئی ابن سمعون بات کرنے سے رک گئے۔ یہاں تک کہ وہ خواب سے بیدار ہوا۔ ابن سمعون نے اس سے کہا کہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تھا۔ اس نے کہا ہاں آپ نے کہا کہ ہاں میں بھی اسی لئے بات کرنے سے رک گیا تھا کہ تمہاری نیند کو تم پر پریشان نہ کروں اور جس حالت میں تو تھا اس سے علیحدہ نہ ہو جائے ان سے لوگوں نے کہا کہ لوگوں کو زہد اور ترک دنیا کی طرف بلاتے ہو اور خود عمدہ کپڑے پہنتے اور عمدہ کھانے کھاتے ہو یہ کیا بات ہے۔ آپ نے کہا جب تیرا حال خدا کے ساتھ ایسا ہو جائے جیسا کہ چاہئے تو نرم کپڑے اور

عمدہ کھانا نقصان نہیں دیتا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ میں ابوالحسین بن سمعون کی طرف سے بدگمان ہوں کیونکہ وہ میرے استاد حصری کو رنج دیتے تھے اور جو شخص تیرے استاد کو رنج دے اور پھر تو اس سے ناراض نہ ہو تو تجھ سے کتا بہتر ہے۔

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ابن سمعون صاحب کلام تھے اور حصری صاحب درد ابن سمعون کہتے ہیں جو بات کہ ذکر خدا سے خالی ہو وہ لغو ہے اور جو خاموشی کہ فکر سے خالی ہے وہ بھول ہے اور جو نظر کہ عبرت سے خالی ہو وہ کھیل ہے۔ ابن سمعون ۳۸۶ھ کو فوت ہوئے تو ان کو انہیں کے گھر میں دفن کر دیا گیا اور ۳۹ سال کے بعض لوگوں نے چاہا کہ قبرستان میں انہیں لے جائیں دیکھا تو ان کا کفن ویسا ہی تازہ اور نیا تھا جس میں کہنگی کا کوئی اثر نہ تھا۔

۲۸۹- ابونصر خباز (نانبائی) وابوالحسن سوہان آژن رحمہما اللہ

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ گازرگاہ (دھوبیوں کا گھاٹ یا جگہ) کے مشائخ میں سے دو شخص پرانے ہیں۔ ایک تو شیخ ابونصر خباز (نانبائی) کہ بزرگ مرد ہیں۔ اس کے بعد شاگرد حج کو جاتے ہوئے حصری کی زیارت کو گئے۔ حصری نے ان سے کہا کہ اگر کچھ پڑھ سکتے ہو تو پڑھو۔ ان میں سے ایک نے پڑھا۔ حصری سماع میں بے قرار ہو گئے کہا کہ اس سال تمہارا دخل نہیں ہے واپس چلے جاؤ اور کہا کیا تم ابونصر خباز کے شاگرد نہیں ہو جو ہرے کے پہاڑ میں رہتے ہیں۔ کہنے لگے ہاں! انہیں کے شاگرد ہیں۔ کہا ان کی اجازت کے بغیر تم لوگ آئے ہو واپس چلے جاؤ اور انہیں کی خدمت میں رہو۔ پھر وہ شخص واپس گیا وہ تو زندہ رہا اور جو حج کو چلا گیا وہ لو سے مر گیا اور عرفات تک نہ پہنچ سکا۔ گازرگاہ کے مشائخ میں دوسرے شیخ ابوالحسن سوہان آژن تھے کہ ہماری جامع مسجد میں رہا کرتے تھے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں اس کے شاگرد نے مجھ سے کہا کہ ہمارے پیر رمضان میں پچھلی رات سجدہ میں گرتے اور صبح تک روتے رہتے اور کہتے خداوندا جو روزہ کہ میں نے رکھا ہے وہ تیرے لئے ہے اور حج و نمازیں جو میں نے ادا کئے ہیں اور وہ قرآن جو میں نے پڑھا ہے وہ سب توبہ کی وجہ سے کیا ہے۔ مجھ کو مفت بخش دیجئے اور قبول کیجئے۔

۲۸۸- شیخ احمد حرانی رحمۃ اللہ علیہ (یا خراسانی)

یہ وہ حضرت ہیں کہ تین رات دن مکہ میں ایک نہاری پر مجاور تھے جس وقت کہ اٹھے نہار سے تھے یعنی بھوکے تین دن تک مجاور رہے وہ کہتے ہیں کہ شیخ ابوالحسن معتمر فرماتے ہیں۔ میں حصری کے پاس بیٹھا ہوا تھا ایک مرد نے

ان سے کہا کہ مجھے وصیت کیجئے۔ فرمایا افرد ھمتک یعنی اپنی ہمت کو یکتا بنا یعنی صرف خدا سے تعلق رکھ۔ جہم رقی حاضر تھے کہا اے شیخ اس کو تم نے دور تک ڈال دیا۔ حصری کہنے لگے اکیل علیه کما کالوا علی یعنی میں اس کو وہی دیتا ہوں جو مجھ کو دیا گیا۔

۲۹۰- جہم رقی رحمۃ اللہ علیہ

وھو من متاخری الفتیان والمشائخ وکان من الفقراء الصادقین مشتھر بالسماع والھافیۃ، مات بین السجدتین یعنی وہ جوان مردوں اور مشائخ کے متاخرین میں سے ہیں۔ سچے فقیر تھے۔ سماع میں مشہور فریفتہ تھے۔ دو سجدوں میں فوت ہو گئے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ جہم رقی حمام میں تھے باہر آئے اور لوگوں سے کہنے لگے سب نکل آؤ سب نکل آئے اسی وقت اس کی چھت گر گئی وہ وہی تھے کہ ایک روز ایک شخص ان کے سامنے تکلف سے رقص کرتا تھا۔ آپ اٹھے اور اس شخص کے دونوں پاؤں میں اپنا سر کر کے اس کو اٹھا لیا اور ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر لئے پھرے۔ یہاں تک کہ اس کو بے ہوش کر دیا۔

۲۹۱- ابوالحسن الاموری رحمۃ اللہ علیہ

اس گروہ میں بزرگ ہوئے ہیں۔ حصری ابو عبداللہ رود باری رحمۃ اللہ علیہ ابن خفیف کے زمانہ میں تھے اور یہ سب مشائخ وقت تھے۔ آپ ارمی میں رہتے تھے۔ قبر بھی آپ کی وہیں ہے۔ ان سے پوچھا گیا کہ وفا کیا ہے کہا جس شے سے تم باز آ گئے پھر ادھر نہ جاؤ کہا یہ تو عام بات ہے۔ خاص بات بتلاؤ کہا یہ کہ تو اس کو جان لے کہ کس لئے یہاں آیا ہے۔

۲۸۲- ابو عبداللہ بن خفیف شیرازی رحمۃ اللہ علیہ

آپ پانچویں طبقہ کے ہیں۔ نام محمد بن خفیف بن اسفکشار ضبی ہے۔ شیراز کے تھے آپ کی والدہ نیشاپور کی ہے۔ اپنے وقت میں شیخ المشائخ ہیں۔ ان کو شیخ الاسلام کہا کرتے تھے۔ شیخ ابو طالب خزرج بغدادی کے شاگرد ہیں رویم کو دیکھا تھا کتانی یوسف بن حسین رازی رحمۃ اللہ علیہ ابو حسین مالکی رحمۃ اللہ علیہ ابوالحسین مزین' ابوالحسین دراج طاہر مقدسی' ابو عمرو دمشقی وغیرہ کی صحبت میں بھی رہے ہیں۔ مشائخ کے دیدار سے بانصیب تھے۔

علوم ظاہر وعلم حقائق کے عالم تھے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں اس فن تصوف میں کسی کی اتنی تصنیف نہیں جس قدر کہ ان کی ہیں۔ پاک اعتقاد عمدہ خصلت رکھتے تھے۔ شافعی مذہب تھے۔ ۳۳۱ھ میں ان کا انتقال ہوا ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں میں ان سے دو باتیں یاد رکھتا ہوں کون کسی سے ایسی بات کرتا ہے کہ پھر اس کو لوگ کہیں۔

ایک تو یہ کہ لوگوں نے ان سے پوچھا تصوف کیا چیز ہے کہا وجود اللہ فی حین العقلة یعنی خدا کا وجود غفلت کے وقت میں یعنی لوگوں کی غفلت کے اوقات مثل کھانے' پینے وغیرہ میں خدا کی یاد۔ دوم یہ کہ ان سے پوچھا گیا کہ عبدالرحیم اصطخری سگ بانوں کے ساتھ جنگل کو جاتے ہیں اور قبا پہنتے ہیں کہا یتخفف من ثقل ما علیہ یعنی اس بوجھ سے جوان پر بھاری ہے' ہلکے ہوتے ہیں۔ یعنی وہ اس لئے جاتا ہے کہ جس حالت میں وہ دم مارتا ہے اس کے وجود کے بوجھ سے ہلکا ہو جائے۔

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ وجود میں لذت نہیں ہوتی کیونکہ وجود میں شکستہ حالی اور صدمہ ہوتا ہے جس میں مرد کے حواس موجود ہوتے ہیں اور ہمیں کسی کا یہ شعر سنایا۔

ارید لانسی ذکرھا فکانما　　　تمثل لی لیلی بکل سبیل

یعنی میں ارادہ کرتا ہوں کہ اس کا ذکر بھلا دوں لیکن گویا کہ لیلیٰ میرے سامنے ہر طرف سے آ کھڑی ہوئی ہے۔ شیخ ابو عبداللہ خفیف کہتے ہیں کہ ایک دن رتی میرے پاس آئے کہ فلاں موقع پر ایک عورت زمیندارنی ہے شیراز کی اطراف کی رہنے والی اور شیخ سے کچھ پوچھتی ہے لیکن خود آ نہیں سکتی شیخ نے کہا کہ میں اس کے پاس خود گیا اس نے کہا ہمیں ایک عجیب واقعہ پیش آیا ہے جس سے ہم سب حیران ہیں۔ ہمارے قبیلہ میں ایک لڑکا (ایک لڑکے کی حکایت کہ جو ہوا میں اڑ کر چلا گیا) تھا جو دن کو کھاتا نہ تھا اور کسی سے بات نہ کرتا تھا بکریوں کے چرانے کیلئے ہمارے پاس سے باہر نکل جاتا۔ بکریوں کو تو چھوڑ دیتا اور خود نماز پڑھتا رہتا۔ ان دنوں بیمار ہو گیا اس کیلئے قبیلہ کے باہر ہم نے سایہ کا انتظام کر دیا وہاں وہ سویا کرتا تھا۔ اتفاقاً ایک دن قبیلہ کے لوگ اپنی اپنی ضروریات میں مصروف تھے ہم نے دیکھا کہ وہ زمین سے اونچا ہو کر ہوا میں ایسا چکر لگاتا ہے جیسے چکی پھرتی ہے۔ اس کی ماں نے جب اسے دیکھا تو ہر چند چاہا کہ اس کو پکڑ لے لیکن نہ پکڑ سکی۔

وہ اوپر کو چلا جاتا اور ہم اس کو دیکھ رہے تھے یہاں تک کہ ہوا میں نظر سے غائب ہو گیا ہم نے قبیلہ کے لوگوں کو خبر کی اور ان کو متفرق جانب کو بھیج دیا کہ شاید ان پہاڑوں جنگلوں میں پڑ گیا ہو لیکن اس کا کہیں نشان نہ ملا۔ شیخ نے کہا کہ میں سوچ میں پڑ گیا وہ عورت کہنے لگی کہ شاید آپ اس بات کا اعتبار نہیں کرتے۔ قبیلہ کی عورتوں

کو بلایا۔ سب نے اس پر گواہی دی جس مجلس میں شیخ یہ قصہ بیان کر رہے تھے۔ ایک شخص نے سن کر کہا کہ اے شیخ کیا یہ بات ہو سکتی ہے۔ شیخ نے کہا اے بے وقوف یہاں کوئی ہے کہ اس امر کا منتظر ہو گا ہو سکتا ہے تو ہوا ہے۔ شیخ ابو عبداللہ خفیف کہتے ہیں کہ ایک نوجوان خراسان سے حاجیوں کے ہمراہ شیراز میں آیا اور بیمار ہو گیا اس کی بیماری سخت تھی۔ ہمارے پاس ایک نیک بخت مرد تھا جس کی بیوی بھی نیک بخت تھی۔ اس جوان کو اس کے گھر ہم نے بھیج دیا تا کہ اس کی خدمت کریں۔ اتفاقاً ایک دن وہ مرد آیا جس کا رنگ متغیر ہوا تھا کہنے لگا عظم اللہ اجر کم یعنی خدا تم کو بڑا اجر دے کہ وہ جوان فوت ہو گیا۔

میں نے کہا کہ تمہارا رنگ کیوں متغیر ہے کہا کہ کل رات وہ جوان ہم سے کہنے لگا تم آج رات جاگتے رہو کہ آج رات سے زیادہ نہ رہوں گا۔ میں نے اپنی بڑھیا سے کہا کہ پہلی رات تم پہرہ دو اور بعد اس کے مجھے جگا دینا اور تم سو رہنا۔ جب اس بڑھیا نے مجھے جگایا تو میں صبح تک جاگنے کیلئے تیار ہو گیا لیکن مجھے نیند آ گئی۔ اتفاقاً کوئی مجھے آواز دیتا ہے کہ تو سوتا ہے اور خدائے تعالیٰ تیرے گھر میں آئے ہیں میں خواب سے کانپتا ہوا جاگ اٹھا اور گھر میں حرکت کی آواز اور بڑی روشنائی تھی وہ جوان آخر دم میں تھا۔ میں نے اس کی آنکھیں بند کر دیں۔ ہاتھ پاؤں لمبے کر دیئے اس نے جان دے دی میں نے اس مرد سے کہا کہ یہ بات کسی سے نہ کہو اور ہم کفن و غسل میں مشغول ہو گئے۔

۲۹۳- ابوالخیر مالکی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام بندار بن یعقوب مالکی ہے۔ بزرگ مشائخ میں سے ہیں۔ اقسام علوم جو جمع کیا تھا۔ شیخ ابو عبداللہ کہتے ہیں کہ میں جوانی میں روزہ وصال رکھا کرتا تھا۔ رات کو جامع مسجد میں رہا کرتا تھا۔ میرے لئے ایک قندیل چھوڑ دیتے تھے۔ اتفاقاً ایک رات بارش ہو رہی تھی چراغ بجھ گیا تھا کہ ایک شخص نے مسجد کے دروازہ کو کھٹکھٹایا۔ خادم نے جواب نہ دیا میرا دل تنگ ہوا میں نے جا کر دروازہ کھول دیا۔ میں نے دیکھا کہ ابوالخیر مالکی ہیں۔ وہ آ کر بیٹھ گئے ان کی ہیبت میرے دل میں چھا گئی۔ آپ نے کپڑا نکالا اور اس پر کھانا رکھ دیا اور کہا کھاؤ میں اپنے گھر تھا یہ کھانا میرے پاس لایا گیا میں تنہا نہ کھا سکا کیونکہ میرا دل تمہاری طرف لگا ہوا تھا۔ آپ کی ہیبت سے نہ کہہ سکا کہ میں نے روزہ وصال رکھا ہوا ہے۔ ان کے ساتھ میں نے کچھ کھایا۔ جب فارغ ہو چکے تو میں نے کہا اے شیخ! ایک میرا سوال ہے کہا کہو متی یصفو العیش مع اللہ قال اذا رفعت المنحالفة یعنی خدا

کے ساتھ زندگی کب صاف ہوتی ہے کہا کہ جب مخالفت اٹھ جائے میں اس بات سے تعجب کرنے لگا۔ جب صبح ہوئی تو میں نے یہ بات مشائخ سے کہی وہ بھی تعجب کرنے لگے اور کہنے لگے کہ ہم ان سے سنیں گے آخر ان سے پوچھا تو کہا مایجری باللیل لا یذکر بالنہار یعنی جو بات رات کو ہو جائے وہ دن میں ذکر نہیں کیا کرتے۔ اس بات کا اقرار نہ کیا۔

۲۹۴- ابوبکر شعرانی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ ابوخفیف کہتے ہیں ما رایت زاھد امتخلیا من الدنیا اصدق ظاھرا من ابی بکر الشعرانی یعنی میں نے ابی بکر شعرانی سے بڑھ کر کوئی بڑا زاہد دنیا سے خالی بڑا سچا ظاہر طور پر نہیں دیکھا۔ ایک دن میں نے اصطخر میں ان کی زیارت کا قصد کیا۔ رات کو ان کے پاس آئے۔ کہنے لگے اے ابا عبداللہ آج کی رات تمہاری صحبت کی برکت سے چرب کھانا کھائیں گے۔ پھر اٹھے اور ایک مٹی کا برتن اٹھایا اور چولہے پر رکھا۔ ایک ٹکڑا سوکھے گوشت کا ہنڈیا میں ڈالا۔ اس میں پانی ڈال کر تھوڑا سا نمک بھی ڈال دیا' ہنڈیا کو جوش دیا۔ اس سرائے میں اس کے ساتھ اور شخص بھی تھا۔

اس کو کہا کچھ ٹکڑے روٹی کے ہوں گے۔ اس نے کہا ہاں۔ وہ چند ٹکڑے روٹی کے لایا اس کو ثرید بنایا اور اس ہنڈیا کے شوربے کو اس پر ڈال دیا۔ گوشت اس کے سر پر رکھ دیا اور کہا کھاؤ میں نے ثرید کھایا اور مجھ سے کہتے تھے گوشت کھاؤ۔ اس گوشت کا ایک ٹکڑا لیا کہ مجھے لقمہ دے۔ میں نے کہا میں نہیں کھاتا کہا شاید تم فلاں فلاں کھانا چاہتے ہو۔ وہ کل کو بھوکے شہر میں چلیں گے اور وہ سب تمہارے لئے لیں گے۔ جب صبح ہوئی تو ہم شہر میں آئے فقراء جمع ہو گئے اور انہوں نے کھانا حاضر کیا میں نے کچھ کھانا لیا اور ان کے پاس لایا کہا کہو تم نے کیا کام کیا۔ میں نے کہا ابھی میں نے کچھ نہیں کھایا۔ آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ میرے ساتھ کھانا کھاؤ۔ پھر ہم نے مل کر کھانا کھایا اور میں شیراز کو روانہ ہو گیا۔

۲۹۵- ابومحمد العتایدی رحمۃ اللہ علیہ

آپ ابوعبداللہ کے استادوں میں سے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے محمد عتایدی جیسا کوئی کمانے والا کہ کسب کی حقیقت کی رعایت کرتا ہو نہیں دیکھا۔ ہر روز نصف دانگ کماتے جس سے ان کی غذا ہوتی تھی۔ ایک حبہ

کی بھوسی خرید لیتے اور اس کی دو روٹیاں پکا لیتے۔ ایک سے افطار کرتے اور ایک کو صدقہ کر دیتے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ میں ایک دن ان کے پاس گیا ان کے پاس ایک کپڑا تھا جس کو چوہوں نے پارہ پارہ کر دیا تھا۔ میں نے کہا یہ کیا ہے کہا اس کو چوہوں نے پھاڑ دیا ہے اور میں بھی چوہوں کی وجہ سے پریشان ہوں۔ رات کو میرے سرمنہ پر دوڑتے ہیں۔ میں نے کہا چراغ کیوں نہیں جلاتے ہو کہا چالیس سال ہو گئے ہیں کہ میں نے چراغ نہیں جلایا کیونکہ اس کے حساب سے ڈرتا ہوں کہ اس کیلئے کتنا چاہئے جو حاصل ہو کیونکہ سب کا حساب ہوگا۔

۲۹۶-جعفر الخذا قدس اللہ روحہ

آپ کی کنیت ابو محمد ہے صحب الجنید ومن فی طبقة وکان الشبلی یذکر مناقبه ویقول یفضله یعنی وہ جنید رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے طبقہ کے لوگوں کی صحبت میں رہے ہیں۔ شبلی ان کا ذکر کیا کرتے اور ان کی بزرگی کا بیان کیا کرتے۔ بندار بن حسین سے منقول ہے کہ انہوں نے یہ کہا ہے کوئی مرد پورے حال والا جعفر خدا سے بڑھ کر میں نے نہیں دیکھا اور وہ میرے نزدیک شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے بڑھ کر ہے۔ بندار یہ بھی کہتے ہیں کہ ان کی نزع کا وقت تھا تو ایک شخص ان کے پاس سے صوفیوں کے پاس آیا۔ انہوں نے کہا کہ ان لوگوں کا باطنی حال خراب ہو گیا ہے تو ظاہری آراستگی میں پڑے ہیں۔ ۳۴۱ھ میں فوت ہوئے ہیں۔ ان کی قبر شیراز میں ہے۔ شیخ عبداللہ خفیف کہتے ہیں کہ ایک دن مومل جصاص نے مجھ سے کہا کہ جاؤ دیکھو تو جعفر خدا کا کیا حال ہے۔ میں ان کے پاس آیا میں نے دیکھا کہ ایک بچھونے پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس کے گرداگرد تکیے رکھے ہوئے ہیں۔ جامہ شیرازی پہنے ہوئے دوپٹہ سر پر باندھے ہوئے گھر بھی نہایت عمدہ ہے۔

میں نے سلام کیا اور بیٹھ گیا انہوں نے مجھ کو پوچھا میں نے ان کو پوچھا۔ ابھی میں بیٹھا ہی تھا کہ باندی آیا اور کھانے کا سامان لا کر رکھ دیا۔ میں اٹھنے لگا کہ باہر آؤں کہا کہ مل کر کھالیں۔ میں نے کہا میں نے تو روزہ کی نیت کی ہوئی ہے' باہر نکل آیا۔ جب میں مومل کے پاس پہنچا کہا جعفر کو کیسے دیکھا جیسے میں نے دیکھا تھا' بیان کیا۔ مومل نے ہاتھ اٹھائے اور کہا الٰہی ہم کو سلامتی اور عافیت عنایت کر۔ جب کچھ مدت گزر گئی' مومل نے مجھ کو پھر کہا کہ جعفر کے پاس جاؤ اور اس کا حال دیکھو۔ میں گیا اور ویران سرائے میں آیا جعفر کو طلب کیا کہنے لگے اس گھر میں ہے۔ تین دن سے کچھ نہیں کھایا نہ پیا ہے میں اس گھر میں گیا اس کو دیکھا کہ منہ خاک پر رکھا ہوا ہے اور پرانے کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ میں نے ان کو سلام کہا سر اٹھایا اور اس کے چہرہ پر آنسو گرے ہوئے تھے۔ میں

نے کہا کیا حال ہے کہا اے ابا عبداللہ حال کیا بتلاؤں تم دیکھ رہے ہو۔ میں نے ان کے ساتھ نرمی اور محبت سے باتیں کیں۔ ان کو ذرا تسلی ہوئی گھر کے لوگوں نے کہا تمہیں خدا کی قسم انہیں کھانا کھلاؤ کیونکہ تین دن رات ہو چکے ہیں کہ کچھ نہیں کھایا۔ میں نے بہت کوشش کی اور کچھ ستو کھلائے۔ جب مومل کے پاس آیا تو پھر کہا جعفر کا کیا حال ہے جو کچھ میں نے دیکھا تھا بیان کیا مومل نے کہا اگر اس نعمت میں توقف کرتا تو اس بھوک میں مبتلا نہ ہوتا۔

۲۹۷- ہشام بن عبدان رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی کنیت ابو محمد ہے' شیخ ابو عبداللہ خفیف کہتے ہیں کہ جب ہشام بن عبدان نماز میں کھڑے ہوتے تو ان کو وجد و حالت ہو جاتی۔ محراب میں ادھر ادھر پھرتے اور قرآن پڑھتے۔ کبھی ایسا ہوتا کہ ان کی نماز کی عمدگی کی وجہ سے یہود نصاریٰ مجوسی جمع ہو جاتے اور تماشا دیکھتے۔ ان کی ایک بکری تھی کہ جس کا دودھ پیتے تھے۔ اس کو اپنے ساتھ جنگل میں چرانے لے جاتے ایک دن ہشام سوتے تھے جب بیدار ہوئے دیکھا تو ایک شخص کی کھیتی میں چر رہی ہے۔ اس کو کھیتی والے کے پاس لے گئے اور کہا اس کو لے لو کہ اس نے تمہاری کھیتی کھائی ہے۔ کھیتی والے نے کہا میں نے آپ کو معاف کر دیا کہا مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ ہر چند اس نے اصرار کیا قبول نہ کیا چھوڑ کر چلے آئے۔ شیخ ابو عبداللہ خفیف کہتے ہیں کہ ایک دن ہشام کے ساتھ میں دعوت میں تھا۔ صاحب دعوت ایک پیالہ حلوے کا لایا اور شیخ کے سامنے رکھ دیا' کہ شیخ کھائے ہم نے کہا کہ ہمارا حصہ بھی دو کہا مجھ کو اس نے اجازت نہیں دی کہ تم کو دوں۔

ہر چند ہم نے کہا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ ہم ان کے آگے سے اٹھا کر کھا گئے۔ ہشام کو دہشت اور حیرت ہوئی ایک سال تک نماز چھوڑ دی لوگ ان کو کافر کہتے تھے اور ان کا قصہ جامع مسجد سے مشائخ تک پہنچا۔ ایک دن سب اس کے پاس جمع ہوگئے اور ابن سعدان محدث ان کے ساتھ تھے۔ کہا مجھ کو پہچانتے ہو کہا ہاں پہچانتا ہوں۔ تم ابن سعدان ہو کہا نماز کیوں نہیں پڑھتے۔ ہشام نے کہا مجھ کو چند مواقع پیدا ہو گئے ہیں جس سے رک جاتا ہوں کہا کہ بتاؤ وہ کیا ہیں۔ تب وہ خاموش ہو گئے اور کچھ جواب نہ دیا۔ شیخ ابو عبداللہ خفیف سے پوچھا گیا کہ اس کا کیا سبب تھا کہ ہشام نماز نہیں پڑھتے کہا وہ ہمیشہ جمال غیب کا مطالعہ کرتے ہیں اور امور عینی ان پر غالب ہیں' جس سے مقام حیرت میں پڑ گئے ہیں اور ظاہری ایمان سے رک رہے ہیں۔ ایک دن جامع مسجد کے مشائخ جو جمع ہوئے اور ہشام کو بلایا اور کہا کہ ہم نے سنا ہے تم مشاہدہ کے قائل ہو اور جو شخص اس کے قائل ہو اس کو توبہ کرنی چاہیے یا اس کو

سزا دینی چاہئے۔ ہشام نے کہا کہ توبہ تلقین کرو۔ توبہ سکھلائی تو انہوں نے توبہ کی دوسرے دن صبح کے وقت آئے اور مشائخ کے برابر کھڑے ہوئے اور کہا تم گواہ رہو کہ جب میں نے کل کی توبہ سے توبہ کر لی ہے۔ مشائخ اٹھ کھڑے ہوئے اور اس کے پاؤں پکڑ کر گھسیٹنے لگے یہاں تک کہ اس کو مسجد سے نکال دیا۔

۲۹۸-ابومحرز رحمۃ اللہ علیہ

آپ شیراز کے اطراف کے رہنے والے ذوالنون مصری کے اصحاب میں سے ہیں۔ شیخ ابوعبداللہ خفیف کہتے ہیں کہ ابومحرز نے یہ کہا ہے میں نسا سے شیراز کی طرف آیا۔ سلطانی افسر قافلہ کے ہمراہ ہو گیا۔ جب میں نے ان کے افعال اقوال دیکھے تو دل میں اس پر انکار کیا اور ان کو دشمن سمجھا یہ قصد کر لیا کہ ان سے علیحدہ ہو جاؤں۔ اتفاقاً آواز آئی کہ افسر کا پٹکہ گم ہو گیا ہے۔ افسر نے قسم کھائی کہ سب قافلہ کی تلاشی لی جائے۔ سب کی تلاشی کی صرف میں ہی رہ گیا کہنے لگے کہ سب قافلہ کی تلاشی لی گئی ہے کوئی باقی نہیں رہا مگر یہ شیخ اور ایسے شخص کی کون تلاشی لے اور متہم بنائے افسر نے کہا میں نے قسم کھائی ہے۔ اس لئے ان کی تلاشی بھی ضرور ہو گی۔ میرے پیراہن کو جو اٹھایا تو وہ پٹکہ میرے پاس نکلا میں نے کہا واللہ مجھے اس کا علم نہیں ہے۔ افسر نے کہا یہ اس کی چوری سے اور بڑی بات ہے اس کے بعد کہنے لگے اس سے کیا معاملہ کرنا چاہئے۔ کسی نے کچھ کہا کسی نے کچھ۔

افسر کہنے لگا کہ اسے قافلہ کے راہ پر بٹھا دیا تاکہ قافلہ والے ایک ایک کر کے اس کے سامنے سے گزریں اور اس کو زجر ملامت کریں۔ اس کے بعد اس کو چھوڑ دینا اور اس کا ساتھ نہ کرو۔ ویسے ہی کیا مجھ کو ایک جگہ پر بٹھلا دیا اور چل دیئے۔ ابوحفص کے خلوت خانہ یا پاخانہ کو پاک کرنے اور اس سے پہلے ابومزاحم کے پہنچنے کا قصہ جو پہلے اس سے مقامات میں گزر چکا ہے شیخ ابوعبداللہ خفیف نے اس کی نسبت شیخ ابومحرز کی طرف کی ہے نہ شیخ ابوخرام کی طرف۔ **واللہ اعلم بالصواب**

۲۹۹-عبدالرحیم اصطخری رحمۃ اللہ علیہ

ان کی کنیت ابوعمرو ہے انہوں نے حجاز اور عراق شام کا سفر کیا ہے۔ رویم رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہے ہیں۔ سہل بن عبداللہ تستری کو دیکھا تھا ان کا طریقہ پوشیدہ تھا اور رندانہ طریق کا اظہار کرتے تھے۔ کپڑے بھی رندانہ رکھتے تھے کتے رکھے ہوئے تھے۔ شکار کو جایا کرتے تھے کبوتر بھی پال رکھے تھے۔ شیخ ابوعبداللہ خفیف کہتے

ہیں کہ میں رویم کے پاس آیا تو عبدالرحیم اصطخری کا حال مجھ سے پوچھا میں کہا اسی سال وہ فوت ہوئے ہیں کہا کہ خدا اس پر رحمت کرے میں کوہ لگام وغیرہ میں اس طریق کے بہت لوگوں سے ملا ہوں لیکن عبدالرحیم سے بڑھ کر کسی کو صابر نہیں دیکھا۔ کہتے ہیں کہ وہ ایک دفعہ شکار کو باہر گئے تو ایک شخص خفیہ ان کے پیچھے پیچھے گیا۔ جب وہ پہاڑوں میں پہنچے تو کتوں کو چھوڑ دیا اور اپنے جائے نماز کو ہمراہ رکھتے تھے۔ اس کو بچھا لیا اور کھڑے ہو کر ذکر خدا میں مشغول ہوئے پہاڑ میں سے آواز آئی مجھے ایسے معلوم ہوتا تھا کہ پتھر اور درخت اور کوئی جاندار ایسا نہیں تھا' جو ان کے ذکر کی موافقت نہ کرتا ہو۔

کہتے ہیں کہ ان کے گھر میں ایک گائے کا چمڑا تھا جس کے سینگ بھی اس پر رکھے ہوئے تھے۔ جب گرمیاں آئیں تو سینگوں کو پکڑ لیتے اور اس چمڑہ کو گھر کے صحن میں بچھا دیتے اور جب سردیاں ہوتیں تو گھر میں بچھا دیتے۔ جعفر خدا کہتے ہیں کہ میں اصطخر میں گیا تا کہ عبدالرحیم کی زیارت کروں۔ ان کے مکان پر پہنچا دیکھا تو وہ اجڑا ہوا تھا اور مجھے ان پر رحم آ گیا۔ مجھ کو کہنے لگے تمہیں کیا ہوا۔ میں نے کہا افسوس ابھی تم جاؤ گے تب وہ وہاں سے اٹھے اور گھر سے نیچے اتر آئے۔ ایک بڑا پتھر تھا اس کو اٹھایا اور کوٹھے پر لے گئے مجھ سے کہا کہ اے قوی شخص اٹھ اور اس کو نیچے لے چل میں تعجب کرنے لگا کہا کہ آج سترہ روز ہو گئے کہ میں نے کچھ نہیں کھایا۔ باہر جا اور جو کچھ لا سکتا ہے لا۔ شاید کہ مجھے بھوک معلوم ہو اور تمہارے ساتھ کھاؤں میں باہر چلا گیا اور جو کچھ بازار میں ملا گھر لے آیا اور ان کے سامنے رکھ دیا۔

وہ کھانے کو دیکھنے لگے اور کہا بیٹھ جا اور کھا شاید کہ مجھے بھی رغبت پیدا ہو میں بیٹھ گیا اور رغبت سے کھانے لگا۔ جو کچھ لایا تھا اس میں ایک خربوزہ بھی تھا۔ میں نے اس کو کاٹا' کہا اس میں سے ایک پھانگ دو۔ میں نے ان کو دی دانت مار کر کھانے لگے مگر کھا نہ سکے۔ آخر میں اس کو پھینک دیا اور کہا اٹھا لو کیونکہ دروازہ بند ھا ہوا ہے۔ ان کو باپ سے بیس ہزار درہم ورثہ میں ملے تھے لیکن ایک قوم کے ذمہ تھے۔ ان سے کہنے لگے کہ دس ہزار مجھ کو دے دو اور دس ہزار میں نے معاف کر دیئے۔ انہوں نے وہ درم ان کو دیئے۔ ان کو تھیلی میں ڈال لیا۔ رات بھر ان کو تشویش رہی۔ کبھی کہتے تھے کہ تجارت کروں۔ پھر اس خیال سے کہ ان کو فقراء کو دے دوں۔ کبھی کہتے تھے گھر میں رکھوں اور ہر روز ان کو خرچ کر دیا کروں۔ آخر آدھی رات کو اٹھے اور تھیلی کو کوٹھے پر اٹھا کر لے گئے۔

مٹھی بھرتے تھے اور ہر طرف پھینکتے تے۔ یہاں تک کہ تھیلی خالی ہو گئی۔ جب صبح ہوئی تو ہمسایہ آس پاس کے گھر والوں نے کہا شاید آج رات درہموں کا مینہ برسا ہے۔ عبدالرحیم نے توبرہ کو جھاڑا تو نصف درہم نکلا۔

یاروں سے کہنے لگا تمہیں خوشی ہو کہ روٹی اور ترکاری مل گئی۔ یہ لوگ باہم کہنے لگے کہ اس دیوانہ کو دیکھو دس ہزار درہم تو پھینک دیئے ہیں اور اس آدھے درہم پر خوشی منا رہا ہے۔ ایک دفعہ عبدالرحیم عبادان میں گئے۔ اکیس روز وہاں مقیم رہے جو کچھ کہ رات کو افطار کیلئے لاتے تھے۔ صبح تک ویسے ہی پڑا رہتا تھا۔ عبادان کے لوگ اس کے شیفتہ بن گئے۔ جب یہ حال معلوم کیا تو وہاں سے سہل تستری کا قصد کیا ان کے پاس آئے اور کہا میں تمہارا مہمان ہوں۔ کہا کیا پکانا چاہئے۔ سہل نے کہا کیسے پکائیں کہ میرے ساتھی نہیں کہتے۔ اس نے کہا میں کیا جانوں تم خود میری ضیافت کرو۔ سہل نے کہا سکباج پک گیا۔ کہا ویسے ہی ہنڈیا اٹھا کر لے آؤ۔ جب لائے تو ایک سوالی دروازہ پر خدا کیلئے خیر مانگ رہا تھا کہ ہنڈیا اس کو اٹھا دو' تب وہ اس کو دے دی گئی اور خود کچھ نہ کھایا۔

دوسرے دن سہل نے اس سے کہا آج کیا چاہئے وہی جو کل کہا تھا جب پھر پکایا کہا ہنڈیا میرے پاس لے آؤ' لائے سہل کا غلام بدون اس کے کہ وہ جانے دروازہ پر کھڑا ہو گیا۔ تاکہ اگر کوئی سوالی آئے تو منع کر دے۔ اتفاقاً پھر ایک سوالی آیا کہا ہنڈیا اس کو اٹھا دو پھر وہ ہنڈیا اس کو دے دی۔ تیسرے دن سہل نے کہا آج کیا چاہئے کہا وہی جو پہلے کہا تھا۔ جب پکایا باہر لائے کچھ نہ کھایا یہاں تک کہ ایک مہینہ پورا ہو گیا۔ بعدازاں ایک مرد کو دیکھا روٹی کے چند ٹکڑے اس کے پاس ہیں اور پانی کے کنارہ پر بیٹھا ہوا تر کرتا ہے اور کھاتا ہے اس کو بلایا اور اس کے ساتھ مل کر کچھ کھایا۔

۳۰۰۔مومل جصاص (چونہ فروش) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ھو من کبار مشائخ شیراز سافر الحجاز والعراق وکان حسن اللسان فی علم التوحید وعلوم المعارف مع انه لا یکتب یعنی وہ شیراز کے بڑے مشائخ میں سے ہیں کہ جنہوں نے عراق کا سفر کیا تھا۔ علم توحید وعلم معارف میں اچھے بولنے والے تھے۔ باوجودیکہ ان پڑھ تھے اور لکھ نہیں سکتے تھے۔ انہوں نے ان مسائل کے جواب دیئے ہیں جن کو سہل اصفہانی نے شیراز میں بھیجا تھا۔ جب صبح کی نماز پڑھ لیا کرتے تو قرآن پڑھنے میں مشغول ہوتے یہاں تک کہ آفتاب نکل آتا پھر نماز چاشت (ضحیٰ) پڑھتے اور باہر نکلتے۔ ایک صوفی کہتے ہیں کہ وہ ایک دفعہ نماز سے پہلے باہر نکلے میں ان کے گھر پہنچا تین سو مرد کے قریب وہاں جمع تھے جو اپنی اپنی ضروریات کے لیے آئے ہوئے تھے۔ سب کی ضرورت سنی اور اپنے یاروں کو ان کی حاجت پورا کرنے کے لیے الگ الگ بھیج دیا۔

غلاموں سے کہا کہ میرا اوزار فلاں جگہ لے چلو میں بھی تمہارے پیچھے آتا ہوں۔ یہ سب کام ایک گھڑی میں کر لیتے میں حیران رہ گیا۔ میری طرف متوجہ ہو کر کہا اے فرزند! مجھ کو صبح تم نے مسجد میں دیکھا تھا اس وقت خدا کو زیادہ یاد کرتا ہوں بہ نسبت اس کے کہ صبح مسجد میں تھا۔ جب کام میں مشغول ہوتے تو پھر کسی سے سلام سے زیادہ بات نہ کرتے اور کہتے کہ میں مزدور ہوں۔ اگر سلام کا جواب واجب نہ ہوتا تو میں جواب سلام بھی نہ دیتا۔ شیخ ابوعبداللہ خفیف کہتے ہیں کہ جب مومل جصاص مکہ میں آئے تو ابوالحسن مزین کے پاس گئے اور سلام کہہ کر بیٹھے اور کہا ایھا الشیخ میرا ایک سوال ہے۔ اور میں ایک عجمی آدمی ہوں۔ مجھ سے نرمی سے بات کیجئے کہا خیر مضائقہ نہیں۔ پوچھو مومل نے کہا ھل ترتقی الفھوم ارتقاء المواجید یعنی کہا سمجھ وجدان کے مرتبہ تک پہنچ سکتی ہے۔ ابوالحسن ان کی طرف دیکھتے تھے اور کہا تم کہاں سے آئے ہو کہا شیراز سے۔ کہا تم کس نام سے مشہور ہو کہا مجھ کو مومل کہتے ہیں۔ کہا وہاں سے اُٹھو کہ وہ تمہاری جگہ نہیں ہے اور ان کو اپنے برابر بٹھا لیا اور ہر وقت ان کو کہنے لگے انت رجل اعجمی امی یعنی تم عجمی اَن پڑھ شخص ہو اور ہنستے تھے اور بعد اس کے جو شخص ان سے مسئلہ پوچھتا تو مومل کی طرف اشارہ کر دیتے اور کہتے شیخ سے پوچھو اور اس کے حوالہ کر دیتے۔

شیخ ابوعبداللہ خفیف یہ بھی کہتے ہیں کہ میں نے حج کا ارادہ کیا اور ابھی بچہ تھا مومل جصاص نے مجھے وصیت کی کہ جب تم ٹھہرنے کی جگہ پہنچو تو عرفات کی پہاڑی کا قصد کرنا اور اولیاء اللہ کو وہاں تلاش کرنا کہ وہ ان کی جگہ ہے۔ جب میں وقوف کے موقع پر گیا وہاں سے جلد گزرا اور لوگوں کو چھوڑ دیا تو میں نے کسی کو نہ دیکھا۔ اس لیے میں ڈر کر واپس ہونے لگا۔ پھر وہ خواہش غالب ہوئی اور کچھ آگے بڑھا ایک گڑھے میں پہنچا میں نے دیکھا کہ اس میں دس شخص کھڑے ہیں اور سر نیچے کیے ہوئے۔ ان کے درمیان ایک بڑا شیخ ہے اور میرے شیخ ابومحمد عتایدی بھی ان کے ساتھ ہیں۔ جب مجھ کو ان حضرات نے دیکھا تو میرے شیخ کی طرف اشارہ کیا۔ تب میں آگے بڑھا اور سلام کہا۔ سب نے جواب دیا۔ شیخ نے مجھ کو اپنے پاس بلا لیا جب فارغ ہوئے سب اسی شکل پر روانہ ہو گئے اور میرے شیخ سے کہنے لگے کہ اس لڑکے کی حفاظت کرنا۔ میں ان کے اور اپنے شیخ کے درمیان جا رہا تھا میں سنتا تھا کہ اس کے کلام سے سین کا حرف میرے کان میں آتا تھا۔ میرے خیال میں ایسا آیا کہ شاید استغفار پڑھتے ہیں۔ جب مزدلفہ میں پہنچے تو شیخ نے مجھ سے کہا کہ اپنے ساتھیوں کو آواز دے۔ میں نے آواز دی انہوں نے جواب دیا میں ان کے پاس گیا اور وہ جماعت مشعر بالحرام کی طرف گئی اور کھڑے ہوئے نماز پڑھتے رہے۔ میں اپنی ضرورت پوری کر کے ان سے جا ملا۔ صبح تک نماز پڑھتے رہے جب نماز سے فارغ ہوئے تو غائب ہو گئے پھر میں

نے ان کو نہ دیکھا۔

۳۰۱-علی بن شلویہ رحمۃ اللہ تعالیٰ

شیخ ابوعبداللہ خفیف کہتے ہیں کہ علی بن شلویہ اور ایک شخص میں گفتگو ہوتی تھی۔علی بن شلویہ نے کہا میں ایک مرد کو پہچانتا ہوں کہ وہ پہاڑ کے سر پر تھا۔نماز کا وقت آ گیا پانی دوسرے پہاڑ پر تھا چاہا کہ وضو کرے وہ دونوں پہاڑ باہم مل گئے۔تب اپنا پاؤں اُٹھا کر دوسرے پہاڑ پر رکھ دیا' اور وضو کر کے نماز پڑھی۔شیخ ابوعبداللہ خفیف یہ بھی کہتے ہیں چونکہ علی بن شلویہ اکثر پہاڑوں اور جنگلوں میں رہتے تھے۔پہاڑ کے اطراف کی ایک جماعت اس کی مفتون ہوگئی۔ان کے رئیسوں میں سے دو شخص ان کی خدمت میں آئے اور کہنے لگے ہم دونوں کی لڑکیاں ہیں اور ہر ایک کے پاس چار ہزار بکریاں ہیں ہم چاہتے ہیں کہ ان دونوں سے آپ نکاح کر لیں اور وہ بکریاں آپ کے مہمانان فقراء کے کام میں آئیں گی۔آپ نے دونوں لڑکیوں سے نکاح کر لیا۔ایک دن مومل نے ان سے کہا یہ ہم پر احسان نہ کر تو بھی ہماری طرح ہو گیا ہے۔کہا میں نے یہ خدا کے لیے کیا ہے۔مومل نے کہا ہم نے بھی خدا کے لیے کیا ہوا ہے۔علی بن شلویہ نے کہا میں نے ان کو تین طلاقیں دے دیں۔تم بھی اگر سچے ہو تو طلاق دے دو۔مومل نے اس سے کہا یا میشوم نسیت السنة فی الطلاق یعنی اے منحوس طلاق میں سنت طریق بھول گیا (یعنی طلاق بتفریق چاہیے تھی نہ ایک دم جو بدعت ہے)

۳۰۲-ابوبکر اسکارف (موچی) رحمۃ اللہ علیہ

شیخ ابوعبداللہ خفیف کہتے ہیں کہ ابوبکر سکارف نے تیس سال روزے رکھے ہیں۔جب نزع کا وقت آ گیا تو روٹی کا ٹکڑا تر کر کے اس کے منہ پر رکھا اس کو پھینک دیا اور روزہ کے ساتھ وفات پائی۔

۳۰۳-ابوالضحاک رحمۃ اللہ علیہ

شیخ ابوعبداللہ خفیف کہتے ہیں کہ ابوالضحاک سے میں نے سنا تھا وہ یوں کہتے تھے میں اپنے بالاخانہ پر بیٹھا ہوا تھا شیطان کو دیکھا کہ کوچہ میں پھرتا ہے۔میں نے کہا اے ملعون یہاں کیا کرتا ہے۔اس نے پاؤں زمین پر سے اٹھایا اور بالاخانہ پر آ گیا۔ہم دونوں کشتی کرنے لگے میں نے اس کو تھپڑ مارا اور گرا دیا۔اس بات کو کئی برس گزر

گئے ۔ایک دفعہ مجھ کو حج کا اتفاق ہوا جب لوٹا تو ایک دریا پر پہنچا جس کا پل ٹوٹا ہوا تھا۔ پانی بہت تھا گزرنے میں عاجز ہو گیا۔ اتفاقاً ایک ضعیف بوڑھے کو دیکھا کہ وہ پانی میں چلا گیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں اس بوڑھے سے تو ضعیف نہیں ہوں اٹھا اور اس کے پیچھے ہولیا جب درمیان میں پہنچا تو اس بوڑھے نے اپنا پاؤں دریا کے کنارے پر رکھا اور باہر نکل گیا۔ میں پانی میں رہا حتیٰ کہ پانی مجھ پر غالب ہوا اور میں ڈوب گیا۔ تمام کپڑے تر ہو گئے پانی مجھے گماتا تھا اور لئے جاتا تھا یہاں تک کہ خدا تعالیٰ نے مدد کی اور مجھ کو پانی سے کنارہ تک لگا دیا وہ بوڑھا کھڑا ہوا تماشا دیکھ رہا تھا جب خدا تعالیٰ نے مجھے نجات دی اور باہر نکل آیا تو اس بوڑھے نے مجھے کہا کہ ابوالضحاک اب تو بہ کی دوبارہ مجھے تھپڑ نہ مارے گا۔

۳۰۴- ابومحمد خفاف رحمۃ اللہ علیہ

شیخ عبداللہ خفیف کہتے ہیں کہ ابوالحسن مزین نے مجھے لکھا کہ تمہارا دریا میں ایک مرید ہے۔ اگر وہ نجات پا جائے تو تمہارے لئے جلد جواہرات لائے گا۔ اس سے محمد خفاف مطلوب تھا وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ابومحمد خفاف شیراز کے مشائخ کے ساتھ ایک جگہ بیٹھے تھے مشاہدہ میں بات ہوتی تھی۔ ہر ایک اپنے حال کے مطابق کہتا تھا ابو محمد خاموش بیٹھے تھے۔ مومل بصاص نے اس سے کہا کہ تم بھی کچھ کہو۔ کہا جو باتیں اس بارہ میں اچھی تھیں وہ تو کہہ چکے مومل نے کہا بہر حال تم بھی کچھ کہو کہا جو کچھ کہ تم نے کہا ہے وہ حد علم تھی۔ حقیقت مشاہدہ نہیں۔ حقیقت مشاہدہ یہ ہے کہ حجاب اٹھ جاوے خدا تعالیٰ کو علانیہ طور پر دیکھے اس کو کہا گیا کہ تم نے یہ بات کہاں سے کہی۔ اور تم کو یہ کیونکر معلوم ہوا کہا کہ میں تبوک کے جنگل میں تھا۔ مجھ کو فاقہ نے سخت بے چین کر دیا۔ میں مناجات میں تھا کہ اتفاقاً حجاب اٹھ گیا میں نے خدا کو عرش پر بیٹھا ہوا دیکھا اور سجدہ کیا اور کہا۔

مولائی ماھذا امکانی و مضعی منک یعنی اے میرے مولا میرا مرتبہ اور مکان تم سے کیسا ہے؟ جب صوفیوں نے یہ بات سنی سب خاموش ہو گئے مومل نے ان سے کہا اٹھو کہ بعض مشائخ کی زیارت کریں۔ اٹھ کھڑے ہوئے مومل نے ان کے ہاتھ کو پکڑ لیا اور ابن سعدان محدث کے گھر میں آئے۔ ابن سعدان نے تعظیم اور مرحبا کہا۔ مومل نے کہا ایھا الشیخ تروی لنا الحدیث المروی عن النبی علیہ السلام انہ قال لشیطان عرشا بین السماء والارض اذا اراد بعبد فتنۃ کشف لہ عنہ ابن سعدان نے کہا حدثنی فلان عن فلان واسند ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان للشیطان عرشا بین السماء والارض اذا

ارا دیعید فتنة کشف له عنه یعنی مولیٰ نے کہا اے شیخ وہ حدیث شیطان والی سناتے ہوئے ابن سعدان نے کہا ہاں حدیث کی مجھ سے فلاں نے فلاں شخص سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے شیطان کا ایک تختہ ہے جو کہ آسمان وزمین کے درمیان ہے۔ جب وہ کسی بندہ سے فتنہ کا ارادہ کرتا ہے تو پردہ کھول دیتا ہے جب ابو محمد نے اس حدیث کو سنا تو کہا ایک دفعہ اور لوٹاؤ۔ انہوں نے دوبارہ حدیث پڑھی تب وہ رو پڑے اور اٹھ کر باہر چلے گئے۔

چند روز ہم نے ان کو نہ دیکھا بعد ازاں آئے تو ہم نے کہا اتنے دن کہاں غائب رہے۔ کہا وہ نمازیں کہ اس وقت سے ادا کی تھی ان کی قضا کرتا رہا کیونکہ میں نے شیطان کی بندگی کی تھی۔ پھر کہا مجھ کو اس سے گریز نہیں کہ جس موقع پر میں نے دیکھا اور سجدہ کیا تھا وہیں پھر جاؤں اور اس پر لعنت کروں تب وہ باہر چلے گئے اور اس کی پھر کوئی خبر ہم نے نہ سنی۔

۳۰۵۔ حسن بن حمیہ اور اُسکے صاحب ابوجعفر خراز اصطخری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ ابوعبداللہ خفیف کہتے ہیں کہ ابوجعفر خراز صاحب حسن بن حمویہ اصطخر سے ہمارے پاس آیا۔ ابن زیدان نے کہا میری یہ خواہش ہے کہ آج کی رات اس کو میرے پاس لائے۔ اس کو میں نے ان کی مجلس میں حاضر کر دیا۔ مجلس کے درمیان ابن زیدان نے خراز سے کہا کہ میں اس بات کو دوست رکھتا ہوں کہ کوئی اپنی حکایت بیان کرو۔ انہوں نے کہا کہ میری تو کوئی حکایت نہیں ہاں اگر چاہتے ہو تو جو کچھ مشائخ سے دیکھا ہے وہ بیان کر دوں ابن زیدان نے کہا کہ میں بھی یہی چاہتا ہوں۔ خراز نے کہا کہ میں اور ایک جماعت حسن حمویہ کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ سر نیچے کئے ہوئے بیٹھے تھے۔ اتفاق انہوں نے ایک چیخ ماری اور ہماری نظر سے غائب ہو گئے ہم ایک دوسرے کو دیکھنے لگے اور ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ اس قصہ کو کسی سے مت کہنا کیونکہ لوگ کہیں گے باہر ایک سی بات نکل نکالی۔ تین دن گزر گئے کہ ان کو ہم نے نہ دیکھا اور کوئی ان کا پتہ نہ لگا۔

جو شخص ان کا حال پوچھتا تو کہہ دیتے کہ وہ کام میں مشغول ہے۔ تین دن کے بعد اتفاقاً ہم نے دیکھا کہ مسجد میں آ گئے لیکن رنگ بدلا ہوا ہے اور چونکہ رعب داب والے تھے کسی کو ان سے بات کرنے کی مجال نہ تھی لیکن میں ان کے ساتھ ہمیشہ خوش طبعی کی باتیں کیا کرتا تھا۔ میں نے کہا اے شیخ میرے پاس تازہ پنیر ہے اگر اجازت ہو تو لاؤں اور ان کو ہمیشہ تازہ پنیر اچھا معلوم ہوتا تھا کہا اچھا لاؤ۔ میں لایا ایک لقمہ کھایا پھر ہاتھ سے اشارہ کیا کہ

کھاؤ شیخ ابوعبداللہ خفیف کہتے ہیں کہ ابن زیدان میری طرف متوجہ ہوئے کہ کچھ شک نہیں یہ مرد سچا تو ہے لیکن اس حکایت کا مجھے اعتبار نہیں۔کوئی ایسی تدبیر کرو کہ مجھے اعتبار آ جائے۔میں نے کہا کہ شیخ کیلئے خواب کے کپڑے بچھا دو تاکہ سو جائیں اور راستہ کو رنج سے آرام پائیں۔سونے کا بستر کر دیا گیا اور وہ سو گئے میں ابن زیدان کے پاس بیٹھا رہا اور قصہ بیان کرتا رہا۔یہاں تک کہ اس نے کہا مجھے اعتبار آ گیا۔شیخ ابوعبداللہ خفیف سے پوچھا گیا کہ یہ واقعہ کیا تھا۔انہوں نے کہا وہ اپنے مکان سے دور نہ ہوئے تھے لیکن ان کو لباس پہنا دیا گیا کہ جس کے سبب سے آنکھوں سے غائب ہو گئے۔

۳۰۶-عبداللہ قصار رحمۃ اللہ علیہ

شیخ ابوعبداللہ خفیف کہتے ہیں کہ عبداللہ قصار (دھوبی) نے کہا۔ایک دفعہ حج کے ارادہ سے باہر جاتا تھا۔شیراز کے مشائخ نے مجھ سے کہا جب کہ تم سہل بن عبداللہ تستری کی خدمت میں جاؤ تو ہمارا سلام ان کو پہنچانا اور کہنا کہ ہم آپ کی بزرگی کے اقراری ہیں اور جو کچھ کہتے ہو ں کا اعتبار کرتے ہیں۔آپ کی نسبت ہم کو یہ خبر پہنچی ہے کہ عرفہ کے دن اپنی جگہ سے باہر نکلتے ہو اور عرفات کے موقع پر تمام حاجیوں کے ساتھ حاضر ہوتے ہو۔اگر یہ سچ ہے تو ہم کو خبر دو کہ ہم اس کو مان لیں۔عبداللہ ت . کہتے ہیں کہ میں نے ان کا قصد کیا اور ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام کہا۔آپ بیٹھے ہوئے تے یک چادر لپیٹے ہوئے اور لکڑی کی کھڑائیں سامنے دھری تھیں اور ان کی آنکھیں کھلی تھیں لیکن ایک حیران ششدر ...ھ پر ان کا رعب چھا گیا اور میں بات نہ کر سکا۔

پھر اس درمیان میں کہ میں بیٹھا ہوا تھا ایک عورت آئی اور کہنے لگی اے شیخ میرا لڑکا ہے جو بیمار ہے اٹھ نہیں سکتا میں اس کو لے آئی ہوں کہ آپ دعا کریں۔سہل نے کہا کیوں خدا کے پاس اس کو اٹھا کر نہ لے گئی۔وہ عورت جواب میں کہنے لگی کہ تم بھی خدا کے پاس ہو۔پس سہل نے ہاتھ سے مجھے اشارہ کیا میں اٹھا اور ان کا ہاتھ پکڑ لیا۔وہ اٹھے اور کھڑائیں پہن لیں اور چلے اور وہ عورت بھی چلی اور ان کو دریا کے کنارے پر لے گئی۔لڑکے کو دیکھا کہ چھوٹی کشتی میں ہے۔سہل نے اس کو کہا اپنا ہاتھ مجھے دے عورت کہنے لگی وہ ہاتھ نہیں دے سکتا۔سہل نے اس عورت سے کہا دور ہو۔اس لڑکے نے ان کو ہاتھ دیا۔آپ نے کہا اٹھ وہ اٹھ کھڑا ہوا اور کنارہ تک آ گیا۔سہل نے ملاح سے کہا تو چلا جا۔پھر لڑکے سے کہا وضو کر اور دو رکعت نماز پڑھ۔اس نے ایسا ہی کیا پھر اس عورت سے کہا کہ اس کا ہاتھ پکڑ لے۔اس نے ہاتھ پکڑ لیا اور چل دیئے۔

عبداللہ کہتے ہیں جب میں نے یہ حال دیکھا تو میری دہشت جاتی رہی اور خوش ہو کر مشائخ کا پیغام پہنچا دیا۔ سہل نے ایک گھڑی سر نیچے ڈالا اس کے بعد کہا اے دوست ھولاء القوم یومنون باللہ یفعل مایشاء قلت نعم قل فما سوالھم عن ذالک یعنی کیا یہ لوگ خدا پر ایمان رکھتے ہیں کہ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے میں نے کہا ہاں پھر کہا تو ان کا یہ سوال کیا ہے یعنی اس سوال کی ضرورت نہیں۔

۳۰۷- ابراہیم المتوکل رحمۃ اللہ علیہ

شیخ ابوعبداللہ خفیف کہتے ہیں کہ ایک صوفی نے مجھ سے کہا میں جنگل میں گیا دیکھا کہ ابراہیم متوکل نے اپنے کپڑے دھو کر دھوپ میں ڈالے ہوئے ہیں۔ میں نے کہا کہ آؤ چلیں اور کچھ کھانا کھائیں۔ اپنے پیراہن کو ویسے ہی گیلا پہن لیا اور میرے ساتھ ہو لئے جب ہم کچھ دور گئے دیکھا تو کچھ گلو راستہ میں پڑی ہے اس کو اٹھا لیا اور اچھی طرح دھو لیا۔ پھر بیٹھ کر کھانے لگے اور کہا تم جاؤ مجھے یہی کافی ہے ہر چند میں نے اصرار کیا لیکن وہ نہ آئے ایک شیخ نے ابراہیم متوکل سے کہا میں چاہتا ہوں کہ اس مہینے میرے پاس افطار کیا کرو قبول کیا۔ اس کو ایک رات کہا اٹھ کر سحری کھائیں۔ وہ اٹھا کہا اس دسترخوان کو اتارو اور کہا میں یہ نہیں کروں گا کیونکہ یہ اسباب میں حرکت ہے اور میں اسباب میں حرکت نہیں کروں گا۔ اس کو ایک رات دیکھا کہ دسترخوان آگے رکھا ہوا کچھ کھا رہا ہے۔ اس نے کہا کہ تم نے کیا یہ نہیں کہا تھا کہ میں اسباب میں حرکت نہ کروں گا اب یہ کیا ہے کہا واللہ کہ میں نے اسباب میں حرکت نہیں کی میں اپنی جگہ سے اٹھا میرا سر دسترخوان پر پڑا ہوا میرے سامنے آ گیا سو یہ ہے جو کھاتا ہوں۔

۳۰۸- ابوطالب خزرج بن علی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ ابوعبداللہ کہتے ہیں کہ ابوطالب خزرج جنید کے اصحاب میں سے تھے۔ شیراز میں آئے ان کو پیٹ کی بیماری تھی یعنی اسہال کی۔ مشائخ نے کہا کہ ان کی خدمت کون اختیار کرے گا۔ میں نے اختیار کی۔ ہر رات قریباً سولہ سترہ دفعہ اٹھتے تھے۔ ایک رات میں بیٹھا تھا اور رات زیادہ گزر گئی تھی۔ میری آنکھ گرم ہو گئی یعنی سو گیا۔ ایک دفعہ آواز دی۔ میں نے نہ سنی دوبارہ آواز دی میں اٹھا اور طشت آگے لا کر رکھ دیا۔ کہا اے فرزند جبکہ تم اپنے جیسے مخلوق کی اچھی طرح خدمت نہیں کر سکتے ہو تو خدا کی خدمت کیونکر کر سکو گے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں غائب تھا آواز دی کہ شیرازی میں نے نہ سنا دوبارہ آواز دی اور کہا شیرازی ھین لعنک اللہ میں دوڑا ۔ ۔ ن

کے پاس طشت لے گیا۔ شیخ ابوعبداللہ سے پوچھا گیا کہ تو نے وہ اس کی لعنت کیسی سنی کہا رحمک اللہ کی طرح۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ اس مرید کو کوئی فلاح نہیں جو استاد و پیر کی طرف سے خواری نہ اٹھائے اس کے تھپڑ نہ کھائے اس کی لعنک اللہ نہ سنے اور یرحمک اللہ نہ اٹھائی ہو۔ دردو ناکامی سے زندہ نہ رہا ہو۔ وہ خود چھوٹا ہوا ہو اور استاد اور پیر کی (لایفلح یعنی خلاصی نہ پاوے) حاصل کی ہو۔ مرد بے پدر تو حرام زادہ ہوتا ہے اور بے پیر اور بے استاد لا یفلح ہوتا ہے یعنی خلاص نہیں پاتا ایک رات پشت کی طرف سے آواز آئی۔ شیخ ابوطالب نے کہا شیرازی یہ کیا آواز ہے۔ ابوعبداللہ خفیف نے کہا کہ میں رات دن میں ایک سوخشک باقلی کھاتا تھا۔ پھر ہر روز کم کرتا جاتا تھا یہاں تک کہ 19 باقلے تک لایا ہوں۔ شیخ ابوطالب نے کہا شیرازی اس کو انبار کر رکھ کیونکہ جو کچھ آفت پڑی اسی سے پڑی کیونکہ میں ابوالحسن مذین (حجام) کے ساتھ ایک جگہ دعوت میں گیا تلا ہوا برہ دسترخوان پر لائے میں نے عہد کیا ہوا تھا کہ تلا ہوا برہ نہ کھاؤں گا میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا ابوالحسن مذین نے کہا کل بلا انت یعنی کھا بغیر اس کے کہ اپنے آپ سے کوئی درمیان میں دیکھے۔ میں نے خیال کیا کہ ایسا ہی ہوگا جو کہتا ہے میں نے ایک لقمہ کھایا تو مجھے معلوم ہوا کہ میرا ایمان باہر نکل گیا اور میں اس وقت سے ہر روز پیچھے ہٹتا جاتا ہوں۔

شیخ الاسلام کہتے ہیں یعنی ان پر پردہ پڑ گیا کیونکہ ان کا ایمان معائنہ تھا تیرا ایمان شہادت ہے اور عارف کا ایمان مشاہدہ۔ شیخ ابوعبداللہ خفیف کہتے ہیں کہ مرید کو اس سے بڑھ کر اور کوئی چیز نقصان نہیں پہنچاتی کہ نفس کو سست کر دے۔ رخصت کو ڈھونڈھے تاویلوں کو قبول کرے۔ شیخ ابوعبداللہ خفیف یہ بھی کہتے ہیں کہ پہلی مجلس کہ ابو طالب نے شیراز میں کی۔ اس وقت ٹاٹ پہنے ہوئے تھے۔ عصا ہاتھ میں تھا کرسی پر بیٹھ گئے۔ میں ان کی طرف تھا لوگوں کی طرف دیکھا اور رو کر کہا میں نہیں جانتا کہ کیا کہوں ایک گناہگار ہوں' گناہگاروں کے درمیان خود روئے لوگوں کو رلایا۔ مجلس والوں سے فریاد اور گریہ زاری نکلی اور ان کی بڑی مقبولیت پیدا ہوگئی۔ ان کے قدم کی مٹی بیماروں کی شفا کیلئے لوگ لے جاتے تھے۔ اس کے بعد کچھ ایسا سبب ہوا کہ کوئی ان کی طرف التفات نہ کرتا تھا۔ سب نے ان سے کنارہ کر لیا۔ شیراز سے فارس میں گئے وہاں بھی ان کی طرف توجہ نہ ہوئی وہاں سے اصفہان گئے۔ میں نے علی سہل کو کچھ لکھا اور ان سے محل و مقام کی شرح کی وہ علی سہل کے پاس نہ آئے اس کے بارہ میں باتیں کیں۔ علی سہل نے ان سے پوچھا اعراض کیا وہاں سے عراق کے پہاڑوں میں گئے اور ہمدان میں آئے۔ ابو علی وارجی ہمدان کا حاکم تھا۔ اس نے پوچھا کہ تمہارا مطلب کیا ہے کہ اس قرض کا کہ مجھ پر ہے ادا کر دینا۔ ابوعلی نے وہ ادا کر کے پوچھا کہ اور مطلب کیا ہے کہا فلاں مقام پر میرے لئے ایک سرائے بنا دے وہ بھی بنا دی وہاں

پر آئے اور اس کو سیاہ کر دیا اور سیاہ ٹاٹ پہن لیا اور وہیں رہ کر انتقال کر گئے۔

شیخ الاسلام کہتے ہیں جوان مرد وہ ہے کہ جب اس کو مصیبت پہنچے یا اس سے کوئی چیز جاتی رہے تو مصیبت سے موافقت کرے اور حسرت ندامت سے اس کا تدارک نہ کرے اس کو چھپا رکھے اور دعوے کا اظہار نہ کرے۔ مغرور بھی نہ ہو۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ شیخ ابو طالب نے یہ کہا ہے خراسان سے ایک نوجوان مرد جنید رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کو آیا جنید رحمۃ اللہ علیہ اس کا عصا لوٹا اپنے گھر میں لے گئے اور دروازہ بند کر لیا اس رات یاروں کا مجمع تھا۔ جنید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اس کو گھر لے جاؤ اور صبح کو میرے پاس لاؤ جب رات کو کھانا کھایا تو خوش طبعی کے طور پر انگوٹھی کھیلنے لگے اس جوان کو اشارہ کیا گیا کہ تم بھی شامل ہو اس نے انکار کیا یہ لوگ بگڑ گئے۔ شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی طرف دیکھا اور کہا چپ رہو ورنہ میں اٹھ کر تمہارا سر اتار دوں گا۔ وہ جوان چپ رہا کچھ نہ کہا اور چل دیا دوسرے دن یہ قصہ جنید رحمۃ اللہ علیہ سے کہا گیا آپ اٹھے اور گھر میں گئے کہ عصا اور لوٹا ڈھونڈھیں لیکن نہ پایا۔ آپ باہر نکلے اور یاروں سے کہنے لگے میں نے تم کو چند دفعہ وصیت کی ہے کہ جب کوئی مسافر آئے اس کو ذلیل نہ کیا کرو خدا کی قسم وہ عصا اور لوٹا گھر سے بغیر مجھ سے لینے کے اٹھا کر چل دیا ہے۔

۳۰۹- ابو علی وارجی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ ابو عبداللہ خفیف کہتے ہیں کہ ابو علی وارجی شیراز میں حاکم بن کر آئے ہر فقیر آنے جانے والے کے واسطے دستر خوان بچھا رکھا تھا۔ ہر روز مغرب کی نماز کے بعد آتے اور ہمارے ساتھ بیٹھتے۔ ہم ایک دوسرے سے باتیں کرتے تھے۔ ایک رات ارادت کے دنوں کا ذکر درمیان میں آیا اپنے پیراہن کو اوپر اٹھا لیا تو ان کی گردن میں ایک نشان گنٹھ کے برابر تھا۔ میں نے کہا یہ کیا ہے کہا میں لگام پہاڑ میں تھا۔ ٹاٹ پہنے ہوئے تھے۔ ٹاٹ نے میری گردن کو کھا لیا جب وہاں سے واپس آیا تو گوشت نکل آیا یہ وہ نشان ہے کہ باقی رہا ہے پھر میں نے کہا کہ اس حکومت میں تمہارا پھنسنا کیونکر ہوا کہا کہ میری ماں ضعیف ہو گئی اور مجھ پر بہت قرض چڑھ گیا تھا اس لئے محتاج ہو کر اس حالت میں آ گیا جو تم دیکھ رہے ہو۔

۳۱۰- ابوالفضل جعفری جعدی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ ابو عبداللہ خفیف کہتے ہیں جعفر جعدی کو یہ خبر پہنچائی گئی کہا ابو عمرو اصطخری کہتے ہیں میں غسل کر رہا تھا میرا

تہہ بند کھل گیا۔ پھر میں نے دیکھا کہ میرے پیچھے سے دو ہاتھ ظاہر ہوئے ہیں اور میرے تہ بند کو کمر سے مضبوط باندھ دیا۔ جعفر جعدی اٹھے اور اصطخر میں گئے ابو عمرو کے گھر میں آئے اور ان کے پاؤں پکڑ لئے۔ (یعنی غصہ کی وجہ سے کہ کیوں اس کا اظہار کیا) ابو عمرو کے یار کود پڑے ابو عمرو نہ کہا کہ چھوڑ دو کیونکہ ان کا غصہ لـلـلّـه ہے بارہ فرسنگ منزل طے کر کے آئے ہیں۔ پھر ابو عمرو عذر کر کے کہنے لگے میں نے ایسا نہیں کہا بلکہ یوں یوں کہا تھا بعد اس کے یاروں سے کہا کہ ان کی اچھی طرح خدمت کرو۔

۳۱۱- ابوالقاسم قصری رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے یاروں میں سے ہیں۔ شیخ ابو عبداللہ خفیف کہتے ہیں ایک دن ابوالقاسم نے مجھ سے کہا کہ جنگل میں مجھے لے چل۔ ایک جگہ پہنچے جہاں مسافر خانہ تھا۔ ایک جماعت کھیل رہی تھی وہ ان کے سامنے کھیلنے کو بیٹھ گئے۔ میں اس سے خفا ہو گیا اور شرمندہ ہوا واپسی کے وقت اور جگہ پہنچے ایک جماعت کھیل رہی تھی اس سے وہ بگڑے اور آگے بڑھ کر ان کی بساط کو بکھیر دیا۔ وہ جماعت چھریاں نکال بیٹھی۔ انہوں نے کہا کہ چھریاں مجھے دو تا کہ میں کھاؤں۔ میں ان دونوں حالوں سے متعجب رہ کر ان سے پوچھنے لگا جواب دیا کہ جب ہم لدنی آنکھ سے دیکھتے ہیں تو ایسا ہوتا ہے اور جب لدنی سے نہیں دیکھتے تو ایسا ہوتا ہے۔ یہ حکایت پہلی گزر چکی ہے لیکن وہاں پر شیخ الاسلام نے ابوبکر بصری سے بیان کیا تھا وہ مقامات میں شیخ ابو عبداللہ ابوالقاسم قصری ہے اور ہو سکتا ہے کہ ان کے دو کھیت ہوں یا ایک غلطی سے بیان کی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

شیخ ابو عبداللہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ابوالقاسم قصر کثیر الاطراق تھے سر کو نیچے بہت جھکائے رکھتے تھے۔ میں نے ان سے اس کا سبب پوچھا تو فرمایا کہ پہلے اس سے ہمیشہ سات رات دن میں ایک بار کچھ نہ کھایا کرتا تھا۔ ایک جن آیا کرتا تھا اور مجھ کو سلام کیا کرتا تھا لیکن میں اس کو دیکھتا نہ تھا۔ ایک دن میں نے اس سے کہا کہ اگر تم ظاہر طور پر سامنے آجاؤ تو کیا مضائقہ ہے۔ اتفاقاً میں نے دیکھا کہ ایک شخص جو نہایت خوبصورت ہے میں نے کہا کہ جب تم بیٹھو گے اور باتیں کرو گے لوگ تم کو دیکھیں گے اور مجھے نہ دیکھیں گے تم کون ہو کہا کہ مومن جن ہوں جبکہ تم جیسے شخص کو دیکھا کرتا ہوں تو دوست رکھتا ہوں کہ اس کی زیارت کروں۔ پھر میں نے کہا کہ اس کے بعد ہر وقت ظاہر طور پر آیا کرو۔ اس نے مجھ سے دوستی پیدا کی بہت محبت کرتا تھا اور کئی باتیں مجھے سکھایا کرتا تھا۔

ایک دن میں نے اس سے کہا کہ آ مسجد میں آئیں اور کچھ دیر بیٹھیں۔ کہا کہ تم کو وسواسی کہیں گے میں نے

کہا آ مسجد کے آخر حصہ میں بیٹھ جائیں گے جہاں ہم کو ہر شخص نہ دیکھے گا تب ہم آئے اور بیٹھ گئے اس نے کہا ان لوگوں کو تم کیسے دیکھتے ہو۔ میں نے کہا بعض کو آدھی نیند میں اور بعض کو خبردار۔ کہا جو کچھ کہ ان کے سروں پر ہے اس کو دیکھتے ہو۔ میں نے کہا نہیں۔ پھر اس نے میری آنکھ کو ملا تب میں نے دیکھا کہ ہر شخص کے سر پر ایک کوا بیٹھا ہے۔ بعضوں کے پر ان کی آنکھوں میں سے ہیں اور بعض کے سر پر اور بعض کبھی اوپر کبھی نیچے آتے ہیں۔

میں نے کہا یہ کیا بات ہے کہا شاید تم نے خدا کا قول نہیں پڑھا و**من یعش عن ذکر الرحمن نقیض له شیطانا فهو له قرین** یعنی جو شخص کہ خدا کے ذکر سے اندھا دھند غافل ہو جائے تو ہم اس کیلئے ایک شیطان کو مقرر کر دیتے ہیں جو اس کا ہم نشین بنتا ہے۔ یہ شیطان ہیں جو ان کے سروں پر بیٹھے ہوئے ہیں اور ہر ایک پر اس کی غفلت کے مطابق غلبہ پائے ہوئے ہیں۔ وہ جن اس طرح میرے پاس آتا اور ظاہر ہوتا یہاں تک کہ ایک دن مجھے سخت بھوک لگی اور میرے پاس صدقہ کی روٹی میں سے کچھ باقی تھا۔ افطار کے وقت جس کا میں عادی تھا چار روز باقی رہے تھے کچھ میں نے اس کو کھایا کہ میری بھوک ٹھہر گئی۔ اتفاقاً وہ جن آ گیا اور مجھ کو سلام کہا۔ لیکن ظاہر نہ ہوا کہنے لگا کہ ان ریاضتوں اور خیر کی وجہ سے ہم تم کو چاہتے تھے۔ جب ہم نے تمہارا امتحان لیا تو اس پر صابر نہ نکلے یہ کہا اور چل دیا پھر اب تک نہیں آیا یہ میرا سر نیچے ڈالنا اس وقت سے ہے۔

۳۱۲-عبدالعزیز بحرانی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ ابوعبداللہ کہتے ہیں کہ عبدالعزیز بحرانی سخت جاڑوں میں شیراز آئے۔ جن کے کپڑے پرانے تھے اور جو کچھ حاصل ہوتا وہ فقراء کو دے دیتے تین دن تک شیراز میں تھے۔ ان سے اس بارہ میں باتیں کی گئیں تو کہا کہ بس میرا نفس تمہارے کپڑوں سے بھاگتا ہے۔ پھر مجھے کہا اے ابوعبداللہ مجھ کو اس شہر سے باہر نکال کیونکہ میری یہ نیت نہیں ہے کہ اس شہر میں نیا کپڑا پہنوں۔ میں نے کہا کہاں جاؤ گے کہا سمندر کے کنارے میں نے اس کا ساتھ دیا اور اس دروازہ تک کہ اس طرف تھا باہر گیا۔ اتفاقاً ہم نے دیکھا کہ ابوالخیر مالکی اپنے اشتر پر بیٹھے ہوئے ہیں اور پاؤں ہلاتے ہیں ہم کو آواز دی وہ اپنے ساتھ کھانا رکھتے تھے۔ ہم ٹھہر گئے یہاں تک کہ وہ ہم سے آ ملے اور کہا کہ مہربانی کر و ملکر یہ کھانا کھائیں تب ہم سب بیٹھ گئے اور کھانا کھایا بحرانی اٹھ کھڑے ہوئے اور مصلا اپنے کندھوں پر ڈال لیا۔ ابوالخیر کہنے لگے کاش اس کھانے سے کچھ کھانا اپنے ساتھ تم لے جاتے کہ میرا باورچی خانہ آگے ہے۔ ابوالخیر نے کہا ہم اس کھانے کو کیا کریں گے بحرانی نے کہا کتوں کے آگے ڈال دو اور چل دیئے۔

۳۱۳- ابوالحسین الحکیمی رحمۃ اللہ علیہ

وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ سے سنا تھا یہ فرماتے تھے کہ ایک دن میں سری سقطی کی مجلس میں تھا اور وہاں بہت لوگ جمع تھے۔ میں ان سب میں چھوٹا تھا۔ سری نے پوچھا وہ کیا چیز ہے جو نیند کو کھو دیتی ہے۔ ہر شخص نے کچھ کچھ کہا۔ ایک نے کہا بھوک کسی نے کہا پانی کم پینا جب میری باری آئی تو میں نے کہا علم القلوب باطلاع اللہ تعالیٰ علی کل نفس بما کسبت یعنی لوگوں کے دل اس بات کو جان لیں کہ اللہ تعالیٰ کو ہر نفس کے عمل کی اطلاع ہے۔ تب انہوں نے کہا احسنت یا بنی یعنی اے فرزند تم نے بہت اچھا کہا اور مجھ کو اپنے پاس بلا کر بٹھالیا۔ اس دن کے بعد جہاں کہیں ہوتا ہوں سب پر مقدم ہو گیا ہوں۔ حکیم یہ بھی کہتے ہیں کہ میں نے جنید رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ ایسا کوئی شیخ بتلائیو جس کی فرمانبرداری کی جائے کہا اگر اس میں پرہیز گاری اور قوت حلال کی طلب پائے تو وہ فرمانبرداری کے لائق ہے ورنہ اس کو چھوڑ دے۔

۳۱۴- شیخ ابوعلی حسین بن محمد الاکار رحمۃ اللہ علیہ

آپ شیخ ابوعبداللہ کے مریدوں میں سے ہیں اور شیخ ابواسحٰق گازرونی کے شیخ ہیں۔ قدس اللہ ارواحھم کہتے ہیں کہ شیخ حسین اکار گازرون میں پہنچے وہاں کے مشائخ ان کے پاس جمع ہوئے۔ شیخ ابواسحٰق ابھی بچہ تھے وہ بھی ان کے پاس تھے۔ لوگوں نے ان سے کہا کہ یہ لڑکا قرآن عمدہ پڑھتا ہے۔ اس کو حکم دیا کہ قرآن پڑھو پڑھا تو ان کو بہت اچھا معلوم ہوا اور وجد کی حالت میں سو گئے جب فارغ ہوئے تو اس کو مشائخ سے طلب کر لیا اور شیراز میں لے گئے۔ مشائخ وقت شیخ ابوعبداللہ خفیف کے اصحاب تھے۔ حدیث کا سماع کیا ان کے ساتھ عراق و حجاز کا سفر کیا۔ ان کی صحبت کی برکت سے پہنچے جہاں تک پہنچے شیخ حسین ۳۰۰ ہجری کے بعد فوت ہوئے ہیں اور ان کی قبر شیراز میں شیخ ابوعبداللہ خفیف کے روضہ کے سامنے ہے۔

۳۱۵- شیخ ابواسحٰق ابراہیم بن شہریار گازرونی رحمۃ اللہ علیہ

آپ فارسی الاصل ہیں۔ آپ کی پیدائش نورو گازرون میں آپ کے والد شہریار مسلمان ہوا تھا۔ شیخ اور ان کی دوسری اولاد کی پیدائش اسلام کے زمانہ میں ہوئی ہے اور شیخ کی نسبت تصوف میں شیخ ابوعلی حسین بن محمد فیروز

آبادی الاکار سے رہی ہے۔ گازرون شیراز بصرہ مکہ مدینہ میں بہت سے اصحاب حدیث کی صحبت میں رہے ہیں۔ ان سب سے حدیث و آثار کی روایت کرتے تھے۔ مکہ معظمہ میں شیخ ابوالحسن علی بن عبداللہ جہضم ہمدانی کو دیکھا تھا اوران سے روایت کرتے تھے۔ ذوالنون کہتے تھے **علیک بالقصد فان الرضا بقلیل الرزق یزکی یسیر العمل** یعنی تم کو میانہ روی اختیار کرنی چاہئے یعنی بضرورت وقت قناعت کرے اورزیادتی کا طالب نہ ہو کیونکہ بے شک تھوڑے رزق پر رضامندی تھوڑے عمل کو پاک کردیا کرتی ہے اور بے شک پاک عمل پاک درگاہ کے قبول ہونے کے لائق ہوا کرتا ہے۔ ایک وزیر شیخ کا بڑا معتقد تھا ہر چند اس نے کوشش کی مگر شیخ نے اس سے کچھ بھی قبول نہ کیا۔ وزیر نے شیخ کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ میں نے گو کتنی سعی کی مگر حضور نے قبول نہ فرمایا۔

اس لئے آپ کیلئے چند غلام میں نے آزاد کئے اوران کا ثواب آپ کو بخش دیا شیخ قدس اللہ سرہ نے جواب میں کہلا بھیجا کہ تمہارا پیغام مجھ کو پہنچا تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں لیکن غلاموں کا آزاد کرنا میرا مذہب نہیں بلکہ میرا مذہب تو آزادلوگوں کا نرمی واحسان کے ساتھ غلام بنانا ہے۔ شیخ قدس اللہ سرہ نے حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کوخواب میں دیکھا پوچھا کہ یارسول اللہ تصوف کیا چیز ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **التصوف ترک الدعاوی وکتمان المعانی** یعنی تصوف یہ ہے کہ دعوؤں کوترک کردینا اور مطالب کا چھپانا اورعرض کیا **ماالتوحید** یعنی توحید کیا چیز ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **کل ما ھجس ببالک او خطر فی خیالک فاللہ سبحانہ بخلاف ذلک التوحید ان تنزھه عن الشک والشرک والتعطیل** یعنی جو کچھ تیرے دل میں آواز پڑے یا تیرے خیال میں اس کا خطرہ گزرے تو اللہ سبحانہ اس کے برخلاف ہے اور توحید یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کوشک وشرک وتعطیل سے پاک سمجھے۔ دوسرے شخص نے پوچھا ماالعقل کہ عقل کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **ادناہ ترک الدنیا واعلاہ ترک التفکر فی ذات اللہ تعالیٰ** یعنی ادنی درجہ یہ ہے کہ دنیا کوترک کردے اوراعلیٰ یہ ہے کہ خدا کی ذات میں فکر کرنا چھوڑ دیا جائے شیخ رضی اللہ عنہ ماہ ذیقعد ۴۲۶ھ میں فوت ہوئے۔

۳۱۶- شیخ روزبہان بقلی قدس سرہ

آپ کی کنیت ابومحمد النصر النسوی پھر شیرازی ہے۔ عارفوں کے سلطان گزرے ہیں۔ علماء کے برہانؔ عشاق کے پیشوا شروع میں عراق حجاز شام کا سفر کیا۔ شیخ ابونجیب سہروردی کے ساتھ صحیح بخاری کے سماع میں

اسکندریہ کی سرحد میں شریک رہے ہیں اور شیخ سراج الدین محمود بن خلیفہ بن عبدالسلام بن احمد سالسہ سے خرقہ پہنا ہے۔ **واشتغل بالریاضات الشدیدة فی اطراف الشیراز وجبالها کان صاحب ذوق و استغراق ووجد دائم لایسکن لاعته ولا یرقاء دمعة ولا یطمعن فی وقت من الاوقات ولا یسلو ساعتة من الحنین والزر فرات تیاوه کل لیلة بالبکاء والعویل** یعنی وہ شیراز کے اطراف اور پہاڑوں میں سخت ریاضتوں میں مشغول رہتے تھے۔ ذوق استغراق و وجد والے تھے۔ ان کی سوزش کبھی نہ تھمتی تھے۔ ان کے آنسو بند نہ ہوتے تھے۔ کسی وقت وہ اطمینان نہ پاتے تھے کسی گھڑی وہ رونے اور چلانے سے غافل نہ ہوتے تھے۔ ہر رات روتے اور چلاتے رہتے تھے۔ ان کی ایسی باتیں بھی ہیں جو کہ وجد کے حال کے غلبہ میں ان سے صادر ہوتی ہیں کہ ہر شخص اس کے سمجھنے سے قاصر ہے۔ ان کے کلام میں سے یہ ہے۔

آنچہ ندیدست دو چشم زمان　　　وآنچہ نہ بشنید دوگوش زمین

درگل مارنگ نمودہ است آن　　　خیزو بیا درگل ما آن بین

ان کی تصنیفات بہت ہیں۔ جیسے تفسیر عرائض شرح شطحیات عربی و فارسی کتاب الانوار فی کشف الاسرار وغیرہ وغیرہ کی جن کی تعداد لمبی ہے۔ کتاب الانوار فی کشف الاسرار میں لکھا ہے کہ قوال کو چاہئے خوبصورت ہو کیونکہ عارف لوگ سماع کے مجمع میں دلوں کی راحت کیلئے تین چیز کے محتاج ہیں۔ عمدہ خوشبو اور خوبصوت چہرہ عمدہ آواز۔ بعض کہتے ہیں کہ ایسے اقوال سے پرہیز بہتر ہے کیونکہ ایسا کام عارف کیلئے مقرر ہے کہ جس کے دل کی طہارت کمال تک پہنچی ہو۔ اس کی آنکھ غیر خدا کے دیکھنے سے پوشیدہ ہو کہتے ہیں کہ پچاس سالہ شیراز کی پرانی جامع مسجد میں وعظ کرتے رہے۔ آپ اول دفعہ جب شیراز میں آئے اور اس ارادہ سے جاتے تھے کہ وعظ کہیں سنا کہ ایک عورت لڑکی کو نصیحت کر رہی تھی کہ اے بیٹا اپنا حسن کسی کے آگے بیان نہ کرنا کیونکہ وہ خوار و بے اعتبار ہو جائے گا۔

شیخ نے کہا حسن تو اس سے راضی نہیں کہ تنہا اور علیحدہ رہے۔ وہ تو چاہتا ہے کہ عشق کے نزدیک رہے۔ حسن و عشق نے ازل میں عہد باہمی کیا ہوا ہے۔ کہ ہرگز باہم جدا نہ ہوں گے اصحاب پر اس بات کے سننے سے ایک وجد و مال پیدا ہوئے بعضے تو اس میں فوت ہو گئے۔ شیخ ابوالحسن کردویہ کہتے ہیں بعض صوفیوں کی دعوت میں شیخ روزبہان کے ساتھ میں بھی تھا اور ابھی ان میں ان کو پہچانتا نہ تھا۔ میرے دل میں یہ خطرہ گزرا کہ میں علم اور حال میں اس سے بڑھ کر ہوں۔ وہ میرے بھید پر مطلع ہو گئے اور کہنے لگے اے شیخ ابوالحسن اس خطرہ کو دل سے نکال دو

کیونکہ آج روز بہان کے مقابل کا کوئی نہیں۔ وہ اپنے زمانہ کا یکتا ہے اور اس شعر میں انہوں نے اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے۔

دریں زمانہ منم قائد صراط اللہ   زحد خاور و تا آستانہ اقصی

روندگان معارف مرا بجا بیند   کہ ہست منزل و جانم بجاورائے دری

آپ صاحب سماع ہوئے ہیں۔ آخر عمر میں اس سے باز رہے ان سے اس بارہ میں لوگوں نے کہا تو جواب دیا **انی لا سمع الان من ربی عزوجل فاستعرض مما سمعت غیرہ** یعنی اب میں اپنے رب عزوجل سے سنتا ہوں اس لئے اس سماع سے جو میں نے غیر سے سنا تھا اب اعراض کرتا ہوں کہتے ہیں کہ آخر عمر میں ان کو فالج ہو گیا تھا۔ ایک مرید بغیر ان کی اجازت کے مصر کو چلا گیا اور بادشاہ کے خزانہ میں سے کچھ روغن بلسان خالص ان کی دوا کیلئے لایا۔ جب ان کے سامنے لائے تو فرمایا **جزاک اللہ عن نیتک** یعنی خدا تعالیٰ تجھ کو تیری نیت کا بدلہ دے۔ خانقاہ کے دروازہ سے باہر جا وہاں پر ایک کتا خارشی سوتا ہے اس روغن کو اسے مل دے اور جان لے کہ روز بہان کسی روغن سے اچھا نہ ہوگا کیونکہ یہ ایک عشق کا بند ہے۔ جس کو خدا تعالیٰ نے اس کے پاؤں پر باندھا ہے۔

اس زمانہ تک کہ اس کی ملاقات کی سعادت کو پہنچے۔ شیخ ابوبکر بن طاہر جو کہ شیخ کے مریدوں میں سے ہیں کہتے ہیں کہ میں ہر صبح باری باری سے شیخ کے ساتھ قرآن پڑھا کرتا تھا۔ ایک عشرہ وہ اور ایک عشرہ میں جب وہ فوت ہو گئے تو مجھ پر دنیا تنگ ہو گئی۔ آخر میں رات کو اٹھا اور نماز پڑھی اور حضرت شیخ کے مزار پر بیٹھا اور قرآن پڑھنے لگا۔ مجھ پر رونا غالب ہوا کیونکہ ان سے تنہا رہ گیا۔ جب میں نے ایک عشرہ پڑھا تو میں نے شیخ کی آواز سنی کہ قبر سے آتی ہے وہ دوسرا عشرہ پڑھتے ہیں۔ اس وقت کہ اور مرید جمع ہو گئے وہ آواز بند ہو گئی۔ ایک مدت تک یہی حال رہا۔ ایک دن میں نے ان کے ایک مرید کو بتلا دیا۔ اس کے بعد پھر وہ آواز نہ سنی۔ صاحب فتوحات مکیہ رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں کہ شیخ روز بہان مکہ میں مجاور رہے ہیں **وکان کثیر الزعقات فی حال وجدہ فی اللہ بحیث انہ کان یشوش علی الطائفین بالبیت فکان یطوف علی سطوح الحرم وکان صادق الحال** یعنی وہ وجد کی حالت میں بہت چلایا کرتے۔ جس سے بیت اللہ کے طواف کرنے والوں کو تشویش ہو جاتی۔

وہ حرم کی سطح پر طواف کرتے رہے اور صادق الحال تھے۔ اتفاقاً ایک گانے والی عورت کے عشق میں مبتلا ہو گئے کسی کو یہ بات معلوم نہ تھی وہ وجد اور آوازیں کہ خدائی وجد میں کرتے تھے ویسے ہی باقی تھیں لیکن پہلے تو خدا

کیلئے تھیں اور اس وقت بھی خدا کیلئے ہیں۔ حرم کے صوفیوں کی مجلس میں آئے اور اپنا خرقہ علیحدہ کر کے ان کے سامنے پھینک دیا اپنا قصہ لوگوں سے بیان کر دیا کہا کہ میں نہیں چاہتا کہ اپنے حال میں جھوٹا رہوں۔ پھر اس عورت کی خدمت کو لازم کر لیا۔ اس عورت سے ان کی محبت و عشق کا حال لوگوں نے بیان کیا اور کہا کہ وہ بڑے اولیاء اللہ میں سے ہیں۔ اس عورت نے توبہ کی اور ان کی خدمت اختیار کی۔ تب اس عورت کی محبت دل سے جاتی رہی۔ صوفیوں کی مجلس میں آئے اور اپنا خرقہ پہن لیا۔ وہ ۶۰۶ھ میں ماہ محرم میں فوت ہو گئے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

۳۱۷- شیخ ابوالحسن کردویہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ صاحب علم و تقویٰ تھے۔ ساٹھ سال تک اس گھر میں کہ شیراز میں تھا گوشہ نشین رہے سوائے ادائے نماز جمعہ اور بعض ضروری نادر امور کے باہر نہ آتے۔ خضر علیہ السلام کبھی کبھی ان کے پاس آتے تھے اور ان کی صحبت میں بیٹھتے کہتے ہیں کہ ان کی وفات کا یہ سبب ہوا کہ ایک شخص آیا اور کہنے لگا یہاں ایک شخص ہے جو کہتا ہے کہ میرا نفس عیسیٰ علیہ السلام جیسا ہے۔ کیونکہ وہ طبیعت کے مردہ کو زندہ کرتا تھا۔ لیکن میں غفلت کے مردہ کو زندہ کرتا ہوں۔ شیخ ابوالحسین نے ایک لمبی آہ کھینچی اور کہا میرے رب مجھ کو تو نے اس قدر طبعی عمر دی کہ جس میں ایسی باتیں سنتا ہوں میں اور زندگی نہیں چاہتا۔ اپنا شکم پکڑ لیا اور اسی حالت میں آخر محرم ۶۰۶ھ میں فوت ہوئے اور جب شیخ روز بہان بقلی بیمار ہوئے تو شیخ ابوالحسن کردویہ شیخ علی سراج کی بیمار پرسی کو آئے جو مرد بزرگ اور عارف تھے۔ شیخ روز بہان کی اولاد کے ماموں تھے۔ شیخ روز بہان ان کی طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے آؤ کہ اس جسمانی اور فانی زندگی کی قید سے نکل آئیں اور ابدی روحانی زندگی سے موصوف ہو جائیں انہوں نے قبول کیا شیخ نے کہا میں تم سے پہلے مروں گا اور اے ابوالحسن تم مجھ سے پندرہ دن بعد اور اے ابوعلی تم ایک ماہ کے بعد مرو گے۔ شیخ حسن نصف ماہ صفر میں اور شیخ ابوعلی اس کے آخر میں فوت ہوئے۔ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

۳۱۸- ابوعبداللہ بلیانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا لقب وحد الدین ہے۔ شیخ ابوعلی دقاق کے فرزندوں میں سے ہیں۔ شیخ ابوعلی سے ان کی نسبت اس طرح ہے عبداللہ بن مسعود بن محمد بن علی بن احمد بن عمر بن اسماعیل بن ابی علی دقاق قدس اللہ سرہ استاد ابوعلی کا ایک فرزند ہے۔ اسماعیل اور ایک دختر فاطمہ بانو جو شیخ ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ کی بیوی ہیں۔ خرقہ کا سلسلہ یوں ہے

کہ انہوں نے اپنے باپ سے خرقہ لیا۔ ضیاء الدین مسعود امام الدین مسعود بھی کہتے ہیں۔ انہوں نے شیخ اصیل الدین شیرازی سے انہوں نے شیخ رکن الدین سنجاسی سے انہوں نے شیخ قطب الدین رشید الابہری اور شیخ جمال الدین عبدالصمد زنجانی سے اور ہر دو نے شیخ ابونجیب سہروردی قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم سے۔ وہ فرماتے ہیں کہ شروع میں میں نے لوگوں سے تنہائی کی گیارہ سال تک کوہ لگام میں بسر کئے۔ جب پہاڑ سے واپس آیا تو زاہد ابوبکر ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہا وہاں ایک مرد صاحب کرامت تھے اور بچی سمجھ رکھتے تھے۔ ان کا وظیفہ یہ تھا کہ ہر رات اٹھتے ایک لوہے کا عصا تھا۔ اس کو ٹھوڑی کی جگہ رکھ لیتے اور دن تک پاؤں پر کھڑے رہتے میں بھی ان کی موافقت کیلئے ان کے پیچھے کھڑا رہتا وہ کئی دفعہ میری طرف منہ پھیرتے اور غیرت کھاتے اور کہتے جا سو رہو۔

میں زمین پر بیٹھ جاتا یہاں تک کہ وہ پھر اپنے کام میں مشغول ہو جاتے پھر میں کھڑا ہو جاتا اور ان کی موافقت کرتا یہاں تک کہ ان کی کیفیت مجھ میں آ گئی۔ اس وقت میں نے تنہائی اختیار کی اور زاہد ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ اس بڑی خوش طبعی کی وجہ سے جو میرے ساتھ ان کو تھی مجھے لولی کہا کرتے۔ میں نے ایک دن سنا کہ وہ کہتے تھے کہ لولی آیا اور مجھ سے کچھ لے کر چلا گیا لیکن مجھے معلوم نہیں کہ کہاں گیا۔ کچھ دیر کے بعد میں ان کے سامنے گیا تو کہا کہاں تھا اور کیا لایا۔ میں نے عاجزی کی اور کچھ نہ کہا جب ایک گھڑی تک بیٹھا زاہد رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے ایک سوال کیا جس کا جواب میں نے یہ دیا تھا کہ میں خدا کا غیر نہیں ہوں۔ زاہد نے کہا لگا منصور کی باتیں کرنے۔ میں نے کہا اگر میں ایک آہ نکالوں تو منصور جیسے لاکھ پیدا کر سکتا ہوں جب میں نے یہ کہا زاہد نے عصا پکڑ لیا اور مجھ کو مارا۔ میں نے وہاں سے کود کر وہ عصا اپنے اوپر سے ہٹایا۔ زاہد نے مجھے سخت گالی دی اور کہا منصور کو تو سولی چڑھا دیا تھا لیکن وہ نہ بھاگا اور تم ایک عصا سے بھاگ نکلے۔

میں نے جواب دیا کہ وہ منصور کا نقصان تھا ورنہ بھاگ جاتا کیونکہ خدا کے نزدیک سب ایک ہی ہے جب میں نے یہ کہا زاہد نے کہا شاید گھاس کھا گیا ہے۔ میں نے کہا ہاں گھاس کھا آیا ہوں مگر حقیقت کے سبزہ زار سے زاہد نے فرمایا کہ بہت اچھا تم نے کھایا ہے۔ آ سجادہ پر بیٹھ اور اس کو نگاہ رکھ۔ اس کے بعد زاہد نے کہا یہ جو تم نے کہا کہ منصور کے نقصان کا باعث تھا کہ وہ بھاگ نہ گیا اس لئے اس کو سولی دیا گیا۔ اس کی دلیل کیا ہے۔ میں نے کہا دلیل یہ ہے کہ جو سوار سواری کا دعویٰ کرے اور گھوڑا دوڑائے اس طرح کی باگ ہاتھ سے نہ دے اور اگر باگ جاتی رہے تو وہ گھوڑے کا سر پکڑ سکے تب وہ سچا ہے کیونکہ وہ چالاک سوار ہے اور اگر گھوڑے کا سر پکڑ نہیں سکتا تو وہ سواری میں پورا (مطلب یہ تھا کہ منصور مغلوب الحال تھا' اور میں غالب حال ہوں۔ درویشی یہ ہے کہ کسی سے

رنجیدہ نہ ہو کیونکہ سب کچھ خدا کی طرف سے ہے)۔دنہیں ہے۔ جب میں نے یہ کہا تو زاہد نے تصدیق کی اور فرمایا کہ تم نے سچ کہا میں نے تم سے بڑھ کر کوئی بینا اور سمجھدار نہیں دیکھا۔

وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ مجھ کو لوگوں نے کہا کہ شیخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ روحہ کے ایک مرید جن کو شیخ نجب الدین برغش کہتے ہیں۔ شیراز میں آئے ہیں میں بہت خوش ہوا کیونکہ صوفیوں کے مقامات واحوال میں نے معلوم اور حاصل کئے تھے۔ اس پر زیادتی چاہتا تھا۔ میرا باپ کہا کرتا تھا کہ میں نے جو کچھ خدا تعالیٰ سے مانگا تھا اس نے وہ عبداللہ کو دے دیا اور جو کچھ مجھ پر ایک کھڑکی کے موافق کھول دیا تھا اس پر وہ دروازہ کے موافق کھول دیا گیا۔ میں اٹھا اور شیراز میں جا کر شیخ نجیب الدین کی خدمت میں مشرف ہوا اپنے بعض حالات ومقامات واقعات ان سے بیان کئے وہ سب کو اچھی طرح سنتے رہے اور کچھ جواب نہ دیا ایک گھڑی تک بیٹھا رہا اور وہاں سے باہر آ گیا اس کے بعد مجھ کو ایک ضرورت کیلئے واپس آنے کا ارادہ ہو گیا۔ میں نے دل میں کہا کہ جا کر شیخ نجیب الدین سے مل آؤں۔ دیکھوں کہ وہ کیا کرتے ہیں جب ان کے درِ دولت پر پہنچا تو کہنے لگے وہ گھر کے اندر ہیں جا اور اس باہر کے گھر میں جہاں شیخ بیٹھا کرتے ہیں جا کر بیٹھ یہاں تک کہ وہ آ جاویں۔ جب میں وہاں بیٹھا اور ان کے مصلّٰی کے سامنے ایک جزو دیکھی جو کچھ میں نے ان سے کہا تھا وہی سب کچھ وہاں لکھا ہوا تھا۔

میں نے دل میں کہا کیا شیخ اس امر کا محتاج تھا جو لکھ رکھا ہے۔ میں نے ان کا حال معلوم کیا کہ کہاں تک ہے۔ میں وہاں نہ بیٹھا اور باہر نکل آیا جب گازرون میں آیا تو میں نے ایک آواز لگائی اور تازہ غیرت اپنے میں پیدا کی خلوت میں بیٹھ گیا جو کچھ کہ میں نے خدا سے مانگا اس نے وہ مجھے پانچ روز کی خلوت میں دے دیا۔ وہ شیراز میں تھے ایک دن شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں آیا۔ شیخ سعدی پیسوں کی ایک مٹھی لائے ان کے سامنے رکھ دیئے اور کہا کہ حکم دو کہ درویش اس تبرک کو دسترخوان میں دے دیں۔ انہوں نے کہا اے سعدی تم پیسے لائے ہو۔ جاؤ اور وہ اتچہ (ایک قسم کی سفید چیز ہے جو کھیت میں ہوتی ہے اور کھانے میں آتی ہے۔) کا برتن اٹھالو جس میں باسٹھ اتچہ رکھے ہیں تاکہ درویش دسترخوان کے لئے دیں۔ سعدی اسی وقت گئے اور وہ برتن لے آئے جیسا کہ انہوں نے فرمایا تھا ان کو بھیج دیا اور درویشوں کیلئے پورا کھانا لائے۔ شیخ کا ایک نان بائی مرید تھا جو بازار میں آش پکایا کرتا تھا۔ جب شیخ اس کے دکان پر پہنچے تو ایک آش کا پیالہ اس سے لیتے اور ویسے ہی کھڑے کھایا کرتے۔ ایک دن آش کا کاسہ ہاتھ میں تھا کہ اتنے میں ایک درویش آئے۔ جنہوں نے سفید لباس ہزار میخی کا شاندار پہنا ہوا تھا۔ سلام کیا اور کہا میں چاہتا ہوں مجھے خدا کا راستہ بتلائیں اور کہئے کہ فائدہ کس میں ہے جو میں

وہی کروں۔

شیخ نے وہی آش کا پیالہ جو ہاتھ میں تھا اس کو دے کر کہا پہلے تم یہ لو اور کھالو جب کھانے سے فارغ ہوا تو فرمایا یہ ہاتھ کہ کھانے سے آلودہ ہو رہا ہے۔ اس کپڑے سے پاک صاف کرو اور جب کچھ کھاؤ ایسا ہی کیا کرو۔ کہا اے شیخ میں یہ کام نہیں کر سکتا کچھ اور فرمائیے شیخ نے فرمایا جب تم یہ نہیں کر سکتے تو اور کیا بتلاؤں وہ بھی نہ کر سکو گے تم چلے جاؤ کہ اس کام کے مرد نہیں ہو۔ شیخ کے مریدوں میں سے ایک مرید پہاڑ میں گوشہ نشین بنا ہوا تھا۔ ایک سانپ اس کے سامنے آیا۔ چاہا کہ اس کو پکڑ لے سانپ نے اس کو کاٹ کھایا۔ اس کے اعضا میں سوج پڑ گئی۔ یہ خبر شیخ تک پہنچی چند آدمیوں کو بھیجا کہ اس کو لے آؤ فرمایا کہ اس سانپ کو تم نے کیوں پکڑ لیا تھا کہ اس نے تم کو کاٹا۔ کہا اے شیخ تم نے کہا کہ غیر خدا کوئی چیز نہیں۔ میں نے اس سانپ کو خدا کا غیر نہ دیکھا اس لئے دلیری کر کے اس کو پکڑ لیا۔

شیخ نے فرمایا جبکہ خدا تعالیٰ کو قہر کی صورت میں دیکھے تو اس سے بھاگ اور اس کے پاس مت جا ورنہ وہ ایسا ہی کرے گا۔ جس میں تو اب پڑ گیا ہے پھر اس کے سر کے نیچے ہاتھ کیا پھر اس کو بھٹلایا اور کہا جب تک کہ اس کو اچھی طرح نہ پہچان لے آئندہ ایسی گستاخی نہ کرنا اس وقت دعا کی۔ ہوا جو چلی تو سوج اتر گئی اور شفا حاصل ہوئی۔ وہ فرماتے ہیں کہ درویشی نماز روزہ رات کا جاگنا نہیں ہے۔ یہ سب تو بندگی کے اسباب ہیں۔ درویشی یہ ہے کہ کسی کو تکلیف نہ دینا اگر یہ حاصل کرے گا تو واصل بن جائے گا وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ خدا کو جانو اور اگر خدا کو نہ جانو تو اپنے آپ کو بھی نہ جانو کیونکہ جب خود دان نہ ہو گے تو خدا دان بھی ہو جاؤ گے۔ پھر فرمایا کہ اس سے بہتر کہتا ہوں۔ خدا بنو اور خدا نہیں بنتے تو خود بھی نہ بنو۔ اگر خود نہ رہو گے خدا ہو جاؤ گے۔ ایک دن شیخ روز بہان باقلی قدس سرہ کی زیارت کو گئے تھے اور شیخ صدر الدین روز بہان قدس سرہ کی قبر پر بیٹھے ہوئے تھے۔ جب شیخ عبداللہ ان کی قبر کے برابر کھڑے ہوئے تو شیخ صدر الدین ان کی تعظیم کو کھڑے ہو گئے اور رات تک کھڑے رہے پھر بیٹھ گئے اور پھر اٹھے اور مدت تک کھڑے رہے لیکن شیخ عبداللہ نے ادھر توجہ نہ کی جب قبر کی زیارت سے فارغ ہوئے تو کہا اے شیخ مدت سے میں کھڑا ہوں لیکن آپ نے توجہ نہ فرمائی کہا کہ شیخ روز بہان نے مجھے ایک انار دیا تھا جس کے کھانے میں مشغول ہو گیا تھا۔ ان کے اشعار میں سے یہ اشعار ہیں۔

ما جملہ خدائے پاک پاکیم	نے ز آتش و بادو آب و خاکیم
از ہستی و نیستی ہمیشہ	عریاں شدہ ایم و جامہ چاکیم

حقیقت جز خدا دیدن روانیست — کہ بے شک ہر دو عالم جز خدا نیست

نہ میگوئم کہ عالم اوشدہ نہ — کہ ایں نسبت باو کرون روانیست

نہ او عالم شدہ نہ عالم اوشد — ہمہ اور اچنیں دیدن خطا نیست

رباعی

تاحق بدوچشم سر نہ بینم ہردم — ازپائے طلب می نہ نشینم ہر دم

گوئند خدا بچشم سرنتواں دید — آں ایشا نندمن چیم ہر دم

آپ کی وفات عاشورہ کے دن ۶۸۶ھ میں ہوئی ہے قدس اللہ تعالیٰ روحہ

(یعنی ایک شے دوسری بن گئی۔ کہنا دوئی کو ثابت کرتا ہے لیکن سب کو ہی دیکھنا نہیں کیونکہ یہاں دوئی نہیں ہے۔۱۲)

۳۱۹- شیخ جمال الدین محمد باکلخبار رحمۃ اللہ علیہ

کان شیخا وجیھا بھی المنظر زکی المخبر ذامجاھدات وخلوات و اوراد کثیرۃ من العبادات والطاعات ولہ کلمات الروحانیۃ و اشارات الرحمانیۃ یعنی وہ شیخ خوبصورت باوقار پاکیزہ حکایت مجاہدوں اور خلوتوں اور بڑے وظائف والے عابد مطیع تھے۔ان کے روحانی کلمات' رحمانی اشارات ہیں۔ شیخ ابوعبداللہ بلیانی قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ میں جس زمانہ میں بچہ تھا۔شیخ جمال الدین باکلنجار رحمۃ اللہ علیہ میرے باپ خواجہ ضیاء الدین مسعود رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہتے تھے۔ میں ہمیشہ ذکر میں مشغول رہتا تھا۔ میری آواز خوش تھی۔اپنی جمعیت خاطر کیلئے بسا اوقات باتوں کے درمیان بعض اشعار خوش آوازی سے پڑھا کرتا تھا۔شیخ جمال الدین میری آواز پر کان لگاتے تھے اور اس سے ان کا وقت خوش ہوتا تھا۔لیکن مجھے ان کے حال کی کچھ خبر نہ تھی کہ وہ میرے شعر سنا کرتے ہیں۔پھر میں جو کچھ پڑھا کرتا تھا اس سے چپ رہ کر ذکر میں مشغول ہو جاتا تھا۔ایک دن شیخ جمال الدین میرے پاس آئے اور کہنے لگے اے شیخ! عبداللہ تم ایسا کیوں کرتے ہو کہ ذکر کے درمیان کچھ خوش شعر پڑھتے ہو اور ہم تمہاری طرف کان لگاتے ہیں مگر تم پھر خاموش ہو جاتے ہو لیکن ہم کو نیم بسمل چھوڑ دیتے ہو' دوبارہ ایسا نہ کرنا اور درویشوں کے دل کے خریدار بنو۔

جب تجھ سے وہ آواز خریدتے ہیں میرے باپ ضیاء الدین مسعود نے بھی ایسا ہی فرمایا میں نے ان کی بات قبول کی وہ فرماتے ہیں کہ خدا کے اس قول کی کہ واعبد ربک حتی یاتیک الیقین یعنی اپنے رب کی عبادت کر یہاں تک کہ تجھ کو یقین آ جائے یہ ہے کہ بجز عین ذات قدیم کے دیکھنے کے یقین نہیں ہوسکتا۔ بے صورت ذات قدیم کی نیت عمل عبادت ہے اور جو نیت عمل سے بہتر ہے وہ یہ ہے کہ عمل کی صورت ذات قدیم کے دیکھنے کی نیت کے بغیر عبادت نہیں بلکہ رسم و عادت ہے۔ طالب وہ ہے کہ اس کا مطلب بجز ذات قدیم کے دیکھنے کے نہ ہو اور سوائے ذات قدیم کے دیکھنے کے اور جو کچھ ہو اس کے سامنے محال و باطل ہو۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ ۷۵۶ھ میں فوت ہوئے ان کی قبر شیراز میں ہے۔

۳۲۰-موسیٰ بن عمران جیروفتی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بزرگ تھے۔ جیرفت میں رہتے تھے۔ شیخ ابوعبداللہ طاقی کے پیر ہیں۔ شیخ الاسلام قدس سرہ فرماتے ہیں ابوعبداللہ خفیف کو شیخ موسیٰ عمران کے ساتھ رنجش ہوگئی تھی ان کو نامہ یا پیغام بھیجا کہ شیراز میں میرے ہزار مرید ہیں۔ اگر ہر ایک سے ہزار دینار مانگوں تو رات کیلئے ضمان نہ لیں گے۔ موسیٰ عمران نے ان کو جواب لکھا جیرفت میں میرے ہزار دشمن ہیں کہ جب وہ مجھ پر قابو پائیں تو مجھ کو رات تک مہلت نہ دیں اور زندہ نہ چھوڑیں صوفی تم ہو یا میں۔

۳۲۱-خواجہ علی حسن بن حسن کرمانی قدس سرہ العزیز

خواجہ حسن کرمان کے متاخرین مشائخ میں سے تھے۔ وہیں ان کا مکان تھا ان کا کام بخوبی تھا بہت سے مرید تھے۔ اچھے معاملہ والے تھے۔ شیخ عمو کی مریدی کا دعویٰ کرتے تھے۔ جب شیخ عمر کا انتقال نہ ہوا۔ انہوں نے پیٹھ سیدھی نہ کی یعنی مسند ارشاد پر نہ بیٹھے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کرمان میں خواجہ علی حسن اور خلیل خازن کے درمیان جو کہ صوفیہ میں سے تھے عداوت پڑ گئی۔ خلیل نے خواجہ علی حسن کی طرف ایک خط لکھا کہ تم صبح سے چاشت تک دوا شربت جوارش کھاتے ہو کہ جس سے عمدہ کھانا کھا سکو اور یہ سب خوش خوری اور نعمت پروری ہے۔ مجھ کو صبح سے چاشت تک چکر لگانا چاہئے کہ کچھ حاصل کرو جو کھاؤں اب بتلاؤ صوفی تم ہو یا میں۔ مشائخ طعن دیتے ہیں (یہ کلام مشائخ الاسلام کا ہے) اور اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ لوگوں کی مقبولیت چاہئے کیونکہ اس میں بڑا غرور

ہے یہ لوگ تمہارا مال کھاتے ہیں اور خوش نفس کو غرور میں ڈالتے ہیں یہاں تک کہ اپنی حد سے گزر جاتا ہے اور اس قوم کیلئے یہ بڑی گھاٹی ہے۔

۳۲۲- میرہ نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ بڑے بزرگ صوفی پیر ملامتی تھے۔ نیشاپور میں زیارت یا کسی اور کام کو گئے ایک خادم ان کے ساتھ تھا۔ وہاں پر ان کی مقبولیت بڑی ہوئی۔ بہت سے مرید ہو گئے۔ آپ اس سے رنجیدہ تھے اور دل کا شغل بڑھاتے تھے۔ جب واپس آئے تو بہت سے لوگ ان کے ساتھ باہر آئے اور ان کے ساتھ چلنے میں ٹھہر گئے۔ آپ نے خادم سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں کہا کہ آپ کی خدمت کیلئے آئے ہیں صبر کیا اور کچھ نہ کہا۔ یہاں تک کہ ایک اونچی جگہ پہنچے اور اپنی شلوار کھول کر پیشاب کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ ان کو اور ان کے کپڑوں کو پلید کر دیا۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ واہ خوب اچھے شیخ ہیں کیا اچھا عمل ہے۔ تب وہ سب منکر ہو گئے اور واپس چلے گئے۔

خادم جو ان کے ساتھ تھا پیچھے پیچھے جا رہا تھا اس کے دل میں بھی انکار تھا کہ یہ کیا کیا۔ مریدوں کی ایک جماعت خلوص ارادہ و نیک نیتی سے ان کے ساتھ آ رہی تھی۔ دیکھو انہوں نے یہ کیا کیا میرہ جا رہے تھے۔ یہاں تک کہ پانی پر پہنچے اپنے کپڑوں سمیت پانی میں گھس گئے اور اپنے کپڑے اور بدن کو اچھی طرح پاک کیا اور باہر نکل آئے چلنے میں ٹھہر گئے اور خادم کی طرف منہ کر کے کہنے لگے تمہیں چاہئے کہ انکار نہ کیا کرو کیونکہ اس بڑی آفت کو اور اتنے بڑے شغل کو اس قدر پیشاب سے دور کر سکتے ہیں لیکن اس محنت کو کیوں اٹھائیں یہ لوگ کس کام آئیں گے۔ بجز اس کے لوگوں کو غرور اور عجب میں ڈالتے ہیں لوگوں کا مال کھائیں۔ دل کے شغل کو بڑھائیں۔ یہ مقبولیت عیب کے دیکھنے سے پہلے ہوا کرتی ہے۔ جب تھوڑا سا عیب دیکھ لیویں یا کوئی کام ان کی مرضی کے برخلاف ہو جائے تو سب منکر ہو جاتا کرتے ہیں۔ شیخ الاسلام قدس سرہ کہتے ہیں تم جانتے ہو انہوں نے ایسا کیوں کیا تھا۔ اس لئے کیا تھا کہ ان کا نفس اس سے خوش ہو گیا تھا۔ سو یہ بات ان پر ضروری تھی۔

۳۲۳- ابوعبداللہ الترو غبذی رحمۃ اللہ علیہ

آپ پانچویں طبقہ میں سے ہیں۔ ان کا نام محمد بن محمد بن الحسین ہے۔ طوس کے بڑے مشائخ میں سے تھے۔ ابوغسان حیری کی صحبت اور ان کے مشائخ کی خدمت میں بھی رہے ہیں طریقت میں یگانہ مشائخ تھے۔ ان

کی کرامات ظاہر تھیں۔ مجرد بلند حال اور بزرگ ہمت تھے۔ بعد ۳۰۵ھ کے انتقال ہو تا۔ وہ فرماتے ہیں طوبی لمن لم یکن له وسیلة الیه غیره یعنی وہ شخص خوش ہے کہ جس کا وسیلہ خدا کی طرف، کے سوا اور کوئی نہ ہو وہ یہ بھی کہتے ہیں ترک الدنیا الدنیا من جمیع الدنیا یعنی دنیا کا ترک دنیا کی خاطر د س سے ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اپنے بندہ کو اپنی معرفت سے کچھ دیتا ہے اور جس قدر کہ اس کو معرفت ی ہو اسی قدر بلا بھی اس پر مقرر کرتا ہے یہاں تک کہ اس معرفت کی موت سے اس بلا کو اٹھا دیتا ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ خدمت کی تمیز سے دور ہو کیونکہ جن لوگوں کو تم خدمت میں ممتاز کرو گے ظاہر نہیں رہے ہیں۔ پس سب کی خدمت کرنا کہ مراد حاصل ہو جائے اور مقصود فوت نہ ہو۔

۳۲۴- ابوعبداللہ رودباری رحمۃ اللہ علیہ

آپ پانچویں طبقہ میں سے ہیں۔ آپ کا نام احمد بن عطا ہے۔ آپ شام کے شیخ ہیں صور میں رہتے۔ صور دریا کے کنارے پر ہے۔ آپ کی قبر بھی صور میں ہے۔ اب دریا میں ہے۔ ابوعلی رودباری کے بھانجے ہیں۔ بزرگ اور صوفی ثرابوں (فارسی نسخہ میں درصورت قرایان لکھا ہے) کی صورت میں تھے۔ ان کی والدہ فاطمہ شیخ ابو علی رودباری کی بہن ہے۔ بیٹے سے کہا کرتے هذا قراء و خاله کان صوفیا یعنی یہ تو قاری ہیں (ظاہر آراستہ) لیکن ان کا ماموں صوفی تھا۔ علم قرآن، علم شریعت، علم حقیقت، علم حدیث کے عالم، عمدہ اخلاق والے تھے۔ فقراء کی تعظیم درویشوں کی دوستی اور ان سے نرمی کرنے میں مشہور تھے۔ ماہ ذی الحجہ ۳۵۹ھ میں فوت ہوئے۔ ان کی ایک کتاب فقر کے آداب میں ہے۔

شیخ الاسلام کہتے ہیں ابوعبداللہ رودباری وہ ہے کہ جنگل میں اس کے اونٹ کا ہاتھ ریت میں دھنس گیا تھا۔ انہوں نے کہا جل اللہ تو اونٹ نے بزبان فصیح کہا جل اللہ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ میں نے دو شخصوں کو دیکھا ہے جنہوں نے ان کو دیکھا ہے۔ شیخ ابوعبداللہ باکو اور شیخ ابوالقاسم ابوسلمہ باوردی، شیخ ابوعبداللہ باکو کہتے ہیں کہ ابو عبداللہ رودباری نے فرمایا ہے التصوف ترک التکلف و اشتغال التطرف وخلاف التشرف یعنی تصوف یہ ہے تکلیف کو چھوڑنا اور پاکیزگی کا برتاؤ اور بڑائی کا دور کرنا۔ شیخ ابوالقاسم ابوسلمہ باوردی کہتے ہیں کہ شیخ عبداللہ رودباری نے فرمایا ہے حدیث کا لکھنا مرد سے جہالت دور کرتا ہے اور درویشی تکبر کو مٹاتی ہے۔ و اذا اجتمعتا فناهیک به نیلا یعنی پھر جب دونوں جمع ہو جائیں تو تمہیں یہی فضیلت خوش ہے۔ شیخ الاسلام

فرماتے ہیں کہ ابوسعید مقری نے یہ کہا ہے ہم شیخ ابوعبداللہ رودباری کے ساتھ کھانا کھاتے تھے۔ سبزی (باقلی) پسند نہ آئی تو اسے ایک جگہ پر میں نے رکھ دیا۔ شیخ نے کہا کسی جگہ مت رکھو۔ جو چیز تم کو پسند نہیں کیا وہ کسی درویش کو دیتے ہو کہ وہ کھائے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ محمد شگرف نے یہ کہا ہے کہ پاخانہ کے ڈھیلے میں بھی انصاف کرنا چاہیے۔

۳۲۵-ابوعبداللہ بن مانک رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ابوعبداللہ مانک بارغانی فارس کے تھے۔ ان کا نام احمد بن ابراہیم مانک ہے۔ بندار ارغانی کے شاگرد تھے۔ شبلی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا تھا ان کی عمر کچھ اوپر سو سال کے تھی۔ جب بات کہتے تو ان کے دونوں ہاتھوں کی طرف دو آدمی ہوتے تھے کہ وہ ان کے منہ کے لعاب کو پاک کیا کرتے تھے۔ کیونکہ ان کے دانت نہ تھے۔ پانی ان کے منہ سے گر جاتا تھا۔ شیخ الاسلام کہتے تھے کہ شیخ ابونصر قبانی میرے پیر ہیں۔ جنہوں نے ابوعبداللہ مانک کو دیکھا تھا۔ حدیث جانتے تھے میں نے ان سے حدیث پڑھی ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھ کو شیخ ابو عبداللہ مانک نے کہا تھا کہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دن منبر پر کہا تھا حق۔ اس وقت جنید رحمۃ اللہ علیہ حاضر تھے۔ انہوں نے کہا غیبت حرام ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں ابوسعید خراز مصر میں آئے ان کو لوگوں نے کہا اے قوم کے سردار تم بات کیوں نہیں کہتے کہا کہ یہ لوگ خدا سے غائب ہیں اور خدا کا ذکر غائبوں سے غیب ہے۔

۳۲۶-ابوعبداللہ دونی قدس سرہ

آپ متاخرین میں سے ہیں۔ دون میں رہتے تھے۔ حال قال والے تھے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں خرقانی نے مجھ سے کہا کہ شاگرد ابوعبداللہ دونی نے مجھ سے یوں فرمایا ہے کہ شیخ ہشیار جیئے اور مست ہو کر فوت ہوئے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ان کے شاگرد نے سچ کہا ہے۔ خرقانی نے کہا کہ یہ جو میں نے کہا ہے وہ ابوبکر شبلی تھے جو مست جیئے اور مست ہی فوت ہوئے کیونکہ میں نے شبلی رحمۃ اللہ علیہ کو (عالم مشاہدہ میں) دیکھا ہے کہ میرے سامنے ہوا میں ناچتے تھے اور میرا شکریہ ادا کرتے تھے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ابوعبداللہ دونی سے لوگوں نے پوچھا کہ فقر کیا چیز ہے فرمایا اسم واقع **فاذاتھم فھو اللہ** یعنی وہ ایک واقعی نام ہے۔ پھر جب وہ پورا ہو گیا تو وہی اللہ ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ دونی قرآن بہت پڑھا کرتے اور اس کے سننے کو دوست رکھتے تھے۔ جب زکوٰۃ یا صدقہ کی

آیت پر پہنچے تو خوش ہوتے اور کچھ اپنے پاس سے نکالتے کسی سے کہتے کہ دروازہ کے باہر رکھ کر واپس چلا آتا کہ جو شخص آئے لے لے۔

۳۲۷-ابوعبداللہ مولیٰ قدس سرہ

آپ پیر ابوسعید دونی زاہد کے زمانہ میں ہرات میں رہا کرتے تھے۔ابھی جامع مسجد میں پیر ابوسعید نہ تھے کہ وہ وعظ میں شروع ہو گئے کچھ دیر تقریر کی پھر کہا کہ اگر صرف توحید کی ضرورت ہے تو میں نے یہ کہہ دیا ہے اور اگر کنج کدو (اصل فارسی میں نقطہ و کنج لکھا ہے۔) کا علم چاہئے یعنی علوم آلیہ صرف نحو منطق وغیرہ تو کل ابوسعید آئیں گے وہ تم کو سنائیں گے۔شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ مولیٰ اس کام کے پہلے سب کہنے والے ایک ہی بات کہتے ہیں ایک شخص ترجم سے کہتا ہے چھوٹ جاتا ہے ایک بغیر جسم سے کہتا ہے اس کو پھاڑ ڈالتے ہیں۔ایک بغیر ترجسم کے کہتا ہے تو اس سے چمٹ جاتے ہیں اور وہ کیا ہے جو ابوعبداللہ کہتا تھا۔لڑکے اس کے پیچھے آتے تھے اور کہتے تھے ابوعبداللہ مولیٰ وہ کہتے تھے کہ اے دوست عبداللہ کو چھوڑ مولیٰ کہو۔شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ابوعبداللہ اس کام کو ایک بات میں لائے ہیں وہ یہ ہے کہ ایک دفعہ وہ بھوکے تھے۔ان کی خواہش ہوئی کہ دو روٹیاں گرم اور شیرہ انگور ہو تو کھاؤں ایسی بھوک کی حالت میں جامع مسجد میں سو گئے۔ان کے ایک مرید نے ان کو وہاں مصلے پر ہاتھ سر کے نیچے رکھا ہوا سوتا دیکھ کر دل میں کہا کہ شاید آپ بھوکے ہیں۔بازار میں گیا دو گرم روٹیاں اور کچھ شیرہ انگور اس میں ڈال کر لے آیا اور اس کے مصلے کے نیچے لا کر رکھ دیا جب ان کو گرم روٹی کی خوشبو آئی تو جاگ اٹھے جس کی آرزو تھی وہی موجود پایا۔تب آسمان کی طرف چہرہ کیا اور کہا الٰہی جو کچھ تو کرنا چاہتا ہے کر لیتا ہے یعنی اگر مہربانی ہو تو اپنے دوستوں کا کام بلاسبب وسعی کر دیتا ہے۔شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ہماری سعی اور طلب سے کچھ نہیں ہو سکتا ہم اس کی عنایت کے بغیر کسی چیز تک نہیں پہنچ سکتے۔

۳۲۸-ابوعبداللہ مقری قدس سرہ

آپ پانچویں طبقہ میں سے ہیں۔آپ کا نام محمد بن احمد بن محمد مقری ہے۔ابو یوسف بن الحسین عبداللہ خراز رازی مظفر کرمانشاہی' رویم جریری' ابن عطار رحمہم اللہ کی صحبت میں رہے ہیں۔جوان مرد و مشائخ میں سے بڑے سخی تھے سوائے جائیداد غیر منقولہ زمین وغیرہ کے پچاس ہزار دینار ان کو میراث میں ملے تھے۔سب سے علیحدہ ہو گئے

اور فقراء پر سارا مال خرچ کر دیا۔ وحدت اور مجرد ہونے پر حج کا احرام باندھا باوجود یکہ ابھی نو بالغ تھے ۳۶۶ھ میں فوت ہوئے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں الفقیر الصادق الذی لا یملک کل شی ولا یملک له شی یعنی سچا وہ فقیر ہے کہ کسی شے کا مالک نہ ہو اور نہ اس کا کوئی مالک ہو وہ یہ بھی فرماتے ہیں من تعذر عن خدمة اخوانه اور ته الله سبحانه ذلا لا انفکاک منه ابدا یعنی جو شخص اپنے بھائیوں کی خدمت سے معذور ہے اس کو پروردگار ایسی ذلت کا مالک بناتا ہے کہ جو کبھی اس سے جدا ہی نہیں ہوتی وہ یہ بھی کہتے ہیں ما قبل من احدشیئا الارایت له منته علی لا یمکننی القیام بواجبها یعنی نہیں قبول کرتا مجھ سے کوئی شخص کوئی چیز مگر یہ کہ اس کا مجھ پر ایسا احسان ہوتا ہے کہ اس کا واجبی حق کبھی ادا نہیں کر سکتا۔

وہ یہ بھی کہتے ہیں جوان مردی یہ ہے کہ اپنے دشمن سے اچھی طرح پیش آنا اور مال اس کیلئے خرچ کرے کہ تیرا دل اس سے کراہت کرتا ہو اور جس شخص سے تیری طبیعت نفرت کرے اس سے اچھی طرح برتاؤ کرے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ میں جب عبداللہ خراز کی خدمت میں پہنچا تو میں نے کہا اے شیخ مجھ کو کیا وصیت فرماتے ہیں کہا تین چیزوں کی وصیت کرتا ہوں۔ ایک ادائے فرائض بڑی سعی کے ساتھ کرنا دوم مسلمان کی عزت کرنا سوم اپنی طبیعت کو متہم کرنا مگر ہاں اس کا مضائقہ نہیں جو حق کے موافق ہو۔

۳۲۹- ابوالقاسم مقری قدس سرہ

ابوالقاسم پانچویں طبقہ میں سے ہیں۔ ان کا نام جعفر بن احمد بن محمد مقری ہے۔ ابو عبداللہ مقری کے بھائی ہیں۔ خراسان کے بڑے مشائخ میں سے ہیں۔ اپنے طریقہ اور وقت میں یگانہ عالی حال شریف ہمت تھے۔ شیخ سلمی کہتے ہیں لم نلق احد من المشائخ فی سمته وقاره وجلسة یعنی ہم کبھی ایسے مشائخ سے جوان جیسی خصلت اور وقار اور مسند ارشاد پر بیٹھنے والے ہوں نہیں ملے۔ ابن عطا جریری ابوبکر بن سعدان' ابوبکر ممشاد' ابو علی رودباری رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہے ہیں۔ ۳۷۸ھ میں نیشاپوران کا انتقال ہوا۔ وہ فرماتے ہیں کہ عارف وہ شخص ہے کہ جس کو اس کا معروف یعنی خدا تعالیٰ اس بات سے روک دے کہ مخلوق کی طرف دیکھے روکی آنکھ سے ہو یا قبول کی آنکھ سے (مطلق نہ دیکھے) وہ یہ بھی کہتے ہیں اوائل برکة الدخول فی التصرف ان تصدق الصالحین فی الاخبار عن انفسهم وعن مشائخهم یعنی تصوف کے داخل ہونے کی پہلی برکت یہ ہے کہ تم صالحین کے اپنے اور ان کے مشائخ کے حل کی تصدیق کرو۔

۳۳۰- ابو محمد راسبی قدس سرہ

آپ پانچویں طبقہ کے ہیں۔ آپ کا نام عبداللہ بن محمد راسبی بغداد کے بڑے مشائخ میں سے ہیں۔ ابن عطا جریری رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہے ہیں۔ شام میں کوچ کر گئے تھے۔ پھر بغداد میں آئے اور وہیں ۳۲۷ھ میں انتقال فرمایا۔ وہ فرماتے ہیں **اعظم حجاب بینک و بین الحق اشتغالک بتدبیر نفسک واعتمادک علی عاجز مثلک فی اسبابک** یعنی خدا اور تجھ میں بڑا پردہ یہ ہے کہ تو اپنے نفس کی تدبیر میں لگا رہے اور اپنے جیسے عاجز شخص پر اپنے اسباب میں بھروسہ کر لے وہ یہ بھی فرماتے ہیں **لا یکون الصوفی صوفیا حتی لا نقله ارض ولا تظله سماء ولا یکون له قبول عند الخلق ویکون مرجعة فی کل الاحوال الی الحق تعالیٰ** یعنی صوفی صوفی نہیں بنتا جب تک کہ اس کو نہ زمین اٹھائے اور نہ آسمان سایہ کرے لوگوں کے نزدیک اس کی مقبولیت نہ ہو بلکہ اس کا مرجع ہر حال میں حق سبحانہ کی طرف ہو ایک دن ان کے سامنے محبت کا ذکر ہو رہا تھا فرمایا **المحبة اذا ظهرت افضح فیها المحب واذا کتمت قتل المحب کمدا وانشد**

ولقد افارقه باظهار الهویٰ	**عمدا یستر سره اعلانه**
ولربما کتم الهوی اظهاره	**ولربما فضح الهوی کتمانه**
عی الحبیب لدی الحبیب بلاغة	**ولربما قتل البلیغ لسانه**
کم قد رانیا قاهرا سلطانه	**للناس ذل لحبه سلطانه**

یعنی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ میں اس کی محبت کے اظہار سے عملاً علیحدہ رہتا ہوں تاکہ اس کا اظہار اس کے باطن کو چھپا دے (یعنی محبت کے اظہار سے محبت کی نفی کا ارادہ ہوتا ہے اور اس سے مقصود محبت کا چھپانا ہے) اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اظہار محبت محبت کو چھپا دیتا ہے اور اکثر اس کا چھپانا عاشق کو رسوا کر دیتا ہے۔ دوست کا دوست کے پاس گناہگار رہنا بلاغت ہے اور بسا اوقات بلیغ کو اس کی زبان قتل کر ڈالتی ہے۔ بے شک ہم نے بہت دیکھا کہ غلبہ کی وجہ سے انسان غائب ہو جاتا ہے اور غلبہ محبت سے اس کا غلبہ مغلوب ہو جاتا ہے۔

۳۳۱- ابوعبداللہ دینوری قدس سرہ

آپ پانچویں طبقہ میں سے ہیں۔ آپ کا نام محمد بن عبدالخالق دینوری ہے۔ **وھو من اجلة المشائخ واکبرھم حالا وافصحھم فی علوم ھذہ الطائفة** یعنی وہ حال کے لحاظ سے بڑے مشائخ میں سے ہیں اور صوفیہ کے علوم میں بڑے فصیح ہیں۔ ان کی بازگشت فقراء کی صحبت میں تھی۔ ان کے آداب کے پابند اور صوفیوں کے محب تھے۔ وادی القریٰ میں برسوں رہے۔ پھر دینور میں واپس آئے اور وہیں وفات پائی۔ ایسا ہی طبقات سلمی میں لکھا ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ وہ آخر عمر میں وادی قری کی ایک مسجد میں آئے لوگ چلے گئے اور کسی نے ان کو مہمان نہ بنایا۔ نہ کوئی کھانے کی چیز دی اس رات بھوک کے مارے فوت ہو گئے۔ لوگ جب دن کو آئے تو ان کو کفن پہنایا اور دفن کر دیا۔ دوسرے روز مسجد آئے تو دیکھا کہ کفن محراب میں پڑا ہے اور ایک کاغذ ہے جو کفن میں لکھا پڑا ہے۔ اس میں لکھا تھا کہ ہمارا ایک دوست تمہارے پاس آیا تم نے نہ اس کو مہمان بنایا نہ کھانا دیا۔ بھوک سے تم نے اس کو مار ڈالا اس لئے ہم تمہارا کفن نہیں چاہتے۔

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ابوعبداللہ دینوری نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ فقراء پر خود سلام بھیجتا ہے اور قرآن میں فرماتا ہے **فقل سلام علیکم** یعنی کہہ دو تم پر سلام ہے۔ کہتے ہیں کہ وہ ایک سال تک کشتی میں رہے ہوا غلبہ نہ کرتی تھی۔ گدڑی ادھیڑتے اور پھر سیتے۔ یہاں تک کہ ٹوپی تک نوبت پہنچی کہا کہ میں اپنے نفس کو مشغول کرتا ہوں۔ پہلے اس سے کہ وہ مجھے مشغول کرے وہ فرماتے ہیں کہ چھوٹوں کا بڑوں سے ملنا منجملہ خدائی توفیق ہے جو چھوٹوں کو میسر ہوئی۔ یہ ان کی دانائی سمجھی جاتی ہے اور بڑوں کا چھوٹوں کی صحبت کی خواہش کرنا بزرگوں کی رسوائی، حماقت اور بے قلی کی علامت ہے۔ وہ اپنے یاروں سے یہ بھی فرماتے ہیں **لایعجنبک ماتری من ھذہ اللبسة الظاھرة علیھم فما زینوا الظواھر الا بعدان خربوا البواطن** یعنی ان کے ظاہری لباس کو دیکھ کر ہرگز تعجب نہ کر کیونکہ انہوں نے ظاہر کو جب زینت دی ہے کہ پہلے باطن کو خراب کر لیا ہے۔

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ وہ اپنے یاروں سے یوں فرماتے تھے باطن کی آبادی میں نے سیکھی ہے نہ ظاہری عیب اور جن لوگوں نے یہ کام کیا ہے ان سے جامہ خدائی کی آرائش کی خوش نہ ہو مگر ہاں انہوں نے یہی جامد گدڑی، کمر بند سجادہ اور مونڈھے وغیرہ کی آرائش کی ہے۔ معانی اور صفائی باطن کچھ نہیں کی تاکہ جو شخص دیکھے وہ سمجھ جائے کہ یہ سب کام بس وہی ہے لیکن جو لوگ کہ معانی والے نیک زندگی ہیں ان کے دل ایسے نہیں ہیں ان کو

اس کی طاقت نہیں کہ کسی اور شے سے مشغول ہوں۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ میں نے ایک سفر میں ایک لنگڑے کو دیکھا کہ وہ ایک ہی پاؤں سے چلتا ہے میں نے کہا کہ تجھے سفر کی کیا ضرورت جب اس کا سامان تیرے پاس نہیں اس نے کہا کہ کیا تم مسلمان ہو میں نے کہا ہاں کہا اس آیت کو پڑھو وحملنا فی البر والبحر یعنی ہم نے ان کو جنگل اور سمندروں پر سوار کرایا جب اٹھانے والا وہی ہے تو بغیر اسباب کے بھی اٹھا سکتا ہے۔ ایک شخص ان کے پاس آیا اور کہنے لگا کیف اسیت آپ نے شام کیسے کی انہوں نے یہ شعر پڑھا۔

اذا اللیل البسنی ثوبہ　　　　تقلب فیہ فتی موجع

یعنی مجھ کو رات نیا سیاہ کپڑا پہناتی ہے تو جوان دردناک اس میں بے قرار رہتا ہے۔

۳۳۲۔ ابوالحسین سیروانی صغیر قدس سرہ

آپ چھٹے طبقہ میں سے ہیں آپ کا نام علی بن جعفر بن داؤد ہے۔ مغربی سیروان کے تھے۔ سیروانی کبیر کے شاگرد ہیں خواص کے مرید ہیں مصر میں رہتے تھے۔ مکہ میں مجاور رہے ہیں اور وہیں انتقال ہوا ہے معاذ مصری کے شاگرد ہیں۔ ابوبکر معاذینی' جنید' شبلی' ابوالخیر' تنیاتی' کتانی' ابوعلی کاتب' ابوبکر مصری وغیرہ مشائخ وقت رحمہم اللہ کو دیکھا تھا۔ اپنے وقت میں حرم کے شیخ اور اپنے زمانہ میں یگانہ مشائخ سے تھے۔ شیخ سلمی نے ان کو صوفیوں کی تاریخ میں ذکر کیا ہے۔ آپ کی عمر ایک سو چوبیس سال کی تھی اور آخر عمر میں اٹھا نہ جاتا تھا۔ لیکن جب موذن قد قامت الصلوٰۃ کہا کرتا تو آپ پاؤں پر کھڑے ہو جاتا پھر ویسے ہی بیٹھ جاتے اور سماع کی حالت میں بھی ویسا ہی کرتے۔ شیخ عمو شیخ عباس ان کی زیارت کا فخر کیا کرتے اور کیوں فخر نہ کرتے ایسے پیر پر لاف مارنا ان کا فرض تھا۔

آپ سے پوچھا گیا کہ تصوف کیا چیز ہے فرمایا الافراد والانفراد یعنی ہمت کا یگانہ رکھنا اور خلقت سے یگانہ ہو کر جینا۔ وہ فرماتے ہیں الصوفیۃ مع الواردات لا مع الاوراد یعنی صوفیہ واردات کے ساتھ ہوتے ہیں نہ وظیفوں کے ساتھ۔ شیخ السلام کہتے ہیں فتح حاجی یہ فرماتے ہیں کہ آپ نے یہ فرمایا ہے صوفی مقامات و حالات سے گزر چکا ہے۔ وہ سب اس کے زیر قدم ہیں اور سب اس کے حال میں جمع ہیں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ شیخ عمو نے کہا شیخ سیروانی یوں فرماتے ہیں اخر ما یخرج من روس الصدیقین حب الریاسۃ یعنی صدیقوں کے سر سے جو بات سب سے آخر میں نکلتی ہے ریاست کی محبت ہے۔ عباس کہتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا ہے میں تم کو وصیت کرتا ہوں ان لوگوں کو جو تم کو دوست رکھتے ہیں عمو کہتے ہیں کہ انہوں نے یوں کہا ہے اگر

میرے پاؤں ہوتے تو میں خراسان میں ایسے شخص کی زیارت کو جاتا جو تم کو دوست رکھتا ہے اور فتح حاجی کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ سیروانی یوں فرماتے تھے کہ وہ ایسے بزرگ ہیں کہ بزرگ لوگ اس کو اور اس کے مقام کو دیکھتے ہیں مگر وہ خود نہیں جانتا کہ کچھ اس کے پاس ہے۔

شیخ سیروانی فرماتے ہیں من طلب عزا بباطل اورثه الله تعالیٰ ذلا بحق یعنی جو شخص کہ عزت کو باطل کے ساتھ طلب کرتا ہے تو خدا تعالیٰ اس کو سچی خواری دیتا ہے اور یہ بھی فرماتے ہیں التصوف ترک الخلق وافراطا لهمة یعنی تصوف خلقت کا ترک اور بڑی ہمت اور اس کے بعد یہ کہا ہے الخلق محنة ما دخلوا فی شیء الا افساوہ یعنی لوگ بلا دمحنت ہیں کسی شے میں داخل ہو کر فساد ہی مچاتے ہیں۔ وہ یہ بھی فرماتے ہیں من ترک تدبیرہ عاش طیبا یعنی جس نے تدبیر کو چھوڑ دیا اس کی زندگی اچھی ہوگئی وہ یہ بھی کہتے ہیں ما افة الناس الا الناس یعنی لوگوں کی آفت لوگ ہی ہیں۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں الفقراء هم ملوک الدنیا والاخرة استعجب والهی لواحة یعنی صرف فقراء ہی دنیا و دین کے بادشاہ ہیں جو خوشی کی طرف جلدی دوڑ گئے۔ وہ یہ بھی فرماتے ہیں الفقیر ابن وقته فاذا تطلع الی وقت ثان فقد خرج من الفقر یعنی فقیر وقت کا بیٹا ہے جب دوسرے وقت کی طرف گیا تو بے شک وہ فقر سے نقل گیا۔ وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ میں نے جنید رحمۃ اللہ علیہ سے سنا تھا وہ فرماتے تھے جس کو فاقہ آئے اور اس کے پاس زائد کپڑے ہوں تو یہ امر اس کو بخیلی کی وجہ سے حاصل ہوا ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں حشونا علی اطلب وهوا لا یجیئی باالطلب یعنی ہم کو لوگوں نے طلب کرنے پر برانگیختہ کیا لیکن وہ طلب سے نہیں آتا۔ (یعنی فضل سے ملتا ہے) وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ مرتعش نے کہا ہے لو لعب الفقیر عشرین سنة ثم صدق ساعة لنجا یعنی اگر فقیر بیس سال تک کھیلتا رہے پھر ایک گھڑی سچ بولے تو ضرور نجات پائے گا (کھیل سے مقصود عدم یقین ہے اور سچ سے یقین) پھر سیروانی نے کہا حاشاهم من اللعب انما ارادبه قلة الیقین یعنی وہ کھیل سے پناہ مانگتے ہیں۔ ان کا مقصود ہے یقین کم ہونا۔ سیروانی یہ بھی کہتے ہیں کہ میں نے ابوالخیر تنیاتی سے سنا تھا وہ فرماتے ہیں کہ مجھ کو دوزخ پر جھانکنے دیا۔ تو اکثر اہل دوزخ وہ تھے جو کوزہ اور گدڑی والے تھے۔ پھر شیخ سیروانی کہتے ہیں کہ وہ تھوڑے یقین کی وجہ سے دوزخ کے مستحق ہوئے۔

۳۳۳- ابوالحسین بن جہضم ہمدانی قدس اللہ سرہ العزیز

آپ چھٹے طبقہ کے ہیں۔ آپ کا نام علی بن عبداللہ بن الحسین بن جہضم ہمدانی ہے۔ بزرگ گزرے ہیں

کوہی اور جعفر خلدی کے شاگرد ہیں۔ ان کی ایک معتبر کتاب ہے۔ جس کا نام بجتہ الاسرار ہے جو ان صوفیہ کے حالات میں لکھی ہے۔ تاریخ یافعی میں ہے کہ وہ ۴۱۴ھ میں فوت ہوئے ہیں۔ شیخ احمد کوفی نے ان کو دیکھا تھا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ میں ایک شخص کو پہچانتا ہوں جو کہ ابوالحسین جہضم کی زیارت کیلئے مکہ میں گیا تھا اور حج نہ کیا۔ (پوچھنے پر کہا) کیونکہ میں ان کی زیارت کو آیا ہوں۔ ان کی بزرگی کی وجہ سے حج کو اس کے ساتھ نہ ملایا اور وہ حج اسلام نہ تھا یعنی فرض نہ تھا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ مشائخ کی زیارت اور ان کی خدمت میں اس گروہ صوفیہ پر فرض ہیں۔

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ عقیل بستی بس تے حج کو جاتے تھے کہنے لگے کہ شیخ ابوالعباس کی زیارت کو جاؤں اور ان سے شلوار مانگوں گا کیونکہ شلوار ان کے پاس نہ تھی۔ جب وہاں پہنچے تو شیخ نے اس کو شلوار دی اور کہا پہن لو اور واپس چلے جاؤ اور اس کو اتنا عرصہ نہ چھوڑا کہ بیٹھے۔ وہ ہر ایک منزل پر شلوار پاتا تھا۔ اس کو نہ چھوڑا کہ حج کیلئے جائے شیخ ابوالحسین جہضم ایک ناہنجار بیٹا تھا۔ باپ اس سے ناراض تھا ایک دن وہ مسجد حرم میں گزرتا تھا کسی نے شیخ سیروانی سے کہا اے شیخ یہ ابوالحسن کا بیٹا ہے اس لڑکے سے وہ پیر بہت ہی رنجیدہ ہیں۔ شیخ سیروانی نے کہا کہ پیر سے بیٹے پر رنج ہے نہ کہ بیٹے سے پیر پر اگر اس کے باپ کی بزرگی نہ ہوتی تو بیٹے کو کون یاد کرتا۔ یہ اس کے باپ کی بزرگی کی دلیل ہے کہ اس کا بیٹا لوگوں کی یاد میں پڑ کر انگشت نما بنا ہے۔

۳۳۴- ابوالحسین طرزی قدس اللہ سرہ

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ طرز فارس میں ایک جگہ ہے وہ بزرگ تھے۔ درویشوں کو بزرگ سمجھا کرتے اس کے اصحاب بادب اور باحفاظت تھے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ابونصر حاجی نے مجھ سے کہا تھا کہ شیخ ابوالحسن طرزی کو میں نے دیکھا تھا آپ فقیرانہ پائتابہ لئے ہوئے تھے اور اس کو اپنے سر اور منہ پر ملتے تھے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں ایک قوم کواشان میں میرے ساتھ رہتی تھی۔ روشن دل والی تھی مجھ سے درخواست کی کہ ہم کو شیخ عبداللہ طاقی کی خدمت میں لے چلو۔ میں نے ان سے اجازت مانگی اور ان کو ان کی خدمت میں لے گیا اور کہا کہ یہ چاہتے ہیں کہ آپ ان کو کچھ وصیت فرمائیں کہا کہ یہ لوگ عیالدار ہیں۔ میں نے کہا ہاں کہا پیشہ ور ہیں۔ میں نے کہا ہاں کہا بہت اچھا کام کرتے ہیں اور اپنے اہل وعیال کو اچھا رکھتے ہیں۔ رات کے وقت ہر ایک کھانے سے اپنا حصہ لیتے ہیں۔ ایک دوسرے کے ساتھ لاتے ہیں اور مل کر کھاتے ہیں۔ ایک گھڑی مل کر رہتے ہیں پھر بکھر جاتے ہیں۔ ان

کے حق میں دعا کی پھر ہم اٹھ کھڑے ہوئے میں نے شیخ عمو سے کہا کہ ابوعبداللہ دونی اور ابوالحسن طرزی کے مرید جب تک اپنی جگہ پر تھے ایسا ہی کرتے تھے۔

۳۳۵-ابوالحسین سرکی قدس سرہ

آپ مکہ میں مشائخ بہم مثل شیخ سیروانی ابوالعباس سہروردی' شیخ اسامہ' ابوالخیر حبشی' ابوسعید شیرازی' شیخ محمد ساخری کے ساتھ مجاور رہے ہیں۔ یہ سب ایک دوسرے کے یار تھے۔ مشائخ ان کی پوری تعظیم کیا کرتے تھے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ شیخ ابوالحسن سرکی' شیخ ابوسعید شیرازی' شیخ ابواسامہ' شیخ محمد ساخری اور ایک جماعت کے ساتھ جنگل میں تھے۔ لو چلی ابوالحسین نے کہا ڈرو مت کہ یہ کام میرے لئے ہیں میں جاتا ہوں۔ تم سب پہنچو گے اور سیراب ہو جاؤ گے۔ ایسا ہی ہوا وہ چل دیئے بادل آیا اور بارش شروع ہوئی یہ سب سیراب ہوئے اور رو آ کر ان کو بہالے گئی۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ان کو زندگی میں پانی نہ دیا۔ پیاسے اور بھوکے رہے۔ وہ اپنے دوستوں سے ایسا ہی کرتا ہے۔

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ شیخ ابوالحسین قزین (ایک قسم کا کپڑا ہے) بنا کرتے تھے۔ ایک دن مسجد حرام میں صوفیوں میں درویشی کی بابت باتیں ہوتی تھیں۔ اس نے کہا کہاں تک درویشی میں باتیں کرو گے۔ اگر درویشی کو دیوار پر لکھو تو ہم میں سے ایک بھی وہاں تک نہ گزرے۔ ہر شخص کہتا ہے کہ میں درویش ہوں صوفی شور مچانے لگے کہ یہ کیا بات کرتا ہے اب ہم درویش نہیں ہیں۔ ایک جولاہا آ کر ہم کو درویشی سے نکلتا ہے۔ جتنے مشائخ تھے سب کہنے لگے کہ بات وہی ہے جو وہ کہتا ہے۔ جنگ و جدال و کینہ سب جاتا رہا۔ عمرہ کا وقت آیا۔ ابوالحسین سرکی نے عمرہ کیا اور واپس آ کر نماز پڑھی سب جماعت حاضر تھی۔ وہ اٹھے اور ہر ایک کے سر اور منہ پر بوسہ دیتے تھے اور عذر کرتے تھے۔ ایک شیخ نے اس کو اپنا بھائی کہا تھا اور کہا کہ تم نے سچی بات کہی تھی اور بڑے مشائخ تمہارے حامی تھے۔ اب تم آئے ہو اور اس بات سے بقول بعض جہلا پھر گئے ہو۔ انہوں نے کہا کہ میں اس سے پھرا نہیں لیکن پہلے جب میں عمرہ کرنے جایا کرتا تھا تو راستہ میں چند آیات قرآنی اور بہت درود شریف پڑھا کرتا تھا۔ آج میں راستہ میں اپنے دل میں کہتا تھا کہ وہ ایسا کہتا تھا میں ایسا کہتا ہوں۔ دوسرے نے ایسا کہا میں نے ایسا کہا تم راہ لڑائی میں پڑ رہا سو اب میں آیا اور اپنے دل کو اس جھگڑے سے چھڑایا۔ یہ لوگ خواہ حق پر ہوں یا باطل پر میں نے اپنے دل کی دعا کی یعنی دل کو فارغ کیا۔ دل کی فراغت بے ہودہ جھگڑہ سے جاتی رہی مگر یہ اس کیلئے ہے کہ جس کا

دل بھی ہو۔

۳۳۶- شیخ محمد ساخری قدس اللہ سرہ العزیز

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ شیخ محمد ساخری رحمۃ اللہ علیہ وہ ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مطہرہ پر آئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں آپ کا مہمان ہوں یا تو مجھ کو سیر کر دیجئے یا ان قندیلوں کو توڑ دیتا ہوں۔ ایک شخص نے ان کو بلایا کھجوریں اور کچھ کھانا تھا جس سے ان کو سیر کر دیا اور کہا کہ تم نے کیا کہا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ہنستے تھے اور وہی فرمایا جو کچھ تم نے کہا تھا۔ انہوں نے کہا تم کہاں سے کہتے ہو اس نے کہا کہ میں سوتا پڑا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں ایک ہمارا مہمان ہے جو بڑا سخت مزاج ہے اس کو گھر لے جا اور پیٹ بھر کر کھلا اور اس کو کہہ دے کہ جگہ بدل دے کیونکہ یہ آرزو کی جگہ نہیں ہے۔

۳۳۷- شیخ احمد جوال گر قدس اللہ سرہ

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ وہ بھی ان کے یاروں میں سے ہیں۔ ایک دوسرے کی صحبت میں رہے ہیں۔ فرغانہ کے رہنے والے تھے حرم شریف میں مجاور رہے ہیں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ شیخ عمو یوں فرماتے تھے ایک دفعہ مکہ معظمہ میں قحط پڑ گیا تھا۔ صوفیوں میں بعض عیالدار ہو گئے تھے۔ نکاح کیا اور ولیمہ دیا یہاں تک کہ ان کا حال اچھا ہو گیا اور رزق معلوم پر پڑ گئے۔ شیخ جوال گر نے بھی عورت کی جب رات گزر گئی اگلے دن صوفیوں میں خوش طبعی میں کہا میری طرف سے تو کوئی بخل نہیں کیونکہ یہ کام ایسا اچھا نہیں تھا اور مدت سے مجھے لوگوں نے کہا تھا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ شیخ احمد جوال گر تنہا روٹی کھایا کرتے تھے۔ لوگوں نے اس کا سبب پوچھا تو کہا اس لئے کہ ایک دفعہ ایک پیر کے ساتھ مل کر کھانے لگا تھا۔ میں نے گوشت کا ایک ٹکڑا اٹھایا تو مجھے پسند نہ آیا۔ اس کو میں نے ایک جگہ رکھ دیا۔ اس پیر نے مجھے چلا کر کہا کہ جو چیز تجھے پسند نہیں وہ دوسرے کیلئے پسند کرتا ہے اس کو منہ میں رکھ تب سے میں تنہا ہی کھاتا ہوں تاکہ باادب ہو جاؤں۔ شیخ عمو کہتے ہیں کہ میں اس کے بعد ان کو خراسان میں دیکھا کہ وہاں بھی اکیلے ہی کھایا کرتے تھے۔

۳۳۸-ابوالحسین حداد لوہاری ہروی قدس سرہ

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ آپ بزرگ تھے۔ درویش مجرد صوفیوں میں خوش طبع تھے وہ بھی مکہ میں مشائخ کے ساتھ مجاور رہے ہیں اور مکہ سے شیخ ابوالعباس قصاب کے ساتھ آئے اور پوچھا کہ جوان مردی کیا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ اے ابوالحسن میں بتلاؤں۔ جوان مردی یہ ہے کہ ہریرہ کو یاروں کیلئے دل کی خواہش سے سرد نہ کرے۔ شاید کہ شیخ ابوالحسین نے اپنے بعض کام کی مشغولی کی وجہ سے یاروں کو انتظار دیا ہوگا اور ہریرہ سرد کر دیا ہوگا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ میرے جبہ میں شیخ احمد کوفانی کی ایک بات ہے جو کچھ قیمتی ہے کہا کہ ابوالحسن آخر عمر میں استراباد تھے۔ ایک نے ان سے کہا کہ جس رات تمہارا کوئی مہمان نہ ہو میرے گھر آنا انہوں نے کہا کہ یہ تو کبھی ہی ہوتا ہے۔ سو وہ رات مجھے اپنے لئے چاہئے۔ احمد یہ بھی کہتے ہیں کہ ابوالحسین نے آخر عمر میں صوفیان رسمی کے بعض حالات سے رنج کا اظہار کیا اور کہا کہ مجھ کو اس کا سامان نہ ہوا اس لئے مجھے ملال ہے خداوندا مجھے اپنے پاس لے چل اس دعا کے بعد تین دن تک زندہ رہے چوتھے دن خدا کے پڑوس میں چلے گئے۔

۳۳۹-ابوالمظفر ترمذی رحمۃ اللہ علیہ

آپ چھٹے طبقہ میں سے ہیں۔ آپ کا نام حبال بن احمد ہے۔ امام زاہد حنبلی مذہب تھے۔ ترمذ میں وعظ کہا کرتے۔ اپنے وقت کے شیخ ہیں۔ خضر علیہ السلام ان کی مجلس میں رہتے تھے کیونکہ وہ وعظ کرتے تھے۔ محمد حامد اور اشکرزی کے شاگرد ہیں اور وہ ابوبکر وراق کے شاگرد ہیں۔ شیخ الاسلام کے دادا پیر ہیں۔ ان کی باتیں بہت ہیں۔ معاملہ اور زہد پرہیزگاری تقویٰ میں عمدہ حکایات ہیں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ابوالمظفر ترمذی اور اس کے استاد محمد بن حماد ہیں۔ ان کے استاد ابوبکر وراق ترمذی اپنے اوپر سے مکھی دور نہ کرتے تھے۔ ابوبکر وراق کہتے ہیں جب تک کوئی مسلمان بیٹھا ہو تو اپنے اوپر سے مکھی دور نہ کرے کہ تجھ سے اٹھے اور اس پر بیٹھ جائے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت جب کوئی ہوتا تھا مکھی اپنے اوپر سے ہٹایا نہ کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ اکثر اوقات لوگ کوشش کرتے تھے لیکن ان پر کوئی مکھی نہ بیٹھا کرتی تھی۔ اللہ تعالیٰ اس نیک نیتی کی وجہ سے ان کے شغل کیلئے کافی تھا۔

۳۴۰-امیر چہ سفال فروش رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الاسلام کہتے ہیں میرے باپ نے کہا ہے کہ امیر چہ برتن فروش دکان سے بچھو اٹھاتے اور جنگل لے جا کر چھوڑ دیتے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ میرے والد بھی کسی جانور کو نہ مارتے یہ مذہب ابدال کا ہے اور یہ لوگ ابدال میں سے تھے اور صاحب کرامات ایک مرد کا وقت خوش تھا۔ اپنے فرشتہ کو دیکھا اور اس کو کہا کیا کرنا چاہیے کہ جس سے تم کو دیکھ سکیں کہا کہ کسی جانور کو تکلیف نہ دی جائے وہ مرد جانور کو آزردہ نہ کرتا تھا۔ فرشتہ کو دیکھا کرتا تھا۔ ایک دن ایک چیونٹی نے اس کو کاٹا۔ کچھ اس کو مارا جس سے چیونٹی گر گئی۔ اس کے بعد ہرگز فرشتہ کو نہ دیکھا۔

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میر چہ سفال فروش دکان پر تھے۔ ایک مردان ان کے پاس بیٹھا تھا۔ ایک بڑھیا آئی اور کہنے لگی کہ اے رزاق فلاں شخص مر گیا۔ کیا اس کے جنازے کیلئے نہیں آتا اور چل دی امیر چہ سفال اس دکان کے آخر حصہ میں گئے ایک گھڑی ہوگئی کہ نہ نکلے وہ ود دکان میں گیا اور ان کو نہ دیکھا۔

بعد اس کے میر چہ باہر نکل آئے اس شخص نے پوچھا آپ کہاں گئے تھے انہوں نے کہا کہ دکان کے آخری حصہ میں وہ کہنے لگا میں تو دکان میں گیا تھا وہاں پر آپ کو نہ دیکھا تھا۔ انہوں نے کہا تم نے اس بڑھیا کو دیکھا تھا جو یہاں آئی تھی اور کہنے لگی کہ فلاں شخص یمن میں مر گیا ہے۔ ایک شخص فوت ہوگیا تھا میں گیا اس کا جنازہ پڑھا اور واپس آیا ہوں۔ کچھ ٹکڑے یمانی منکوں کے ان کے پاس تھے کہا یہ راستہ میں پڑے تھے تم لیتے ہو امیر چہ سفال فروش نے کہا کہ میں ایک دفعہ بلخ میں جا رہا تھا ہوا میں ایک قبہ بنایا ہوا تھا اس پر ایک گویا کچھ بجاتا تھا اور یہ بیت پڑھتا تھا۔

ہمچوں علم شیری پر کرد زباد   گوئی عشقم وسیم نتوانی داد

میں نے وہ شعر یاد کر لیا تھا۔ ایک دفعہ ایک شخص آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا یہ صراحیاں جو تم بیچتے ہو تم جانتے ہو کہ لوگ کیا کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ تم ان کے پیچھے جاؤ اور دیکھو کہ یہ کیا کرتے ہیں شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ میں نے ان کے لڑکے کو دیکھا تھا۔

۳۴۱-شریف حمزہ عقیلی قدس اللہ سرہ

آپ ہروی تھے اور بلخ میں مقیم ہو گئے تھے۔ صاحب کرامات و مقامات خضر علیہ السلام کی صحبت دار مقبول

الدعا تھے۔ شیخ الاسلام کے دادا پیر ہیں۔ ان کے مرید سب بزرگ صاحب کرامات تھے۔ جیسے پیر فارسی' عبدالملک اسکاف' ابوالقاسم حنا' حسن طبری' عارف عیار' شیخ الاسلام کے باپ ابوالمنصور محمد بن علی الانصاری۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ میرے والد یہ کہتے ہیں ابوالمظفر ترمذی نے یہ کہا ہے کہ جو شخص تجھ سے بھلائی کرے اس نے تجھ کو اپنا قیدی بنالیا اور جس نے تجھ پر ظلم کیا تجھ کو آزاد کر دیا۔ پس آزاد ہونا قید ہونے سے بہتر ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ زمین وآسمان میں جس کسی سے تم آزاد رہو مفید ہے۔

ایک پیر کہتے ہیں کہ مجھ کو ایک پیر سے کہ محمد بن عبداللہ گاذر ہیں۔ ابتداء میں ارادت تھی۔ وہ سفر کے ارادہ سے نیشاپور میں آئے ایک دن مسجد میں تھے ایک اور پیر آئے اور جوش سے کہنے لگے کہاں جاتے ہو کہا کہ سفر کیلئے کہا خرچ بھی رکھتے ہو کہا نہیں۔ کہا کیسے کرے گا کہا جب ضرورت پڑے گی تو مانگ لوں گا۔ کہا تم کس کو زیادہ دوست سمجھتے ہو آیا اس کو جو تمہیں کچھ دے یا اس کو جو کچھ نہ دے۔ کہا میں اس کو دوست سمجھتا ہوں جو کچھ دے۔ کہا ابھی تم کچے ہو۔ اس کو دوست سمجھنا چاہئے کہ جو کچھ نہیں دیتا کیونکہ جو شخص تم کو کچھ دیتا ہے تو وہ تم کو خدا سے ہٹا کر اپنی ذات کی طرف بلاتا ہے۔ یعنی تیرا دل اس کی طرف گرویدہ ہو جاتا ہے اور جو شخص تم کو کچھ نہیں دیتا تو وہ تجھ کو خدا کی طرف بھیجتا ہے۔ سو اس کو زیادہ دوست سمجھنا چاہئے کہ تمہیں اپنے سے ہٹا کر خدا کی راہ بتلاتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں واپس آ گیا تا کہ اپنے آپ کو اس بات میں درست کرلوں آگے کا ارادہ بند کر کے ہرے میں آئے اور پھر وہیں رہے جیسے رہے۔ وہی پیر حکایت کرتے ہیں کہ ایک پیر کہتے ہیں نیشاپور میں ایک معتبر پیر قہندزی آئے اور کہنے لگے میں تو تمام جہان کے گرد پھرا نہ کوئی آزاد دیکھا اور نہ خود آزاد ہوا۔

۳۴۲- عارف عیار قدس اللہ سرہ

آپ بلخ میں رہتے تھے۔ شریف حمزہ عقیلی کے اصحاب میں تھے۔ ان کا منصور نام تھا۔ وہ ایک دن کہتے تھے کہ لوگ یوں کہتے ہیں۔ علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خیبر کا دروازہ اکھاڑ دیا تھا۔ اگر مجھ کو خدا تعالیٰ کی مدد اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار اور ذوالفقار دے دیں تو پھر میں کوہ قاف کو نہ اکھاڑوں تو مجھ پر جرمانہ ہونا چاہئے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ یہ بات حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں نقص نہیں ہے کیونکہ اس میں علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے ان تین چیزوں کی گواہی کا ذکر ہے۔

۳۴۳- ابوالحسین سالبہ بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ

ان کو شیخ الشیوخ کہتے ہیں شیراز میں رہتے تھے' بزرگ تھے اور زمانہ کے یگانہ عباس ہروی کے پیر ہیں۔ جہان کے مشائخ ان کی خانقاہ میں آتے تھے۔ شیخ ابو مسلم فسوی کے یاروں میں سے ہیں۔ شیراز میں ان کی ایک خانقاہ ہے۔ تیس سال تک فقراء کی خدمت میں مشغول تھے۔ آنے جانے والے کیلئے کھانا دیا کرتے اور علماء صلحا کی ایک بڑی جماعت اس خانقاہ کی مجاور تھی۔ وہ ۳۷۳ھ میں فوت ہوئے اور اپنی خانقاہ ہی میں دفن ہوئے۔ شیخ کے نزع کا وقت آیا اپنے خادم شیخ عبداللہ بن عبدالرحمٰن کو بھیجا تا کہ آپ کے کفن کی ترتیب دیں وہ بازار میں گئے اور دو کفن خریدے اور دو مردوں کے کفن کی تیاری کی۔ جب واپس آئے تو شیخ فوت ہو چکے تھے۔ شیخ کو بغل میں لیا اور اللہ کہہ کر جان دے دی۔ ان کو بھی شیخ کے پہلو میں دفن کر دیا گیا وہ فرماتے ہیں کہ مرید کو غیر کے حکم میں ہونا اس سے ہزار بار بہتر ہے کہ اپنے حکم میں رہے کیونکہ غیر کی صحبت خدا کیلئے ہے اور اپنی صحبت خواہش کی ترقی کیلئے ہوتی ہے۔

۳۴۴- شیخ عمران ثلثی قدس اللہ سرہ

ثلث ایک گاؤں ہے۔ مصر کے نزدیک آپ وہاں رہا کرتے تھے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کا یہ طریقہ تھا کہ مہمان کے بغیر کچھ نہ کھایا کرتے تھے۔ گھر میں ان کو ابوالضیفان یعنی مہمانوں کے باپ کہا کرتے تھے۔ شیخ عمو کہتے ہیں کہ نہاوندی رحمۃ اللہ علیہ جب تک مہمان نہ آتا ہانڈی نہ پکایا کرتے اور نہ کھاتے۔ شیخ عباس ہروی فقیر کہتے ہیں کہ عمران ثلثی دن میں بغیر مہمان کے کچھ نہ کھایا کرتے جب مہمان آتا تب اس کے ساتھ مل کر کھاتے اور جب کوئی مہمان نہ آتا تو روزہ رکھ لیتے۔ ایک دن کوئی نہ آیا اور انہوں نے روزہ کی نیت کی تھی۔ شام کے وقت دن پہنچ چکا تھا کہ اتفاقاً مہمان آ گیا۔ اس کو باتوں میں لگا کر کہا کہ روزہ پورا ہو جائے کیونکہ رات نزدیک تھی۔ اس رات خدا تعالیٰ کو خواب میں دیکھا کہ اس کو خدا تعالیٰ فرماتے ہیں اے عمران! تم ہمارے ساتھ اچھی عادت رکھتے تھے ہم بھی تمہارے ساتھ اچھی سنت رکھتے تھے۔ تم نے اپنی عادت کو بدل دیا ہم نے بھی اپنی سنت کو بدل دیا۔ جاگ اٹھے اور بہت رنجیدہ اور فکرمند ہوئے۔ کچھ مدت نہ گزری کہ مصر کے حاکم ثلث گاؤں میں جو کہ عمران کے ملک میں تھا ایک حاکم بھیجا تا کہ اس کا حساب کرے۔ وہ حاکم آتش پرست تھا۔ اس نے ان پر جبر کیا۔ اس لئے ان کو وہاں سے بھاگنا پڑا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ شیخ عباس فقیر نے مجھے فرمایا کہ میں شیراز

میں شیخ ابوالحسین سالبہ کی خانقاہ میں تھا۔ ایک شخص آیا جس کو ہم نے نہ پہچانا کہ وہ کون ہے۔
شیخ ابوالحسین نے اس کو دیکھا اور کہا کہ عمران تم ہی ہو۔ کہا کہ ہاں شیخ اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان کی تعظیم کی اور معانقہ کیا۔ اپنی جگہ پر لے گئے اور ان کو بٹھایا۔ ایک پرندہ دیکھا جوان کی آنکھ میں پھرتا تھا۔ شیخ نے کہا یہ آپ کی آنکھ میں کیا پھرتا ہے کہا کہ میری آنکھ میں کچھ قصور ہے۔ اس سے بے خبری تھی۔ عباس نے کہا شیخ نے مجھ سے کہا ہروی جلد ان کو حمام میں لے جا۔ میں ان کو حمام میں لے گیا۔ شیخ نے اپنے تن سے کپڑے اتارے اور حمام میں بھیج دیئے۔ جب باہر نکلے تو میں نے شیخ کے کپڑے ان کو پہنا دیئے اور خانقاہ میں آئے۔ اس رات بڑی مکلف دعوت کی کیونکہ شیخ ابوالحسین اس کے گھر میں اکثر آیا کرتے ہر سال ایک دفعہ مشائخ اس کے گھر میں آیا کرتے جو مصر کے اس ثلث گاؤں میں تھا اور وہ دعوت کیا کرتے۔ شیخ نے کہا بارے کچھ دن میرے پاس ٹھہرو تاکہ ہم بھی آپ کی کچھ خدمت کرلیں۔ دوسرے دن کی صبح کو عمران نے جانا چاہا۔ شیخ نے کہا جاتے ہو کہا ہاں شیخ رنجیدہ ہو گئے کہا چند روز یہاں ٹھہرو تاکہ تم کو آرام آجائے۔ انہوں نے کہا میں جاتا ہوں کیونکہ مجھے عتاب ہو چکا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ مجھ کو نعمت و ناز میں دیکھ لیں اور وہ پسند نہ کریں میں جاتا ہوں۔ اپنی محنت میں رہتا ہوں کہ دیکھئے کیا ہوتا ہے۔ شیخ عباس نے کہا کہ اس کے بعد ان کو لوگوں نے مصر میں پایا کہ مردوں کے میدان میں تھا اور چوہے نے ان کا ایک کان کھالیا تھا۔

۳۴۵- ابوالحسین مرورودی رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے شبلی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا وہ کہتے ہیں شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا کہ اکرم الاکرمین کون ہے یعنی سخیوں کا سخی کہا وہ ہوتا ہے کہ ایک دفعہ اگر کسی کے گناہ کو اس نے بخشا تھا تو پھر کبھی کسی کو اس گناہ کے بدلے عذاب نہ کرے۔ اس لحاظ سے کہ یہ وہی گناہ ہے کہ فلاں دوست کو میں نے معاف کردیا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ قیامت کے دن وہ کرم کا دسترخوان بچھائے گا جس سے اولین وآخرین کے گناہ کم ہو جائیں گے۔

۳۴۶- ابوحامد دوستان رحمۃ اللہ علیہ

آپ مرو میں رہتے تھے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں میں نے ایک ایسے شخص کو دیکھا جس نے ان کو دیکھا ہے۔ وہ احمد چشتی ہے ایک اور دفعہ احمد چشتی نے کہا کہ ابوسعید مالینی یوں فرماتے تھے اور یہ بہت درست ہے کہ ابوسعید مالینی

نے ابو حامد کو دیکھا تھا۔ ان سے لوگوں نے پوچھا **متی تسقط الحشمة قال اذا قدمت الصحبة سقطت الحشمة** یعنی رعب داب کب جاتا رہتا ہے فرمایا جبکہ صحبت قدیم ہو جائے یعنی دیر پا تب رعب داب جاتا رہتا ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ دبدبہ ایسی چیز ہے جو ہیبت اور وحشت کے درمیان ہوتی ہے جب صحبت پرانی ہو جاتی ہے تو وحشت جاتی رہتی ہے ہیبت باقی رہتی ہے۔ شیخ الاسلام نے ابو سعید مالینی کو دیکھا تھا لیکن پہچانا نہ تھا کیونکہ بچے تھے اور کوئی ان کی تعریف نہ کرتا تھا۔ شاید وہ ایک شخص کہ جس نے ابو حامد کو دیکھا تھا اسی کو کہتے تھے۔

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ احمد چشتی فرماتے ہیں ابو حامد دوستان مرو میں ایک دکان پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ماشکی نے ان کو پانی دیا۔ کچھ دیر پانی کو ہاتھ میں لگا رکھا۔ ماشکی نے کہا اے شیخ کیوں پانی نہیں پیتا۔ کہا مکھی پانی پیتی ہے۔ میں صبر کرتا ہوں تا کہ وہ پانی پی لے کیونکہ اس کے دوست تکلیف دیکھ کر کچھ کھاتے پیتے نہیں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں زحمت سے کھانا یہ ہوتا ہے کہ کچھ کھائے اور دوسرے کو اعلانیہ دے ڈالے اور جس سے تم زیادہ کھاؤ وہ خود حرص ہے یا تو ایثار (اپنی خواہش پر دوسرے کو مقدم رکھنا) پوشیدہ کر یا درمیانہ کھا۔ شرح تعرف میں لکھا ہے کہ ابو حامد دوستان پر خدا کی تعظیم اس قدر غالب تھی کہ جب نماز کیلئے کھڑے ہوتے اور اللہ کہتے تو پہلے اس سے کہ اکبر کہیں بے ہوش ہو کر گر پڑتے۔ برسوں ان کی اسی طرح گزر گئی اور اسی پر ان کی وفات ہوگئی۔ کہتے ہیں کہ وہ خود کبھی کپڑا نہ پہنتے تھے بلکہ مرید ان کے کپڑے ان کو پہنا دیتے تھے۔ اگر کسی کو اس کی ضرورت ہوتی تو وہ فرصت کا خیال رکھتا۔ جب اس کے پاس کوئی نہ ہوتا تو کپڑے ان سے لے لیتا۔ وہ پہنانے والے اور نکالنے والے کو کبھی نہ کہتے کہ تم نے یوں کیوں کیا۔ ابو حامد دوستان ایک رفیق کے ساتھ جا رہے تھے۔ راستہ میں اس رفیق نے کہا یہاں پر ایک آدمی ہے تم یہاں ٹھہرے رہو تا کہ میں جاؤں اور صلہ رحم پورا کروں۔ وہ چلا گیا اور ابو حامد بیٹھ گئے۔ وہ مرد اس رات باہر نہ آیا اور بڑی برف پڑی تھی۔ دوسرے دن وہ مرد باہر آیا ابو حامد برف کے درمیان ہلتے تھے برف ان سے گرتی تھی۔ اس مرد نے کہا کہ تم اب تک یہیں تھے۔ آپ نے کہا کیا تم نے یہ نہ کہا تھا کہ یہاں ہی رہو دوست لوگ دوستوں کی وفا پوری کیا کرتے ہیں۔

۳۴۷- باب فرغانی قدس سرہ

آپ کا نام عمر ہے۔ فرغانہ میں رہتے تھے اور اس ملک کے مشائخ بزرگ شخص کو باب کہا کرتے ہیں۔ آپ ظاہر کرامات والے تھے۔ کشف المحجوب کے مصنف (حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ آپ

اوتادالارض (یعنی زمین کی میخوں میں سے) ہیں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ شیخ عمو نے ان کو دیکھا تھا۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں ان کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ ایک شخص آیا اور کہنے لگا۔ آپ دعا فرمائیں کہ سرکب باز آجائے۔ سرکب ایک امیر تھا کہ جنگ کیلئے آیا کرتا تھا۔ باب چولہے کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ جرابیں پاؤں میں پہنے تھے۔ لوٹا وہاں پڑا تھا۔ لوٹے پر ایک پاؤں مارا اور کہا کہ میں نے اس کو گرا دیا۔ سرکب اسی وقت شہر کے دروازے پر گھوڑے پر سے گر گیا اور اس کی گردن ٹوٹ گئی۔

شیخ عمو یہ بھی کہتے ہیں ایک شخص آیا اور کہنے لگا اے باب دعا کرو کہ بارش ہو جائے۔ انہوں نے دعا مانگی بارش ہو گئی۔ دوسرے ہفتہ تمام لوگ آئے اور کہا دعا فرمادیں کہ یہ بارش اب ٹھہر جائے کیونکہ تمام ہمارے گھر گر گئے ہیں۔ پھر دعا کی بارش ٹھہر گئی۔ صاحب کشف المحجوب فرماتے ہیں کہ باب کی ایک بڑھیا تھی۔ جس کا نام فاطمہ تھا۔ میں نے جب باب کی زیارت کا قصد کیا اور اس کے پاس پہنچا تو انہوں نے کہا کیوں آئے ہو۔ میں نے کہا تاکہ شیخ کی صورت دیکھوں اور وہ مجھ پر نظر عنایت فرمائیں کہا اے میرے فرزند میں خود تم کو فلاں دن سے دیکھ رہا ہوں اور جب تک مجھ کو تجھ سے غائب نہ کریں گے میں تم کو دیکھتا رہوں گا۔ میں نے دن کا حساب کیا تو وہ دن میری توبہ کا ابتدا تھا۔ پھر کہا اے فرزند۔ مسافت طے کرنا بچوں کا کام ہے۔ اس کے بعد ہمت سے زیارت کیا کر اور شکلوں کی حضوری کچھ اچھی نہیں۔ پھر کہا اے فاطمہ جو کچھ تمہارے پاس ہو لاؤ تاکہ یہ درویش کھائے وہ تازہ انگور کا ایک طباق لائی حالانکہ اس کا وقت نہ رہا تھا اور اس پر چند تازہ کھجوریں بھی رکھی ہوئی تھیں فرغانہ میں تر کھجور کا ہونا ممکن نہ تھا۔

۳۴۸- ابو منصور معمر بن احمد اصفہانی قدس سرہ

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ وہ صفاہان کے شیخ تھے۔ بزرگ امام علوم ظاہرہ اور علوم حقانی کے عالم تھے۔ اپنے وقت میں یگانہ مشائخ تھے۔ حنبلی مذہب تھے۔ شیخ احمد کوفانی نے ان کو دیکھا تھا میں نے ان سے پوچھا کہ ان سے کوئی بات یاد رکھتے ہو کہا ایک دن وہ باتوں میں کہتے تھے کہ الفقیر عزیز یعنی فقیر معزز ہوتا ہے میں نے کہا کہ پیر سے ایک بات بہت ہوتی ہے۔

۳۴۹- ابونصر سراج قدس سرہ

آپ کو طاؤس الفقراء یعنی فقیروں کا مور کہتے تھے۔ علم کے فنوں میں کامل تھے۔ ریاضات معاملات میں ایک بڑی شان کے تھے۔ کتاب اللمع کے مولف ہیں۔ ان کی تصانیف علم طریقت وحقیقت کے علاوہ بہت ہیں۔ آپ کا مکان طوس میں تھا اور قبر بھی وہیں ہوئی۔ آپ ابومحمد مرتعش رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہیں۔ سری سقطی سہل تستری کو دیکھا تھا۔ کہتے ہیں کہ ماہ رمضان شریف میں بغداد پہنچے۔ مسجد شونیزیہ میں گئے ان کو خلوت خانہ دے دیا گیا اور درویشوں کی امامت ان کے سپرد کی گئی۔ عید تک امامت کی۔ تراویح میں پانچ ختم قرآن شریف کیے گئے۔ ہر رات کو خادم ایک ٹکیا ان کے گھر میں لاتا۔ جب عید کا دن ہوا تو چل دیئے۔ خادم نے دیکھا تو سب ٹکیاں اپنی جگہ پر پڑی تھیں۔

ابونصر سراج قدس سرہ کہتے ہیں الناس فی حفظ الادب علی ثلث طبقات الطبقة الاولی اهل الدنیا وادبهم فی البلاغة والفصاحة و حفظ العلوم و اسماء الملوک و اشعار العرب و الثانیة اهل الدین وادبهم فی ریاضة النفوس و تادیب الجوارح و حفظ الحدود و ترک الشهوات والثالثة اهل الخصوصیة و ادبهم فی طهارة القلوب و مراعاة الاسرار والوفاء بالعهد و حفظ الاوقات و قلتا لا لتفات بالخواطر و استواء السر والعلانیة و حسن الادب فی موافق الطلب و اوقات الحضور و مقامات القرب یعنی لوگ حفظ آداب میں تین درجہ کے ہیں۔ پہلا درجہ تو دنیا دار ہیں۔ ان کا ادب تو فصاحت بلاغت حفظ علوم بادشاہوں کے نام عرب کے اشعار میں ہے۔ دوسرا درجہ دینداروں کا ہے ان کا ادب نفوس کی ریاضت اعضا کو ادب سکھانے یعنی محنتیں کرنے' حدود کی حفاظت کرنے' شہرت کے چھوڑنے میں ہے۔ تیسرا درجہ خاص لوگوں کا ہے۔

ان کا ادب دلوں کے پاک کرنے' اسرار کی رعایت' عہد کے وفا کرنے' اوقات کی حفاظت کرنے' دل کے خطرات کی طرف کم توجہ کرنے' باطن ظاہر کے برابر کرنے' اچھا طریق اختیار کرنے' امر موافق کی طلب' حضوری کے اوقات اور قرب کے مقامات میں ہے۔ ایک دفعہ جاڑے کی رات تھی اور انگیٹھی میں آگ جلتی تھی۔ معرفت میں باتیں ہو رہی تھیں شیخ کو حالت ہوگئی۔ انگیٹھی میں اپنا منہ ڈال دیا اور آگ کے درمیان خدا کو سجدہ کیا لیکن ان کے منہ کو آگ سے کچھ آسیب نہ پہنچا۔ شیخ سے اس میں سوال کیا گیا۔ انہوں نے یہ فرمایا کہ جو جنازہ میری مٹی

(قبر) کے سامنے رکھیں گے وہ بخشا ہوا ہوگا۔ اس بشارت کی وجہ سے طوس کے لوگ جنازوں کو ان کی قبر کے سامنے لاتے اور کچھ دیر رکھ کر اٹھایا کرتے تھے۔

۳۵۰- شیخ ابوالفضل بن حسن سرخسی قدس سرہ

آپ کا نام محمد بن ابوالحسن ہے۔ ابونصر سراج رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور شیخ ابوسعید ابوالخیر کے پیر ہیں۔ جب کبھی شیخ ابوسعید کو قبض خاطر لاحق ہوتا تو ابوالفضل رحمۃ اللہ علیہ پیر کے مزار کا قصد کرتے۔ خواجہ ابوطاہر فرزند شیخ ابو سعید کہتے ہیں کہ ایک دن ہمارے شیخ کو قبض ہوا تو مجلس میں رونے لگے۔ تمام لوگ بھی رونے لگے کہا کہ جب ہم کو قبض ہوتا تھا تو پیر ابوالفضل کے مزار کی طرف جایا کرتے تو وہ بسط سے بدل جایا کرتا تھا۔ گھوڑے پر زین کسوایا اسی وقت گھوڑے پر بیٹھے اور تمام یاران کے ساتھ گئے۔ جب جنگل میں پہنچے شیخ کی طبیعت میں بسط اور انشراح پیدا ہوگیا اور حالت بدل گئی درویش نعرہ فریاد لگانے لگے۔ شیخ ہر مطلب کی باتیں کرتے تھے۔ جب سرخس کو گئے سو راستہ سے پیر کے مزار پر پہنچے اور قوال سے اس بیت کی درخواست کی۔

قبلہ ماروئے یار و قبلہ ہرکس حرم   معدن شادی است ایں یا معدن مجد و کرم

شیخ کا لوگوں نے ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔ وہ قبر کے گرد طواف کرتے تھے اور نعرہ لگاتے تھے۔ درویش سروپا برہنہ خاک میں لوٹتے تھے جب آرام آ گیا۔ شیخ نے کہا اس دن کی تاریخ بناؤ کہ اس دن سے بہتر نہ دیکھو گے اس کے بعد جس مرید کو حج کا خیال ہوتا تو شیخ اس کو اپنے پیر ابوالفضل کی قبر پر بھیجتے اور کہتے کہ اس قبر کی زیارت کر لے اور سات دفعہ اس کے گرد طواف کر لے تیرا مقصود حاصل ہوگا۔ صاحب کشف المحجوب ایک بزرگ کا نام لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں نے سرخس میں ان سے سنا کہ یوں کہتے تھے۔ میں بچہ تھا اور ایک محلہ میں توت کے پتوں کو ریشمی کپڑا کی خاطر لینے گیا تھا۔ میں ایک درخت پر چڑھا۔ اس درخت کے پتہ کو جھڑتا تھا۔ شیخ ابوالفضل اس کوچہ میں سے گزر رہے تھے مجھ کو انہوں نے دیکھا میں نے کچھ شک نہ کیا کیونکہ وہ آپے میں نہ تھے۔ خوشی میں آ کر سر اٹھایا اور کہا کہ خداوندا ایک سال سے زیادہ ہو گیا ہے کہ مجھ کو تو نے پیسہ نہیں دیا جس سے اپنے بال کتراؤں۔

دوستوں سے ایسا ہی کیا کرتے ہیں وہ بزرگ کہتے ہیں اس وقت میں نے تمام پتوں' شاخوں' درختوں کی جڑوں کو سونے کا دیکھا۔ تب انہوں نے کہا کہ یہ عجب بات ہے کہ دل کی کشائش کی بات تم سے نہیں کر سکتے۔ صاحب کشف المحجوب یہ بھی فرماتے ہیں کہ ایک دن لقمان ابوالفضل حسن کے پاس آیا۔ ان کو دیکھا کہ ایک جزو

ہاتھ میں ہے۔ کہا اے ابوالفضل اس جزو میں کیا چاہتے ہو۔ کہا یہی کہ جو ہو سکے خودی کا ترک کرنا۔ اس نے کہا کہ پس یہ خلاف کیوں ہے کہا خلاف تم دیکھتے ہو کہ مجھ سے یہ پوچھتے ہو۔ مستی سے ہوشیار ہو اور ہوشیاری سے بیدار تا کہ اختلاف اٹھ جائے اور جان لے کہ میں اور تم کیا طلب کرتے ہیں۔ شیخ ابوالفضل بن حسن سرخی ایک دفعہ ہوا میں اڑ کر آئے اور درخت پر جا بیٹھے۔ ایک شخص نے دیکھا لیا۔ ابوالفضل نے کہا کیا دیکھتا ہے یہ تجھ کو کہنا چاہئے کہا تو اس لئے نہیں پاتا کہ چاہئے مطلب یہ کہ میں نے طلب نہیں کیا۔

شیخ ابوسعید قدس سرہ کہتے ہیں کہ پیر ابوالفضل جا رہے تھے۔ میں نے کہا ایھــا الشیخ آپ کو کہاں دفن کریں۔ جواب نہ دیا۔ لوگوں نے کہا فلاں گورستان میں آپ کو لے جائیں گے۔ فرمایا اللہ اللہ مجھ کو وہاں نہ لے جانا۔ کہا گیا کیوں؟ فرمایا اس لئے کہ وہاں خواجہ اور امام صاحبان اور بزرگ لوگ ہیں۔ بھلا ہم کون ہے۔ پھر کہ گیا کہ کہاں دفن کریں۔ فرمایا مجھ کو سرل میں دفن کرنا جہاں جوئے باز گناہگار رند لوگ دوال باز ہیں کہ ہمارے مناسب یہ لوگ ہیں۔ ان دوسروں کی ہم طاقت نہیں رکھتے۔ ہم ان گناہگاروں کے ساتھ جیتے ہیں کیونکہ یہ لوگ اس کی رحمت کے زیادہ نزدیک ہیں۔ شیخ ابوسعید یہ بھی کہتے ہیں **سمعت الشیخ ابـاالفضل محمد بن الحسین شیخ وقته بسرخس یقول الماضی لا یذکرو المستقبل لا ینتظر ما فی اوقت یعتبر وھذا صفة العبودیة ثم قال حقیقة العبودیة شئیان الافتضاد لی الله تعالٰی وھذا من اجل العبودیة و حسن القدرة برسول الله صلی الله علیه وسلم و ھوالذی لیس فی النفس فیه نصیب ولاراحة** یعنی میں نے شیخ ابوالفضل محمد بن الحسین شیخ الوقت سے سرخس میں سنا تھا فرماتے تھے کہ ماضی کا تو ذکر چھوڑو۔ مستقبل کا انتظار کرنا چاہئے۔ جو زمانہ حال میں ہے اس کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ یہی عبودیت کی صفت ہے۔ پھر فرمایا عبودیت کی حقیقت دو چیزیں ہیں۔ ایک تو خدا کی طرف احتیاج اور یہ بڑی عبودیت ہے اور اچھی اقتداء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور وہ یہ ہے کہ اپنے نفس کیلئے اس میں نصیب اور راحت مقصود نہ ہو۔ جب شیخ ابوالفضل دنیا سے رحلت کر گئے۔ ان کے مریدوں نے بیگانہ کی گدڑی ان کو پہنا دی۔ دوسرے دن لوگ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کسی نے مسجد کا دروازہ کھولا اور گدڑی کو مسجد میں پھینک دیا اور کہا کہ یہ تمہاری بیگانی گدڑی ہم نہیں لیتے یہ کہہ کر چل دیئے۔

۳۵۱- خالوی نیشاپوری قدس سرہ

آپ کا نام احمد ہے۔ سرخس میں رہتے تھے اور وہیں فوت ہوئے بزرگ تھے۔ ظاہری ولایت اور بڑے کرامات والے تھے۔ ایک مرید نے جس کا نام محمد بن حسن تھا اپنی تمام دنیا ان پر خرچ کر دی تھی۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ پیر کیلئے ایک مرید بس ہے۔ بات کیلئے ایک کان کافی ہے۔ جہان کی روشنی کیلئے ایک صبح کافی ہے۔ خالوی نیشاپوری اکثر محمد حسن سے فرمایا کرتے کہ جو کچھ مجھے تازہ دیتے ہیں میں تم کو تازہ دیتا ہوں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں محقق وہ شخص ہے کہ اس کو سخن تازہ دیں تو وہ مریدوں کو تازہ دے جس وقت خالوی فوت ہوئے تو اس کے کفن کی تیاری کرتے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں تمہارا کفن نہیں چاہتا کیونکہ اس نے مجھ کو اپنی مہربانی کی بغل میں لے لیا ہے۔ یہ کہا اور جان دے دی۔

۳۵۲- شیخ ابوالقصاب آملی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام احمد بن محمد بن عبدالکریم ہے۔ آمل اور طبرستان کے شیخ تھے۔ محمد بن عبداللہ طبری کے مرید ہیں اور وہ ابو محمد جریری کے مرید ہیں۔ بڑی کرامات والے اور بڑے دانا اپنے زمانہ کے قبلہ غوث تھے۔ جب تک زندہ تھے سب ان کے پاس کوچ کر کے جایا کرتے۔ آپ نے فرمایا تھا کہ یہ ہمارا بازار آخر میں خرقانی میں پڑے گا۔ تب ان سے خرقانی کو پہنچ گیا۔ ان سے لوگوں نے کہا کہ شیخ سلمی نے مشائخ کے طبقات لکھے ہیں۔ آپ نے کہا کہ میرا نام اس میں لائے یا نہیں۔ لوگوں نے کہا کہ نہیں فرمایا ان سے کچھ نہ کہا وہ امی تھے لیکن کلام اور نکتہ بلند بیان کرتے تھے۔ طبرستان کے اماموں سے ایک نے کہا ہے کہ خدا کی مہربانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ کسی کو بغیر تعلیم کے ایسا کر دے کہ جب ہم کو دین کے اصول اور توحید کے دقائق میں کچھ مشکل پیش آئے تو ان سے پوچھ لیں اور وہ ابوالعباس قصاب ہے۔

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ وہ میرے زمانہ میں ہوئے ہیں۔ میں ہمیشہ شیخ عمو سے کہتا تھا کہ میں تین شیخ کی زیارت کرنی چاہتا ہوں۔ شیخ ابوالعباس کی آمل میں، شیخ احمد نصر کی نیشاپور میں، شیخ ابوعلی سیاہ کی مرو میں۔ وہ فرمانے لگے کہ میں بہار میں جاؤں گا اور تم کو اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔ وہ خود تو فوت ہو گئے خیر قسمت نہ تھی لیکن ہمیشہ کوئی نہ کوئی ان کے نزدیک شیخ عمو کی خانقاہ میں آتا اور میں ان کا حال دریافت کرتا۔ کسی کو ان کا حال اور ان

کی باتیں معلوم نہیں۔ جس قدر مجھ کو معلوم ہیں مجھ کو وہ کہتے تھے کہ وقت کیمیا ہے۔ شیخ احمد کوفانی کہتے ہیں کہ وہ ساری رات فریاد کرتے رہتے تھے اور باتیں کرتے آخر میں کہتے **مابقی شئی مابقی شئی لیس کمثله شئی مابقی شئی** یعنی کوئی چیز باقی نہیں رہی' کوئی چیز باقی نہیں رہی' اس کی مثال کوئی چیز نہیں' کوئی شے باقی نہیں۔

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ میں نے دو شخصوں کو دیکھا ہے کہ ان سے پوری باتیں کہہ سکتے ہیں۔ ایک شیخ ابوعلی گاذر جس نے اس جوان اور کتے کی حکایت دیکھی ہے کہ وہ کہتے ہیں کام دکھلانے والے کا ہے نہ دیکھنے والے کا۔ اس نے اسی کی طرف سے کہا دوم شیخ محمد قصاب آملی جوان کے شاگرد ہیں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ابوانصاری کرمانشاہی نے شیخ ابوالعباس کے پاس کسی کو بھیجا کہ یہاں قحط پڑ گیا ہے دعا فرما دیں۔ شیخ یہی کو وہاں بھیجا بارش ہوگئی اور قحط جاتا رہا۔ شیخ ابوالعباس نماز بہت پڑھا کرتے۔ ایک درویش درزی کا کام کرتا تھا اور کپڑے تکلف سے سیا کرتا تھا۔ جب شیخ الاسلام نماز کا سلام پھیرتے اس کو دیکھتے' جو درز کہ سیدھی نہ ہوتی' اس کو کھول دیتے شیخ نے کہا کہ یہ تیرا بت ہے یہ تیرا بت ہے جس کو تو پوجتا ہے۔ شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس سرہ کہتے ہیں کہ ایک شخص ابوالعباس کے پاس آیا اور ان سے کرامت طلب کی۔

شیخ ابوالعباس نے کہا کیا تو دیکھتا نہیں کہ وہ کون سی ایسی بات ہے جو کرامات میں سے نہیں۔ قصائی کا لڑکا تھا باپ سے قصابی سیکھی کچھ اس کو دکھایا گیا اس کو لے گئے۔ بغداد تک دوڑایا شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بغداد سے مکہ معظمہ دوڑایا اور مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ۔ مدینہ منورہ سے بیت المقدس اور بیت المقدس سے خضر علیہ السلام کو انہیں دکھلایا۔ خضر علیہ السلام کے دل میں ڈال دیا۔ یہاں تک کہ اس نے اس کو مقبول کیا۔ اس کی صحبت میں رہا اور یہاں واپس آیا۔ ایک جہان کو اس کی طرف متوجہ کر دیا یہاں تک کہ شراب خانوں سے آتے ہیں اور اندھیریوں سے بیزار ہوتے ہیں۔ توبہ کرتے ہیں' نعمتیں قربان کرتے ہیں۔ اطراف عالم سے چلے ہوئے آتے ہیں اور ہم میں سے اس کو ڈھونڈتے ہیں کرامت اس سے بڑھ کر ہوتی ہے۔ اس مرد نے کہا اے شیخ کرامت چاہئے جو میں دیکھوں۔ شیخ نے کہا اچھی طرح دیکھ کیا یہ کرامت نہیں کہ قصاب کا لڑکا بزرگوں کے صدر میں بیٹھتا ہے۔ زمین پر نہیں بیٹھتا۔ یہ دیوار اس پر نہیں گرتی اور یہ گھر بھی اس پر نہیں گرتا۔ ملک ملک کے بغیر ولایت رکھتا ہے۔

بدوں آلہ واسباب کے روزی کھاتا ہے۔ لوگوں کو کھلاتا ہے کیا یہ کرامت نہیں ہے۔ شیخ ابوسعید یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم آمل میں تھے کہ ایک مرد مصر سے آیا۔ اس نے شیخ ابوالعباس کی باتیں سنی ہوئی تھیں۔ وہ خدا سے جاہل

تھا۔ مصر سے آمل میں آیا تھا کہ صوفی گری کرے اور شیخ کی عزت گھٹاوے۔ جب آیا تو سلام بھی نہ کہا اور بڑھ کر غسل خانہ میں گیا کوزے تھے۔ جن سے ہاتھ منہ دھویا کرتا تھا۔ ان کو پکڑ کر توڑنے لگا یہاں تک کہ ایک بھی نہ رہا۔ پھر کہا کہ اپنے شیخ سے کہو کہ کلا لائے یہ لوگ کوزہ کو کلا کہا کرتے تھے۔ لوگوں نے شیخ سے کہا شیخ نے فرمایا اور کوزے لے جاؤ۔ لوگوں نے کہا جس قدر یہاں تھے۔ اس نے سب توڑ ڈالے۔ شیخ نے کہا بازار سے لاؤ۔ وہ بازار سے لانے گئے اس بیوقوف نے غسل خانہ سے نکل کر کہا کیوں کوزہ نہیں لاتے ہو۔ اگر کوزہ نہیں تو شیخ سے کہہ دو کہ خود آئے اور اپنی داڑھی مجھے دے کہ میں اس سے استنجا کروں۔

شیخ نے یہ بات سنی اپنی جگہ سے جھٹ اٹھے ان کی داڑھی لمبی اور سفید تھی۔ اپنا ہاتھ داڑھی پر رکھا ہوا تھا اور کہتے تھے کہ قصاب کے بیٹے کا کام یہاں تک پہنچ گیا کہ اس کی داڑھی استنجا کے کار آمد ہوئی اور غافل ہوشیار ہو گیا۔ شیخ کے پاؤں پر گر پڑا اور کہنے لگا کہ میں از سر نو مسلمان ہوتا ہوں۔ ایک دن ایک لڑکا اونٹ کی مہار پکڑے ہوئے اور اس پر بھاری بوجھ لادے ہوئے تھے۔ آمل کے بازار میں اس کو کھینچ کر لا رہا تھا۔ کیچڑ تھا جس سے اونٹ کا پاؤں پھسل گیا گر پڑا اور ٹوٹ گیا۔ لوگوں نے قصد کیا کہ وہ بوجھ اس کا لے لیں۔ شیخ وہاں سے گزر رہے تھے فرمایا یہاں کیا ہو رہا ہے۔ لوگوں نے حال بیان کیا۔ آپ نے اونٹ کی مہار کو پکڑا اور آسمان کی طرف منہ کیا۔ کہا خدایا اس اونٹ کے پاؤں کو درست کر دے اگر درست نہ کرے گا تو کیوں قصاب کا دل اس بچہ کے رونے سے جلاتا ہے۔ اسی وقت اونٹ کھڑا ہو گیا اور چلنے لگا۔

وہ فرماتے ہیں کہ تمام جہان گو وہ چاہیں نہ چاہیں اپنے مالک کے ساتھ خو پیدا کرنی چاہئے ورنہ رنج میں رہیں گے کیونکہ جب اس کے ساتھ عادت کرے گا بلا میں تو میلان دیکھے گا۔ بلا تجھ پر بلا ہو کر نہ آئے گی اور رنجیدہ دل نہ ہو گا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ ہماری رضامندی یا ناراضگی سے اپنی تقدیر کو نہیں بدلتا۔ پس اس کے حکم سے خوش ہونا راحت کی دلیل ہے جو شخص اس کے عادت کرتا ہے اس کا دل خوش ہوتا ہے اور جو اس سے اعتراض کرتا ہے تو وہ قضا کے آنے سے رنجیدہ ہو جاتا ہے۔

۳۵۴۔ شیخ احمد نصر قدس اللہ سرہ

آپ بڑے مشائخ میں سے ہیں۔ ابو العباس قصاب کے ہم عصر ہیں۔ حصری کو اس زمانہ میں دیکھا تھا جبکہ شیخ ابو سعید ابوالخیر مہنہ سے شیخ ابو العباس کی زیارت کے ارادہ سے نکلے تھے۔ شیخ احمد نصر شہر نیشاپور میں ایک خانقاہ

میں کہ جو شہر کے اوپر کی جانب قبرستان کے کنارہ پر ہے۔ جہاں کہ مشائخ اور بزرگوں کے مزارات میں رہتے تھے۔ استاد ابو علی دقاق نے وہاں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ سے خانقاہ بنائی تھی۔ جب شیخ ابو سعید شہر نسا کے نزدیک پہنچے تو شہر میں نہ آئے۔ شہر کے نیچے دیہات میں گزرے اور بسمہ گاؤں کی طرف جہاں محمد علیان کی قبر ہے متوجہ ہوئے۔ شیخ احمد نے اس حجرہ سے جو خانقاہ میں تھا سر باہر نکالا۔ ایک صوفیوں کی جماعت سے جو اس وقت وہاں موجود تھی کہا کہ جو شخص شہباز طریقت کو دیکھنا چاہے تو یہ دیکھ لے جا رہا ہے۔ بسمہ میں جانا چاہئے تاکہ اس کو وہاں پالے۔ جب استاد ابو علی دقاق نسا میں قبر کی زیارت کیلئے آئے تو مشائخ صوفیہ کیلئے کوئی مکان نہ تھا۔ اس رات سوئے خواب میں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں صوفیوں کیلئے مکان بناؤ اور اس جگہ پر کہ جہاں اب خانقاہ ہے۔

ارشاد فرمایا اس کے گرد خط کھینچ دیا کہ اس قدر بنانا چاہئے۔ صبح کو استاد ابو علی دقاق اٹھے اور اس موضع پر وہ خط جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھینچا تھا زمین پر ویسے ہی ظاہر تھا۔ وہ نشان سب نے دیکھ لیا استاد نے اسی خط پر خانقاہ کی دیوار رکھ کر اس کو پورا کیا اور اس گورستان میں جو پہاڑ کے برابر اس خانقاہ کے پہلو میں ہے چار سو پیروں کی قبریں۔ جو بڑے بڑے مشائخ اور مشہور اولیاء اللہ ہیں۔ اسی لئے نسا کو چھوٹا شام کہتے ہیں۔ یعنی جیسے شام میں انبیاء علیہم السلام کے مزار ہیں۔ نسا میں اولیا کے ہیں قدس اللہ ارواحہم احمد نصر نے بیس حج کیے تھے۔ اکثر خراسان ہی سے احرام باندھا کرتے تھے۔ ایک دن حرم میں ان صوفیہ کے اصرار و حقائق کی باتیں اصحاب طامات کے بارہ میں کہتے تھے۔ حرم کے مشائخ میں سے دو سو اسی (۲۸۰) شیخ موجود تھے۔

ان سب نے کہا کہ تم نے یہ باتیں کیوں کہیں۔ ان کو حرم سے باہر نکال دیا۔ اسی وقت حصری اپنے گھر سے بغداد میں آئے۔ خادم سے کہنے لگے وہ خراسانی جوان جو ہر سال آیا کرتا ہے۔ جب آئے تو اسے اندر آنے نہ دینا۔ جب احمد رحمۃ اللہ علیہ بغداد میں آئے اور حصری کے مکان پر گئے تو خادم نے کہا کہ شیخ فلاں وقت باہر نکلے تھے اور کہا تھا کہ ان کو زندہ نہ آنے دینا۔ احمد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات سنی تو بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ چند رات دن وہاں پڑے رہے ایک دن حصری باہر نکلے اور کہا کہ وہ ترک ادب جو تم نے کیا ہے اس کا ڈنڈ یہ ہے کہ تو روم میں جائے۔ ایک سال تک سوروں کو چرائے اور رات کو طرسوس میں رہے جس کو کافروں نے مسلمانوں سے لے لیا اور ویران کر دیا ہے۔ تمام رات نماز پڑھتا رہے خبردار ایک گھڑی بھی نہ سونا۔ پھر شاید تم کو پیر لوگ قبول کریں۔ احمد چونکہ سچے تھے۔ اسی وقت جیسا کہ شیخ نے فرمایا تھا بجالائے۔ اس کے بعد شیخ کے در پر آئے خادم نے کہا جلد

آؤ کہ آج سات دفعہ شیخ تمہاری طلب میں باہر نکلے ہیں۔ اتفاقاً شیخ باہر نکل آئے اور کہا اے احمد میرے بچے اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک۔ انہوں نے خوشی کے مارے لبیک کہا اور حرم کی طرف متوجہ ہوئے۔ حرم کے تمام پیر استقبال کیلئے آئے اور کہنے لگے اے لڑکے اے ٹھنڈک آنکھوں کی۔

۳۵۴- شیخ ابو علی سیاہ قدس سرہ

آپ مرو کے بڑے مشائخ میں سے ہیں۔ ابو العباس قصاب احمد نصر وغیرہ صوفیہ کے ہم عصر ہیں۔ استاد ابو علی دقاق کی صحبت میں رہے ہیں۔ ابتداء میں دہقانی کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ تیس سال تک روزہ رکھا ہے کہ کسی کو معلوم نہ تھا۔ ہر روز صبح کو جب گھر سے نکلتے تو دو روٹیاں اٹھاتے اور کہتے اپنے شریک کے ساتھ جنگل میں ہم کھائیں گے۔ راستہ میں درویشوں کو دے دیتے۔ اگر جنگل میں شریک پوچھتے کہ تم نے کچھ کھایا ہے کہہ دیتے کہ گھر میں کھا آیا ہوں۔ وہ فرماتے ہیں جنگل میں جو کدال زمین پر مارتا تھا (اس میں سے) اوروں کیلئے تو مٹی نکلا کرتی تھی، میرے لئے سب دل کا نور نکلتا تھا۔

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ایک مرد نے ان سے کہا کہ کوئی ایسا بھی ہے کہ لوگوں کے عیب جانتا ہو۔ کہا کہ ہاں ایسے ہوتے ہیں ان سے کہا پس اللہ تعالیٰ ساتر العیوب یعنی عیبوں کے چھپانے والا تو نہ ہوا۔ شیخ ابو علی نے کہا اپنے آپ کو مجھ سے چھپا لے۔ اسی وقت وہ شخص چپ ہو گیا کپڑے اس کے پھٹ گئے اور ننگا ہو گیا۔ شیخ کے سامنے عاجزی کرنے لگا۔ یہاں تک کہ شیخ نے دعا کی اور وہ مرد اپنے حال پر آ گیا۔ ایک دفعہ ایک شخص کو دیکھا کہ اپنے گاؤں میں سے ایک کاغذ ہاتھ میں لئے ہوئے ہے۔ آپ نے کہا یہ کیا ہے کہا کہ یہ فتویٰ ہے۔ جس کو امام ابو علیؒ نے جو اس وقت کے مفتی تھے لکھا ہے۔ آپ نے کہا اس کو امام کے پاس واپس لے جا کہ تم نے جواب غلط لکھا ہے۔ وہ شخص فتویٰ کو امام ابو علی کے پاس لے گئے۔ جب امام نے سوچا تو معلوم ہوا کہ واقعی غلطی ہو گئی ہے۔ اس شخص سے پوچھا کہ تم نے یہ فتویٰ شیخ کو دیا تھا اور انہوں نے اس کو پڑھا تھا۔ اس نے کہا کہ شیخ تو پڑھ نہیں سکتے۔ امام ابو علی اٹھے اور ان کے پاس آئے اور کہا کہ اگر وہ ابو علی نہ ہوتے تو یہ ابو علی آتش دوزخ میں پہنچا ہوتا۔ آپ کی وفات مرو میں بماہ شعبان ۴۲۴ھ میں ہوئی۔

۳۵۵- شیخ ابو علی دقاق قدس سرہ

آپ کا نام حسن محمد دقاق ہے۔ نیشاپور میں اپنے وقت کی زبان' اپنے وقت کے امام اپنے زمانہ میں بینظیر تھے۔ فصیح بلیغ بولنے والے تھے۔ بہت سے مشائخ کو دیکھا تھا۔ نصر آبادی کے مرید تھے۔ وعظ کیا کرتے' نیشاپور میں ماہ ذیقعد ۴۰۵ھ میں ان کا انتقال ہوا ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں بحمہ وہ ہر سال ہر جگہ جاتے دوسرے شہر میں مقام کرتے اور آخر میں واپس آ جاتے۔ استاد ابوالقاسم قشیری ان کے داماد و شاگرد تھے۔ انہوں نے ان کی مجلسیں جمع کی تھیں۔ دقاق حال قال والے گرم طبیعت والے تھے۔ وہ فرماتے مجھے چاہئے کہ ہرے کے خیابان میں نعرہ لگاؤں کیونکہ وہ ہرے والوں میں دور تک بڑھ گئے تھے۔ لوگوں نے کہا ہرے میں جاؤ تم کو نعرہ کیلئے اٹھائیں گے کیونکہ جو شخص ان کی مجلس میں نعرہ مارتا تھا اس کے بالمقابل وہ بھی نعرہ مارا کرتے تھے۔ شیخ الاسلام قدس سرہ کہتے ہیں کہ شیخ عمو نے کہا ہے۔ میں دقاق کی مجلس میں موجود تھا کسی نے ان سے خدا کے نزول کی بابت پوچھا۔ تو آپ نے دو بیتوں میں جواب دیا۔

خلیلی هل ابصر تما او سمعتما	باکرم من رب یمشی الی عبدی
اتی زائرا من غیر وعد وقال لی	اصونک من تعلیق قلبک بالوعد

یعنی اے میرے دو دوستو کیا تم نے دیکھا یا سنا ہے زیادہ مکرم ایسے رب سے جو آتا ہے بندہ کے پاس وہ زیارت کو بغیر وعدہ کے آتا ہے اور مجھ سے کہتا ہے کہ تمہارے دل کو میں بچاتا ہوں کہ وہ وعدہ پر معلق ہو جائے وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ جب کوئی مدعی دیکھو تو اس کا دامن مضبوطی سے پکڑو۔ کیونکہ معنے دار اور محقق چل دیئے ہیں۔ صاحب کتاب کشف المحجوب فرماتے ہیں کہ میں نے ایک پیر سے سنا وہ یوں فرماتے تھے میں ایک دن ان کی مجلس میں اس نیت سے آیا کہ توکل کی بابت ان سے پوچھوں۔ عمدہ طبری دستار باندھے ہوئے تھے دل نے اس دستار کا میلان کیا ہم نے کہا ایہا الستاد توکل کیا چیز ہے۔ فرمایا یہ کہ لوگوں کی پگڑیوں کی طمع چھوڑ دے۔ یہ کہا اور پگڑی میری طرف پھینک دی۔ ابو علی دقاق کہتے ہیں کہ اگر کسی کو مردود کر دیں اور وہ چلا جائے اور پھر نہ آئے۔ تو جان لو کہ وہ خالی رہے گا۔

شیخ الاسلام کہتے ہیں نہیں۔ رد کرنا ناز ہے واپس آ کہ قصہ دراز ہے۔ ابو علی دقاق یہ بھی کہتے ہیں کہ خود رو درخت کہ اس کو کسی نے نہ پالا ہو پتے تو نکلتا ہے لیکن پھل نہیں لاتا اگر لاتا ہے تو بدمزہ لاتا ہے۔ پھر کہا کہ میں نے

یہ طریقہ نصر آبادی سے سیکھا ہے۔ اس نے شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے جنید رحمۃ اللہ علیہ سے' میں نصر آبادی کی خدمت میں بدون غسل کے کبھی نہ جاتا تھا ایک دن ایک پیر آیا۔ ایک نے اس کو پہچان لیا کہا کہ وہ ابو علی دقاق کے استاد ہیں۔ بزرگ لوگ آئے اور درس کی التماس کی۔ آپ نے قبول نہ کیا۔ وہ بہت اصرار کرنے لگے اور منبر رکھا گیا تا کہ وعظ کہیں۔ آپ منبر پر چڑھے اور دائیں طرف اشارہ کیا۔ اللہ اکبر اور قبلہ کی طرف منہ کیا اور کہا ورضوان من اللہ اکبر یعنی خدا کی رضامندی بہت بڑی ہے۔ بائیں طرف اشارہ کیا اور کہا فاللہ خیر وابقی یعنی اللہ بہتر ہے اور بڑا باقی رہنے والا ہے۔ لوگ ایک دم شور مچانے لگے اور چند شخص وہیں فوت ہو گئے۔ استاد اس شور میں منبر پر سے اتر پڑے اور چل دیئے اس کے بعد ان کی تلاشی کی گئی تو نہ ملے۔

ایک سوداگر ان کا مرید تھا وہ بیمار ہو گیا۔ شیخ ان کی بیمار پرسی کو گئے پوچھا کہ تمہیں کیا ہو گیا۔ کہا میں رات کو اٹھا تھا کہ وضو کروں تو امیری پیٹھ پر پڑ گیا۔ جس سے سخت درد ہونے لگا اور تپ چڑھ گیا۔ استاد نے کہا تم کو اس فضولی سے کیا کام کہ رات کو نماز پڑھے۔ تجھے مردار دنیا اپنے سے دور کرنی چاہیئے جس شخص کے سر میں درد ہو وہ پاؤں پر لیپ کرے تو کبھی اچھا نہیں ہوتا۔ جب ہاتھ ناپاک ہو جائے اور وہ آستین دھونے لگے ہر گز پاک نہ ہو گا۔ استاد ابو علی یہ بھی اپنی مناجات میں کہتے تھے۔ خداوندا مجھ کو رسوا نہ کیجیو۔ کیونکہ تجھ سے میں نے منبر پر بہت سی لافیں ماری ہیں۔ اگر رسوا کرے گا تو مجلسوں میں مجھے رسوا نہ کرنا۔ مجھ کو ایسے ہی صوفیوں کی گدڑی میں چھوڑ دینا۔ میرے ایک ہاتھ میں کوزہ اور دوسرے ہاتھ میں عصا دے کیونکہ میں صوفیوں کے طریقہ کو پسند کرتا ہوں۔ پھر مجھ کو کوزہ اور عصا کے ساتھ دوزخ کے جنگلوں کی طرف بھیج دے کہ میں ہمیشہ فراق کا خون خالص پیوں۔ اس جنگل میں چلاتا رہوں۔ اپنی بدبختی پر روتا رہوں۔ اپنی ناکامی کا ماتم برپا کروں تا کہ اگر تیرا قرب میسر نہ ہو تو تیرا نوحہ ہی ہو۔

وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ خداوندا ہم نے اپنے اعمالنامہ کو سیاہ کر لیا اور تو نے ہمارے بالوں کو سفید کر دیا ہے۔ خداوندا سیاہ سفید پر فضل کر۔ ہمارے سیاہ کئے ہوئے کو اپنے سفید کئے ہوئے سے ملا دے۔ استاد ابو القاسم قشیری نے اس کے بعد ان کو خواب میں دیکھا کہ وہ بہت بے قراری کرتے ہیں اور روتے ہیں۔ کہا اے استاد کیا ہوا۔ شاید کہ تم دنیا کی طرف پھر لوٹنا چاہتے ہو۔ کہا ہاں لیکن دنیا کی مصلحت کیلئے نہیں اور نہ اس لئے کہ آخر وعظ کہوں' بلکہ اس لئے کہ کمر باندھوں اور عصا لوں۔ ہر روز ایک دروازہ پر جاؤں حلقہ اور عصا اس پر ماروں اور کہوں وہ کام جو تم نہیں جانتے کہ اس سے باز رہو گے مت کرو کہتے ہیں کہ آخر عمر میں استاد پر اس قدر درد طاری تھا کہ ہر شام

مکان پر چڑھتے۔ آفتاب کی طرف منہ کرتے اور یہ کہتے اے مالک کے سرگردان آج کیا حال ہے۔ آج کیسی کٹی کسی جگہ اس بات کے غمزدوں پر تم چمکے ہو کہیں اس کام کے نیچے اوپر والوں کی خبر معلوم ہے۔ اسی قسم کی باتیں کرتے رہتے یہاں تک کہ مغرب ہو جاتی۔ کہتے ہیں کہ آخر عمر میں ان کی باتیں ایسی ہو گئیں کہ کوئی ان کو سمجھتا نہ تھا نہ اس کی طاقت ہوتی تھی۔ تھوڑے لوگ ۱۷-۱۸ تک ان کی مجلس میں آتے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ جب علی دقاق کی باتیں بلند ہوئیں تو اس کی مجلس لوگوں سے خالی ہو گئی۔ وقت غروب جو رباعی آپ پڑھا کرتے تھے۔ وہ درج ذیل ہے۔ نامی

اے مہر کہ نیست جوں تو عالم گردے	زیں رہ رویم بدہ تو رہ آوردے
امروز کرا دیدی کاندرہ رہ عشق	بودش گردے وبجانش درے

۳۵۶-ابو علی شبوی مروزی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام محمد بن محمد بن عمران شبویہ ہے۔ ان اطراف میں وہ وقت کی زبان اور بے مثل تھے۔ ابو العباس بن سیاری کے یاروں میں سے ہیں۔ تاریخ صوفیہ میں ہے۔ قاسم بن قاسم ابو العباس امام احمد بن سیار مروزی کے نواسہ ہیں۔ علوم حقائق میں زبان تھے۔ ان بڑے اصحاب میں سے جو ان کی صحبت میں رہے ہیں۔ ایک شخص محمد بن عمر بن شبویہ ہے انساب سمعانی میں ہے کہ ابو علی شبوئی ابی عبد اللہ محمد بن یوسف عزیزی سے روایت کرتے ہیں۔ شیخ ابو سعید ابو الخیر کہتے ہیں کہ استاد ابو علی دقاق پیر شبوئی کے نزدیک آئے اور ہم مرو میں تھے۔ پیر شبوئی کو صحیح بخاری یاد تھی' اور ہم نے صحیح بخاری کا ان سے سماع کیا ہے۔ پیر کو اس مطلب کی پوری واقفیت تھی۔ استاد ابو علی دقاق کو ان کی اس بات پر لے آئے۔

پیر شبوئی نے استاد ابو علی سے کہا کہ ہم کو اس مطلب کی باتیں سناؤ۔ استاد ابو علی نے کہا کہ یہ بات ہم پر بند ہے کھلی نہیں۔ کہا یہ بات جائز ہے کہ ہم اپنی عاجزی سامنے لائیں تا کہ تم ہمارے نیاز پر باتیں کرو۔ وہ معنے آگ ہے اور نیاز سوختہ ہے۔ استاد ابو علی نے مان لیا۔ مجلس قائم کی اور منبر پر وہ باتیں کرتے رہے کہ لوگ اس کے اہل نہ تھے۔ پیر شبوئی مسجد کے دروازہ میں سے آئے۔ استاد کی آنکھ ان پر پڑی۔ ان کی باتیں کھل پڑیں جب مجلس ختم ہوئی تو شبوی سے کہا تم وہی ہو جو تھے۔ ہم یہ تھے۔ عاجزی چاہے خدا کی طرف عاجزی کے سوا اور کوئی زیادہ نزدیک راہ نہیں ہے۔ اگر سخت پتھر پر پڑے تو پانی کا چشمہ کھل جاتا ہے۔ ایک دن گرمیوں میں جس روز کہ گرد غبار

تھا۔ ابوعلی شبوئی کو لوگوں نے دیکھا کہنے لگے اے شیخ تم کہاں جاتے ہو۔ کہا فلاں خانقاہ میں جاتا ہوں کیونکہ وہاں پر درویش ہیں اور میں نے لکھا دیکھا ہے کہ دن میں ایک سوبیس رحمتیں آسمان سے درویشوں پر برسا کرتی ہیں۔ خصوصاً قیلولہ کے وقت اب میں جاتا ہوں کہ وہاں جا کر سوؤں کہ اس رحمت سے مجھ پر بھی برسے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ اپنے آپ کو ان میں سے شمار کر ان میں سے اور ان کے دوستوں سے ظاہر کر۔ اگرچہ تو جانے کہ تو کیسا ہی رسوا ہے۔ مصرع

عاشق نمائی خویشتن ارچہ چنیں نہ

تاکہ کل کو یہ کہے کہ میں ان سے سر ملانے والوں میں سے ہوں۔ وہ کہیں گے کہ آ تیرا حق ہے شاید اس کے سبب چھوٹ جائے۔

باعاشقاں نشین و ہمہ عاشقی گزین   باہر کہ نیست عاشق با او مشو قرین

۳۵۷- شیخ ابوالقاسم بشر یاسین رحمۃ اللہ علیہ

آپ بڑے مشہور علماء زمانہ اور بڑے مشائخ زمانہ تھے۔ مہنہ میں ان کی رہائش تھی اور وہیں ۳۰۸ھ میں فوت ہوئے۔ شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس اللہ تعالیٰ روحہ فرماتے ہیں کہ لڑکپن میں جب میں قرآن شریف پڑھتا تھا۔ میرا باپ مجھ کو ابوالخیر کے ساتھ نماز جمعہ کیلئے گیا۔ راستہ میں پیر ابوالقاسم بشر یاسین مل گئے کہنے لگے۔ اے ابوالخیر یہ لڑکا کس کا ہے۔ میرے باپ نے کہا میرا لڑکا ہے۔ ہمارے نزدیک آئے اور پاؤں کی طرف بیٹھ گئے۔ ہمارے سامنے متوجہ ہوئے ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔ کہنے لگے ابوالخیر ہم اس جہان سے نہیں جا سکتے کیونکہ ہم جگہ خالی دیکھتے تھے اور درویش ضائع ہوتے جاتے تھے۔ اب کہ ہم نے تمہارے فرزند کو دیکھا ہے۔ بے غم ہو گئے ہیں کہ ولایتوں کو اس لڑکے سے حصہ ملے گا۔ پھر میرے باپ سے کہا کہ جب تم نماز سے فارغ ہو تو اس کو میرے پاس لانا۔ جب ہم نماز سے فارغ ہو گئے تو میرا باپ مجھ کو پیر شیخ ابوالقاسم کے پاس لے گئے۔

جب ہم آپ کے حجرہ میں گئے اور آپ کے سامنے بیٹھ گئے ہیں۔ حجرہ میں ایک طاق بڑا اونچا تھا۔ پیر ابوالقاسم نے میرے باپ سے کہا ابوسعید کو کندھے پر اٹھا تاکہ ایک ٹکیہ جو اس طاق میں پڑی ہے لے لے۔ میرے باپ نے مجھ کو کندھے پر اٹھایا میں نے ہاتھ بڑھایا اور اس ٹکیہ کو طاق سے لے لیا۔ وہ ایک جو کی ٹکیہ تھی وہ اس قدر گرم تھی کہ میرے ہاتھ کو اس کی گرمی محسوس ہوئی۔ شیخ ابوالقاسم نے وہ ٹکیہ مجھ سے لے لی آنسو بھر کر اس کو

دو ٹکڑے کیا اور نصف تو مجھ کو دی اور کہا اس کو کھا لو اور آدھی خود کھا لی۔ میرے باپ کو اس میں سے کچھ حصہ نہ دیا۔ میرے باپ نے کہا اے شیخ یہ کیا سبب تھا کہ مجھ کو اس تبرک سے کچھ حصہ آپ نے نہ دیا۔ شیخ ابوالقاسم کہنے لگے اے ابوالخیر تیس سال ہو چکے ہیں کہ اس ٹکیہ کو ہم نے اس طاق میں رکھا ہوا تھا اور ہم کو وعدہ دلایا گیا تا کہ یہ ٹکیہ جس شخص کے ہاتھ میں گرم ہو جائے گی ایک مہمان اس سے زندہ ہوگا اور اس حدیث کا خاتمہ اس پر ہوگا۔ اب جو خوشخبری کو پورے طور پر ہے کہ وہ شخص تیرا بیٹا ہوگا۔ شیخ ابو سعید قدس سرہ کہتے ہیں کہ ایک دن ہم شیخ ابوالقاسم بشر یاسین کی خدمت میں تھے۔ ہم سے انہوں نے فرمایا اے بیٹے تم چاہتے ہو کہ خدا سے باتیں کرو۔ میں نے کہا ہاں کیوں نہیں چاہتا۔ کہا کہ جب خلوت میں ہو یہ کہا کرو اور اس سے پہلے نہ کہنا۔

رباعی

من بے تو دمے قرار نتوانم کرد   احسان ترا شمار نتوانم کرد
گر بر من من زباں شود ہر موئے   یک شکر تو از ہزار نتوانم کرد

۳۵۸- شیخ لقمان سرخسی قدس سرہ

آپ شروع میں بڑے مجاہدہ اور معاملہ واحتیاط کرتے تھے۔ اتفاقاً ان کو مکاشفہ ہوا کہ ان کی عقل جاتی رہی ہے۔ لوگوں سے کہا لقمان وہ کیا بات تھی اور کیا بات ہے کہا ہر چند میں نے بندگی بہت کی ہے۔ ابھی زیادہ چاہئے۔ اس لئے میں عاجز ہو گیا اور کہا الٰہی بادشاہ کے غلام جب بوڑھے ہو جاتے ہیں تو ان کو آزاد کر دیا کرتے ہیں۔ تو عزیز بادشاہ ہے میں تیری بندگی کر کے بوڑھا ہو گیا ہوں۔ مجھ کو آزاد کر دے۔ کہا میں نے آواز سنی کہ اے لقمان ہم نے تم کو آزاد کر دیا ہے۔ یہ بات تھی کہ اس کی عقل لے لی گئی۔ پس وہ عاقل مجنون تھے۔ شیخ ابو سعید ابوالخیر نے بہت دفعہ کہا ہے کہ لقمان خدا تعالیٰ کا آزاد ہے۔ امر و نہی سے اس کو آزادی ہے۔ شیخ ابو سعید ابوالخیر بھی کہتے ہیں کہ ایک رات فقراء کی جماعت سو رہی تھی۔ خانقاہ کا دروازہ بند تھا اور ہم پیر ابوالفضل کے ساتھ صفہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ معرفت میں فقرا کی باتیں ہو رہی تھیں۔ مسئلہ مشکل تھا ہم نے لقمان کو دیکھا کہ خانقاہ کی چھت سے اترے اور ہمارے سامنے آ کر بیٹھ گئے اور مسئلہ بیان کرنے لگے۔ چنانچہ وہ اشکال جاتا رہا پھر اڑے چھت پر چلے گئے۔

پیر ابوالفضل کہتے ہیں اے ابوسعید اس کا مرتبہ دیکھتے ہو۔ میں نے کہا ہاں دیکھتا ہوں کہا اس کی پیروی نہ کرنی چاہئے۔ میں نے کہا کیوں؟ اس لئے کہ اس کو علم نہیں ہے۔ شیخ ابوسعید سے سرخس میں پوچھا گیا کہ دانا کون ہے۔ کہا تمہارے شہر میں لقمان ہے۔ کہا سبحان اللہ شہر میں تو اس سے بڑھ کر کوئی شخص خستہ حال اور غضبناک نہیں۔ شیخ نے کہا تمہیں غلطی ہوئی ہے۔ دانا پاکیزہ ہوتا ہے اور پاکیزہ وہ ہوتا ہے کہ اس کو کسی شے سے لگاؤ نہ ہو اور میں اس سے بڑھ کر کسی کو بے پیوند بے علاقہ نہیں دیکھتا کیونکہ تمام جہان میں کسی کے ساتھ بھی تعلق نہیں رکھتا نہ دنیا سے نہ آخرت سے اور نہ نفس سے۔

شیخ ابوسعید کہتے ہیں کہ ہم سرش میں تھے۔ پیر ابوالفضل کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا لقمان دیوانہ کو بیماری ہوگئی ہے اور عاجز ہوگیا ہے اور کہتا ہے کہ ہم کو فلاں سرائے میں لے چلو۔ تین دن ہوئے کہ وہاں ہے اور کسی سے کوئی بات نہیں کی۔ آج کہا ہے کہ پیر ابوالفضل سے جا کر کہہ دو کہ لقمان فوت ہونے کو ہے۔ پیر ابوالفضل نے جب یہ بات سنی کہا اے ابوسعید اٹھو کہ وہاں چلیں۔ جماعت کے ساتھ مل کر وہاں گئے جب لقمان نے ان کو دیکھا تو ہنس پڑے۔ پیر ابوالفضل اس کے سرہانے بیٹھ گئے وہ پیر کی طرف دیکھتا تھا اور گرم آہ نکالتا تھا۔ منہ سے کچھ نہ کہتا تھا۔ جماعت میں سے ایک شخص نے لا الہ الا اللہ کہا لقمان نے تبسم کیا اور کہا اے جوان مرد ہم نے خراج دے دیا ہے اور برات لے لی ہے اور توحید پر باقی رکھتے ہیں۔ اس درویش نے کہا آخر اپنے آپ کو یاد الٰہی میں رکھنا چاہئے۔ لقمان نے کہا خدا کی درگاہ پر ہم سے لڑتے ہو۔ پیر ابوالفضل کو یہ بات پسند آئی کہا یہی بات ہے۔ ایک گھڑی کے بعد ان کا سانس بند ہوگیا لیکن وہ ایسے ہی پیر کی طرف دیکھ رہے تھے اور کوئی تغیر ان کی نظر میں ظاہر نہ تھا۔ بعض بولے کہ وہ فوت ہوگئے ہیں اور بعض کہنے لگے کہ ابھی فوت نہیں ہوئے ابھی ان کی نظر درست ہے۔ پیر ابوالفضل نے کہا وہ فوت ہو چکا ہے لیکن جب تک ہم بیٹھے ہیں وہ آنکھ بند نہ کریں گے۔ آخر جب پیر ابوالفضل اٹھے تو لقمان نے بھی آنکھ بند کر لی۔

۳۵۹- شیخ محمد قصاب آملی قدس سرہ

آپ دامغان میں رہتے تھے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ شیخ محمد قصاب ابوالعباس قصاب کے شاگرد ہیں۔ وہ وعظ کیا کرتے تھے۔ شیخ ابوالعباس نے ان کو مجلس قائم کرنے سے روک دیا تھا کہ عام لوگوں میں یہ باتیں نہ کریں کیونکہ ان کی باتیں اونچی ہوگئی تھیں۔ وہ بزرگ تھے اور باقی سب دامغان مردار تھا۔ وہ روح تھے باقی وہم۔ شیخ

الاسلام کہتے ہیں کہ اگر خرقانی اور محمد قصاب زندہ ہوتے تو میں تم کو محمد قصاب کے پاس بھیجتا۔ خرقانی کے پاس نہ بھیجتا۔ کیونکہ وہ تم کو خرقانی سے زیادہ نفع مند ہوتے یعنی خرقانی منتہی ہو گئے تھے۔ مرید ان سے حصہ کم پاتا تھا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ محمد قصاب نے مجھ سے کہا تھا جو یگانہ صفات ہوتے ہیں یعنی رحمت اور عفو و کرم کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ وہ صفات سے بڑھ کر کچھ نہیں دیکھتے اور صوفیوں کا معاملہ ذات سے ہوتا ہے۔ دینے والے کے ساتھ ہے نہ بخشش کے ساتھ اور ذات کے سوا جو چیز ہے وہ اس کا حجاب و پردہ ہے۔

۳۶۰- شیخ ابوالحسن خرقانی قدس سرہ

آپ کا نام علی بن جعفر ہے۔ اپنے وقت کے یگانہ غوث زمانہ قبلہ وقت تھے۔ کیونکہ ان کے زمانہ میں ان کی طرف کوچ ہوا کرتا تھا۔ شیخ ابو العباس قصاب کہتے ہیں کہ یہ ہمارا راز خرقانی پر جا پڑے گا یعنی ان کے بعد رحلت و زیارت خرقانی کی طرف ہو گئی۔ جیسا کہ انہوں نے کہا تھا۔ شیخ ابوالحسن کی نسبت تصوف میں سلطان العارفین ابویزید بسطامی سے ہے۔ قدس اللہ تعالیٰ اور سلوک میں ان کی تربیت روحانیت کے طور شیخ ابویزید سے ہے۔ قدس اللہ روحہ شیخ ابوالحسن کی ولادت شیخ ابویزید کی وفات کے ایک مدت بعد ہوئی ہے۔ شیخ ابوالحسن منگل کی رات عاشورہ ۴۲۵ھ میں فوت ہوئے ہیں۔ وہ ایک دن اپنے مریدوں سے کہنے لگے کہ کونسی چیز بہتر ہے سب نے کہا اے شیخ آپ ہی فرمائیں آپ نے فرمایا وہ دل جس میں بالکل اسی کی یاد ہو۔ ان سے لوگوں نے پوچھا کہ صوفی کس کو کہتے ہیں کہا کہ صوفی جبہ اور مصلے سے نہیں ہوا کرتا۔ صوفی رسم و عادات سے صوفی نہیں ہوتا۔ صوفی وہ ہے کہ خود کچھ نہ ہو۔ وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ صوفی اس دن ہوتا ہے کہ اس کو آفتاب کی حاجت نہ ہو اور اس رات ہوتا ہے کہ اس کو چاند ستارہ کی ضرورت نہ ہو اور نیستی یہ ہے کہ ہستی کی حاجت نہ ہو۔

ان سے پوچھا گیا کہ مرد کو کیونکر معلوم ہو کہ وہ بیدار ہے کہا اس طرح کہ جب خدا کو یاد کرے۔ سر سے قدم تک خدا کی یاد سے باخبر ہو۔ ان سے پوچھا گیا کہ سچ کیا ہے۔ کہا سچ یہ ہے کہ دل بات کہے یعنی وہ کہے جو اس کے دل میں ہو۔ ان سے پوچھا گیا اخلاص کس کو کہتے ہیں۔ فرمایا جو خدا کیلئے کرے وہ اخلاص ہے اور جو لوگوں کیلئے کرے وہ ریا ہے۔ پوچھا گیا کہ فنا بقا کی بات کس کو کرنی مناسب ہے۔ کہا اس شخص کو اگر اس کو ایک ریشمی تار سے آسمان سے لٹکا دیں اور ایسی ہوا چلے کہ درخت اور مکانات پہاڑ اکھڑ جائیں اور سب دریا بگاڑ دے لیکن اس کو اپنی جگہ سے نہ ہلا سکے۔ وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ کبھی ایسے شخص سے صحبت نہ رکھو کہ تم تو کہو خدا نے دی ہے وہ کہے

اور نے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ غم طلب کر یہاں تک کہ تیری آنکھوں سے پانی نکل آئے کیونکہ حق تعالیٰ بندوں کے رونے کو پسند کرتا ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں اگر گانا گائے اور اس سے خدا کو چاہے اس سے بہتر ہے کہ قرآن پڑھے اور اس سے خدا کو نہ چاہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وارث وہ شخص ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کی پیروی کرے وہ شخص نہیں کہ کاغذ کالے کرتا رہے۔ شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وہ چاہتا ہوں کہ نہ چاہوں وہ فرماتے ہیں کہ یہ بھی ایک خواہش ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ آج چالیس سال ہو چکے کہ ایک ہی وقت میں ہوں اور خدائے تعالیٰ میرے دل کو دیکھتا ہے۔ اپنے سوا کسی کو نہیں دیکھتا۔ مابقی فی بغیر اللہ شئی والا فی صدری بغیرہ قرار یعنی میرے اندر خدا کے سوا اور کچھ نہیں رہا اور میرے سینہ میں اس کے سوا قرار نہیں ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ چالیس سال ہو چکے ہیں کہ میرا نفس ٹھنڈے پانی کا ایک گھونٹ مانگتا ہے یا کھٹی لسی لیکن ابھی تک میں نے اس کو نہیں دیا۔ وہ یہ بھی فرماتے ہیں علماء اور عابد جہان میں بہت ہیں تجھ کو یہ چاہئے کہ دن کو اس طرح رات کر دے جیسا کہ خدا پسند کرتا ہے اور رات کو اسی طرح دن بنا دے۔ جس کو خدا پسند کرے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ دلوں میں سے زیادہ روشن وہ دل ہے کہ جس میں مخلوق نہ رہے اور سب سے بہتر وہ کام ہے کہ اس میں مخلوق کا اندیشہ نہ ہو اور سب نعمتوں سے حلال نعمت وہ ہے کہ تیری اپنی سعی سے ہو۔ سب سے بہتر رفیق وہ ہے کہ اس کی زندگانی خدا کے ساتھ ہو۔

۳۶۱۔ شیخ ابو عبداللہ داستانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام محمد بن علی داستانی ہے اور لقب شیخ المشائخ تھا۔ طرح طرح کے علوم کے عالم تھے۔ خدا کے درگاہ کے بڑے لوگوں میں تھے۔ آپ کا کلام مہذب ہے۔ ارشادات لطیف ہیں۔ شیخ ابوالحسن کے ہم عصر ہوئے ہیں۔ ان کی ارادت کی نسبت تین واسطوں سے شیخ عمی بسطامی تک کہ سلطان العارفین کے برادر زادہ اور ان کے مرید ہیں۔ پہنچتی ہے ماہ رجب ۴۱۷ھ میں ان کا انتقال ہوا ہے۔ ان کی عمر انسٹھ سال کی تھی۔ صاحب کشف المحجوب کہتے ہیں کہ میں نے شیخ سہلکی سے جو ان کے مرید تھے سنا تھا وہ کہتے تھے کہ ایک دفعہ بساطم میں مکڑی آئی اور تمام کھیتیاں اور درخت اس کی کثرت کی وجہ سے سوالا ہو گئے۔ لوگوں نے شور مچانا شروع کر دیا۔ شیخ نے مجھ سے کہا کہ یہ شور کیسا ہے میں نے کہا مکڑی آ گئی ہے لوگ اس لئے بے قرار ہو گئے ہیں۔ شیخ اٹھے مکان پر چڑھے اور آسمان کی طرف متوجہ ہوئے۔ تمام مکڑیاں چلی گئیں۔ نماز عصر تک ایک نہ رہی اور کسی کی ایک شاخ کو بھی نقصان نہ پہنچا۔

۳۶۲۔ شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس سرہ العزیز

آپ کا نام فضل اللہ بن ابی الخیر ہے۔ سلطان الوقت تھے۔ اہل طریقت کے جمال اور دلوں کو مکرم تھے۔ اپنے وقت تمام مشائخ ان کے گرویدہ تھے۔ ان کے پیر طریقت میں شیخ ابوالفضل بن حسن سرخسی ہیں۔ شیخ ابوسعید فرماتے ہیں کہ میں ایک دن شارستان سرخس کے ایک ٹیلہ راکھ پر آیا۔ وہاں لقمان مجنون بیٹھے تھے۔ میں نے ان کا قصد کیا اور اس ٹیلہ پر چڑھا وہ پوستین پر پیوند لگا رہے تھے۔ میں نے ان کو دیکھا اور حضرت شیخ کھڑے تھے کہ ان کا سایہ لقمان کی پوستین پر پڑتا تھا۔ جب پوستین میں پیوند لگا چکے تو کہا اے ابوسعید ہم نے تم کو اس پیوند کے ساتھ اس پوستین پر سی دیا۔ پھر اٹھے اور میرا ہاتھ پکڑ کر پیر ابوالفضل کی خانقاہ تک لائے اور ان کو آواز دی وہ باہر نکلے تو کہا کہ اے ابوالفضل ان کو سنبھالو کہ یہ بھی تم میں سے ہے۔ پیر نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور خانقاہ میں لے گئے اور صفہ میں بیٹھے۔

ایک جزو لی اس میں دیکھتے تھے ہم کو جس طرح عقل مندوں کی عادت ہوتی ہے۔ سینہ میں طلب ظاہر ہوئی کہ اس جزو میں دیکھیں کیا ہے۔ پیر صاحب سمجھ گئے اور کہنے لگے اے ابوسعید ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر کو جو مخلوق کی طرف بھیجے گئے تھے ان سے یہ کہا گیا تھا کہ اللہ کہو۔ جن لوگوں نے یہ کلمہ کہہ لیا وہ اس کلمہ میں غرق ہو گئے۔ شیخ فرماتے ہیں کہ اس بات نے اس رات ہم کو سونے نہ دیا۔ صبح کے وقت آفتاب کے نکلنے سے پہلے ہم نے پیر سے اجازت مانگی اور تفسیر کے پڑھنے کیلئے ابوعلی فقیہ کے پاس آئے۔ جب ہم بیٹھے تو خواجہ ابوعلی کا اول درس یہ تھا **قل اللہ ثم ذرھم فی خوضھم یلعبون** یعنی کہو خدا پھر ان کو چھوڑ دے۔ کہ اپنے بے ہودہ پن میں کھیلتے رہیں اس وقت اس آیت کے سننے سے ہمارے سینہ میں ایک دروازہ کھول دیا گیا اور ہم کو بے خود کر دیا گیا۔ خواجہ ابوعلی نے ہم میں وہ تغیر دیکھ کر کہا کہ کل تم کہاں تھے میں نے کہا کہ پیر ابوالفضل کی خدمت میں گئے تھے کہا کہ اٹھو اور پھر ان کی خدمت میں جاؤ کہ تم کو وہ مطلب چھوڑ کر یہاں آنا حرام ہے۔ پھر ہم پیر ابوالفضل کی خدمت میں آئے ہم اس کلمہ کے والہ وشیفتہ بنے ہوئے تھے۔ جب پیر ابوالفضل نے ہم کو دیکھا تو کہا اے ابوسعید۔

مستک شدہ ہی ندانی پس و پیش　　ہاں گم نہ کنی تو ایں سررشتہ خویش

میں نے کہا اے شیخ کیا فرماتے ہیں فرمایا کہ آؤ اور بیٹھو اور اسی کلمہ کے ہو رہو۔ کیونکہ یہ کلمہ تم سے بہت کام لے گا۔ جب پیر ابوالفضل خدا کی رحمت سے ملے اور ہم کو ان کی حیاتی کے زمانہ میں جو اشکال پڑتا ان کی طرف

رجوع کرتے۔ ہمارے اشکال کے حل کیلئے سوا شیخ ابوالعباس کے اور کوئی معین تھا۔ پھر ہم آمل میں شیخ ابوالعباس کے پاس گئے اور ایک سال تک ان کے پاس رہے۔ کہتے ہیں کہ شیخ ابوالعباس کو صوفیوں کے جماعت خانہ میں ایک جگہ تھی۔ جہاں اکتالیس سال تک بیٹھے رہے تھے۔ رات کو اگر زیادہ نماز پڑھتے تو کہتے اے بیٹا تم سو رہو کیونکہ یہ بوڑھا جو کچھ کرتا ہے وہ سب تمہارے لئے کرتا ہے کیونکہ یہ اس کے کسی کام کا نہیں اور اس کو اس کی ضرورت نہیں۔ اس سال میں شیخ ابوسعید سے کبھی نہ کہا تھا کہ تو سو رہو یا نماز نہ پڑھ جیسا کہ اوروں سے کہتے تھے۔ ان کو اپنے برابر ایک چھوٹا سا مکان دے رکھا تھا۔

ایک رات شیخ ابوالعباس اپنے حجرہ سے باہر نکلے شاید فصد کرایا تھا۔ شیخ ابوسعید اس حال سے واقف تھے اٹھے اور جلد اپنے گوشہ سے نکلے۔ شیخ کے سامنے آئے ان کا ہاتھ دھویا اور باندھا اور کپڑے ان کے اتارے اور اپنے کپڑے ان کے سامنے رکھ دیئے۔ شیخ نے لے کر پہن لئے۔ پھر شیخ کے جامہ کو دھویا اور نماز پڑھی اور اسی پر ڈال دیا۔ وہ رات ہی میں خشک ہو گیا۔ ملا لپیٹا اور شیخ کے سامنے حاضر کر دیا۔ شیخ نے اشارہ کیا کہ تمہیں پہننا چاہئے شیخ ابوسعید نے پہن لیا اور اپنے گوشہ میں چلے گئے۔ جب صبح ہوئی جماعت اٹھی اور حاضر ہوئی۔ شیخ ابوالعباس کو دیکھا کہ شیخ ابوسعید کے کپڑے پہنے ہوئے ہیں اور شیخ ابوسعید نے شیخ ابوالعباس کے کپڑے پہنے ہوئے ہیں سب تعجب کرنے لگے۔ شیخ ابوالعباس نے کہا ہاں کل نچھاوریں ہوئیں مگر سب ان جوان مہنگی کے حصہ میں آ گئیں۔ اس کو مبارک ہو۔

شیخ ابوسعید کہتے ہیں ایک دن دو شخص شیخ ابوالعباس کے خدمت میں آئے اور بیٹھ گئے کہنے لگے کہ ہم کو ایک دوسرے کے ساتھ معاملہ ہوا ہے۔ ایک تو کہتا ہے کہ غم ہمیشہ کا بڑا کامل ہے۔ دوسرا کہتا ہے خوشی دائمی زیادہ کامل ہے۔ شیخ کیا فرماتے ہیں۔ شیخ نے اپنے منہ پر ہاتھ پھیرا اور کہا الحمد للہ پسر قصاب کی منزل نہ غم ہے نہ شادی۔ لیس عند ربک صباح ولا مساء یعنی تیرے رب کے نزدیک نہ صبح ہے نہ شام۔ غم و شادی تمہاری صفت ہے اور جو تمہاری صفت ہے وہ تو پیدا ہے تو زاہد کو قدیم کی طرف راستہ نہیں۔ پھر کہا قصاب کا فرزند خدا کا بندہ ہے امر و نہی متابعت سنت میں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مطیع ہے اگر کوئی شخص جوان مردوں سے راہ مستقیم کا مدعی ہے تو اس کا گواہ یہ ہے۔ جب وہ دونوں شخص باہر چل دیئے تو ہم نے پوچھا کہ وہ دو شخص کون تھے۔ لوگوں نے کہا ایک ابوالحسن خرقانی تھے اور ایک عبداللہ داستانی۔

شیخ ابوسعید یہ بھی کہتے ہیں کہ جب میں نے ایک سال تک شیخ ابوالعباس کے نزدیک مقام کیا۔ فرمایا کہ اب

تم چلے جاؤ اور مہنہ میں رہو تا کہ چند روز تک اس علم کو تیرے دروازہ پر کھٹکھٹائیں۔ ہم ان کے اشارہ سے ہزار خلعت اور مال لے کر باہر نکل آئے۔ ایک پیر مشائخ ماوراء النہر میں سے مرو میں رہا کرتے تھے۔ ان کا نام محمد ابو نصر جیبی تھا۔ انہوں نے کبھی شیخ کو نہ دیکھا تھا۔ ایک دفعہ خواجہ ابوبکر خطیب نے جو مرو کے اماموں میں تھے اور قفال شیخ کے درس کو انہوں نے دیکھا تھا۔ ایک شغل کیلئے نیشاپور کا قصد کیا۔ محمد جیبی ان کے پاس آئے کہا میں نے سنا ہے کہ تم نیشاپور کا ارادہ رکھتے ہو۔ میرا ایک سوال ہے چاہتا ہوں ابوسعید سے تم پوچھو اور جواب لاکر بتانا لیکن چاہئے کہ وہ اس امر کو نہ جانے کہ یہ سوال میں نے کیا ہے۔ کہا وہ سوال کیا ہے کہا ان سے پوچھو کہ آثار محو ہو جایا کرتے ہیں۔ اس نے کہا جب میں نیشاپور میں آیا اور کاروانسرائے میں اترا تو دو صوفیاء آئے۔ جنہوں نے آکر آواز دی کہ خواجہ ابوبکر خطیب نام مرو کی کاروانسرائے میں کون ہے۔ میں نے آواز دی کہ میں ہوں۔

وہ کہنے لگے شیخ ابوسعید سلام کہتے ہیں اور یہ کہ کیا ہم آسودہ نہیں کہ تم کاروانسرائے میں اترے ہو۔ مناسب و بہتر یہ ہے کہ ہمارے پاس آجاؤ۔ میں نے کہا کہ حمام میں جاتا ہوں۔ غسل کروں گا پھر آؤں گا اور اس سوال و کلام سے مجھ پر ایک بڑی حالت واقع ہوئی ہے۔ تب میں نے یقیناً جان لیا کہ کسی نے اس کو خبر نہیں دی میں حمام میں گیا غسل کیا جب باہر آیا تو ان دو درویشوں کو دیکھا کہ وہ عود و گلاب لے کر کھڑے ہیں۔ کہنے لگے کہ شیخ نے ہم کو آپ کی خدمت میں بھیجا ہے۔ جب میں شیخ کی خدمت میں آیا اور شیخ نے مجھ کو دیکھا تو یہ شعر پڑھا۔

اھلا لسعد الرسول و حبذا وجه الرسول لحب وجه المرسل

یعنی مبارک قاصد خوش آیا اور بہت اچھا ہے قاصد کا چہرہ اس وجہ سے کہ چہرہ بھیجنے والے کا خوبصورت ہے میں نے سلام کیا جواب دیا اور کہا کہ اگرچہ تم اس پیر کے پیغام کو خوار کرتے ہو مگر ان کی بات ہمارے نزدیک پیاری ہے۔ جب سے تم مرو سے نکلتے ہو۔ ہم منزل بمنزل گنتے رہے ہیں۔ تمہارے پاس جو کچھ ہے لاؤ جو کچھ انہوں نے کہا تھا۔ شیخ کی ہیبت کے مارے وہ سوال میرے دل سے فراموش ہو گیا ہے۔ میں نے کاغذ نکالا اور شیخ کے ہاتھ میں دے دیا۔ شیخ نے کہا کہ اگر میں ابھی جواب دے دوں تو تم پر واپس جانا ضروری ہو جائے گا جو تمہارا شغل ہے اس کو چھوڑ دو اور جب چھوڑ دو گے اس وقت جواب دوں گا۔ جب تک میں نیشاپور میں تھا ہر رات شیخ کی خدمت میں جاتا تھا۔ لوٹنے کے وقت پیر کے سوال کا جواب طلب کیا۔ فرمایا اس پیر سے کہہ دو و لا یبقی و لا تذر یعنی نہیں رہتا تو اس کا اثر کہاں رہتا ہے۔ میں نے سر نیچے ڈال لیا اور کہا کہ میری سمجھ میں نہیں آیا فرمایا کہ یہ دانائی سے سمجھ میں نہیں آتا۔ یہ اشعار یاد کرلے اور ان سے جاکر کہہ دے۔

رباعی

جسم ہمہ اشک گشت و چشم بگریست　　　　در عشق تو بے جسم ہے باید زیست

ازمن اثرے نماند وایں عشق ز چیست　　　　چون من ہمہ معشوق شدم عاشق کیست

میں نے کہا شیخ فرمائیں کہ کسی پرچہ پر لکھ دیا جائے۔ حسن شنی نے فرمایا کہ یہ رباعی لکھ دے انہوں نے لکھ دی۔ جب میں مرو میں آیا اسی وقت محمد چلیبی آئے۔ میں نے سارا قصہ ان کو سنایا اور ان بیتوں کو پڑھا جب انہوں نے سنا تو نعرہ مار کر گر پڑے وہاں سے دو شخص ان کو باہر لے گئے۔ ساتویں دن ان کا انتقال ہو گیا۔ شیخ قدس سرہ فرماتے ہیں۔ مصرع

براستہ دگر باشد و بربستہ دگر

وہ علوم جن کو تعلق زبان کی تقریر سے ہے اور جو اس گروہ کی دلیل ہے انا وجدنا اباءنا علی امتہ یعنی ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقہ پر پایا ہے۔ وہ تو بندھا ہوا ہے اور مقید ہے۔ زندگی مستعار تک زبان کو تحریک کے ساتھ مدد کرتا ہے۔ اس کے غرور کے جنگل میں سراب نظر آتا ہے۔ جب ملک الموت کا چہرہ نظر آتا ہے۔ عاریت کا لباس زبان سے اٹھا لیتے ہیں اور مرد کی رسوائی ظاہر ہو جاتی ہے اور جو علم کہ دل سے تعلق رکھتا ہے وہ آزاد ہے اور اس سے فائدہ کی دین دنیا میں بہت امید ہے۔ ایک دن قوال شیخ کے سامنے یہ شعر پڑھتا تھا۔

اندر غزل خویش نہاں خواہم گشت　　　　تابرلب تو بوسہ دہم چونش بخوانی

شیخ نے کہا یہ بیت کس نے کہا ہے کہ اعمارہ نے کہا اٹھو کہ اس کی زیارت کو چلیں شیخ ایک جماعت کے ساتھ اس کی زیارت کو گئے۔ تو یہ رباعی حضرت شیخ کی زبان پر گزری۔ رباعی۔

در راہ یگانگی نہ کفر است نہ دیں　　　　یکگام خود برون نہ راہ بریں

اے جان جہاں تو راہ اسلام گزیں　　　　باما رسید نشین و باخود منشین

حضرت شیخ یہ بھی کہتے تھے کہ ان بیتوں کو ہمارے جنازہ کے سامنے پڑھنا۔

خوبتر اندر جہاں ازیں نیست ہیچ بودکار　　　　دوست بر دوست رودیار بہ یار

آن ہمہ اندوہ بود دی ہمہ سنادی　　　　وان ہمہ گفتار بود ایں ہمہ کردار

شیخ سے لوگوں نے اس حدیث کے معنی پوچھے تفکر ساعة خیر من عبادة سنة یعنی ایک گھڑی سوچنا

سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ شیخ نے فرمایا ایک گھڑی اپنی نیستی میں فکر کرنا' اپنی ہستی کے اندیشہ میں سال بھر عبادت کرنے سے بہتر ہے۔ اس کے بعد کہا

رباعی

تاروئے ترا بدیدم اے شمع طراز　　نہ کار کنم نہ روزہ دارم نہ نماز

چوں باتو بوم مجاز من جملہ نماز　　چوں بے تو بوم نماز من جملہ مجاز

استاد ابو صالح کہ شیخ کے مقری (فارسی حدیث) تھے بیمار ہو گئے۔ حضرت شیخ نے خاص کر ابو بکر ادیب کو جو آپ کے فرزندوں کا استاد تھا بلایا اور فرمایا دوات قلم اور ٹکڑا کاغذ کا لاؤ تا کہ ابو صالح کیلئے کچھ لکھوں۔ دوات' قلم' کاغذ لایا گیا۔ شیخ نے کہا لکھ۔ رباعی

حور این نظارہ نگارم صف زد　　رضوان بتعجب کف خود برکف زد

ایک خال سیہ براں رخاں مطرف زد　　ابدال زبیم چنگ پر مصحف زد

خواجہ ابو بکر معلم نے اس کو لکھا ابو صالح کے پاس لے گئے اور ان پر باندھ دیا۔ فوراً آرام آ گیا۔ اسی روز باہر نکل آئے۔ ایک دن شیخ باہر نکلے اور درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ اس کے پتے زرد ہو گئے تھے یہ بیت پڑھا۔

تو از مہر زرد و من از مہر زرد　　تو از مہر ماہ و من از مہر ماہ

شیخ سے لوگوں نے کہا فلاں شخص پانی پر چلتا ہے فرمایا کہ یہ آسان بات ہے۔ مرغ اور ممولا بھی پانی پر چلتا ہے۔ پھر لوگوں نے کہا کہ فلاں شخص ہوا میں اڑتا ہے۔ فرمایا چیل اور مکھی بھی ہوا میں اڑتی ہے۔ کہا گیا کہ فلاں شخص ایک لحظہ میں ایک شہر سے دوسرے شہر چلا جاتا ہے۔ فرمایا شیطان بھی ایک دم میں مشرق سے مغرب تک چلا جاتا ہے اور ایسی باتوں کی زیادہ قدر نہیں ہے۔ مرد وہ ہے کہ لوگوں میں بیٹھے۔ لین دین کرے عورت سے نکاح کرے لوگوں میں ملا جلا رہے اور ایک لحظہ اپنے خدا سے غافل نہ رہے۔ شیخ نے لوگوں کو پوچھا کہ تصوف کیا چیز ہے کہا جو کچھ کہ تو سر میں رکھتا ہے اس کو نکال دے جو کچھ ہاتھ میں ہو وہ ڈال دے اور جو کچھ تمہارے پاس ہے تو آپے سے باہر نہ ہو جائے۔

شیخ یہ بھی فرماتے ہیں۔ اللہ بس وما سواہ ھوس وانقطع النفس یعنی اللہ بس ہے اور اس کے ماسوا ہوس ہے اور نفس منقطع ہے۔ شیخ یہ بھی فرماتے ہیں بندہ اور خدا کے درمیان زمین و آسمان' عرش و کرسی پردہ نہیں بلکہ تیرا

غرور اور میں پردہ ہے۔ اس کو اٹھا دے۔ پھر خدا تک پہنچ جائے گا۔ شیخ فرماتے ہیں کہ ہم سفر میں تھے۔ ایک گاؤں میں پہنچے ہم نے پوچھا کہ یہاں کوئی پیر بھی ہے۔ انہوں نے کہا ہاں یہاں ایک پیر گزرے ہیں جن کو دادا کہتے تھے۔ پھر میں نے کہا کوئی ہے جس نے ان کو دیکھا تھا۔ کہا کہ یہاں ایک پرانا بڈھا ہے جس نے ان کو دیکھا تھا۔ ہم نے آدمی بھیجا۔ یہاں تک کہ وہ بوڑھا آیا وہ ایک بادبدبہ شخص تھا۔ ہم نے پوچھا کہ تم نے ان کو دیکھا تھا۔ اس نے کہا ہاں میں بچہ تھا کہ ان کو دیکھا تھا۔ ہم نے کہا ان سے تم نے کیا سنا تھا۔ کہا مجھ کو اتنی لیاقت نہ تھی کہ ان کی باتیں سمجھتا لیکن ایک بات ان کی مجھے یاد ہے کہ ایک دن ایک درویش مسافر آیا ان کو سلام کہا اور یہ کہنے لگا۔

اے شیخ اپنے پاؤں باہر نکالو کہ میں تم سے آرام حاصل کروں کیونکہ میں تمام جہان کے گرد پھرا ہوں مجھ کو آرام نہیں آیا اور کسی آسودہ کو بھی نہیں دیکھا۔ پیر نے کہا کیوں تم نے اپنی خودی سے ہاتھ نہ اٹھا لئے کہ آرام سے رہتا اور لوگ بھی تم سے آرام پاتے ہم نے کہا بس یہ بات پوری ہے جو اس پیر نے کہی تھی۔ اس سے بڑھ کر کوئی بات نہیں ہوسکتی۔ شیخ یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس بات کی اصل یہ ہے کہ مرد کو اس کی طرف نہیں چھوڑتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے **اللھم لا تکلنی الی نفس طرفة عین ولا اقل من ذالک** یعنی خدایا مجھ کو ایک لحظہ چشم بھی میرے نفس پر مت چھوڑ بلکہ اس سے بھی کم نہ چھوڑ۔ شیخ کہتے ہیں ہم مرو میں تھے ایک پیر صراف کو ہم نے دیکھا۔

کہا اے شیخ وہ تمام جہان میں کسی کو نہیں مقرر کرتا کہ مجھ کو ایک پانی کا گھونٹ دے یا مجھ کو سلام کہے اور سب لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ایک گھڑی اپنے آپ سے چھوٹ جائیں۔ میں چاہتا ہوں کہ میں جان لوں کہ ایک گھڑی کہاں کھڑا ہوں۔ آخر عمر میں اس کو آگ لگ گئی جس میں وہ جل گیا۔ شیخ یہ بھی فرماتے ہیں **ولذکر اللہ اکبر** یعنی البتہ خدا کا ذکر بہت بڑا ہے۔ ذکر خداوند بزرگ تر ہے لیکن نہ ایسا کہ جس طرح تو اس کو یاد کرتا ہے بلکہ جس طرح کہ وہ تمہیں یاد کرے۔ خدا کا ذکر بہت بڑا ہے اور تیرا ذکر ظاہر ہے کہ کہاں تک ہوگا۔ تجھ کو ڈھونڈھنا چاہئے اور اس بات کو قابو کرنا چاہئے۔ اس مرد نے اس بڑھیا عورت سے کہا کہ خدا کو کہاں پر ڈھونڈوں۔ کہا ہمارے دوست نے تم کو کہاں ڈھونڈھا ہے کہ نہیں پایا۔ ارے جہاں ڈھونڈے گا وہیں پائے گا۔ **من طلب وجد وجھد** یعنی جس نے طلب کیا اور سعی کی اس نے پایا۔

شیخ یہ بھی فرماتے ہیں کہ ایک جوان ایک بوڑھے کے پاس گیا اور کہا اے پیر مجھ سے کوئی بات کر۔ پیر تھوڑی دیر سر نیچے کر کے سوچتا رہا۔ پھر سر اٹھایا اور کہنے لگا اے جوان جواب کا انتظار کرتے ہو۔ اس نے کہا ہاں۔ پیر نے

کہا جو شے خدا تعالیٰ کے سوا ہے۔اس کی بات کرنے کو جی نہیں چاہتا اور جو خدا کی باتیں ہیں وہ کسی عبارت میں آ نہیں سکتیں۔ان اللہ تعالی اجل من ان یوصف یوصف اویذکر بذکر یعنی خدا تعالیٰ اس سے بلند تر ہے کہ کسی وصف کے ساتھ موصوف کیا جائے یا کسی ذکر سے مذکور کیا جائے۔ایک صوفی کہتے ہیں کہ میں ایک مدت تک شیخ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تھا۔میں نے چاہا کہ بغداد کو جاؤں۔شیخ نے مجھ سے کہا کہ بغداد میں جائے گا اور تجھ سے پوچھیں گے۔تو نے کیا دیکھا اور کیا فائدہ حاصل کیا تو کیا جواب دے گا کہ ایک شخص داڑھی اور بالوں والا دیکھا تھا۔اس نے کہا جو کچھ شیخ فرمائیں وہ کہوں گا۔شیخ نے فرمایا جو شخص کہ عربی جانتا ہو اس کے سامنے یہ شعر پڑھ دینا۔

قالو اخراسان اخرجت شیئا   لیس لہ فی جمال ثانی

فقلت لا تنکروا محاسنہ   فطلع الشمس من خراسان

یعنی لوگ کہتے ہیں کہ کیا خراسان نے ایسی چیز نکالی ہے جو خوبصورتی میں لاثانی ہے۔سو میں نے کہا کہ تم اس کی خوبیوں کا انکار نہ کرو کیونکہ آج خراسان مطلع آفتاب بن رہا ہے اور جو شخص عربی نہ جانے یہ رباعی اس کے سامنے پڑھ دینا۔رباعی

آئی کہ بخلد یادگار از تو برند   سبزئی بشت ونو بہار از تو برند

درچین و خطانقش و نگارا تو برند   خوباں ہمہ فال روزگار تو برند

شیخ نے استاد ابوعلی دقاق سے پوچھا کہ یہ بات ہمیشہ ہوتی ہے استاد نے کہا نہیں شیخ نے سر نیچے کر لیا۔ایک گھڑی کے بعد سر اٹھایا اور کہا کہ اے استاد یہ بات ہمیشہ ہوتی ہے۔انہوں نے کہا نہیں شیخ نے دوبارہ سر نیچا کیا ایک گھڑی کے بعد سر اٹھایا اور کہا کہ اے استاد یہ بات ہمیشہ ہوتی ہے۔انہوں نے کہا اگر ہوتی ہے تو نادر ہوتی ہے۔شیخ نے تالی بجائی اور کہا اے استاد یہ ان نادر چیزوں میں سے ہے۔شیخ جمعہ کی رات عشاء کے وقت ۴ شعبان ۴۴۰ھ میں فوت ہوئے ان کی عمر ایک ہزار مہینہ کی تھی۔

۳۶۳۔شیخ ابوالقاسم گرگانی قدس اللہ سرہ

آپ کا نام علی ہے اپنے وقت میں بے نظیر اور اپنے زمانہ میں بے بدل تھے۔ان کی نسبت تین واسطوں سے ہے۔یعنی شیخ ابوعثمان، شیخ ابوعلی کاتب، شیخ ابوعلی رودباری کے ذریعہ سے سید الطائفہ جنید رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچی

ہے۔ آپ بڑی قوی حالت رکھتے تھے۔ چنانچہ سب مشائخ کی توجہ ان کی درگاہ کی طرف رہی ہے۔ مریدوں کے واقعات کے کشف میں ایک کھلا نشان تھے۔ صاحب کشف المحجوب (حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمتہ) فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مجھ پر ایک ایسا سخت واقعہ پیش آیا کہ اس کا حل دشوار ہوگیا۔ تب میں نے شیخ ابوالقاسم گرگانی کا قصد کیا ان کو میں نے ایک مسجد میں پایا جو کہ سرائے کے دروازہ پر تھی۔ وہ تنہا تھے میرے قصہ کو بعینہ ستون سے کہہ رہے تھے۔ میں نے بغیر پوچھے اپنے سوال کا جواب پالیا۔ میں نے کہا اے شیخ یہ تو میرا قصہ ہے۔ کہا اے لڑکے اس ستون کو خدائے تعالیٰ نے اس وقت میرے ساتھ بلا دیا ہے۔ یہاں تک کہ اس نے مجھ سے یہ سوال کیا ایک دن شیخ ابوسعید اور شیخ ابوالقاسم قدس اللہ روا حہما دونوں مل کر طوس میں ایک چارپائی پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اور درویشوں کی ایک جماعت ان کے سامنے کھڑی تھی۔

ایک درویش کے دل میں یہ گزرا کہ ان دونوں بزرگوں کا مرتبہ کیا ہے۔ شیخ ابوسعید نے اس درویش کی طرف متوجہ ہو کر کہا جو شخص چاہے کہ وہ بادشاہوں کو ایک وقت میں ایک جگہ کے تخت پر بیٹھے ہوئے دیکھے سو دیکھ لے۔ اس درویش نے جب یہ سنا تو دونوں بزرگوں کی طرف غور سے دیکھا حق تعالیٰ نے اس کی آنکھوں سے پردہ اٹھایا۔ یہاں تک کہ شیخ کی سچائی اس کے دل پر کھل گئی اور ان کی بزرگی دیکھ لی۔ پھر اس کے دل میں یہ خطرہ پیدا ہوا کہ آج روئے زمین پر کوئی اور ایسا خدا کا بندہ ہے جو ان دونوں بزرگوں سے بڑھ کر ہو۔ شیخ ابوسعید پھر اس درویش کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا مختصر ملک ہے کہ جس میں ہر روز ابوسعید ابوالقاسم جیسے ستر ہزار جاتے اور ستر ہزار آتے ہیں۔

۳۶۴- خواجہ مظفر بن احمد بن حمدان قدس سرہ

آپ کی کنیت ابواحمد ہے۔ خدا تعالیٰ نے اس قصبہ کی ریاست ان کو دی تھی کرامت کا تاج ان کے سر پر رکھا تھا۔ وہ خوش بیان فنا بقا میں عمدہ بولنے والے تھے۔ شیخ ابوسعید ابوالخیر فرماتے ہیں کہ ہم کو اس درگاہ پر بندگی کے راستہ سے لائے ہیں اور خواجہ مظفر کو صاحبی کی راہ سے یعنی ہم تو مجاہدات کر کے مشاہدہ تک پہنچے ہیں۔ لیکن وہ مشاہدہ سے مجاہدہ کی طرف آئے۔ صاحب کشف المحجوب فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے سنا تھا وہ فرماتے تھے کہ جو کچھ لوگوں کو جنگل اور میدانوں کے قطع کرنے سے ملا وہ میں نے صدر نشینی میں پالیا۔ متکبر لوگ اس پیر کے اس قول کو نرا دعویٰ کہتے ہیں اور یہ گمان ان کے نقصان کی وجہ سے پیدا ہوا۔ جو بات کہ صدق حال سے کہی جائے وہ

کبھی نرا دعویٰ نہیں ہوا کرتی۔ خصوصاً ان کے ساتھ جو اس کے اہل ہوں۔ ایک دن خواجہ مظفر موضع نوخ فان میں کہتے تھے کہ ہمارا کام شیخ ابوسعید کے ساتھ ایسا ہے کہ چینی کے بورے میں ایک دانہ شیخ ابوسعید ایک دانہ ہے اور باقی میں ہوں۔ شیخ ابوسعید کا ایک مرید وہاں حاضر تھا۔ غصہ سے وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا اور شیخ ابوسعید کی خدمت میں چل کر آیا' جو کچھ خواجہ مظفر سے سنا تھا۔ وہ ان کو بتلایا۔ شیخ نے کہا تم جاؤ اور خواجہ مظفر سے کہا کہ وہ ایک دانہ بھی آپ ہی ہیں ہم کچھ نہیں۔

۳۶۵- معشوق طوسی قدس سرہ

ان کا نام محمد ہے عاقل اور مجنون تھے۔ بڑے بزرگ صاحب حال باکمال تھے۔ طوس میں رہتے تھے ان کی قبر بھی وہیں ہے۔ جس وقت کہ شیخ ابوسعید ابوالخیر نے مہنہ سے نیشا پور جانے کا ارادہ ظاہر کیا تھا وہ طوس کے اطراف کے ایک گاؤں میں پہنچے۔ ایک درویش سے کہا کہ تم کو شہر طوس میں خواجہ محمد معشوق کے پاس جانا چاہئے اور یہ اجازت مانگنی چاہئے کہ کیا ہم آپ کے شہر و ولایت میں حاضر ہو سکتے ہیں۔ جب وہ درویش چلا گیا تو شیخ نے فرمایا کہ گھوڑے پر زین ڈالو اس درویش کے پیچھے سوار ہو گئے تمام صوفی شیخ کے ہمراہ تھے۔ جب ایک فرسنگ تک پہنچے جہاں سے شہر کو دیکھ سکتے تھے۔ شیخ کا گھوڑا وہاں ٹھہر گیا اور سب لوگ کھڑے ہو گئے۔ جب وہ درویش خواجہ معشوق کی خدمت میں پہنچا اور شیخ کا پیغام پہنچایا۔ خواجہ معشوق ہنس پڑے اور فرمایا کہ جا کہہ دے ہاں آ جاؤ۔ جب معشوق نے یہ بات کہی۔ شیخ نے وہاں سے گھوڑا ہانکا اور سب صوفی چلے راستہ میں وہ درویش شیخ تک پہنچ گیا اور معشوق کی بات ان سے کہی۔ شیخ بھی معشوق کی خدمت میں آئے اور انہوں نے بھی شیخ کا استقبال کیا اور معانقہ کیا اور کہا کہ تم خاطر جمع رکھو کہ یہ نوبت جواب یہاں بجاتے ہیں چند دن کے بعد تمہارے گھر پر بجے گی۔ عین القضاۃ ہمدانی اپنے ایک رسالہ میں لکھتے ہیں کہ محمد معشوق نماز نہ پڑھتے تھے۔ خواجہ محمد عمویہ اور خواجہ امام احمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے میں نے سنا ہے کہ قیامت کے دن تمام صدیقوں کی یہ تمنا ہوگی کہ کاش ہم خاک ہوتے کہ ایک دن محمد معشوق ایک قدم اس خاک پر رکھتے۔ اس محمد معشوق ترک نے قبا باندھ رکھی تھی۔ ایک دن طوس کی جامع مسجد میں آ گئے۔ شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس اللہ روحہ نے وعظ کی مجلس قائم کی ہوئی تھی۔ اس محمد نے قبا پر ایک گرہ لگائی اور شیخ ابوسعید کو چپ کرا دیا۔ ان کی زبان بند ہو گئی جب ایک گھڑی گزر گئی تو شیخ ابوسعید نے کہا کہ اے سلطان زمانہ اور اے وجود کے سردار قبا کے بندھ کو کھول ڈالو۔ کیونکہ آپ نے آسمان و زمین کے ساتوں طبقوں پر

بند لگا دیا ہے۔

۳۶۶-امیر علی عبو قدس سرہ (یا عبورہ)

عین القضاۃ نے اپنے بعض مکتوب میں لکھا ہے۔ اس بیان میں کہ کسی طرح حضور اور غائب یکساں نہیں ہوتے۔ بلکہ دل با وجود قرب القلوب ہونے کے قرب ابدان کا بھی تقاضا کرتا ہے۔ دیکھو امیر علی بزرگ ہوئے ہیں ان کا ایک مرید تھا۔ جس کا نام احمد شہر آبادی تھا۔ انہوں نے ایک دن اس مرید کو بھیجا کہ بازار سے کچھ لائے۔ یہ ریدگیا۔ وہ چیز موجود نہ تھی۔ اسی وقت اپنے آپ کو بیچ ڈالا اور وہ چیز جو امیر نے مانگی تھی' خرید کر ان کو بھیج دی۔ جب چند دن اس بات کو ہو گئے تو وہ شخص جس نے اس مرید کو خریدا تھا' اس حال سے واقف ہو گیا' اس کو رخصت کر دیا کہ اپنے پیر کے پاس جائے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے پیر کے پاس آیا۔ جب وہ آیا امیر علی نے اس کو کہا اے جوان مرد کتنے ہزار سال ہماری جان غائبانہ تیری پیدائش کے عشق میں جلتی رہی تھی۔ کیا یہ کافی نہ تھا کہ ظاہری جدائی بھی چاہئے تھی۔ ایک ہفتہ قرب ظاہر بھی چاہئے۔ وہ یہ بھی ایسی جماعت کے حال میں کہتے ہیں۔ جو اجنبی راہ میں بدون راہبر کے چلے تھے۔ ان میں سے بعض کو مغلوبی نے اپنی پناہ میں لگا رکھا اور مستی ان کے سر کی سائبان بن گئی اور جو باتمیز تھے ان کا سرا لگ کر دیا گیا۔ منجملہ مغلوبوں کے دو ترکمان تھے کہ حسین قصاب ان کا قصہ بیان کرتے ہیں۔ ایک بڑے قافلہ کے ساتھ میں جا رہا تھا۔ اتفاقاً وہ دونوں ترکمان اس قافلہ سے باہر نکل گئے اور اجنبی راہ اختیار کیا۔ میں نے دل میں کہا کہ یہ دونوں ترکمان شاید راستہ جانتے ہیں جو اس مشہور راہ سے زیادہ نزدیک ہوگا میں ان کے پیچھے ہولیا اور چلا جا رہا تھا۔ قافلہ کو میں نے ویسے ہی چھوڑ دیا رات اندھیری آ گئی جب تھوڑی دور چلا تو اتفاقاً چاند چھپ گیا۔ مجھے راہ بھول گئی لیکن سوا چلنے کے اور کچھ علاج نہ تھا۔ جب آدھی رات گزر گئی تو دوبارہ بادل سے چاند نکل آیا اور ان جوان مردوں کے قدم کے نقش پھر مجھے مل گیا میں چلا جا رہا تھا جب صبح ہوئی تو ایک پہاڑ معلوم ہوا۔ وہ دونوں ترکمان مردوں کی طرح اس پہاڑ پر چڑھے اور ایک گھڑی میں اوپر تک پہنچ گئے میں بھی جان توڑتا تھا کبھی گرتا اور کبھی چلتا آخر اس پہاڑ کے سر پر پہنچ گیا۔ آفتاب نکلتا تھا میں نے ایک بڑا لشکر دیکھا بڑے خیمے گڑھے ہوئے تھے ان میں ایک بڑا خیمہ دیکھ کر میں نے پوچھا کہ یہ کس کا خیمہ ہے کہا اس بادشاہ کا ہے۔ میں نے دایاں پاؤں رکاب سے نکالا اور آواز سنی کہ سلطان خیمہ میں نہیں۔ گھوڑے پر بیٹھ کر شکار کو گیا ہے میری عقل جاتی رہی۔ بایاں پاؤں رکاب ہی میں رہا اور سیدھا پاؤں باہر نکالا ہوا تھا۔

ابھی میں اسی انتظار میں تھا کہ سلطان لوٹے (خیموں سے مراد تعینات بے نہایت ہیں اور بڑے خیمہ سے ذات کبریائی کا خیمہ سلطان سے سلطان مطلق مراد ہے۔ دائیں پاؤں سے مراد قوت علم و عمل ہے کہ سالک کی رفتار انہی سے ہوتی ہے۔ قوت علم کو دائیں سے اور قوت عمل کو بائیں سے قوت اور ضعف کے لحاظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ علی ہذا یہ اصطلاحات صوفیہ ہیں) عین القضات کہتے ہیں کہ وہ دو ترکمان ایک تو محمد معشوق تھے دوم امیر علی عبو قدس اللہ سرہما ہیں۔

۳۶۷۔ شیخ عبدالرحمٰن سلمٰی نیشاپوری قدس سرہ

آپ کا نام محمد بن حسین بن موسیٰ ہے۔ صاحب تفسیر حقائق و طبقات مشائخ وغیرہ کے ہیں۔ آپ کی تصانیف بہت ہیں۔ آپ ابوالقاسم نصر آبادی کے مرید ہیں۔ خرقہ بھی ان کے ہاتھ سے پہنا ہے۔ شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے بھی مرید ہیں۔ شیخ ابوسعید ابوالخیر' پیر ابوالفضل کی وفات کے بعد ان کی صحبت میں گئے ہیں اور انہیں کے ہاتھ سے خرقہ پہنا ہے۔ شیخ ابوسعید فرماتے ہیں کہ میں شیخ ابوعبدالرحمٰن سلمٰی کے پاس گیا۔ اول مرتبہ میں نے ان کو دیکھا تو فرمایا کہ تمہارے لئے تذکرہ میں اپنے ہاتھ سے خوشخط لکھوں میں نے کہا لکھو۔ پس انہوں نے اپنے ہاتھ سے یہ الفاظ لکھے۔ **سمعت جدی اباعمر و نجید السلمی یقول سمعت ابا القاسم الجنید بن محمد البغدادی یقول التصوف ھوالخلق زاد علیک بالخلق زاد علیک بالتصوف و احسن ماقیل فی تفسیر الخلق ما قال الشیخ الامام ابوسهل الصعلو کی خلق ھوالا عراض عن الاعراض** یعنی میں نے اپنے دادا ابوعمر نجید سلمٰی سے سنا تھا وہ فرماتے تھے کہ میں نے ابوالقاسم جنید بن محمد بغدادی سے سنا تھا کہ وہ فرماتے تھے کہ تصوف یہی خلق ہے جس کا خلق بڑھ کر ہے وہ تصوف میں بڑھ کر ہے اور خلق کی تفسیر وہ عمدہ ہے جو شیخ امام ابوسہل صعلوکی نے فرمائی ہے کہ خلق یہ ہے کہ اعراض سے چشم پوشی کی جائے صاحب کتاب فتوحات مکیہ قدس سرہ ۱۶۱ باب میں اس مقام میں جو کہ صدیقیت اور نبوت کے درمیان ہے لکھتے ہیں کہ۔

محرم ۵۹۷ھ میں اس مقام پر میں پہنچا۔ بلاد مغرب کے سفر میں تھا۔ مجھ پر حیرت غالب ہوئی تنہائی کی وجہ سے مجھے وحشت معلوم ہوئی مجھ کو معلوم نہیں کہ اس مقام کا کیا نام ہے حالانکہ مجھ کو وہ مقام حاصل تھا۔ پس باوجود حیرت و وحشت کے اس منزل سے میں نے کوچ کیا۔ عصر کی نماز کے بعد ایک شخص کے مکان پر جو میرا دوست تھا گیا وہیں اترا۔ اس حیرت و وحشت کی بابت اس سے باتیں کرتا تھا۔ اتفاقاً دیکھا کہ ایک شخص کا سایہ ظاہر ہوا

ہے۔ تب میں اپنی جگہ سے جھٹ اٹھا کہ شاید کوئی شخص ہو کہ جس سے مجھے خوشی پیدا ہو۔ اس نے مجھ سے معانقہ کیا۔ جب میں نے غور کیا تو دیکھا کہ شیخ ابو عبدالرحمٰن سلمیٰ ہیں کہ ان کی روح جسمانی شکل میں آ گئی ہے۔ حق سبحانہ نے اپنی رحمت سے ان کو میرے پاس بھیج دیا۔ میں نے ان سے کہا کہ تم کو اس مقام پر دیکھا سوں کہا کہ اسی مقام پر میری روح قبض کی گئی تھی اور اسی جگہ پر دنیا سے آخرت تک گیا تھا۔ میں ہمیشہ اسی مقام میں ہوں۔ پھر میں نے اپنی وحشت و حیرت کا ذکر کیا تو کہا الغریب متوحش کو مسافر کو وحشت ہوا کرتی ہے پھر کہا بعد ان سبقت لک العنایة الالھیة بالحصول فی ھذا المقام فاحمد اللہ یااخی.

یعنی بعد اس کے کہ تجھ کو خدائی عنایت اس مقام میں حاصل ہوئی ہے اس لئے اے برادر من تم خدا کی تعریف کرو اور خوش ہو کہ خضر علیہ السلام کے تم شریک ہو گئے۔ میں نے ان سے کہا اے ابو عبدالرحمٰن میں اس مقام کا نام نہیں جانتا کہا۔ ھذا یسمی مقام القربة فتحقق بہ یعنی اس مقام کو مقام قرب کہتے ہیں۔ پس تم اسی مقام میں ثابت رہو۔ شیخ ابو عبدالرحمٰن فرماتے ہیں الذی لا بدللصوفی منہ شیئان الصدق فی الاحوال والادب فی المعاملات یعنی صوفی کو دو چیزوں کا جاننا ضروری ہے ایک تو تمام حالات میں سچ بولنا دوسرا معاملات میں ادب کرنا۔ تاریخ یافعی میں ہے کہ سلمی رحمۃ اللہ علیہ ۴۱۲ھ میں فوت ہوئے ہیں۔

۳۶۸- حسین بن محمد بن موسیٰ اسلمی قدس سرہ العزیز

آپ شیخ ابو عبدالرحمٰن سلمی رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد ہیں۔ بڑے مشائخ میں سے عبداللہ منازل اور ابو علی ثقفی کی صحبت میں رہے ہیں۔ شبلی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا تھا مجاہدہ دائمی رکھتے تھے۔ علوم معاملہ میں کامل تھے۔ جب شیخ عبدالرحمن پیدا ہوئے تھے تو تمام جائیداد بیچ ڈالی اور صدقہ کر دی تھی ان سے کہا گیا کہ تمہارے لڑکا پیدا ہوا۔ اس کیلئے کچھ نہ چھوڑا۔ فرمایا کہ اگر وہ نیک بخت ہوگا۔ وھو یتولی الصالحین یعنی نیکوں کا وارث بنے گا اور اگر برا ہوگا تو میں فساد کا سامان نہ دوں گا۔ آپ ۳۴۰ ہجری کے کچھ اوپر فوت ہو گئے۔

۳۶۹- ابو سہل صعلو کی قدس سرہ

آپ کا نام محمد بن سلیمان صعلو کی فقیر ہے۔ آپ علوم شریعت میں اپنے وقت کے امام اور یکتاء زمان تھے۔ دوست دشمن کی زبان پر سب سے بڑھنے میں متفق اللفظ تھے۔ شبلی مرتعش ابو علی ثقفی کی صحبت میں رہے تھے۔

ابوالحسن قوشجی ابونصر صفار نیشاپوری کی رفاقت میں رہے تھے۔ اچھی سماع والے اور اچھے وقت والے تھے۔ شیخ عبدالرحمٰن سلمی کہتے ہیں کہ ابوسہل صعلوکی سے سماع کی بابت پوچھا گیا تو کہا یستحب لاھل الحقائق دیباج لاھل العلم ویکرہ لاھل الفسق والفجور وہ فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی جیب میں ہاتھ نہیں ڈالا کسی چیز پر گرہ نہیں لگائی۔ میرے پاس قفل اور کنجی نہیں رہی ہے۔ وہ یہ بھی فرماتے ہیں قد تعدی من تمنی ان یکون کمن تغنی (معنے ہر دو کے ایک ہی ہیں) شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ یہ بہتر ہے اور کسی نے ایسا نہیں کہا کہ اس کو طلب سے نہیں پاتے لیکن طالب چاہئے۔ ابوسہل صعلوکی نیشاپور میں ۳۶۹ھ فوت ہوئے اور ان کے بیٹے ابوالطیب سہل بن محمد بن سلیمان صعلوکی کی امام ماہ رجب ۴۰۴ھ میں فوت ہوئے ہیں۔

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ سہل صعلوکی نے فرمایا ہے۔ من تصدر قبل اوانہ فقد تصدی لھوانہ یعنی جو شخص کہ قبل از وقت مقام صدارت و بزرگی میں آیا تو وہ اپنی ذلت وخواری کے درپے ہوا۔ ایک دن سہل صعلوکی نے درس میں کہا محمیہ ھی زوجۃ یعنی اس کی بیوی نے کہا ہے کہ تمام قرآن میں مجھ کو یہ بات بہت تعجب معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کہی ہے۔ واصطنعتک لنفسی یعنی میں نے تم کو اپنے لئے بنایا ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ مجھ کو اس بات پر حسد آتا ہے۔

۳۷۰- شیخ ابوالقاسم قشیری قدس سرہ

آپ کا نام عبدالکریم بن ہوازن قشیری ہے۔ صاحب رسالہ اور تفسیر لطائف الارشادات وغیرہ کے ہیں۔ ہر فن میں ان کے لطیفے بہت ہیں۔ تصانیف بڑی لطیف ہیں۔ ابوعلی دقاق کے مرید ہیں۔ ابوعلی فارمدی کے استاد ہیں۔ ماہ ربیع الآخر ۴۶۵ھ میں فوت ہوئے ہیں۔ صاحب کشف المحجوب فرماتے ہیں کہ امام قشیری کو ان کے ابتدائی حال کی بابت میں نے پوچھا کہا کہ مجھ کو ایک دفعہ گھر کی کھڑکی کیلئے پتھر کی ضرورت پڑی۔ جس پتھر کو پکڑتا۔ وہ جواہر بن جاتا تھا۔ پھر اس کو پھینک دیتا تھا۔ یہ اس لئے تھا کہ ان کے نزدیک دونوں برابر تھے بلکہ جواہر ان کے نزدیک زیادہ ذلیل تھا کیونکہ اس سے اس کی خواہش نہ تھی۔ پتھر کی خواہش تھی۔ صاحب کشف المحجوب یہ بھی کہتے ہیں کہ میں نے ان سے یہ سنا تھا۔ وہ فرماتے تھے۔ مثل الصوفی کمثل البرسام اولہ ھذیان واخرہ سکون فاذا تمکنت خرست یعنی صوفی کا حال برسام والے کی طرح ہے۔ اس کا شروع تو بکواس ہے اور اس کے آخر میں سکون ہے اور جب تو نے قرار پکڑا تو گنگا ہو گیا۔

قشیری یہ بھی کہتے ہیں التوحید سقوط الرسم عند ظهور الاسلام و فناء الاغيار عند طلوع الانوار تلاشي الخلائق عند ظهور الحقائق وفقد روية الاغيار عند وجد قربة الجبار جل ذكره و ممالنشده لنفسه

سقى الله وقتا كنت اخلو بوجوهكم وتعز الهوى فى روضه الانس ضاحك
اقمنا زمانا والعيون قريره واصبحت يوما والجفون سوافك

یعنی توحید یہ ہے کہ ظہور اسلام کے وقت رسم کو دور کر دیا جائے اور انوار کے طلوع کے وقت غیروں کو فنا کر دیا جائے۔ ظہور حقائق کے وقت مخلوق معدوم ہو جائے اور خدا کے قرب کے وقت غیروں کا دیکھنا جاتا رہے اور یہ ان کے اپنے شعر ہیں۔ یعنی خدائے تعالیٰ اس وقت کو خوش کرے کہ میں غیر سے خالی ہو کر تمہارے چہرہ کے مشاہدہ میں تھا اور عشق کے دانت محبت کے باغ میں ہنستے تھے۔ ہم ایک مدت تک اس طرح زندہ رہے کہ آنکھیں ٹھنڈی تھیں لیکن میں نے ایسے دن صبح کی کہ آنکھیں خون گراتی ہیں۔

۳۷۱- شیخ ابوالعباس شقانی قدس سرہ

آپ کا نام احمد بن محمد ہے۔ اقسام علوم میں خواہ اصول ہو یا فروغ امام تھے۔ بہت سے مشائخ کو دیکھا تھا۔ بڑے صوفی تھے۔ صاحب کشف المحجوب فرماتے ہیں کہ مجھ کو ان سے بہت محبت تھی اور ان کو مجھ پر سچی شفقت تھی۔ وہ بعض علوم میں میرے استاد تھے ہرگز میں نے کسی طبقہ کے لوگوں میں ایسا شخص نہیں دیکھا کہ اس کے نزدیک شروع کی زیادہ تعظیم ہو۔ جیسا کہ ان کے نزدیک تھی۔ ہمیشہ دنیا و آخرت سے نفرت رکھتے اور کہتے اشهى علما لا عودله یعنی میں ایسے عدم کو چاہتا ہوں کہ جس کو لوٹنا نہ ہو۔ فارسی میں کہا کہ ہر آدمی کیلئے ایک مقام ہے جس کو وہ چاہتا ہے اور میرا بھی ایک مقام ہے جس کا تعین نہ ہوگا اور وہ یہ ہے کہ میں چاہتا ہوں اللہ تعالیٰ مجھ کو ایسے عدم میں لے جائے کہ ہرگز اس کا وجود نہ ہو کیونکہ جو کچھ مقامات و کرامات ہیں یہ سب حجاب اور بلا ہیں۔ خدا کے دیدار میں نیستی حجاب کے آرام سے بہتر ہے اور جب حق تعالیٰ ایسی ہستی ہے کہ اس پر عدم جائز نہیں تو اس کے ملک میں کیا نقصان ہے کہ میں ایسا نیست ہو جاؤں جس کیلئے ہستی نہ ہو۔

صاحب کشف المحجوب فرماتے ہیں کہ ایک دن میں ابوالعباس کی خدمت میں گیا۔ ان کو میں نے دیکھا کہ یہ آیت پڑھتے ہیں ضرب الله مثلا عبدا مملوكا لا يقدر على شىء یعنی مثال دی اللہ تعالیٰ نے ایک بندہ

کی کہ جو مملوک ہے کسی شے پر قدرت نہیں رکھتا۔ یہ آیت پڑھ کر رو رہے تھے اور نعرہ مارتے تھے میں نے سمجھا کہ اب یہ فوت ہو جائیں گے میں نے کہا ایھا الشیخ یہ کیا حال ہے کہا گیارہ سال ہو چکے ہیں کہ میرا وظیفہ یہاں تک پہنچا ہے۔ اس سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ ایک دن شیخ ابو سعید ابوالخیر نیشاپور کی خانقاہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ شیخ ابوالعباس شقانی آئے۔ شیخ نے ان کو سید سے بڑھ کر بٹھلایا۔ سید صاحب اس سے ناراض ہو گئے اور ان کے دل میں ایک قسم کی دادرسی پیدا ہوئی۔ شیخ نے سید اجل کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ آپ کو جو دوست رکھتے ہیں تو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے دوست رکھتے ہیں اور ان کو جو دوست رکھتے ہیں تو خدائے تعالیٰ کی وجہ سے۔ شیخ ابوالعباس شقانی کہتے ہیں کہ میں ایک دن گھر میں آیا دیکھا کہ ایک کتا لیٹا ہوا ہے۔ میں نے سمجھا کہ محلّہ سے آیا ہے میں نے اس کے نکالنے کا ارادہ کیا وہ میرے دامن کے نیچے آ کر گم ہو گیا۔

۳۷۲۔ ابوالفضل محمد بن الحسن الختلی قدس اللہ سرہ

آپ ابوالفضل بن حسن بن سرخسی کے علاوہ ہیں۔ انہوں نے بیت الجن میں وفات پائی کہ جو ایک گاؤں عقبہ پر دمشق کے نزدیک ہے صاحب کشف المحجوب فرماتے ہیں کہ میں طریقت میں ان کا تابع ہوں۔ علوم تفسیر و روایات کے عالم تھے۔ حصری کے مرید اور برادران تھے۔ ابو عمر قزوینی کے ہم عصر تھے۔ ابوالحسن ساٹھ سال تک گوشوں میں بھاگتے پھرے اور اپنا نام لوگوں میں گم کر دیا ہوا تھا۔ اکثر لگام پہاڑ میں رہتے اچھی عمر ہو گئی تھی۔ ان کے نشانات و کرامات بہت تھے لیکن صوفیوں کا لباس اور ان کے رسوم کے پابند نہ تھے۔ رسمی صوفیوں سے سختی سے پیش آتے تھے۔ میں نے ان سے بڑھ کر کوئی شخص ہیبت ناک نہیں دیکھا۔ میں نے ان سے سنا تھا کہ فرماتے تھے **الدنیا یوم ولنا فیھا صوم** یعنی دنیا ایک دن ہے اور ہمارا اس میں روزہ ہے۔ ایک دن میں ان کے ہاتھ پر پانی ڈال رہا تھا کہ میرے دل میں گزرا جب سب کام تقدیر اور قسمت میں ہیں تو کیوں آزاد لوگ پیروں کی خدمت کرامت کی امید پر کرتے ہیں۔

آپ نے فرمایا اے بیٹا جو کچھ تمہارے دل میں گزرا ہے مجھے معلوم ہو گیا۔ ہر حکم کیلئے ایک سبب ہوا کرتا ہے جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ سردار کے بچہ کو ملک کا تاج دے تو پہلے اس کو توبہ دیتا ہے اور کسی دوست کی خدمت میں مشغول کرتا ہے تا کہ خدمت اس کی بزرگی کا سبب بن جائے۔ شیخ نے ایک اور وقت بیت الجن سے دمشق کا ارادہ کیا بارش آ گئی تھی۔ ہم کیچڑ میں بمشکل چلتے تھے۔ میں نے دیکھا کہ شیخ کی جوتی خشک تھی میں نے ان سے کہا

انہوں نے کہا ہاں۔ جب سے میں نے توکل کی راہ کا پورا قصد کر لیا ہے اور اپنے باطن کو وحشت کی راہ سے بچا لیا ہے' خداوند تعالیٰ نے ہمارے قدم کو کیچڑ سے بچالیا۔ وہی یہ بھی کہتے ہیں کہ میرے شیخ ابوالفضل بن حسن رحمۃ اللہ علیہ نے ۵۶ سال تک ایک ہی جامہ رکھا ہوا تھا۔

بے تکلف اسی کو پیوند لگاتے رہتے تھے۔ صاحب کشف المحجوب یہ بھی فرماتے ہیں کہ آپ نے کہا ہے ایک دفعہ اولیاء اللہ کی جماعت جنگل میں جمع تھی۔ میرے پیر حصری مجھے اپنے ساتھ لے گئے۔ میں نے اس جماعت کو دیکھا کہ ہر ایک ناقہ پر سوار آتا تھا اور شیخ حصری ان کی طرف متوجہ نہ ہوتے تھے۔ یہاں تک کہ میں نے ایک جوان کو دیکھا کہ وہ ٹوٹی ہوئی جوتی اور ٹوٹے ہوئے عصا سے اور پاؤں سے جو بیکار ہو گئے تھے۔ ننگا سر' بدن جلا ہوا' لاغر و بلا آیا۔ حصری جھٹ اٹھ کھڑے ہوئے اور آگے بڑھ کر اس کو بلند جگہ پر بٹھلایا۔ میں نے تعجب کیا اس کے بعد میں نے شیخ سے اس کا سبب پوچھا فرمایا کہ یہ خدا کے ولیوں میں سے ایک ایسا ولی ہے کہ ولایت کے تابع نہیں بلکہ ولایت اس کے تابع ہے۔ امارت کی طرف توجہ نہیں کرتا۔

۳۷۳۔علی بن عثمان بن علی الجلابی غزنوی قدس سرہ العزیز

(یعنی حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ)

آپ کی کنیت ابوالحسن ہے۔ عالم اور عارف تھے۔ شیخ ابوالفضل بن حسن ختلی کے مرید تھے اور دیگر بڑے بڑے مشائخ کی صحبت میں رہے ہیں۔ صاحب کشف المحجوب ہیں جو کہ اس فن میں ایک مشہور کتاب ہے۔ جس میں لطائف وحقائق بہت جمع ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ شیخ گرگانی رحمۃ اللہ علیہ سے میں نے پوچھا تھا کہ درویش کو کم از کم کیا ہونا چاہیئے جس سے فقر کا اسم اس پر مناسب ہو سکے۔ فرمایا تین چیزیں چاہیئے اور ان تین سے کم نہ چاہیے۔ ایک تو یہ کپڑے کو درست پیوند لگا سکے' دوم یہ کہ سچی بات کہے اور سنے' سوم یہ کہ زمین پر سیدھا پاؤں رکھے۔ درویشوں کا ایک گروہ میرے ساتھ تھا کہ یہ بات کہی تھی۔ جب ہم اپنے مکان پر آگئے تو ہم نے کہا کہ آؤ ہم سب اس میں بات کریں۔ ہر ایک نے کچھ کچھ کہا جب میری باری آئی تو میں نے کہا کہ سیدھا پیوند لگانا یہ ہے کہ فقر کیلئے سیئے نہ زینت کیلئے۔

جب پیوند لگائے اگر الٹا سیا جائے تو سیدھا ہی سمجھا جائے اور سچی بات یہ ہے کہ حال سے سنے نہ خودی سے

اور حق وسعی سے اس میں تصرف کرے نہ خوش طبعی سے اور زندگانی سے اس کو سمجھے نہ عقل سے اور سیدھا پاؤں زمین پر رکھنا یہ ہے کہ وجد کے ساتھ زمین پر مارے نہ لہو کے ساتھ۔ میری اس بات کو بعینہ اس پیر کی خدمت میں لوگوں نے پیش کیا تو فرمایا اصاب علی جبرہ اللہ تعالیٰ یعنی درست کہتے ہیں۔ خدا ان کا جبر نقصان کرے آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ بینہ میں ابوسعید کے مزار پر میں تنہا بیٹھا ہوا تھا ایک سفید کبوتر کو میں نے دیکھا کہ وہ آیا ہے اور قبر پر جو کپڑا ڈالا ہوا ہے اس میں چھپ گیا۔ جب اٹھا اور دیکھا تو اس کپڑے کے نیچے کچھ بھی نہ تھا۔ دوسرے دن بھی ویسے ہی دیکھا۔ تیسرے دن بھی ویسا ہی دیکھا یہاں تک کہ ایک رات میں نے ان کو خواب میں دیکھا اور اس کا سبب پوچھا۔ آپ نے فرمایا یہ کبوتر میری صفائی کا معاملہ ہے۔ کہ ہر روز میری ہم نشینی کیلئے قبر میں آتا ہے۔

۳۷۴- خواجہ احمد حماد سرخسی قدس سرہ

صاحب کشف المحجوب فرماتے ہیں کہ آپ وقت کے عابدوں میں بہادر تھے۔ ایک مدت تک میرے ساتھ رہے ہیں۔ ان کے وقت میں بہت سے عجائبات میں نے دیکھے ہیں۔ ایک دن میں نے ان سے پوچھا کہ تمہاری ابتدائی حالت کیسی تھی کہا کہ میں سرخس سے چلا اور جنگل میں آیا۔ اونٹوں کی نگہبانی کرتا تھا اور ایک مدت تک وہاں تھا۔ ہمیشہ میں بھوکے رہنے کو پسند کرتا۔ اپنا حصہ دوسروں کو دیا کرتا تھا اور خدا کا فرمان میری آنکھوں کے سامنے تھا۔ ویوثرون علی انفسھم الایۃ یعنی وہ اپنے آپ پر اوروں کو ترجیح دیتے ہیں اور اس گروہ صوفیہ کا معتقد تھا۔ ایک دن ایک شیر جنگل سے آ رہا تھا۔ وہ ایک میرے اونٹ کو پکڑ کر ٹیلہ پر لے گیا اور آواز دی جس قدر اور درندے طرح طرح کے اس جنگل میں تھے۔ سب اس کی آواز سن کر آ گئے اور وہاں جمع ہو گئے۔

وہ آیا اور اونٹ کو پھاڑ ڈالا اور کچھ نہ کھایا اور پھر ٹیلہ پر چلا گیا تمام درندے بھیڑیا' گیدڑ' لومڑی وغیرہ مل کر اس کو کھانے لگے اور خوب پیٹ بھر لئے۔ وہ الگ بیٹھا تھا جب سب کھا کر چل دیئے تو اس وقت شیر آیا اور چاہا کہ کچھ اس میں سے کھائے کہ ایک لومڑی دور میں سے ظاہر ہوئی۔ شیر واپس چلا گیا اور پھر ٹیلہ پر چڑھ گیا۔ لومڑی بھی خواہش کے مطابق کھا کر چلی گئی اس کے بعد پھر شیر اترا اور کچھ اس میں سے کھایا۔ میں دور سے یہ نظارہ دیکھ رہا تھا۔ اس نے چلنے کے وقت مجھ سے کہا اے احمد لقمہ کا دے دینا کتوں کا کام ہے اور مردان دین کا کام یہ ہے کہ جان قربان کر دیں۔ جب میں نے یہ پختہ دلیل اس سے سنی تو میں نے سب شغل دنیاوی چھوڑ دیئے اور میری توبہ کی ابتداء یہ تھی۔

۳۷۵-ادیب کمندی قدس سرہ

آپ صاحب کشف المحجوب کے ہم عصر ہیں۔ کہتے ہیں کہ بیس سال تک کھڑے رہے تھے۔ تشہد کے سوا نہیں اٹھتے تھے۔ لوگوں نے ان سے پوچھا کیوں نہیں بیٹھتے ہو انہوں نے کہا کہ مجھے ابھی یہ درجہ حاصل نہیں کہ خدا کے مشاہدہ میں بیٹھوں۔

۳۷۶-ابوالحسن بن مثنیٰ قدس اللہ سرہ

آپ کا نام علی بن مثنیٰ ہے۔ شیخ ابوسعید ابوالخیر کہتے ہیں کہ میں جوان تھا۔ استر آباد میں ابوالحسن بن مثنیٰ کے پاس آیا۔ وہ بڑے پیر بڑے بزرگ اور بارعب تھے۔ شبلی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہے تھے اور ان میں باہم کچھ شکر رنجیاں تھیں۔ میرے پاس ایک درویش بیٹھا ہوا تھا اس نے مجھ سے کہا کہ پیر ابوالحسن سے پوچھو کہ شبلی کی باتیں ہم کو سنائے۔ میں نے کہا اے شیخ ہم کو شبلی رحمۃ اللہ علیہ کی باتیں سناؤ۔ کہنے لگے کیوں پہلے یہ نہیں کہتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں سناؤ۔ میں نے کہا دونوں کی سناؤ۔ اس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میری امت پر سوائے سورہ کہف کے اور کوئی سورت نہ اترتی تو وہ کافی تھی۔ شیخ ابوسعید یہ بھی کہتے ہیں کہ شیخ ابوالحسن مثنیٰ سے میں نے سنا کہ وہ کہتے تھے۔ میں جامع مسجد بغداد میں شبلی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں ایک طرف کھڑا تھا۔ ایک شخص وہاں پہنچا جو صوفیہ کے لباس میں تھا۔

پوچھا ایھا الشیخ ما الوصل یعنی وصل کیا چیز ہے۔ شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے ادھر منہ کیا اور ایھا السائل عن الوصل السقط العطفتین وقد وصلت یعنی اے وہ شخص جو اصل کی بابت سوال کرتا ہے۔ دونوں جانب اعتبار کو دور کر دے تو پھر تجھ کو وصل ہو جائے گا۔ سائل نے کہا یا ابابکر ما العطفتان یعنی اے ابا بکر وہ جانب کیا ہیں۔ شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا قام ذروۃ بین یدیکم فحجبتکم عن اللہ یعنی تمہارے سامنے ایک بلندی قائم ہو گئی ہے جو تم کو خدا سے حجاب میں ڈالتی ہے۔ پھر سائل نے کہا ما تلک الذروۃ یعنی وہ بلندی کیا ہے کہا الدنیا والعقبی کذا قال ربنا منکم من یرید الدنیا و منکم من یرید الاخرہ فاین من یرید اللہ یعنی یہ بلندی دنیا اور آخرت ہے جیسا کہ ہمارا رب فرماتا ہے کہ تم میں سے بعض دنیا کو چاہتے ہیں اور بعض آخرت کو چاہتے ہیں۔ پس کہاں ہیں وہ لوگ؟ جو اللہ کو چاہتے ہیں۔

اس کے بعد شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اذا قلت اللہ فھو اللہ و اذا اسکت فھوا اللہ یا اللہ یا اللہ من ھو ھو ولا یعلم احدما ھو الا ھو سبحانہ وحدہ لا شریک لہ یعنی جب تو اللہ کہے تو اللہ ہے اور جب تو چپ کر رہے تو وہ اللہ ہے۔ اے اللہ اے اللہ اے وہ اے وہ نہیں جانتا کوئی شخص کہ وہ کیا ہے۔ مگر وہ خود ہی جانتا ہے وہ پاک ہے پاک ہے اکیلا ہے جس کا کوئی شریک نہیں یہ کہہ کر شبلی رحمۃ اللہ علیہ بے ہوش ہو گئے اور بے خود گر پڑے ان کو اٹھا کر گھر پر لے گئے۔

۳۷۷- شیخ احمد نجار استر آبادی قدس سرہ

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ وہ خراسان کے شیخ ہیں۔ شبلی اور مرتعش کی صحبت میں رہے ہیں۔ شبلی رحمۃ اللہ علیہ۔ نے ایک دفعہ ان کی موچھیں کھولی تھیں۔ انہوں نے کہا آئندہ کبھی نہ کھولنی چاہئے۔ اصل نقطہ شارب ہے جس کے معنی رگ کے بھی ہیں۔ فصد لینا۔ نامی:

۳۷۸- ابوزرعہ رازی قدس سرہ

آپ کا نام احمد بن محمد ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ میں نے تیرہ شخصوں کو دیکھا ہے جنہوں نے ان کو دیکھا ہے۔ شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں۔ ان سے لوگوں نے کہا تمام دن ہنساتے رہتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ میرے پاس سوائے اس کے اور کوئی سرمایہ نہیں ہے کہ درویش میری باتوں سے ہنسیں۔ شیخ الاسلام نے کہا ہے کہ ان کے مرنے کے بعد لوگوں نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ تمہارا کیا حال ہوا۔ کہا مجھ کو اللہ تعالیٰ نے سامنے بلایا اور پوچھا تم ہی ہو کہ جس نے میرے دین میں لوگوں کے ساتھ زرہ پہنی تھی۔ میں نے کہا ہاں کہا ھلا و کلت خلقی الی واقبلت بقلبک علی یعنی کیوں نہ سپرد کیا میری مخلوق کو میری طرف اور کیوں نہ متوجہ ہوا اپنے دل سے میری طرف۔

۳۷۹- شیخ ابوزرعہ اردبیلی قدس سرہ

آپ کا نام عبدالوہاب بن محمد بن اردبیلی ہے۔ عالم زاہد تھے۔ بہت سے سفر کئے تھے اور بڑی عمر والے تھے۔ شیخ ابوزرعہ خفیف کے ساتھ عرب کے راہ میں مدینہ شریف تک ہمراہ تھے۔ کہتے ہیں کہ شیخ ابوعبداللہ نے سفر

کا قصد کیا تھا۔ ابوزرعہ کے سامنے آئے ابوزرعہ کچھ گوشت پکا کران کے سامنے لائے۔ شیخ نے نہ کھایا۔ جب سفر کیلئے باہر گئے تو جنگل میں راستہ بھول گئے اور چار دن بھوکے رہے کچھ نہ کھایا۔ شیخ نے یاروں سے کہا تلاش کرو شاید کوئی شکار مل جائے۔ یہاں تک کہ ایک کتے کو دیکھا بڑی کوشش کر کے اس کو پکڑا اور مار ڈالا۔ امام مالک کے مذہب کے مطابق اس کو تقسیم کیا۔ اس کا سر شیخ کے حصے میں آیا۔ ہر ایک اپنا حصہ کھاتا تھا مگر شیخ اس کے کھانے میں تامل کرتے تھے۔ یہاں تک کہ رات گزر گئی۔ جب صبح کا وقت ہوا تو اس کتے کا سر بول اٹھا اور کہنے لگا یہ اس شخص کی سزا ہے کہ سڑا ہوا گوشت ابوزرعہ اردبیلی کے دستر خوان سے نہ کھائے۔ شیخ اٹھے لوگوں کو جگایا اور کہا کہ آؤ ابوزرعہ کے پاس جائیں۔ ان سے معافی مانگیں پھر شیراز میں واپس آ گئے اور ان سے معافی مانگی پھر سفر کیلئے باہر نکلے۔ کہتے ہیں کہ ابوزرعہ آخر عمر میں صوفیوں پر نکلے اور ان میں پڑ گئے شاید کہ یہ نسبت بے معنی نہ ہو۔ شاید کہ وہ اس کے مستحق ہوں۔ آپ ۴۱۵ھ میں فوت ہوئے ہیں۔

۳۸۰- ابوعبداللہ المشتہر ببابونی قدس سرہ (یا بھاوئی)

آپ کی قبر شیراز کے مشہور مزارات میں سے ہے۔ کہتے ہیں کہ اسی نے یہ کہا تھا امسیت کرویا و اصبحت عربیا یعنی میں نے شام کی تھی کردی بنکر اور صبح کی تھی عربی بن کران کا قصہ یہ تھا کہ آپ کروی تھے۔ ایک دن شیراز کے ایک مدرسہ میں آئے دیکھا کہ طالبعلم درس اور مباحثہ میں مشغول ہو رہے ہیں۔ ان سے سوال کیا وہ سب ہنس پڑے۔ انہوں نے کہا میں چاہتا ہوں کہ تمہارے علوم میں سے کچھ سیکھوں۔ انہوں نے کہا اگر تم چاہتے ہو کہ عالم بن جاؤ۔ ایک رسی اپنے گھر کی چھت سے لٹکا اپنے پاؤں کو اس کے ساتھ مضبوط باندھ دے جس قدر ہو سکے یہ وظیفہ پڑھ کذبرہ وغضفرہ تو پھر علم کے دروازے تم پر کھل جائیں گے۔ انہوں نے یہ نہ سمجھا کہ مجھ سے طالبعلم ہنسی کرتے ہیں۔ گھر گیا اور ویسا ہی کیا۔ اپنی حسن نیت و رصدق یقین سے جو کچھ طلباء نے سبق پڑھایا تھا رات بھر تکرار کرتا رہا۔ صبح کے وقت اللہ تعالیٰ نے اس پر علم لدنی کے دروازے کھول دیئے اور ان کا سینہ انوار قدس سے کھل گیا۔ ایسے ولی بن گئے کہ ہر ایک باریک مسئلہ کا جواب بتلاتے اور ہر مخالف پر غلبہ پاتے۔

۳۸۱- شیخ ابوعبداللہ باکو قدس سرہ

آپ کا نام علی بن محمد بن عبداللہ ہے۔ مگر ابن باکو یہ مشہور تھے۔ علوم میں متبحر تھے۔ جوانی میں شیخ عبداللہ

خفیف کو دیکھا تھا۔ اس کے بعد شیراز سے سفر کیا تھا۔ نیشاپور میں امام قشیری شیخ ابوسعید قدس اللہ تعالیٰ اسرار ہم سے ملاقات کی تھی۔ شیخ ابوالعباس نہاوندی کے مصاحب تھے۔ ان کے درمیان طریقت میں بہت سی باتیں ہوئی تھیں۔ شیخ ابوالعباس نے ان کی بزرگی اور سبقت کا اقرار کیا ہے۔ اس کے بعد شیراز میں واپس آئے اور پہاڑوں غاروں میں جو شیراز کے نزدیک ہیں گوشہ نشین رہے ہیں۔ تمام مشائخ صوفیہ کے علماء و فقراء ان کی صحبت میں آتے تھے۔ آپ ۴۴۲ھ میں فوت ہوئے ہیں۔ ایسے وقت میں کہ شیخ ابوسعید ابوالخیر نیشاپور میں تھے۔ استاد ابوالقاسم قشیری نے ان سے التماس کیا تھا کہ ہفتہ میں ایک دن ان کی خانقاہ میں مجلس وعظ کیا کریں گے۔ منبر رکھا گیا تھا اس پر جامہ ڈال دیا ہوا تھا۔ لوگ آتے اور بیٹھ جاتے۔ شیخ ابوعبداللہ باکو استاد کے پوچھنے کیلئے آئے ہوئے تھے جب بیٹھے تو ایک دوسرے کا حال پوچھا۔

شیخ ابوعبداللہ نے کہا استاد امام یہ کیا ہے۔ کہا شیخ ابوسعید مجلس کریں گے۔ بیٹھو اور سنو۔ ابوعبداللہ نے کہا میں ان کا معتقد نہیں ہوں۔ استاد ابوعبداللہ بیٹھے استاد امام نے کہا سنو کہ یہ مرد دلوں کی باتوں کو جانتا ہے۔ خبردار کوئی حرکت نہ کرنا اور دل میں اور اندیشہ نہ لانا کہ وہ اسی وقت ظاہر کر دیں گے۔ پھر شیخ ابوسعید آئے اور منبر پر بیٹھے۔ قاری خوانوں نے قرآن پڑھا اور شیخ نے دعا کی۔ جب بات شروع کی تو ابوعبداللہ باکو نے ہوا کی طرف منہ کیا اور آہستہ اپنے دل میں کہا کہ وزباد میں ہوا بہت ہے۔ (وزباد وہ موضع کہ ہوا اس میں بہت جمع ہو جاوے) ابھی انہوں نے پوری بات دل میں نہ سوچی تھی کہ شیخ ابوسعید ان کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ ہاں وزباد ہوا کا معدن ہے۔ یہ بات کہہ کر پھر تقریر شروع کی۔ جب شیخ تقریر میں گرم ہو گئے تو شیخ عبداللہ نے یہ حالت دیکھی اور ان کی حکومت و بزرگی دلوں پر مشاہدہ کر کے یہ خیال کیا کہ میں کس قدر مقامات مجرد میں کھڑا ہوا ہوں اور کس قدر مشائخ کو دیکھتا ہوں۔ کیونکہ لڑکپن سے ان کی خدمت میں پھرا ہوں۔ یہ کیا سبب ہے کہ یہ باتیں اس مرد پر ظاہر ہوئی ہیں اور ہم پر ظاہر نہیں ہوتیں۔ شیخ ابوسعید نے اسی وقت ان کی طرف متوجہ ہو کر کہا اے خواجہ۔

من چنیتم کہ مرا بخت چنین است وچناں　　　　تو چنانی کہ ترا بخت چنان است وچناں

وصلی اللہ علی محمد والہ اجمعین ہاتھ منہ پر ملا اور منبر سے نیچے اتر آئے۔ استاد امام اور ابوعبداللہ باکو کے سامنے گئے۔ جب بیٹھے تو شیخ ابوسعید نے استاد امام سے کہا ان حضرت سے کہیے کہ مجھ سے دل صاف کر لیں۔ ابوعبداللہ باکو نے کہا کہ میں اس وقت خوش ہوں گا کہ ہر جمعرات کو میرے پاس آؤ اور پھر نہ آؤ۔ شیخ ابوسعید نے فرمایا کہ بہت سے مشائخ اور بزرگوں کی نظر آپ پر پڑی ہے۔ ہم ان نظروں کی وجہ سے آتے ہیں نہ آپ کیلئے۔ جب شیخ

ابوسعید نے یہ بات کہی تو تمام حاضرین نے رونا اور چیخنا شروع کر دیا۔ شیخ ابوعبداللہ بھی رو پڑے اور وہ افکار و رنجش دل سے جاتی رہی بلکہ صاف دل ہو گئے۔

سب لوگ خوش ہو کر اٹھے جب شیخ ابوعبداللہ کو وہ انکار نہ رہا تو وہ شیخ ابوسعید کے سلام کو جایا کرتے لیکن ابھی ان کے رقص وسماع پر سخت انکار کرتے اور کبھی کبھی اس کا اظہار بھی کر دیتے۔ ایک رات انہوں نے خواب میں دیکھا کہ ہاتف غیبی ان کو کہہ رہا ہے۔ **قوموا وارقصوا اللہ** یعنی کھڑے ہو جاؤ اور اللہ کیلئے رقص کرو۔ جب یہ بیدار ہوئے تو کہنے لگے۔ **لاحول ولا قوہ الا باللہ العلی العظیم** یہ خواب شیطانی ہے۔ دوبارہ سو گئے تو پھر ہاتف کہتا ہے "**قوموا وارقصوا اللہ**" یعنی کھڑے ہو اور خدا کیلئے رقص کرو پھر بیدار ہوئے اور لاحول پڑھنے لگے۔ ذکر کرنے لگے اور چند سورۃ قرآن پڑھیں۔ تیسری بار سوئے تو پھر وہی خواب دیکھا تب معلوم کیا کہ یہ خواب شیطانی نہیں ہے اور یہ اسی انکار کے سبب سے ہے کہ جو شیخ ابوسعید پر کرتا ہوں۔ صبح ہی شیخ ابوسعید کی خانقاہ میں آئے۔ جب خانقاہ کے دروازہ پر پہنچے تو شیخ ابوسعید حجرہ میں کہتے تھے۔ **قوموا وارقصوا اللہ** شیخ ابوعبداللہ خوش ہو گئے اور وہ ان کا انکار بالکل جاتا رہا۔

۳۸۲- شیخ مومن شیرازی قدس سرہ

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ابواسمٰعیل ویاس (شیر فروش) کہتے ہیں کہ میں نے حج کی نیت کی اور شیراز میں پہنچا ایک مسجد میں گیا۔ شیخ مومن کو دیکھا کہ درزی گری کرتے ہیں۔ میں سلام کر کے بیٹھ گیا مجھ سے پوچھا کہ کس نیت سے نکلے ہو۔ میں نے کہا حج کا ارادہ ہے کہا ہاں ہے۔ میں نے کہا ہاں ہے کہا لوٹ جاؤ اور ماں کی خدمت کرو مجھ کو یہ بات اچھی معلوم نہیں ہوتی۔ پھر کہا دل میں پیچ و تاب کیا کھاتے ہو۔ میں نے پچاس حج کئے ہیں اور وہ بھی سر اور پاؤں برہنہ سے میں وہ سب تم کو دے دیتا ہوں۔ تم اپنی والدہ کی خوشی مجھے دے دو۔

۳۸۳- شیخ ابواسحٰق شامی قدس سرہ

آپ بڑے بزرگ ہوئے ہیں۔ آپ کی قبر مکہ میں ہے جو کہ بلاد شام میں ہے۔ شیخ علو دینوری کے مرید ہیں اور وہ شیخ ابوہبیرہ بصری کے مرید تھے۔ وہ حذیفہ مرعشی رحمۃ اللہ علیہ کے وہ حضرت ابراہیم ادھم قدس اللہ اسرارہم کے مرید ہیں۔ یہ شیخ ابواسحٰق شامی چشت میں پہنچے ہیں اور خواجہ ابواحمد ابدال نے کہ چشت کے اعلیٰ درجہ

کے مشائخ ہیں۔ان کی صحبت حاصل کی ہے اور انہی سے تربیت حاصل کی ہے۔

۳۸۴-خواجہ ابواحمد ابدال چشتی قدس سرہ

آپ سلطان مرسناعہ کے صاحبزادہ ہیں۔ جو کہ چشت کے شریف اور اس ولایت کے امیر تھے۔آپ کی ایک ہمشیرہ نہایت نیک بخت تھی۔شیخ ابواسحٰق شامی ان کے گھر میں آیا کرتے اور ان کا کھانا کھایا کرتے۔ایک دن آپ نے ان سے کہا کہ تمہارے بھائی کے لڑکا ہوگا جس کی بڑی شان ہوگی۔تم کو چاہئے کہ اپنی بھاوج کی محافظت کرو کہ حمل کے ایام میں کوئی چیز جس میں حرام یا اس کا شبہ ہو نہ کھائے۔وہ ضعیفہ صالح شیخ ابواسحٰق کے فرمان کے مطابق اپنے ہاتھ سے چرخہ کاتتی اور سوت کو بیچ کر اپنی بھاوج کیلئے ضروریات خرید لیتی۔یہاں تک کہ بتاریخ ۲۶۰ ہجری میں وزمانہ خلیفہ معتصم باللہ کا تھا خواجہ ابواحمد پیدا ہوئے اور وہی نیک بخت پھوپھی ان کو اپنے گھر میں بوجہ حلال پرورش کرتی۔کبھی کبھی شیخ ابواسحٰق ان کے گھر میں آتے اور بچپنے میں خواجہ ابواحمد کو دیکھتے۔کہا کرتے کہ اس لڑکے سے ایسی خوشبو آتی ہے کہ جس سے بڑا خاندانی ظاہر ہوگا۔عجیب حالات اور غریب آثار دیکھنے میں آئیں گے۔جس وقت کہ خواجہ ابواحمد بیس سال کی عمر کے ہوگئے اور اپنے والد سلطان فرسنامہ کے ساتھ شکار کے قصد سے پہاڑ کی طرف گئے۔شکار کی حالت میں اپنے باپ اور ان کے نوکر چاکروں سے علیحدہ ہوگئے۔ایک پہاڑ پر پہنچے دیکھا کہ چالیس شیخ اہل اللہ میں سے ایک پتھر پر کھڑے ہیں اور شیخ ابواسحٰق شامی ان میں موجود ہیں۔آپ کا حال متغیر ہوگیا۔گھوڑے پر اتر پڑے اور شیخ کے پاؤں پر گر پڑے۔گھوڑا اور ہتھیار جو کچھ تھا سب چھوڑ دیا اور پشمینہ پہن لیا' ان کے ساتھ روانہ ہوگئے۔ ہر چند ان کے باپ اور متعلقین نے ان کو طلب کیا مگر نہ پایا۔بعد چند روز کے خبر آئی کہ شیخ ابواسحٰق کے ساتھ پہاڑ کے فلاں موقع پر رہتے ہیں۔ان کے باپ نے ایک جماعت کو بھیجا کہ اس کو لے آئیں وہ لے آئے۔ہر چند نصیحت کی اور قید بھی کیا لیکن جس دھن میں آپ پڑ گئے تھے۔بھلا اس سے کہیں نکال سکتے تھے کہتے ہیں کہ ان کے باپ کو اطلاع دی۔اس نے چھت پر چڑھ کر نہایت غصہ سے ایک بڑا پتھر اٹھایا کہ روزن میں سے ان کو مارے وہ روزن (کھڑکی) بند ہوگئی اور اس نے پتھر کو پکڑ لیا یا یوں کہتے ہیں کہ پتھر کو ہوا نے روک لیا اور وہ معلق کھڑا رہا۔آپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچی جب باپ نے یہ حال دیکھا تو اپنے بیٹے کے ہاتھ پر توبہ کیا۔ان سے اس قسم کی بہت سی کرامات اور خرق عادات اس قدر نہیں ہوئیں کہ ان کو تفصیل وار بیان کیا جاسکے۔آپ ۳۵۵ ہجری میں فوت ہوئے۔

۳۸۵-خواجہ محمد بن ابی احمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ

آپ اپنے باپ کی وفات کے بعد اپنے باپ کے قائم مقام تھے اور باپ کے فرمان کے مطابق حالانکہ چوبیس سال سے زیادہ ان کی عمر نہ تھی۔ امور دینی اور معارف یقینی کو حاصل کیا بڑے زاہد متقی تھے۔ دنیا اور دنیا داروں سے بڑے بچتے تھے۔ ہمیشہ زہد اور ترک دنیا کی رغبت دلایا کرتے تھے۔ کہا کرتے تھے جب ہمارا اول و آخر دنیا کا ترک ہے تو اپنے آپ کو اس دھوکہ اور غرور سے بچانا چاہیے۔ ایک دفعہ سلطان محمود سبکتگین سومنات کی لڑائی کیلئے گیا ہوا تھا۔ خواجہ کو خواب میں دکھائی دیا کہ اس کی مدد کو جانا چاہیے۔ ستر سال کی عمر میں چند درویشوں کے ساتھ متوجہ ہند ہوئے۔ جب وہاں پہنچے بہ نفس نفیس مشرکوں اور بت پرستوں کے ساتھ جہاد کیا۔ ایک دن مشرکوں نے غلبہ کیا اور لشکر اسلام نے پناہ کی جنگل میں لے آئے۔ قریب تھا کہ ان کو شکست ہو۔ خواجہ کا ایک مرید چشت میں تھا۔ آسیابان محمد کاکو اس کا نام تھا۔ خواجہ نے آواز دی کہ کاکو چلا آ۔ اسی وقت کاکو کو دیکھا کہ بے قرار ہے اور لڑتا ہے۔ یہاں تک کہ لشکر اسلام نے فتح پائی اور کافر بھاگ گئے۔ اسی وقت محمد کاکو کو چشت میں لوگوں نے دیکھا تھا کہ چکی کے ہتھہ کو اٹھایا ہوا تھا اور چکی کو در و دیوار پر مارتا تھا۔ لوگوں نے اس کا سبب پوچھا تھا تو یہی قصہ کہا تھا۔

۳۸۶-استاد مردان رحمۃ اللہ علیہ

آپ سنجان خواف کے قصبہ کے رہنے والے تھے۔ خواجہ کے مریدوں میں سے ہیں۔ برسوں تک استنجوں کے ڈھیلے اور ان کے وضو کے پانی کو تیار کیا کرتے تھے۔ ایک دن ان کو وطن جانے کیلئے حکم دیا تو رو پڑے اور کہا کہ میں آپ کی جدائی کی طاقت نہیں رکھتا۔ خواجہ نے کرم کیا اور کہا جس وقت تم کو ہمارے دیکھنے کی آرزو ہوگی جسمانی حجاب اور مکانی مسافتیں اٹھ جائیں گی۔ ہم کو وہیں سے تم دیکھ لیا کرو گے اور ہمیشہ ایسا ہی ہوا۔ استاد کہتے تھے کہ میں سنجان سے چشت کو دیکھتا ہوں و رحمۃ اللہ علیہ ۴۱۱ ہجری میں فوت ہوئے۔

۳۸۷-خواجہ یوسف بن محمد بن سمعان رحمۃ اللہ علیہ

آپ محمد بن ابی احمد کے ہمشیرہ زاد اور ان کے مرید و تربیت یافتہ ہیں۔ خواجہ محمد ۶۵ سال تک عیالدار نہیں ہوئے۔ ایک ان کی ہمشیرہ تھی جن کی وہ خدمت کیا کرتے تھے۔ ان کا کھانا پہننا ان کے ہاتھ کے کاتے ہوئے

سے ہوتا تھا۔آپ کا سن چالیس سال تک پہنچا تھا۔ بھائی کی خدمت اور خدا کی بندگی کی وجہ سے نکاح کی خواہش نہ رکھی تھی۔

ایک رات خواجہ محمد ان کے پدر بزرگوار نے خواجہ ابواحمد کو خواب میں دیکھا کہ یوں کہتے ہیں۔تمہاری ولایت میں فلاں شخص ہے۔محمد بن سمعان اس کا نام ہے۔جس نے علم تحصیل کیا ہے اور زمانہ کی اصلاح کر دی ہے۔تم اپنی ہمشیرہ کا نکاح کر دو۔خواجہ نے ان کو طلب کیا اور اپنی ہمشیرہ کا نکاح ان سے کر دیا۔ پھر وہ بھی چشت میں رہ گئے تھے۔خواجہ یوسف انہیں کے فرزند ہیں۔خواجہ محمد ۶۵ سال کے بعد عیالدار ہوئے تھے لیکن کوئی لڑکا بزرگ نہ ہوا تھا۔خواجہ یوسف کو بمنزلہ فرزند کے پرورش کرتے تھے۔علم اور راہ خدا کے سلوک کی طرف اشارہ کرتے تھے۔ ان کی وفات کے بعد وہی ان کے قائم مقام ہوئے۔خواجہ یوسف کو پچاس سال کے بعد گوشہ نشینی اور قطع تعلق ہوا۔انہوں نے چاہا کہ خواجہ حاجی مکی کے مزار کے نزدیک کہ جو بڑے بزرگ گزرے ہیں اور شیخ ابواسحٰق ان کی زیارت کیا کرے تھے۔ایک چلہ زمین میں کریں ہاتف غیبی کے اشارہ سے اس موضع کو کہ اب ان کا چلہ خانہ ہے اختیار کیا۔ جب بیل کلہاڑا لائے تو زمین بہت سخت تھی۔ چنانچہ کوئی اس کو توڑ نہ سکتا تھا۔خواجہ نے کلہاڑا ہاتھ میں لیا اور اپنے دست مبارک سے دس بجے سے لے کر نماز ظہر تک اس کو کھود کر پورا کر دیا۔ بارہ سال تک وہاں قیام کیا اس قدر وحشت و حیرت و شیفتگی ان پر غالب ہوئی کہ کبھی ایسا ہوتا جب خادم وضو کا پانی ان کے ہاتھ پر ڈالتے تو وضو کی حالت میں اپنے آپ سے غائب ہو جاتے۔

ایک گھڑی کم و بیش اس غیبت کی حالت میں رہتے پھر موجود ہو جاتے اور وضو کو پورا کرتے۔اس وقت میں کہ شیخ الاسلام ابواسمٰعیل عبداللہ انصاری قدس اللہ تعالیٰ سرہ چشت کے مزار پر گئے تھے تو ان سے ملاقات کی تھی۔ بعد واپسی کے ہرات میں مجالس اور محفلوں میں ان کی تعریف کیا کرتے۔ وہ رحمۃ اللہ علیہ ۴۵۹ھ میں فوت ہوئے اور ان کی عمر ۸۴ سال کی تھی۔ انتقال کے وقت اپنے چھوٹے صاحبزادہ قطب الدین مودود چشتی کو تحصیل علوم کی وصیت فرمائی اور اپنا قائم مقام کیا۔

۳۸۸-خواجہ قطب الدین مودود چشتی قدس اللہ تعالیٰ سرہ

آپ نے سات سال کی عمر میں تمام قرآن کو ترجمہ کے ساتھ حفظ کر لیا تھا۔تحصیل علوم میں مشغول ہوئے۔ جب ۲۶ سال کی عمر کو پہنچے تو ان کے والد بزرگوار خواجہ یوسف رحمۃ اللہ علیہ انتقال فرما گئے اور ان کو اپنے قائم مقام

بنا گئے۔ آپ عمدہ خصائل سے موصوف تھے اور افعال پسندیدہ سے مشہور۔ اس ولایت کے تمام لوگ ان کے معتقد ان کے دوست فرمانبردار ارادتمند تھے۔ شیخ الاسلام احمد نامقی جامی قدس اللہ تعالیٰ روحہ کا شرف صحبت اور دولت تربیت پائی تھی۔ ایسے وقت میں کہ حضرت شیخ الاسلام جام کی ولایت سے ہرات میں تشریف لائے تھے اور خاص و عام نے ان کی کرامات اور خرق عادت کا مشاہدہ کیا تھا۔ سب ان کے مرید و معتقد ہو گئے تھے اور یہ قصہ اس ولایت کی اطراف و جوانب میں پھیل گیا تھا۔ ہرات کے اطراف سے مزار متبرکہ چشت کی طرف متوجہ ہوئے اور یہ خبر پھیلی کہ خواجہ مودود چشتی جنہوں نے بہت سے مرید جمع کر لئے ہیں۔ اس لئے تشریف لاتے ہیں کہ شیخ الاسلام کو ولایت سے نکال دیں۔

شیخ الاسلام کے مرید اس بات کو پوشیدہ رکھتے تھے اور وہ خود سب سے بہتر جانتے تھے۔ جبکہ ایک دن صبح کے وقت دستر خوان لائے تو کہا ایک گھڑی ذرا صبر کرو' کہ ایک قاصدوں کی جماعت راہ میں ہیں۔ جب ایک گھڑی گزری خادم آیا کہ وہ جماعت آ گئی ہے ان کو لے آئے اور سب نے سلام کہا جواب سنا کھانا کھایا اور دستر خوان اٹھا دیا گیا۔ شیخ الاسلام نے کہا کہ تم کہتے ہو یا ہم بتلا دیں کہ کس لئے آئے ہو۔ انہوں نے کہا کہ آپ ہی بتا دیں۔ فرمایا کہ خواجہ زاہد مودود نے تم کو بھیجا ہے کہ احمد سے کہہ دو کہ تم ہماری ولایت میں کس لئے آئے ہو' آرام سے چلے جائیو ورنہ جیسا کہ لوٹانا چاہئے لوٹا دیں گے۔ قاصدوں نے اس بات کی تصدیق کی پھر فرمایا کہ اگر ولایت سے یہ گاؤں مراد ہیں تو یہ ملک لوگوں کا ہے۔ ان کا نہ میرا اور اگر ولایت سے یہ لوگ مراد ہیں' تو یہ لوگ سنجر کی رعایا ہیں۔

پس شیخ الشیوخ سنجر ہوگا اور اگر ولایت سے مراد یہ ہے کہ جس کو میں جانتا ہوں اور خدا کے اولیاء جانتے ہیں تو کل ان کو دکھلاؤں گا کہ ولایت کا کام کیا ہے اور کیونکر ہے۔ جب یہ بات کہی تو بڑا بادل آیا۔ رات دن برسنے لگے بالکل بند نہ ہوا۔ دوسرے دن صبح کے وقت شیخ الاسلام نے حکم دیا کہ گھوڑے کسو تا کہ ہم چلیں یاروں نے کہا اب تو ممکن نہیں کیونکہ ان دو تین دن میں بعد اس کے کہ پھر نہ برسے کوئی ملاح بھی پانی سے گزر نہیں سکتا۔ شیخ نے فرمایا یہ سہل بات ہے۔ آج ہم ملاحی کریں گے۔ پس روانہ ہوئے' جب باہر جنگل میں آئے تو شیخ الاسلام نے دیکھا کہ ایک جماعت ہتھیار بندوں کی ان کے ساتھ ہے۔ پوچھا یہ کون لوگ ہیں کہنے لگے کہ ہم آپ کے مرید اور محتاج ہیں۔ ہم نے سنا ہے کہ ایک جماعت آپ کی عداوت کیلئے آئی ہے۔ فرمایا ان کو واپس کر دو کہ تلوار' تیر سنجر کا کام ہے اور اس گروہ صوفیہ کے اور ہی ہتھیار ہوتے ہیں۔

شیخ الاسلام چند آدمیوں کے ساتھ راستہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ جب دریا کے کنارہ پر پہنچے تو پانی بہت تھا۔ شیخ الاسلام نے فرمایا آج ہمارا یہ اقرار ہے کہ ہم ملاحی کریں گے۔ معرفت کی باتیں شروع کر دیں۔ اس قدر مردہ دلوں کو معلوم ہوا کہ سب شیفتہ حیران ہو گئے۔ حکم دیا کہ سب آنکھیں بند کر لو اور کہو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تین دفعہ اس کا تکرار کیا۔ جس شخص نے جلدی آنکھیں کھولیں اس کے پاؤں تر ہو گئے اور جس نے دیر کر کے کھولیں اس نے اپنے آپ کو دریا کے اس طرف پایا۔ اس کے پاؤں بالکل خشک تھے۔ جب قاصدوں نے یہ معاملہ دیکھا تو بہت جلد خواجہ مودود رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دوڑے گئے اور یہ حال بیان کیا۔ کسی نے اس کا اعتبار نہ کیا۔ خواجہ مودود رحمۃ اللہ علیہ دو ہزار مرید ہتھیار پوش کے ساتھ متوجہ ہوئے اور راستہ میں شیخ سے ملے۔ جب شیخ کی نظر ان پر پڑی تو پیادہ ہو کر شیخ کے پاؤں پر بوسہ دیا۔ شیخ نے ہاتھ ان کی پیٹھ پر مارا اور کہا ولایت کا کام کیسے دیکھا۔ تم جانتے نہیں کہ مردوں کی ولایت جسم اور ہتھیار نہیں ہوتی' جاؤ اور سوار ہو تم بچہ ہو ابھی جانتے نہیں کہ کیا کرتے ہو۔

جب گاؤں میں آئے' شیخ الاسلام اپنے اصحاب کے ساتھ ایک محلّہ میں اترے اور خواجہ مودود رحمۃ اللہ علیہ اپنے مریدوں کے ساتھ دوسرے محلّہ میں اگلے دن خواجہ مودود رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں نے کہا' کہ ہم آئے تھے کہ شیخ احمد کو ولایت سے باہر نکالیں وہ آج ہمارے ساتھ ایک گاؤں میں بیٹھے ہیں۔ اس مطلب میں اس سے بہتر سوچنا چاہئے۔ خواجہ مودود نے کہا کہ ہم کو ایسا بہتر معلوم ہوتا ہے کہ ہم صبح ہی اٹھیں اور ان کی خدمت میں جائیں۔ اجازت مانگ کر واپس آ جائیں کیونکہ ان کا کام ہمارے قوت اور بازو سے نہیں ہے۔ مریدوں نے کہا کہ ہم باہم مشورہ کر چکے ہیں۔ بہتر تو یہ ہے کہ جاسوس مقرر کریں کہ جب شیخ کے قیلولہ کا وقت ہو اور شیخ کے پاس کوئی نہ ہو۔ چند مرید آپ کی خدمت میں جائیں اور سماع شروع کریں۔ اس میں ہم کو حالت ہو جائے۔

اس موقع پر ان پر حملہ کریں۔ خواجہ مودود نے کہا یہ بہتر نہیں کہ وہ صاحب ولایت و کرامت ہی ہے لیکن شیخ کے فرمانے کا فائدہ نہ ہوا۔ جب قیلولہ کا وقت ہوا اور شیخ کے مرید متفرق ہو گئے۔ خادم نے چاہا کہ کپڑا بچھائے تاکہ شیخ قیلولہ کریں۔ شیخ نے حکم دیا کہ ایک گھڑی ٹھہر جاؤ کیونکہ ایک کام درپیش ہے۔ اتفاقاً کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ خادم نے جب دروازہ کھولا تو خواجہ مودود ایک بڑے انبوہ کے ساتھ آ گئے اور سلام کہا اور سماع شروع کیا۔ نعرہ لگانے لگے۔ شیخ الاسلام نے سر نکالا اور کہا ھی سھلا تو کہاں ہے وایں سھلا ایک مرد سرخسی تھا جو عاقل مجنوں اور صاحب کرامت تھا۔ ہمیشہ شیخ الاسلام کی خدمت میں رہا کرتا تھا۔ اسی وقت حاضر ہوا اور ان پر چلایا۔ یہ لوگ جوتی دستار سب چھوڑ کر بھاگ گئے۔ صرف خواجہ مودود رہ گئے۔ شرمندہ تھے کھڑے ہوئے اور

استغفار کے ساتھ سر ننگا کیا' اور کہا کہ آپ پر یہ بات روشن ہوگئی کہ اس دفعہ میں اس سے راضی نہ تھا۔
شیخ الاسلام نے کہا کہ تم سچ کہتے ہو لیکن ان کے ساتھ آنے میں تم نے موافقت کی۔ خواجہ مودود نے کہا برا کیا آپ معاف فرمائیں۔ شیخ الاسلام نے کہا میں نے کر دیا۔ جاؤ اور ان لوگوں کو واپس کر دو۔ خدمت اپنے پاس رکھو اور تین دن ٹھہرو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا شیخ الاسلام آئے اور کہا جیسا کہ آپ نے کہا تھا۔ میں نے ویسا ہی کیا اب اور کیا فرماتے ہیں کہ ویسا ہی کروں گا۔ شیخ الاسلام نے کہا کہ اول مصلیٰ کو طاق پر رکھو اور جاؤ علم سیکھو۔ کیونکہ زاہد بے علم شیطان کا مسخرہ ہے کہا میں نے قبول کیا اور کیا فرماتے ہیں۔ فرمایا کہ جب تحصیل علم سے فارغ ہو جاؤ تو اپنے خاندان کو زندہ کرو کہ تیرے اباؤ اجداد بزرگ تھے اور صاحب کرامت خواجہ مودود نے کہا جب مجھ کو خاندان کے زندہ رہنے کیلئے فرماتے ہو' تو آپ ہی تبرک اور تیمن کیلئے مجھ کو بٹھایئے۔
شیخ الاسلام نے فرمایا کہ آگے آؤ ان کا ہاتھ پکڑا اور اپنے مصلیٰ پر بٹھا دیا اور تین بار کہا کہ بشرط علم۔ پھر تین روز تک شیخ الاسلام کی خدمت میں تھے اور فوائد حاصل کرتے رہے اور مہربانیاں وانعام پا کر واپس گئے۔ اس کے بعد تھوڑے زمانہ میں تحصیل علوم اور معارف کی تکمیل کیلئے بلخ و بخارا کی طرف تشریف لے گئے اور چار سال تک بقدر گنجائش و ہمت اس بات میں محنت کرتے رہے اور اس ملک میں ہر جگہ ان سے نشانات غریبہ اور کرامات عجیبہ کہ جن کی تفصیل طول تک پہنچے گی ظاہر ہوئیں۔ اس کے بعد پھر وحشت میں وارد ہوئے اور مریدوں طالبوں کی تربیت میں مشغول ہوئے۔
تمام اطراف سے لوگ مرید ہونے کیلئے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ شاہ سنجان نے جس کا لقب اور نام رکن الدین محمود ہے اور سنجان خواف کے گاؤں سے تھے۔ خواجہ صاحب کی صحبت کی شرافت حاصل کی تھی اور چند وقت چشت میں اقامت کی۔ کہتے ہیں کہ مدت اقامت میں کبھی بھی چشت میں بے وضو نہیں رہے تھے۔ جب چاہتے کہ طہارت کریں سوار ہوتے اور چشت سے باہر جاتے اور طہارت کرتے اور لوٹ آتے۔ کہتے تھے کہ مزار چشت مبارک منزل اور متبرک مقام ہے۔ جائز نہیں کہ وہاں بے ادبی کریں۔ کہتے ہیں کہ پہلے ان کو خواجہ سنجان کہا کرتے تھے۔ خواجہ مودود نے ان کو شاہ سنجان کا لقب دیا تھا۔ وہ ہمیشہ اس پر فخر و ناز کیا کرتے۔ خواجہ کی وفات ۵۲۷ھ میں ہوئی اور شاہ سنجان کی ۵۹۹ھ میں۔

۳۸۹-خواجہ احمد بن مودود رحمۃ اللہ علیہ بن یوسف چشتی قدس سرہ

آپ بڑے بزرگ ہوئے ہیں۔باپ کے بعد ان کے مقام پر بیٹھے ہیں۔تمام گروہ کے مقبول ہوئے ہیں۔ تمام لوگوں پر عام شفقت اور پوری مروت رکھتے تھے۔کہتے ہیں کہ ایک رات حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔آپ نے فرمایا کہ اے احمد اگر تم ہمارے مشتاق نہیں تو ہم تمہارے مشتاق ہیں۔جب صبح ہوئی تو تین بار موافق اختیار کر کے مجہول کی طرح چنانچہ کوئی ان کو نہ پہچانے۔حرمین شریفین زاد ہما اللہ تعالیٰ شرفاء وتکریما کی طرف متوجہ ہوئے جب حج کے شرائط وارکان سے فارغ ہوئے۔حرم محترم مدینہ منورہ اور روضہ شریفہ علی زوار ہا تحفہ الحیات کی طرف متوجہ ہوئے اور چھ ماہ تک مجاور رہے۔

کہتے ہیں کہ آپ کی مجاورات اور ہمیشگی اس حرم شریف پر خادموں کو گراں معلوم ہوئی۔انہوں نے چاہا کہ آپ کو تکلیف پہنچائیں۔روضہ شریفہ سے آواز آئی چنانچہ سب حاضرین نے سنی کہ ان کو تکلیف نہ دو کیونکہ یہ ہمارے مشتاقوں میں سے ہیں۔بعد مدینہ شریفہ کے واپس ہونے کے بغداد پہنچے اور شیخ شہاب الدین سہروردی کی خانقاہ میں ٹھہرے۔شیخ نے ان کی بڑی تعظیم تکریم کی اور خلیفہ بغداد نے موافق اس خواب کے کہ اس نے دیکھی تھی۔آپ کو طلب کیا' انعام واکرام بہت کچھ پیش کیا۔آپ نے خلیفہ کو عمدہ نصیحتیں فرمائیں اور سب محل قبول میں پڑیں۔وہ بہت سا مال لائے لیکن خدا کے لئے اور دل کی تسلی کیلئے کچھ تھوڑا سا مال لے لیا۔باہر نکل آئے اور فقراء پر تقسیم کر دیا۔خراسان کی طرف متوجہ ہوئے۔آپ کی ولادت ۵۰۷ھ میں اور وفات ۵۷۷ھ میں ہوئی ہے۔

۳۹۰-ابوالولید احمد بن ابی الرجا قدس اللہ تعالیٰ روحہ

آپ گاؤں آزادان کے رہنے والے ہیں جو کہ ہرات کے متصل ہے۔علوم ظاہری و باطنی کے عالم تھے۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد ہیں۔امام بخاری نے اپنی صحیح میں ان سے حدیث روایت کی ہے۔ شروع میں بڑے مالدار تھے۔سب کو حدیث کی طلب اور حج وجہاد میں صرف کر دیا تھا۔ہرات سے سفر کیا کرتے تھے اور جب آپ کا مال خرچ ہو چکتا تو ہرات میں لوٹتے اور اپنی بعض ملکیت فروخت کر دیتے۔پھر سفر کو نکل جاتے یہاں تک کہ تمام مال اسی طرح خرچ کر دیا۔کہتے ہیں کہ ان کا ایک دوست چار ہزار درم کا محتاج ہو گیا۔

آپ کے پاس اس نے بیان کیا۔ جب وہ گھر میں چلا گیا تو ابوالولید نے چار ہزار درم تھیلی میں ڈالے اور اس کے پاس بھیج دیئے۔ جب وہ دوست اپنا کام کر چکا اور کچھ مدت گزرنے کے بعد وہ روپیہ بہم پہنچا کر تھیلی میں ڈال کر آپ کو واپس کر دیا تو ابوالولید نے قبول نہ کیا۔

وہ دوست آپ کے نزدیک آیا اور سلام کہا۔ کہا کہ اگر سلام کا رد کرنا واجب نہ ہوتا تو میں تم کو جواب نہ دیتا۔ آخر چار ہزار درہم کی کیا حقیقت ہے جو تم نے واپس بھیج دیئے۔ وہ رحمۃ اللہ علیہ ۲۳۲ ہجری میں فوت ہوئے اور ان کی قبر موضع آزادان میں ہے جس کی زیارت کی جاتی ہے اور اس کو متبرک سمجھا جاتا ہے۔

۳۹۱- ابواسمٰعیل عبداللہ بن ابی منصور محمد انصاری ہروی قدس سرہ

آپ کا لقب شیخ الاسلام ہے۔ شیخ الاسلام سے جو اس کتاب میں مطلق واقع ہو یہی حضرت مراد ہیں۔ چنانچہ شروع کتاب میں ہم نے اس کا اشارہ کر دیا ہے۔ آپ ابومنصور امت الانصاری کی اولاد میں سے ہیں۔ جو ابوایوب انصار کے صاحبزادہ ہیں جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب کجاوہ ہیں۔ ایسے وقت میں کہ مدینہ شریف میں آپ نے ہجرت فرمائی تھی امت الانصاری امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں احنف بن قیس کے ساتھ خراسان میں آئے تھے اور ہرات میں مقیم ہو گئے تھے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ میرے والد ابومنصور بلخ میں شریف حمزہ عقیلی کے ساتھ رہے ہیں۔ ایک دفعہ ایک عورت نے شریف سے کہا۔

ابومنصور سے کہو کہ میرے ساتھ نکاح کر لے۔ میرے باپ نے کہا کہ میں ہرگز نکاح نہ کروں گا اور اس کو رد کر دیا۔ شریف نے کہا کہ آخر بیوی کرو گے تمہارے گھر لڑکا پیدا ہوا اور کیسا بیٹا۔ جب ہرات میں آئے اور نکاح کیا تو میں زمین پر آیا۔ شریف نے بلخ میں کہا ہے کہ ہمارے ابومنصور کا ہرات میں بیٹا پیدا ہوا ہے۔ ایسا بزرگ ہے کہ جامع مقامات ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ یہ کلمہ تعریف کا ہے کیونکہ تمام نیکیاں اسی کی ضمن میں ہیں۔ یعنی ایسے ہے کہ جس کی بوجہ خوبی کے تعریف نہیں کر سکتے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ میں مقندز میں پیدا ہوا تھا اور وہیں بڑا ہوا تھا۔ میری پیدائش جمعہ کی ہے۔ غروب آفتاب کے وقت ۲ شعبان ۳۵۹ھ کو۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ میں ربیعی ہوں بہار کے وقت پیدا ہوا ہوں۔ بہار کو بہت دوست رکھتا ہوں' آفتاب برج ثور کے ۱۷ درجہ پر تھا جب میں پیدا ہوا تھا۔ جب آفتاب وہاں پہنچتا ہے تو میری سالگرہ ہوتی ہے اور وہ موسم بہار کا درمیانہ حصہ ہوتا ہے۔ پھول ریحان کا وقت ہوتا ہے آپ یہ بھی کہتے ہیں کہ ابوعاصم میرے پیر اور رشتہ دار ہیں۔ میں لڑکپن میں ان کے

پاس جایا کرتا تھا۔ ایک دفعہ میں ان کے پاس گیا۔ روٹی اور آبکامہ (ایک قسم کا ترش پانی ہوتا ہے) میرے سامنے رکھا۔

مجھے قوالی سنائی اور کچھ پڑھا ان کی بیوی جو بڑھیا تھی وہ بزرگ اور باحشمت تھی' کہنے لگی کہ میرے پیر یعنی خضر علیہ السلام نے عبداللہ کو دیکھا اور پوچھا کہ وہ کون ہے۔ میں نے کہا فلاں شخص ہے۔ اس نے کہا کہ مشرق سے لے کر مغرب تک اس سے جہان بھر جائے گا۔ یعنی اس کی شہرت سے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ یہ ان کا پوچھنا ان کی ایک عادت ہے۔ ورنہ وہ خود جانتے تھے لیکن پوچھ لیتے ہیں بانو عالیہ ایک عورت باحشمت تھی۔ پوسنگ میں رہتی تھی جب شیخ الاسلام پیدا ہوئے تو خضر علیہ السلام نے ان سے کہا کیا تم نے اس لڑکے کو ہرات میں دیکھا ہے۔ مشرق سے لے کر مغرب تک اس سے بھر جائے گا اور بانو نے یہ بھی کہا ہے کہ میرے پیر یعنی خضر علیہ السلام نے کہا ہے کہ تمہارے شہر میں ایک بچہ 17 سال کا ہے۔ اس کا والد نہ اس کی والدہ اور نہ وہ خود جانتا ہے کہ کون ہے۔

لیکن یہ حال ہوگا کہ تمام روئے زمین میں کوئی اس سے بہتر نہ ہوگا۔ یا یوں کہا کہ مشرق سے لے کر مغرب تک اس سے بھر جائے گا۔ اس بانو عالیہ کا یہ حال تھا کہ اس کی ایک لڑکی ڈیڑھ سال کی تھی۔ پھر اس نے خدائے سبحانہ کو چاہا لڑکی کو چھوڑ کر حج کو چلی گئی۔ شیخ ابواسامہ جو کہ حرم کے شیخ تھے۔ انہوں نے ان کو خاطر سے رکھا کیونکہ اس کے چچا تھے اور یہ بانو عالیہ ایک کاغذ رکھتی تھی۔ اس کو پیروں کے سامنے لے جاتی تھی کہ خدائے تعالیٰ کی طرف سے مجھے اس کاغذ پر لکھ دو۔

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ اول مجھ کو مکتب میں بٹھایا تو چار سالہ تھا' پھر جب نو سال کا ہوگا تو قاضی ابوالمنصور اور جارودی سے ملا یعنی حدیث لکھنے لگا۔ چودہ سال کا تھا جب مجھے مجلس میں بٹھلا دیا یعنی وعظ کہنے لگے اور مکتب خانہ میں چھوٹی عمر میں شاعر بن گیا۔ شعر کہا کرتا تھا۔ چنانچہ اور لوگ حسد کیا کرتے تھے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ایک چھوٹا لڑکا خواجہ یحییٰ عمار کے رشتہ داروں میں سے مکتب میں تھا۔ میں فی البدیہہ عربی شعر کہا کرتا تھا اور جو بچے مجھ سے چاہتے کہ فلاں مطلب کا شعر کہہ دو میں وہی کہہ دیتا تھا۔ بلکہ اس سے بڑھ کر ایک دفعہ اس لڑکے نے اپنے باپ سے کہا کہ وہ جس مطلب میں تم چاہو شعر لکھتا ہے۔ اس کا باپ فاضل تھا اس نے کہا جب تم مکتب میں جاؤ تو اس سے کہو کہ اس بیت کو عربی میں کہہ دے۔

روزے کہ بشادی گزرد روز آنست | واں روز دگر روز بد اندیشافست

میں نے سن کر اسی وقت کہہ دیا۔

ویوم الفتی ما عاشہ فی مسیرہ　　　دسایرہ یوم الشفاء عصیب

رم الوصل مادمت السعادہ فالدجی　　　بتنغیض عیش الاکرمین رقیب

یعنی جوان کا وہ دن ہے کہ جو خوشی میں گزر جائے کیونکہ باقی دن تو تختی میں گزرتے ہیں جب تو سعادت کو چاہتا ہے وصل کا قصد کر کیونکر (فراق) کا اندھیرا معزز لوگوں کی عیش کے بدمزہ کرنے کیلئے تیار ہے اور یہ مصرعہ بھی مجھ سے کہا گیا۔ عربی میں بنادو۔ مصرعہ

آب آید باز در جوئے کہ روزے رفتہ بود

میں نے کہا

عھدنا الماء فی نھر و نرجو　　　کمازز عمو ارجوع الماء فیہ

یعنی پچھلے دنوں پانی کو ہم نے نہر میں پایا تھا اور امید رکھتے ہیں جیسا کہ ان کا گمان ہے کہ پانی پھر اس میں لوٹ آئے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ مکتب میں ایک لڑکا خوبصورت تھا' جس کا نام ابو حامد تھا۔ اس نے کہا کہ میرے لئے کوئی شعر کہو۔ میں نے یہ شعر کہا۔

لابی احمد وجہ قمر اللیل غلامہ　　　ولہ لحظہ غزال زشق القلب سھامہ

یعنی ابو احمد کا ایسا چہرہ خوبصورت ہے کہ رات کا چاند اس کا غلام ہے اور اس کی آنکھیں ہرن کی ہیں کہ اس کے تیر نے دل کو چیر ڈالا ہے۔ وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ میرے عربی شعر چھ ہزار سے زائد ہیں۔ کہ درست وزن پر لوگوں کے ہاتھوں اور میرے اجزاء میں لکھے ہوئے ہیں۔ آپ یہ بھی کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے قیاس کیا کہ کس قدر شعر مجھے یاد ہوں گے جو عرب کے اشعار میں سے ہوں تو ستر ہزار سے زائد یاد نکلے ایک اور وقت میں کہا ہے کہ میں ایک لاکھ عرب کے اشعار متقدمین متاخرین کے یاد رکھتا ہوں۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ صبح کے وقت میں قاری صاحب کے پاس جاتا اور قرآن پڑھتا۔ جب وہاں سے لوٹتا تو چھ ورق لکھ ڈالتا اور یاد کر لیتا جب درس سے فارغ ہوتا تو دس بجے ادیب کے پاس جاتا اور تمام دن لکھتا۔ اپنے وقت کو میں نے تقسیم کیا ہوا تھا۔

چنانچہ مجھ کو فرصت نہ ہوتی اور میرا وقت پورا نہ ہوتا بلکہ ابھی اور مجھ کو ضرورت رہتی۔ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ عشاء کی نماز کے بعد تک کچھ نہ کھایا ہوتا وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ رات کے وقت چراغ کے سامنے حدیث لکھا کرتا تھا۔ روٹی کھانے کی مجھ کو فرصت نہ ملتی تھی۔ میری والدہ روٹی کے لقمہ بناتی اور میرے منہ میں ڈالتی اور میں لکھتا رہتا

تھا۔ آپ یہ بھی کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے مجھے ایسا حافظہ دیا تھا کہ جو میرے قلم کے نیچے سے گزر جاتا وہ مجھے حفظ ہو جاتا۔ آپ یہ بھی کہتے ہیں کہ مجھے تین ہزار حدیثیں یاد ہیں۔ ہزار ہزار اسناد کے ساتھ۔ آپ یہ بھی کہتے ہیں کہ جو کچھ محنت میں نے حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طلب میں کی ہے۔ ہرگز کسی نے نہ کی ہوگی۔ ایک منزل نیشاپور سے وزباد تک کہ بارش پڑتی تھی۔ میں رکوع کی حالت میں چلتا تھا۔ حدیث کی جزیں شکم پر رکھی ہوئی تھیں تاکہ تر نہ ہو جائیں۔

وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ مجھ کو وہی نیت کافی ہے کہ مجھ کو علم سیکھنے سے پہلے تھی یعنی دنیا کیلئے نہ ہو بلکہ خدا کیلئے اور سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کیلئے ہو۔ آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ میرے زمانہ میں کسی نے مجھ جیسا کام نہیں کیا' اگر اپنے بدن پر ہاتھ رکھتا اور لوگ کہتے یہ کیا ہے تو اس کیلئے حدیث سند رکھتا تھا۔ آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ میں نے تین ہزار استاد سے حدیث لکھی ہے جو تمام سنی المذہب صاحب حدیث تھے۔ ان میں بدعتی کوئی نہ تھا' نہ صاحب رائے اور کسی کو یہ بات میسر نہ ہوئی۔ آپ یہ بھی کہتے ہیں کہ میں نے بہت سی عالی سندیں چھوڑ دی ہیں اور نہیں لکھیں کیونکہ وہ مرد صاحب رائے تھا یا اہل کلام سے کیونکہ محمد بن سیرین فرماتے ہیں **ان ھذا العلم دین فانظروا عمن تاخذونہ** یعنی یہ علم ایک دین ہے۔

پس غور کرو کہ کس سے یہ دین سیکھتے ہو۔ نیشاپور میں قاضی ابوبکر عالم کو میں نے دیکھا اور اس سے میں نے حدیث نہیں لکھی کیونکہ وہ اہل کلام تھے اور اشعری مذہب کے تھے۔ اگرچہ اس کی اسنادیں بلند تھیں۔ آپ یہ بھی کہتے ہیں کہ میں وعظ و تفسیر قرآن میں خواجہ امام یحییٰ عمار کا شاگرد ہوں۔ اگر میں ان کو نہ دیکھتا تو منہ نہ کھول سکتا۔ یعنی وعظ و تفسیر کرنے میں میں چودہ سال کا تھا اور خواجہ یحییٰ نے فہند زیان سے کہا کہ عبداللہ کو تم ناز سے رکھو۔ اس سے امامت کی خوشبو آتی ہے۔

۳۹۲۔ خواجہ یحییٰ بن عمار الشیبانی قدس سرہ

آپ نے شیخ ابوعبداللہ خفیف کو شیراز میں دیکھا تھا۔ ان کیلئے مجلس مقرر کی تھی۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ہرات میں علم کی رسم خواجہ یحییٰ لائے تھے۔ مجلس کرنا اور دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سنت کے موافق کرنا انہی کے سبب سے تازہ ہوا۔ قاضی ابوعمرو بسطامی ہرات میں پہنچ کر خواجہ یحییٰ کی مجلس میں آئے جب مجلس ختم ہو چکی تو نیچے اترے اور ان کے سامنے گئے وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا کہ شرق سے لے کر غرب تک جنگل اور دریاؤں میں پھرا

ہوں لیکن دین تازہ تر ہرات میں پایا۔ نیشاپور میں بھی انہوں نے بزرگوار سے کہا تھا۔ **طفت الدنیا شرقا و غربا فوجدت الدین غضبا بھرات** یعنی میں نے دنیا کے مشرق و مغرب کا طواف کیا لیکن ہرات میں دین کو تازہ پایا۔ قاضی ابوعمرو بزرگ اور امام یگانہ تھے۔ امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ میں ہے کہ ابوعمرو بسطامی محمد بن حسین شافعی نیشاپور میں ۴۰۸ ہجری میں فوت ہو گئے۔ وہ شیراز میں شافعیہ کے شیخ تھے۔

وہاں سے کوچ کر کے بہت سے مشائخ سے حدیث سنی تھی۔ مذہب شافعی کے مدرس تھے۔ طبرانی اور ان کے معاصرین سے املاء حدیث کیا تھا۔ شیخ الاسلام یہ بھی کہتے ہیں کہ ایک دفعہ خواجہ یحیٰ عمار بیمار ہو گئے تھے۔ جب تندرست ہوئے تو مجلس قائم کی۔ اپنی کرسی پر بیٹھے غلام ان کا ہاتھ پکڑ کر منبر پر لے گیا۔ آپ نے کہا یحیٰ عمار نے اپنی تمام عزت اسی لکڑی پر پائی ہے یعنی منبر و کرسی پر لیکن اب میں بیٹھ نہیں سکتا۔ پھر کہا کہ میں نے سنا ہے لوگ یہ کہتے ہیں کہ یحیٰ عمار کے پاؤں کھینچے گئے۔ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں کھینچے گئے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کی جگہ بیٹھے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاؤں کھینچے گئے تو عمر رضی اللہ عنہ ان کی جگہ بیٹھے اور عمر رضی اللہ عنہ کے پاؤں کھینچے گئے تو عثمان رضی اللہ عنہ ان کی جگہ بیٹھے' عثمان رضی اللہ عنہ کے پاؤں کھینچے گئے تو علی رضی اللہ عنہ ان کی جگہ بیٹھے۔ رضوان اللہ اجمعین میرے پاؤں کھینچے گئے تو عبداللہ یہاں آئے گا اور بیٹھے گا۔ ملحدوں اور بدعتیوں کا دماغ مارے گا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ میں اس دن کرسی کے پاس بیٹھا تھا۔ خواجہ نے میری طرف اشارہ کیا کہ یہ عبداللہ لڑکا ہے۔ بعد اس کے شیخ عمو نے مجھ سے کہا کہ عبداللہ تم ہی تھے اور مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ ایسا ہی ہوا۔ تاریخ امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ میں ہے کہ ۴۰۲ ہجری میں امام واعظ یحیٰ بن عمار شیبانی بحستانی ساکن ہرات فوت ہوئے ہیں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ مشائخ مہنہ کا دیدار اس گروہ کی نسبت ہے۔ اس قوم کا بڑا مرتبہ یہ کہا کرتے ہیں کہ فلاں پیر کو دیکھا ہے' فلاں شیخ کی صحبت کی تھی۔ آپ فرماتے ہیں مشائخ کے دیدار کو غنیمت سمجھنا چاہئے کیونکہ پیروں کا دیدار اگر ہاتھ سے جاتا رہے تو اس کو پھر نہیں پا سکتے۔ وہ ہمیشہ نہیں ہوتا۔ معرفت ہمیشہ ہوتی ہے۔ اگر ان کی زیارت نہ ہو تو اس کی وفا کا تدارک نہیں ہو سکتا اور نہ اس کو پا سکتے ہیں۔

وہی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ میرے مشائخ حدیث اور علم شرع میں بہت ہیں لیکن میرے پیر اس کام یعنی تصوف میں شیخ ابوالحسن خرقانی ہیں رحمۃ اللہ علیہ اگر میں خرقانی کو نہ دیکھتا تو حقیقت معلوم نہ ہوتی۔ ہمیشہ یہ اس کے ساتھ ملجاتا۔ یعنی نفس حقیقت کے ساتھ ملجاتا اور وہی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ وہ میرا پیر ہے۔ ایک ہی بات کے سبب سے جو انہوں نے کہی تھی وہ یہ کہ جو چیز کھاتی اور سوتی ہے۔ وہ اور ہی ہے مجھ کو اس کے بعد کوئی ایسی چیز نہ

رہی کہ علم حقیقت میں نے دیکھا اور جانا نہ ہو اور وہی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ میں نے حج اسلام کا قصد کیا۔ رے تک گیا۔ اس سال قافلہ بند تھا۔ واپسی کے وقت خرقانی کی صحبت میں میں پہنچا مجھ کو دیکھا اور کہا ای مـــــن معشو که تو یعنی میں تیری معشوقہ ہوں۔ تم دریا سے جمع کی کشتی میں آئے ہو۔ جزاہ اللہ تعالیٰ وہ نہیں جانتا کہ یہ کیا بات تھی جو انہوں نے غیب سے کہی تھی۔ وہ قدس سرہ فرماتے ہیں کہ مجھ کو ان کی بڑی کرامت یہی ہے کہ مجھ سے کہا دریا سے آئے ہو اور اس کے علم سے یہ بات ہے جو انہوں نے کہی۔

یہ جو کھاتا ہے اور سوتا ہے اور ہی چیز ہے۔ وہ قدس سرہ فرماتے ہیں جبکہ میں نے یہ بات سنی تو خرقانی جو تھا وہ میری تعظیم کرتے تھے۔ باتوں میں کہا کرتے کہ تم مجھ سے مناظرہ کرتے ہو۔ تم تو عالم ہو اور میں جاہل ہوں۔ میں نے کسی کو نہ دیکھا ہے نہ سنا ہے ان دونوں کی طرح خرقانی کا چاند خرقان میں اور طاقی کا چاند ہرات میں اور میں نے کسی کو نہ سنا ہے نہ دیکھا ہے' کہ یہ دونوں بزرگ کسی کی اس قدر تعظیم کرتے تھے جتنی کہ میری۔ خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید کہا کرتے تھے کہ ہمیں تیس سال ان کی صحبت میں گزر گئے ہیں۔ ہم نے کبھی نہیں دیکھا کہ کسی کی ایسی تعظیم کی ہو۔ جتنی کہ تمہاری کرتے ہیں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں اس لئے وہ کرتے تھے کہ مجھ کو ان کے پاس بھیجا گیا تھا اور وہ قدس سرہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے کہا اے شیخ میرا ایک سوال ہے کہا پوچھ ای مین ماشو که تیری میں نے ان سے پانچ سوال کئے۔ تین تو زبان سے اور دو دل سے۔ انہوں نے سب کا جواب دیا اور میرے دونوں ہاتھ اپنی ران میں لئے ہوئے تھے۔ اس سے بے خبر تھے اور نعرہ لگاتے تھے' نہر کی طرح پانی ان کی آنکھوں سے جاری تھا اور مجھ سے باتیں کرتے تھے۔

۳۹۳- شیخ عبداللہ طاقی قدس سرہ

آپ کا نام محمد بن الفضل بن محمد طاقی بجستانی ہروی ہے۔ آپ موسیٰ بن عمران جیرفتی کے مرید ہیں۔ علوم ظاہر و باطن کے عالم تھے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ وہ ہمارے پیر ہیں اور استاد بھی۔ حنبلی مذہب کے تھے۔ اگر میں ان کو نہ دیکھتا تو حنبلیوں کا اعتقاد مجھے نہ معلوم ہوتا اور میں نے کسی کو طاقی سے بڑھ کر باہیبت اور بارعب نہیں دیکھا۔ میں نے ان کو نابینا دیکھا ہے۔ مشائخ ان کی تعظیم کرتے تھے۔ آپ صاحب کرامات و ولایات و فراست بھی تھے۔ میں نے نہیں دیکھا کہ وہ کسی کے کام میں دلچسپی رکھتے ہو۔ جس قدر کہ میرے ساتھ رکھتے تھے۔ میری عزت کرتے تھے اور مجھے اچھا جانتے تھے۔ مجھ سے کہا تھا کہ عبداللہ منصور سے کہا۔ سبحان اللہ وہ کیا نور ہے کہ

خدائے تعالیٰ نے تیرے دل میں رکھا ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ چالیس سال گزر گئے تب مجھے معلوم ہوا کہ وہ نور کیا ہے وہ کہتے تھے۔

شیخ ابو عبداللہ طاقی قدس اللہ تعالیٰ روحہ غرہ ماہ صفر ۴۱۶ھ میں فوت ہوئے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ مجھ کو محمد قصاب نے آنکھ اور دل سے بزرگ بتایا ہے لیکن خرقانی نے مجھے پہچانا نہیں اور محمد قصاب میری بہت تعظیم کرتے تھے۔ میرے ساتھ بازار میں آئے اور کہا کہ میرے یار اپنے باپ کیلئے دستار کیا خریدتے ہو میرے ساتھ موافقت کی اور کہا تیس سال ہو گئے ہیں کہ یہاں تک میں بازار میں نہیں آیا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ شیخ ابو عبداللہ باکو شیرازی نے اچھے سفر کئے تھے اور دنیا کے مشائخ کو دیکھا تھا اور بہت سے بزرگوں کی حکایتیں ان کو یاد تھیں۔ میں نے خود ان سے تیس ہزار حکایات انتخاب کر کے لکھی ہیں اور تین ہزار حدیثیں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ وہ بادشاہ تھے تصوف کے بہانہ میں تمام علوم سے بانصیب تھے۔ وہ میری اس قدر تعظیم کرتے تھے کہ اور کسی کی نہیں کرتے تھے۔ جب میں ان کی خدمت میں آتا وہ کھڑے ہو جاتے اور مشائخ نیشاپور کیلئے جیسے ابن ابی خیر وغیرہ کیلئے کھڑے نہ ہوتے تھے۔ بڑے دانا تھے۔

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ جب میں رے سے واپس آیا تو شیخ ابو عبداللہ باکو کی خانقاہ میں آیا۔ اس خانقاہ میں میرے تین دوست تھے۔ ایک تو مکی شیرازی' دوم ابوالفرج' سوم ابونصر تر شیرازی۔ شیخ نے آواز دی ابوالفرج وہ خانقاہ سے باہر دوڑا اور کہا لبیک۔ شیخ نے کہا جب دانشمند اس خانقاہ سے باہر گیا تھا تو میں نے تم سے کیا کہا تھا۔ کہا آپ نے یہ کیا کہا تھا کہ وہ سفر کو جاتا ہے وہ سفر کیلئے نہیں اور نہ سفر اس کیلئے ہے۔ وہ تو اس لئے ہے کہ حلقہ میں بیٹھے اور لوگ اس کے گرد بیٹھیں۔ وہ خدا کی باتیں کہے۔ میں نے کہا کاش بارے یہ بات اس وقت کہتے تا کہ تمام رنج و سفر مفید پڑھتا لیکن خرقانی کو دیکھنا چاہئے تھا۔ یعنی میرا سفر اس لئے تھا۔

۳۹۴- شیخ ابوالحسن بشر سنجری قدس سرہ

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ وہ میرے پیروں میں سے ہیں۔ ان مشائخ کو جو میں نے دیکھا ہے تین شخص چاند تھے۔ خرقانی' طاقانی دونوں تو دلوں کے جاسوس تھے۔ ابوالحسن بشری وہ ثقہ تھے روایات میں صوفی تھے۔ بہت سے مشائخ کو دیکھا تھا جیسا کہ دیکھنا چاہئے بات اور سماع ان سے معلوم کیا تھا وہ کہتے ہیں کہ حرم کے مشائخ کو دیکھا تھا۔ جیسے شیخ سیروانی سرکی' ابوالحسن جہضم' ابوطر طوسی' ابوبکر عمرو بخند ید و دیگر مشائخ وقت وہ شیخ ابو عبداللہ خفیف کے

شاگرد تھے۔ حصری نوری ابوزرعہ طبری کو دیکھا تھا۔

۳۹۵-کاکا ابوالقصر بستی قدس سرہ

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ آپ بزرگ مرد میرے زمانہ میں تھے لیکن میرے باپ کے نزدیک بزرگ نہ تھے وہ مجھے ان کے پاس نہ لے جاتے تھے۔ میں چھوٹا تھا جمعہ کے دن مجھ کو باپ پیروں کی خدمت میں لے جایا کرتے تھے تاکہ وہ میرے سر پر ہاتھ پھیریں۔ ابوالقصر کے پاس نہیں لے جاتے تھے۔ حالانکہ وہ مسجد ہی میں ہوتے تھے کیونکہ وہ ملامتی تھے اور میرے باپ قاری تھے۔ لیکن شیخ ابوالحسن تیشہ ساز اور ان کے بھائی شیخ ابومحمد کاکا ابوالعصر کے مرید تھے۔ روشن پیر اور بڑے نعرے لگانے والے تھے۔ ابوالقصر کے سب مرید ایسے ہی تھے کہ نعرہ بڑے ما ا کرتے تھے اور یہ دونوں اپنے پیر کی حکایات بیان کرتے تھے۔

۳۹۶-کاکا احمد سنبل اور اس کا بھائی محمد خواجہ رحمہما اللہ

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ کاکا احمد سنبل اپنے بھائی محمد خواجہ سے بڑھ کر تھے۔ نیک باطن تھے اور ان کے بھائی ظاہر میں زیادہ پاکیزہ تھے۔ بڑے مشہور درویش تھے کرامات ولایت والے تھے میری بابت ان کے دور کے خیالات تھے۔

۳۹۷-ابومنصور محمد انصاری قدس سرہ

آپ شیخ الاسلام کے باپ شری حمزہ عقیلی کے مرید ہیں۔ ابوالمظفر ترمذی کی خدمت میں رہے تھے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ شیخ احمد کوفانی نے مجھ سے کہا تھا کہ یہ سب کچھ تو نے کیا' اور بہت پھرے مگر اپنے باپ میں کیوں نہ دیکھا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ میں نے ستر سے کچھ اوپر سال تک علم سیکھا اور لکھا ہے۔ رنج اٹھایا ہے۔ عقاید میں نے سب سے پہلے اپنے باپ سے سیکھے تھے لیکن وہ ایسے قاری صادق' متقی' پرہیزگار تھے کہ کوئی ایسا ہو نہیں سکتا' نہ اختیار کر سکتا ہے۔ شیخ الاسلام یہ بھی کہتے ہیں کہ میرے باپ میری نسبت بڑا آواز رکھتے تھے۔ مجھے کہا تھا عبداللہ تم کب تک فضیل عیاض اور ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ کی باتیں کہو گے۔ تم سے فضیل اور ابراہیم ادھم پیدا ہوں گے۔ انہوں نے میری بابت خواب میں دیکھا تھا لیکن مجھ سے نہ کہتے تھے مگر کہتے تھے' میں ہر روز تعبیر

کرتا ہوں۔ وہ درست نکلتی ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ میرے باپ مجرو ہونے کے زمانہ میں صاف وقت اور فارغ دل تھے لیکن زن وفرزند میں پڑ گئے تھے۔ وہ اس کی وجہ سے ہمیشہ آزادگی کا اظہار کیا کرتے۔ تنگ دل رہا کرتے ہم سے ایک دفعہ تنگ دلی میں کہا کہ مجھ میں اور تم میں آگ کا دریا ہو۔ میں نے کیا گناہ کیا تھا۔ اس عورت نے چاہا اور فرزند پیدا ہوا ایک دن اس تنگ دلی میں دکان سے اٹھ کھڑے ہوئے اور سبحان اللھم کہا یعنی اے پروردگار تو پاک ہے۔ دکان سے ہاتھ اٹھالیا اور بلخ میں اپنے پیر شری حمزہ عقیلی کی خدمت میں چلے گئے۔

۳۹۸- ابو منصور سوختہ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ابو منصور کے قہندز میں پیر تھے۔ ایک دفعہ اپنے آپ کو جلا لیا اور خدا کیلئے جلے اس لئے ان کا نام سوختہ پڑ گیا سچے مرد متقی پکے تھے۔

۳۹۹- شیخ احمد چشتی اور ان کے بھائی خواجہ اسمٰعیل چشتی قدس سرہما

شیخ احمد چشتی ابو احمد ابدال کے سوا اور شخص ہیں کہ وہ ان سے پہلے ہیں۔ شیخ الاسلام نے ان کو نہ دیکھا تھا اور خواجہ احمد بن مودود کے بھی غیر ہیں کیونکہ وہ ان کے پیچھے ہوئے ہیں۔ شیخ الاسلام کو انہوں نے نہیں دیکھا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ میں نے کسی کو زیادہ قوی ملامت کے طریق میں اور پورا احمد چشتی سے نہیں دیکھا۔ چشتی سارے ایسے ہی تھے۔ خلقت سے بے باک اور باطن میں جہان کے سردار۔ تین دفعہ جنگل میں گئے تھے اور پھر لوٹے۔ کیونکہ اپنے درمیان اس میں اخلاص نہ دیکھا تھا۔ یہ تمام حالات میں اخلاص اور ترک ریا کے ساتھ رہتے تھے۔ شرع میں کسی قسم کی سستی جائز نہ رکھتے تھے۔ زیادہ کاہلی کا تو کیا ذکر شیخ احمد نجار وغیرہ کو دیکھا تھا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ احمد چشتی بزرگ تھے اور میری تعظیم اور عزت اس قدر کرتے کہ کسی اور کی نہ کرتے تھے۔ سب سے پہلے وہ شخص جس نے اپنے بال میرے پاؤں پر ملے وہی تھے۔ آپ شیخ ابو نصر طالقانی کی زیارت کیلئے گئے تھے اور یہ بیت ان سے سنا تھا۔

وزیما کت ندانستم ہمے پنداشتم دائم ازیں پندار گونا گون ازیں دانش پشیمانم

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ میں نے کسی کو برادر احمد چشتی کی طرح دیدار اور فراست میں نہیں پایا۔ وہ میری خدمت کرتے تھے۔ بڑی عزت کرتے تھے۔ قہندز میں مجلس کرتا تھا۔ میرے سامعین میں سے ایک شخص تھا جوان

کی صحبت میں رہا تھا اور میری باتیں ان سے کہا کرتا وہ کہتے تھے کہ یہ تمہارا دانشمند ہمارے کوچہ میں سے رہے۔ خدا جانتا ہے اس بات سے میرے سر میں کیا طمع ہے۔ اس کی وہ بات میری مایہ ہے۔ اس کے بعد مجھے دعوت دی اور اپنی تمام دنیا مجھ پر نثار کر دی۔ اس کے بعد ہم سردی اور موسم برف میں نباذان میں گئے۔ وہ مجھ کو لے گئے اور وہیں سے ہمارے کام میں تھے۔ ابونصر سوہان گریار ان چشتی سے ہے۔ وہ بڑا دانا تھا جبکہ ہم بناذان میں گئے تھے۔ سردی کا موسم تھا۔ اطراف کے ۶۲ مشائخ وہاں جمع ہو گئے تھے۔ چالیس سے کچھ اوپر دن تک میں ان کو وعظ کہتا رہا اور علم حقیقت کی تشریح و توضیع پہلے وہاں سے شروع ہوئی۔ ان میں سے کوئی شخص میرے برابر نہ چلا لیکن سب صاحبان ولایت و کرامت و فراست تھے۔ جب تک یہ لوگ زندہ تھے کوئی ترکمان خراسان میں نہ آیا۔

۴۰۰- ابوحفص غارودانی قدس سرہ

ابوحفص نے غارودان میں آنکھیں اور کان میری طرف متوجہ کئے ہوئے تھے۔ وہ بے حد صاحب کرامت ظاہرہ تھے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ اگر ابوحفص غارودان میں زندہ ہوتے تو تم اپنے کپڑے ان سے چھین لیتے اور اس کی طرف نہ دیکھتے لیکن میں اس بزرگ کو دیکھتا تھا وہ ظاہری کرامات اور بڑی فراست والے تھے۔ ایک دوست اس کے دوستوں میں سے تھا۔ وہ اس کے ساتھ پوشیدہ رہتے تھے۔ اس غیرت سے کہ اس کا کوئی دوست نہ ہو۔ اس کے دوستوں کو لوگ پہچانتے نہ تھے۔

۴۰۱- ابوبشر کواشانی قدس سرہ

جب ابوبشر کواشان میں تھے کبوتر ان کی بات سے نیچے نہیں اتر آیا تھا اور جیسے۔

۴۰۲- احمد مرجانہ و احمد کاپرستانی قدس سرہما

اور مثل احمد مرجانہ اور احمد کانہ دستانی کے کہ توت کی شاخ پر رقص کرتے تھے۔ ہم چالیس سے کچھ اوپر دن وہاں تھے۔ ہر روز لوگوں کے مہمان ہوتے تھے۔ ایک ہزار دو سو کپڑے فتوح (نذرانہ) ملے تھے جن میں سے سوا پرانے مصلے کے میں کچھ نہیں لایا تھا۔ ایک دن میں سماع کرتا تھا اور اس میں شور مچا رہا تھا۔ اپنے کپڑے پھاڑتا جب میں سماع سے باہر نکلا اور مسجد جامع میں گیا۔ سماع کے خمار میں تھا۔ ایک شخص میرے سامنے آیا اور کہنے لگا وہ

جوان کون تھا کہ سماع میں پھرتا تھا۔ میں نے کہا کس قسم کا تھا۔ کہا ایک نوجوان تھا۔ نرگس کی شاخ دراز اس کے ہاتھ میں تھی۔ تمہارے ساتھ سماع میں پھرتا تھا۔ جب وہ نرگس کو تمہاری ناک کے سامنے کرتا تو تم شور مچاتے تھے اور زیادہ بے طاقت ہو جاتے تھے۔

میں نے کہا کسی سے پھر مت کہنا۔ اس کے بعد ہم آپس میں نہیں ملے مگر حفص سے کہ میرے اور دوستوں کے وداع کیلئے آیا ہوا تھا کہ دنیا سے رخصت ہوگا اور اسی ہفتہ میں فوت ہو گیا۔ ابو بشر کواشانی نے اسحٰق حافظ کی املا کی مجلس میں مجھ سے کہا تھا عقلمند وہاں سے یہاں آئے ہو۔ میرے پاس بیٹھو کہ میں یہاں بھی تمہارے ساتھ ہوں۔ سخن کا دروازہ مجھ پر باندھا گیا۔ مجھ سے ایک بات نہ ہو سکی۔ میں اپنے دل میں کہتا تھا کہ یہ کیا بات تھی۔ کبھی ایسا ہوا ہے یہاں تک کہ وظیفہ اس آیت تک پہنچا۔ **ومن الناس من یتخذ من دون اللہ اندادا** یعنی بعض وہ لوگ ہیں کہ اللہ کے سوا وہ شریک بناتے ہیں تو میری زبان کھل گئی۔

۴۰۳- شیخ احمد حاجی قدس سرہ

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ شیخ احمد حاجی میرے پیروں میں سے ہیں۔ انہوں نے شیخ الاسلام حصری کو دیکھا تھا اور ابوالحسن طرزی وغیرہ کو بھی ان سے حکایات نقل کیا کرتے تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ حصری سے کچھ یاد رکھتے ہیں۔ کہا ایک شیخ کے ساتھ حصری کی خدمت میں ہم گئے۔ کچھ کھانے کی چیز موجود نہ تھی۔ شیخ کہتے تھے **نحن دوابک یاسیدی اعلف دوابک یا سیدی** یعنی اے میرے سردار ہم تیرے چوپایہ ہیں۔ ان کو اے میرے سردار دانہ گھاس دے اور تالی بجاتے تھے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ اس کا خیال نہ کر کہ ان کو چارہ کی ضرورت تھی۔ اس کا خیال کر کہ خدا تعالیٰ کے سوا ان کی کوئی حاجت نہ تھی۔

۴۰۴- شیخ ابوسلمہ باوردی قدس سرہ

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ شیخ ابوسلمہ باوردی خطیب صوفی سیاح میرے پیروں میں سے ہیں۔ بڑے بوڑھے تھے اور بہت سے مشائخ کو دیکھا تھا۔ جیسے ابوعبداللہ رودباری عباس شاعر ابوعمر نخند ابو یعقوب نہر جوری رحمہم اللہ۔

۴۰۵- شیخ ابو علی کیال قدس سرہ

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ شیخ ابو علی کیال کو دیکھا تھا لیکن میں چھوٹا تھا۔ میں نے ان کو نہیں پہچانا۔ بزرگ تھے اور سیستان کے شیخ تھے۔ ملامتی طریقہ پر تھے۔ ان کی کرامت کی تعریف نہیں کر سکتے کیونکہ وہ کرامات سے خود بہتر تھے وہ اور شیخ احمد نصر، شیخ ابو سعید مالینی تینوں صوفیوں کی سرائے کے صفہ میں رہتے تھے اور میں وہاں حاضر رہتا تھا۔

۴۰۶- ابو علی زرگر رحمۃ اللہ علیہ

— شیخ الاسلام کہتے ہیں ابو علی زرگر میرے پیروں میں سے ہیں اور اعلیٰ درجہ کے پیروں میں صوفی تھے۔ ابوالعباس قصاب آملی کے شاگرد تھے۔ سخی مرد تھے۔ شیخ حصری کو دیکھا تھا اور اس سے حکایت کرتے تھے۔

۴۰۷- ابو علی بوتہ گر قدس اللہ سرہ

— شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ وہ بھی میرے پیر ہیں۔ سخی مرد تھے۔ شیخ حصری کو دیکھا تھا اور ان سے حکایت کیا کرتے تھے۔

۴۰۸- شیخ ابو نصر قبانی قدس سرہ

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ انہوں نے بہت سفر کئے تھے۔ بہت سے مشائخ کو دیکھا تھا۔ شیخ ابو عمرو اکاف کو دیکھا اور اردن میں ان کی خدمت کی تھی۔ ابو عمرو سنجیدہ کو دیکھا تھا۔ شیخ ابو نصر عبداللہ مانک کو بھی ارغان میں دیکھا۔ شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں۔ مجھ سے ان کی حکایات بیان کی تھیں۔

۴۰۹- شیخ ابو اسمٰعیل نصر آبادی قدس سرہ

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ وہ شیخ ابوالقاسم نصر آبادی کے بڑے بیٹے ہیں۔ میں نے ان سے حدیث سنی تھی اور ان کے باپ کی حکایت یاد رکھتا ہوں۔

۴۱۰- شیخ ابومنصور گازر رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ وہ ایک بارعب درویش تھے۔ بہت سے مشائخ کو آپ نے دیکھا تھا۔ عمر سے بہتر تھے۔ شیخ احمد نجار استر آبادی کو دیکھا تھا اور ابونصر سراج صاحب ملمع کو بھی دیکھا تھا۔

۴۱۱- شیخ اسمٰعیل دباس جیرفتی قدس سرہ

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ اسمٰعیل دباس میرے پیروں میں سے ہیں۔ پیر روشن تھے اور محدث شیخ مومن شیرازی کو دیکھا ان سے حکایت کرتے تھے۔

۴۱۲- شیخ ابوسعید معلم قدس سرہ

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ابوسعید معلم روشن پیر تھے۔ نیک دل سچے اور سفید مرقع پہنتے تھے۔ شیخ ابراھیم کیال (ماپنے والے) کو دیکھا تھا۔

۴۱۳- شیخ محمد ابوحفص کورتی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ شیخ محمد ابوحفص کورتی بزرگ ہوئے ہیں۔ بڑے وقت والے اور میرے پیر ہیں۔ ایک دفعہ وہ بیمار ہو گئے۔ صوفی ان کے پاس گئے باتیں ہونے لگیں۔ ایک شخص نے ان کے سامنے دعویٰ کیا۔ آپ کو اس کے سننے کی طاقت نہ رہی۔ ان کو غیرت آئی اٹھ بیٹھے اور کہا حق حق حق۔ جب ایک گھڑی گزری ہوش میں آئے اور کہا استغفر اللہ' استغفر اللہ ' استغفر اللہ میں ضعیف ہو گیا ہوں عذر کرنے لگے۔

۴۱۴- شیخ عمو قدس سرہ

آپ کی کنیت ابو اسمٰعیل ہے اور نام احمد بن محمد بن حمزہ صوفی ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ شیخ عمر خراسان کے خادم تھے اور وہ میرے پیر استاد تھے یعنی صوفیوں کے آداب و رسوم میں نے ان سے سیکھے تھے۔ عمو میرے مرید تھے۔ باوجود مریدی کے میں ان کا ہم پیالہ تھا۔ جہان کے مشائخ کو دیکھا تھا۔ شیخ ابوالعباس نہاوندی نے ان کا عمو

لقب رکھا تھا' جیسا کہ گزر چکا' شیخ ابوبکر قرا کو نیشاپور میں دیکھا تھا۔ سفر اول اور حج الاسلام شیخ احمد نصر طالقانی کے ساتھ کیا تھا۔ شیخ ابوبکر فرلیربان کو بخارا میں دیکھا تھا اور انہوں نے حضرت جنید اور ابوبکر متقید کو دیکھا تھا اور اس نے جنید اور شیخ شیروانی کی خدمت کی تھی' اور تمام مشائخ حرم کو دیکھا تھا۔ جیسے ابوالحسن جہضم ہمدانی' شیخ ابوالخیر حبشی' محمد ساخری شیخ جوال گرد' شیخ ابواسامہ' ابوالحسن سرکی' ابوالعباس نسادی' ابوالعباس قصاب وغیرہ۔ مشائخ وقت کو دیکھا ہے اور ان پر انہوں نے مہربانیاں کی تھیں۔ اس نے ان کی اچھی خدمت کی تھی اور آرام پہنچایا تھا۔ شیخ ابوالفرج طرسوسی کو دیکھا تھا۔ ماہ رجب ۴۰۵ھ میں فوت ہوئے ہیں۔ آپ کی عمر ۹۹ سال کی تھی رحمۃ اللہ۔

۴۱۵- شیخ احمد کوفانی قدس سرہ

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ شیخ احمد عمو کے خادم تھے۔ بہت سے پیروں کو دیکھا اور بڑے سفر کئے تھے۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ ہم نے تم سے معلوم کیا ہے کہ ہم نے کن کن کو دیکھا ہے یعنی تم نے ان کو حقیقت میں دیکھا ہے۔

۴۱۶- ابوالحسن نجار قدس سرہ

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ وہ قہندز میں بڑھئی کا کام کرتے تھے۔ مرد بارعب اور بزرگ تھے۔ کوئی ان کو پہچانتا نہ تھا۔ ایک دفعہ مکہ معظمہ میں ان کو دیکھا گیا کہ پنجاہ کوزہ برداران کے مرید تھے۔ مجھ سے بلال خادم حصری نے یہ حکایت کی تھی کہ حصری نے کہا ہے لاتطلع الشمس الاباذنی یعنی آفتاب بغیر میرے حکم کے نہیں چڑھتا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ قاضی ابراہیم باخرزی نے مجھ سے کہا تھا۔ میں نے اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا ہے اور کہا کہ خداوند بندہ تجھ تک کب پہنچتا ہے۔ کہا اس وقت کہ اس کو کوئی مانع نہ رہے جو مجھ سے باز رکھے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ مجھے شیخ ابوعلی سیاہ کی زیارت نصیب ہوئی تھی لیکن جب میں خرقانی رحمۃ اللہ علیہ سے مل کر واپس آیا تو اتفاقاً شیخ عموان سے مل کر آیا تھا۔ مجھ سے ان کی حکایت کرتا تھا اور میں خرقانی کی حکایت سنتا تھا۔

ابوعلی سیاہ مرد میں ایک بزرگ موجود تھے۔ صاحب سخن و کرامات اور بڑی ولایت والے تھے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ پیر محمد کشور تائب صادق بڑے جفاکش تھے۔ وصال (روزہ وصال یہ کہ رات دن روزہ رکھنا افطار نہ کرنا) کے روزے رکھا کرتے تھے۔ ایک دفعہ وصال میں تھے میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ چالیس روز تک وصال کیا۔ مجھ سے لوگ کہتے ہیں کہ انہوں نے ۸۰ روز تک روزہ وصال پورا کیا۔ بعض کہتے ہیں سو روز تک واللہ اعلم۔

انہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ اس پر تمہارا قیام ہو جائے تو مشرق مغرب میں تمہارے جیسا کوئی نہ ہو۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ محمد شگرف ایک پیر بادبدبہ تھے۔ دعویٰ قوت ملامت رکھتے تھے۔ مجھ سے شیخ الاسلام نے کہا کہ میں دو دفعہ ابوسعید ابوالخیر کے پاس رہا ہوں۔ انہوں نے اپنی دستار سر سے اتاری ہوئی تھی اور اپنی مصری گودڑی مجھے دے دی۔ شلغم کو جوش دے کر میرے منہ میں ڈالتے تھے۔ جب میں ان کے پاس گیا تھا میرے لئے کھڑے ہو گئے تھے۔ میری اتنی تعظیم کرتے تھے۔ کہ کسی اور کی ایسی کم کرتے لیکن مجھ کو ان سے اعتقاد میں مخالفت ہے۔ طریقت میں پورے نہیں۔ مشائخ کا طریقہ اختیار نہ کرتے تھے۔ بعض مشائخ وقت ان سے اچھی طرح پیش نہ آتے تھے۔

شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ احمد خضرویہ نے ایک دن بایزید کے سامنے کہا یارب ہماری امید اپنے سے مت کاٹ۔ بایزید نے کہا یارب امیدیں اپنے سے قطع کر۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ جو کچھ احمد نے کہا وہ عام لوگوں کیلئے ہے اور جو کچھ بایزید نے کہا وہ خاص کا کام ہے۔ کیونکر امید نقصان ہے۔ امید ناموجود پر ہوا کرتی ہے۔ موجود چیز پر امید کب ہوتی ہے۔ ابوبکر دقی کہتے ہیں و **العافیه التصوف لایکون** یعنی آرام اور تصوف جمع نہیں ہوتے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ اگر صوفی ہو تو اپنے حالات کو متہم کرو کیونکہ دعویٰ ہے اور اپنے افعال کو متہم کرو کہ ریا ہے اور اپنے اقوال کو متہم کرو کے بے معنی ہیں۔ ایک جوان مرد جنگل میں بے قرار ہوا۔ کہا اگر مجھ کو سلامتی سے نکالے گا تو میں تجھ کو کبھی یاد نہ کروں گا۔ جب جنگل سے باہر نکلا تو ایک شخص اس کو گھر میں لے گیا۔ کھانا دیا جو سیر ہو کر کھایا اور مر گیا۔

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ اگر وہ زندہ رہتا اور یاد نہ کرتا تو شریعت تباہ ہو جاتی اور اگر یاد کرتا تو اقرار تباہ ہو جاتا۔ وہ سچا تھا اس کے شغل نے اس کی کفایت کی۔ اس نے ہنسی اور خواری سے نہیں کہا تھا کہ میں یاد نہ کروں گا۔ اپنے یاد کی شرم سے ایسا کہا تھا۔ ابوعلی سیادہ قدس سرہ سے ایک مرد نے کہا تھا کہ ہر چیز سے اگر کوئی چیز جاتی رہے تو بھی کچھ رہ جاتی ہے مگر شریعت کہ جب اس سے کوئی چیز جاتی رہے تو کچھ نہیں رہتی۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ انہوں نے بہت اچھا کہا ہے اور یہ اس طرح ہے۔ شریعت پورا کام چاہتی ہے۔ شریعت میں زیادتی نقصان ہے۔ شریعت پانی کی طرح ہے۔ پانی اندازہ کا چاہئے اگر بڑھ جائے گا تو اجاڑ دے گا اور اگر کم ہوگا تو تمہیں سیراب نہ کرے گا۔ مرتعش کہتے ہیں کہ میں نے اپنے آپ کو ہرگز کبھی خاص باطن کے ساتھ نہیں دیکھا تاوقتیکہ اپنے آپ کو بظاہر عام نہ دیکھا ہو۔

شیخ الاسلام کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ میری حقیقت درست نہیں ہوتی جب تک کہ میری شریعت صاف نہیں ہوتی۔ شیخ الاسلام کی یہ عادت تھی کہ جو کچھ سنتے خواہ وہ عمدہ عادتیں ہوتیں اور افعال پسندیدہ ہوتے۔ خواہ حدیث میں خواہ مشائخ کی حکایات میں البتہ ان کو ضرور کرتے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جو تم کو کوئی سنت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ملے اگر تم اس کو وظیفہ نہ بنا سکو اور ہمیشہ نہ کر سکو بارے ایک دفعہ تو کرو تا کہ تمہارا نام سینوں کے زمرہ میں کر دیں۔ علی ہذا نیک معاملہ اور احوال و اخلاق مشائخ کہ ان پر چلنے کیلئے ہم سے کہا گیا ہے۔ اگر سب نہ کر سکو بارے کچھ تو کرو۔ ایک دفعہ میں راستہ میں جا رہا تھا۔ ایک درویش نے مجھے خدا کی قسم دی کہ مجھ کو شلوار دے دو۔ مجھ کو اس امام کی حکایت یاد آ گئی کہ وہ سوار آتے تھے ایک درویش نے ان کو خدا کی قسم دی کہ مجھ کو شلوار دے دو امام گھوڑے سے اتر پڑے اور اپنی شلوار اس کو اتار کر دے دی۔ لوگوں نے کہا کہ یہ کیوں کیا۔ یہ فقیر جھوٹے فریبی ہیں۔ کہا میں یہ بات جانتا ہوں' لیکن جائز نہیں کہ خدا کی قسم مجھے دیں اور میں اس کی پرواہ نہ کروں اور اس کی مراد پوری نہ کروں۔

شیخ الاسلام نے کہا کہ میں نے بھی وہ کام کیا اس درویش کو شلوار دے دی اور شلوار کے بغیر وعظ کہتا رہا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ میں نے اکثر عاریتی کپڑے سے مجلس قائم کی ہے اور اکثر گھاس کھا کر گزارہ کیا ہے۔ اکثر اینٹ سرہانے رکھتا ہوں اور اس وقت میرے یار دوست شاگرد سب مالدار تونگر تھے۔ جو کچھ میں ان سے مانگتا وہ دیتے لیکن میں کبھی ان سے مانگتا نہ تھا اور ان پر نہ ظاہر کرتا۔ میں کہتا کیوں یہ خود نہیں جانتے کہ میں کچھ نہیں رکھتا اور کسی سے کچھ نہیں مانگتا۔ میں ابھی بچہ تھا کہ میرے باپ نے دنیا کو چھوڑ دیا۔ دنیا تمام خرچ کر دی ہم کو رنج میں ڈال دیا اور ہماری درویشی کی ابتداء اسی وقت سے تھی۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ میں جاڑوں میں جبہ نہیں رکھتا تھا۔ بڑی سردی پڑتی تھی۔ میرے سارے گھر میں ایک اتنی بوریا تھی کہ اس پر میں سوتا تھا اور ان میں نمدے کا ایک ٹکڑہ تھا جو اوڑھا کرتا تھا۔

اگر پاؤں کو ڈھانکتا تھا تو سر ننگا ہو جاتا تھا۔ ایک اینٹ تھی جو سر کے نیچے رکھا کرتا تھا۔ ایک میخ تھی کہ وعظ کے کپڑے اس پر لٹکا دیا کرتا تھا۔ ایک دن ایک عزیز آیا مجھ کو اس حالت میں دیکھ کر انگلی دانتوں میں رکھی اور رونے لگے۔ ایک گھڑی تک کھڑا روتا رہا۔ پھر اپنے سر سے پگڑی اتار کر وہیں رکھ دی اور چل دیا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ مجھ کو اس قدر طاقت نہ تھی کہ مجلس کے قاریوں کو کچھ دیتا اور کسی سے مانگتا نہ تھا۔ میرے دل پر اس سے رنج رہتا تھا۔ ایک شخص نے دانیال پیغمبر علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ وہ فرماتے ہیں۔ فلاں دکان عبداللہ کو دے

دے تا کہ اس کی آمدنی ان قاریوں کو دیا کرے۔ دانیال نے اس شغل کی کفایت کی اور وہ مرد اس دکان کی آمدنی قاریوں کو دیا کرتا۔

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ مجھے کبھی تمام عمر میں اللہ تعالیٰ نے آدھے دن تک دنیا کی طلب میں نہ دیکھا تھا۔ اب مجھ پر دنیا کھولتے ہیں لیکن میں اس میں سے اگر قبول نہ کروں گا تو کافر ہوں گا اور اگر دل پر اس کی کچھ قدر و عظمت ہو تب بھی کافر ہوں گا۔ جب تک اس سے نہ چھوٹوں اور اس کا ضروری حصہ مجھ سے نہ لے گئے ہوں اس کو مجھ پر نہ کھول دیا ہو۔ اگر سلیمان علیہ السلام کا ملک ہی ہو تو مجھ کو اس چیز میں سے کہ میں نے دیکھی تھی اور مجھ کو اچھی معلوم ہوئی تھی اور ضروری تھی۔ زمانہ میں میری آنکھ اور دل پر گزری تھی اور اس کو میرے لئے اس کو نقدی کر دی۔ میں کہتا ہوں کہ یہ وہی ہے کہ میں نے فلاں وقت دیکھی تھی اور میرے دل پر گزری تھی۔ اس وقت کہ مجھے چاہئے تھی۔ اب دیتا ہے ایک ترک تھا کہ جو شیخ کی مجلس کی ملازمت کیا کرتا تھا۔

شیخ الاسلام کے سر کے ڈھال کے برابر نور دیکھا کرتا تھا۔ ایک دن شیخ احمد کوفانی سے کہنے لگا کہ تو وہ نور کی ڈھال دیکھا کرتا ہے جو خواجہ کے سر پر ہے کہا کہ وہاں دیکھا کرتا ہوں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ کون نہ دیکھتا تھا لیکن اس کو ظاہر نہ کرتا تھا۔ ترک سے نہ ہو سکا کہ دیکھے اور کہے میں نہیں دیکھتا ہوں وہ ترک حج کو گیا اور واپس آیا اس کے بعد اس نور کو نہ دیکھا شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ وہ ترک کہنے لگا کہ میں اب وہ نور نہیں دیکھتا۔ اس کا سبب کیا ہے۔ میں نے کہا کہ اب تم نے اپنے آپ کو بخشا ہوا خیال کر لیا ہے اور بزرگ سمجھتا ہے' کہ میں نے حج کیا ہے۔ حاجی ہوں اس وقت ہمارا محتاج اور پیاسا تھا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ہر ایک کا ایک بت یعنی معشوق ہوا کرتا ہے۔ بہار کا وقت میرا بت ہے کیونکہ میں بہار کو دوست رکھتا ہوں۔ ایک دفعہ ہوا گرم ہوئی اور تمام پھول کھل چکے تھے مجھ کو چاہئے تھا کہ پھول دیکھتا کہ میری آنکھیں خوش ہوں۔ دھوبیوں کے گھاٹ پر جایا کرتا۔ باغیچہ میں گل لالہ کو دیکھا جو پیالے کے برابر تھا۔ بہت خوبصورت تھا جس سے بڑھ کر لالہ ہو نہیں سکتا۔

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں سخت تنگ دِل تھا۔ اپنے گھر کے پاس ایک امر کے سبب اندیشہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ سخت ہوا چلی اتنے میں ہشت پہلو کاغذ اوپر سے نیچے گرا۔ سرخ خط سے اس پر لکھا ہوا تھا۔ فرج فرج یعنی خوش ہو خوش ہو۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ شیخ ابوالخیر تنیاتی آٹھ سال تک مکہ معظمہ میں مجاور رہے ہیں۔ کچھ سوال نہ کرتے اور یہ بڑی سخت بات ہے' کوئی شخص مکہ معظمہ میں کوئی چیز نہ رکھتا ہو اور پھر سوال نہ کرے۔ ایک دفعہ آٹھ رات دن تک کچھ نہ کھایا تھا۔ بیماری اور بھوک دونوں پیدا ہوئیں سست ہو گئے حیلہ سے اپنے آپ کو مقام

ابراہیم علیہ السلام تک پہنچایا کہ دو رکعت نماز پڑھی۔ سستی کی وجہ سے ان کو نیند آ گئی۔ اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھ کہ ان سے کہتا ہے کہ تم کیا چاہتے ہو کہا ملک پر شرافت۔ کہا کہ اچھا میں نے دے دی کہا اور کیا چاہتے ہو کہا حکمت۔ کہا اچھا وہ بھی دی پھر جاگ اٹھے۔

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ملک کی شرافت میں ان کو ایک یہ بات حاصل تھی کہ یہ کہتے تھے۔ میں کئی سروں سے سفید خط سے سعید لکھا ہوا دیکھتا ہوں اور کئی سروں پر شقی لکھا ہوا دیکھتا ہوں۔ دوم یہ کہتے جو شخص کسی ولایت کا حج کو جاتا ہے میں اس کو دیکھ لیتا ہوں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ مجھ کو اس کی ضرورت نہیں کہ جان لوں کہ شقی کون ہے کیونکہ اس میں کرامت کیا ہوئی۔ یہی کہ ہر ایک غم کھانے لگے۔ میں برائی میں کم یہ کام کرتا ہوں لیکن بہتری میں جلد مانتا ہوں اور ایک نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ مرد کا مقام کہہ دیتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک کہاں تک ہے لیکن بدبختی کو نہ جانتا ہوں اور نہ چاہتا ہوں کہ جانوں یعنی اگر چاہوں تو جان لوں۔

شیخ الاسلام کہتے ہیں یہ مجھ کو اس بات کیلئے نہیں چھوڑتے کہ اہل ولایت کو ایک دوسرے سے جدا کروں۔ ایک دفعہ میں نے کہا کہ جدا کرتا ہوں مجھ کو اس پر نہ چھوڑا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کوئی ایسا موجود ہے کہ دانائی سے کہہ دے اور جان لے کہ کہتا ہے یعنی اگر چاہے جان لیتا ہے اور جو کچھ کہتا ہے دیکھتا ہے۔ یہ دیدار اس کو دانائی کے ساتھ ہمیشہ رہتا ہے اور کوئی ہوتا ہے کہ اس کو یہ دیدار کسی وقت ہو اور کسی وقت نہ ہو۔ غلبہ اور دبدبہ کے وقت کہتا ہے اور ہوسکتا ہے کہ وہ بات اس کی زبان پر ہو۔ یہ حقیقت ہوتی ہے اور سچی دانائی لیکن اس کو اس سے واقفیت نہیں ہوتی۔ تمہارے نزدیک کون سردار ہے کہا کہ وہ پہلا جس کی دانائی قدیم ہے اور صاحب ولایت ہے۔ یہ اکثر ابدال' ابرار' زاہدوں کو ہوا کرتا ہے۔ وہ پچھلا تحقیق یہ ہے کہ ایک دفعہ ممکن ہے کہ اس پر پوشیدہ ہو اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اس پر ظاہر ہو۔ اگر خوش طبعی سے کہے تو وہ حقیقت ہوتی ہے اور اگر غفلت میں کہے جب اس کو یاد رکھیں تو ویسا ہی ہوتا ہے جیسا ان سے کہا تھا جامع مقامات۔

شیخ الاسلام کہتے ہیں ایسا ہی ہوا کرتا ہے شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ابوالحسن دراج یوسف بن حسین کی زیارت کیلئے رے میں آئے۔ جس سے ان کا حال پوچھتے وہ کہتا کہ اس زندیق سے تمہارا کیا کام ہے۔ جب ایک مہینہ کے بعد میں اس کے پاس آیا تو اس نے کہا کہ کوئی شعر تم کو یاد ہے۔ اس نے کہا ہاں یاد ہے۔ پڑھا تو یوسف بن الحسین سماع میں شور کرنے لگے اور اس کی آنکھ سے ایک طوفان جاری ہوا۔ کہا اے ابوالحسن تعجب نہ کر۔ میں ایک چاند ہوں جو رے میں پھرتا ہوں اور تم میرا حال دریافت کرتے ہو۔ لوگ کہتے ہیں کہ اس بیت میں سے تمہارا کیا

کام ہے۔ صبح کے وقت سے میں قرآن پڑھ رہا تھا۔ میری آنکھوں میں آنسو نہ آئے لیکن تمہارے اس ایک بیت سے دیکھا کہ کیا حال ہوا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں میں نہیں جانتا کہ اول سے اس نے اس کو پہچان لیا تھا' مگر دھوکا دیتا تھا اور نہ کہا یہاں تک کہ غلبہ کی حالت میں کہا۔ اس غلبہ کے حال میں اپنے آپ کو درست کیا اور یہ چاند ہے ان بھلے چاندوں میں سے۔ ان بھلوں میں سے وہ حکمتوں اور نکتوں کی تفصیل جو کہ شیخ الاسلام کی زبان پر گزری تھی۔ مشکل بلکہ محال ہے ان میں سے بہت گزر چلے ہیں اور شاید کہ اور بھی انشاء اللہ تعالیٰ آئیں۔ اسی جگہ اسی قدر پر بس کی گئی۔ ان کی وفات جمعہ کے دن ۲۲ ذی الحج ۴۸۱ھ میں ہوئی ہے اور ان کی عمر ۸۴ سال کی تھی۔

۴۱۷۔ شیخ ابوالليث یا قوشنجی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ لیث قوشنجہ بزرگ و عارف تھے۔ پاؤں ننگے رکھا کرتے وہ فرماتے ہیں کہ پوشنگ سے ہرات میں آیا تھا۔ اس سبب سے وہاں رہا تھا میں قبرستان کو کیاریوں میں سے جا رہا تھا کہ ایک عورت قبر پر بیٹھی ہوئی تھی اور کہتی تھی اے ماں کی جان اور ماں کے یگانہ مجھ کو اس حال سے آ گیا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ابووائیل شفیق بن سلمہ کوئی بزرگان تابعین سے تھے توجہ سنتے تو رو پڑتے۔ ایک صوفی کہتے ہیں التلذذ بالبکاء ثمن البکاء یعنی رونے سے لذت حاصل کرنی رونے کی قیمت ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ تیری صحبت سے باز رہا ہوا حسرت کے آنسوؤں سے لذت پاتا ہے تو تیرا پانے والا کیا پائے گا۔ لیث قوشنجہ کی قبر خیابان میں ہے۔

جب ان کا انتقال ہوا تو اس کے یاروں نے اس کی قبر پر ایک چھوٹا سا حجرہ بنا لیا اور مکان کے بالا خانہ پر چار طاق نائے۔ اس میں رہتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک ایک کر کے فوت ہو گئے اور اس کے پہلو میں دفن کئے جاتے تھے۔ رحمھم اللہ تعالیٰ۔ شیخ عمو کہتے ہیں کہ یہ قبر فلاں انار فروش کی ہے اور یہ فلاں کی۔ وہ مجھ سے اس کے یاروں کی قبریں دکھایا کرتے۔ شیخ الاسلام کو ان کی یہ بات بہت اچھی معلوم ہوتی تھی کہ اس میں ان کی استقامت اور موافقت پائی جاتی تھی اور کہا کہ محمد عبداللہ گاذر کہتے تھے تمام خوبی جو اپنے میں دیکھتا ہوں اس کا سبب یہ جانتا ہوں کہ لیث قوشنجہ مجھ سے راز کی باتیں کیا کرتے تھے اور ان کا مزہ میرے حلق میں اترا کرتا تھا۔ لث قوشنجہ ایک دفعہ ہرات کی ندی میں ڈوب گئے' تڑپتے تھے۔ کہا اے خداوندا! اب تو نے مجھ کو پکڑ لیا کہ آنے کا توشہ نہیں رکھتا۔ اگر تو مجھے سلامت باہر نکال لے گا تو میں تین دفعہ قل ھو اللہ پڑھوں گا۔ کہا کہ اس سے مجھے خلاصی ہو گئی اور نو برس ہو چکے ہیں کہ اسی میں ہوں کہ پڑھوں لیکن پڑھ نہیں سکتا۔ جب میں کہتا ہوں احد اللہ تعالیٰ کہتا ہے میں وہی ہوں

جوتو کہتا ہے لیکن جانتا ہے کہ احد کون ہے مجھ کو پھر ہوش بھلا دیتا ہے۔

۴۱۸-محمد بن عبداللہ گازر ہروی قدس سرہ العزیز

آپ صوفیوں میں بزرگ تھے ہرات میں رہتے تھے۔ صاحب کرامات تھے ان کا تاریخ میں ذکر کیا گیا ہے۔ وہ محمد بن عبداللہ گاذر (دھوبی) ہروی اپنے وقت میں ہرات کے بڑے جوان مشائخوں میں تھے اور خلق اور عادات اور طریقہ میں ان سے بڑھ کر تھے۔ خواجہ ابوعبداللہ بوذہل ان سے بڑی عقیدت رکھتے تھے اور ان کیلئے بڑے کام کئے تھے۔ ایک دفعہ ان سے کہا کہ خواجہ تم یہ سب کام کرتے ہو۔ آخر تم مجھے شہر سے باہر نکال کر رہو گے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے کہا تم مشہور شخص ہو اور وہ ہرات کے رئیس تھے۔ محمد عبداللہ گاذر معاملہ اور ترک دنیا میں بہت اچھی باتیں کہا کرتے تھے جو دلوں پر اثر کیا کرتی تھیں۔ لوگوں نے دنیا کو چھوڑ دیا اور اپنی جائیداد سے علیحدہ ہو گئے۔ خواجہ عبداللہ نے ان کو شہر سے رخصت کر دیا اور کہا کہ تم کو باہر جانا چاہئے اور شہر کے اطراف میں جہاں رہنا چاہتے ہو رہو۔ کیونکہ نئی باتیں لوگوں کو نقصان پہنچاتی ہیں یعنی جب مرد دنیا سے ہاتھ اٹھا لیتا ہے تو بادشاہ کا خوف جاتا رہتا ہے۔ خواجہ ابوعبداللہ نے چار سال تک شبلی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت بغیر سوال کے کی تھی اور بڑا مال ان پر خرچ کیا تھا۔ شبلی رحمۃ اللہ علیہ ان کو خراسان کے سخی کہا کرتے تھے وہ خود حافظ ثقہ بڑے محدث تھے۔

۴۱۹-قربنج قدس سرہ العزیز (یا فریخ)

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ وہ پیر بزرگ درویش صاحب ولایت و فراست تھے۔ گاذر گاہ مادر میں ان کی قبر ہے۔ ایک دن خواجہ ابوعبداللہ بوذہل ان کے پاس گئے تو فرمایا کہ اے بوذہل کے فرزند کب پہنچے بٹھائیں گے اور مجھے اوپر کریں گے۔ وہ خواجہ تھے سمجھ گئے کہ بزرگ آدمی ہیں۔ انہوں نے کہا اے شیخ یہ نہیں ہو سکتا کہ تم کو علیحدہ کریں اور مجھے بٹھائیں۔ اس دانا نے کہا اے بذیل کے فرزند تم رنجیدہ نہ ہو کیا مزہ ہو کہ مجھے علیحدہ کریں اور تم کو بٹھائیں۔ ایک ہفتہ نہ ہوا کہ خراسان کے امیر نے ان کو پکڑا اور قلات کے قلعہ میں لے جا کر ایک طاق رکھا اور دروازہ بند کر دیا یہاں تک کہ وہیں انتقال ہو گیا۔

۴۲۰- خواجہ خیرجہ قدس سرہ العزیز (یا خرچہ)

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ خیرجہ ایک غلام تھا اس کی گاذرگاہ کے قبرستان میں قبر ہے۔ اس کے خواجہ ان سے عجائب چیزیں دیکھا کرتے تھے اور بڑی کرامات ان سے مشاہدہ کیا کرتے تھے۔ اس کو آزاد کر دیا گاذرگاہ میں آئے اور وہاں چھوٹا گھر بنا لیا اور مقام کیا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ میں نے اس کے خواجہ کے فرزند کو دیکھا ہے اور ان کی حکایت مجھ سے بیان کی تھی۔ وہ کہتا تھا کہ ایک دفعہ آندھی آئی وہ پتھر کے ٹیلے پر بیٹھے تھے اور کہتے تھے۔ خداوندا جس کو چاندی چاہئے اس کو چاندی دے اور جس کو سونا چاہئے اس کو سونا دے جس کو غلام زمین چاہئے اس کو غلام زمین دے اور جو کسی کو چاہئے دے۔ خیرجہ کو تو ہی بس ہے۔

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ اس کا حال کس کو محل غیرت ہے لیکن خدائے تعالیٰ کا اختیار بندوں کے سبب اور علت سے نہیں ہے۔ بلال کو حالانکہ غلام حبشی تھے بلا لیا اور ابوجہل عتبہ شبیہ کو جو کہ مکہ کے سردار تھے دفع کر دیا۔ اس نے کیا کیا اور انہوں نے کیا کیا۔ سب کچھ اسی کی عنایت اور قسمت سے وابستہ ہے کسی کو اس میں مجال دم زدن نہیں۔

شیخ اسلام کہتے ہیں کہ جب کوئی بیمار ہوتا یا کسی کو درد ہوتا خیرجہ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ یہاں تک کہ وہ الحمد پڑھتے اور دم کرتے۔ اسی وقت آرام ہو جاتا۔ ایک دفعہ ایک دانا (عالم) کے دانتوں میں درد ہوا۔ ان کی خدمت میں وہ گئے انہوں نے الحمد پڑھا اور پھونکا وہ اچھے ہو گئے۔ اس عالم نے کہا خیرجہ تم الحمد بھی صحیح نہیں پڑھتے میں تم کو صحیح کرا دیتا ہوں۔ انہوں نے کہا نہیں اپنے دل کو درست کرو۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ میں نے خرقانی سے الحمدللہ سنی تھی کہ وہ امی تھے۔ الحمدللہ وہ اچھی طرح پڑھ نہ سکتے تھے لیکن وہ سردار اور زمانہ کے غوث تھے۔

۴۲۱- ابوعبداللہ احمد بن ابوعبدالرحمٰن نصر المالینی رحمۃ اللہ (الانی)

وہ ہرات کے مشائخ میں سردار تھے۔ شیخ عمو کے ہم عصر تھے اور ان کے ساتھ حج ادا کیا تھا۔ مشائخ حرم کو دیکھا اور ان کی صحبت میں رہے تھے۔ ظاہر باطن کے عالم تھے۔ زہد اور تقویٰ میں یگانہ روزگار تھے۔ تنہائی اور ترک دنیا میں باتیں کیا کرتے۔ ان کی باتوں کا دلوں میں پورا اثر ہوا کرتا تھا۔ صاحب کرامت وولایت تھے۔ ان کے اصحاب میں سے ایک تو عبداللہ بن محمد بن عبدالرحیم ہے وہ فرماتے ہیں کہ شیخ ابوعبداللہ نے ایک دن مجھے کہا کہ مکہ معظمہ میں جا اور فلاں شخص سے کہہ دے کہ ایسا ویسا کر۔ میں نے چند قدم اٹھائے تو میں نے اپنے آپ کو

مکہ مکرمہ میں پایا۔ ان کا وہ پیغام اس شخص کو پہنچا دیا اور عصر کی نماز سے پہلے شیخ کے پاس آ گیا جب میں وہاں تھا چاہا کہ حج ادا کروں لیکن جس شخص کے پاس میں گیا تھا اس نے مجھ سے کہا۔ شیخ کی بات کا خلاف نہ کرو ورنہ تم پھر جا نہیں سکو گے۔ تین مہینہ راستہ میں رہے گا۔ ان کی قبر ہرات کے شمال کی جانب ہے۔ شیخ الاسلام قدس سرہ شروع حال میں ان کی زیارت کو بہت جایا کرتے تھے۔

۴۲۲-ابو نصر بن ابی جعفر بن ابی اسحٰق ہروی خانجا بادی رحمۃ اللہ

بعض کہتے ہیں ابو نصر محمد بن ابی جعفرؒ آپ ظاہر باطن کے عالم زمانہ کے فقیہ تھے۔ دراصل کرمان کے تھے۔ ان کی توبہ کا یہ سبب ہوا کہ ایک دن ایک شخص فتویٰ لایا جس کا مضمون یہ تھا علماء دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے جوانی کی حالت میں چند لکڑیاں غصہ میں آ کر دراز گوش کو مار دیں۔ اس دراز گوش نے منہ موڑا اور کہا اے خواجہ یہ بڑا غصہ مجھ مظلوم عاجز پر کرے لیکن قیامت کے دن اس غصہ کی سزا کے عہدہ سے کیونکر نکل سکو گے۔ اب بیس سال ہوئے ہیں کہ وہ شخص روتا ہے۔ اب اس کی آنکھوں کا پانی خون سے بدل گیا ہے۔ اس کی طہارت و نماز کا کیا حکم ہے۔ جب ابو نصر نے یہ فتویٰ پڑھا اس بات کی ہیبت سے بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش آیا تو اس شخص کی صحبت کا احرام باندھا یعنی قصد کیا۔ جب اس کے مکان پر پہنچے تو وہ اسی غم میں انتقال کر چکے تھے۔

وہاں ایک پیر دیکھا جس کا نورانی چہرہ تھا سر اور داڑھی کے بال سفید ہو چکے تھے۔ اس کی دونوں آنکھوں سے خون نکل کر اسکے چہرہ پر جم گیا تھا لیکن ہنستا تھا۔ ابو نصر اس کی ہنسی کو دیکھ کر تعجب کرنے لگے۔ ان کی تجہیز و تکفین کی اور نماز پڑھی جب ابو نصر وہاں سے روتے ہوئے واپس آئے تو ایک پیر ان سے ملا۔ اس نے کہ اے جوان کیوں روتے ہو شاید کوئی قرآن کی آیت سنی ہے کہ جس پر عمل نہیں کیا لیکن یہ تمہارا رونا تو دامن جلوں کا رونا معلوم ہوتا ہے۔ نہ دل جلوں کا وہ پیر چل دیا لیکن ابو نصر کو درد پر درد اور سوز پر سوز تھا۔ جو کچھ مال و متاع تھا سب چھوڑ چھاڑ کر علیحدہ ہو گئے۔ سفر اور سیر اختیار کیا۔ کہتے ہیں کہ ۳۰۰ پیر کی خدمت کی تھی۔ خضر علیہ السلام کی صحبت میں رہے ہیں۔ حرم مکہ و مدینہ بیت المقدس وغیرہ میں بہت ریاضات و عبادات کی ہیں۔ آخر ہرات میں واپس آئے ان کی عمر ۱۲۴ سال تک پہنچی تھی اور ۵۰۰ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ ان کی قبر ہرات میں خانجہ باد میں زیارتگاہ ہے۔

(خانچہ یا خانجہ)

۴۲۳- سلطان مجد الدین طالبہ قدس سرہ العزیز

کہتے ہیں کہ وہ لشکر کے ایک سپاہی تھے۔ترک دنیا تجرید توکل میں یکتا تھے۔درویش میں چرگر کہ ایک ابدال میں سے ہیں۔ جامع ہرات میں رہا کرتے تھے۔ایک دن مسجد میں سو رہے تھے پانی کا لوٹا گرا دیا تھا۔مسجد کے خادم نے سمجھا کہ انہوں نے پیشاب کیا اور اس کو اس قدر مارا کہ ان کے اعضاء زخمی ہو گئے۔ چرگر نے ایک آہ نکالی اور چل دیئے۔ مسجد لکڑی کی تھی۔اس کو آگ لگ گئی جس سے تمام مسجد جل گئی۔ وہ وہاں سے اس بازار میں کہ جس کو چلہ فروش کا بازار کہا کرتے تھے آ گئے۔ سلطان مجد الدین طالبہ کو اس سے خبر دی گئی۔ چرگر کے پیچھے روانہ ہوئے۔ جب ان سے ملے تو کہا۔

اے چرگر مسلمانوں کے شہر کو کیوں جلاتے ہو۔ چرگر واپس ہوئے اور اپنی آنکھ سے آنسو آگ پر گرائے۔ آگ بجھ گئی اور گم ہو گئی۔ یہ رباعی کہنے لگے۔ رباعی۔

آن آتش دوشین کہ برافروختہ بود — او سوختن از دل من آموختہ بود

گر آب دو چشم من ندادی یاری — چہ جملہ فروشاں کہ ہرے سوختہ بود

کہتے ہیں کہ ایک دفعہ سیلاب آیا قریب تھا کہ ہرات کو بہا لے جائے۔سلطان مجد الدین کو خبر دی گئی کہنے لگے کہ میرے خرقہ کو سیل کے سامنے رکھ دو۔ جب ایسا کیا گیا تو سیلاب واپس ہو گیا۔امام فخر الدین رازی ان کے وقت میں تھے اور ان کی صحبت میں تقرب تبرک ڈھونڈا کرتے تھے۔ جب ان کی وفات کا وقت آیا تو شہر میں خشک دروازہ اور فیروزہ باد کے درمیان دفن کیا۔ شیخ محمود اشنوی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ رسالہ غاتیہ ہرات الامکان فی معرفۃ الزمان والمکان کے مصنف ہیں۔ان کے مقبرہ میں دفن کئے گئے اور یہ شیخ محمود مولانا شمس الدین محمد بن عبدالملک دلچی رحمۃ اللہ علیہ بڑے مشائخ محقق کے اصحاب اور شاگردوں میں سے ہیں اور زمانہ کی حقیقت میں جو باتیں ان کی تصنیف میں ہیں اوروں کی تصانیف میں کم ملیں گی۔

۴۲۴- ابوعبداللہ مختار بن محمد بن احمد ہروی قدس سرہ العزیز

آپ ہرات کے بزرگ مشائخ ہیں۔علم ظاہر و باطن کے جامع تھے۔صاحب کرامات و ولایات تھے کہتے ہیں کہ ان کی قبر کی لوح پر ایسا لکھا ہوا پایا گیا ہے کہ ۲۹۷ھ میں فوت ہوئے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کھانا ایسا کھا کہ تو

اس کو کھائے نہ یہ کہ وہ تجھے کھائے اگر تو اس کو کھائے گا تو وہ تمام نور ہو جائے گا اور اگر وہ تجھے کھائے گا تو سب دھواں بنے گا۔ کپڑا ایسا پہن کو رعونت فخر تکبر کو تیرے وجود میں جلا دے نہ یہ کہ آگ ان بیماریوں کو بھڑکا دے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں ہر کام میں کہ کرے ایسا ہو کہ اگر عزرائیل تجھ کو پائے تو اس کام سے اور کام کی طرف نہ ہونا پڑے اور اس کام میں تیرے تمام حالات تیرے ساتھ ہوں۔ اگرچہ کھانا کھانا ہو یا مباح عمل ہو جو کہ باطن خالص للہ ہو اور تیری نیت اس میں حق سبحانہ تعالیٰ کی رضا اور شرع کی محافظت ہو۔

وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اصل عبودیت یہ ہے کہ تو بظاہر ایسا ہو کہ تجھ سے تمام باتیں ظاہری شریعت کے مطابق ہوں اور باطن میں ایسا ہو کہ تجھ میں غیر کی یاد کی گنجائش نہ ہو۔ آپ کے یار بہت تھے۔ سب صاحب ولایت و کرامت تھے جیسے ابوالعلی بن مختار علوی حسینی رضی اللہ عنہ ان سے بہت سی کرامات اور بے شمار خرق عادات منقول ہیں۔ وہ بڑے مشہور امام ہیں۔ ان کی قبر ابو عبداللہ مختار کے پاؤں کے نیچے کی طرف ہے اور وہ فقیہ ابوعثمان مرغری رحمۃ اللہ کے مثل تھے۔ نہایت شوق اور سوختگی کی وجہ سے ان کا نام شوق سوختہ رکھا گیا۔ ان کے عجیب وغریب واقعات ہیں۔ کہتے ہیں کہ جس روز امام کیبرات میں وفات ہوئی وہ ہرات میں نہ تھے۔ وہ مرد الرور (یعنی مرغاب) میں تھے۔ ان کو وہاں پر باطن میں بڑی مصیبت پڑی۔ چنانچہ بے طاقت ہو گئے۔ ہرات میں آئے لوگوں نے کہا اسی وقت سید امام نے وفات پائی تھی۔ ان کا اضطراب اسی وجہ سے تھا جب شوق سوختہ نے وفات پائی ان کو قبرستان چنانچہ باد میں عبداللہ الواحد میں مسلم کے پاؤں کے بہت نیچے دفن کیا گیا۔

۳۲۵- شیخ ابوذر بوزجانی قدس سرہ

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا ہے کہ جس نے بوذر بوزجانی کو دیکھا صیاد گور گیر کہتے ہیں کہ بوزجان میں مجھے بڑی تکلیف پہنچی تھی میں نے بہت ہی طلب کیا تب جا کر ان کو پایا میں نے بوذر کو دیکھا کہ وہ کرامات ظاہرہ والے ہیں کہتے ہیں کہ بوذر جان میں ایک مدرسہ تھا جس میں کہ شیخ ابوذر وہاں کے رہنے والوں کو اولیاء کہتے تھے۔ ایک دن اس مدرسہ کے دروازہ پر سوتے تھے۔ مدرسہ کا چپڑاسی آیا کہنے لگا کہ آج طلباء کو کھانا نہیں ملا۔ اس مدرسہ میں ایک توت کا درخت تھا۔ چپڑاسی سے کہا کہ جا اس درخت کو جھاڑ۔ چپڑاسی نے اس درخت کو جھاڑا جو پتا جھڑا وہ خالص سونا تھا اور شیخ کے سامنے لایا۔ کہا کہ جاؤ ان کیلئے کھانا خرید لاؤ۔ ایک دن سبکتگین سلطان محمود کا باپ جس کی وفات ۳۸۷ھ میں ہوئی ہے آپ کی زیارت کو آیا۔ آپ نے اس کو سخت

نصیحتیں فرمائیں۔ سلطان محمود ابھی بچہ تھا۔ اس کو شیخ کے سامنے لائے۔ شیخ نے بڑی مہربانی کی اور اپنی گود میں بٹھلایا۔ آپ کے اشعار میں سے یہ شعر ہے۔

لعرفنا من کان من حسبنا　　　وسائر الناس لنا منکرون

یعنی البتہ ہم کو وہ لوگ پہچانتے ہیں جو کہ ہمارے حسب کے ہیں لیکن عام لوگ ہمارے منکر ہیں اور یہ بھی ان کے اشعار میں سے ہیں۔

تو بعلم ازل مرا دیدی　　　دیدی آنگہ بعیب بحزیدی

تو بعلم آن و من بعیب هماں　　　رومکن آنچہ خوذ پسندیدی

۴۲۶- شیخ الاسلام احمد النامقی الجامی قدس سرہ

آپ کی کنیت ابونصر احمد بن ابی الحسن ہے اور وہ جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ کے فرزندوں میں سے ہیں کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سال وفات میں ایمان لائے تھے۔ قال رضی اللہ عنہ ما حجبنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منذا سلمت ولا ارانی الاتبسم فی وجھی یعنی اے جب سے میں مسلمان ہوا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کبھی کسی کام سے روکا نہیں اور جب مجھے دیکھتے آپ ہنس پڑتے۔ وہ بلند قامت اور بڑے حسین تھے۔ حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ ان کو اس امت کے یوسف کہا کرتے تھے۔ حضرت شیخ کو پروردگار نے بیالیس فرزند دیئے۔ ۳۹ لڑکے اور ۳ لڑکیاں۔ ان کے انتقال کے بعد ۱۴ لڑکے اور تین لڑکیاں باقی ہیں۔

اور یہ چوداں بیٹے تمام عالم عامل کامل صاحب تصانیف صاحب کرامت صاحب ولایت مقتدا پیشوا گزرے ہیں۔ آپ امی تھے کہ ۲۲ سال میں توبہ کی توفیق پائی تھی۔ پہاڑ پر چلے گئے تھے اور ۱۸ سال کی ریاضت کے بعد چالیسویں سال میں ان کو لوگوں میں بھیجا۔ لدنی علم کے دروازے ان پر کھول دیئے گئے اور ۳۰۰ سے زیادہ کاغذ کے دستے علم توحید معرفت علم سیر وحکمت روشن طریقت اسرار حقیقت میں وہ تصنیف کئے ہیں کہ کوئی عالم حکیم اس پر معترض نہیں ہوا اور نہ اعتراض کر سکے۔ یہ تمام تصنیفات آیات قرآن واخبار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مقید اور موید ہیں۔ حضرت شیخ قدس سرہ کتاب سراج السائرین میں فرماتے ہیں کہ میں ۲۲ سال کا تھا کہ پروردگار نے اپنی عنایت سے مجھ کو توبہ نصیب کی اور چالیس سال کا تھا کہ لوگوں میں بھیجا اب ۶۲ سال کا ہوں کہ اس کتاب

کوحکم خدا سے جمع کرتا ہوں۔

اور اس وقت ایک لاکھ اسی ہزار مرد میرے ہاتھ پر توبہ کر چکے ہیں۔ اس کے بعد آپ اور بھی کئی برس تک زندہ رہے۔ شیخ ظہیر الدین عیسیٰ کہ آپ کے فرزندوں میں سے ہیں۔ رموز الحقائق میں لکھتے ہیں کہ میرے باپ کے ہاتھ پر آخر عمر تک ۶ لاکھ مرد توبہ کر چکے ہیں۔ گناہ کی راہ سے بندگی کے طریقہ پر آ گئے ہیں۔ شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس اللہ تعالیٰ سرہ کا ایک خرقہ تھا جس میں عبادت کیا کرتے۔ ایسا کہتے ہیں کہ یہ خرقہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے میراث کے طور پر مشائخ کیلئے چلا آیا تھا۔ یہاں تک کہ شیخ ابوسعید ابوالخیر کی باری آئی۔ ان کو دکھلایا گیا کہ وہ خرقہ احمد کو سپرد کریں۔ تب آپ نے اپنے فرزند شیخ ابوطاہر کو وصیت کی کہ میری وفات کے چند سال کے بعد ایک جوان نوخط' بلند قد رگربہ چشم جس کا نام احمد ہوگا تمہاری خانقاہ کے دروازے سے آئے گا اور تم میری جگہ اپنے یاروں میں بیٹھے ہوئے ہو گے۔ خبردار کہ اس خرقہ کو انہیں کے سپرد کر دینا۔

جب شیخ کا انتقال ہوا شیخ ابوطاہر کی یہ خواہش ہوگئی کہ جو ولایت حضرت شیخ کو تھی وہ مجھے سونپ دیں۔ شیخ نے آنکھ کھولی اور کہا جس ولایت کے تم طمع رکھتے ہو وہ دوسرے کو سپرد کر دی گئی اور ہمارے شیخی کے علم کو خراباتی کے دروازہ پر دے مارا جو کام ہمارے متعلق تھا اس کے سپرد کر دیا گیا۔ کوئی جانتا نہیں کہ یہ بات کیا ہے۔ یہاں تک کہ شیخ کی وفات کے چند سال بعد شیخ ابوطاہر نے خواب میں دیکھا کہ شیخ ابوسعید یاروں کی ایک جماعت کے ساتھ جلد جلد جا رہے ہیں۔ ابوطاہر نے پوچھا کہ اے شیخ کیوں آپ جلد چلے جا رہے ہیں۔ شیخ نے کہا تم بھی چلو کہ اولیاء کے دل آتے ہیں۔ شیخ ابوطاہر نے چاہا کہ چلیں لیکن بیدار ہو گئے۔ دوسرے دن شیخ ابوطاہر خانقاہ کے دروازے پر بیٹھے تھے کہ ایک جوان اسی صفت کا آیا کہ شیخ نے کہا ہوا تھا۔ شیخ ابوطاہر اسی وقت معلوم کر گئے اور ان کی بڑی عزت کی لیکن جیسے کہ بشریت کا تقاضا ہوتا ہے دل میں سوچے کہ باپ کا خرقہ کیونکر ہاتھ سے دے ڈالو۔

اس نوجوان نے کہا اے خواجہ امانت میں خیانت جائز نہیں خواجہ ابوطاہر بہت خوش ہوئے چنانچہ اٹھے اور اس خرقہ کو شیخ ابوسعید نے اپنے ہاتھ سے میخ پر لگایا ہوا تھا اور اس روز تک وہیں تھا' لائے اور اس جوان کے سر پر ڈال دیا۔ کہتے ہیں کہ اس خرقہ کو ۲۲ مشائخ نے پہنا تھا اور آخر میں شیخ الاسلام کے حوالہ ہوا۔ اس کے بعد کسی نے نہ جانا کہ وہ خرقہ کہاں گیا۔ بزرگ لوگ فرماتے ہیں چالیس ولی مرد تھے کہ جن کا عقیدہ شیخ سے تھا۔ قدس اللہ تعالیٰ سرہ منجملہ ان کے ایک شیخ الاسلام احمد تھے اور ایک خواجہ ابوعلی اور بے شک مراد ابوعلی سے ابوعلی فارمدی ہے۔ ہر دو جہان میں معروف مشہور تھے۔ ایک صوفی کہتے ہیں کہ خواجہ ابوعلی کو لوگوں کے دلوں کا واقف کر دیا گیا تھا لیکن اس

کے اظہار کی ان کو اجازت نہ تھی۔ حضرت شیخ الاسلام احمد سے لوگوں نے پوچھا کہ ہم نے مقامات مشائخ سنے ہیں ان کی کتابیں بھی دیکھی ہیں لیکن کسی کے ایسے حال نہیں جو آپ سے ظاہر ہوتے ہیں۔ فرمایا کہ ہم نے ریاضت کے وقت جس طرح کی ریاضتیں ہم کو اولیاء اللہ سے معلوم ہوئی ہیں کی ہیں' بلکہ ان سے بھی بڑھ کر کی ہیں۔

حق سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے جتنے فضائل پراگندہ طور پر ان میں پائے جاتے ہیں وہ سب جمع کر کے ایک ہی دم احمد کو دے دیئے۔ ہر چار سو سال میں احمد جیسا ایک شخص ظاہر ہوا کرتا ہے۔ خدا کی مہربانی کے آثار اس کے بارہ میں یہ ہیں کہ تمام لوگ دیکھ رہے ہیں **ھذا من فضل ربی** یعنی یہ میرے پروردگار کی عنایت ہے۔ جامع مقامات حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے ان کے ابتدائی حال سے سوال کیا فرمایا کہ میں ۲۲ سال کا تھا کہ حضرت حق سبحانہ تعالیٰ نے مجھ کو توبہ عنایت کی۔ توبہ کا سبب یہ ہوا کہ جب میرے پاس اہل فسق وفساد کی آمد و رفت ہوگئی تو نامق کوتوال میں موجود نہ تھا۔ حریفوں نے جشن طلب کیا۔ میں نے کہا کہ کوتوال حاضر نہیں۔ جب وہ آئے گا میں جشن دوں گا۔ حریفوں نے کہا ہم توقف نہ کریں گے کہ شاید وہ بہت دیر کر آئے۔

میں نے کہا خیر یہ کام آسان ہے وہ جب واپس آئے گا اگر اس میں تنگی کرے گا تو اور جشن دے دوں گا۔ جب کوتوال آیا اس نے اس میں تنگی کی اور جشن طلب کیا۔ جب میرے عہد پر آئے تو کھانے پکائے۔ ایک شخص کو شراب خانہ بھیجا کہ شراب لائے۔ اس نے تمام مٹکے خالی پائے حالانکہ اس شراب خانہ میں چالیس مٹکے شراب کے موجود تھے۔ میں نے بڑا تعجب کیا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ میں نے وہ حال دوستوں سے چھپا رکھا اور جگہ سے شراب لایا اور ان کے سامنے رکھی۔ پھر میں نے بہت جلد دراز گوش پر سوار ہو کر زر کی طرف روانہ ہوا کیونکہ وہاں میں نے شراب رکھی ہوئی تھی کہ جلد لاؤں جب میں دراز گوش پر سوار ہو کر چلا تو وہ چلنے میں ست ہو گیا لیکن میں اس کو خوب مارتا تھا کہ جلد واپس آؤں کیونکہ میرا دل دوستوں میں لگا ہوا تھا۔ اتفاقاً میرے کان میں ایک سخت آواز آئی کہ اے احمد اس حیوان کو کیوں ناحق ستاتا ہے۔ ہم اس کو حکم نہیں دیتے کہ وہ چلے کوتوال سے عذر کرتا ہے تو وہ مانتا نہیں' ہمارے سامنے کیوں عذر نہیں کرتا کہ ہم وہ عذر قبول کرلیں۔ تب میں نے زمین پر منہ رکھ دیا اور کہا' خداوندا میں نے توبہ کی کہ اس کے بعد کبھی شراب نہ پیوں گا۔ اس دراز گوش کو حکم دے تاکہ میں جاؤں اور اس قوم کے سامنے شرمندہ نہ ہوں۔ اسی وقت دراز گوش چل پڑا۔ جب میں شراب ان کے سامنے لے گیا تو انہوں نے کچھ تھوڑی میرے سامنے رکھی۔ میں نے کہا کہ میں توبہ کر چکا ہوں۔ وہ کہنے لگے' احمد کیا ہم سے ہنستے ہو اور میرے بہت درپے ہوئے۔ اتفاقاً میرے کان میں آواز آئی کہ اے احمد لے لے اور پی لے اور یہ پیالہ سب پی

جا۔ میں نے وہ پیالہ پی لیا۔ وہ سب خدا کے حکم سے شہد تھا۔ جو میں نے پیا اور تمام موجودہ دوستوں کو میں نے چکھایا۔ سب نے اسی وقت توبہ کی اور سب پراگندہ ہو گئے۔ ہر ایک اور کسی چیز کی طرف متوجہ ہوا' لیکن میں دیوانوں کی طرح پہاڑ پر آ گیا۔ عبادت' ریاضت' مجاہدہ میں مشغول ہوا۔ جب کچھ عرصہ پہاڑ میں رہا۔ میرے دل میں یوں معلوم ہوا کہ احمد خدا کی راہ میں ایسا ہی چلا کرتے ہیں جس طرح تو چلتا ہے۔ صاحب فرض قوم کو تم نے چھوڑ دیا ہے۔ جن کا حق تم پر واجب ہے۔ ان کو تم نے بیکار چھوڑ دیا ہے۔ بعدازاں ایک اور بات دل میں آئی کہ تیرے گھر میں باہر کی اور چیزوں کے علاوہ چالیس مٹکے شراب کے ہیں جو کچھ وہ رکھتے ہیں۔ ان سے کہہ دے کہ وہ اپنے سر پر خرچ کریں۔ جب تو جان لے کہ اور کچھ نہیں رہا تو ان کی غمخوارگی میں مشغول ہو۔ جب ایک اور گھڑی گزر گئی تو میرے دل میں یوں آیا کہ اے احمد تو خدا کی راہ میں بہت اچھا چل رہا ہے کہ شراب کے مٹکوں پر توکل کر رہا ہے۔ ارے تو راستہ بھول گیا ہے۔ کیوں خدا کی عنایت پر توکل نہیں کرتا تاکہ تیرے صاحب فرضوں کو اپنے فضل کے خزانہ سے روزی پہنچائے کہ درحقیقت وہی رزاق ہے تو شراب کے مٹکوں پر بھروسہ کرتا ہے۔ یہ بھی خوب ہے' میرے سر میں بڑا اصفراء پیدا ہوا۔ بے خود پہاڑ سے نیچے اترا اور مٹکوں کے مکان میں گیا۔ لکڑی ہاتھ میں لی اور مٹکوں کو توڑنا شروع کیا۔ گاؤں کے کوتوال کو خبر دی گئی کہ احمد پہاڑ سے آئے ہیں اور جنون ان پر غالب ہے۔ مٹکوں کو توڑتا اور گراتا ہے کوتوال نے آدمی بھیجا اور مجھ کو گھر سے باہر نکالا۔ گھوڑوں کے طویلہ میں رکھا۔ میں گھوڑوں کی کھرلی پر بیٹھ گیا۔ ہاتھ مارتا تھا اور یہ شعر پڑھتا تھا۔

اشتر بخراس مے بگردو صد گرو   تو نیز زبہر دوست گروی درگرد

گھوڑوں نے کھانے سے سر اٹھا لیا اود دیوار پر سر مارنے لگے۔ ان کی آنکھوں میں آنسو جاری ہو گئے۔ سائیس نے دیکھا تو کوتوال کے پاس دوڑ گیا۔ کہنے لگا کہ ایک دیوانہ کو لائے ہیں اور گھوڑے کی پچھاڑی اس کو جگہ دی۔ یہاں تک کہ گھوڑے بھی دیوانہ ہو گئے۔ گھاس سے سر اٹھا کر دیوار پر سر پٹکتے ہیں۔ کوتوال آیا اور مجھ کو باہر نکالا۔ مجھ سے معافی مانگی۔ میں پہاڑ کی طرف پھر چلا گیا اور چند سال باہر نہ آیا۔ حق سبحانہ تعالیٰ اپنے فضل کے خزانے سے ہر روز میرے متعلقین کو جن کو مجھ پر فرض تھا۔ ایک سیر گیہوں کا دیا کرتا' جو ان کے سرہانے نکل آتی۔ چنانچہ سب کو کفایت کر جاتی تھی اور اگر مہمان آ جاتے تو ان سب کو بھی کفایت کر جاتی' بلکہ کچھ بڑھ جاتی۔

خواجہ ابوالقاسم گرد ایک بزرگ مرد تھے' مالدار اور باخبر تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھ کو ایک ایسا حادثہ پیش آیا کہ جو کچھ میرے پاس تھا' سب مجھ سے جاتا رہا۔ میرا حال بہت ہی ابتر ہو گیا۔ میرا کنبہ بہت تھا۔ میں کسی کو نہیں جانتا

تھا' ہمیشہ علماء اور مشائخ اور مزارات پر جاتا تھا اور ہمت طلب کرتا تھا کیونکہ مخلوق کے احتیاج کی مجھے طاقت نہ تھی۔ ایک دن میں مسجد میں بیٹھا ہوا تھا۔ بڑا دل تنگ تھا۔ ایک پیر دروازہ میں سے آیا اور دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر میرے پاس آیا اور مجھے سلام کیا۔ مجھ کو اس سے بڑی دہشت معلوم ہوئی کیونکہ وہ بڑا نورانی اور ہیبت ناک تھا۔ پھر پوچھا کہ تم تنگ دل کیوں ہو؟ میں نے اپنا قصہ ان سے کہا۔ فرمایا کہ احمد بن الحسن اس پہاڑ میں ہیں۔ تم ان کو جانتے ہو؟ میں نے کہا' وہ تو میرے پرانے دوست ہیں۔ کہا' اٹھ اور ان کے پاس جا کیونکہ وہ مرد صاحب کرامت ہے۔ ممکن ہے کہ تم اپنے درد کا علاج ان کے پاس پاؤ۔ دوسرے دن اٹھا ان کے پاس گیا اور سلام کہا جواب دیا اور پوچھا کیا حال ہے؟ میں نے کہا' مت پوچھئے۔ اپنا قصہ ان کے سامنے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ چند روز ہوئے ہیں کہ میری طبیعت تمہارے ملنے کو چاہتی تھی۔ مجھ کو معلوم ہوا کہ تم کو ایک کام پڑ گیا ہے جا اور تسلی رکھ۔ خدائے تعالیٰ آسان کرے گا۔ میں نے تمہاری بات مان لی آج کی رات خدا کی جناب میں عرض کروں گا۔ دیکھے کیا جواب ملتا۔ دوسرے دن صبح کے وقت پھر ان کی خدمت میں پہنچا۔ جب ان کی مبارک آنکھ مجھ پر پڑی تو کہا کہ آ گے آ کہ خدائے تعالیٰ نے تیرے کام کو آسان کر دیا ہے۔ پھر فرمایا کہ ہر روز تمہیں کس قدر خرچ کافی ہوگا؟ میں نے کہا' چار دانگ۔ فرمایا کہ تم کو اس پتھر کے حوالہ کیا گیا ہے۔ اس کے پاس آتے رہو اور لیتے ہو۔ اس زمانہ میں بعض فاضل تمہیں کہتے ہیں۔

ابوالقاسم گرد شاء چو یک سر مضطر	بکشاو بروکرامت احمد در
کروند حوالہ کفاش بحجر	ہر روز چہار دانگ می آئی و ببر

میں اس پتھر کے پاس گیا میں نے دیکھا میں نے ایک ٹکڑا سونے کا پتھر سے باہر نکالا ہے۔ میں نے اٹھا لیا اور شیخ کی خدمت میں لے گیا۔ میں نے کہا میں بڈھا ہو چکا ہوں۔ بچے چھوٹے ہیں جب میں مر جاؤں گا تو ان کا کیا حال ہوگا۔ فرمایا کہ جب تک خیانت نہ کریں گے تمہارے فرزندوں میں سے جو آئے گا اٹھا لے گا۔ اس کے بعد مدت تک اس کے فرزند لے جاتے رہے لیکن جب ایک فرزند نے خیانت کی تو پھر وہ بات جاتی رہی۔ ایک دفعہ شیخ نے ہرات کا قصد کیا۔ جب موضع شکیبان میں پہنچے تو ہرات کے بزرگوں کی ایک جماعت وہاں رہتی تھی۔ پوچھنے لگی کہ حضرت شیخ ہرات میں آ جائیں گے۔ شیخ نے فرمایا کہ اگر وہ نہ لے جائیں گے تو نہیں جاؤں گا۔ کیونکہ پہلے مشائخ ہرات کے شہر کو باغیچہ انصاریاں کہا کرتے تھے۔ یہ خبر جابر بن عبداللہ کو پہنچی۔ انہوں نے کہا کہ ہم جائیں گے۔

شیخ الاسلام احمد کو کندھوں پر اٹھا کر شہر میں لائیں گے۔ تب حکم دیا کہ ان کے باپ شیخ عبداللہ انصاری قدس سرہ کی ڈولی نکالیں اور شہر میں منادی کر دیں کہ تمام بڑے بڑے لوگ شیخ احمد کے استقبال کیلئے شہر سے باہر آئیں۔ جب موضع شکیباں میں پہنچے تو حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کی نظر مبارک ان پر پڑی تو آپ اپنی جگہ پر ٹھہرے رہے۔ بڑی حالتیں لوگوں کو ہوئیں۔ دوسرے دن ڈولی لائے اور التماس کی کہ ہم نے یہ ٹھان لیا ہے کہ آپ کو کندھوں پر اٹھا کر شہر تک لے جائیں۔ آپ کرم فرمائیں اور ڈولی میں بیٹھ جائیں۔ حضرت شیخ نے مان لیا اور ڈولی میں بیٹھ گئے۔ اگلے دونوں بازوؤں کو شیخ جابر بن عبداللہ اور قاضی ابوالفضل یحییٰ نے اٹھایا اور پچھلے دونوں بازوؤں کو امام ظہیرالدین زیاد اور امام فخرالدین علی ہضیم نے پکڑا اور روانہ ہوئے اور کسی کو نہ دیتے تھے۔ حضرت شیخ چپ تھے یہاں تک کہ تھوڑے دیر چلے پھر فرمایا کہ ڈولی کو رکھ دو کہ میں ایک بات کہوں گا جب ڈولی کو رکھ دیا تو فرمایا کہ آپ جانتے ہو عقیدت کس کا نام ہے۔ سب نے کہا آپ ہی فرمائیں۔ فرمایا عقیدت دراصل فرمانبرداری کو کہتے ہیں۔ سب نے کہا ہاں بے شک آپ درست فرماتے ہیں فرمایا جب بات یہ ہے تو آپ سوار ہو جاؤ اور لوگ اٹھالیں گے کہ ہر ایک کا حصہ ہو جائے۔ بڑے مشائخ تو سوار ہو گئے اور دوسروں نے ڈولی کو اٹھایا اس قدر لوگ شہر اور باہر کے جمع ہو گئے تھے کہ بہت لوگوں کو ڈولی اٹھانے کی باری نہ آئی۔

جب شہر میں پہنچے تو شیخ الاسلام عبداللہ انصاری کی خانقاہ میں قیام فرمایا۔ شہر ہرات میں ایک مرد تھا جس کا نام شیخ عبداللہ زاہد تھا۔ اس نے تیس سال تک وصال کا روزہ رکھا مشہور و معروف صاحب قبول تھا۔ ایک خواجہ نے اپنے فرزند کو خوش اعتقادی کی وجہ سے ان کا فرمانبردار بنایا ہوا تھا اور بارہ سال تک اس کے گھر میں کنوارا رہا تھا۔ جب شیخ الاسلام احمد ہرات میں پہنچے اس زاہد نے اپنی بیوی بڑھیا سے کہا کہ میرے کپڑے لا تاکہ شیخ احمد کے پاس جاؤں اور دیکھوں کہ اس کا کیا حال ہے۔ ضعیفہ نے کہا اگر امتحان کیلئے جاتا ہے تو ہرگز مت جا کہ وہ ایسا مرد نہیں جیسا تم نے تصور کیا ہے اور اگر تمہیں ملنے کا شوق ہے تو جاؤ لیکن جو کچھ وہ حکم دیں اس کو کرنا تب جاؤ ورنہ مت جاؤ۔

ان کے پاس بھی نہ بھٹکنا ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔ زاہد نے کہا تم جاؤ کپڑے لاؤ تمہیں کیا خبر۔ زاہد نے کپڑے پہنے اور شیخ کی خدمت میں آ کر سلام کہا تھا۔ شیخ نے فرمایا جبکہ تم نے ہمارے سلام کا قصد کیا تھا تو تم کو معلوم ہے اس عورت نے کیا کہا تھا حکم مانے گا۔ زاہد نے کہا جب آپ شیخ کہتے ہیں تو میں کیونکر حکم نہ مانوں گا۔ شیخ نے حکم دیا کہ واپس جاؤ اور پتھر گلی میں جا کر محمد قصاب مروزی کی دکان پر دیکھو کہ گوشت کی ایک ران کیلی پر لٹکتی

ہے وہ لواور کچھ شیر وخرما اور روغن بنئے سے لینا یہ سب ہاتھ میں لواور گھر پر جاؤ کیونکہ من حمل سلعته فقد بری من الکبر یعنی جب نے اسباب اٹھایا وہ تکبر سے بچ گیا۔ پھر گھر میں کہو کہ اس گوشت کا قیمہ بنائیں اور اس شیرہ اور روغن سے شربت تیار کریں۔ پھر اس عورت کے ساتھ افطار کرو اور اس بارہ سال سے جو اس کا حق تم پر واجب ہے ادا کر اور پھر حمام میں جا کر غسل کر۔ پھر دیکھنا کہ جس بات کا اتنے سال تک طالب تھا اور وہ نہیں ملی تھی۔ اگر اسی وقت نہ مل جائے تو احمد کا دامن آ کر پکڑ لینا۔ تب وہ اس کی ذمہ داری سے بری ہوگا۔ جب شیخ نے یہ بات کہی تو زاہد نے دل میں کہا کہ مجھ کو ایسا کام کہا ہے جس کی تعمیل میں نہیں کر سکتا۔ کیونکہ ان تیس سالوں میں مجھے بالکل طاقت (جماع) کی نہیں رہی۔ باکرہ عورت کے ساتھ کس بل پر جماع کروں گا۔ شیخ نے زاہد کے دل میں خطرہ کو معلوم کر کے فرمایا اجی حضرت جایئے ڈریے مت' سب کام آسان ہو جائے گا اگر ضرورت ہو تو احمد سے مدد لے لینا۔

زاہد اٹھا اور جو کچھ شیخ نے فرمایا تھا وہ کام کیا قیمہ حلوا بنایا گیا اور باہم مل کر کھایا۔ کھانا کھاتے کھاتے زاہد کے بدن میں شہوت کی حرکت پیدا ہوئی۔ چاہا کہ جماع کرے۔ عورت نے کہا اس قدر ٹھہریے کہ ہم کھانا کھا لیں جب کھانا کھا چکے۔ زاہد نے چاہا کہ جماع کروں مگر پھر قوت نے جواب دے دیا۔ اس وقت شیخ سے مدد چاہی شیخ جماعت میں بیٹھے ہوئے ہنس پڑے اور کہاں اے زاہد ہاں ہاں کام کیجئے ڈریئے نہیں کہ سب ٹھیک ہوگا۔ زاہد نے اپنا مقصود حاصل کیا یعنی جماع کیا' پھر حمام کی طرف جا کر پورے طور پر غسل کیا۔ اسی وقت جو کچھ شہر کی چار دیواری میں تھا اس پر سب کھل گیا۔ جب شیخ کی خدمت میں آیا تو شیخ نے فرمایا جبکہ تمہاری ہمت شہر کی چار دیواری سے زائد نہ تھی۔ تو احمد کا اس میں کیا قصور ہے ورنہ اگر شہر کی چار دیواری کے بدلہ تمام دنیا کی چار دیواری ہوتی تو وہ بھی کھل جاتی۔

ایک دن شیخ الاسلام عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ سے حضرت شیخ کو ایک دعوت پر لئے جاتے تھے جب خادم نے شیخ کی جوتی سیدھی کی تو شیخ نے فرمایا ذرا ٹھہر جا ایک کام آ پڑا ہے۔ تھوڑی دیر بعد ایک ترکمان اپنی بیوی کے ساتھ حاضر ہوا۔ بارہ سال کا لڑکا نہایت خوبصورت اس کے ہمراہ تھا لیکن اس کی دونوں آنکھیں اندھی تھیں۔ وہ عرض کرنے لگا اے شیخ حضرت حق سبحانہ تعالیٰ نے ہم کو مال دولت بہت کچھ نعمتیں دی ہیں لیکن صرف یہی ایک لڑکا ہے۔ خدائے تعالیٰ نے اور اس کو سب کچھ دیا مگر اس کی آنکھیں نہیں ہیں اس کی آنکھوں کیلئے ہم نے تمام دنیا کی خاک چھان ڈالی ہے۔ جہاں کہیں بزرگ یا طبیب سنا ہے گئے ہیں لیکن کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ اب

ہم کو ایسا معلوم ہوا ہے کہ حضور جو کچھ خدائے تعالیٰ سے مانگتے ہیں وہ عنایت کرتا ہے اگر ہمارے فرزند کی نسبت توجہ فرمائیں اور اس کی آنکھیں روشن ہو جائیں تو ہم اپنا سب مال آپ پر قربان کر کے آپ کے غلام بن جائیں اور اگر ہمارا مقصود حاصل نہ ہو تو ہم اسی خانقاہ پر ٹکریں مار کر مر جائیں گے۔

شیخ نے فرمایا یہ عجب کام آپڑا ہے مردہ زندہ کرنا یا نابینا کو بینا کرنا' برص کا علاج کرنا یہ تو عیسی عیہ السلام کا معجزہ تھا۔ احمد یہ بات فرما کر کھڑے ہوئے اور چل دیئے۔ اس مرد عورت نے اپنے سر زمین پر مارنے شروع کر دیئے۔ جب آپ خانقاہ کے دالان تک پہنچے تو ایک بڑی حالت آپ پر واقع ہوئی آپ کی زبان پر گزرا ہم کرتے ہیں' ہم کرتے ہیں۔ چنانچہ اس بات کو چند اماموں نے جو حاضر تھے سن لیا۔ پھر حضرت شیخ واپس ہوئے اور خانقاہ میں آئے۔ صفہ کے کنارے پر بیٹھ گئے اور حکم دیا کہ اس بچہ کو لاؤ۔ پھر آپ نے اپنے دونوں انگوٹھے اس بچہ کی دونوں آنکھوں پر رکھے اور کھینچ کر کہا انظر باذن اللہ عزوجل یعنی خدا بزرگ کے حکم سے دیکھ۔ اسی وقت اس کی دونوں آنکھیں نابینا ہو گئیں۔ اس کے بعد اماموں کی ایک جماعت نے شیخ سے پوچھا کہا اول آپ کی زبان مبارک پر یہ گزرا کہ مردوں کا زندہ کرنا' مادر زاد اندھوں اور ابرص کا اچھا کرنا عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ ہے۔

مگر دوبارہ حضور نے فرمایا کہ ہم کرتے ہیں۔ یہ دونوں باتیں درست کیسے ہوئیں۔ شیخ نے فرمایا کہ اول جو کہا گیا تھا وہ احمد کی بات تھی اور اس کے سوا نہیں ہو سکتا تھا لیکن ہم دالان میں پہنچے تو مجھ کو یہ جتلایا گیا کہ احمد ٹھہر جا کیا مردہ کو عیسیٰ زندہ کرتے تھے اور نابینا اور کوڑھے کو عیسیٰ اچھا کرتے تھے؟ ہم کیا کرتے ہیں یہاں تک کہ مجھ کو بلند آواز سے کہا گیا کہ واپس جاؤ کیونکہ اس بچہ کی روشنائی تمہاری ذات میں ہم نے رکھی ہے۔ یہ بات مجھ پر غالب ہوئی کہ زبان پر جاری ہوئی پس یہ قول و فعل خدا کا تھا لیکن احمد کے ہاتھ اور نفس پر ظاہر ہوا۔ ایک دن ہرات کے بڑے عالم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان میں توحید و معرفت میں باتیں ہونے لگیں۔ شیخ نے فرمایا کہ تم یہ بات تقلیداً کہتے ہو۔ وہ سب اس بات سے خفا ہو گئے اور کہنے لگے کہ ہم سب کے پاس صانع جل شانہ کی ہستی پر ہزاروں دلائل حفظ ہیں پھر ہم کو مقلد کہتے ہیں۔

شیخ نے فرمایا کہ اگر ہر ایک دس ہزار دلیل رکھتا ہے پھر بھی مقلد ہے یہ لوگ کہنے لگے کہ اس بات پر ہم کو واضح دلیل ہونی چاہئے۔ شیخ نے خادم سے کہا موتیوں کے تین دانے اور ایک طشت حاضر کرو' حاضر کر دیا گیا۔ شیخ نے فرمایا موتی کی اصل کیا ہے۔ کہنے لگے باران نیسان کے قطرے ہیں کہ جن کو سیپ نے اپنے پیٹ میں لے لیا ہے پھر خدائے تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے موتی بن گئے ہیں۔ شیخ نے ان موتیوں کو طشت میں ڈال دیا اور فرمایا جو

شخص کہ تحقیق کے طور پر اس طشت کی طرف منہ کرے اور کہے بسم اللہ الرحمن الرحیم تو یہ تینوں موتی پانی بن جائیں گے اور ایک دوسرے میں مل جائیں گے۔ اماموں نے کہا یہ تو تعجب کی بات ہے' آپ کیسے۔ شیخ نے فرمایا پہلے تم کہو جب میری باری آئے گی میں بھی کہوں گا انہوں نے باری باری سے بسم اللہ پڑھی موتی جوں کے توں رہے۔ جب شیخ کی باری آئی تو آپ پر ایک حالت طاری ہوگئی اور فرمایا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم فوراً تینوں موتی پانی ہو گئے اور ایک دوسرے میں دوڑنے لگے۔ طشت میں چکر کھانے لگے۔ شیخ نے فرمایا اسکن باذن اللہ یعنی خدا کے حکم سے ٹھہر جا اسی وقت ناسفتہ موتی کا ایک دن بن گیا اور جم گیا سب حیران رہ گئے اور جو کچھ حضرت نے فرمایا تھا اس کا اقرار کیا۔ حضرت شیخ کی ولادت ۴۴۱ھ میں ہوئی ہے اور آپ کی وفات ۵۳۶ھ میں ہوئی تھی۔ (قدس اللہ سرہ)

۴۲۷۔ خواجہ ابو طاہر کردی رحمۃ اللہ

آپ خضر علیہ السلام کی صحبت میں رہتے تھے۔ شیخ الاسلام احمد جام کی ان سے بڑی دوستی تھی۔ وہ ان کے پاس جایا کرتے تھے۔ شیخ الاسلام احمد کہتے ہیں کہ ایک دن میرے نفس نے مجھ سے زرد آلو مانگے تو میں نے اس سے کہا کہ اگر تو پورا ایک سال تک روزہ رکھے گا تب تجھ کو زرد آلو دوں گا۔ اس نے قبول کر لیا جب پورا سال ہو گیا تو نفس نے کہا میں نے تمہاری بات مان لی تھی۔ اب تم اپنا وعدہ کو پورا کرو۔ تب میں انگوروں میں آیا جو مجھ کو میرے باپ سے ورثہ میں پہنچے تھے۔ میں نے جا کر دیکھا کہ زرد آلو تو گیدڑ کھا گیا تھا اور ایک زرد آلو ویسا ہی ثابت زمین پر ڈال گیا تھا۔ میں نے اس کو اٹھا لیا اور پاک کرنے لگے۔ نفس نے فریاد کی کہ احمد پاک کرتا ہے۔ اس کو کیا کرے گا میں نے کہا کہ تجھے دوں گا کیونکہ تجھ سے زرد آلو کا قرار تھا۔ سو یہ بھی زرد آلو ہے۔ صرف اتنا فرق ہے کہ اس پر ایک درندہ جانور گزر گیا ہے۔

نفس نے کہا میں نے تجھ سے عہد کیا ہے کہ اس کے بعد تجھ سے کوئی آرزو نہ کروں گا یہ مجھے دے دے۔

میں نے کہا سچ ہے پھر میں نے درخت سے چند زرد آلو لئے۔ چند زرد آلو کھائے اور چند آستین میں رکھ دیئے۔ انہوں نے تھوڑی دیر ان کو دیکھا پھر کہا اے احمد ہم کو زرد آلو مال وقف سے لائے ہوئے دیتے ہو۔ میں نے کہا اے شیخ وقف نہیں بلکہ اپنے ملک کے درخت سے اور اپنے ہاتھ سے توڑ کر لایا ہوں۔ کہا خوب وقف زرد آلو لاتے ہو اور ملک بنا کر ہمارے سر ڈالتے ہو۔ ہم کو اندھا بناتے ہوئے۔ میں ادب سے سنتا رہا اور خاموش کھڑا رہا۔ دل

میں خدائے تعالیٰ سے دعا مانگنے لگا کہ خداوندا تو جانتا ہے کہ میں نے اپنے ملک سے اپنے ہاتھ سے توڑے ہیں اور وہ درخت باپ سے میرے ورثہ میں ہے۔ یہ حال اس پر کھول دے۔ ایک گھڑی ہوئی اپنے لڑکے کو بلایا اور حکم دیا جا گلی میں سے ایک بکری لا اور اس کو ذبح کر اور کہہ دے کہ شوربا تیار کریں کہ احمد کے سرد دماغ میں بھوک کا صفرا آ گیا ہے۔ وہ نہیں جانتا کہ کیا کرتا ہے اور کیا کہتا ہے میں خاموش تھا۔ جب کھانا لائے تو میرے دل میں یہ آیا کہ گوشت وشوربا مت کھا۔ کیونکہ حلال کی وجہ سے نہیں۔

میں روٹی کھاتا تھا شیخ الاسلام نے کہا کیوں نہیں کھاتے۔ میں نے کہا یہی کافی ہے۔ شیخ نے اصرار کیا کہ جو کچھ تمہارے دل میں ڈالا گیا ہے سچ بتلا میں نے کہا کہ لڑکے کو بلاؤ اور گوشت کا حال اس سے پوچھو۔ لڑکے نے کہا کہ گلہ دور چلا گیا تھا میں نے یہ گوشت فلاں قصائی سے لیا تھا۔ قصائی کو بلایا گیا اس نے کہا کہ یہ گوشت اس بکری کا تھا کہ کوتوال نے ظلم سے لے کر مجھ کو دی تھی کہ ذبح کر۔ آدھا گوشت کوتوال لے گیا تھا اور آدھا باقی رہا تھا۔ شیخ زادہ آیا اور اس نے اٹھالیا۔ شیخ ابوطاہر نے سر نیچے ڈال لیا اور میں اٹھ کر کھڑا ہوا۔ وہاں سے قریب ایک حجرہ تھا میں وہاں پر آ گیا تو مجھ پر رونا غالب ہوا۔ میں نے دعا مانگی کہ خداوند تم نے میری محبت کسی سے نہ رہنے دی ایک پیر تھا کہ ایک گھڑی اس کی صحبت میں جا کر بیٹھ جایا کرتا تھا تو نے ایسا کر دیا کہ اب شرم کے مارے اس کے سامنے بھی نہیں جا سکتا۔ ایک گھڑی کے بعد شیخ ابوطاہر آئے اور بیٹھے تو میں نے دل میں مناجات کی۔ کہ خداوندا جیسے گوشت کا حال ان پر کھول دیا ہے' ایسے ہی زرد آلو کا حال بھی اس پر کھول دے۔ میں اس مناجات میں تھا کہ خضر علیہ السلام آ گئے اور فرمایا اے ابوطاہر احمد کے ملک کا نام تم نے وقف رکھا اور مشتبہ گوشت کو حلال بتایا یہ کہاں سے سیکھے ہو۔ تم کو احمد پر کوئی گرفت نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ بڑے مرتبہ پر جا رہا ہے۔

۴۲۸- شیخ بوعلی فارمدی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام فضل بن محمد ہے۔ خراسان کے شیخ الشیوخ ہیں۔ اپنے وقت میں یکتا تھے اور اپنی طریقت میں خاص تھے۔ وعظ نصیحت میں استاد ابوالقاسم قشیری کے شاگرد تھے۔ ان کی نسبت تصوف میں دو طرف ہے۔ ایک تو شیخ بزرگوار ابوالقاسم گرگانی کی طرف' دوسری شیخ بزرگوار ابوالحسن خرقانی کی طرف جو کہ مشائخ کے پیشوا اور وقت کے قطب ہیں۔ شیخ ابوعلی فارمدی فرماتے ہیں کہ میں شروع جوانی میں نیشاپور میں علم کی طلب میں لگا رہتا تھا میں نے سنا کہ شیخ سعید ابوالخیر منہ سے آئے ہیں اور وعظ کہتے ہیں۔ میں گیا تا کہ ان کو دیکھوں جب میری آنکھ ان کے

جمال پر پڑی تو میں ان کا عاشق ہو گیا اور صوفیہ کی محبت میرے دل میں بڑھ گئی۔ میں ایک روز مدرسہ میں اپنے حجرہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ شیخ کی زیارت کی آرزو میرے دل میں پیدا ہوئی لیکن یہ وہ وقت تھا کہ شیخ باہر آئیں میں نے چاہا کہ صبر کروں لیکن صبر نہ ہو سکا۔ آخر اٹھا اور باہر گیا جب چوک میں پہنچا تو شیخ کو دیکھا کہ ایک بڑے انبوہ کے ساتھ جا رہے ہیں۔ میں بھی بے خود ہو کر ان کے پیچھے ہو گیا۔ شیخ اپنی جگہ پر پہنچ گئے اور لوگ چل دیئے میں بھی گیا اور گوشہ میں جا بیٹھا۔

چنانچہ شیخ مجھ کو نہ دیکھتے تھے جب سماع میں مشغول ہوئے تو شیخ کا وقت خوش ہوا اور وجد کی حالت ہو گئی کپڑے پھاڑ دیئے۔ جب سماع سے فارغ ہوئے تو شیخ نے جامہ کو اتارا اور اگلا حصہ اس کا پھاڑنے لگے۔ شیخ نے ایک آستین چاقو سے جدا کی اور رکھ دی پھر آواز دی کہ اے ابوعلی طوسی تم کہاں ہو۔ میں نے جواب نہ دیا۔ میں نے دل میں کہا کہ وہ مجھ کو نہ دیکھتے ہیں نہ جانتے ہیں۔ شاید شیخ کے مریدوں میں سے کس کا ابوعلی طوسی نام ہوگا۔ شیخ نے دوبارہ پکارا پھر بھی میں نے جواب نہ دیا۔ سہ بارہ پکارا لوگ کہنے لگے شاید تم کو پکارتے ہیں۔ آخر میں اٹھا اور شیخ کے حضور میں گیا۔ شیخ نے وہ چاقو اور آستین مجھے عنایت کیا اور فرمایا کہ تم ہم کو اس آستین اور چاقو کی طرح ہو۔ میں نے وہ جامہ لیا اور نہایت عزت سے رکھ لیا۔ ہمیشہ ان کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا مجھ کو شیخ کی خدمت میں بڑے فائدے اور روشنیاں معلوم ہوتی تھیں۔

کئی قسم کے حالات ظاہر ہوتے ہیں۔ جب شیخ نیشاپور سے چلے میں استاد ابوالقاسم قشیری کی خدمت میں آیا اور جو حال مجھ پر ظاہر ہوتا تھا ان سے کہتا تھا' وہ کہا کرتے بیٹا جاؤ۔ علم سیکھنے میں مشغول رہو۔ ہر روز وہ روشنائی بڑھتی جاتی تھی میں اور تین سال تک تحصیل علم میں مشغول رہا۔ یہاں تک کہ ایک دن حجرہ سے میں نے قلم نکالا تو وہ سفید نکلا۔ میں اٹھا اور استاد کی خدمت میں گیا۔ یہ حال ان سے کہا استاد امام نے کہا کہ جب علم نے تم سے علیحدگی کی ہے تو تم بھی علم سے علیحدہ ہو جاؤ۔ کام کرو اور ریاضت میں مشغول ہو۔ میں گیا مدرسہ سے اسباب اٹھا کر خانقاہ میں لے گیا اور استاد امام کی خدمت میں مشغول ہوا۔ ایک دن استاد امام تنہا حمام میں گئے ہوئے تھے۔ میں اٹھا اور چند پانی کے ڈول حمام میں ان پر گرائے جب استاد نکلے اور نماز پڑھی تو کہا یہ کون تھا جس نے حمام میں پانی گرایا تھا۔ میں نے دل میں کہا میں نے بے وقوفی کی ہے۔ اس لئے خاموش ہو رہا۔ دوبارہ کہا پھر بھی جواب نہ دیا۔ سہ بارہ کہا پھر میں نے کہا جناب میں تھا کہا اے ابوعلی جو کچھ کہ ابوالقاسم نے ستر سال میں پایا تم نے ایک ہی ڈول میں پالیا۔

پھر ایک مدت تک مجاہدہ کیلئے استاد امام کی خدمت میں بیٹھا۔ ایک دن مجھ پر حالت طاری ہوئی کہ اس حالت میں گم ہو گیا۔ وہ واقعہ میں نے استاد امام سے کہا۔ فرمایا اے ابوعلی میری دوڑ یہاں سے اوپر تک نہیں ہے۔ اس سے اوپر کی راہ مجھے معلوم نہیں۔ میں نے دل میں کہا کہ مجھ کو ایسا پیر چاہئے تھا کہ مجھے اس مقام سے آگے لے جاتا۔ وہ حالت بڑھتی جاتی تھی۔ میں نے شیخ ابوالقاسم گرگانی کا نام سنا ہوا تھا۔ طوس کی طرف متوجہ ہوا۔ ان کی جگہ مجھے معلوم نہ تھی لیکن جب میں شہر میں پہنچا تو ان کی جگہ پوچھی لوگوں نے پتہ بتا دیا۔ میں گیا دیکھا تو وہ اپنے مریدوں کی جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے پہلے دوگانہ تحیۃ المسجد کا پڑھا اور ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ سر نیچے کئے ہوئے تھے۔ سر اٹھایا اور فرمانے لگے۔

آؤ ابوعلی آؤ کیا حال ہے۔ میں نے سلام کہا اور بیٹھ گیا۔ اپنے واقعات بیان کئے شیخ ابوالقاسم فرمانے لگے ہاں تمہاری ابتداء مبارک ہو۔ ابھی درجہ تک نہیں پہنچا لیکن اگر تربیت پاؤ تو بڑے مرتبہ تک پہنچ جاؤ گے۔ میں نے دل میں کہا میرا یہ پیر ہے میں وہیں ٹھہر گیا اور بعد اس کے کہ مجھ کو طرح طرح کے مجاہدے اور ریاضتوں کیلئے فرمایا ہوا تھا مجھ پر توجہ کی اور مجلس قائم کی۔ اپنے فرزند کو میرے تابع کر دیا خواجہ علی فارمدی یہ بھی فرماتے ہیں پہلے اس سے کہ شیخ ابوالقاسم مجلس مقرر فرمائیں۔ شیخ ابوسعید منہ سے طوس میں تشریف لائے تھے۔ میں ان کی خدمت میں گیا فرمانے لگے اے ابوعلی تم کو جلد طوطی کی طرح بولنا سکھائیں گے زیادہ عرصہ نہ گزرا کہ شیخ ابوالقاسم نے میرے لئے مجلس مقرر کی اور (اسرار) کی باتیں مجھ پر کھل گئیں۔

۴۲۹- شیخ ابوبکر بن عبداللہ طوسی نساج رحمۃ اللہ

آپ بھی شیخ ابوالقاسم گورگانی کے مرید ہیں ابوبکر دینوری کی صحبت میں بھی رہے ہیں۔ لوگوں نے ان سے پوچھا کہ مطلوب کے دیدار کو کس طرح دیکھ سکتے ہیں۔ فرمایا کہ صدق کی آنکھوں سے' طلب کے آئینہ میں۔ وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ پانی کا تصور پیاس نہیں بجھا سکتا اور آگ کا خیال گرمی نہیں دیتا۔ طلب کا دعویٰ مطلوب تک نہیں پہنچاتا۔ وہ یہ بھی فرماتے ہیں جب تک موہوم ہستی نہ جل جائے اور دل کی آنکھیں غیرت کی سوئی سے خدا کے غیر سے نہ سی جائیں تب تک جان کا خلوت خانہ معشوق کی تجلیات کی شمع سے روشن نہ ہو گا کیونکہ بیج بوئی ہوئی کھیتی میں نہیں ڈالتے اور لکھے ہوئے کاغذ پر نقش نہیں لکھا کرتے کہتے ہیں کہ شروع میں طلب میں بہت مجاہدہ کیا تھا۔ ان کا مجاہدہ مشاہدہ تک نہیں پہنچا تھا۔ اس لئے خدا کی درگاہ میں روئے ان کے دل میں یہ آواز آئی کہ اے

نساج وردِ دل پر قناعت کر تمہیں یافت سے کیا مطلب۔ وہ یہ بھی فرماتے ہیں توکل یہ ہے کہ روکنا اور دنیا خدا کے سوا اور کسی طرف نہیں۔ عین القضات ہمدانی اپنی تصنیفات میں لکھتے ہیں شیخ احمد غزالی فرماتے ہیں کہ ان کے شیخ یعنی ابوبکر نساج نے یہ کہا تھا۔ الهی مالحکمة فی خلقه یعنی خداوندا میرے پیدا کرنے میں بھلا کیا حکمت تھی۔ جواب آیا الحکمة فی خلقک رویتی فی مراه روحک ومحبتی فی قبلک یعنی تمہارے پیدا کرنے میں یہ حکمت ہے کہ تیری روح کے آئینے میں اپنے جمال کو دیکھوں اور اپنی محبت تیرے دل میں ڈالوں۔

۴۳۰- حجۃ الاسلام محمد بن محمد الغزالی الطّوسی قدس سرہ

آپ کی کنیت ابو حامد ہے اور زین الدین لقب ہے۔ تصوف میں ان کی نسبت شیخ ابوعلی فارمدی سے ہے وہ فرماتے ہیں لقد سمعت الشیخ ابا علی الفارمدی قدس الله تعالیٰ روحه عن شیخه ابی القاسم الکوکانی قد من الله تعالیٰ روحه انه قال ان الاسماء التسعته والتسعین تصعیر اُوصافا فاللعبد السالک وهو فی السلوک غیر واصل

یعنی بے شک میں نے شیخ ابوعلی فارمدی قدس اللہ تعالیٰ روحہ سے سنا تھا اور انہوں نے اپنے شیخ ابوالقاسم گرگانی قدس اللہ تعالیٰ روحہ سے سنا تھا۔ وہ فرماتے ہیں کہ سالک شخص کیلئے ۹۹ اسماء الٰہی وصف بن جائیں پھر بھی وہ سلوک میں ابھی پورا واصل نہیں۔ آپ شروع میں طوس اور نیشاپور میں تحصیل علوم اور اس کی تکمیل میں مشغول رہے۔ بعد ازاں نظام الملک سے ملاقات کی اور بڑے مانے گئے۔ ان علماء پر کہ نظام الملک کے پاس موجود تھے کئی مجلسوں میں مناظرہ کئے اور ان پر غالب آئے۔ مدرسہ نظامیہ بغداد کی اول مدرسی آپ کو سپرد ہوئی۔ ۴۸۴ھ میں بغداد میں گئے تمام اہل عراق آپ کے شیفتہ و فریفتہ ہوگئے۔ بڑی عزت اور مرتبے حاصل کئے اس کے بعد اس شوکت کو ترک کر کے زہد و انقطاع خلق کا طریقہ اختیار کیا۔ حج کا قصد کیا۔ ۴۸۸ھ میں حج ادا کیا اور شام میں گئے۔ ایک مدت تک وہاں رہے وہاں سے بیت المقدس میں گئے۔ وہاں سے مصر اور ایک مدت تک اسکندریہ میں رہے۔ بعد ازاں شام میں واپس آئے۔

جس قدر چاہا وہاں رہے بعد ازاں وطن کو لوٹے اور اپنے حال میں مشغول ہوئے۔ لوگوں سے خلوت اختیار کی کتب مفیدہ تصنیف کیں۔ جیسے کتاب احیاء العلوم، جواہر القرآن، تفسیر یاقوت التاویل چالیس جلد میں مشکوٰۃ الانوار وغیرہ کتب مشہور بعد ازاں نیشاپور میں آئے اور مدرسہ نظامیہ نیشاپور میں درس دینا شروع کیا۔ پھر کچھ

مدت بعد چھوڑ دیا اور وطن میں آ گئے۔ صوفیہ کیلئے ایک خانقاہ بنائی اور طلباء کیلئے ایک مدرسہ بنایا۔ اپنے اوقات کو نیک وظائف پر تقسیم کیا۔ مثلاً ختم قرآن' اہل دل کی صحبت تدریس علم یہاں تک کہ ۱۴ جمادی الآخر ۵۰۵ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ ایک بڑے عالم فرماتے ہیں کہ میں ایک دن ظہر اور عصر کے درمیان حرم شریف میں آیا۔ فقراء کے وجد و حال نے مجھے کچھ پکڑ رکھا تھا۔ مجھ سے نہ ہو سکا کہ ٹھہروں اور بیٹھوں۔ ایسی جگہ کی میں نے تلاش کی کہ جہاں ایک گھڑی آرام پاؤں۔ حرم میں ایک سرائے کے جماعت خانہ میں آیا اور دائیں طرف گھر کے برابر بیٹھ گیا اور اپنا ہاتھ ستون کے نیچے رکھا کہ کہیں نیند نہ آ جائے اور وضو نہ ٹوٹ جائے۔ اتفاقاً ایک بدعتی شخص جو کہ بدعت میں مشہور تھا آیا اور اس جماعت خانہ کے دروازہ پر اپنا مصلیٰ ڈالا۔ اپنی جیب میں سے ایک تختی نکالی مجھے گمان یہ ہے کہ وہ تختی پتھر کی تھی۔ اس پر بہت کچھ لکھا ہوا تھا اس کو چوما اور اپنے سامنے رکھ کر لمبی نماز پڑھنے لگا۔ اپنے چہرہ کو اس پر دونوں طرف ملنے لگا اور بہت عاجزی کی۔ اس کے بعد اپنے سر کو اونچا کیا اور اس کو چوما اپنی آنکھوں پر ملا پھر چوم کر جیب میں ڈال لیا۔

جب میں نے یہ حال دیکھا تو مجھ کو اس سے بہت کراہت آئی۔ میں نے دل میں کہا کہ اچھا ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہوتے اور ان بدعتیوں کو اس برائی کی خبر دیتے جو کہ یہ کر رہے ہیں۔ اس فکر میں نیند کو دور کرتا تھا کہ کہیں میرا وضو نہ ٹوٹ جائے۔ اتفاقاً مجھے اونگھ آ گئی نیند اور بیداری کے درمیان کیا دیکھتا ہوں کہ ایک میدان بڑا کشادہ ہے اور بہت سے لوگ کھڑے ہیں۔ ہر ایک کے ہاتھ میں ایک مجلد کتاب ہے اور سب کے سب ایک شخص کے سامنے کھڑے ہیں۔ میں نے ان کی بابت پوچھا تو لوگوں نے کہا کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں تشریف رکھتے ہیں اور یہ سب اصحاب مذہب چاہتے ہیں کہ اپنی کتابوں سے نکال کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں پڑھیں اور اپنے عقائد و مذہب کی تصحیح کریں۔ اتنے میں ایک شخص آئے لوگوں نے کہا امام شافعی رضی اللہ عنہ ہیں' ان کے ہاتھ میں ایک کتاب ہے۔ حلقہ میں آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام عرض کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا اور مرحبا کہا۔ امام شافعی آگے ہو کر بیٹھ گئے اور وہ کتاب جوان کے پاس تھی اس میں سے اپنا مذہب واعتقاد پڑھا۔

اس کے بعد ایک اور شخص آئے لوگوں نے کہا امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کے ہاتھ میں ایک کتاب ہے وہ بھی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھ گئے اور اس کتاب میں سے اپنا مذہب واعتقاد پڑھا۔ ایسا ہی اصحاب مذہب آتے تھے۔ یہاں تک کہ تھوڑے ہی باقی رہ گئے جو شخص اپنا مذہب پیش کرتا اس کو ایک دوسرے

کے پاس بٹھا دیتے۔ جب سب فارغ ہو گئے۔ اتفاقاً ایک شخص رافضیوں میں سے آیا اور اس کے ہاتھ چند جزو بے جلد تھے۔ ان میں ان کے عقائد باطلہ کا ذکر تھا اس نے قصد کیا کہ اس حلقہ میں آئے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں پڑھے۔ ایک شخص ان بزرگوار میں سے جو کہ آپ کی خدمت میں موجود تھے باہر نکلے اور اس کو جھڑک کر منع کر دیا۔ وہ اجزاء اس کے ہاتھ سے لے کر گرا دیئے اور اس کو ذلیل کر کے نکال دیا۔ میں نے جب دیکھا کہ لوگ فارغ ہو چکے ہیں اور کوئی نہیں رہا کہ پڑھے آگے بڑھا۔ میرے ہاتھ میں ایک مجلد کتاب تھی میں نے آواز دی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم کتاب میرا اعتقاد ہے اور اہل اسلام کے عقائد اس میں ہیں اگر اجازت ہو تو پڑھوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کونسی کتاب ہے میں نے عرض کیا کتاب قواعد العقائد ہے جس کو غزالی نے تصنیف کیا ہے۔ تب مجھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے پڑھنے کی اجازت دی میں بیٹھ گیا اور اول سے اس کو پڑھنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ اس موقع پر پہنچا جہاں امام غزالی کہتے ہیں۔ **واللہ تعالیٰ بعث النبی الامی القریشی محمدا صلی اللہ علیہ وسلم الی کافۃ العرب والعجم والجن والانس** یعنی اور اللہ نے بھیجا نبی امی قریشی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام مخلوق عرب عجم جن انسان کی طرف سو جب میں یہاں تک پہنچا تو میں نے دیکھا کہ خوشی اور تبسم کے آثار چہرہ مبارک صلی اللہ علیہ وسلم پر ظاہر ہوئے ہیں۔ جب آپ کی تعریف وصفت تک پہنچا تو میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ **این الغزالی** کہ غزالی کہاں ہے۔ غزالی وہاں پر کھڑے تھے۔ عرض کیا غزالی میں ہوں جو حاضر ہوں یا رسول اللہ آگے بڑھے اور سلام کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا اور اپنا ہاتھ مبارک ان کو دیا۔ امام غزالی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک پر بوسہ دیا اور اپنا چہرہ اس پر ملا بعد اس کے بیٹھ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کی قرأت پر اس قدر اظہار خوشی نہ فرمایا جس قدر کہ میرے قواعد العقائد پڑھنے پر جب میں خواب سے بیدار ہوا میری آنکھوں پر رونے کا اثر تھا۔

بوجہ اس کی کرامت وحال کے جس کو میں نے مشاہدہ کیا تھا۔ شیخ ابوالحسن شاذلی قدس اللہ تعالیٰ روحہ کہ زمانہ کے قطب تھے اپنے اس واقعہ کو جو دیکھا تھا یہ خبر دیتے ہیں کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض منکرین غزالی کو تعزیر دینے کا حکم کیا ہے اور کوڑے کا اثر اس کی موت تک اس کے بدن پر ظاہر تھا۔ امام غزالی کے کلام میں جو بعض دوستوں کو لکھا ہے یہ ہے کہ روح ہے لیکن نیست نما۔ کہ ہر ایک کو وہاں تک راہ نہیں۔ وہ سلطان قاہر متصرف ہے قالب اس کا قیدی اور بے چارہ ہے جو کچھ کہ دیکھتا ہے قالب سے دیکھتا ہے۔ قالب اس سے بے

خبر ہے۔ تمام عالم کو قیوم عالم کے ساتھ یہی مثال ہے کہ قیوم عالم ہے تو سہی لیکن نیست نظر آتا ہے کیونکہ ذرات جہان میں سے کوئی ایسا ذرہ خود بخود نہیں بلکہ اپنے قیوم سے اس کا قیام ہے اور ہر چیز کا قیوم ضرورت اس کے ساتھ ہے اور حقیقتاً اسی کا وجود ہے اور مقدم کا وجود اس کی طرف عاریتاً ہے۔ یہی معنی ہے وھو معکم اینما کنتم یعنی وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہو لیکن جو شخص کہ جسمی معیت ہی کو جسم کے ساتھ جانتا ہے۔ یا عرض کی معیت عرض کے ساتھ یا عرض کی محبت جسم کے ساتھ سو یہ تینوں معیتیں قیوم عالم کے حق میں محال ہیں۔ یہ معیت سمجھ میں نہیں آتی معیت قیومیت چوتھا قسم ہے بلکہ حقیقتاً معیت یہی ہے اور یہ بھی ان سے منقول ہے کہ صاف ہوا میں زمین سے ایک بگولا اٹھتا ہے جس کی شکل مستطیل منارہ کی ہوتی ہے وہ باہم مل کر چکر کھاتا ہے۔ دیکھنے والا دیکھتا ہے کہ مٹی اپنے آپ کو پیش دیتی اور بلاتی ہے حالانکہ یوں نہیں ہے بلکہ وہ ہوا ہے جو اس مٹی کو ہلاتی ہے لیکن ہوا کو دیکھ نہیں سکتے خاک کو دیکھ سکتے ہیں۔ پس مٹی حرکت نہیں کرتی اور کرتی معلوم ہوتی ہے ہوا حرکت کرتی ہے۔ لیکن بظاہر معلوم نہیں ہوتی۔ حرکت میں خاک کو بجز قید اور عاجز ہونے کے چارہ نہیں وہ ہوا کے ہاتھ میں ہے۔ تمام حکومت ہوا کی ہے لیکن اس کی سبقت معلوم نہیں ہوتی۔

۴۳۱- شیخ احمد غزالی قدس سرہ العزیز

آپ شیخ ابوبکر نساج کے مرید ہیں۔ ان کی معتبر تصنیفات تالیفات اور بے نظیر رسالے ہیں۔ ان میں سے ایک رسالہ سوانح ہے کہ شیخ فخر الدین عراقی کی لمعات اسی طرز پر ہے چنانچہ لمعات کے دیباچہ میں انہوں نے لکھا ہے امابعد یہ چند کلمہ مراتب عشق میں ہیں جو کہ سوانح کی طرز پر زبان وقت میں لکھے گئے ہیں۔ سوانح کے فصول میں سے ایک فصل یہ ہے کہ معشوق ہر حال میں خود معشوق ہے پس استغنا اس کی صفت ہے اور عاشق ہر حال میں خود عاشق ہے پس اس کی صفت احتیاج ہے۔ عاشق کو ہمیشہ معشوق پالیا کرتا ہے پس ہمیشہ کا احتیاج اس کی صفت ہے اور معشوق کو کوئی شے پا نہیں سکتی۔ اس لئے اس کی صفت استغنا ہے۔

ہموارہ تو دل ربودہ معذوری   غم ہیچ نیاز مودہ معذوری

من بے تو ہزار شب نجون در بودم   تو بے تو شبے بنودہ معذوری

ایک دن وعظ کی مجلس میں قاری نے یہ آیت پڑھی یا عبادی الذین اسرفوا الا یہ یعنی اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے خدا کی رحمت سے ناامید نہ ہو الخ۔ آپ نے فرمایا شــــرفھم بیاء

الاضافة الی نفسه بقوله یا عبادی ثم انشد.

وھان علی اللوم فی جنب حبها	وقولا لا عادی انه لخلیع
اصم اذا نودیت بسمی واننی	اذا قیل لی یا عبدها لسمیع

یعنی ان کی شرف یائے اضافت کی وجہ سے ہے جو خدائے تعالیٰ نے یا عبادی کہہ کر اپنے نفس کی طرف ان کو منسوب کیا ہے۔ پھر یہ شعر پڑھا یعنی مجھ پر دشمنوں کی ملامت اس کی محبت کے مقابلے میں بہت آسان معلوم ہوتی ہے۔ دشمنوں کا یہ قول کہ وہ مفلس بے اعتبار ہے مجھ کو جب میرے نام سے پکارتے ہیں تو بہرا بن جاتا ہوں اور جب مجھے یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں محبوب کا غلام ہے تو پھر میں سننے کیلئے تیار ہوں۔ ایک دن ایک شخص نے ان سے ان کے بھائی حجتہ الاسلام کا حال پوچھا کہ وہ کہاں ہیں کہا کہ وہ خون میں ہیں۔ سائل نے ان کو تلاش کیا تو مسجد میں ملے۔ اس نے شیخ احمد کے قول سے تعجب کیا اور اس قصہ کو حجتہ الاسلام (امام غزالی) سے کہا۔ وہ فرمانے لگے کہ میرے بھائی نے سچ کہا ہے میں اس وقت مستحاضہ عورت کے ایک مسئلہ کی فکر میں تھا۔ ایک صوفی قزوین سے طوس میں آیا اور حجتہ الاسلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس سے اپنے برادر شیخ احمد کا حال پوچھا جو کچھ وہ جانتا تھا بتلایا۔ حجتہ الاسلام نے کہا کہ تمہارے پاس اس کا کلام بھی ہے۔ اس نے کہا ہاں ہے۔ ایک جزو تھی جو سامنے پیش کی۔ آپ نے اس میں غور کیا اور کہا سبحان اللہ جس کو ہم طلب کرتے تھے۔ شیخ احمد نے حاصل کر لیا ہے کہتے ہیں کہ وہ جبکہ نزع کی حالت میں تھے ان کی گھوڑی کھل گئی اور بھاگ گئی لوگوں نے ان سے بیان کیا یا خود کشف سے معلوم کر لیا۔ فرمایا جب ہم اس سے اتر پڑے اب جو چاہے سوار ہو جائے۔ ۵۱۷ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ ان کی قبر قزوین میں ہے۔

۴۳۲-خواجہ یوسف ہمدانی قدس سرہ

آپ کی کنیت ابو یعقوب ہے۔ امام عالم عارف ربانی' صاحب احوال اور بڑی خدا کی مہربانیوں کرامات و مقامات جلیلہ والے تھے۔ ابتداء میں بغداد میں گئے اور شیخ ابو اسحٰق شیرازی کی خدمت میں جا کر رہے۔ ان کا کام ترقی پکڑ گیا۔ اپنے ہمعصروں پر علم فقہ وغیرہ خصوصاً علم منطق میں بڑھ گئے۔ شیخ ابو اسحٰق ان کو باوجود چھوٹی عمر ہونے کے اپنے بہت سے شاگردوں پر اول نمبر پر بٹھایا کرتے' اور بغداد اصفہان سمرقند میں ایک جماعت مشائخ سے حدیث کا سماع کیا ہے۔ بعدازاں سب کچھ ترک کر دیا' اور عبادت' زیارت' مجاہدہ کا طریق اختیار کیا۔ مشہور

یہ ہے کہ ان کے تصوف کی نسبت شیخ ابو علی فارمدی سے ہے۔ کہتے ہیں کہ شیخ ابوعبداللہ جوینی اور شیخ حسن سمنانی کی صحبت میں بھی رہے ہیں۔ مرو میں مقیم تھے اور وہاں سے ہرات میں آئے۔ کچھ مدت وہاں اقامت کی۔ بعدازاں اہل مرو نے ان سے واپس ہونے کی التماس کی۔ تب آپ مرو میں آئے اور پھر ہرات میں گئے۔ اس کے بعد مرو کو لوٹنے کا قصد کیا۔ لیکن راستہ میں انتقال ہو گیا۔ ۵۳۵ھ میں وہیں فوت ہوئے اور تھوڑی مدت کے بعد مرو میں چلے گئے۔ ان کا مزار مرو میں ظاہر و مشہور ہے۔ شیخ محی الدین بن العربی اپنی بعض تصانیف میں فرماتے ہیں کہ ۶۰۲ھ میں شیخ اوحدالدین کرمانی شہر قونیہ میں میرے مکان میں تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے ملک میں خواجہ یوسف ہمدانی جو کہ ساٹھ سال سے اوپر مشیخت کے سجادہ اور ارشاد پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک دن اپنے گوشہ میں بیٹھے تھے کہ باہر نکلنے کو جی چاہا۔ ان کی عادت نہ تھی کہ جمعہ کے سوا کسی اور دن باہر نکلیں۔ اس لئے یہ بات ان پر گراں گزری۔ ان کو کچھ معلوم نہ تھا کہ کہاں جانا چاہئے۔ گھوڑے پر سوار ہوئے اور اس کی باگ چھوڑ دی کہ جہاں خدا چاہے وہاں لے جائے۔ وہ گھوڑا ان کو شہر سے باہر جنگل میں لے گیا۔ یہاں تک کہ ایک ویران مسجد میں ان کو پہنچا کر کھڑا ہو گیا۔ شیخ نیچے اتر آئے اور مسجد میں گئے۔ دیکھا کہ ایک شخص نے سر نیچا کیا ہوا ہے۔ ایک گھڑی کے بعد اس نے سر اٹھایا' تو وہ ایک جوان بارعب تھا۔ کہنے لگا' اے یوسف مجھے ایک مشکل مسئلہ پیش آیا ہے۔ اس کو ذکر کیا۔ شیخ نے وہ بیان کر دیا۔ اس کے بعد کہا اے فرزند! جب تم کو کوئی مشکل پیش آئے تو شہر میں آیا کرو اور مجھ سے پوچھ لیا کرو۔ لیکن مجھے رنج نہ دیا کرو۔ شیخ نے کہا کہ اس جوان نے میری طرف دیکھا اور کہا کہ جب مجھے کوئی مشکل پیش آئے گی' تو میرے لئے ہر ایک پتھر تم جیسا یوسف بن جائے گا۔ شیخ ابن العربی کہتے ہیں کہ میں نے وہاں سے جان لیا کہ سچا مرید اپنی سچائی سے شیخ کی تحریک اپنی طرف کر سکتا ہے۔ شیخ نجیب الدین برغش شیرازی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ چند جز جس میں مشائخ کے حالات تھے۔ میرے ہاتھ لگے۔ میں نے ان کا مطالعہ کیا اور میرا وقت خوش ہوا۔ میں اس کا طالب تھا کہ یہ معلوم کروں' کس کی تصنیف ہے؟ کہ اس کے کلام میں سے کچھ حاصل کروں۔ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا' ایک بوڑھا بارعب و وقار سفید ریش' نہایت نورانی چہرہ خانقاہ میں آیا اور وضو خانہ میں گیا کہ وضو کرے۔ کپڑے بہت عمدہ سفید پہنے ہوئے تھے۔ اس کے جامہ پر بڑے موٹے خط سے سنہری حرفوں میں آیت الکرسی لکھی ہوئی تھی۔ یہاں تک کہ سر سے پاؤں تک وہ تحریر تھی۔ میں ان کے پیچھے چلا۔ انہوں نے جامہ کو نکالا اور مجھے دے دیا۔ اس جامہ کے نیچے ایک سبز جامہ پہنے ہوئے تھا کہ وہ اس سے بھی خوبصورت تھا اور اسی طریق پر اس میں آیت الکرسی لکھی ہوئی تھی۔ وہ جامہ بھی مجھے دیا

اور کہا' اس کو سنبھال کر رکھنا تا کہ میں وضو کر لوں۔ جب وضو کر لیا تو کہا کہ اس جامہ میں سے میں تم کو ایک دیتا ہوں۔تم کس کو چاہتے ہو۔ میں خود اختیار نہ کیا اور کہا کہ جو آپ پسند فرمائیں۔ وہ دیں انہوں نے مجھے سبز جامہ پہنا دیا اور سفید کو خود پہن لیا۔ پھر کہا تم مجھے پہچانتے ہو' میں اس جزو کا مصنف ہوں کہ جس کے تم طالب ہو۔ مجھے ابو یوسف ہمدانی کہتے ہیں اور اس کا نام زبدة الحیوۃ ہے۔میری اور تصانیف بھی ہیں کہ وہ اس سے بہتر ہیں جیسے ''منازل السائرین'' اور ''منازل السالکین''

جب میں خواب سے بیدار ہوا تو میں بہت خوش ہوا۔ یوں کہتے ہیں کہ وہ ایک زمانہ میں نظامیہ بغداد میں وعظ کہتے تھے۔ایک فقیہ جس کو ابن السقا کہا کرتے تھے۔ مجلس میں کھڑا ہو گیا' اور مسئلہ پوچھا۔آپ نے فرمایا کہ بیٹھ جا' کیونکہ تیرے کلام میں کفر کی بدبو آتی ہے اور شاید کہ تیری موت اسلام پر نہ ہو۔ اس کے بعد ایک نصرانی سفیر بن کر روم کے بادشاہ کی طرف سے خلیفہ کی طرف آیا۔ ابن سقا اس کے پاس گیا' اور اس سے مصاحبت کی درخواست کی اور کہا میں چاہتا ہوں کہ دین اسلام کو چھوڑوں اور تمہارے دین میں آ جاؤ۔ نصرانی نے اس کو قبول کیا اور اس کے ساتھ قسطنطنیہ میں چلا گیا۔ روم کے بادشاہ سے جا ملا۔ نصرانی ہو گیا اور نصرانیت کی حالت میں مر گیا۔ کہتے ہیں کہ ابن السقا حافظ قرآن تھا۔ مرض موت میں اس سے پوچھا گیا کہ قرآن میں سے کچھ تمہیں یاد ہے۔ کہا کچھ یاد نہیں مگر یہ آیت ربما یود الذین کفر والو کانو مسلمین یعنی اکثر کافر اس بات کو چاہیں گے اور پسند کریں گے کہ کاش وہ مسلمان ہوتے۔ بعض لوگ ابن السقا کے قصہ کو اور اس طرح سے بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ شیخ محی الدین عبدالقادر گیلانی قدس سرہ کے حالات میں انشاء اللہ آئے گا۔ خواجہ یوسف ہمدانی قدس اللہ تعالیٰ سرہ کے چار خلیفہ ہیں۔ خواجہ عبداللہ برقی' خواجہ حسن اندقی' خواجہ احمد بسوی' خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم اور خواجہ یوسف کے بعد ان چاروں میں سے ہر ایک مقام دعوت میں تھے۔ دوسرے خلفاء ادب کے طریق پر ان کی خدمت میں رہے ہیں اور جب خواجہ احمد بسوی نے ترکستان کی طرف جانے کا ارادہ کیا تو سب یاروں کو خواجہ عبدالخالق کی متابعت کا اشارہ کیا۔ ایسا ہی اس خاندان کے متاخرین مشائخ رحمھم اللہ نے بعض رسالوں میں لکھا ہے۔

۴۳۳۔خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہ العزیز

آپ کی روش طریقہ صوفیہ میں ایک حجت اور سب فرقوں میں مقبولیت ہے۔ ہمیشہ صدق و صفائی کی راہ میں

شرع وسنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور بدعت وہوئی سے علیحدہ رہنے اس کی مخالفت میں سعی کرتے رہے ہیں' اور اپنے پاک طریق کو غیروں کی نگاہ سے چھپا رکھتے تھے۔ ان کو جوانی میں ذکر دل کا سبق حضرت خواجہ خضر علیہ السلام سے حاصل ہوا تھا۔ اس سبق پر مداومت کیا کرتے تھے۔ خواجہ خضر نے ان کو اپنی فرزندی میں قبول کیا تھا۔ اور فرمایا پانی کے حوض میں اور غوطہ لگا۔ دل سے کہو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ یہی سبق پکا لیا اور کام میں مشغول ہوئے۔ ان پر بہت کچھ کشف ہو گیا۔ اول حال سے آخر تک ان کا زمانہ تمام لوگوں میں مقبول اور محمود رہا۔ اس کے بعد شیخ الشیوخ عارف ربانی خواجہ امام یعقوب یوسف ہمدانی قدس اللہ تعالیٰ روحہ بخارا میں آئے اور خواجہ عبدالخالق ان کی صحبت میں حاضر ہوئے۔ معلوم کیا کہ ان کو دلی ذکر ہے جب تک وہ بخارا میں رہے۔ ان کی صحبت میں رہے۔ کہتے ہیں کہ خواجہ خضر علیہ السلام ان کے سبق کے پیر ہیں اور خواجہ یوسف پیر صحبت وخرقہ ہیں۔ خواجہ یوسف کے بعد خواجہ عبدالخالق غجدوانی ریاضت میں مشغول ہوئے اور اپنے حالات کو چھپائے رکھتے تھے۔ ان کی ولایت ایسی تھی کہ ایک ہی وقت میں کعبہ میں پڑھتے تھے اور پھر آ جایا کرتے تھے۔ شام میں ان کے بہت مرید ہو گئے۔ خانقاہ آستانہ بن گیا۔

عاشورہ کے دنوں میں آپ کی خدمت میں ایک بڑی جماعت بیٹھی ہوئی تھی اور یہ لوگ معرفت میں باتیں کرتے تھے۔ اتفاقاً ایک جوان آیا۔ زاہدوں کی صورت میں بغل میں خرقہ اور کندھے پر مصلے گوشہ میں آ کر بیٹھ گیا۔ خواجہ نے اس کی طرف نظر کی۔ ایک گھڑی کے بعد وہ جوان اٹھا اور کہنے لگا۔ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اتقو افراسة المؤمن فانه ینظر بنور اللہ عزوجل یعنی مومن کی عقل سے ڈرتے رہو۔ کیونکہ وہ خدائے عزوجل کے نور سے دیکھتا ہے۔ اس حدیث کی حکمت کیا ہے؟ خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اس حدیث کا بھید یہ ہے کہ تم زنار کو کاٹ ڈالو اور ایمان لاؤ۔ اس جوان نے کہا' نعوذ باللہ کہ میرے پاس زنار ہو۔ خواجہ نے خادم سے اشارہ کیا۔ خادم اٹھا' اور اس جوان کے سر پر سے خرقہ کو اتار لیا' تو خرقہ کے نیچے زنار تھا۔ اس جوان نے فی الفور کاٹ ڈالا اور ایمان لایا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ اے یارو آؤ کہ ہم بھی اس نوجوان کی متابعت میں اپنے زناروں کو قطع کریں اور ایمان لائیں۔ جس طرح اس نے اپنے ظاہری زنار کو توڑا ہے۔ ہم بھی باطنی زنار کو جسے عجب وغرور کہتے ہیں کاٹ دیں۔ تاکہ اس کی طرح ہم بھی بخشے جائیں۔ یاروں پر ایک عجیب حالت پیدا ہوئی ہے اور خواجہ کے قدموں پر سب کے سب گر پڑے اور نئے سرے سے توبہ کی۔ ایک دن ایک درویش خواجہ کے سامنے کہتا تھا کہ اگر خدائے تعالیٰ مجھے جنت دوزخ میں اختیار دے تو میں دوزخ اختیار کروں

کیونکہ میں تمام عمر میں اپنے نفس کی مراد کے موافق نہیں چلا ہوں اور اس حالت میں بہشت میری مراد کے مطابق ہو گی اور دوزخ خدا کی مرضی کے مطابق۔ خواجہ نے اس بات کو رد کر دیا اور فرمایا کہ بندہ کو اپنے اختیار سے کیا مطلب۔ جہاں کہے گا وہاں ہم جائیں گے اور جہاں کہے گا رہو وہاں ہم رہیں گے۔ بندگی یہ ہے نہ یہ کہ تم کہتے ہو' اس درویش نے کہا شیطان کو راہ چلنے والوں پر کچھ قابو ہے۔ خواجہ نے فرمایا کہ وہ چلنے والا کہ فنائے نفس کی حد تک نہ پہنچا ہو۔ جب غصہ میں آتا ہے۔ شیطان اس پر قابو پاتا ہے لیکن وہ چلنے والا کہ جو فنائے نفس تک پہنچ چکا ہوں۔ اس کو غصہ نہیں ہوتا' بلکہ غیرت ہوا کرتی ہے۔ پھر جہاں غیرت ہوتی ہے وہاں سے شیطان بھاگتا ہے اور ایسی صفت اس شخص کو مسلم ہے کہ جو خدا کی طرف توجہ کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی کتاب دائیں ہاتھ میں لیتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو بائیں ہاتھ میں اور ان دونوں روشنائیوں میں راہ چلتا ہے۔ ایک دن ایک مسافر دور سے حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اتفاقاً ایک خوبصورت جوان حضرت خواجہ کی خدمت میں آیا اور دعا کا طالب ہوا۔ خواجہ نے دعا فرمائی۔ پھر وہ جوان گم ہو گیا۔ اس مسافر نے پوچھا کہ یہ جوان کون تھا؟ خواجہ نے فرمایا کہ فرشتہ تھا۔ اس کا مقام چوتھے مقام پر تھا۔ کسی تقصیر کے سبب اپنے مقام سے دور پڑا تھا۔ دنیا کے آسمان پر آ گیا تھا' اور فرشتوں سے کہا' کہ میں کیا کروں؟ جس سے اللہ تعالیٰ مجھ کو اس مقام پر پہنچائے۔ فرشتوں نے اس کو میرا نشان بتلایا۔ اس لئے آیا تھا ہم نے دعا مانگی۔ خدا نے قبول فرمائی' اور پھر اپنے مقام پر پہنچ گیا۔

اس مسافر نے کہا' ہم کو ایمان کی دعا سے مدد کریں۔ شاید کہ اس شیطان کے حال سے سلامتی سے چلے جائیں۔ خواجہ نے فرمایا' وعدہ یہ ہے کہ ادائے فرض کے بعد ہر شخص دعا مانگتا ہے۔ وہ مقبول ہوتی ہے' تو اپنا کام کر اور ہم کو دعائے خیر سے فرائض کے بعد یاد کیا کر۔ ہم تم کو اور تم ہم کو یاد کریں گے۔ شاید کہ اس اثناء میں دعا ظاہر ہو جائے۔ تیرے حق میں بھی اور ہمارے حق میں بھی۔

۴۳۴۔ خواجہ عارف ریوگری قدس سرہ

خواجہ عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ کے تین خلیفہ تھے۔ خواجہ احمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ خواجہ عارف ریوگری' خواجہ اولیائے کلاں اور حضرت خواجہ بہاؤ الحق والدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ اس جماعت میں سے حضرت خواجہ عارف تک پہنچتا ہے۔

۴۳۵-خواجہ محمود الخیر فغنوی قدس سرہ

آپ خواجہ عارف رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے ہیں۔

۴۳۶-خواجہ علی رامیتنی رحمۃ اللہ علیہ

آپ خواجہ محمود رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے ہیں' اور اس سلسلہ میں ان کا لقب حضرت عزیزان ہے۔ یہ حضرت بڑے عالی مقامات اور ظاہر کرامات والے تھے۔ بافندگی کی صنعت میں مشغول رہتے تھے۔ اس فقیر نے ایک بزرگ سے سنا تھا کہ جو کچھ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ قدس سرہ نے اپنی غزلیات میں فرمایا ہے وہ ان کی طرف اشارہ ہے۔

گر نہ علم حال فوق قال بودے کے شدے بندہ اعیان بخارا خواجہ نساج راہ

اور ان کی قبر خوارزم میں مشہور ہے۔ یزار ویتبرک یعنی اس کی زیارت کی جاتی ہے اور متبرک ... ہے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ ایمان کیا چیز ہے؟ فرمایا' کہ اکھیڑنا اور ملانا۔ یہ بھی آپ سے پوچھا گیا کہ جس کی ... قضا ہو گئی ہو' وہ اس کی قضا کیلئے کب اٹھے۔ فرمایا کہ صبح سے پہلے۔ ان سے منقول ہے کہ فرماتے تھے ا... زمین پر خواجہ عبدالخالق غجدوانی کی اولاد میں سے کوئی ہوتا تو منصور ہرگز سولی پر نہ چڑھتے۔

۴۳۷-خواجہ محمد بابا سماسی قدس سرہ

آپ حضرت عزیزان کے خلیفہ ہیں' اور حضرت خواجہ بہاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ کو فرزندی کی نظر سے قبول فرمایا تھا۔ یہ وہی ہیں کہ بارہا ہندوان کے محل پر گزرتے تھے' اور فرماتے تھے کہ اس زمین سے مردمی کی خوشبو آتی ہے اور جلد ہو گا کہ محل ہندوان محل عارفان ہو جائے۔ یہاں تک کہ ایک دن امیر سید کلال رحمۃ اللہ علیہ کے مکان سے کہ آپ کے خلیفہ ہیں۔ قصر عارفان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمانے لگے کہ وہ خوشبو بڑھ گئی ہے۔ شاید ... وہ مرد پیدا ہو چکا ہے۔ جب اترے تو خواجہ بہاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت کے تین گزر چکے تھے۔ ان کے دادا نے اس معاملہ کو ان کے سینہ پر چھوڑا' اور بڑی نیاز کے ساتھ خواجہ محمد بابا کی خدمت میں لے گئے۔ آپ نے ... کہ یہ ہمارا فرزند ہے ہم نے اس کو قبول کیا۔ اصحاب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ یہ وہ مرد ہے کہ جس کی ہم ...

خوشبو سونگھی تھی۔ یہ زمانہ کا پیشوا ہوگا اور امیر سید کلال سے فرمایا کہ میرے فرزند بہاؤ الدین کے حق میں تربیت و شفقت کا فرق نہ کرنا۔ اگر تم نے اس میں قصور کیا تو میں معاف نہیں کروں گا۔ امیر نے فرمایا کہ میں مرد نہ ہوں گا۔ اگر خواجہ کی وصیت میں قصور کروں گا۔ حضرت خواجہ بہاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے چاہا کہ قبیل دار بنوں میرے دادا نے مجھ کو حضرت خواجہ محمد بابا کی خدمت میں بھیجا اور یہ التماس کی کہ آپ کے قدم کی برکت سے ان مرتبوں تک پہنچے جب آپ کی زیارت سے مشرف ہوا' تو پہلی کرامت یہ دیکھی کہ اس رات مجھ پر نیاز اور عاجزی ظاہر ہوئی۔ میں حضرت کی مسجد میں آیا اور دو رکعت نماز پڑھی۔ سر سجدہ میں رکھا اور بڑے خضوع خشوع سے نماز پوری کی۔ اس وقت میری زبان پر گزرا کہ الٰہی مجھ کو اپنی بلا کے اٹھانے کی قوت اور اپنی محبت کی محنت کی برداشت نصب کر۔ جب صبح کو حضرت خواجہ کی خدمت میں پہنچا تو فرمایا کہ اے فرزند دعا ایسی مانگنی چاہئے کہ الٰہی جو کچھ تیری رضا ہے۔ اس ضعیف بندہ کو اس پر اپنے فضل و کرم سے قائم رکھ۔ اگر خدائے تعالیٰ اپنی حکمت سے اپنے کسی دوست کو بلا بھیجے تو اپنی عنایت سے اس دوست کو اس بوجھ کے اٹھانے کی قوت دیتا ہے اور اس کی حکمت اس پر ظاہر کر دیتا ہے۔ ورنہ اپنے اختیار سے بلا کی طلب مشکل ہے۔ گستاخی نہیں کرنی چاہئے اس کے بعد کھانا حاضر ہوا۔ جب ہم کھا چکے تو مجھ کو ایک ٹکیا دی۔ میرے دل میں گزرا کہ یہاں تو ہم نے پیٹ بھر کر کھا لیا ہے اور ابھی مکان پر چلے جائیں گے۔ یہ روٹی میرے کس کام آئے گی۔ جب چلے تو میں حضرت کے رکاب میں پوری نیاز کے ساتھ جاتا تھا اگر میرے دل میں کچھ تفرقہ آتا تو فرماتے کہ دل کو نگاہ رکھنا چاہئے۔ راستہ میں ایک دوست کے مکان پر پہنچے وہ خندہ پیشانی اور پورے نیاز سے پیش آیا۔ جب آپ وہاں اترے تو اس فقیر میں اضطراب کا اثر معلوم ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ کیا حال ہے؟ سچ بتلاؤ کہا دودھ تو حاضر ہے مگر روٹی نہیں ہے۔ خواجہ نے میری طرف توجہ فرمائی کہ وہ روٹی لاؤ کہ آخر کام آئی۔ مجھ کو اس حال کے مشاہدہ سے حضرت کی نسبت پر بہت یقین پر ہو گیا۔

۴۳۸- سید امیر کلال قدس سرہ

آپ حضرت خواجہ محمد بابا رحمۃ اللہ علیہ مذکور کے خلیفہ ہیں۔ حضرت خواجہ بہاؤ الدین کو صحبت اور آداب طریق سلوک اور ذکر کی تعلیم موصوف سے ہے۔ ایک دن آپ بڑے مجمع میں بیٹھے تھے۔ امیر خواجہ کو طلب فرمایا اور ان کی طرف متوجہ ہوئے۔ فرمایا اے فرزند بہاؤ الدین حضرت خواجہ محمد بابا سماسی کا ارشاد بجا لا کر میں تمہارے

حق میں پورا ادا کروں گا۔ کیونکہ آپ نے فرمایا تھا' کہ جیسے ہم نے تمہاری تربیت کا حق پورا کیا ہے۔ ایسا ہے تم میرے فرزند بہاؤ الدین کے حق میں بجالانا اور فرق نہ کرنا۔ میں نے ایسا ہی کیا ہے۔ اپنے سینہ کی طرف اشارہ کیا' اور فرمایا کہ میں نے اپنے پستان کو تمہارے لئے خشک کر ڈالا تا کہ تمہاری روحانیت کا مرغ بشریت کے انڈے سے باہر نکل آئے لیکن تمہاری ہمت کا مرغ بلند پرواز ہوا ہے۔ اب تم کو اجازت ہے' جہاں تک تمہارے دماغ میں خوشبو پہنچے۔ خواہ ترک ہو تاجیک ہو۔ بخوشی طلب کرو اور اپنی ہمت کے مطابق خدا کی طلب میں کوتاہی نہ کرو۔ ایسا ہی حضرت خواجہ سے نقل کرتے ہیں۔ فرمایا کہ جب حضرت امیر سے یہ نقش ظاہر ہوا۔ وہی آزمائش کا سبب ہو گیا۔ اگر اسی صورت پر ہم حضرت امیر کی متابعت کرتے تو ابتلا سے بہت دور رہتے۔ سلامتی کے زیادہ نزدیک ہوتے۔ ایک دن حضرت امیر نے حضرت خواجہ سے کہا' جب استاد شاگرد کی تربیت کرتا ہے تو ضرور یہ چاہتا ہے کہ اپنی تربیت کا اثر شاگرد میں دیکھے' تا کہ اس کو اعتبار آ جائے کہ میری تربیت ٹھکانے لگی۔ اگر شاگرد کے کام میں کچھ خلل ہو تو اس کی اصلاح کر دے۔

اس وقت فرمایا کہ میرا فرزند امیر برہان حاضر ہے۔ کسی نے اس پر قبضہ کا ہاتھ نہیں رکھا اور مصنوعی تربیت نہیں کی ہے۔ میرے خیال میں اس کی تربیت میں تم مشغول ہو جاؤ تا کہ اس کا اثر ہم دیکھیں۔ مجھ کو تمہاری صفت پر بھروسہ ہو جائے۔ حضرت خواجہ مراقبہ میں بیٹھے ہوئے تھے اور امیر کی طرف متوجہ تھے۔ ادب کی عنایت رعایت کر کے اس کے حکم ماننے میں تامل کیا۔ حضرت امیر سید کلال نے فرمایا' کہ اس میں توقف نہ کرنا چاہئے۔ حضرت خواجہ نے ان کے حکم کی تعمیل کی۔ امیر برہان کے باطن کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کے باطن کے تصرف میں مشغول ہوئے۔ اسی وقت اس تصرف کی علامات امیر برہان کے ظاہر باطن میں شروع ہو گئیں اور بزرگ حال ان میں ظاہر ہو گیا۔ سکر حقیقی کا اثر بھی ظاہر ہونے لگا۔

۴۳۹۔ قثم شیخ قدس سرہ

آپ مشائخ ترک میں سے ہیں۔ خواجہ احمد بسوی کے خاندان میں سے ہیں۔ حضرت خواجہ بہاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اس عادت کے موافق جو کہ حضرت امیر کلال آپ سے رکھتے تھے۔ فرمایا کہ اب اجازت ہے جہاں کہیں تم کو ترک و تاجیک سے خوشبو ملے طلب کرو۔ طلب کرنے میں قصور نہ کرو۔ تب وہ قثم شیخ کی خدمت میں گئے۔ پہلی ملاقات میں وہ خربوزہ کھا رہے تھے۔ خربوزہ کا چھلکا ان کی طرف پھینکا۔ انہوں نے نہایت حرارت

طلب سے پوست کو ویسے ہی تبرک کے طور پر سب کھالیا۔ اس مجلس میں تین بار ایسا ہی اتفاق ہوا۔ اسی مجلس میں شیخ کا خادم آیا اور کہا' تین اونٹ اور چار گھوڑے غائب ہو گئے ہیں۔ شیخ نے حضرت خواجہ کی طرف اشارہ کیا اور ترکی میں کہنے لگے' آنی تخشی توتو بگیر۔ یعنی اس بات کو اچھی طرح یاد رکھو۔ مریدوں میں سے چار شخص اس ہیئت کے ساتھ ان کے پیچھے پڑے کہ گویا خوف درمیان ہے۔ حضرت خواجہ قدس سرہ نے فرمایا' جس شخص کو مشائخ ترک کی شناخت نہ ہو۔ البتہ ان کے طریق سے بالکل نومید ہو جائے اور در پے نہ ہو۔ خواجہ دوزانوں ہو کر مراقبہ میں ہو گئے اور متوجہ ہوئے۔ نماز شام کے بعد خادم آیا اور کہنے لگا کہ گھوڑے اونٹ خود بخود آ گئے ہیں۔ خواجہ دو تین مہینہ کم وبیش قثم شیخ رحمۃ اللہ کی خدمت میں رہے۔ آخر الامران کو اجازت دی اور فرمایا کہ میرے نو فرزند ہیں تم دسویں ہوئے اور تم سب پر مقدم ہو۔ برسوں تک جب نخشب کے علاقہ سے بخارا میں آتے تو خواجہ ان کی رعایت کرتے اور وہ فرماتے' یہ طلب کی صفت کہ تم میں دیکھتا ہوں۔ میں نے طالبوں اور صادقوں سے نہیں دیکھی اور یہ قثم شیخ نہایت انقطاع اور کمال لے تعلقی سے جوان کے مزاج میں تھی۔ آخر زندگی میں بھی بخارا کے ایک جنگل میں آئے اور طرح طرح کے سودا کی باتیں کیں۔ پھر باہر نکل آئے اور صحت کے آثار ان میں پیدا ہوئے۔ ایک دکان پر بیٹھے اور جتنے آپ کے فرزند اور مرید تھے۔ سب کو بلایا اور فرمایا کہ ہمارے انتقال کا زمانہ آ گیا ہے۔ کلمہ توحید کو مل کر کہیں چنانچہ خود بھی کہا اور اوروں نے کہا۔ اسی وقت جان خدا کے سپرد کی۔

۴۴۰۔ خلیل آتا قدس سرہ

حضرت خواجہ بہاؤ الدین فرماتے ہیں کہ ایک رات اس کام کے شروع میں میں نے خلیل آتا رحمۃ اللہ کو خواب میں دیکھا کہ جو ترک کے بڑے مشائخ سے تھے مجھ کو درویشی کی سفارش کر رہے ہیں۔ جب میں جاگا تو اس درویش کی صورت میرے ذہن میں تھی' اور میری دادی نیک بخت تھی۔ میں نے ان سے یہ خواب بیان کی۔ انہوں نے فرمایا' کہ اے فرزند تجھ کو مشائخ ترک سے حصہ ملے گا۔ میں ہمیشہ اس درویش کا طالب تھا۔ یہاں تک کہ ایک دن بخارا کے بازار میں ان کی ملاقات ہو گئی۔ میں نے ان کو پہچان لیا۔ میں نے پوچھا تو ان کا نام خلیل تھا۔ اس وقت تو ان سے زیادہ کلام اور مجلس حاصل نہ ہوئی لیکن جب میں مکان پر پہنچا اور رات پڑی تو ان کا قاصد آیا کہ حضرت خلیل تم کو یاد کرتے ہیں۔ وہ ساون کا مہینہ تھا۔ میں نے کچھ میوہ لیا' اور ان کی خدمت میں گیا۔ ترکی زبان میں کہا کہ جو کچھ تمہارے دل میں ہے۔ وہ ہمارے سامنے ہیں۔ بیان کرنے کی حاجت نہیں۔ میری

حالت اور قسم کی ہوگئی اور ان کی صحبت کی محبت بہت بڑھ گئی۔ ان کی محبت میں عجیب وغریب حالات مشاہدہ ہونے لگے۔ ایک مدت کے بعد ان کو ماوراء النہر کے ملک کے بادشاہی مل گئی۔ مجھ کو ان کی ملازمت و خدمت میں رہنا ضروری تھا۔ اس آپ کی ملازمت صحبت سے بڑی بڑی چیزیں مشاہدہ ہوتی تھیں مجھ پر بہت مہربانی کیا کرتے تھے۔ کبھی تو مہربانی کے ساتھ اور کبھی سختی سے مجھ کو آداب خدمت سکھایا کرتے تھے۔ اس وجہ سے مجھ کو بہت فائدہ ہوا اور اس براہ قوی کے سیر وسلوک میں بہت کام آئے۔ چھ سال تک اس طرح ان کی خدمت میں رہا۔ باہر تو ان کے آداب سلطنت کی رعایت کرتا تھا اور خلوت میں ان کی خاص صحبت کا محرم رہتا تھا اور ملک ملنے سے پہلے اور چھ سال تک ان کی صحبت میں رہنے کا اتفاق ہوا تھا۔ بہت دفعہ اپنی خاص درگاہ میں کہا کرتے تھے' جو شخص کہ خدا کی رضامندی کیلئے میری موت کرے وہ مخلوق میں بزرگ ہوگا اور مجھ کو معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کا مقصود کیا ہے۔ اس مدت کے بعد جب اس کا مجازی ملک جاتا رہا اور ایک لحظ میں وہ ملک لشکر جاہ وجلال غبار ہوکر اڑ گیا اور دنیا کے تمام کام میرے دل میں سرد ہو گئے۔ تب میں بخارا میں آ گیا۔ زیورتوں میں کہ بخارا گے گاؤں میں سے ایک گاؤں میں مقیم ہوا۔

۴۴۱- خواجہ بہاؤ الحق والدین النقشبند رحمۃ اللہ

آپ کا نام محمد بن محمد بخاری ہے اور آپ کو خواجہ محمد بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے فرزندی کی مقبول نظری ہے اور بظاہر آداب طریقت کی تعلیم سید امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ سے ہے جیسا کہ اوپر گزر چکا لیکن حقیقت میں آپ اویسی تھے اور روحانی تربیت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ شروع حال جذبہ کے غلبہ میں' میں ایک رات بخارا کے تین متبرک مزارات پر پہنچا۔ ہر مزار پر ایک روشن چراغ دیکھا۔ چراغ دین میں پورا روغن اور فتیلہ ہے لیکن بتی کو تھوڑی سی حرکت چاہئے تا کہ روغن سے باہر آ جائے اور اچھی طرح روشن ہو جائے۔ آخری مزار پر میں قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھ گیا۔ میں نے دیکھا کہ قبلہ کی دیوار پھٹ گئی ہے اور ایک بڑا تخت ظاہر ہوا ہے۔ ایک سبز پردہ اس پر تنا ہوا ہے۔ اس کے گرداگرد ایک جماعت ہے۔ میں نے خواجہ محمد بابا کو ان کے درمیان دیکھا اور پہچان لیا۔ میں نے سمجھ لیا کہ آپ فوت ہو چکے ہیں۔ اس جماعت میں سے ایک نے مجھے کہا' کہ تخت پر خواجہ عبدالخالق بیٹھے ہیں اور یہ جماعت ان کے خلیفہ ہیں۔ ہر ایک کی طرف اشارہ کیا۔ خواجہ احمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ خواجہ اولیاء کلاں رحمۃ اللہ علیہ خواجہ عارف ریوکری۔ خواجہ محمود الخیر نغوی خواجہ علی

رامیتنی قدس اللہ تعالیٰ ارواحھم جب خواجہ محمد بابا تک پہنچا تو کہا' ان کو تم نے ان کی زندگی میں دیکھا ہوا ہے۔ یہ تمہارے شیخ ہیں۔ تم کو انہوں نے کلاہ دی تھی اور تجھ کو وہ بزرگی عنایت کی ہے کہ بلائے اتری ہوئی تیری برکت سے دفع ہوگئی۔ اس وقت اس جماعت نے کہا کہ کان لگاؤ اور اچھی طرح سنو کہ حضرت خواجہ بزرگ وہ باتیں کریں گے کہ خدا کے راہ کے سلوک میں تم کو ان سے گریز نہ ہوگا۔ میں نے اس جماعت سے درخواست کی کہ حضرت خواجہ کو سلام کہوں اور ان کے جمال مبارک سے مشرف ہو جاؤں۔ تب پردہ آگے سے اٹھایا گیا۔ میں نے دیکھا کہ ایک پیر بزرگ نورانی ہیں۔ میں نے سلام کیا۔ آپ نے جواب دیا۔ اس وقت سلوک کی وہ باتیں جو کہ شروع اور وسط اور آخر سے تعلق رکھتی ہیں۔ مجھ سے بیان فرمائیں' اور کہا وہ چراغ کہ تم کو اس کیفیت پر دکھائے گئے۔ اس بات کے اشارہ اور مژدہ ہیں کہ تم کو اس راہ پر چلنے کی استعداد و قابلیت ہے لیکن استعداد کے فتیلہ کو حرکت دینی چاہئے کہ روشن ہو جائے اور اسرار کا ظہور ہو جائے۔

یہ فرمایا اور اس میں مبالغہ کیا کہ ہر حال میں اپنا قدم امر ونہی' عمل' عزیمت اور سنت پر رکھنا۔ فتنوں اور بدعتوں سے دور رہنا' ہمیشہ حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا پیشوا بنانا اور اخبار رسول صلی اللہ علیہ وسلمو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا متلاشی رہنا۔ ان سب باتوں کے بعد اس جماعت نے مجھ سے کہا' تیرے صدق کا حال شاید یہ ہے کہ کل صبح کے وقت فلاں جگہ جائیو اور فلاں کام کیجئو۔ اس کی تفصیل آپ کے مقامات میں مذکور ہے۔ اس کے بعد نسف کی طرف میر سید کلال کی خدمت میں جانا۔ جب آپ کے حکم کے بموجب نسف میں گیا اور حضرت امیر قدس سرہ کی خدمت میں پہنچا۔ حضرت امیر نے بڑی مہربانی فرمائی اور بڑی توجہ سے مجھ کو ذکر کی تلقین فرمائی۔ نفی و اثبات کے طریق خفیہ میں مشغول رکھا اور جب میں خواب میں عزیمت (عزیمت اس کو کہتے ہیں کہ جس میں رخصت شرعی پر عمل نہ ہو تکلیف شرعی پر عمل ہو) کے عمل پر مامور تھا۔ اس لئے علانیہ کے ذکر کا حامل نہ ہوا۔ کسی نے آپ سے سوال کیا کہ آپ کو درویشی وارثتاً پہنچتی ہے یا کسی سے۔ آپ نے فرمایا جذبة من جذبات الحق توازی عمل الثقلین یعنی خدا کے جذبوں میں سے ایک جذبہ جن و انسان کے عمل کے برابر ہے۔ میں اس سعادت سے مشرف ہوا ہوں۔ آپ پھر آپ سے سوال کیا گیا کہ آپ کے طریقہ میں ذکر جہر اور خلوت و سماع ہوتا ہے۔ فرمایا کہ نہیں پھر پوچھا کہ تمہاری طریقت کی بنا کس پر ہے۔ فرمایا خلوت درانجمن یعنی بظاہر تو لوگوں میں اور باطن میں خدا کے ساتھ۔

از دروں شو آشناد و ز بروں بیگانہ وش	ایں چنیں زیبا روش کم ہے بود اندر جہاں

حق سبحانہ وتعالیٰ جو یہ فرماتے ہیں **رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ** یعنی وہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کو تجارت اور بیع خدا کے ذکر سے غافل نہیں کرتی۔ اسی مقام کی طرف اشارہ ہے کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ کا کوئی غلام یا لونڈی نہیں تھا۔ لوگوں نے آپ سے اس بارہ میں سوال کیا' تو فرمایا بندگی خواجگی کے ساتھ اچھی معلوم نہیں ہوتی۔ کسی نے آپ سے پوچھا' کہ حضور کا سلسلہ شریف کہاں تک پہنچتا ہے۔ فرمایا کہ سلسلہ سے کوئی شخص ٹھکانے تک نہیں پہنچتا۔ فرماتے ہیں نفس پر تہمت لگاؤ کیونکہ جو شخص خدا کی مہربانی سے اپنے نفس کو بدی کے ساتھ پہچانتا ہے اور اس کے مکر اور دھوکا کو جان چکا ہے اس کے نزدیک یہ عمل سہل ہے۔ اس راستہ پر چلنے والے ایسے بہت سے گزرے ہیں کہ دوسروں کے گناہ کو اپنے اوپر رکھ لیتے ہیں اور اس کا بوجھ خود اٹھا لیتے ہیں۔ فرماتے کہ خدا تعالیٰ کا یہ قول **یاایھا الذین امنوا باللہ** یعنی اے ایمان والو! خدا پر ایمان لاؤ۔ اسی بات کی طرف اشارہ ہے کہ ہر لحظہ اس وجود طبعی کی نفی اور حقیقی وجود کا اثبات چاہئے۔ شیخ جنید قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ساٹھ سال ہو چکے ہیں کہ میں ایمان لاتا ہوں۔ فرماتے تھے کہ وجود کی نفی ہمارے نزدیک بہت قریب راستہ ہے لیکن اختیار کے ترک اور اعمال کے قصور کے ملاحظہ کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔ فرماتے تھے کہ اس راہ پر چلنے کیلئے ماسوا کا تعلق قید اور ایک بڑا حجاب ہے۔

تعلق حجاب است و بے حاصلی ۔۔۔ چو پیوند ہا بگسلی واصلی

اہل حقیقت ایمان کی یوں تعریف کرتے ہیں **الایمان عقد القلب بنفی جمیع ماتولھت القلوب الیہ من المنافع والمضار سوی اللہ تعالیٰ** یعنی ایمان یہ ہے کہ دل کا خدا کے ساتھ عقد اور پیوند ہو اور خدا کے سوا جس قدر نفع ضرر کی چیزیں ہوں ان کی طرف دل شیفتہ ہوتا ہے ان سب کو دور کیا جائے۔ فرماتے تھے کہ ہمارا طریقہ صحبت ہے۔ خلوت میں شہرت اور شہرت میں آفت ہے۔ خیریت جمعیت میں ہے اور جمعیت صحبت میں ہے۔ بشرطیکہ ایک دوسرے میں نفی ہو اور جو کچھ اس بزرگ نے فرمایا ہے کہ **تعال نومن ساعۃ** یعنی آ کہ تھوڑی دیر تک ایمان لائیں۔ اسی طرف اشارہ ہے کہ اگر طالبوں کی ایک جماعت ایک دوسرے کے ساتھ مل کر بیٹھیں تو اس میں خیر و برکت بہت ہے۔ امید ہے کہ اس امر پر ملازمت اور ہمیشگی ایمان حقیقی تک پہنچا دے۔ فرماتے تھے کہ ہمارا طریقہ **عروۃ الوثقی** ہے یعنی مضبوط کڑا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے [illegible] سے پکڑنا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار کی پیروی کرتا ہے اس طریقہ پر تھوڑے عمل کے ساتھ بہت سی فتوحات حاصل ہوتی ہیں لیکن سنت کے کام کی پیروی بھی بڑا کام ہے جو شخص اس طریقہ سے منہ پھیر لے اس کے دین میں خطرہ

ہے۔فرماتے ہیں' طالب کو چاہئے جس زمانہ میں کہ خدا کے کسی دوست سے تعلق رکھتا ہو۔اپنے حال کا واقف ہو صحبت کے زمانے کو پہلے زمانے سے مقابلہ کرے۔اگر فرق پائے تو بحکم احمیت فالزم یعنی تو رہ پر پہنچ گیا ہے۔ پس اس کو لازم پکڑ ا۔اس بزرگ کی صحبت کو غنیمت جانے اور فرماتے کہ لا الہ میں طبیعت کے معبود کی نفی ہے اور الا اللہ میں معبود بحق جل جلالہ کا اثبات ہے اور محمد رسول اللہ میں اپنے آپ کو فاتبعونی کے حکم میں لانا ہے۔میری تابعداری کرو۔ذکر سے مقصود یہ ہے کہ کلمہ توحید کی حقیت تک پہنچے اور کلمہ توحید کی حقیقت یہ ہے کہ ماسوائے کے کہنے سے کلی طور پر نفی ہو جائے۔بہت کہنا شرط نہیں۔فرماتے تھے کہ حضرت عزیزان علیہ الرحمۃ والغفران فرماتے ہیں' کہ اس گروہ کے نزدیک زمین ایک دسترخوان ہے اور ہم کہتے ہیں کہ ایک ناخن کے برابر ہے۔ان کی نظر سے کوئی چیز غائب نہیں۔فرماتے تھے' توحید کے سرے پر تو پہنچ سکتے ہیں لیکن معرفت تک پہنچنا دشوار ہے۔جس زمانہ میں کہ حضرت خواجہ سفر مبارک میں گئے تھے۔خراسان کے ایک صاحبزادہ کو ذکر کی تعلیم فرمائی تھی۔لوٹنے کے وقت ان سے کہا گیا کہ فلاں شخص نے کہ ذکر کے سبق میں تکرار کی تعلیم حاصل کی تھی۔اب اس نے مشغولی کم کر دی ہے فرمایا مضائقہ نہیں۔پھر اس سے آپ نے فرمایا کہ کبھی ہم کو تم نے خواب میں دیکھا؟ اس نے کہا ہاں فرمایا کہ یہی کافی ہے۔اس بات سے معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کو تھوڑا سا تعلق بھی ان بزرگوار سے ہوا۔امید ہے آخر الامر انہیں سے مل جائے گا اور وہ ان کی نجات اور بلندی درجات کا سبب ہو جائیں گے۔ ایک شخص نے آپ سے عرض کیا' کہ فلاں شخص بیمار ہے اور وہ حضور کی توجہ کا سائل ہے۔فرمایا کہ پہلے تو رجوع عاجزانہ چاہئے۔پھر خاطر شکستہ کی توجہ۔لوگوں نے آپ سے کرامت طلب کی۔فرمایا کہ ہماری کرامت تو ظاہر ہے۔باوجود اس قدر بڑے گناہوں کے ہم زمین پر چل سکتے ہیں۔فرماتے تھے' کہ شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس سرہ سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ کے جنازہ کے سامنے کونسی آیت پڑھیں۔فرمایا کہ آیت پڑھنی تو بڑا کام ہے۔یہ بیت پڑھ دینا۔

چیست ازیں خوبتر درہمہ آفاق کار   دوست رسد نزد دوست یار ربزد یک یار

پھر حضرت ایشان نے یہ فرمایا' ہمارے جنازہ کے سامنے یہ شعر پڑھنا

مفلسا نیم آمدہ در کوئے تم   شیئا للہ ازجمال روئے تو

مولانا جلال الدین خالدی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ خواجہ بہاؤالدین کے سلوک کی نسبت اور طریقہ متاخرین سے کس طریقہ کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے۔فرمایا کہ تم متقدمین کی بابت پوچھو' کیونکہ دو سال سے زیادہ

ہو چکا ہے کہ اس قسم کی ولایت کے ظہور کے آثار کہ خدا کی عنایت سے خواجہ بہاؤ الدین پر ظاہر ہوئے ہیں۔ کسی متاخرین پر ظاہر نہیں ہوئے۔ پیر شیخ قطب الدین جو کہ حضرت خواجہ کے مرید ہیں۔ خراسان میں تشریف لائے تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں بچہ تھا۔ حضرت خواجہ نے مجھے فرمایا کہ فلاں کبوتر خانہ میں جا وہاں سے چند کبوتر لا۔ جب میں کبوتروں کے بچے لایا تو میری طبیعت ان کی طرف راغب ہوئی۔ ایک کبوتر کا بچہ میں نے زندہ رکھ لیا اور باقی خواجہ کے حضور میں لایا۔ جب کبوتروں کو پکارا اور حاضرین پر تقسیم کیا۔ تو مجھے نہ دیا اور فرمایا کہ فلاں شخص نے اپنا حصہ زندہ لے لیا ہے۔ آپ کی وفات پیر کی شب ۳ ماہ ربیع الاول ۷۹۱ میں ہوئی ہے۔ قدس اللہ تعالیٰ روحہ

۴۴۲۔ خواجہ علاؤ الدین عطار قدس سرہ العزیز

آپ کا نام محمد بن محمد البخاری ہے۔ آپ حضرت خواجہ بہاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے خلیفہ ہیں۔ حضرت خواجہ نے اپنی زندگی میں بہت سے طالبین کی تربیت سپرد کر دی تھی اور فرماتے تھے کہ علاؤ الدین نے ہمارا بوجھ بہت کم کر دیا ہے۔ اس لئے ولایت کے انوار اور آثار پورے کامل طور پر ان پر ظاہر ہوئے ہیں اور ان کی اسی صحبت وحسن تربیت سے بہت سے طالبین دوری ونقصان کے مرتبہ سے قرب وکمال کی درگاہ تک پہنچ گئے۔ تکمیل اور اکمال کا درجہ حاصل کیا۔ اس فقیر نے بعض بزرگوں سے سنا ہے کہ پیشوائے علماء محققین اور کبریٰ مدققین کے مقتدا بڑے بڑے تصانیف وتحقیقات کے صاحب سید شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے آپ کے اصحاب کے رشتہ میں داخل ہونے کی توفیق پائی تھی اور حضرت کے خادموں اور ملازموں سے بہت سا نیاز و اخلاص رکھتے تھے۔ بارہا کہا کرتے تھے کہ جب تک میں شیخ زین الدین علی کلال رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں نہیں پہنچا تھا۔ رفض سے خلاصی نہ پائی تھی اور جب تک خواجہ عطار قدس سرہ سے نہ ملا تھا خدا تک نہ پہنچا تھا۔ بعض پاک کلمات کہ مجلس صحبت میں فرماتے تھے۔ حضرت خواجہ محمد پارسا نے لکھے ہیں کچھ ان میں سے تبرک اور ہدایت کے طور پر لکھے جاتے ہیں۔ خدا کی پہلی مہربانی کو دیکھنا چاہئے اور اس بے وجہ مہربانی کی امیدواری اور اس عنایت کی طلب سے ایک لحظہ غافل نہ رہنا چاہئے۔ استغناء سے اپنے آپ کو بچانا چاہئے۔ حق سبحانہ تعالیٰ کو بزرگ سمجھنا چاہئے۔ ڈرتا اور کانپتا رہا۔ استغناء حقیقی کے ظہور سے خاموش رہنا چاہئے تین صفت سے خالی نہ رہنا چاہئے یا خطرات کی نگہداشت کرے یا ذکروں کا مطالعہ کہ گویا کشتہ ہو جائے یا ان کے حالات کا مشاہدہ جو دل پر گزریں۔ جو خطرات کے مانع نہ ہوں۔ ان سے احتراز مشکل ہے۔ اختیار طبعی کہ جس کی نفی میں ہم بیس سال تک لگے رہے۔ اتفاقا

خطرہ کی نسبت گزرا لیکن اس کو قرار نہ ہوا۔ خطروں کو روکنا بڑا کام ہے۔ بعضے یہ کہتے ہیں کہ خطروں کا کچھ اعتبار نہیں لیکن ان کو چھوڑنا چاہئے کہ کہیں جم نہ جائیں۔ کیونکہ ان کے جم جانے سے فیض کی راہوں میں سدھ پڑ جائے گا۔ اس لئے ہمیشہ باطن کے حالات کا متلاشی رہے اور مرشد کے امر سے اپنے آپ کو سانس لینے سے روکنا ظاہرا اس لئے ہے کہ حضور یا غائب میں ان خطرات کی نفی ہو جائے جو باطن میں قرار پا چکے ہیں۔

اس کا سبب یہ ہے کہ ہر معنی صورت کے لباس میں ہوا کرتا ہے۔ تو ہر وقت اپنے آپ کو سانس لینے کے ساتھ ان خطرات سے کہ جو روکنے والے ہیں اور قرار پا چکے ہیں خالی کرنا چاہئے۔ اپنے میں جانا اور اپنے سے جانا ہے۔ معتبر قاعدہ اس راہ میں یہی ہے اور اس بات کی علامت کہ اپنے میں جانا اور اپنے سے جانا یہ ہے کہ اپنے آپ سے غائب ہو جائے۔ حق سبحانہ کی حضوری عشق کے اندازہ پر ہوتی ہے۔ عشق کا نتیجہ کثرت سے محبت ہے جس کا عشق زیادہ ہے اس کا اپنے سے غائب ہونا بہت ہوگا' اور معشوق سے حضوری زیادہ ہوگی۔ جب ملک اور ملکوت طالب پر پوشیدہ ہو جائیں اور بھول جائیں تب فنا ہوتا ہے اور جب سالک کی ہستی بھی سالک پر پوشیدہ ہو جائے تو فنا بر فنا ہو جائے گا۔ ہر نماز کے بعد پانچ دفعہ اور بعد علم کے ذکر کے بیس دفعہ کلمہ استغفار کہنا سعی و توجہ میں مدد ہے کہ کی جاتی ہے صیقل آئینہ پر چاہئے نہ یہ کہ آئینہ کے دستہ پر یا اس کے پہلو یا پشت پر کیونکہ اس میں فائدہ نہیں۔ اس زمانہ میں جو لوگ خفیہ ذکر میں مشغول ہیں یہ معدہ سے کہتے ہیں' نہ دل سے۔ بہت ذکر کرنا مقصود ہے۔ ایک سانس میں تین دفعہ لا الہ الا اللہ دائیں طرف سے شروع کرے اور دل میں اتارے' اور محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ بائیں طرف نکالے' اور صبح سے پہلے اور شام کے بعد مخلوق سے خلوت میں فارغ ہو کر مجاہدہ کے بغیر نہ رہے۔ شیخ عطار فرماتے ہیں:

صد ہزاراں قطرہ خوں از دل چکید   تا نشان قطرہ زاں نم یافتم

یا تو ایک ہی سانس میں نو دفعہ کہے یا اٹھارہ دفعہ۔ اگر نتیجہ نہ دے تو پھر نئے سرے سے کہے اور مشائخ کبار روح اللہ ارواحہم کی زیارت کرے۔ اسی قدر اسی بزرگ سے فائدہ لے سکتا ہے کہ جس قدر اس کو پہچانا ہوا ہے۔ اسی طرح توجہ کر کے اور اسی صفت میں ہو کر کے زیارت کرے۔ اگرچہ ظاہری قرب کو مشاہدہ مقدسہ کی زیارت میں بڑے آثار ہوتے ہیں لیکن درحقیقت روح مقدسہ کی توجہ کی ظاہری دوری مانع نہیں۔ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جو یہ وارد ہے **صلوا علی حیثما کنتم** یعنی مجھ پر درود بھیجو جہاں کہیں تم ہو۔ اس بات کی کھلی دلیل ہے۔ اہل قبور کی مثالیہ صورتوں کا مشاہدہ بمقابلہ ان کی صفات کے پہچاننے کے جو توجہ زیارت کی حالت میں ہوتی

ہے۔کم معتبر ہے۔ باوجود اس کے خواجہ بزرگ قدس اللہ تعالیٰ روحہ فرماتے تھے۔حق سبحانہ کا مجاور ہونا خلقت کی مجاوری سے زیادہ مناسب اور اولیٰ ہے۔ یہ بیت اکثر آپ کی زبان مبارک پر گزرتا ہے۔

تو تا کے امر مردان را پرستی　　　بگرد کار مرداں گرد رستی

اکابر دین رضی اللہ عنہم کے مشاہدہ کی زیارت سے یہ مقصود چاہئے کہ حق سبحانہ کی طرف توجہ ہو' اور اس برگزیدہ خدا کی روح کو خدا کی طرف پہنچنے کا کامل وسیلہ بنانا ہے۔ چنانچہ لوگوں کے ساتھ تواضع سے پیش آنے کی حالت میں گو کہ بظاہر مخلوق کی تواضع ہوتی ہے لیکن درحقیقت خدائے تعالیٰ کی ہوتی ہے' کیونکہ لوگوں کے ساتھ تواضع اس وقت اچھی ہوا کرتی ہے کہ خاص خدا کیلئے ہو۔ اس لحاظ سے کہ ان کو خدا کے آثار قدرت حکمت کا مظاہر سمجھے ورنہ یہ بناوٹ ہوئی نہ تواضع مراقبہ کا طریق نفی و اثبات کا طریقہ سے اعلیٰ و اقرب ہے۔ مرقبہ کے طریق میں کوشش کرنے سے وزارت اور ملک ملکوت کے تصرف کرنے کے مرتبہ تک پہنچ سکتے ہیں اور دلوں پر جھانکنا' مہربانی کی نگاہ سے دیکھنا باطن کو روشن کر دینا۔ ہمیشہ کے مراقبہ کا کام ہے۔ ہمیشہ مراقبہ کرنے سے تسلی خاطر اور دلوں کا ہمیشہ قبول کرنا حاصل ہوا کرتا ہے۔ اس مطلب کو جمع قبول کہتے ہیں۔ ہمارے بزرگوں رحمۃ اللہ علیہم سے علانیہ ذکر کی بابت پوچھا جاتا تھا' تو فرماتے تھے کہ باتفاق علماء آخیر سانس میں بلند کہنا اور تلقین کرنا جائز ہے اور درویش کا ہر سانس آخری سانس ہے۔ حضرت خواجہ علاؤ الدین قدس سرہ کی وفات بعد نماز عشاء بدھ کی شب ۲۰ رجب ۸۰۲ھ میں ہوئی۔

۴۴۳-خواجہ محمد پارسا قدس سرہ العزیز

آپ کا نام محمد بن محمد بن محمود حافظ بخاری ہے قدس اللہ سرہ۔ آپ بھی خواجہ بزرگ قدس سرہ کے بڑے مریدوں میں سے ہیں۔ حضرت خواجہ بزرگ نے ان کے حق میں اپنے اور مریدین کے سامنے خطاب کر کے یوں فرمایا ہے کہ وہ حق اور امانت کے خواجگان قدس اللہ اسرارہم کے خاندان کے خلفاء سے اس فقیر کہ پہنچا ہے اور جو کچھ میں نے اس راہ میں کسب کیا ہے وہ امانت تم کو سپرد کرتا ہوں۔ جیسے برادر دین مولانا عارف نے ہم کو سپرد کیا تھا۔ سو اس کو قبول کرنا چاہئے اور اس امانت کو خدا کی مخلوق تک پہنچانا چاہئے۔ آپ نے تواضع کی اور قبول کر لیا۔ آخر مرض میں اس کے غائبانہ اپنے دوستوں مریدوں کے سامنے ان کے حق میں فرمایا کہ ہمارے ظہور سے مقصود ان کا وجود ہے۔ میں نے ان کو ہر دو طریق جذبہ و سلوک سے ترتیب کیا ہے' اگر وہ اس میں مشغول ہوں گے تو

ایک جہان ان سے روشن ہوگا۔ ایک اور موقع پر اپنی شفقت کی نظر سے برخ کی صفت ان کو عنایت کی۔ برخ رضی اللہ عنہ کا قصہ قوت القلوب میں مذکور ہے۔ دوسرے موقع پر مہربانی کی نظر سے ان کو نفس بخش دیا۔ یہاں تک کہ جو کچھ وہ کہہ دیں وہی ہو جاتا ہے ایک اور موقع پر فرمایا ہے کہ جو کچھ وہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ وہ کرتا ہے۔ اس حدیث کے مطابق ان من عباد اللہ لو اقسم علی اللہ تعالیٰ سبحانہ لا برہ یعنی بعض خدائے سبحانہ کے وہ بندے ہیں کہ اگر خدا کی قسم کھالیں تو وہ ان کو بری کردے۔ (یعنی وہی کام کردے) میں تو کہتا ہوں کہ کہو لیکن وہ کہتے نہیں۔ دوسری قوم پر ان کو خفیہ ذکر کی تلقین فرمائی اور ان کو جو کچھ وہ جانتے ہیں وقائق حقائق' آداب طریقت و تعلیم وغیرہ عنایت بے شمار پر عمل کرنے کی اجازت دے دی اور جب محرم ۸۲۲ھ کو بیت اللہ الحرام کی طواف اور اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی نیت سے بخارا سے باہر نکلے اور نسف کے راہ سے صفائیان' بلخ' ترمذ' ہرات تک مزارات متبرکہ کی زیارت کیلئے روانہ ہوئے تو سب جگہ سادات ومشائخ علماء ان کیلئے تشریف لانے کو غنیمت سمجھتے تھے اور بڑی عزت واکرام سے پیش آتے تھے۔ یاد پڑتا ہے کہ جب ولایت جام سے گزرتے تھے اور قیاس چاہتا ہے کہ آخر جمادی الاول یا شروع جمادی الاخری اسی سال کا ہوگا۔ فقیر کا باپ نیاز مندوں اور مخلصوں کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ ان کی زیارت کے قصد کیلئے نکلے تھے۔

ابھی میری عمر پانچ سال کی پوری نہ ہوئی تھی۔ میرے باپ نے اپنے متعلقین میں سے ایک شخص کو کہا کہ جس نے مجھے اپنے کندھے پر اٹھا کر ان کی ڈولی کے سامنے جو کچھ کہ نورانی انوار سے بھری تھی رکھی۔ آپ نے توجہ فرمائی اور ایک سیر مصری کرمانی عنایت فرمائی۔ آج ساٹھ سال گزر چکے ہیں کہ اب تک ان کے چہرہ مبارک کی صفائی میری آنکھوں کے سامنے ہے اور ان کے دیدار مبارک کی لذت میرے دل میں موجود ہے۔ بے شک اعتقاد ارادت محبت کا رشتہ جو فقیر کو خواجگان قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم کے خاندان کے ساتھ ہے۔ وہ آپ کی نظر مبارک کی برکت سے ہے اور مجھے امید ہے کہ خدا کے احسان وکرم سے اسی تعلق کی برکت سے ان حضرات کے دوستوں مخلصوں کے زمرہ میں اٹھایا جاؤں۔ جب آپ نیشاپور میں پہنچے تو ہوا کی حرارت اور خوف راہ کی وجہ سے ساتھیوں میں باتیں ہوئیں۔ ہمراہیوں کے ارادہ میں فی الجملہ کچھ سستی آگئی۔ مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ کے دیوان کو بطور فال کے کھولا تو یہ اشعار نکلے۔

روید اے عاشقان حب باقبال ابد ملحق	رواں باشید ہمچوں مہ بسوئے برج مسعودی
مبارکبادتاں ایں راہ بتوفیق و امان اللہ	بہر شہرے دہر جائے بہردشتے کہ پیمودی

وہاں سے آپ نے یہ خط بخارا کو بھیجا تھا۔ خدا کے نام سے یہ خط اس دن کہ نیشاپور سے باہر نکلا ہوں لکھا ہے۔ یہ شہر اور مسلمانوں کے اور شہر آفات اور خوف سے بچ رہیں۔ یہ دن ۱۱ تاریخ جمادی الاخری ۸۲۲ھ کا تھا کہ صحت وسلامتی اور پورے آرام و وثوق کے ساتھ خدا کے فضل واکرام قوت دل، قوت یقین اور اس کے فضل غیر متناہی اوران بشارات واشارات کے موافق گزر گیا یعنی کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتفاء ل ولا یتطیر وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یبق بعدی من النبوۃ الاالمبشرات یراھا المومن اویری لہ وھذا حدیث متفق علے صحتہ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فال لیا کرتے اور جانور نہ اڑاتے تھے، اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے بعد نبوت سے خوشخبریوں کے سوا اور کچھ نہیں رہا جن کو مومن دیکھتا ہے یا اس کو دکھائی جاتی ہیں۔ یہ ایسی حدیث ہے کہ جس کی صحت پر سب کا اتفاق ہے۔

نبی الھدی حدیثک غوثی　　　　واعتصامی ببابکم التجائی

یعنی اے ہدایت کے نبی! تیری حدیث میری فریادرس ہے اور آپ کے دروازہ کو میرا مضبوطی سے پکڑنا میری التجا ہے۔ جب آپ صحت وسلامتی کے ساتھ مکہ محترمہ میں پہنچے اور حج کے ارکان ادا کیے۔ آپ کو ایک مرض ہو گیا تھا۔ چنانچہ طواف وداع عماری میں ادا کیا۔ پھر وہاں سے مدینہ منورہ کو روانہ ہوئے۔ اس وقت مریدوں کو طلب کیا اور یہ لکھا بسم اللہ الرحمن الرحیم جاء نی سید الطائفۃ الجنید قدس اللہ تعالیٰ سرہ فی صحوۃ یوم السبت التاسع عشر من ذی الحجۃ سنۃ اثنین وعشرین وثمانمایۃ عند انصرافنا من مکہ المبارکہ زادھا اللہ تعالیٰ تکریما وبرکۃ ونحن نسیر مع الرکب وانا بین النوم والیقظۃ فقال رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی زیارتہ و بشارتہ القصد مقبول فحفظت ھذا الکلمۃ وممرت بھا ثم استیقظت من الحالۃ الواقعۃ بین النوم والیقظۃ والحمد علے ذالک یعنی بسم اللہ کے بعد یہ کہ آئے میرے پاس سید الطائفہ حضرت جنید قدس اللہ تعالیٰ سرہ اتوار کی صبح ۱۹/۹ ذی الحجہ ۸۲۲ھ میں جبکہ ہم مکہ مبارکہ سے جس کو خدا عزت وبرکت دے اور ہم قافلہ کے ساتھ جا رہے تھے۔ میری حالت خواب بیداری کے درمیان تھی۔ پھر رضی اللہ عنہ نے اپنی زیارت وبشارت کی حالت میں فرمایا کہ یہ قصہ مقبول ہے تب میں نے اس بات کو یاد کر لیا اور اس سے خوش ہوا۔ پھر بیداری اور خواب کی حالت سے مجھے جاگ آ گئی اور خدا کا شکر ہے اس کے بعد اور کلمات عربیہ لکھے۔ جن کا ترجمہ یہ تھا کہ یہ ایک ہی کلمہ جو سید الطائفہ سے صادر ہوا ہے ایسا جامع اور پورا

کلمہ اور بشارت عامہ ہے جو ہم کو اور ہماری اولاد اصحاب احباب حاضر غائب سب کو شامل ہے' کیونکہ ہمارا قصد ان حج کے احکامات اور دعاؤں سے جو ہر مقام اور ہر موقف پر ادا ہوئیں سب کے دینی و دینوی کی مصلحتوں کا خیال تھا اور یہ قصد اس بشارت کی وجہ سے مقبول ہوا۔ خدا کی وہ حمد ہے جو پاک مبارک ہے' جو اس کی نعمتوں کو پورا کرلے بلکہ اس کے زاہد کو کافی ہے۔ پھر بدھ کے دن ۲۳ ذی الحج کو مدینہ شریف پہنچے۔ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خوشخبریاں حاصل کیں۔ اس مسودہ کو پھر طلب کیا کہ اس پر زائد لکھیں۔ جب مطالعہ کیا تو فرمایا کہ بس یہی کافی ہے اور نہ لکھا' جمعرات کے دن خدا کی رحمت سے ملے۔ مولانا شمس الدین فناری رومی اور اہل مدینہ و قافلہ نے آپ کے جنازہ کی نماز پڑھی۔ شب جمعہ کو جس مبارک منزل میں اترتے تھے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے قبہ شریف کے پاس دفن کئے گئے۔ شیخ زید الدین خوانی رحمۃ اللہ علیہ مصر سے ایک پتھر تراش کر لائے اور ان کی قبر کی لوح اس سے بنائی۔ اس وجہ سے اور قبور سے ممتاز ہیں۔ ایک معتبر شخص جو کہ حضرت کے صاحبزادہ خواجہ برہان الدین ابونصر رحمۃ اللہ علیہ کے خواص میں سے تھے یوں کہتے ہیں کہ خواجہ برہان الدین ابونصر نے یوں فرمایا ہے' جب میرے والد ماجد فوت ہونے لگے تھے' میں ان کی خدمت میں حاضر نہ تھا۔ جب حاضر ہوا تو آپ کے چہرہ مبارک کو میں نے اس لئے کھولا کہ زیارت کروں۔ آپ نے آنکھیں کھولیں اور ہنس پڑے تب میرا قلق و اضطراب اور بڑھ گیا۔ میں آپ کے پاؤں مبارک کی طرف آیا اور اپنا چہرہ آپ کے پاؤں کے تلے پر رکھ دیا۔ تب آپ نے اپنا پاؤں ادھر کو کھینچ لیا۔ جب عجم کے بعض بزرگوں (یعنی سید نعمت اللہ رحمۃ اللہ علیہ) کو یہ خبر پہنچی کہ آپ مدینہ شریف چلے گئے ہیں تو یہ الفاظ فرمائے کہ وہیں پاؤں پھیلائے جہاں سے کہ دوڑے تھے۔ خواجہ کا ایک مرید کہتا ہے کہ جب حضرت خواجہ نے عرب کا قصد کیا تھا۔ رخصت کے وقت میں نے کہا تھا' خواجہ آپ چلا تھا۔ فرمایا کہ ہاں ہم چلے' ہم چلے۔ آپ نے اپنے ایک مرید کو یہ مبارک کلمات لکھے تھے کہ اس فقیر کی طبیعت ہمیشہ تمہارے ظاہری باطنی حالات کی طرف متوجہ رہتی ہے' اور ہمیشہ اس برادر کی نسبت خدا کی عنایات بے علت کا منتظر رہتا ہے۔ سید الطائفہ جنید قدس اللہ تعالیٰ روحہ نے فرمایا ہے ان بدت عین من الکرم الحقت اللاحقین بالسابقین یعنی اگر کرم کی نظر ظاہر ہو جائے تو وہ پچھلوں کو پہلوں کے ساتھ ملا دے' اور باوجود اس کے معتبر اصل ان دین کے بزرگوں قدس اللہ تعالیٰ اروا‌حھم اجمعین کے پاس موجود ہے۔ وہ یہ کہ کوشش کو مت چھوڑ اور بخشش کی امید رکھ۔ ہمارے حضرت خواجہ قدس اللہ تعالیٰ روحہ سے سوال کیا گیا کہ طریقت کیونکر حاصل کر سکتے ہیں؟ فرمایا کہ شرع کی پابندی سے اور دوم یہ **بعد المحافظة علی الامر الوسط فی**

الطعام لافوق الشبع ولاالجوع المفرط وتقليل منام علی طریق اعتدال المزاج یعنی کھانے میں اوسط درجہ کی محافظت کرنا نہ تو زیادہ پیٹ بھرے نہ بہت بھوکا رہے۔ تھوڑا سوئیے اعتدال مزاج کے طریق پر سعی کرنا خصوصاً احیاء بین العشائین و قبل الصبح بخیث لا یطلع علیه احد یعنی دونوں عشاء کے درمیان جاگنا (مغرب عشاء کے درمیان) اور صبح سے ایسے پہلے کہ کسی کو اس پر اطلاع نہ ہو۔ توجہ سے اپنی طرف ہونا اور خطرات کی نفی کرنا خصوصاً آرزو کا خطرہ حال اور ماضی واستقبال کی نسبت دل کے پردوں کے دور ہونے کیلئے اچھا موثر ہے اور کہ اذاسکت اللسانی عن فضل الکلام نطق القلب مع الله سبحانه و اذا نطق اللسان سکت القلب والصمت علی قسمین صمت باللسان وصمت بالقلب عن خواطر الاکو ان فمن صمت لسانه ولم یصمت قلبه و خسف وزره ومن صمت لسانه و قلبه ظهرله سره و تحلی له ربه عزوجل ومن لم یصمت بلسانه ولا بقلبه کان مملکته اللشیطان و سخرة له اعاذنا من ذالک ومن صمت قلبه ولم یصمت بلسانه فهونا طق بلسان الحکمة ساکت عن فضول الکلام رزقنا الله تعالیٰ ذالک بفضله و کرمه یعنی جب زبان فضول باتوں سے چپ رہتی ہے تو دل حق سبحانہ کے ساتھ بات کرتا ہے اور جب زبان بولتی ہے تو دل چپ رہتا ہے۔ چپ دو قسم پر ہے ایک تو زبان کا چپ رہنا دوسرا موجودات کے خطروں سے دل کا چپ رہنا۔ پھر جس شخص کی زبان تو چپ رہی لیکن دل چپ نہ رہا۔ اس کا بوجھ ہلکا ہوگا اور جس کی زبان اور دل دونوں چپ رہے تو اس کو اس کا بھید ظاہر ہو جائے گا' تو وہ شیطان کے قبضہ میں ہوگا اور اس کا مسخرہ بنے گا۔ خدا ہم کو اس سے پناہ میں رکھے جس شخص کا دل چپ رہتا ہے اور زبان چپ نہیں رہتی۔ تو وہ حکمت کی باتیں بولے گا۔ فضول کلام سے چپ رہے گا۔ خدا تعالیٰ ہم کو اپنے فضل وکرم سے یہ نعمت عطا کرے۔

۴۴۴- خواجہ ابونصر پارسا رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ کے بعد آپ کی جگہ پر پاک درخت کے پھل آپ ہی تھے۔ خواجہ حافظ الدین ابونصر محمد بن محمد الحافظی بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ کہ جنہوں نے علوم شریعت' رسوم طریقت کو اپنے والد بزرگوار تک پہنچایا تھا۔ نفی وجود اور موجودگی بخشش میں کام کو ان سے بڑھا دیا تھا۔ ستر حال اور اشتباہ ڈالنے میں ایسے تھے کہ کبھی ان سے کوئی چیز ظاہر نہ ہوتی تھی۔ یہ معلوم نہ ہوتا تھا کہ آپ نے اس راہ میں قدم بھی رکھا ہے یا نہیں۔ اس گروہ کے علوم بلکہ باقی علوم

میں سے بھی کچھ پڑھا ہے یا نہیں۔ اگر ان سے کوئی سوال کرتا تو فرماتے کہ ہم کتاب کو دیکھیں گے۔ جب کتاب کو دیکھتے یا تو وہی جگہ نکل آتی کہ جو مسئلہ ہوتا یا ایک دو ورق کم و بیش ہوتے اس سے کبھی خلاف نہ ہوتا۔ ایک دن آپ کی مجلس میں شیخ محی الدین ابن العربی قدس اللہ تعالیٰ سرہ اور ان کی تصانیف کا ذکر ہو رہا تھا۔ آپ نے اپنے والد سے نقل کیا کہ آپ فرماتے تھے' فصوص تو جان ہے' اور فتوحات دل ہے۔ یہ بھی فرماتے تھے کہ جو شخص فصوص الحکم کو اچھی طرح جانتا ہے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کا قوی سبب ہو جاتا ہے۔ آپ نے ۸۶۵ھ کے مہینوں میں انتقال فرمایا' اور آپ کا مزار بلخ میں ہے۔

۴۴۵۔خواجہ حسن عطار رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ خواجہ علاؤ الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ہیں۔ آپ کی ولایت کے شجرہ کا ثمرہ جذبہ قوی رکھتا تھا۔ جذبہ کی صفت سے جس میں چاہتے تھے تصرف کیا کرتے تھے اور اس کو اس جہان کے حضور اور شعور کے مقام سے بے خودی اور بے شعوری کے مقام تک پہنچا دیتے تھے۔ بعض اہل سلوک کو جو ذوق غیبت فنا بہت سے مشاہدہ کے بعد بھی اتفاقاً ہوا کرتا ہے چکھا دیا کرتے تھے۔ تمام ماوراء النہر خراسان کے علاقہ میں آپ کے تصرف کی کیفیت طالبین اور زائرین میں مشہور تھی۔ جو شخص آپ کے ہاتھ پر بوسہ دیتا وہ گر پڑتا۔ اس کو غیبت بے خودی کی دولت حاصل ہو جاتی۔ ایسا سنا گیا ہے کہ ایک دن صبح کے وقت آپ گھر سے باہر نکلے۔ آپ پر کیفیت غالب ہوئی جس شخص کی نگاہ آپ پر پڑتی سب کو بے خودی کی کیفیت ہوتی اور گر پڑتا۔ ایک درویش سفر مبارک کے ارادہ سے ہرات میں پہنچا اس پر جذبہ غیبت بے خودی حیرت کے آثار ظاہر تھے۔ کبھی بازاروں میں گشت لگاتا تو ایسا معلوم ہوا کہ اس کو باطنی امر نے پکڑ رکھا ہے۔ لوگوں کی آمد و رفت اور ان کی گفتگو کا اس کو چنداں شعور نہ تھا۔ اس سلسلہ کے ایک بزرگ عزیز نے جن کی خدمت میں' میں جایا کرتا تھا۔ اس کی بابت پوچھا:

آپ نے فرمایا' کہ اس درویش کا کام اس سے بڑھ کر نہیں کہ ہمیشہ خواجہ حسن کی صورت کا تصور رکھتا ہے اور اسی کو یاد رکھتا ہے۔ اس نگہداشت کی برکت سے ان کے جذبہ کی صفت اس میں اثر کر گئی ہے۔ خواجگان کے طریق کے مطابق کبھی شفاخانہ میں آتے اور ان کی بیماری کو اٹھا لیا کرتے۔ جب سفر مبارک کے قصہ سے شیراز میں تشریف لائے تو وہاں کے ایک بڑے عالم (یعنی مولانا جلال الدین بہبانی) کہ جن کو آپ کی نسبت بہت ہی حسن اخلاص تھا بیمار ہو گئے۔ خواجہ بزرگ ان کے پاس آئے وہ عزیز تو تندرست ہو گیا اور خواجہ بیمار پڑ گئے۔ اسی بیماری

میں آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کا انتقال پیر کی شب عید قربان ۸۲۶ھ میں ہوا ہے۔ آپ کی نعش مبارک کو شیراز سے صغانیاں میں لائے جہاں آپ کے والد ماجد کا مزار ہے۔

۴۴۶-مولانا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ

آپ دراصل چرخ کے رہنے والے ہیں' جو کہ غزنی کے دیہات میں سے ایک گاؤں ہے۔ آپ حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار کے اصحاب میں سے ہیں۔ خواجہ بزرگ کی وفات کے بعد خواجہ علاؤ الدین قدس سرہ کی صحبت میں رہے ہیں۔ آپ سے منقول ہے کہ میں خواجہ بزرگ قدس سرہ کی خدمت میں جب اول بار ہی پہنچا تو التماس کی کہ مجھے قبول فرما دیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہم خود کچھ کام نہیں کرتے۔ آج رات کو دیکھتے ہیں۔ اگر تم کو قبول کر لیا تو ہم بھی قبول کر لیں گے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی کوئی رات ایسی سختی سے نہ کاٹی تھی۔ جیسی کہ اس رات کاٹی۔ کیونکہ اسی فکر میں تھا کہ خدا جانے مجھ پر یہ دروازہ کھولتے یا بند کرتے ہیں جب صبح آپ کی خدمت میں پہنچا تو فرمایا کہ تم کو قبول کر لیا گیا لیکن تم خواجہ علاؤ الدین کی صحبت میں رہو گے۔ اس کے بعد میں بدخشان کی ولایت میں چلا گیا اور خواجہ علاؤ الدین بعد انتقال حضرت خواجہ بزرگ کے صغانیاں تشریف لائے اور وہیں متوطن ہوئے۔ پھر ایک شخص کو میرے پاس بھیجا کہ حضرت خواجہ نے فرمایا تھا کہ تم میری صحبت میں رہو گے۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا' اور آپ کی زندگی تک آپ کی صحبت میں رہا۔ میرے جناب مخدوم ارشاد ماب خواجہ ناصرالدین عبید اللہ دام اللہ تعالیٰ ظلال ارشادہ علی مفارق الطالبین یعنی آپ کے ارشاد کے سائے طالبین کے سروں پر رہیں۔ مولانا کی خدمت میں پہنچے ہیں فرماتے ہیں کہ میں ہرات میں تھا مجھے خواہش ہوئی کہ مولانا یعقوب کی خدمت میں جاؤں۔ تب میں ولایت صغانیاں کی طرف متوجہ ہوا اور بڑی محنت و مشقت سے وہاں پر پہنچا۔ آپ کی باتوں سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس پر تمام راہ کو یا اکثر پیادہ چلے تھے فرماتے ہیں کہ جب میں ان کی صحبت سے مشرف ہوا۔ آپ کے چہرہ مبارک پر تھوڑی سی ایسی سفیدی تھی کہ جس سے طبیعت نفرت کرتی۔ مجھ سے سیاست اور سخت گوئی کے لباس میں ظاہر ہوئی۔ اس قدر سخت وست کہا کہ قریب تھا میرا دل ان سے بھر جائے۔ مجھ کو پوری ناامیدی حاصل ہوئی اور بڑا رنج والم پیدا ہوا۔ آخر دوبارہ آپ کی مجلس شریف میں حاضر ہوا۔ تو مجھ سے محبوبی کی صفت سے پیش آئے کہ کبھی ایسا محبوب میں نے نہ دیکھا تھا۔ مجھ سے بڑی مہربانی سے پیش آئے جب مجھ سے آپ باتیں فرما رہے تھے تو مجھ کو عزیزی صورت میں معلوم ہوتے تھے (اس سے مقصود یہ کہ

آپ کی شباحت مولانا سعد الدین کاشغری پیر حضرت خواجہ عبید اللہ کی سی معلوم ہوتی تھی) کیونکہ مجھ کو حضرت مرحوم سے بہت ہی محبت واردات کا رابطہ اور تعلق تھا اور تھوڑے دن ہوئے تھے کہ ان کا انتقال ہوا تھا۔ اسی وقت آپ نے اس صورت کو چھوڑ دیا حتیٰ کہ مجھے معلوم ہوا کہ شاید وہ صورت میرا خیال ہی تھا۔ اس کے بعد میں نے اپنے ہمراہیوں سے سنا کہ مولانا نے بھی ان کو دیکھا تھا۔ فقیر کا یہ اعتقاد ہے کہ آپ کا اس صورت کو چھوڑنا اور اختیار کرنا اپنے شعور اور مرضی سے تھا۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ مولانا یعقوب رحمۃ اللہ علیہ سے یوں نقل کرتے ہیں۔ ایسا سنا گیا ہے کہ مولانا فرماتے تھے جو طالب کہ کسی عزیز کی صحبت میں آئے اس کو خواجہ عبید اللہ کی طرح ہونا چاہئے کہ چراغ بھی تیار ہو اور روغن بتی بھی تیار ہو کہ اس میں صرف گندھک رکھنا کافی ہے۔ خواجہ عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مولانا یعقوب شیخ زین الدین خوانی رحمۃ اللہ آپس میں ہم سبق تھے۔ مولانا شہاب الدین سیرابی کے سامنے ایک دن مجھ سے لوگوں نے پوچھا کہ یوں کہتے ہیں۔ شیخ زین الدین واقعات اور تعبیر خواب میں مشغول رہتے ہیں اور اس بارہ میں بڑا اہتمام کرتے ہیں۔ میں نے کہا' ہاں ایسا ہی ہے ایک گھڑی آپ اپنے سے غائب ہو گئے۔ آپ کا طریق بھی یہ تھا کہ گھڑی گھڑی غائب ہو جایا کرتے تھے۔ جب ظاہر ہوئے تو یہ شعر پڑھا:

چو غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم — نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

۴۴۷۔ خواجہ علاؤ الدین عجدوانی رحمۃ اللہ تعالیٰ

حضرت خواجہ عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خواجہ علاؤ الدین عجدوانی خواجہ بزرگ کے اصحاب میں سے ہوئے ہیں۔ حضرت خواجہ نے ان کو خواجہ محمد پارسا رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت کیلئے فرمایا تھا' وہ پورا استغراق رکھتے تھے اور نہایت شیریں سخن تھے۔ کبھی ایسا ہوتا کہ باتیں کرتے کرتے اپنے سے غائب ہو جاتے جبکہ خواجہ محمد پارسا سفر مبارک میں گئے تھے۔ ان کو بھی ساتھ لے گئے تھے۔ سمرقند کے ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے خواجہ سے درخواست کی کہ خواجہ علاؤ الدین بہت بوڑھے ضعیف ہو گئے ہیں۔ ان سے کوئی کام نہیں ہو سکتا' اگر ان کو سفر سے معذور رکھیں تو آپ کی عنایت سے دور نہیں۔ خواجہ نے فرمایا کہ ہم کو ان سے کوئی کام نہیں صرف یہ کہ جب ان کو دیکھتے ہیں' تو عزیزوں کی نسبت یاد آ جاتی ہے۔

۴۴۸-مولانا نظام الدین خاموش رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ خواجہ علاؤ الدین کے مرید ہیں۔آپ نے خواجہ بزرگ کو تحصیل علم کے زمانہ میں بخارا کے ایک عالم کی صحبت میں دیکھا تھا۔اس کے بعد خواجہ علاؤ الدین کی صحبت میں پہنچے ہیں۔آپ کی صحبت میں پہنچنے سے پہلے طرح طرح کی ریاضت و مجاہدات میں مشغول رہتے تھے۔تزکیہ نفس اور دل کے تصفیہ میں بڑی سعی کیا کرتے تھے۔فرماتے ہیں' میں نے اول دفعہ جبکہ میں خواجہ علاؤ الدین رحمۃ اللہ کی صحبت میں پہنچا تو دیکھا کہ خواجہ بزرگ کے مریدوں میں سے ایک شخص آپ کے مکان کے باہر بیٹھا ہوا ہے جب اس نے مجھے دیکھا تو کہا' کہ مولانا نظام الدین اب وقت آ گیا کہ تم اپنے زہدوں اور پاکیزگیوں سے گزر جاؤ گے۔یہ ان کی بات مجھ کو گراں معلوم ہوئی۔جب خواجہ کے پاس آیا تو آپ نے بھی یہی فرمایا لیکن آپ کا فرمانا مجھے گراں نہ معلوم ہوا۔مولوی مخدومی مولانا سعد الدین کاشغری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ہمیشہ آپ کا کرتہ آگے سے چرب رہا کرتا تھا۔مجھ کو یہ مشکل معلوم ہوا کہ اس کا سبب کیا ہے۔آخر ایسا معلوم ہوا کہ کھانے کھانے کے وقت میں غلبہ حال کی وجہ سے جو آپ کو رہتا تھا۔آپ کے ہاتھ مبارک سے چمچہ گر جایا کرتا تھا اور جو شوربا کھاتے ہیں وہ کپڑے پر گر جایا کرتا ہے۔اس لئے چکنا ہو جاتا ہے اور آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ جب خواجہ علاؤ الدین کی صحبت میں ان پر جذبہ اور غلبہ کے آثار ظاہر ہوتے تھے۔خواجہ نے چاہا کہ یہ آثار ان سے واپس لے لیں۔تب آپ نے فرمایا' کہ بغرا (بغرا ایک قسم کا پلاؤ ہوتا ہے جس میں گوشت' میدہ' چنے' روغن پڑتا ہے۔بعض کہتے ہیں کہ اس قسم کا پلاؤ ترکستان میں پکتا ہے۔ترشی وغیرہ پڑتی ہے۔چونکہ بغرا خان بادشاہ نے اس کی ایجاد کی تھی۔اس لئے اس کو بغرا کہتے ہیں۔) پکائیں اور خواجہ نے کمر باندھی تھی اور خود مشغول تھے۔جب بغرا ڈالنے کا وقت آیا تو مولانا نظام الدین کو بلایا اور شوشسان (چاندی کی سلاخ یا چمچہ) ان کے ہاتھ میں دیا کہ بغرا ڈال دیں۔جب ایک بغرا ڈالا تو مغلوب ہو گئے اور شوشہ ان کے ہاتھ سے گر پڑا۔خواجہ نے فرمایا' کہ مولانا نظام الدین اٹھو جس کو خدائے تعالیٰ نے اپنی طرف مشغول کر دیا ہو ہم نہیں کر سکتے کہ اس کو اس سے ہٹا لیں۔

آپ یہ فرماتے ہیں کہ مولانا نظام الدین فرماتے تھے' ایک دن حضرت خواجہ کا ارادہ ہوا کہ خواجہ علی حکیم ترمذی قدس سرہ کی زیارت کریں۔میں ہمراہ نہ گیا اور جہاں کہ تھا وہیں متوجہ ہو کر بیٹھ گیا۔ان کی روح حاضر ہوئی جب حضرت خواجہ ان کے مزار پر پہنچے تو اس کو خالی پایا۔انہوں نے ضرور اس روح کی جہت کو معلوم کر لیا ہو گا۔

جب واپس آئے تو چاہا کہ میری طرف متوجہ ہو جائیں اور تصرف کریں۔ میں بھی متوجہ ہو گیا۔ اپنے آپ کو کبوتر کی طرح پایا اور خواجہ کو باز کی طرح کہ میرے پیچھے بھاگتا ہے جہاں میں بھاگتا تھا وہ میرے پیچھے ہوتے تھے۔ آخر میں بے قرار ہو گیا اور حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت مبارک میں پناہ لی اور حضور کے بے نہایت انوار میں محو ہو گیا۔ اب خواجہ کو قابو پانے کی طاقت نہ رہی اس غیرت سے آپ بیمار ہو گئے اور کسی نے بیماری کا سبب نہ جانا۔ یہ بھی آپ فرماتے تھے کہ آپ کے مخلصوں میں سے ایک شخص کو قوی مرض پیدا ہو گیا۔ آپ نے فرمایا کہ ہم اس کی بیمار پرسی کو جائیں' اور اس کے بوجھ کے تلے آئیں۔ اس کی بیماری اٹھالیں۔ میرا دل اس سے بہت ڈر گیا' جب آپ اس کے سرہانے بیٹھے تو وہ بستر پر پڑا ہوا تھا۔ بات اور حرکت کرنے کی طاقت اس میں نہ تھی۔ مولانا ایک گھڑی متوجہ ہو کر بیٹھ گئے اتنے میں وہ شخص بیٹھ گیا اور باتیں کرنے لگا۔ آپ نے سر اٹھایا اور فرمایا' کہ یہ بوجھ بھی تمہارے حوالہ ہے تم بڑی باتیں بناتے رہتے ہو۔ جب باہر آئے تو فرمایا کہ وہ چلنے والا ہے' اور اس کا بوجھ اٹھا نہیں سکتے ہم نے اسی کے حوالہ کر دیا چنانچہ وہ شخص اس مرض میں فوت ہو گیا۔

آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ ایک رات منکروں میں سے ایک شخص آپ کی نسبت باتیں کر رہا تھا' اور میں بھی اس کے مقابلہ میں باتیں کرتا تھا' چنانچہ بات بڑھ گئی اور جہاں کہ ہم تھے ان کا مکان دور تھا یہ ممکن نہ تھا کہ آواز وہاں تک پہنچے۔ جب میں صبح کو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو فرمایا کل تمہاری آواز ہم کو پریشان کرتی تھی۔ تم کو چاہئے کہ جو شخص کچھ کہے' اپنی طبیعت کو ادھر مشغول نہ کرو۔ اپنے کام میں لگے رہو۔ جناب مخدومی خواجہ عبید اللہ ادام اللہ القابہم فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دن ان کی زیارت کا احرام باندھا تھا' تو میرے دوستوں میں سے ایک دوست راہ میں مجھے ملا۔ اس نے شراب پی ہوئی تھی اور اس کے آثار اس پر ظاہر تھے۔ اس نے مجھے باتوں میں لگا لیا۔ جب آپ کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے فرمایا' شاید تم نے شراب پی ہے۔ میں نے عرض کیا' کہ نہیں۔ فرمایا کہ پھر تمہاری کیا حالت ہے۔ میں نے کہا' راستہ میں ایک مست سے ملا تھا۔ اس سے چند باتیں کی تھیں۔ فرمایا پس یہی وہ حالت ہے کہ تم کو اس کا اثر ہو گیا ہے۔ آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ مولانا نظام الدین فرماتے تھے' سمرقند کے ایک بزرگ جس کو ہماری نسبت بہت اخلاص اور محبت و ارادت تھی بیمار ہو گیا۔ یہاں تک کہ مرنے کے قریب آ گیا۔ ان کے فرزندوں اور متعلقین نے بہت عاجزی کی۔ میں نے مراقبہ کیا' دیکھا کہ اس کی زندگی اور بقا سوائے اپنے ضمان میں لینے کے نہیں۔ میں نے اس کو ضمان میں لیا۔ اس کو صحت ہو گئی کچھ عرصہ کے بعد ہماری نسبت ایک تہمت ہو گئی جو ہماری ذلت کا باعث ہوئی اور وہ شخص اسی کام میں سعی کر سکتا تھا جس سے

وہ تہمت دفع ہو جاتی مگر اس نے خودداری کی اور اس میں دخل نہ دیا۔ ہماری طبیعت اس سے ناراض ہوگئی۔ ہم نے اس کو اپنے ضمان سے نکال دیا۔ تب وہ اسی وقت گر پڑا اور مر گیا۔ آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ ایک دن مجھے یہ خبر دی گئی کہ مولانا بیمار ہو گئے ہیں جب میں آپ کی خدمت میں گیا تو آپ کو سخت لرزہ ہو رہا تھا۔ چنانچہ آگ جلائی ہوئی تھی اور بہت سے کپڑے آپ پر ڈالے گئے تھے۔ آپ کو کچھ تسکین نہ تھی۔ میں ایک گھڑی تک بیٹھا۔ آپ کے مریدوں میں سے ایک شخص جس نے گیہوں چکی میں پیسنے کیلئے لے گیا تھا آیا اس کے کپڑے تر تھے اور بڑی سردی کا مارا تھا کہ چکی کی راہ میں اس پر پانی پڑا تھا۔ جب مولانا نے اس کو دیکھا تو فرمایا' کہ اس کو گرم کرو کیونکہ یہ اسی کی سردی ہے جو مجھ میں اثر کر گئی ہے۔ جب ایسا کیا گیا تو آپ کی سردی جاتی رہی اور ہوش آ گیا۔

۴۴۹-خواجہ عبداللہ ایامی اصفہانی رحمۃ اللہ

آپ بھی خواجہ علاؤ الدین قدس اللہ تعالیٰ سرہ کے اصحاب میں سے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب میں پہلی دفعہ ہی خواجہ کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے یہ شعر پڑھا:

تو زخود گم شو کمال انیست و بس　　　تو ممان اصلا وصال انیست و بس

آپ اپنے بعض رسالوں میں ذکر کرتے ہیں کہ علائیہ گروہ کی توجہ کا طریقہ اور ان کی باطنی نسبت کی پرورش یوں ہے کہ جب چاہتے ہیں کہ اس میں شغل کریں اولاً اس شخص کی صورت کہ جس سے یہ نسبت حاصل کی ہے خیال میں لاتے ہیں۔ یہاں تک کہ حرارت کا اثر اور ان کی بعینہ کیفیت ظاہر ہو جائے۔ اس کے بعد اس خیال کو نہیں مٹاتے' بلکہ اس کو نگاہ رکھتے ہیں۔ آنکھوں' کان اور تمام قوتوں سے اس خیال کے ساتھ دل کی طرف متوجہ ہوئے ہیں۔ جس سے حقیقت جامع انسانی مقصود ہے کہ موجودات علوی و سفلی کا مجموعہ اس کی تفصیل ہے۔ اگرچہ وہ جسم میں حلول کرنے سے پاک ہے لیکن چونکہ اس میں اور اس صنوبری گوشت کے ٹکڑے میں ایک نسبت واقع ہے۔ اس لئے آنکھ' فکر' خیال اور سب قوتوں کو اس پر مقرر کرنا چاہیئے اس پر ظاہر رہنا' اور دل کے دروازہ پر بیٹھنا ہے۔ اس میں ہمیں شک نہیں کہ اس حالت میں عینیت و بے خودی کی کیفیت کی حالت شروع ہو جاتی ہے۔ اس کیفیت کو راستہ فرض کرنا چاہئے۔ اس کے پیچھے چلنا اور جو فکر آ جائے اس کو اپنے دل کی حقیقت کی طرف متوجہ ہو کر اس فکر کی نفی کر دینا اور اس چیز کی طرف مشغول نہ ہونا' اور اس مجمل سے کلی کی طرف بھاگنا چاہئے جب تک اس کی نفی نہ ہو اس شخص کی صورت کی التجا کرنا اس کو ایک لحظہ جمانا تا کہ پھر وہ نسبت پیدا ہو جائے۔ اس وقت وہ

صورت خود جاتی رہتی ہے لیکن چاہئے کہ متوجہ ہونے والا شخص اس صورت کو نفی نہ کرے۔ آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ کلمہ طیبہ کے معنی یہ ہیں۔ نفی سے مقصود یہ ہے کہ کثرت اور صورت اشیاء اس عین واحد کی طرف لوٹانا جو کہ تمام سالکوں کا مقصود و مطلوب ہے۔ اثبات سے مقصود یہ ہے کہ اس ایک ذات کا تمام صورتوں میں مشاہدہ کرنا اور ان سب کو اس واحد کا عین دیکھنا پس لا الہ یعنی وہ اس کے غیر کی وہمی صورتیں نہیں ہیں بلکہ اسی ایک اصل کی طرف راجع ہیں اور الا اللہ یعنی یہ معنی ایک ہے جو ان صورتوں میں نظر آتا ہے۔

۴۵۰-مولانا سعد الدین کاشغری رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ شروع حال میں علوم کی تحصیل میں مشغول تھے۔ کتب مستعملہ جم کیں ان کا مطالعہ کرتے رہے۔ ظاہری جمعیت بھی رکھتے تھے۔ جب اس طریق تصوف کا سامان پیدا کیا' تو سب کو چھوڑ چھاڑ کر پورے مجرد ہو گئے اور مولانا نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے۔ فرماتے تھے کہ چند سال کے بعد جب میں ان کی خدمت میں پہنچا مجھ کو حرمین شریفین زادہما اللہ تعالیٰ تشریفاً وتکریماً کی زیارت کا ارادہ قوی ہوا۔ میں نے آپ سے اجازت مانگی۔ فرمایا کہ میں ہر چند دیکھتا ہوں لیکن تم کو اس سال حاجیوں کے قافلہ میں نہیں دیکھتا اور اس سے پہلے کئی واقعات میں نے دیکھے تھے۔ جس سے مجھے وہم ہوتا تھا۔ آپ نے کہا تھا' کہ تم ڈرو نہیں۔ فرمایا جب جاؤ تو وہ واقعات مولانا زین الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کرنا کیونکہ وہ ایک مرد باشرع اور سنت کے طریق پر ثابت ہیں۔ آپ کا مقصد شیخ زین الدین خوافی سے تھا کہ ان دونوں میں وہ خراسان میں ارشاد شیخوخت کے مقام پر معین تھے۔ جب میں خراسان میں گیا تو حج کا جانا جیسا کہ مولانا نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا ملتوی ہو گیا۔ اس کے بعد کئی سالوں کے بعد میسر ہوا۔ جب میں شیخ زین الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچا' اور ان واقعات کو بیان کیا۔ آپ نے فرمایا' کہ ہم سے بیعت کرو' اور ہماری ارادت کی قید میں آ جاؤ۔ میں نے کہا' وہ بزرگ کہ جن سے میں نے طریقہ لیا ہے ابھی زندہ ہیں۔ آپ امین ہیں۔ اگر آپ جانتے ہیں کہ اس گروہ کے طریقہ میں جائز ہے تو میں ایسا ہی کروں گا۔ انہوں نے فرمایا کہ استخارہ کرو۔ میں نے کہا' کہ مجھے اپنے استخارہ پر بھروسہ نہیں ہے۔ آپ استخارہ کریں۔

فرمایا کہ تم بھی استخارہ کرو' ہم بھی کرتے ہیں۔ جب رات آئی میں نے استخارہ کیا' تو دیکھا کہ خواجگان کا ایک گروہ ایک پیر کی زیارت گاہ پر کہ جہاں شیخ مولانا زین الدین رحمۃ اللہ علیہ اس وقت موجود تھے آتا ہے۔

درختوں کو اکھیڑتے ہیں۔ دیواروں کو گراتے ہیں اوران پر غضب وقہر کے آثار ظاہر ہیں۔ میں نے بیان کیا کہ یہ پوری شان اس پر ہے کہ میں دوسرے طریقہ پر نہ آؤں۔ تب مجھے تسلی ہوگئی اور پاؤں پھیلا کر آرام سے سو رہا۔ جب صبح کے وقت شیخ کی مجلس میں آیا تو بغیر اس کے کہ میں اپنا واقعہ آپ سے عرض کروں۔ فرمایا کہ طریقہ ایک ہی ہے اور سب ایک ہی طرف لوٹتے ہیں۔ اسی طریق پر مشغول رہو۔ اگر کوئی واقعہ یا مشکل پیش آئے تو ہم سے کہو جس قدر ہم سے ہو سکے گا' مدد کریں گے۔ مولوی پر کہ غلبہ حال جس میں مشغول تھے ظاہر ہوا۔ تھوڑی سی توجہ سے غیبت کے آثار بے خودی کی کیفیت معلوم ہونے لگی جس شخص کو اس حال سے واقفیت نہ تھی' وہ یہ وہم کرتا تھا کہ شاید آپ پر خواب کا غلبہ ہے۔ میں شروع شروع جب آپ کی صحبت میں پہنچا۔ جامع مسجد میں آپ کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ جیسے ان کی عادت تھی اپنے آپ سے غائب ہو گئے۔ مجھے اس کا گمان ہوا کہ شاید آپ کو نیند آتی ہے۔ میں نے کہا کہ اگر ایک گھڑی آرام کر لیں تو مضائقہ نہیں۔ آپ نے تبسم فرمایا اور کہا تم شاید اس کا اعتقاد نہیں رکھتے کہ ہم کو خواب کے سوا ایک اور کام بھی ہے۔ ایک دن آپ کہتے تھے کہ بعض درویش خواب و بیداری میں اس کے سوا اور کچھ فرق نہیں کر سکتے کہ اپنے میں ایک قسم کا ہلکا پن جو نیند کے بعد ہوا کرتا ہے پاتے ہیں ورنہ ان کے شغل کی کیفیت نیند اور بیداری میں ایک طریق پر ہے بلکہ خواب کی حالت میں کہ بعض رکاوٹیں جاتی رہتی ہیں۔ زیادہ صاف اور زیادہ قوی ہو جاتی ہے۔ مجھے ایسا گمان ہے کہ جو کچھ آپ کہتے تھے' وہ اپنے حال کی طرف اشارہ تھا واللہ تعالیٰ اعلم۔ ایک درویش جو آپ کی صحبت میں جایا کرتا تھا یہ بیان کرتا ہے کہ مجھ کو وعظ کی مجلس میں جب درویشوں کا تعارف دل پر گزرتا تو ایک بڑا تغیر ہوتا تھا۔ فریادیں بہت سی لگاتا تھا اور اس سے پردہ میں ہو جاتا تھا۔ ایک دن میں نے آپ سے کہا' فرمایا کہ جب تیری حالت بدلے مجھ کو خیال کر لیا کر جن دنوں میں کہ آپ عرب کے سفر میں تھے۔ ایک مدرسہ میں جہاں پر ایک بزرگ وعظ کر رہے تھے۔ میری حالت بدلنے لگی تو میں نے آپ کی طرف توجہ کی۔ میں نے دیکھا کہ اسی مدرسہ سے آپ نکلے ہیں اور میرے سامنے آ گئے ہیں۔ اپنے دونوں ہاتھ میرے کندھوں پر رکھے ہیں۔ میں آپے سے باہر ہو گیا اور بے ہوش ہو گیا جس وقت کہ مجھے ہوش آیا وعظ کی مجلس ختم ہو چکی تھی۔ لوگ چلے گئے اور مجھ پر دھوپ آ گئی تھی۔ وہ دن رمضان شریف کی آخری جمعرات کا تھا کہ اس کے بعد عید تک اور کوئی جمعرات نہ تھی۔ میں نے اس کو دل میں رکھا کہ جب آپ مکہ معظمہ سے واپس آئیں گے تو میں آپ سے کہوں گا۔ جب آپ مکہ معظمہ سے تشریف واپس لائے اور میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو ایک جماعت آپ کی خدمت میں بیٹھی ہوئی تھی۔ میں وہ حال بیان نہ کر سکا۔ آپ نے

میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ وہ جمعرات تھی جس کے بعد عید تک دوسری جمعرات نہیں تھی۔ آپ ظہر کی نماز کے درمیان چہارشنبہ کے دن ۷/ جمادی الاخری ۸۶۰ ہجری میں انتقال فرما گئے۔

۴۵۱۔ خواجہ عبید اللہ ادام اللہ برکات وجودہ علی مفارق الطالبین

آپ آیات الٰہی کے مظہر طبقہ خواجگان کی ولایات کرامات' ان کے وجود کی برکتیں خدا تعالیٰ ہمیشہ طالبین کے سر پر رکھے کا مجمع ان کے سلسلہ شریف کے انتظام کا واسطہ اور پیوند کا رابطہ حضرت خواجہ پیر مرشد اور ان کے جو مخلص نیاز مند ہیں مجھے ایسی امید ہے کہ ان کے وجود شریف کی برکت سے اس سلسلہ کا انتظام و پیوند قیامت تک چلا جائے گا۔ اگرچہ فقیر کی اس قسم کی باتیں گستاخی ہیں لیکن جس قدر کہ میں سوچتا ہوں اپنے میں یہ حوصلہ نہیں پاتا کہ میرا دل اس پر قرار پکڑے کہ یہ مجموعہ جس کے جمع کرنے سے مقصود یہ ہے کہ ان حضرات کے معارف کا ذکر اور اس گروہ کے مناقب کا شہرہ ہو۔ حضور کے ذکر سے خالی رہے۔ اس لئے اس سلسلہ شریفہ کے حالات و مناقب کی شرح کو آپ کے پاکیزہ کلمات سے جس کو آپ کی قلم معرفت لکھنے والی نے لکھا ہے۔ بطور مسک الختام یعنی کستوری کی مہر لگانے کے کر دیا۔ دل کا حق سبحانہ کے غیر سے قطع تعلق کرنا اور خالی ہونا۔ اس بات کی دلیل ہے کہ دل خدا کی تجلی کا احدیت کے وصف سے کہ اسماء وصفات کے حقائق کے معارف کا پالینا اس مطلب کے بغیر مشکل ہے۔ مظہر بن گیا ہے کیونکہ تجلیات ذات کے انوار کے عکس کے قبول کرنے کی قابلیت بغیر اس کے کہ دل کو تمام حدوث کے عیب کی توجہ سے خالی کر دیا جائے حاصل نہیں ہو سکتی اور دل کا خالی ہونا اس پر موقوف ہے کہ ذات کی تجلی احدیث کے وصف کے ساتھ ہو اور اس مطلب کا حاصل ہونا یوں ہو سکتا ہے کہ پہلے تو اللہ اور اس کے رسول اور جو کچھ کہ وہ خدا کے پاس سے لائے ہیں اور جو کچھ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوا ہے۔ خدا کی اور اس کے رسول کی مراد کے مطابق ان سب پر ایمان لایا جائے اور پھر اس کے بعد اسباب یعنی ریاضات' مجاہدات کہ جس سے شریعت نے منع نہیں کیا استعمال میں لانا۔ پھر ذکر کا ہمیشہ کرنا' بشرط اعتقاد مذکور انکساری کے ساتھ جس میں ریا نہ ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت پر پورا خضوع ہو لیکن اس نسبت کے حاصل کرنے میں اس امر سے بڑھ کر کوئی قوی سبب نہیں کہ پورے صدق کے ساتھ ایسی جماعت کی مجلس اپنے وقت کیلئے لازم پکڑے کہ جن کا باطن اس تجلی کا مظہر ہو گیا ہو اور اس تجلی کے غلبہ سے غیر کا وجود ان کی آنکھوں کے سامنے سے کس طرح اٹھ گیا ہو۔

غیر کے شہود سے پورے طور پر آزاد ہو گیا ہو۔ حقیقی فنا میں اپنے غیر کے شعور کی مزاحمت سے خلاصی پا چکا ہو۔ جب مقام فنا کا تحقق ہو جائے تو اللہ تعالیٰ ان کو اپنے پاس سے ایسے وجود سے مشرف کرتا ہے کہ جو خدا کا دیا ہوتا ہے اس میں بے خودی اور سکھ سے افاقہ حاصل کر کے پھر وہ اوروں کیلئے سعادت حقیقہ کا جس کو بقا و فنا کہتے ہیں واسطہ بنتے ہیں۔ اس مقام پر ممکنات میں سے کوئی چیز ان کو حق سبحانہ کی حضوری سے پردہ نہیں کر سکتی۔ پس داناؤں پر یہ امر واجب ہے کہ اپنے دل کی خلاصی میں جو موجودات کے وجود سے کہ در حقیقت اسی گرفتاری کا نام حجاب ہے۔ ایسی چیزوں سے جو اس کی خلاصی کا سبب ہو سکتی ہیں۔ چمٹ جائے اور مرنے سے پہلے اس کو خلاصی دے دیں۔ اگر اپنی استعداد کے موافق ذکر سے مشغول رہیں تو قصور اور درگزر کرنے کو دخل نہ دیں۔ اگر اپنے میں یہ استعداد سمجھیں کہ ارباب شہود یعنی اہل اللہ کی صحبت سے دل کی گرفتاری سے جلد رہائی ہو جائے گی' تو اپنے آپ کو ان برگزیدوں کی صحبت کا آداب صحبت نگہداشت کے التزام کریں۔ دل کا غیر حق کی گرفتاری کا زمانہ ہی حقیقت میں وصول و شہود کا زمانہ ہے۔ جب دل نے وجود غیر کے شعور کی مزاحمت سے خلاصی پائی تو سوائے حق سبحانہ کے شہود کی گرفتاری کے اور کچھ نہ ہو گا۔

بلاؤ محنت شیریں کہ جز با آن نیا سائی

بعد اس کے کہ دل نفی ماسوائے اللہ کے غلبہ کی وجہ سے غیر حق کے التفات کے غبار سے آزاد ہو گیا۔ تو آپ سوائے حق کے اثبات کے اور کچھ نہ رہا۔

تیغ لا در قتل غیر حق براند — درنگر زاں پس کہ غیر حق چہ ماند
ماند الا اللہ باقی جملہ رفت — شاد باش اے عشق شرکت سوز گفت

ماسوائے اللہ سبحانہ سے غائب رہنے کا زمانہ در حقیقت شہود وجود کے وصول کا زمانہ ہے۔ اس سے بڑھ کر نہیں کہ بحکم **انما الاعمال بخواتیھما** کے معنے اعمال کا اعتبار خاتموں پر ہوا کرتا ہے۔ کشف و وجود والوں نے اسی سبب میں قدرت پانے سے پہلے ذوق والوں کو اس مقام عالی تک پہنچنے والوں میں سے شمار نہیں کیا۔ اس معنی کا ظہور فناء کا مقدمہ ہے اور اس بات کی خوشخبری سناتا ہے کہ وصول کی سعادت کی صبح کی روشنی احدیت کے مطلع سے ظاہر ہوئی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ذات کے شہود میں ہلاک اور غرق ہو جانا اور غیر کے موجود کا شعور تک نہ رہے بلکہ اس مقام میں اگر ترقی واقع ہو تو تجلیات اسماء کے ذوق سے بھی شعور جاتا رہے۔ آپ نے اس سے اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ہو سکتا ہے سالک حق سبحانہ کے اوصاف سے متصف ہو جائے لیکن وہ اب

تک اس معنے تک نہیں پہنچے گا۔ کیونکہ وصل سے تو مقصود وہ شہود ذاتی ہے کہ جس میں کثرت کے وجود کی شعور کی مزاحمت نہ ہو۔ اوصاف سے متصف ہونے کا مرتبہ کہ تجلیات صفات کا مرتبہ ہے۔ کثرت کے بغیر ایک طرح سے مشکل ہے۔ اگر تم چاہتے ہو کہ حق سبحانہ کے حضور کے مقام میں شیطان کے وسوسہ اور مکر سے آزاد ہو جاؤ بلکہ ملک کو تیرے حضور کی اطلاع نہ ہو۔ بلکہ خود تیرے نفس کو تیرے حضور پر موقوف نہ ہو' تو تم پر لازم ہے کہ مردان خدا کے ساتھ ہم نشینی کرو۔ کیونکہ ان کے دل و جان ذات الٰہی کے ذکر میں غرق ہو چکے ہیں۔ اپنے سے رہائی پا چکے ہیں۔ بعض نے اس مطلب کی تعبیر شہود کے ساتھ بعض نے وجود کے ساتھ' بعض نے تجلی ذات سے' بعض نے یادداشت کے ساتھ کی ہے اگر یہ سعادت حاصل ہو تو چاہئے کہ ذکر کا طریقہ یا توجہ کا طریقہ خواجگان کے جذبہ کو مان کر اپنے آپ کو پورے طور پر اس طریقہ کے طرز پر پہنچائے تا کہ اس دولت عظمٰی تک جس سے بڑھ کر کوئی دولت متصور نہیں پہنچ جائے لیس وراء الله المنتهی ولیس وراء عبادان قریة یعنی سوائے خدا کے اور کوئی انتہا نہیں' اور عباد (عرب میں ایک گاؤں کا نام ہے جس کے پرے کوئی گاؤں نہیں ہے) ان کے پرے کوئی گاؤں نہیں۔ نظم

عاشقاں راشادمانی و غم اوست   مزد کار واجرہ خدمت ہم اوست
غیر معشوق ارتماشائی بود   عشق نبود ہرزہ سودائی بود
عشق آن شعلہ است کوچوں برفروخت   ہرچہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

شغل کی نگہداشت میں اس قسم کی خبرداری ہو کہ سانس کے اندر باہر آنے جانے سے واقف ہو کر حضور مع اللہ کی نسبت میں کوئی فتور واقع نہ ہو۔ یہاں تک کہ ایسے مقام پر پہنچ جائے کہ اس کی نگہداشت کی تکلیف کے سوا ہی یہ نسبت اس کے دل میں حاضر ہو اور اس صفت کو تکلف کے ساتھ دل سے دور نہ کر سکے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اس کو پورے طور پر خودی سے لے لیتے ہیں۔ اس کو نہ اپنی خبر ہوتی ہے نہ دل کے مقصود سے واقفی۔ جب اس کو ہوش میں لائیں تو یہ چاہئے کہ مقرر طریق پر خبرداری کی نسبت کی نگہداشت میں پورے طور پر سعی کریں تا کہ کسی قسم کا نقصان عوارض نفسانیہ کی وجہ سے وہاں تک نہ پہنچ سکے۔ ہمیشہ التجا و احتیاج انکساری کی صفت سے خدا کی جناب میں اس نسبت کی پائیداری میں بہت بڑا قوی سبب ہے چاہئے کہ ہمیشہ حق سبحانہ سے عاجزی کے وصف سے اس صفت کا بقا ڈھونڈے۔ اگر ہمیشگی کی عمر کے ساتھ اس نسبت کی نگہداشت میں سعی کرے تب بھی اس کا حق ادا نہیں کر سکتا۔ غریم لا یقضی دینه یعنی وہ قرض ہے کہ ادا نہیں ہو سکتا۔ گویا اسی نسبت کی شان میں ہے۔ مشاہدہ کا یہ

مطلب نہیں ہے کہ حق سبحانہ کو آنکھ کے حاسہ سے دیکھ سکیں جب ارواح واشیاء پر بے بہا انوار کا ایک پرتوہ پڑتا ہے تو سب کے سب ایسے نیست ہوتے ہیں۔ کان لم یکن یعنی گویا کہ تھے ہی نہیں یعنی گویا کہ تھے ہی نہیں۔ ان کا نام ونشان باقی نہیں رہتا۔ بلکہ یہ اس معنی کار ہے کہ جب دل کا حضور ذکر کی حقیقت کے ساتھ ہو جو کہ حرف وآواز سے پاک ہے تو ذکر کے دوام کی وجہ سے اسی درجہ پر ترقی کرتا ہے کسی اور چیز کی درحقیقت دل میں گنجائش نہیں رہتی۔ اس حال میں دل کو مشاہدہ کہتے ہیں اور خدا کو شاہد۔ اس مشاہدہ سے کمال ذوق جب حاصل ہوتا ہے کہ اس کی آگاہی حضور کے وصف سے ہو اور ایک حضور شعور کی مزاحمت کے بغیر ہوتا ہے کیونکہ جس قدر حضور کے شعور کے موافق حضور حق سبحانہ میں فتور واضح ہوگا۔ اس کی مقدس ذات اس سے بلند ہے کہ دل کی آنکھوں میں آئے پھر کیونکر حسن کی نظر میں آئے۔ یہی وجہ ہے کہ وصال کے پانی کے پیاسوں کی پیاس باطنی مشاہدہ سے ہرگز تسکین نہیں پاتی بلکہ ان کی پیاس اور بڑھتی جاتی ہے۔ واللہ اعلم

حقائق اشیاء کی بابت ایک رات محبت ذاتیہ میں باتیں ہوتی تھیں کہ محبت ذاتیہ اس بات کا نام ہے کہ حق سبحانہ سے تعلق وعشق ہو بغیر اس کے کہ اس کا کوئی سبب جانیں یا کوئی وجہ پہچانیں۔ بلکہ ایک ایسا میلان وجذب ہو کہ اس کے روکنے پر قدرت نہ ہو۔ آپ نے فرمایا کہ دو لڑکوں میں تاشکنہ کے اطراف میں ہم نے اس نسبت کو پایا۔ ایک تو ہمیشہ ہمارے اصحاب کے حلقہ کے گرد پھرتا رہتا تھا اور دور ہو کر بیٹھ رہتا تھا۔ گردن ٹیڑھی رکھتا تھا۔ میں ایک دن وضو کیلئے اٹھا' تو اس نے وضو کے لوٹے کی طرف جلدی کی۔ جب میں فارغ ہو چکا تو میں نے اس سے پوچھا تمہارا یہاں آنے کا کیا باعث ہے؟ اور تم ایک عرصہ سے یہاں پھرتے ہو۔ اس نے کہا کہ میں بھی نہیں جانتا' ہاں اس قدر جانتا ہوں کہ جب یہاں آتا ہوں تو خدا کی طرف ایک قسم کی کشش اپنے دل میں پاتا ہوں اور پھر میں اپنے آپ کو تمام ضروریات سے خالی پاتا ہوں اور اس سے مجھے ایک بڑی لذت حاصل ہوتی ہے اور جب باہر جاتا ہوں تو اس تعلق سے خالی ہو جاتا ہوں۔ دوسرا لڑکا بہت ہی خوبصورت تھا۔ ہمارے اصحاب سے ملا رہتا تھا اور اس اطراف میں بہت لوگ اس کا خیال رکھتے تھے۔ ہمارے اصحاب کو متہم کرتے تھے۔ میں نے کہا' اس کو عذر کر کے رخصت کر دو۔ انہوں نے ہر چند اس میں مبالغہ کیا مگر فائدہ نہ ہوا۔ وہ لڑکا رونے لگا اور سخت بے قرار ہوا۔ کہنے لگا' آخر اس میں آپ کا کیا ہے کہ میں یہاں نہ آیا کروں۔ باہر لوگ مجھے پریشان کرتے ہیں اور اس جمعیت خاطر کے تعلق سے کہ یہاں مجھے خود بخود حاصل ہے دور رہوں گا۔ دوستوں نے اس کو معذور رکھا۔ اس کا کام یہاں تک پہنچ گیا کہ اس نسبت کا مغلوب ہو گیا ایسا کہ بارہا اپنے گھر کا راستہ بھول جاتا' اور جب ہمیں اس سے

کام پڑتا تو وہ گھر سے نکل آتا یا گھر کے دروازہ پر ہوتا یا راستہ میں ہوتا اور جب ہم چاہتے کہ اس کو کچھ کام بتائیں تو وہ کام کیا ہوتا یا کر دیتا۔ مرغ الاحوتی کا جو کہ ناسوتی کے پنجرہ میں مقید ہے جذبہ کی تاثیر کے بغیر کہ مقام محبوبی کیلئے لازم ہے اور پھر وہ متابعت شریعت مصطفوی میں بندھا ہوا ہے چھوٹنا نہیں ہوسکتا۔ **فعليک باتباعه صلى الله عليه وسلم ان كنت متوجها الى حقيقة الحقائق التى لهاوجه فى كل موجود وبه تحققت الموجودات** یعنی اگر تم ان حقائق کی حقیقت کی طرف کہ جس کا ہر موجود کی طرف چہرہ ہے اور اسی سے موجودات کا تحقق ہے متوجہ ہوتے ہو۔ تو تم کو چاہیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کو ضروری سمجھو۔ گویا کہ اس آیت میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ **وللہ المشرق والمغرب فاينما تولوا فثم وجه الله** یعنی اللہ ہی کیلئے مشرق مغرب ہے۔ پھر جدھر تم متوجہ ہو گے وہیں خدا کی ذات ہے۔ یہاں سمجھ لے **وهو معكم** یعنی وہ تمہارے ساتھ ہے۔ کہاں سے ہے۔

اوبما ازما بسے نزدیک تر دانہ آنکس کوز خود دا روخبر

زندگی سے فائدہ اس شخص کو ہے کہ جس کا دل دنیا سے سرد ہو گیا ہو اور خدا کے ذکر سے گرم ہو۔ اس کے دل کی حرارت اس کو نہیں چھوڑتی کہ دنیا کی محبت اس کے دل کے گرد پھر سکے۔ اس کا حال یہاں تک ہو جاتا ہے کہ اس کا اندیشہ وفکر خدا کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ پہلے قبض کیلئے بہت سے مظاہر ہیں جو کچھ موجود ہے اس کا ذات کی تجلی سے حصہ ہے۔ جس کی خاص وجہ کہتے ہیں اس وجہ کا جذب توجہ کے دوام کے سبب حق سبحانہ کے ساتھ وابستہ ہے اگر الہاوی اسم کی تاثیر کے ساتھ اسم مضل کے تصرف سے نجات پائے تو اس کے ذات مقدسہ کے جذب کے دوام کی وجہ سے اپنے آپ سے پورے طور پر نیست ہو جاتا ہے۔ اس میں گمراہ کرنے والا مل کر حق سبحانہ کے غیر کو نہ دیکھتا ہے اور نہ جانتا ہے۔ خدا کی پناہ اگر اسم مضل کی تاثیر سے جذب ذات کے مستقیم طریق کو کھودے تو اپنا گرفتار ہو کر اپنے سوا اور کچھ نہیں دیکھتا اور نہ کچھ جانتا ہے۔ سب کچھ وہی کرتا ہے کہ جس سے سیاہی پر سیاہی بڑھتی جاتی ہے۔ ہمیشہ شہود وحدت سے پردہ میں اور رکا ہوا رہتا ہے۔ نہ اسے بندگی میں مزہ آتا ہے بلکہ وہ بندگی ہی نہیں ہوتی۔ بلکہ دنیاوی' آخروی صوری معنوی عذابوں کیلئے مستعد و تیار ہو جاتا ہے۔ ان بلاؤں کی خلاصی کے اسباب میں وہ خالص توبہ اعمال صالحہ کا کرنا سب سے بہتر یہ ہے کہ صدق نیت سے ایسے گروہ کی خدمت میں جنہوں نے ذاتی محبت کی وجہ سے اپنی ہستی سے رہائی پا چکے ہیں حاضر ہو جائے۔ یہاں تک کہ اپنے آپ کو پورے طور پر ان میں گم کر دے۔ **رزقنا الله واياكم** خدا ہم اور تم کو یہ نعمت نصیب کرے۔ تمہیں معلوم ہے کہ پیر کون ہوتا ہے۔ پیر

وہ ہے کہ جس کام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی نہیں اس سے وہ جاتی رہے' اور جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ہوا وہ اس میں نہ رہے بلکہ وہ اور اس کی سب ضروریات جاتی رہیں اور وہ ایسا آئینہ ہو جائے کہ اخلاق و اوصاف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اس میں کچھ نہ ہو۔ اس مقام میں صفات نبویہ سے موصوف ہونے کے سبب حق سبحانہ تعالیٰ کی تصرف کا مظہر بن جائے' اور خدائی تصرف سے مستعد لوگوں کے باطن میں تصرف کرے اور اپنے سے پورے طور پر خالی ہو کر حق سبحانہ کے مقصود کیلئے کھڑا ہو جائے۔

ازبس کہ درکنار ہے گیرد آن نگار　　　بگرفت بوئے یار وہا کرد بوئے طین

مرید وہ ہے کہ ارادت کی آگ کی تاثیر سے اس کی ضروریات جل جائیں' اور اس کے مقصودات میں سے کچھ نہ رہا ہو۔ اس کا قبلہ پیر کا جمال اور پیر کی غلامی اور خدمت میں آزادی سے فارغ ہو گیا ہو۔ نیاز کا سر پیر کے آستانہ کے بغیر اور کہیں نہ رکھے' بلکہ نیستی کی رقم اپنے وجود کی پیشانی پر کھینچ دی ہو۔ پیر کے غیر کے وجود کے تفرقہ کے شعور سے چھوٹ گیا ہو۔

آن کس کہ درسرائے نگاریست فارغست　　　ازباغ و بوستان و تماشائے لالہ زار

اگر پوچھیں کہ توحید کیا چیز ہے تو کہہ دے کہ دل کا خالی کرنا اور اس کا غیر حق سبحانہ کے واقفیت سے مجرد ہو جانا اگر پوچھیں کہ وحدت کیا چیز ہے تو کہہ دے کہ حق سبحانہ کے دیدار سے اپنے آپ سے خلاصی پا جاتا۔ اگر پوچھیں کہ بدبختی کیا ہے' تو کہہ دے کہ اپنے میں پڑے رہنا' اور خدا سے رہ جانا۔ اگر پوچھیں وصل کیا چیز ہے تو کہہ دے کہ وجود حق کے نور سے ہوتے ہوئے اپنے آپ کو بھول جانا اگر پوچھیں کہ فصل کیا ہے تو کہہ دے کہ غیر حق سبحانہ سے باطن کا جدا کر دینا۔ اگر پوچھیں کہ سکر کیا ہے تو کہہ دے کہ دل پر ایک ایسا حال ظاہر ہو جانا کہ دل اس کو پوشیدہ نہ رکھ سکے۔ جس کو اس حال سے پہلے چھپانا ضروری تھا۔ خواجہ عبید اللہ فرماتے تھے کہ مولانا حسام الدین شاشی امیر حمیر حمزہ فرزند امیر سید کلال رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب میں سے تھے رحہم اللہ تعالیٰ ان کو پورا استغراق رہتا تھا۔ بخارا کی قضا کیلئے ان کو تکلیف دی گئی۔ میں ان کی کچہری میں حاضر ہوتا تھا۔ ان کے مقابلہ میں ایک پنجرہ تھا کہ میں ان کو دیکھا کرتا تھا لیکن وہ مجھے نہ دیکھتے تھے میں وہاں بیٹھ کر ان کا نظارہ کیا کرتا تھا۔ میں نے ان سے کبھی غفلت اور سستی معلوم نہ کی تھی آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ مولانا حسام الدین رحمۃ اللہ یہ فرماتے تھے کہ اس کام کیلئے کوئی لباس اس سے بڑھ کر نہیں کہ فائدہ استفادہ کیلئے اہل علم کی صورت میں رہے آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ خواجہ بزرگوار قدس سرہ کو میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھ کو توجہ کرتے تھے۔ میں بے خود پڑ گیا تھا جب مجھے ہوش آیا تو

خواجہ تشریف لے گئے تھے۔ میں نے چاہا کہ آپ کے پیچھے جاؤں' لیکن میرے پاؤں لڑکھڑا گئے۔ بڑی محنت سے خواجہ کی خدمت میں پہنچا۔ آپ نے فرمایا' کہ تم کو مبارک ہو۔ آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ خواجہ پارسا قدس سرہ کو میں نے خواب میں دیکھا۔ انہوں نے چاہا کہ مجھ میں توجہ کریں لیکن یہ نہ ہو سکا شاید کہ یہ وجہ ہو کہ خواجہ بزرگ تصرف کر چکے تھے۔ یہ فقیر جب بخارا میں گیا تھا اور مولانا حسام الدین مولانا حمید الدین شاشی کی خدمت میں پہنچا تو اس فقر میں اضطراب اور بے قراری تھی۔ آپ نے فرمایا کہ مراقبہ درحقیقت انتظار ہے اور مراقبہ کی حقیقت اسی انتظار سے ہے۔ نہایت میسر ایسے انتظار کی تحقیق کے بعد کہ جس کا ظہور غلبہ محبت کی وجہ سے ہے۔ اس انتظار کے حصول کا نام ہے۔ اس انتظار کے سوا اور کوئی راہبر نہیں۔

گر ندارم از شکر جز نام بہر	ایں بسے بہتر کہ اندر کام زہر
آسمان نسبت بعرش آمد فرود	ورنہ بس عالی است پیش خاک تو

جب ہم جیسے فقیروں کو ذوق کے طریق پر یہ مطالب میسر نہیں تو ایسی باتوں میں گرفتاری بڑی شیریں معلوم ہوتی ہے کہ باتوں میں مشغول ہو جائے۔ رزقنا اللہ وایاکم انتظارابہ یغنینا عنا بحرمۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدائے تعالیٰ ہم کو اور تم کو اسی کا انتظار نصیب کرے۔ جس کے سبب اوروں سے ہم کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل و برکت سے بے پروا کر دے۔ اب یہاں پر خانوادہ خواجگان کے احوال و اقوال کا ذکر کرتے ہیں اور ان کے روشن طریقہ کا بھی قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم۔ یہ معلوم رہے کہ ان کا طریقہ اہل السنت والجماعت کا اعتقاد ہے۔ شریعت کے احکام کی اتباع کرنا سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی کرنا ہمیشہ عبادت کرنا کہ جس سے وجود غیر کی مزاحمت کے شعور کے بغیر حق سبحانہ کی ہمیشہ معرفت حاصل کرتا ہے۔ اب جو گروہ ان عزیزوں کی نفی کرتا ہے تو وہ اس سبب سے ہو گا کہ ہوی و بدعت کی ظلمت نے ان کے ظاہر و باطن کو گھیر رکھا ہے۔ حسد اور تعصب کی آلائش کے غبار نے ان کی بصیرت کی آنکھوں کو اندھا کر رکھا ہے۔ اس لئے ہدایت کے انوار ولایت کے آثار ان کو نظر نہیں آتے اور یہ لوگ ان انوار و آثار کے انکار کرنے سے جنہوں نے مشرق سے لے کر مغرب تک گھیر رکھا ہے اپنے اندھے پن کا اظہار کرتے ہیں۔ افسوس' قطعہ۔

نقشبندیہ عجب قافلہ سالارند	کہ برانداز رہ پنہاں بحرم قافلہ را
از دل سالک رہ جاذبہ صحبت شان	میں بروسوسہ خلوت و فکر چلہ ہا
قاصرے گر زند ایں طائفہ راطعن قصور	حاش للہ کہ برآرم بزبان ایں گلہ را

ہمہ شیر ان جہاں بستہ ایں سلسلہ اند　　　روبہ از حیلہ چساں بگسلد ایں سلسلہ راہ

۴۵۲- شیخ ابوالحسن بستی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ خواجہ یوسف ہمدانی کی طرح ابوعلی فارمدی کے اصحاب میں سے ہیں اور یہ رباعی مشکل جو مشہور ہے جیسا کہ عین القضاۃ ہمدانی کے رسالوں سے معلوم ہوتا ہے آپ ہی کی ہے۔

دیدیم نہان گیتی واصل جہاں　　　وزعلت دعاء برگذ شیتم آسمان

آن نورسیہ زلا نقطہ برتر دان　　　زاں نیز گذشیتم نہ ایں ماند و نہ آن

۴۵۳- شیخ حسن سکاک سمنانی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ شیخ ابوالحسن بستی کے اصحاب میں سے ہیں اور سکا کیہ خانقاہ سمنان میں ہے۔ شیخ رکن الدین علاؤ لدولہ رحمۃ اللہ تعالیٰ شروع میں وہیں تھے اور چلے گئے تھے۔ آپ نے کچھ جائیداد وہیں وقف کر دی تھی اور انہیں کی طرف منسوب ہے۔

۴۵۴- محمد بن حمویہ جوینی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ کی کنیت ابوعبداللہ ہے اور شیخ ابوالحسن بستی کے اصحاب میں سے ہیں۔ علوم ظاہری و باطنی سے آراستہ تھے۔ عین القضاۃ اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں کہ اس گروہ میں بہت کم لوگ ہیں جو علوم ظاہری کے عالم نہ ہوں۔ خواجہ ابوحامد غزالی اور اس کے بھائی شیخ احمد غزالی انہیں گروہ میں سے ہیں۔ خواجہ امام محمد عمویہ بکویاں بھی انہیں میں سے ہیں۔ کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ وہ اہل علم ہیں۔ وہ بزرگوں میں سے ہیں۔ سلوک میں ان کی ایک کتاب ہے۔ تصوف میں ان کی ایک کتاب ''سلواۃ الطالبین'' نام ہے۔ اس میں اس گروہ کے بہت سے حقائق او نکتے درج کیے ہیں۔

۴۵۵- عین القضاۃ ہمدانی قدس اللہ تعالیٰ

آپ کی کنیت اور نام ابوالفضائل عبداللہ بن محمد میانجی ہے۔ عین القضاۃ آپ کا لقب ہے۔ آپ شیخ محمد حمویہ

کی صحبت میں رہے ہیں اور شیخ احمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھی آپ کے کمالات ظاہری و باطنی آپ کی تصنیفات سے ظاہر ہیں۔ عربی' فارسی میں جس قدر حقائق کا کشف اور دقائق کی شرح آپ نے کی ہے اور کسی نے کم کی ہوگی۔ آپ سے خرق عادات مثلاً زندہ کرنا' مارنا ظاہر ہوا ہے۔ ان میں اور شیخ احمد میں خط و کتابت بہت رہی ہے۔ منجملہ ان کے رسالہ عینیہ ہے کہ شیخ احمد نے ان کو لکھا ہے۔ فصاحت' بلاغت' روحانی اور سلاست میں کہہ سکتے ہیں کہ بینظیر ہے۔ عین القضاۃ زبدۃ الحقائق میں لکھتے ہیں۔ بعد اس کے کہ میں علوم رسمیہ کی گفتگو سے برداشتہ خاطر ہوا۔ مصنفات حجتہ الاسلام کی طرف مشغول ہوا اور چار سال تک اس میں لگا رہا جب میں نے اپنا مقصود اس سے حاصل کیا تو سمجھ لیا کہ میں اپنے مقصود تک پہنچ گیا اور واصل ہوگیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا۔

انزل بمنزل زینب ورباب وار بع بھذا مربع الاحباب

یعنی زینب اور رباب کے مکان میں اتر اور منزل کر کیونکہ یہ دوستوں کی منزل ہے۔ قریب تھا کہ میں طلب سے باز رہوں' اور جو علوم کہ میں نے حاصل کئے تھے انہیں پر کفایت کروں۔ ایک سال تک اس میں رہا۔ اتفاقاً سیدی مولائی شیخ امام سلطان الطریقہ احمد بن محمد الغزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ ہمدان میں جو میرا وطن تھا تشریف لائے۔ ان کی صحبت میں بیس دن کے اندر مجھ پر وہ بات ظاہر ہوئی کہ مجھ سے اور میری طلب سے اپنے سوا کچھ بھی باقی نہ چھوڑا۔ الا ماشاء اللہ۔ اب مجھ کو اس چیز میں فنا ہونے کے سوا اور کوئی طلب نہیں ہے۔ اگر نوح علیہ السلام جیسی عمر پاؤں اور اس طلب میں اس کو فناء کر دوں تب بھی میں نے کچھ نہیں کیا۔ اس شے نے تمام جہان کو گھیر رکھا ہے۔ میری آنکھ کسی چیز پر نہیں پڑتی کہ اس کے منہ کو نہ دیکھوں' اور جس سانس میں میرا استغراق نہ بڑھے وہ مجھے مبارک نہ ہو۔ آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ میرا باپ اور میں اور ہمارے شہر کے اماموں کی ایک جماعت صوفی کے گھر کے آگے حاضر تھے۔ پھر ہم رقص کرتے تھے۔ ابو سعید ترمذی ایک بیت پڑھتے تھے۔ میرے باپ نے دیکھا اور کہا' خواجہ احمد غزالی قدس اللہ روحہ کو میں نے دیکھا کہ ہمارے ساتھ رقص کرتے ہیں۔ ان کا لباس اس قسم کا تھا۔ اس کا نشان دیتے تھے۔ ابو سعید نے کہا' مجھے مرنے کی خواہش ہے۔ میں نے کہا مر جاؤ اسی وقت بے ہوش ہوگیا اور مر گیا۔ وقت کے متقی حاضر تھے وہ کہنے لگے جبکہ تم زندہ کو مردہ کرتے ہو تو مردہ کو بھی زندہ کر سکتے ہو۔ میں نے کہا' مردہ کون ہے؟ کہا کہ فقیہ محمود۔ میں نے کہا' خداوندا فقیہ محمود کو زندہ کر دے۔ وہ اسی وقت زندہ ہوگئے۔ آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ اے عزیز! جو کام کہ تو غیر کی طرف منسوب کرتا ہے' خدا کے سوا اس کو مجازی جان نہ حقیقی مطلق فاعل حقیقتاً خدا کو سمجھ جہاں اس نے یہ فرمایا قل یتوفک ملک الموت الذی یعنی تم کو ملک الموت مارے گا

اس کو مجازی سمجھ۔ حقیقت یہ ہے اللہ یتوفی الانفس حین موتہا یعنی اللہ جانوں کو ان کی موت کے وقت پورے طور پے لیتا ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایت مجازی سمجھ اور شیطان کا گمراہ کرنا بھی مجازی جان یضل من یشاء ویھدی من یشاء یعنی جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے۔ یہ حقیقت ہے ہم مانتے ہیں کہ لوگوں کو شیطان گمراہ کرتا ہے۔ لیکن یہ بتاؤ کہ شیطان کو اس صفت پر کس نے پیدا کیا شاید موسیٰ علیہ السلام نے اسی وجہ سے کہا تھا ان ھی الا فتنتک یعنی صرف تیرا ہی فتنہ اور تیری ہی آزمائش ہے۔

ہمہ جو رمن از بلغاریان است — کہ بادکہ مم ہے باید کشیدن
کند بلغاریاں رانیز ہم نیست — بگویم گر تو بتوانی شنیدن
خدایا ایں بلاؤ فتنہ ازتست — ولیکن کس نے یارو نجیدن
ہے آرند ترکاں راز بلغار — زبہر پردہ مردم دریدن
لب و دندان آں خوباں چوں ماہ — بدیں خوبی بنا نیست آفریدن

۴۵۶-شیخ برکہ ہمدانی رحمۃ اللہ تعالیٰ

عین القضاۃ ہمدانی رحمۃ اللہ تعالیٰ اپنے مصنفات میں ان سے حکایت کرتے ہیں۔ ایک جگہ یوں کہتے ہیں جو شخص سورہ فاتحہ اور قرآن کی چند آیتوں کے سوا اور کچھ یاد نہ رکھے اور وہ بھی شرط کے طور پر نہ پڑھ سکے اور قال یقول کو نہ جانے کہ کیا ہے اور اگر سچ پوچھو تو موزوں حدیث بھی ہمدانی کی زبان سے نہیں جانتا۔ لیکن جانتا ہوں کہ وہ صحیح قرآن جانتا ہے اور میں نہیں جانتا۔ مگر کچھ کچھ اور وہ بعض بھی میں نے تفسیر وغیرہ کے طور پر نہیں جانا۔ ہاں ان کی خدمت کر کے جانا ہے۔ ایک اور جگہ لکھتے ہیں کہ میں نے خواجہ احمد غزالی سے سنا ہے کہ وہ یہ فرماتے تھے ہرگز شیخ ابوالقاسم گرگانی نے یہ نہیں کہا ہے کہ ابلیس۔ جب اس کا نام لیتے تو کہتے خواجہ خواجگان سرمہجوران جب یہ حکایت برکہ رحمۃ اللہ علیہ سے میں نے بیان کی تو کہا کہ ابلیس کو خواجہ خواجگان کہنے سے اس کو سرمہجوران یعنی دو رشدوں کا سردار کہنا اچھا ہے اور فرمایا کہ برکہ رضی اللہ عنہ نے یہ بیان کیا ہے کہ ایک مرد تھا۔ اس نے اپنے فرزند کو کہا' تو کبھی گائے کی ڈاڑھی بنا ہے۔ اس نے کہا' گائے کی ڈاڑھی کے کیا معنے۔ کہا یہ کہ صبح کے وقت اپنے سے گھر سے باہر نکلے اور کہے میں خزانہ پاؤں گا۔ بیٹے نے کہا' اے باپ جیسے میں ہوں گائے کی ڈاڑھی بنا رہا ہوں۔

۴۵۷- شیخ فتحہ رحمۃ اللہ تعالیٰ

عین القضاۃ اپنے مصنفات میں ان سے حکایت کرتے ہیں ایک جگہ لکھتے ہیں کہ میں نے ایک معتبر سے سنا تھا کہ فتح یہ کہتے تھے۔ ابلیس یہ کہتا ہے کہ جہان میں تجھ سے بڑھ کر سیاہ گدڑی والا فتحہ ہے اور بس یہ بات بیان کر کے روتے تھے۔ ایک اور جگہ لکھا ہے کہ جب پیر کامل ہوتے ہیں جانتے ہیں کہ آخر کار ہر مرید کس مقام تک پہنچے گا چنانچہ فتحہ رحمۃ اللہ علیہ سے بہت دفعہ سنا گیا تھا کہ فلاں شخص کو فلاں قدم ہوگا اور فلاں کو فلاں۔

۴۵۸- شیخ ضیاء الدین ابونجیب عبدالقاہر سہروردی قدس سرہ

آپ ظاہری باطنی علوم میں کمال درجہ میں تھے۔ آپ کی تصانیف تالیف بہت ہیں۔ آپ کا نسب بارہ واسطہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے اور ان کی نسبت طریقہ میں شیخ احمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے ہے۔ آپ کتاب آداب المریدین میں فرماتے ہیں **واجمعوا علی ان الفقر افضل من الغناء اذا کان مقرونا بالرضاء فان احتج محتج لقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم الید العلیا خیر من الید السفلی قیل لہ الید العلیا تنال الفضیلۃ باخراج مافیھا والید السفلی تجد المنقصۃ بحصول الشئی فیھا ففی تفضیل السخاء والعطاء دلیل علی فضل الفقر فمن فضل الغنی للانفاق والعطاء علی الفقر کان کمن فضل المعصیۃ علی الطاعۃ بفضل التوبۃ** یعنی اس پر سب کا اتفاق ہے کہ فقر غنا سے افضل ہے جبکہ وہ رضا کے ساتھ ملا ہوا ہو اگر کوئی حجتی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے سند لے کہ اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے تو کہا جائے گا کہ اونچا ہاتھ فضیلت کو لیتا ہے۔ اس لئے کہ اس میں سے نکلتا ہے اور نیچے کا ہاتھ نقصان اس لئے پاتا ہے کہ اس میں شے حاصل ہوتی ہے۔ سخاوت اور بخشش کو فضیلت دینے میں اس پر دلیل ہے کہ فقر افضل ہے۔ اب جو شخص کہ غنا کو فقر پر اس لئے فضیلت دیتا ہے کہ اس میں خرچ کرنا اور بخشش کرنا ہے تو ایسا ہوگا۔ جس طرح کوئی شخص گناہ کو بندگی پر فضیلت اس لئے دے کہ اس میں توبہ کی فضیلت پائی جاتی ہے۔ امام یافعی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ شیخ ابوالنجیب سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید کہتے ہیں کہ میں ایک دن شیخ کے ساتھ بغداد کے بازار میں جا رہا تھا۔ ایک قصاب کی دکان پر پہنچے بکری کٹتی تھی۔ وہاں کھڑے ہو گئے فرمانے لگے کہ یہ بکری یوں کہتی ہے کہ میں مردہ ہوں۔ حلال شدہ نہیں ہوں۔ قصاب یہ سن کر بے

ہوش ہو کر گر پڑا جب ہوش میں آیا تو اس نے شیخ کے اس قول کی تصدیق کی اور توبہ کی آپ ۵۳۳ھ کے مہینوں میں انتقال فرما گئے۔

۴۵۹- شیخ عمار یاسر قدس اللہ تعالیٰ روحہ

آپ شیخ ابوالنجیب سہروردی کے مریدوں میں سے ہیں۔ آپ ناقصوں کی تکمیل اور مریدوں کی تربیت اور ان کے واقعات کشف میں بڑا کمال رکھتے تھے۔ شیخ نجیب الدین کبرے کتاب ''فاتح الجمال'' میں لکھتے ہیں کہ جب میں شیخ عمار کی خدمت میں پہنچا اور ان کے حکم سے تارت میں آیا تو میری طبیعت میں یہ گزرا کہ جب سے میں نے علوم ظاہری پڑھے ہیں جب غیبی فتوحات حاصل ہوں گی تو میں منبر پر چڑھ کر ان کو طالبان حق کو سناؤں گا۔ جب میں اس نیت سے خلوت میں آیا تو خلوت کا پورا ہونا میسر نہ ہوا۔ تب میں باہر نکل آیا۔ شیخ نے فرمایا' دل کی نیت کو صحیح کرو۔ اس کے بعد خلوت کرو۔ آپ نے نور باطن کا پرتوہ میرے دل پر چمکایا۔ میں نے کتابوں کو وقف کر دیا اور کپڑے فقراء کو دے ڈالے۔ صرف ایک جبہ جو پہنا ہوا تھا وہ رہنے دیا۔ میں نے کہا یہ خلوت خانہ میری قبر کا ہے اور میرے اس کفن کے جبہ کو دوبارہ باہر آنا ممکن نہ ہوگا۔ میں نے قصد کر لیا کہ اگر باہر آنے کی خواہش غالب ہو تو اس جبہ کو پھاڑ دوں گا تاکہ ستر باقی نہ رہے اور حیا نکلنے کو مانع ہو۔ شیخ نے مجھے دیکھا اور کہا کہ اب آ کیونکہ تم نے نیت درست کر لی جب میں آیا تو خلوت پوری ہوگئی اور شیخ کی ہمت کی برکت سے فتوحات کے دروازے مجھ پر کھل گئے۔

۴۶۰- شیخ روز بھان کبیر مصری قدس اللہ تعالیٰ روحہ

آپ دراصل گازرونی ہیں لیکن مصر میں رہتے تھے۔ شیخ ابو نجیب سہروردی کے مرید ہیں۔ اکثر اوقات استغراق کے مقام میں رہا کرتے تھے۔ شیخ نجم الدین کبرے ان کی صحبت میں گئے ہیں۔ وہاں پر ریاضتوں میں مشغول ہوئے ہیں اور خلوتوں میں بیٹھے ہیں۔ شیخ روز بھان نے ان کو اپنی دامادی میں قبول کیا ہے اور شیخ کی صاحبزادی سے ان کو دو لڑکے پیدا ہوئے ہیں و فی کتاب تحفة البررہ سمعت شیخنا ابو الجناب یقول سمعت روز بھان بمصر یقول قیل لی مرار اترک الصلوٰة فانک لاتحتاج الیها فقلت یارب انی لا اطیق ذلک کلفنی شیئا اخر یعنی تحفہ البررہ میں ہے کہ میں نے اپنے شیخ ابوالجناب سے سنا وہ

فرماتے تھے کہ میں نے مصر میں شیخ روز بھان سے سنا تھا۔ وہ کہتے تھے کہ مجھے بار ہا یہ کہا گیا تم نماز چھوڑ دو کیونکہ تم کو اس کی حاجت نہیں لیکن میں نے عرض کیا اے پروردگار میں اس کی طاقت نہیں رکھتا' کہ نماز چھوڑ دوں۔ ہاں کسی اور شے کی مجھے تکلیف دے۔

۴۶۱- شیخ اسماعیل قصری قدس اللہ تعالیٰ سرہ

آپ بھی شیخ ابوالنجیب سہروردی کے مرید ہیں۔ شیخ نجم الدین ان کی صحبت میں پہنچے ہیں اور خرقہ اصل انہیں کے ہاتھ سے پہنا ہے۔ انہوں نے محمد بن مالکیل سے۔ انہوں نے محمد بن داؤد معروف خادم الفقراء سے۔ انہوں نے ابوالعباس ادریس سے انہوں نے ابوالقاسم بن رمضان سے' انہوں نے ابو یعقوب طبری سے' انہوں نے ابوعبداللہ بن عثمان سے' انہوں نے ابو یعقوب نہر جوری سے' انہوں نے ابو یعقوب سوسی سے' انہوں نے حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے' انہوں نے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ ایسا ہی ذکر کیا اس کو شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ سمنانی قدس اللہ تعالیٰ سرہ نے اپنی بعض تصانیف میں۔

۴۶۲- شیخ نجم الدین کبرے قدس اللہ تعالیٰ روحہ

آپ کی کنیت ابوالجناب ہے۔ آپ کا نام احمد بن عمر خیوقی ہے اور لقب کبرے کہتے ہیں کہ آپ کو کبرے اس لئے کہا گیا ہے کہ جوانی کے دنوں میں جبکہ علم کی تحصیل میں مشغول تھے جس سے مناظرہ کرتے غالب آتے تھے پس آپ کا لقب رکھا گیا طامۃ الکبریٰ یعنی بڑی بلا۔ پھر یہ لقب آپ پر غالب ہو گیا۔ اس کے بعد طامہ کا لفظ حذف کر کے کبرے رہنے دیا اور یہی صحیح وجہ ہے۔ یہ لقب آپ کی معتبر جماعت نے دیا ہے۔ بعض یوں کہتے ہیں کہ یہ لفظ محدودہ ہے اور باء کو فتح ہے یعنی نجم الکبراء جو کہ کبیر کی جمع تکسیر ہے لیکن پہلا قول صحیح ہے۔ امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ میں ایسا ہی لکھا ہے آپ کو شیخ ولی تراش بھی کہتے ہیں اس لئے کہ وجد کی حالت میں جس پر آپ کی نظر مبارک پڑ جاتی تو وہ ولایت کے درجہ تک پہنچ جاتا۔ ایک دن ایک سوداگر سیر کے طور پر شیخ کی خانقاہ میں آیا۔ شیخ کی حالت بہت قوی تھی تب آپ کی نظر اس سوداگر پر جا پڑی۔ اسی وقت وہ ولایت کے درجہ تک پہنچ گیا۔ شیخ نے پوچھا' کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ کہا فلاں جگہ کا۔ آپ نے اس کو ارشاد کی اجازت لکھ دی کہ اپنے ملک میں خلقت کو خدا کی طرف بلائے۔ ایک دن شیخ اپنے مریدوں میں بیٹھے ہوئے تھے باز نے ہوا

میں مولا کا پیچھا کیا ہوا تھا۔ اتفاقاً شیخ کی نگاہ اس مولا پر جا پڑی تو مولا لوٹا اور باز کو پکڑ کر شیخ کے سامنے لے آیا۔ ایک دن اصحاب کہف کے بارہ میں تقریر و تحقیق ہو رہی تھی۔ شیخ سعدالدین جموی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ شیخ کے مریدوں میں سے ہیں۔ دل میں خیال کرنے لگے کہ آیا اس امت میں بھی کوئی ایسا شخص ہے کہ جس کی صحبت کتے میں اثر کر دے۔

شیخ نے دانائی کے نور سے یہ بات معلوم کر لی۔ آپ اٹھے اور خانقاہ کے دروازہ پر جا کر کھڑے ہو گئے۔ اتفاقاً ایک کتا وہاں پر آ گیا اور کھڑا ہو گیا۔ اپنی دم ہلاتا تھا۔ شیخ کی نظر اس پر پڑ گئی۔ اسی وقت اس پر مہربانی ہوئی۔ وہ متحیر و بے خود ہو گیا۔ شہر سے منہ پھیر کے قبرستان میں چلا گیا۔ زمین پر سر ملتا تھا۔ یہاں تک کہتے ہیں کہ جدھر وہ جاتا آتا تھا پچاس ساٹھ کتے اکٹھے ہو جاتے اور اس کے گرداگرد حلقہ لگا لیتے۔ ہاتھ پر ہاتھ رکھ لیا کرتے اور آواز سے نہ بولتے اور نہ کچھ کھاتے بلکہ عزت کے ساتھ کھڑے رہتے۔ آخر تھوڑے دنوں میں وہ کتا مر گیا۔ شیخ نے حکم دیا کہ اس کو دفن کریں اور اس کی قبر پر عمارت بنائیں۔ شیخ تبریز میں محی السنۃ کے ایک شاگرد کے پاس جو عالی سند رکھتا تھا کتاب ''شرح السنہ'' پڑھتے تھے۔ جب آخر تک پہنچے۔ ایک دن استاد کے حضور میں اماموں کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی اور شرح السنہ پڑھ رہے تھے۔ ایک درویش آیا جس کو پہچانتے نہ تھے لیکن اس کے دیکھنے سے شیخ کی حالت بگڑ گئی۔ چنانچہ بے قرار ہو گئے۔ پوچھا کہ یہ کون شخص ہے؟ لوگوں نے کہا کہ یہ بابا فرج تبریزی ہیں کہ مجذوبوں اور خدا کے محبوبوں میں سے ہیں۔ شیخ اس رات بے قرار رہے۔ صبح کو استاد کی خدمت میں آئے اور التماس کی کہ اٹھیے اور بابا فرج کی خدمت میں چلیں۔ استاد نے شاگردوں کے ساتھ موافقت کی۔ بابا فرج کی خانقاہ کے دروازہ پر ایک خادم تھا۔ جس کا نام بابا شادان تھا جب اس نے اس جماعت کو دیکھا تو اندر گیا اور اجازت مانگی۔ بابا فرج نے کہا اگر اس طرح آئیں جس طرح خدا کی درگاہ میں جاتے ہیں تو کہہ دے کہ آ جائیں۔ شیخ نے کہا کہ جب میں بابا کی نظر سے کامیاب ہو چکا تھا' تو میں اس کی بات کو سمجھ گیا' جو کچھ میں نے پوشیدہ کیا تھا اس کو باہر کر دیا اور ہاتھ سینہ پر رکھ لیا۔ استاد اور دیگر دوستوں نے میری موافقت کی۔ پھر ہم سب بابا فرج کی خدمت میں آئے اور بیٹھ گئے۔ ایک لحظہ کے بعد بابا کا حال متغیر ہو گیا اور اس کی صورت پر ایک عظمت ظاہر ہوئی۔ آفتاب کی طرح چمک اٹھا اور جو کپڑے پہنے ہوئے تھے وہ پھٹ گئے۔ جب ایک گھڑی کے بعد اپنی ہوش میں آیا تو اٹھا اور اس جامہ کو مجھے پہنا دیا اور کہا کہ تمہارا یہ وقت دفتر پڑھنے کا نہیں۔ یہ وقت ہے کہ جہان کا سر دفتر بن جائے۔ میرا حال بدل گیا اور میرا باطن غیر حق سے بالکل منقطع ہو گیا جب ہم وہاں سے باہر نکلے تو استاد

نے کہا:

''شرح السنۃ'' تھوڑی رہ گئی ہے اس کو دو تین دن میں ختم کر لو۔ آئندہ تمہارا اختیار ہے جب درس کے پیچھے میں گیا بابا فرج کو دیکھا کہ وہ آئے ہیں اور کہتے ہیں تم کل علم الیقین سے ہزار منزل آگے بڑھ گئے تھے مگر آج پھر علم پر آتے ہو۔ میں نے درس چھوڑ دیا اور خلوت کی ریاضت میں مشغول ہو گیا۔ علم لدنی اور غیبی واردات معلوم ہونے لگیں۔ میں نے کہا' افسوس ہے کہ وہ فوت ہو جائے۔ میں نے اس کو لکھنا شروع کیا۔ بابا فرج کو میں نے دیکھا کہ دروازہ میں سے آئے ہیں اور کہتے ہیں کہ شیطان تجھ کو پریشان کرتا ہے۔ ان باتوں کو مت لکھ۔ تب میں نے دوات قلم پھینک دیا اور دل کو سب سے خالی کر دیا۔ امیر اقبال سیستانی ایک کتاب میں کہ جہاں آپ نے شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ قدس اللہ تعالیٰ سرہ کی باتیں جمع کی ہیں۔ شیخ سے روایت کرتے ہیں کہ شیخ نجم الدین کبرے ہمدان میں گئے اور حدیث کی اجازت حاصل کی اور سنا کہ اسکندریہ میں ایک بڑے محدث ہیں جن کی سند عالی ہے۔ آپ وہاں سے اسکندریہ میں گئے اور ان سے بھی اجازت حاصل کی۔ واپس آنے کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور حضور سے درخواست کی کہ میری کنیت رکھ دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا' کہ ابوالجناب پوچھا کہ ابوالجناب مخففہ فرمایا نہیں مشددہ۔ جب خواب سے بیدار ہوئے تو اس کا مطلب آپ کو یہ معلوم ہوا کہ دنیا سے اجتناب کرنا چاہیے؟ اسی وقت تنہائی اختیار کی اور مرشد کی طلب میں مسافر ہوئے جہاں کہیں آپ جاتے عقیدہ درست نہ ہوتا۔ اس لئے کہ آپ اہل علم تھے۔ کسی کے سامنے سر جھکاتے نہ تھے۔ جب خوارستان کے ملک میں پہنچے تو دردزبول لاحق ہوا اور وہاں بیمار ہو گئے۔ کوئی آپ کو جگہ نہ دیتا جہاں کہ اترتے عاجز ہو گئے اور کسی سے پوچھا' کہ اس شہر میں کوئی ایسا مسلمان نہیں ہے کہ کسی مسافر کو جگہ دے تاکہ میں چند روز وہاں آرام سے رہوں۔ اس شخص نے کہا کہ یہاں ایک خانقاہ ہے اور وہاں پر ایک شیخ ہے۔ اگر تم وہاں جاؤ گے تو وہ تمہاری خدمت کریں گے۔ میں نے کہا' ان کا نام کیا ہے؟ کہا شیخ اسمٰعیل قصری۔ شیخ نجم الدین وہاں پر گئے۔ آپ نے ان کو ایک صفہ میں جگہ دی جو کہ درویشوں کے صفہ کے مقابل تھا۔ وہاں آپ بیٹھ گئے۔ آپ کی بیماری بڑھتی گئی اور فرماتے تھے کہ باوجود اس سب بیماری کے جس قدر رنج ان کی سماع سے تھا اس قدر بیماری کا رنج نہ تھا کیونکہ میں سماع کا بڑا منکر تھا اور مکان سے چلے جانے کی طاقت نہیں رکھتا تھا۔

ایک رات سماع ہوتا تھا شیخ اسمٰعیل سماع کی گرمی کی حالت میں میرے سرہانے آئے اور کہنے لگے تم چاہتے ہو کہ اٹھو۔ میں نے کہا ہاں آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور بغل میں مجھ کو لیا' اور سماع میں لے گئے اور تھوڑی ہی دیر مجھ

کو اچھی طرح جکڑ دیا۔ دیوار پر میرا تکیہ لگا دیا۔ میں نے کہا' کہ میں ابھی گر پڑوں گا۔ جب مجھے ہوش آیا تو میں نے اپنے آپ کو تندرست پایا چنانچہ کسی قسم کی بیماری مجھ میں نہ تھی۔ مجھے آپ کی نسبت عقیدہ ہو گیا۔ دوسرے دن میں شیخ کی خدمت میں گیا اور ارادت کا ہاتھ پکڑا یعنی بیعت ہو گیا اور سلوک میں مشغول ہوا۔ ایک مدت تک وہاں رہا جب مجھ کو باطن کے حال کی خبر ہوئی اور مجھے علم تو بہت تھا۔ ایک رات میرے دل میں یہ خیال ہوا کہ تم علم باطن سے باخبر ہو گئے ہو لیکن تمہارا ظاہری علم شیخ کے علم سے زائد ہے۔ صبح شیخ نے مجھ کو طلب کیا اور کہا جاؤ سفر کرو۔ تم کو شیخ عمار یاسر کی خدمت میں جانا چاہیے۔ میں نے سمجھ لیا کہ شیخ میرے اس خطرہ پر واقف ہو گئے ہیں۔ لیکن میں نے کچھ نہ کہا اور چلا گیا۔ شیخ عمار کی خدمت میں پہنچا اور وہاں بھی ایک مدت سلوک طے کرتا رہا۔ وہاں بھی ایک رات یہی بات میرے دل میں آئی۔ صبح کو شیخ عمار نے فرمایا کہ نجم الدین اٹھو اور مصر میں روزبھان کی خدمت میں جاؤ کہ اس ہستی کو وہ پورے طور سے تیرے دماغ سے نکال دیں گے۔ میں اٹھا اور مصر میں گیا۔ جب ان کی خانقاہ پر گیا تو شیخ وہاں نہ تھے ان کے سب مرید مراقبہ میں تھے۔ کسی نے میری طرف توجہ نہ کی وہاں پر ایک شخص تھا۔ اس سے میں نے پوچھا کہ ان میں شیخ کون ہے۔ اس نے کہا کہ شیخ تو باہر گئے ہیں اور وضو کر رہے ہیں۔ میں باہر گیا' اور شیخ روزبھان کو میں نے دیکھا کہ تھوڑے سے پانی میں وضو کر رہے تھے۔ میرے دل میں یہ بات آئی کہ شیخ یہ نہیں جانتا کہ اس تھوڑے سے پانی میں وضو جائز نہیں۔ تو پھر یہ شیخ کیسے ہو سکتا ہے۔ شیخ خانقاہ میں آئے اور میں بھی آیا۔ شیخ تحیۃ الوضوء پڑھنے میں مشغول ہوئے اور میں منتظر کھڑا تھا کہ شیخ سلام پھریں تو میں سلام کروں۔ وہ ایسا ہی کھڑے کھڑے غائب ہو گئے۔ میں نے دیکھا کہ قیامت قائم ہے اور دوزخ ظاہر کی گئی ہے۔ لوگوں کو پکڑتے ہیں اور آگ میں ڈالتے ہیں۔ آگ کے راستہ میں ایک ٹیلہ ہے ایک شخص اس ٹیلہ پر بیٹھا ہے جو شخص کہتا ہے کہ میرا تعلق اس کے ساتھ ہے۔ اس کو چھوڑ دیتے ہیں' اور دوسروں کو آگ میں ڈالتے ہیں۔ اتفاقاً مجھ کو پکڑ لیا اور کھینچ کر لے گئے۔ جب میں وہاں پہنچا' تو میں نے کہا کہ میں اس سے تعلق رکھتا ہوں۔ تب مجھ کو چھوڑ دیا۔ میں ٹیلہ پر گیا تھا تو دیکھا روزبھان ہیں۔ ان کے سامنے گیا اور ان کے پاؤں پر گر پڑا۔ اس نے ایک سخت تھپڑ میری پیٹھ پر مارا چنانچہ اس کی ضرب سے میں زمین پر گر پڑا اور کہا اس کے بعد اہل حق پر انکار نہ کرنا۔ جب میں گر پڑا تو بے ہوشی سے مجھے ہوش آ گیا۔ دیکھا کہ شیخ نماز کا سلام دے چکے تھے۔ آگے بڑھا اور ان کے پاؤں پر گر پڑا۔ شیخ نے ظاہر بھی ویسے ہی ایک تھپڑ میری پیٹھ پر مارا اور وہی لفظ فرمائے۔ تب میرے دل کی بیماری جاتی رہی۔ اس کے بعد مجھے حکم دیا کہ لوٹ جا اور شیخ عمار کی خدمت میں جا۔ جب میں چلنے لگا تو شیخ نے ایک خط شیخ عمار کی طرف لکھا

نے کہا:

''شرح السنتہ'' تھوڑی رہ گئی ہے اس کو دو تین دن میں ختم کرلو۔ آئندہ تمہارا اختیار ہے جب درس کے پیچھے میں گیا بابا فرج کو دیکھا کہ وہ آئے ہیں اور کہتے ہیں تم کل علم الیقین سے ہزار منزل آگے بڑھ گئے تھے مگر آج پھر علم پر آتے ہو۔ میں نے درس چھوڑ دیا اور خلوت کی ریاضت میں مشغول ہو گیا۔ علم لدنی اور غیبی واردات معلوم ہونے لگیں۔ میں نے کہا' افسوس ہے کہ وہ فوت ہو جائے۔ میں نے اس کو لکھنا شروع کیا۔ بابا فرج کو میں نے دیکھا کہ دروازہ میں سے آئے ہیں اور کہتے ہیں کہ شیطان تجھ کو پریشان کرتا ہے۔ ان باتوں کو مت لکھ۔ تب میں نے دوات قلم پھینک دیا اور دل کو سب سے خالی کر دیا۔ امیر اقبال سیستانی ایک کتاب میں کہ جہاں آپ نے شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ قدس اللہ تعالیٰ سرہ کی باتیں جمع کی ہیں۔ شیخ سے روایت کرتے ہیں کہ شیخ نجم الدین کبرے ہمدان میں گئے اور حدیث کی اجازت حاصل کی اور سنا کہ اسکندریہ میں ایک بڑے محدث ہیں جن کی سند عالی ہے۔ آپ وہاں سے اسکندریہ میں گئے اور ان سے بھی اجازت حاصل کی۔ واپس آنے کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور حضور سے درخواست کی کہ میری کنیت رکھ دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا' کہ ابوالجناب پوچھا کہ ابوالجناب مخففہ فرمایا نہیں مشددہ۔ جب خواب سے بیدار ہوئے تو اس کا مطلب آپ کو یہ معلوم ہوا کہ دنیا سے اجتناب کرنا چاہئے؟ اسی وقت تنہائی اختیار کی اور مرشد کی طلب میں مسافر ہوئے جہاں کہیں آپ جاتے عقیدہ درست نہ ہوتا۔ اس لئے کہ آپ اہل علم تھے۔ کسی کے سامنے سر جھکاتے نہ تھے۔ جب خوارستان کے ملک میں پہنچے تو درد زبول لاحق ہوا اور وہاں بیمار ہو گئے۔ کوئی آپ کو جگہ نہ دیتا جہاں کہ اترتے عاجز ہو گئے اور کسی سے پوچھا' کہ اس شہر میں کوئی ایسا مسلمان نہیں ہے کہ کسی مسافر کو جگہ دے تاکہ میں چند روز وہاں آرام سے رہوں۔ اس شخص نے کہا کہ یہاں ایک خانقاہ ہے اور وہاں پر ایک شیخ ہے۔ اگر تم وہاں جاؤ گے تو وہ تمہاری خدمت کریں گے۔ میں نے کہا' ان کا نام کیا ہے؟ کہا شیخ اسمٰعیل قصری۔ شیخ نجم الدین وہاں پر گئے۔ آپ نے ان کو ایک صفہ میں جگہ دی جو کہ درویشوں کے صفہ کے مقابل تھا۔ وہاں آپ بیٹھ گئے۔ آپ کی بیماری بڑھتی گئی اور فرماتے تھے کہ باوجود اس سب بیماری کے جس قدر رنج ان کی سماع سے تھا اس قدر بیماری کا رنج نہ تھا کیونکہ میں سماع کا بڑا منکر تھا اور مکان سے چلے جانے کی طاقت نہیں رکھتا تھا۔

ایک رات سماع ہوتا تھا شیخ اسمٰعیل سماع کی گرمی کی حالت میں میرے سرہانے آئے اور کہنے لگے تم چاہتے ہو کہ اٹھو۔ میں نے کہا ہاں آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور بغل میں مجھ کو لیا' اور سماع میں لے گئے اور تھوڑی ہی دیر مجھ

کو اچھی طرح جکڑ دیا۔ دیوار پر میرا تکیہ لگا دیا۔ میں نے کہا' کہ میں ابھی گر پڑوں گا۔ جب مجھے ہوش آیا تو میں نے اپنے آپ کو تندرست پایا چنانچہ کسی قسم کی بیماری مجھ میں نہ تھی۔ مجھے آپ کی نسبت عقیدہ ہو گیا۔ دوسرے دن میں شیخ کی خدمت میں گیا اور ارادت کا ہاتھ پکڑا یعنی بیعت ہو گیا اور سلوک میں مشغول ہوا۔ ایک مدت تک وہاں رہا جب مجھ کو باطن کے حال کی خبر ہوئی اور مجھے علم تو بہت تھا۔ ایک رات میرے دل میں یہ خیال ہوا کہ تم علم باطن سے باخبر ہو گئے ہو لیکن تمہارا ظاہری علم شیخ کے علم سے زائد ہے۔ صبح شیخ نے مجھ کو طلب کیا اور کہا جاؤ سفر کرو۔ تم کو شیخ عمار یاسر کی خدمت میں جانا چاہئے۔ میں نے سمجھ لیا کہ شیخ میرے اس خطرہ پر واقف ہو گئے ہیں۔ لیکن میں نے کچھ نہ کہا اور چلا گیا۔ شیخ عمار کی خدمت میں پہنچا اور وہاں بھی ایک مدت سلوک طے کرتا رہا۔ وہاں بھی ایک رات یہی بات میرے دل میں آئی۔ صبح کو شیخ عمار نے فرمایا کہ نجم الدین اٹھو اور مصر میں روز بھان کی خدمت میں جاؤ کہ اس ہستی کو وہ پورے طور سے تیرے دماغ سے نکال دیں گے۔ میں اٹھا اور مصر میں گیا۔ جب ان کی خانقاہ پر گیا تو شیخ وہاں نہ تھے ان کے سب مرید مراقبہ میں تھے۔ کسی نے میری طرف توجہ نہ کی وہاں پر ایک شخص تھا۔ اس سے میں نے پوچھا کہ ان میں شیخ کون ہے۔ اس نے کہا کہ شیخ تو باہر گئے ہیں اور وضو کر رہے ہیں۔ میں باہر گیا' اور شیخ روز بھان کو میں نے دیکھا کہ تھوڑے سے پانی میں وضو کر رہے تھے۔ میرے دل میں یہ بات آئی کہ شیخ یہ نہیں جانتا کہ اس تھوڑے سے پانی میں وضو جائز نہیں۔ تو پھر یہ شیخ کیسے ہو سکتا ہے۔ شیخ خانقاہ میں آئے اور میں بھی آیا۔ شیخ تحیۃ الوضوء پڑھنے میں مشغول ہوئے اور میں منتظر کھڑا تھا کہ شیخ سلام پھریں تو میں سلام کروں۔ وہ ایسا ہی کھڑے کھڑے غائب ہو گئے۔ میں نے دیکھا کہ قیامت قائم ہے اور دوزخ ظاہر کی گئی ہے۔ لوگوں کو پکڑتے ہیں اور آگ میں ڈالتے ہیں۔ آگ کے راستہ میں ایک ٹیلہ ہے ایک شخص اس ٹیلہ پر بیٹھا ہے جو شخص کہتا ہے کہ میرا تعلق اس کے ساتھ ہے۔ اس کو چھوڑ دیتے ہیں' اور دوسروں کو آگ میں ڈالتے ہیں۔ اتفاقاً مجھ کو پکڑ لیا اور کھینچ کر لے گئے۔ جب میں وہاں پہنچا' تو میں نے کہا کہ میں اس سے تعلق رکھتا ہوں۔ تب مجھ کو چھوڑ دیا۔ میں ٹیلہ پر گیا تھا تو دیکھا روز بھان ہیں۔ ان کے سامنے گیا اور ان کے پاؤں پر گر پڑا۔ اس نے ایک سخت تھپڑ میری پیٹھ پر مارا چنانچہ اس کی ضرب سے میں زمین پر گر پڑا اور کہا اس کے بعد اہل حق پر انکار نہ کرنا۔ جب میں گر پڑا تو بے ہوشی سے مجھے ہوش آ گیا۔ دیکھا کہ شیخ نماز کا سلام دے چکے تھے۔ آگے بڑھا اور ان کے پاؤں پر گر پڑا۔ شیخ نے ظاہر بھی ویسے ہی ایک تھپڑ میری پیٹھ پر مارا اور وہی لفظ فرمائے۔ تب میرے دل کی بیماری جاتی رہی۔ اس کے بعد مجھے حکم دیا کہ لوٹ جا اور شیخ عمار کی خدمت میں جا۔ جب میں چلنے لگا تو شیخ نے ایک خط شیخ عمار کی طرف لکھا

کہ جس قدر تانبے کی طرح ہوں ان کو بھیج دیا کرو۔ میں ان کو خالص کر دوں گا اور پھر تمہارے پاس بھیج دوں گا۔ وہاں سے شیخ عمار کی خدمت میں آیا اور ایک مدت تک وہاں مقیم رہا۔ جب سلوک طے کر چکا تو انہوں نے فرمایا کہ تم خوارزم میں جاؤ۔ میں نے کہا کہ وہاں تو عجیب قسم کے لوگ ہیں۔ اس طریق و مشاہدہ و قیامت کے منکر ہیں۔ فرمایا کہ تم جاؤ اور ڈرو مت۔ تب میں خوارزم میں آیا اور اس طریق کو پھیلایا۔ بہت سے مرید جمع ہو گئے اور ارشاد میں مشغول ہوئے۔ جب تاتار کے کفار خوارزم میں پہنچے تو شیخ نے اپنے اصحاب کو جمع کیا وہ ساٹھ سے زائد تھے۔ سلطان محمد خوارزم شاہ بھاگ گیا ہوا تھا لیکن تاتار کے کفار نے جانا تھا کہ وہ خوارزم میں ہے۔ خوارزم میں آ گئے۔

شیخ نے اپنے بعض مریدوں جیسے شیخ سعد الدین حموی اور شیخ رضی الدین علی لالا وغیرہ کو طلب کیا اور کہا جلد اٹھو اور اپنے ملک کو چلے جاؤ کیونکہ مشرق کی جانب سے آگ بھڑک اٹھی ہے کہ وہ مغرب کے نزدیک تک جلا دے گی۔ یہ ایک بڑا فتنہ ہے کہ اس امت میں ایسا کبھی واقع نہیں ہوا۔ بعض اصحاب نے کہا کہ اس میں ایک مضائقہ ہے۔ شیخ دعا کریں شاید کہ یہ بلا مسلمانوں سے ٹل جائے۔ شیخ نے فرمایا کہ یہ ایک قضاء مبرم (قطعی) ہے۔ دعا اس کو دفع نہیں کر سکتی پس اصحاب نے التماس کی کہ سواریاں موجود ہیں۔ اگر حضرت شیخ بھی اپنے مریدوں کے ساتھ موافقت کریں تو آپ کے ہمرکاب ہو کر خراسان کی طرف ہم چلے چلیں۔ تو مضائقہ نہیں۔ شیخ نے فرمایا' کہ میں یہاں شہید ہوں گا۔ مجھ کو حکم نہیں کہ باہر جاؤ۔ پھر اصحاب خراسان کی طرف متوجہ ہوئے۔ جب کفار شہر میں آئے۔ شیخ نے باقی ماندہ مریدوں کو بلایا اور کہا **قوموا باسم نقاتل فی سبیل اللہ** یعنی خدا کا نام لے کر کھڑے ہو جاؤ کہ خدا کی راہ میں ہم شہید ہو جائیں۔ گھر میں آئے اور اپنا خرقہ پہن لیا۔ کمر مضبوط باندھ لی۔ اس خرقہ کا اگلہ حصہ کھلا تھا۔ ہر دو طرف سے باندھ لیا اور نیزہ ہاتھ میں لیا اور باہر نکل آئے۔ جب کفار سے مقابلہ ہوا تو ان کی طرف پتھر پھینکنے لگے۔ یہاں تک کہ کوئی پتھر نہ رہا۔ کفار نے ادھر سے تیر برسانے شروع کیے۔ ایک تیر آپ کے سینہ مبارک پر لگا۔ اس کو باہر نکال دیا اور پھینک دیا۔ اسی پر انتقال کیا۔ کہتے ہیں کہ شہادت کے وقت ایک کافر کا جھنڈا پکڑا ہوا تھا۔ شہادت کے بعد دس کافر بھی شیخ کے ہاتھ سے چھڑا نہ سکے۔ آخر اس کے پھریرہ کو کاٹ لیا۔ بعض کہتے ہیں حضرت مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ اپنی غزلیات میں اس قصہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور اپنی نسبت حضرت شیخ کی طرف کی ہے۔ رباعی

ما ازاں محتشانم کہ ساغر گیرند   نہ ازاں مفلسگان کان بزلاغر گیرند

بکے دست مئے خالص ایمان نوشند   بیکے دست دگر پرچم کافر گیرند

آپ کی شہادت قدس اللہ روحہ ۶۱۸ھ کے مہینوں میں ہوئی ہے۔ حضرت شیخ کے مرید بہت ہیں مگر بعض ان میں سے بیگانہ جہان اور مقتدائے زمان ہوئے ہیں جیسے شیخ مجد الدین بغدادی' شیخ سعد الدین حموی رحمۃ اللہ علیہ' بابا کمال جنیدی' شیخ رضی الدین علی لالا شیخ سیف الدین باخرزی' شیخ نجم الدین رازی شیخ جمال الدین کیل۔ بعض کہتے ہیں کہ مولانا بہاؤ الدین والد مولانا جلال الدین رومی بھی انہیں کے مریدوں میں سے تھے۔ قدس اللہ تعالی اروا حھم

۴۶۳- شیخ مجد الدین بغدادی قدس اللہ تعالیٰ روحہ

آپ کی کنیت ابو سعید ہے اور آپ کا نام مجد الدین شرب بن موید بن ابی الفتح بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ آپ دراصل بغداد کے رہنے والے ہیں۔ خوارزم شاہ نے خلیفہ بغداد سے کوئی طبیب مانگا تو اس نے آپ کے والد کو بھیج دیا۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ بغداد کشت سے ہیں جو کہ خوارزم کے دیہات میں سے ایک گاؤں ہے۔ وہ سلطان کے مقربوں میں تھے۔ شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ فرماتے ہیں کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ وہ امرد بے ریشہ تھے۔ جب شیخ کی خدمت میں پہنچے۔ یہ خلاف واقع ہے وہ پورے مرد تھے۔ لیکن ویسے خوبصورت تھے۔ اول شیخ نے ان کو وضو کے پانی کے بھرنے کی خدمت میں مشغول رکھا۔ ان کی والدہ نے سنا وہ طبیبہ تھیں۔ شیخ بھی طبیب تھے۔ ان کی والدہ نے کسی کو شیخ کے پاس بھیجا کہ فرزند مجد الدین ایک نازک آدمی ہے یہ کام اس سے مشکل ہوگا۔ اگر آپ فرمائیں تو میں دس غلام ترکی بھیج دیتی ہوں کہ وہ پانی کی خدمت کریں گے۔ آپ اس کو کسی دوسری خدمت پر مقرر فرمائیں۔ شیخ نے فرمایا کہ اس سے جا کر کہہ دو کہ یہ تمہاری عجیب بات ہے۔ علم طب پڑھی ہو۔ تم جانتی ہو کہ اگر تمہارے بیٹے کو صفراوی تپ ہو تو میں اس کی دوا ترکی غلام کو دوں۔ تو تیرا بیٹا کب تندرست ہوگا۔ شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ کہتے ہیں کہ ایک دن سلطان بایزید رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں میں سے ایک مرید نے جو کہ مرد تجربہ کار تھا۔ مجھ سے کہا کہ تم نے کیونکر اس خاندان سے ارادت وعقیدت کی اور بایزید کی مطابعت کے بغیر سلوک میں چلے۔ میں نے کہا مجھے یہ معلوم نہیں لیکن میں ایک دفعہ وضو کر رہا تھا۔ اس اثناء میں میں نے دیکھا' قبلہ کی دیوار پھٹ گئی ہے اور دوسری طرف ایک میدان ظاہر ہوا ہے۔ آسمان اور ستارہ مشتری نظر آتا تھا۔ میں نے پوچھا یہ کیا ہے ایک نے کہا یہ نور سلطان بایزید کا ہے۔ ایک گھڑی ہوئی تو ایک دوسرا آسمان دیکھا کہ تمام نورانی

ہے۔ آفتاب کی طرح روشن ہے۔ میں نے کہا یہ کیا ہے۔ کسی نے کہا' یہ نور مجد الدین بغدادی کا ہے وہ درویش یہ سن کر تعجب کرنے لگا۔ اس کے بعد میں نے کہا کہ میں یہ بات اس لئے نہیں کہہ رہا ہوں کہ ان کے مراتب بیان کر رہا ہوں میں شیخ مجد الدین کو سلطان بایزید پر ترجیح دیتا ہوں لیکن ہر ایک کو خدا تعالیٰ نے ایک مشرب و مذہب کے حوالہ کر دیا ہے جبکہ اس نے اس مشرب کی طرف توجہ کی اور اس طریق کا تابع ہوا۔ حق تعالیٰ نے اس کے قدم ثابت کرنے کیلئے اسی شیخ کے طریق میں اعلیٰ مرتبہ میں اس پر جلوہ کیا ہے۔ ورنہ خصوصاً قیامت میں مراتب ظاہر ہوں گے اور بلند مرتبہ کی نشانی اس جہان میں سوائے مطابعت حبیب مطلق صلے اللہ علیہ وسلم کے نہیں ہوسکتی۔ جس شخص کو اس کی مطابعت بڑھ کی ہے۔ اس کا مرتبہ بڑھ کر ہے۔ ایک دن شیخ مجد الدین درویشوں کی جماعت کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ پر سکر غالب ہوا۔ کہا کہ ہم ایک بطخ کا انڈا تھے۔ دریا کے کنارہ پر اور ہمارا شیخ نجم الدین ایک مرغ تھا تربیت کے پر ہم پر ڈالے یہاں تک کہ ہم انڈے میں سے باہر آئے۔ ہم بطخ کے بچہ کی طرح دریا میں چلے گئے اور شیخ کنارہ پر رہا۔ شیخ نجم الدین نے کرامت کے نور سے اس کو معلوم کرلیا۔ آپ کی زبان پر گزرا کہ دریا میں جاتا ہے۔

شیخ مجد الدین یہ بات سن کر ڈر گئے اور شیخ سعد الدین حموی کے پاس آئے اور بہت عاجزی کی کہ جس روز شیخ کا وقت خوش ہو مجھے اطلاع دینا تاکہ میں ان کے حضور میں آؤں اور عذر کروں۔ شیخ کا سماع میں حال خوش ہوا۔ شیخ سعد الدین نے شیخ مجد الدین کو خبر کی کہ شیخ مجد الدین ننگے پاؤں آئے اور طشت آگ سے بھرلیا اور سر پر رکھا۔ جوتیوں کے موقع پر کھڑے ہو گئے۔ شیخ نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا' جب درویشوں کے طریقہ پر پریشان بات کا عذر چاہتا ہے۔ ایمان و دین سلامت لے جائے گا۔ لیکن تمہارا سر جاتا رہے گا اور ہم بھی تیرے سر کے ساتھ سر دیں گے سرداروں اور بادشاہ خوارزم کا سر بھی تیرے سر کے پیچھے جائے گا اور جہان خراب ہوگا۔ شیخ مجد الدین قدموں میں گر پڑے اور تھوڑے عرصہ میں شیخ کی بات ظاہر ہوگئی۔ شیخ مجد الدین خوارزم میں وعظ کہتے تھے اور سلطان محمد کی ماں ایک نہایت خوبصورت عورت تھی۔ شیخ مجد الدین کے وعظ میں آئی۔ کبھی کبھی ان کی زیارت کو جایا کرتی تھی۔ مخالفوں نے موقع ڈھونڈھا۔ یہاں تک کہ ایک رات سلطان محمد نہایت نشہ میں مست تھا اس وقت ان کے سامنے بیان کیا کہ آپ کی والدہ امام ابوحنیفہ کے مذہب کے مطابق شیخ مجد الدین کے نکاح میں گئی ہے۔ سلطان ناراض ہوگیا۔ حکم دیا کہ شیخ کو دریائے دجلہ میں گرا دیں۔ یہ خبر شیخ نجم الدین کو پہنچی ان کی حالت بدل گئی' اور کہا انا للہ و انا الیہ راجعون. مجد الدین کے فرزند کو دجلہ میں گرا دیا گیا حتیٰ کہ وہ مر گیا۔ پھر

سجدہ میں سر رکھا اور دیر تک سجدہ میں رہے۔ پھر سجدہ سے سر اٹھایا اور کہا کہ میں نے خدا سے درخواست کی ہے کہ میرے فرزند کے خون بہا کے بدلے میں سلطان محمد کا ملک لے لے۔ خدا نے میری دعا قبول کی ہے۔ سلطان کو اس بات کی خبر دی گئی۔ تب تو بہت ہی پشیمان ہوا۔ پیادہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ایک طشت سونے کا بھرا ہوا لایا۔ تلوار اور کفن اس پر رکھا ہوا اور سر ننگا کیے ہوئے۔ جوتیوں کی صف میں کھڑا ہو گیا اور کہا اگر عوض خون چاہیے تو یہ زر موجود ہے اور اگر قصاص چاہتے ہو تو یہ تلوار موجود ہے۔ شیخ نے فرمایا کان ذالک فی الکتاب مسطور یعنی یہ بات لوح محفوظ میں پہلے سے لکھی گئی ہے۔ اس کا خون بہا تیرا ملک ہے اور تیرا سر جاتا رہے گا۔ بلکہ بہت سی مخلوق کے سر اور ہمارا سر بھی تمہارے سروں کے ساتھ جائے گا۔ سلطان محمد ناامید ہو کر واپس چلا گیا اور عنقریب چنگیز خان نے خروج کیا اور گزرا جو کچھ گزرا۔ ایک قوال نے شیخ مجد الدین کی مجلس میں یہ شعر پڑھا:

خوش بافتہ اند در ازل جامہ عشق　　　گر یک خط سبز بر کنارش بودے

شیخ نے اپنی ڈاڑھی پکڑی اور تلوار کو اپنے گلے پر رکھا اور کہا' گر یک خط سرخ بر کنارش بودے۔ بے شک اس سے اپنی شہادت کا اشارہ کیا تھا۔ اس کے بعد یہ رباعی پڑھی۔ رباعی:

در بحر محیط غوطہ خواہم خوردن　　　یا غرق شدن یا گہرے آوردن

کار تو مخاطر است خواہم کردن　　　یا سرخ کنم روئے زتو یا گردن

شیخ نجم الدین کی خدمت میں ایک درویش تھا۔ موضع بسکر آباد کا رہنے والا۔ اس کو ایک بسکروی کہا کرتے تھے۔ عالی مقام تک پہنچ چکا تھا۔ یہاں تک کہ جب تک وہ خلوت سے باہر نہ تھا۔ سماع کی مجلس ختم نہ ہوتی تھی۔ ایک دن سماع کی حالت میں اس کا وقت خوش ہوا۔ زمین سے اٹھا اور وہاں پر ایک اونچا طاق تھا۔ اس طاق پر جا بیٹھا۔ اوپر سے اترنے کے وقت شیخ مجد الدین کی گردن پر آ کودا اور پاؤں نیچے لٹکا دیئے۔ شیخ مجد الدین ویسے ہی چکر لگاتے تھے یہ حبشی مرد بڑا اونچا اور وزنی تھا۔ شیخ مجد الدین بڑے نازک لطیف تھے۔ جب سماع سے فارغ ہوئے تو شیخ نے فرمایا مجھے معلوم نہیں ہوا کہ میری گردن پر زنگی ہے یا کوئی چڑیا ہے جب وہ گردن سے اترا تو آپ کے رخسار کو دانتوں سے کاٹا۔ چنانچہ اس کا نشان ہو گیا۔ بارہا شیخ مجد الدین نے فرمایا کہ مجھ کو قیامت میں یہی بڑا فخر ہو گا کہ زنگی کے دانتوں کا اثر میرے چہرہ پر ہو گا۔ شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ قدس سرہ فرماتے ہیں کہ شیخ مجد الدین بغدادی نے یہ فرمایا ہے کہ میں نے خواب میں حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا مایقول فی حق ابن سینا قال صلی اللہ علیہ وسلم ھو رجل ارادان یصلی الی اللہ بلاواسطی فحجة

بیدی ھکذا فسقط فی النار یعنی آپ ابن سینا کے حق میں کیا فرماتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ ایک مرد تھا جس نے ارادہ کیا تھا کہ میرے واسطہ کے بغیر خدا تک پہنچے۔ سو میں نے اس کو اپنے ہاتھ سے روک دیا۔ اس طرح حتیٰ کہ دوزخ میں گر گیا۔ میں نے یہ حکایت استاد مولانا جلال الدین چلپی کے سامنے بیان کی تو انہوں نے اس پر تعجب ظاہر کیا۔ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ میں بغداد سے شام کو جاتا تھا کہ وہاں سے روم کو جاؤں۔ جب موصل تک پہنچا تو ایک رات مسجد جامع میں تھا جب میں سو گیا تو دیکھا کہ کوئی شخص کہتا ہے وہاں نہیں جاتے ہو کہ فائدہ حاصل کرو۔ میں نے دیکھا تو ایک جماعت حلقہ مار کر بیٹھی ہوئی تھی۔ ایک شخص ان کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے۔ جن کا نور ان کے سر سے لے کر آسمان تک پہنچتا تھا وہ باتیں کر رہے تھے اور سب سن رہے تھے۔ میں نے کہا' یہ حضرت کون ہیں۔ لوگوں نے کہا' کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آگے بڑھا اور سلام عرض کیا۔

آپ نے جواب دیا اور مجھ کو حلقہ میں جگہ دی جب میں بیٹھ گیا تو میں نے پوچھا' یا رسول اللہ ماتقول فی حق ابن سینا یعنی آپ بوعلی سینا کے حق میں کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ضل اضله اللہ تعالیٰ علی علم یعنی وہ شخص ہے جس کو خدائے تعالیٰ نے باوجود علم کے گمراہ کر دیا۔ پھر میں نے پوچھا ماتقول فی حق شھاب الدین المقتول یعنی آپ شہاب الدین مقتول کے بارہ میں کیا فرماتے ہیں۔ فرمایا ھو من متبعیه یعنی وہ اسی کے تابع ہے۔ اس کے بعد میں نے علمائے اسلام کی بابت پوچھنا شروع کیا۔ میں نے عرض کیا۔ ماتقول فی حق فخر الدین رازی یعنی فخر الدین رازی کے حق میں کیا فرماتے ہو۔ فرمایا' ھو رجل معاتبه یعنی وہ مرد ہے جس پر عتاب کیا گیا ہے پھر میں نے عرض کی ماتقول فی حق حجة الاسلام محمد الغزالی یعنی حجتہ الاسلام امام غزالی کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں۔ فرمایا ھو رجل وصل الی مقصوده یعنی وہ ایک شخص ہے جو کہ اپنے مقصود تک پہنچ گیا ہے۔ پھر میں نے پوچھا ماتقول فی حق امام الحرمین یعنی آپ امام الحرمین کے بارہ میں کیا فرماتے ہیں فرمایا ھو ممن نصر دینی یعنی وہ شخص ہے جس نے میرے دین کی حمایت کی ہے پھر میں نے پوچھا ماتقول فی حق ابی الحسن الاشعری یعنی امام ابوالحسن اشعری کے بارہ میں کیا فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا انا قلت وقولی صدق الایمان یمان والحکمة یمانیة یعنی میں پہلے کہہ چکا ہوں اور میری بات سچی ہے کہ ایمان یمن والوں کا ہے اور حکمت یمانی ہے۔ اس کے بعد ایک شخص نے جو میرے نزدیک بیٹھا تھا۔ مجھ سے کہا کہ ان سوالات کو کیوں کرتا ہے۔ دعا کیلئے درخواست کر کہ جس سے تمہارا فائدہ ہو۔

اس کے بعد میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے کوئی دعا سکھلایئے۔ آپ نے فرمایا کہو اللھم تب علی حتی اتوب واعصمنی حتی لاعود و حبب الی الطاعات و کرہ الی الخطیات یعنی اے پروردگار میری طرف متوجہ ہو یہاں تک کہ میں توبہ کروں اور مجھ کو بچالے۔ یہاں تک کہ پھر گناہ نہ کروں۔ مجھے عبادت کی محبت اور گناہوں کی کراہت دے۔

اس کے بعد مجھ سے حضور نے پوچھا کہ کہاں جاتے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ روم کی طرف فرمایا الروم مادخلہ المعصوم یعنی روم میں معصوم داخل نہیں ہوتا جب میں اس خواب سے بیدار ہوا۔ وہاں ایک بالاخانہ تھا جس میں مولانا موفق الدین کواشی رہتے تھے اور آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔ میں ان کی زیارت کو گیا۔ پوچھا کہ تم کون ہو۔ میں نے بتایا' پوچھا کہاں سے آتے ہو۔ میں نے کہا' بغداد سے۔ پوچھا اب کہاں جاؤ گے؟ میں نے کہا' روم کو۔ کہا روم کو جاتے ہو۔ میں نے کہا' ہاں۔ کہا الروم مادخلہ المعصوم جب انہوں نے یہ کلمہ کہا تو میں بڑا تعجب کرنے لگا۔ میں نے کہا کہ شاید آپ کل کی مجلس میں موجود تھے۔ کہا دعنی دعنی یعنی مجھے چھوڑ مجھے چھوڑ۔ یعنی یہ بات نہ پوچھ۔ آخر میں ان کا پیچھا چھوڑا اور واپس آیا۔ شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ قدس سرہ فرماتے ہیں کہ مولانا جمال الدین ایک بزرگ مرد تھے۔ جن کی مشہور تصانیف علوم میں بہت ہیں۔ ان میں اور امام غزالی میں دو واسطوں سے زیادہ نہیں ہے۔ اس کی یہ حکایت شیخ مجد الدین کی خواب کی صحت کی دلیل ہے۔ جب شیخ مجد الدین کو ۶۰۷ھ اور بعض کے نزدیک ۶۱۰ھ میں شہید کر دیا گیا اور ان کی بیوی جو کہ نیشاپور کی تھیں ان کو وہاں سے لے گئیں اور ۶۱۰ھ کو ان کو اسفراین میں لے گئے۔

۴۶۴- شیخ سعد الدین حموی قدس اللہ تعالیٰ روحہ

آپ کا نام محمد بن المویدبن ابی بکر بن ابی الحسن بن محمد بن حمویہ ہے۔ آپ شیخ نجم الدین کبرے قدس اللہ تعالیٰ روحہ کے مرید ہیں۔ امام یافعی کی تاریخ میں ہے کہ وہ صاحب احوال اور ریاضات تھے۔ ان کے اصحاب و مرید تھے وہ صاحب کلام تھے۔ قاسیوں کے دامن میں (یعنی صالحہ دمشق) ایک مدت تک رہے تھے۔ پھر خراسان کی طرف لوٹ آئے اور وہیں فوت ہوئے۔ ظاہری باطنی علوم میں یگانہ تھے۔ ان کی تصنیفات بہت ہیں۔ جیسے کتاب محبوب سجل الارواح وغیرہ ان کی تصنیفات میں رموز کی باتیں اور مشکل کلمات' رقمیں' شکلیں' دائرہ ایسے بکثرت ہیں کہ عقل فکر کی نظر اس کے کشف وحل سے عاجز ہے اور بے شک جب تک بصیرت کی آنکھیں کشف

کے نور سے نہ کھلیں۔ان کا سمجھنا مشکل ہے۔آپ فرماتے ہیں بشرنی اللہ سبحانہ وقال من اصغی کلامک بحسن القبول والاعتقاد فی ذکری و تعریفی فقد اندرجت فیہ نطفۃ العلم والمعرفۃ وان التبس علیہ فی الحال فقد ثبت لہ النصیب فی طور من اطوارہ یعنی مجھ کو خدا تعالیٰ نے خوشخبری دی ہے اور فرمایا ہے کہ جو شخص تیری بات کو حسن قبول اور اعتقاد کے ساتھ میرے ذکر اور میری تعریف میں سنے تو اس میں علم اور معرفت کا مایہ خمیر موجود ہوگا اور اگر بالفعل اس پر وہ امر مشتبہ ہو لیکن اس کیلئے ایک قسم کا حصہ موجود ہو جائے گا۔شیخ صدرالدین قونوی قدس اللہ تعالیٰ سروان کی خدمت میں پہنچے تھے' وہ کہتے ہیں کہ میں نے ان سے سنا تھا یہ کہتے تھے' عہد سات ہیں۔صرف عہد الست بربکم میں منحصر نہیں ہے۔میں نے یہ بات شیخ محی الدین قدس سرہ سے کہی۔انہوں نے فرمایا کہ وہ کلیات کہتے ہیں۔ورنہ جزئیات تو اس سے بھی بڑھ کر ہیں۔شیخ مویدالدین جندی فصوص الحکم کی شرح میں لکھتے ہیں کہ شیخ صدرالدین ایک دن سماع کی مجلس میں شیخ سعدالدین کے ساتھ حاضر تھے۔شیخ سعدالدین نے سماع کے درمیان اس صفہ کی طرف منہ کیا۔جو اس مکان میں تھا اور پورے ادب سے کھڑے ہو گئے۔اس کے بعد اپنی آنکھیں چھپا لیں' اور آواز دی کہ صدرالدین کہاں ہیں؟ جب شیخ صدرالدین سامنے آئے تو اس کے سامنے آنکھیں کھولیں اور کہا کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اس صفہ میں تشریف رکھتے تھے۔میں نے چاہا کہ وہ آنکھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال مبارک سے مشرف ہوئی ہیں۔پہلے تیرے منہ پر کھولوں۔وہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میری روح کو عروج ہوا۔قالب سے علیحدہ ہو گئی۔تیرہ دن تک مردہ کی طرح پڑا رہا۔کوئی حرکت نہ کرتا تھا جب روح قالب میں آئے جسم کھڑا ہو گیا۔اسے خبر ہی نہیں تھی کہ کتنے دن تک پڑا رہا ہے۔اوروں نے جو حاضر تھے بتلایا کہ تیرہ دن ہو گئے ہیں کہ آپ کا قالب ایسا ہی پڑا ہے۔آپ کے اشعار جو کتاب محبوب میں ہیں۔

یاراحۃ مھجتی و نور البصر   استیقظ قلبی بک وقت السحر
ناجیت ضمیر خاطری یاقمری   انی انا فیک وانت فی نظری

یعنی اے میرے جان کی راحت اور آنکھوں کی بینائی میرا دل تیرے لئے صبح کے وقت بیدار ہوا۔میرے دل نے سرگوشی کی اے میرے چاند میں تجھ میں ہوں اور تو میری نظر میں ہے اور یہ فارسی کی رباعیاں بھی اسی طرح کی ہیں۔رباعی:

کافر شوی ارزلف نگارم بینی   مومن شوی ارعارض یارم بینی

درکفر میامیز ودرایمان منگر | تا عزت یارو اقتدارم بینی
بے تو نظر نیست مرادر کارے | بے روئے تو خوش نیایدم گلزارے
درباغ رضائے چونتو زیبا یارے | بید اونہاں روئے توبینم بارے
بے تو نہ بہشت بایدم نے رضوان | نے کوثر و زنجبیل و بحر حیوان
باقہر تو دوزخ است واز رضوان | بالطیف تودوزخ ہمہ روح و ریحان

یہ شعر بھی اسی طرح کے ہیں:

انت قلبی وانت فیه حبیب | ولسقم القلوب انت طبیب
لیس فی القلب من یحبک صدقا | غیر ذکراک حاله یستطیب
انت سقمی وصحتی و شفائی | وبک الموت والحیاة یطیب
واذاما نظرت فی بلطف | عن فوادی راعینی لاتغیب
لک سری و مهجتی وضمیری | ساجد شاهد ومالی نصیب

یعنی تو میرا دل ہے اور اس میں تو حبیب ہے اور دلوں کی بیماری کا تو طبیب ہے۔ اس شخص کے دل میں جو تجھے دوست رکھتا ہے۔ تیرے ذکر کے سوائے اور کوئی ایسی حالت جو اچھی ہو۔ نہیں ہے تم ہی بیماری اور صحت و شفا ہو۔ تیرے ساتھ مرنا جینا اچھا معلوم ہوتا ہے اور جب تو میری طرف بنظر لطف دیکھتا ہے تو میرے دل اور آنکھ سے غائب نہیں ہوتا۔ تیرے لئے میرا باطن جان و دل سجدہ کرنے والے اور حاضر ہیں۔ اور میرا اس میں کچھ حصہ نہیں۔ یعنی سب کچھ تیرا ہی ہے۔ آپ کی عمر ۶۳ سال کی ہوئی ہے۔ عیدالاضحیٰ کے دن ۶۲۵ھ میں دنیا سے رخصت ہوئے ہیں۔ آپ کی قبر شریف بحرآباد میں ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

۴۶۵۔ شیخ سیف الدین باخزری قدس اللہ تعالیٰ سرہ

آپ شیخ نجم الدین کبرے رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے ہیں۔ علوم کی تحصیل و تکمیل کے بعد شیخ کی خدمت میں آئے اور تربیت پائی۔ شروع میں جب آپ کو خلوت میں بٹھایا تو دوسرے چلہ میں ان کی خلوت میں آئے اور اپنی انگشت مبارک ان کی خلوت کے دروازہ پر ماری کہ اے سیف الدین:

منم عاشق مراغم ساردوار است | تو معشوقی ترا باغم چہ کار است

اٹھو اور باہر آؤ۔ اس وقت ان کے ہاتھ کو پکڑا اور خلوت سے باہر نکالا۔ بخارا کی طرف روانہ کر دیا۔ ایک دفعہ شیخ نجم الدین کیلئے خطا سے ایک لونڈی لائی گئی تھی۔ زفاف کی رات میں اپنے مریدوں سے کہا کہ آج کی رات ہم مشروعہ لذت میں مشغول ہوں گے۔ تم لوگ بھی ہماری موافقت کیلئے ریاضت چھوڑ دو۔ فراغت آرام سے سو رہو۔ جب حضرت شیخ نے یہ کہا شیخ سیف الدین نے اس رات بڑا لوٹا پانی کا بھر لیا اور شیخ کے خلوت کے دروازہ پر لے کر کھڑے ہو گئے جب صبح کے وقت شیخ باہر نکلے تو ان کو کھڑے ہوئے دیکھ کر کہا کیا ہم نے یہ نہ کہا تھا کہ آج کی رات اپنی لذت وحضور میں مشغول رہو۔ تم نے کیوں اپنے آپ کو اس رنج و ریاضت میں ڈال رکھا۔ آپ نے کہا کہ حضور نے فرمایا تھا کہ جو شخص لذت اور حضور سے مشغول ہو رہے مجھے اس سے بڑھ کر کوئی لذت نہیں کہ حضرت شیخ کے آستانہ پر کھڑا ہوں۔ شیخ نے کہا تجھے خوشخبری ہو کر بادشاہ تمہاری رکاب میں چلیں گے۔ ایک دن ایک بادشاہ شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کو آیا۔ واپس جانے کے وقت شیخ سے درخواست کی کہ میں نے ایک گھوڑا شیخ کی نظر کیا ہے۔ میری یہ خواہش ہے کہ شیخ تشریف لے چلیں تا کہ میں اپنے ہاتھ سے آپ کو سوار کروں۔ شیخ نے اس کی التماس قبول کی۔ خانقاہ کے دروازہ تک آئے۔ بادشاہ نے اس کی رکاب پکڑی۔ یہاں تک کہ آپ سوار ہو گئے۔ گھوڑے نے سرکشی کی لگام ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ پچاس قدم کے قریب تک بادشاہ شیخ کی رکاب میں دوڑا گیا۔ شیخ نے بادشاہ سے کہا کہ اس گھوڑے کی سرکشی میں یہ حکمت تھی کہ ہم ایک رات شیخ الاسلام شیخ نجم الدین کی خدمت میں تھے۔ آپ نے ہم کو خوشخبری سنائی تھی کہ تمہارے رکاب میں بادشاہ دوڑے گا۔ اب شیخ کی بات سچی ہوئی۔ آپ کے پاک کلمات میں سے یہ ہے۔

ہر شب بمثال پاسبان کویت	میگردم گرد آستان کویت
باشد کہ برآیدائے صنم روز حساب	نامم زجریدہ سگان کویت
ہر چند گہے زعشق بیگانہ شوم	باعاضیت آشنا وہم خانہ شوم
ناگاہ پری رخے بمن برگزرد	برگردم زاں حدیث دو دیوانہ شوم

ایک دن کسی درویش کے جنازہ پر حاضر ہوئے۔ لوگوں نے کہا' کہ اے شیخ آپ اس کو تلقین فرمائیں تب آپ میت کے چہرہ کے پاس آئے اور یہ رباعی پڑھنے لگے۔ رباعی:

گر من گنہ جملہ جہان کردستم	لطف تو امید است کہ گیرد دستم
گفتی کہ بوقت عجز دستت گیرم	عاجز ترازیں مخواہ کہ اکنوں بستم

آپ نے ۶۵۸ھ میں انتقال فرمایا اور آپ کی قبر بخارا شریف میں مشہور ہے۔ قدس اللہ سرہ

۴۶۶- شیخ العالم عین الزمان جمال الدین گیلی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ بھی شیخ نجم الدین رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں۔ بڑے عالمٗ فاضل ہوئے ہیں۔ شروع میں جب آپ نے ارادہ کیا کہ شیخ کی خدمت میں حاضر ہوں کتب خانہ میں آئے اور علوم عقلی و نقلی کے لطائف میں سے ایک مجموعہ انتخاب کیا جو سفر میں ان کا غم خوار ہے جب خوارزم کے پاس پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ رات کو خواب میں شیخ ان سے کہتے ہیں کہ اے گیلیک اپنی گٹھڑی کو پھینک کر آؤ۔ جب جاگے تو سوچنے لگے کہ گٹھڑی کیا ہے۔ میرے پاس دنیا میں کچھ نہیں۔ اس کے جمع کی مجھے فکر نہیں ہے۔ دوسری رات اسی طرح خواب میں دیکھا۔ تیسری رات بھی آخر شیخ سے پوچھا کہ حضرت وہ گٹھڑی کیا ہے۔ فرمایا وہ مجموعہ ہے جو تم نے جمع کیا ہے۔ پھر جب جاگے تو اس کو جیحوں دریا میں پھینک دیا۔ جب شیخ کے حضور میں پہنچے تو فرمایا اگر تم اس مجموعہ کو نہ پھینکتے تو تم کو کچھ فائدہ نہ ہوتا۔ پھر ان کو خرقہ پہنا دیا اور چلہ میں بٹھلایا۔ چلے پورے ہونے کے بعد عین الزمان لقب رکھا۔ شیخ جمال الدین قزوین میں رہے تھے۔ قزوین کے سادات میں سے ایک سید کا شیراز جانے کا ارادہ ہوا۔ شیخ سے التماس کی کہ شیراز کے بادشاہ کی طرف جو آپ کا بڑا معتقد ہے سفارش لکھ دیں۔ شیخ نے ایک ٹکڑا کاغذ کا منگوایا اور اس پر لکھ دیا۔ عسل ورازیانہ اس کو یہ پرچہ دے دیا۔ جب وہ سید شیراز میں گئے اور بادشاہ کی ملاقات کا ارادہ کیا تو لوگوں نے کہا کہ ان کے شکم میں درد ہے اور حمام میں گئے ہیں۔ وہ سید حمام پر پہنچا۔ دیکھا کہ بادشاہ حمام میں بیٹھے ہیں اور درد شکم سے بڑے پریشان ہیں۔ اس نے آگے بڑھ کر سلام کہا۔ پوچھا کہاں سے آتے ہو۔ کہا قزوین سے۔ شیخ کا حال پوچھا؟ تب وہ پرچہ کاغذ کا نکال کر اس نے دے دیا۔ کھول کر دیکھا تو اس میں لکھا تھا عسل ورازیانہ بادشاہ نے کہا کہ شیخ نے اپنے نورفراست وکرامت سے میرا علاج لکھ دیا ہے۔ حکم دیا کہ یہ دوا جلد لاؤ چنانچہ شہد اور رازیانہ لایا گیا۔ بادشاہ نے جب کھایا تو اسی وقت اس کو آرام آ گیا۔ اس سید کی بڑی خاطر و خدمت کی۔

۴۶۷- بابا کمال جندی رحمۃ اللہ تعالیٰ

جب کمال جندی نے شیخ نجم الدین رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں تکمیل اور اکمال کا مرتبہ حاصل کیا۔ حضرت شیخ نے ان کو خرقہ دیا اور کہا کہ ترکستان کے ملک میں مولانا شمس الدین مفتی کا ایک صاحبزادہ ہے جس کا نام احمد مولانا

کہتے ہیں۔ یہ ہمارا خرقہ ان کو پہنچا دینا اور ان سے تربیت حاصل کرنے میں دریغ نہ کرنا جب بابا کمال جند میں پہنچے تو بچے کھیل رہے تھے اور احمد مولانا چونکہ ابھی بچہ تھے ان میں موجود تھے لیکن کھیلتے نہ تھے۔ ان کے کپڑے سنبھالتے تھے۔ جب بابا کمال کو دیکھا تو اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کا استقبال کر کے ان کو سلام کہا اور پھر کہا جند ہم دوسروں کے کپڑے سنبھالتے ہیں اور تم ہمارے جامہ کو سنبھالتے ہو۔ بابا کمال نے ان کو اٹھا لیا اور مفتی صاحب کے مکان میں آئے۔ مفتی صاحب نے کہا' ہمارا یہ فرزند مجذوب ہے شاید تمہاری خدمت اچھی نہ کر سکے۔ اس کا چھوٹا بھائی دانشمند مولانا بڑا دانا ہے اور باادب ہے۔ بابا نے کہا' وہ بھی بانصیب ہوگا لیکن ہم تو اپنے شیخ کے حکم سے ان کی خدمت میں آئے ہیں۔ احمد مولانا نے تھوڑے سے عرصہ میں پوری تربیت حاصل کر لی۔ ان کے کمالات کا شہرہ پھیل گیا۔ بہت سے بھائی دانشمند مولانا کی تربیت کو جن کا نام محمد ہے ان کے حوالہ کر دیا تھا اور شیخ بہاؤ الدین نے اپنے فرزند ابوالفتح کی تربیت دانشمند مولانا کے سپرد کر دی تھی۔ بے شک خواجہ ابوالوفا خوارزمی کی نسبت ابوالفتح کے ساتھ ہے چنانچہ اپنے مشائخ کے سلسلہ میں کہتے ہیں۔ نظم:

رسید فیض علی راز احمد مختار ۔۔۔ پس از علی حسن آمد خزینۂ اسرار

حبیب طائی و معروف بس سری و جنید ۔۔۔ دو بوعلی است و گر مغربی سر اخیار

عقیب ایں ہمہ ابوالقاسم وپس از نساج ۔۔۔ امام احمد وپس سہروردی و عمار

پس از اکابر مذکور شیخ نجم الدین ۔۔۔ کہ بود قدوہ اخیار و سرور ابرار

کمال و احمد وانگہ بہاء ملت و دین ۔۔۔ دگر محمد و پس بو الفتوح فخر کبار

۴۶۸۔ خواجہ ابوالوفا خوارزمی رحمۃ اللہ تعالیٰ

خواجہ ابوالوفا کو ارباب توحید اصحاب ذوق اور وجد کے صاف مشرب سے پورا حصہ ملا ہوا تھا۔ چنانچہ ان کے رسالوں' شعروں سے خصوصاً رباعیت سے یہ مطلب ظاہر ہوتا ہے اس مطلب کے اثبات کیلئے ان کی چند رباعیاں نقل کی جاتی ہیں۔

رباعی

اے آنکہ توئی حیات جان و جانم ۔۔۔ در وصف تو گرچہ عاجز و حیرانم

بینائی چشم من توئی بے بینم ۔۔۔ دانائی عقل من توئی بے دانم

من از توجدانہ بودہ ام تابودم — انیست دلیل طالع مسعودم
درذات تو ناپدیدم ازمعدومم — در نور تو ظاہرم اگر موجودم
چوں بعض ظہورات حق آمد باطل — بس منکر باطل نشود جز جاہل
در کل وجودہر کہ جز حق بیند — باشدز حقیقۃ الحقائق غافل
اوہست نہاں و آشکار است جہاں — بل عکس بود شہود اہل عرفاں
بل اوست ہمہ چہ آشکار اچہ نہاں — گراہل حقے غیر یکے ہیچ مداں
یکیست دلے نہ آن یکے کش دانی — یکے کہ نباشد آن یکے را ثانی
خود راز قیود خود اگر برہانی — درنیش نہ دلایل برہانی
بدکروم و اعتذار بدتر زگناہ — چوں ہست دریں غدرسہ دعویٰ تباہ
دعوئ وجود دعوی قدرت و فعل — لاحول ولا قوۃ الا باللہ
درد دل خود مگو بہ بیگانہ و خویش — ہر شربیت کہ ازیں آید پیش
جز صبر مداں چارہ کار دل خویش — تسلیم و رضا سپر شناس اے درویش

خواجہ ابوالوفا کی وفات ۸۳۵ھ کے مہینوں میں ہوئی ہے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ

۴۶۹-شیخ نجم الدین رازی المعروف بدایہ رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ بھی شیخ نجم الدین کبرے کے مریدوں میں سے ہیں۔ شیخ نے ان کی تربیت کو شیخ مجد الدین ... کردیا تھا۔ "مرصاد العباد" اور "تفسیر بحر الحقائق" کے آپ ہی مصنف ہیں۔ آپ کو کشف حقائق اور شرح وقائق میں قوت وقدرت پوری تھی۔ چنگیز خاں کی لڑائی کے موقع پر خوارزم سے باہر نکل آئے تھے اور روم ... چلے گئے تھے۔ ان کو شیخ صدر الدین قونیوی اور مولانا جلال الدین رومی سے ملاقات کا اتفاق ہوا تھا۔ کہتے ہیں ایک دفعہ ایک مجلس میں سب جمع تھے۔ شام کی نماز کھڑی ہوئی۔ آپ سے امامت کی درخواست کی گئی ... رکعت میں قل یا ایھا الکافرون پڑھا جب نماز پوری کر چکے تو مولانا جلال الدین رومی ... سے خوش طبعی کے طور پر کہا کہ ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شیخ نے ایک بار یہ سورۃ تمہارے لئے ... بار ہمارے لئے۔ آپ کی وفات ۶۵۴ھ میں ہوئی ہے۔ کہتے کہ شونیز یہ بغداد میں شیخ سری ...

اللہ علیہ کے مقبرہ کے باہران کا مزار ہے۔ واللہ اعلم۔ آپ کے شعروں میں سے یہ ایک رباعی ہے۔ رباعی:

شمع ارچہ چومن داغ جدائی دارد　　باگریہ و سوز آشنائی دارد
سررشتہ شمع بہ کہ سر رشتہ من　　کاں رشتہ سربر وشنائی دارد

۴۷۰۔ شیخ رضی الدین علی لالا غزنوی قدس اللہ تعالیٰ سرہ

وھو علی بن سعید بن عبدالجلیل اللالاء الغزنوی یعنی وہ علی بن سعید بن عبدالجلیل لالا غزنوی ہیں اور یہ شیخ سعید کہ شیخ علی لالا کا فرزند ہے۔ حکیم سنائی کے چچازاد بھائی ہیں۔ حج کے قصد سے خراسان میں آئے تھے اور شیخ ابو یعقوب یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ کی خدمت میں پہنچے تھے۔ ان دنوں میں کہ شیخ نجم الدین کبرے ہمدان کو حدیث کی طلب کیلئے جاتے تھے تو وہاں سے ایک فرسنگ کے فاصلہ پر جو ایک گاؤں تھا۔ جہاں علی لالا رہتے تھے وہاں پر شیخ اترے تھے۔ اتفاقاً شیخ علی لالا نے خواب میں دیکھا کہ ایک سیڑھی آسمان تک لگائی گئی ہے۔ ایک شخص سیڑھی کے پاس کھڑا ہے لوگ ایک ایک کر کے اس کے پاس آتے ہیں اور وہ ان کا ہاتھ پکڑ کر اس کو آسمان کے دروازہ تک لے جاتا ہے اور وہاں پر ایک شخص ہے کہ ان کا ہاتھ پکڑ کر ان کے ہاتھ میں دیتا ہے اور وہ ان کو آسمان پر لے جاتا ہے۔ شیخ علی لالا بھی گئے۔ ان کو سیڑھی کے اوپر لے گئے اور ان کا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیا۔ ان کو آسمان پر لے گئے جب اس واقعہ کو انہوں نے اپنے باپ کے سامنے بیان کیا تو ان کے باپ نے کہا کہ تم اس شخص کو پہچانتے ہو۔ کہا ہاں پہچانتا ہوں' اور اس کا نام جانتا ہوں۔ کہا اس کی طلب کرنی چاہئے کیونکہ تیری کنجی اسی کے پاس ہے۔ پس شیخ علی لالا اس کی طلب میں مسافر ہوئے۔ کتنے سال تک جہان کے گرد سفر کرتے رہے مگر ان کا نام نشان نہ ملتا تھا۔ یہاں تک کہ شیخ نجم الدین خوارزم میں آئے اور انہوں نے اس طریق کو پھیلایا۔ اس وقت شیخ علی لالا ترکستان میں تھے۔ شیخ احمد بسوی کی خانقاہ میں ایک دن ایک شیخ خوارزم سے آیا تھا۔ شیخ علی لالا خلوت میں تھے۔ سنتے تھے کہ شیخ احمد اس سے یہ پوچھتے تھے۔ خوارزم میں کوئی درویش بھی ہے لوگ کس کام میں مشغول ہیں۔ اس شخص نے کہا کہ ان دنوں ایک جوان آیا ہے۔ لوگوں کی ہدایت کی طرف مشغول ہے۔ لوگ اس کے پاس جمع ہوتے جاتے ہیں پوچھا کہ ان کا نام کیا ہے۔ کہا نجم الدین کبرے۔ جب شیخ علی لالا نے یہ نام سنا خلوت سے باہر نکل آئے اور سفر کیلئے کمر باندھ لی۔ شیخ احمد بسوی نے فرمایا کہ کیا ہے؟ کہا میں سفر کرتا ہوں۔ انہوں نے کہا صبر کرو۔ سردی گزر جائے کہا کہ میں صبر نہیں کر سکتا۔ تب شیخ نجم الدین کی خدمت میں آئے اور سلوک میں مشغول

ہوئے۔اس کے تھوڑے عرصے کے بعد شیخ مجد الدین آئے اور مرید ہوئے۔ شیخ نجم الدین کو پینتیس سال کے قریب ہو چکے تھے کہ سلوک میں مشغول تھے۔شیخ مجد الدین تین چار سال شیخ علی لالا سے بڑے تھے۔لیکن شیخ علی لالا بہت سے مشائخ کی صحبت میں رہ چکے تھے۔شروع جوانی میں اس میں مشغول ہوئے تھے اور یہ ابھی اس ... سلوک میں مشغول نہ ہوئے تھے۔ بلکہ تحصیل علم کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ ایک سو چوبیس مشائخ کامل مکمل ... پہنے ہوئے تھے۔آپ کی وفات کے بعد ان میں سے ایک سو خرقے باقی رہے تھے۔آپ نے ہندوستان کا بھی سفر کیا تھا اور ابو رضا رتن رضی اللہ عنہ کی صحبت بھی حاصل کی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت ان سے لی تھی۔ چنانچہ شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ نے اس کی تصحیح کی ہے اور کہا ہے:

صحب صاحب رسول الله صلى الله عليه وسلم ابا الرضا رتن بن النصر رضى الله عنه فاعطاه مشط من امشاط رسول الله صلى الله عليه وسلم یعنی شیخ علی لالا صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو رضا رتن بن نصر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے ہیں۔انہوں نے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک شانہ عنایت کیا تھا اور شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ نے اس شانہ کو خرقہ میں لپیٹ کر ایک کاغذ میں رکھا اور اس کاغذ پر اپنے مبارک خط سے یہ عبارت لکھی۔هذا المشط من امشاط رسول الله صلى الله عليه وسلم وصل الى هذا الضعيف من صاحب رسول الله صلى الله عليه وسلم وهذا الخرقة وصله ابن ابى الرضا رتن الى هذا الضعيف یعنی یہ ایک شانہ ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شانوں میں سے اس عاجز کو صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہنچا ہے اور یہ خرقہ بھی ابن ابی الرضا رتن سے اس عاجز کو پہنچا ہے۔ اور شیخ رکن نے یہ بھی اپنے مبارک خط سے لکھا ہے۔ایسا کہتے ہیں کہ وہ امانت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شیخ رضی اللہ عنہ علی لالا کیلئے تھی اور یہ رباعی اس حضرت کے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھی۔ رباعی:

ہم جان بہزار دل گرفتار تو است ہم دل بہزار جان خریدار تو است

اندر طلبت نہ خواب باید نہ قرار ہر کس کہ در آرزوئے دیدار تو است

آپ ۳ ربیع الاول ۶۴۸ھ میں فوت ہوئے ہیں۔

۴۷۱- شیخ جمال الدین احمد جوزفانی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ شیخ رضی الدین علی لالا کے مریدوں میں سے ہیں۔ شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ کہتے ہیں شیخ احمد عجب

ذاکر شخص ہوئے ہیں۔ ان کا بڑا مرتبہ ہے۔ میں نے عالم غیب میں ان کے سلوک کا مرتبہ شیخ ابوالحسن خرقانی کے مناسب پایا اور شیخ رضی الدین علی لالا کو سلطان بایزید قدس اللہ تعالیٰ اروا حہم کے مناسب پایا۔ شیخ رضی الدین علی لالا کہتے ہیں جو شخص کو ہمارے احمد کی خاموشی کی موافقت کرے تو جو کچھ لوگوں نے حضرت جنید اور شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا تھا۔ اس سے حاصل کریں۔ ایک دن شیخ سعد الدین حمویہ جورفان میں پہنچے کسی کو بھیجا اور شیخ احمد کو طلب کیا۔ شیخ احمد نے گوشہ نشینی کی نیت کر لی تھی نہ آئے۔ پھر بھیجا کہ آنا چاہئے کیونکہ مجھے اشارہ ہوا ہے کہ جب تمہارے لئے شیخ علی نے اجازت نامہ لکھ دیا ہے میں بھی لکھ دوں۔ شیخ احمد نے جواب کہلا بھیجا کہ میں خدا تعالیٰ کے اجازت نامہ سے عبادت نہیں کروں گا۔ شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ کہتے ہیں کہ اس کی یہ بات مجھے پسند نہ آئی۔ ایک دفعہ شیخ جمال الدین احمد نے ایک مرید کو دیکھا کہ مراقبہ کئے ہوئے تھا جوتا نکالا اور چند ڈبل جوتے اس کی گردن کے پیچھے لگائے۔ اس نے کہا میں مراقبہ میں تھا۔ شیخ کیوں خفا ہوتے ہیں۔ فرمایا کہ مراقبہ اس شخص کو لائق ہے کہ جس نے ہفتہ بھر کھانا نہ کھایا ہو۔ جب پاؤں کی آواز سنے تو اس کے دل میں یہ نہ آئے کہ یہ میرے لئے روٹی لاتا ہے۔ آپ نے ربیع الاخر کے آخر ۶۶۹ھ میں دنیا سے رحلت فرمائی ہے۔

۴۷۲- شیخ نورالدین عبدالرحمٰن اسفرانی سرقی رحمۃ اللہ

آپ شیخ احمد جوزفانی کے مریدوں میں سے ہیں۔ طالبوں کو راہ سلوک طے کرانے اور مریدوں کی تربیت اور ان کے کشف وقائع میں بڑے مرتبہ پر تھے۔ شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ فرماتے ہیں کہ میرے باپ نے مجھ سے پوچھا کہ اس زمانہ میں کون کون اولیاء باقی رہے ہیں۔ میں نے کہا کہ ابن عجیل یمن میں شمس الدین ساوجی شتر میں خواجہ حاجی ابہر میں' میں نے چند مشائخ کا نام جو کہ صراط مستقیم پر تھے گنا۔ میرے باپ نے کہا کہ پھر یہ کیا بات ہے کہ باوجودیکہ یہ سب بزرگ موجود ہیں تم نے شیخ نورالدین عبدالرحمٰن ہی سے کیوں ارادت وعقیدت رکھی۔ اور دوسروں کی طرف توجہ نہ کی۔ میں نے کہا' میرا ایک مطلب تھا کہ ان کے ارشاد کے سوا درست نہیں ہو سکتا تھا اور مجھے اس سے مطلب نہ تھا کہ میں بزرگوں کو دیکھتا پھروں اور جس کو سب سے بڑھ کر پاؤں۔ اس کی خدمت میں جاؤں کیونکہ اگر کسی کو لوہار سے مطلب ہو وہ سنار کی دکان پر چلا جائے تو اس پر عقل ہنسے گی۔ شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ قدس سرہ کہتے ہیں کہ اگر اس آخر زمانہ میں شیخ نورالدین عبدالرحمٰن قدس اللہ تعالیٰ روحہ کا وجود نہ ہوتا تو سلوک بالکل مٹ گیا ہوتا۔ اس کا نام ونشان باقی نہ رہتا۔ لیکن جب خدا تعالیٰ کو اس طریقہ کا قیامت تک

باقی رکھنا منظور تھا اس لئے ان کی وجہ سے اس کو نیا کر دیا۔ وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ میں ایک دن جماعت خانہ میں غائب ہو گیا تو امام غزالی رحمۃ اللہ کو دیکھا کہ زانو پر سر رکھ کر قلم دو انگلیوں میں پکڑے ہوئے حیران بیٹھے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ امام کس فکر میں ہیں؟ کہا' میں کیونکر فکر نہ کروں کہ میں نے سیمرغ کی تیس صفتیں لکھی تھیں۔ مگر اس وقت دیکھتا ہوں تو سب غلط نکلیں۔ میں نے یہ واقعہ شیخ نورالدین عبدالرحمن کی خدمت میں بیان کیا۔ فرمایا عجب بات ہے میں بھی جب موضع شقان میں تھا اس وقت مجھے معرفت کی باتیں کرنے کی بڑی حرص تھی میں نے غیبت کی حالت میں دیکھا کہ حق تعالیٰ مجھے فرماتا ہے تم نہیں جانتے کہ امام غزالی کو تمام حسرتوں میں سے ایک بڑھ کر یہ حسرت رہی کہ سلوک پورا نہ کر کے ہمارے حضور میں آئے۔ جب میں غیبت کی حالت سے باہر آیا تو اپنی زبان پر گرہ پائی اور خاموشی اختیار کی۔ اپنے کام میں مشغول ہوا۔ آپ کی ولادت شوال ۶۳۹ھ میں ہوئی اور بغداد میں ان کا انتقال ہوا۔

۴۷۳- ابوالمکارم رکن الدین علاؤ والدولہ احمد بن محمد البیابانکی السمنانی قدس اللہ سرہ

آپ دراصل سمنان کے بادشاہوں میں سے ہیں۔ پندرہ سال کے بعد سلطان وقت کی خدمت میں مشغول ہوئے۔ ایک لڑائی میں جبکہ سلطان کو دشمن سے مقابلہ پڑا۔ ان کو جذبہ ہو گیا اس کے بعد ۶۸۷ ہجری میں بغداد جا کر شیخ نورالدین عبدالرحمٰن کسرقی کی خدمت میں پہنچے جبکہ وہ عرب سے واپس تشریف لائے تھے اور ۶۸۹ھ میں ارشاد کی اجازت مل گئی اور ۷۲۰ھ کے بعد سکاکیہ خانقاہ میں سولہ سال میں ایک سو چالیس چلے نکالے۔ کہتے ہیں کہ باقی عمر میں ایک سو تیس چلہ اور نکالے اور آپ کی عمر ۷۷ سال کو پہنچی تو شب جمعہ دوسری رجب ۷۳۶ھ میں برج احرار صوفی آباد میں خدا کی رحمت میں ملے اور قطب زمانہ عماد الدین عبدالوہاب کی خانقاہ میں دفن ہوئے۔ ایک چوہان بادشاہ نے شیخ کے پاس ہرن بھیجا اور سلام کہلا بھیجا۔ عاجزی کی کہ گوشت شکار کا ہے تناول فرمایئے۔ حلال ہے۔ شیخ کہتے ہیں کہ مجھ کو اس وقت امیر نوروز کی حکایت یاد آئی جبکہ وہ خراساں میں تھا اور میں مشہد طوس کی زیارت کو گیا تھا۔ اس نے سنا اور پنجاہ سوار کے ساتھ میرے پیچھے آیا اور کہا میں چاہتا ہوں جب تک آپ خراسان میں رہیں میں آپ کے ساتھ رہوں۔ چند دن تک اس کی مصاحبت کا اتفاق پڑا۔ ایک دن آیا اور دو خرگوش لایا۔

کہا کہ میں نے تو کھایا ہے تم بھی کھاؤ۔ میں نے کہا' یہ خرگوش کا گوشت ہے۔ خواہ کسی نے مارا ہے۔ میں نہ کھاؤں گا کہا کیوں؟ میں نے کہا' امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق حرام ہے اور جب بزرگوں میں سے ایک نے اس کو حرام جانا ہے تو نہ کھانا اس کا بہتر ہے۔ چلا گیا دوسرے دن ہرن لایا اور یہ کہا کہ اس ہرن کو میں نے شکار کیا ہے۔ ایسے تیر کے ساتھ کہ جس کو میں نے خود تراشا ہے۔ میں اس گھوڑے پر بیٹھا ہوا تھا کہ جو پشت در پشت غارت سے پہلے ہم کو ملا ہے۔ میں نے کہا کہ یہ وہی حکایت مولانا جلال الدین درگزینی کی ہے کہ ایک مغلی سردار جو ہمدان کے اطراف میں رہتا تھا اور ان کے ساتھ عقیدت کا دعویٰ رکھتا تھا۔ ایک دن ان کی خدمت میں آیا۔ دو مرغابیاں لایا اور ان کے سامنے رکھ دیں اور کہا کہ ان کو میرے باز نے پکڑا ہے اور حلال ہے۔ مولانا کھائیں۔ مولانا نے فرمایا کہ مرغابی میں کلام نہیں ہے۔ اس میں کلام ہے کہ تیرے باز نے کل تک کسی بڑھیا عورت کی مرغی کھائی ہے کہ آج اس کو اس مرغابی کے پکڑنے کی طاقت آ گئی ہے۔ اٹھا اور لے جا یہ تمہارے لائق ہے۔ تمہارے گھوڑے نے کل تک کسی مظلوم کے جو کھائے ہیں کہ اس کو دوڑنے کی قوت آ گئی کہ اس کی پیٹھ پر ہرن مار سکتا ہے مجھ کو اس کا کھانا جائز نہیں۔

القصہ ہر چند کہا' مگر اس کا گوشت میں نے نہ کھایا لیکن میں نے درویشوں سے کہا کہ تم کھا لو شاید کہ عجز و نیاز سے لایا ہے تو اس کی نیاز مندی کی وجہ سے اس کا کام نکل آئے۔ ایک درویش نے شیخ سے سوال کیا کہ جب اس بدن کو خاک میں سمجھ نہیں اور جو بدن کہ روح سے فائدہ حاصل کرتا تھا اس سے جدا ہو گیا ہے اور عالم ارواح میں تو کوئی پردہ نہیں پھر کیا ضرورت ہے کہ قبر پر جایا جاوے' کیونکہ جہاں کسی بزرگ کی روح سے توجہ کی جائے گی تو ویسی ہی ہو گی جو اس کے مزار پر ہو گی۔ شیخ نے فرمایا کہ وہاں جانے میں بہت سے فائدے ہیں۔ ایک تو یہ کہ جب کسی بزرگ کی زیارت کو جاتا ہے جس قدر کہ چلے گا اسی قدر اس کی توجہ زیادہ ہو گی اور جب اس کی قبر پر پہنچے گا اور اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھے گا تو اس کی حس بھی اس کی طرف مشغول اور پورے طور پر متوجہ ہو جائے گی اور بڑا فائدہ ہوتا' دوم یہ کہ ہر چند ارواح کو حجاب نہیں ہے اور ان کو تمام جہان یکساں ہے لیکن جس بدن میں کہ ستر سال تک اس سے ملی رہی ہے اور اس کا بدن جو کہ حشر کے بعد ابدالآباد تک رہے گا وہیں ہوتا ہے۔ اس لئے اس جگہ یہ نسبت اور جگہ کے اس کی نظر اور اس کا تعلق بڑھ کر ہو گا۔ اس کے بعد حکایت کی کہ ایک دفعہ میں حضرت جنید قدس سرہ کی خلوت میں تھا۔ ان کی خلوت میں بڑا مزہ آتا تھا کیونکہ وہ جنید قدس سرہ کی خلوت تھی۔ باہر نکلا اور ان کے مزار پر گیا تو وہاں مجھے وہ مزہ نہ آیا۔ اس مطلب کو میں نے شیخ قدس سرہ کی خدمت میں عرض کیا۔ فرمایا'

کہ وہ ذوق تم نے جنید رحمۃ اللہ علیہ کے سبب پایا تھا یا نہیں۔ میں نے کہا بے شک' پھر کہا ظاہر ہے کہ وہ اپنی عمر میں چند دفعہ وہاں رہے تھے جبکہ یہاں ذوق حاصل ہوتا ہے تو چاہئے کہ ایسے بدن میں جو کئی سال تک اس کے ساتھ وہ رہے ہیں زیادہ مزہ حاصل ہو۔ لیکن ایسا نہ چاہئے کہ قبر کی طرف دیکھنے میں مشغول رہے اور توجہ میں قصور ہو جائے۔ آخر جس فرقہ میں اہل دل پوشیدہ ہوتے ہیں اس کا ذوق مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ بدن تو خرقہ سے زیادہ نزدیک ہے۔ زیارت کے بڑے فائدے ہیں۔ جو شخص یہاں پر توجہ کرے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت اس کے سفر اور رنج راہ سے باخبر ہوتی ہے اور جب وہاں جاتا ہے اور اپنی آنکھوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک روضہ کو دیکھتا ہے اور پورے طور پر متوجہ ہوتا ہے تو اس فائدہ کو اس فائدہ سے کیا نسبت اہل مشاہدہ کو یہ مطلب ثابت ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ تمام انبیاء علیہم السلام اس لئے آئے ہیں کہ وہ آنکھیں کھولیں۔ اپنے عیب اور خدا کے کمال پر اپنے عجز اور خدا کی قدرت پر اپنے ظلم اور خدا کے عدل پر' اپنے جہل اور خدا کے علم پر' اپنی ذات اور خدا کی عزت پر' اپنی بندگی اور خدا کی مالکی پر' اپنے فقر خدا کے غنا پر' اپنی تقصیر اور خدا کی نعمتوں پر' اپنے فنا اور خدا کے بقا پر علے ہذالقیاس۔ شیخ اس لئے بھی ہے کہ مریدوں کی آنکھیں اس مطلب کیلئے کھولے۔ پس جس قدر مرید اپنے اثبات وکمال میں زیادہ سعی کرے یا عمل کرے تا کہ اس کا کمال ظاہر ہو۔ شیخ اس سے زیادہ رنجیدہ ہوتا ہے۔ کیونکہ شیخ یہ سب اسی کیلئے کھینچتا ہے۔ تا کہ اس کے کمال دیکھنے والے نفس کی آنکھ کو سی دے۔ اور جو آنکھ کو خدا کا کمال دیکھے کھولے اور وہ ہر لحظ اپنے کمال میں دوسری آنکھ کھولے۔ پھر شیخ کے رنج کے ضائع ہونے میں سعی کرتا ہے۔ اپنے حق میں درویش کو چاہئے کہ نفس کے گھات میں لگا رہے تا کہ جو آنکھ کہ اپنے کمال میں کھولے اسی وقت اس کو بند کر دے۔ اگر ایسا نہ کرے گا تو اس کو معلوم ہو جائے گا کہ نفس ہر بال کے سرے سے اپنے کمال کے دیکھنے کی آنکھ کھولے گا اور خدا کے دیکھنے سے اندھی کر دے گا کیونکہ نفس کی خاصیت یہی ہے۔ آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ یہ لوگ عجیب قسم کے اعتقاد رکھتے ہیں۔ ضرور کہتے ہیں درویش کو چاہئے کہ گدا ومحتاج ہو۔ یہ نہیں جانتے کہ خدا تعالیٰ نے کبھی کسی مرشد کو مخلوق کا محتاج نہیں رکھا اور ایسا کیوں ہو کہ خدا کے بندے خدا کے سوا کسی کے محتاج رہیں۔ آخر اس دنیا کو باوجود اس نعمت کے انہیں کی برکت سے قائم رکھتا ہے۔ بلکہ پیدائش سے مقصود ہی یہی لوگ ہیں۔ کیا شیخ مجدالدین بغدادی قدس اللہ روحہ کی خانقاہ کا ایک سالانہ خرچ خوراک ۲ لاکھ دینار زر سرخ نہ تھا اور میں حساب کرتا کہ پانچ لاکھ دینار کی جائیداد خرید کر کے ان صوفیوں پر میں نے وقف کی ہے۔ جو ہمارے طریقہ پر

ہوں۔ آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے اس زمین اور مزارعہ کو حکمت سے پیدا کیا ہے وہ چاہتا ہے کہ آباد ہو اور لوگوں کو فائدہ پہنچے۔ اگر لوگ جانیں کہ دنیا کی آبادی سے کہ فائدہ اور آمدنی کیلئے کریں۔ ان میں اسراف نہ ہو۔ کس قدر ثواب ہے تو ہرگز آبادی کو ترک نہ کریں اور جان لیں کہ آبادی کے ترک کرنے اور زمین کو بیکار چھوڑنے میں کس قدر گناہ ہے تو کبھی نہ چھوڑیں کہ اس کا اسباب خراب ہو جائے۔ ہر شخص اس قدر زمین رکھتا ہے کہ اس سے ہر سال ہزار من غلہ حاصل ہوسکتا ہے۔ اگر قصور اور سستی سے ۹۰۰ من حاصل کرے اور اس کے سبب سے سو من غلہ لوگوں کے حلق سے دور رہے تو اس سے اس قدر نقصان کی بابت گرفت ہوگی۔ ہاں اگر کسی کا یہ حال ہو کہ دنیا اور اس کی آبادی کی طرف مشغول ہی نہ ہو۔ تو اس کا وقت خوش رہے گا اور اگر سستی کی وجہ سے زمین کی آبادی کو چھوڑ دے اور اس کا نام ترک دنیا اور زہد رکھے تو شیطان کی مطابعت کے سوا اور کچھ نہیں۔ کوئی شخص نکے آدمی سے بڑھ کر دنیا اور آخرت میں کم درجہ کا نہیں۔ آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ جو شخص ولایت کے مرتبہ تک پہنچے۔ ممکن نہیں کہ خدائے تعالیٰ اس کے سر پر پردہ نہ ڈالے۔ اس کو لوگوں کی آنکھوں سے نہ چھپائے۔ اس عبارت کا یہی معنی ہے اولیائی تحت قبائی یعنی میرے اولیاء میری قبا کے نیچے ہیں۔ یہ قبا بشریت کی صفت ہے نہ کپڑے وغیرہ کا پردہ اور صفات یہ ہیں کہ اس میں عیب ظاہر کرے یا اس کے ہنر کو لوگوں کی آنکھوں میں عیب دکھائیں اور **لا یعرفھم غیری** کا یہ معنی ہے کہ جب تک ارادت کے نور کے ساتھ کسی کی آنکھیں روشن نہ کریں تب تک اس ولی کو نہیں پہچانتا۔ پس وہ نور اس کو پہچانتا ہے' نہ وہ شخص۔ آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ جو درویش لوگ کام میں مشغول ہیں۔ ان کو چاہئے کہ بیکاری ان میں نہ پائے کیونکہ ایک بیکار شخص سو کام کرنے والے مردوں کو کام سے باز رکھتا ہے۔

عدوی البلید الی الجلید سریعة والجمر یوضع فی الرماد فیخمد

کند ذہن کا غلبہ تیز رو میں جلدی ہوتا ہے۔ دیکھو آگ راکھ میں رکھی جائے تو بجھ جایا کرتی ہے۔ آپ یہ بھی فرماتے ہیں۔ چاہئے کہ درویش سعی کریں کہ کھانا کھانے کے وقت اچھی طرح حاضر رہیں کیونکہ اعمال کا تخم انسانی قلب کی زمین میں ایک لقمہ ہے۔ جب غفلت سے بیج ڈالیں گے تو ممکن نہیں۔ جمعیت خاطر حاصل ہو سکے۔ اگر چہ لقمہ حلال کیوں نہ ہو۔ آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ حکیم ترمذی اور مغربیوں کی ایک جماعت یہ کہتی ہے **بدایہ الاولیاء نہایة الانبیاء** یعنی انبیاء کی نہایت اولیاء کی ابتدائی ہوتی ہے۔ میں ایک روز بغداد میں شیخ قدس سرہ کی خدمت میں تھا۔ آپ نے فرمایا' جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ان کے پاس ایک عذر ہے ان لوگوں کا اس مقولہ سے یہ

مطلب ہے بدایة الاولیاء نهایة الانبیاء فی الشریعة ونهایة الاولیاء بدایة الانبیاء فی الطریقة یعنی شریعت میں اولیاء کی ابتداء اور انبیاء کی انتہا ہوتی ہے اور طریقت میں اولیاء کی نہایت انبیاء کی ابتداء ہوتی ہے کیونکہ جب شریعت کا کمال نبی کے آخر کام میں تمام ہو چکا الیوم اکملت لکم دینکم یعنی آج کے دن ہم نے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور ولی جب تک شریعت کو پورے طور پر نہ پکڑے ولایت میں قدم نہیں رکھ سکتا۔ پس جو کچھ کہ نبی کو احکام شرع میں انتہاء میں کام ہوتا ہے وہ ولی کو ابتداء میں پڑتا ہے۔ اس لئے کہ جو شخص ان احکام پر چلے جو کہ مکہ معظمہ میں نازل ہوئے تھے اور ان احکام کی آخر عمر میں مدینہ منورہ میں داخل ہوئے پرواہ نہ کرے۔ تو ہرگز ولی نہیں ہوسکتا بلکہ اگر انکار کرے تو کافر ہو جائے گا۔ پس ابتدائے ولایت یہ ہے کہ تمام احکام شرع کو پورے طور پر قبول کرے اور ان کی اتباع کرے لیکن طریقت یہ ہے کہ ہر چند ولی سعی کرے اور اس کا مرتبہ عالی ہو۔ اس کے روح کو وہ معراج جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جسم سے ہوئی ہے حاصل نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کا ہونا محال ہے۔ پس جب ولایت کے انتہائی درجہ پر ولی کی روح جسم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت کر لیتی ہے۔ تو اب طریقت میں نہایت اولیاء بدایت انبیاء ہوئی۔ آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام عمداً گناہ ہونے سے معصوم ہیں اور اولیاء گناہ کی ذلت سے محفوظ۔ آنحضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے ان تغفر اللهم فاغفر جماوای عبدلک لاالما یعنی اے پروردگار اگر بخشتے ہو تو سب کو بخشو کیونکہ تیرا کونسا بندہ ہے جو گناہگار نہ ہو۔ اس عاجز کے نزدیک اس سے بڑھ کر اور کوئی گناہ نہیں کہ بندہ اپنے آپ کو مجرم اور قصوروار نہ جانے۔

۴۷۴- میرے بھائی علی مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ ملک شام وروم میں شیخ تھے۔ بہت سے ان کے مرید جمع ہو گئے تھے۔ چونکہ وہ ایک منصف مزاج شخص تھے۔ مریدوں کی ایک جماعت سے جو کہ مستعد تھی۔ کہا' اگر تم حق کے طالب ہو تو میں بھی اسی کا طالب ہوں۔ میں نے کوئی مرشد نہیں پایا۔ کہ جس کے پاس میں سلوک پورا کرتا۔ میں نے اب خواب میں دیکھا اور ظاہر بھی سنتا ہوں کہ خراسان میں ایک کامل مرشد ہیں۔ اٹھو تا کہ ان کے پاس چلیں اور ان سے ملیں۔ مرشد کی خدمت میں چند دن سلوک پورا کریں اور جو کچھ کہ لوگ ہم پر گمان رکھتے ہیں اس کو حاصل کریں۔ القصہ اس وجہ سے وہ آئے تھے اور شیخ (رکن الدین علاؤ الدولہ) کے مریدوں کے حلقہ میں اپنے مریدوں کی ایک جماعت کے ساتھ داخل ہوئے۔ شیخ نے فرمایا کہ پہلے ان کا عقیدہ تمہارے ساتھ ہے۔ اس کے بعد میرے ساتھ تمہارا وسیلہ ان کو نفع دے

گا کیونکہ میرے نزدیک شیخ اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ہر چند کہ خرقہ زیادہ ہوں گے۔ راستہ زیادہ روشن اور سلوک زیادہ آسان ہوگا۔ بخلاف اسناد حدیث کہ وہاں پر ہر چند واسطہ کمتر ہوگا۔ حدیث زیادہ صحیح ہوگی۔ کیونکہ وہاں جبکہ خبر ہے جس قدر کم واسطہ زیادہ ہوں گے۔ تغیر کا احتمال زیادہ ہوگا۔ لیکن یہاں کہ خرقہ ہے جس قدر کہ مشائخ کا نور زیادہ ہوگا۔ اسی قدر راستہ زیادہ روشن ہوگا اور ان کی مدد زیادہ ہوگی۔ ایک دن منصور حلاج کی حکایت پیش آ گئی۔ اخی علی مصری نے ان کے حال کی بابت دریافت کیا' حضرت شیخ نے اس کے بعد کہ ان کے بارہ میں بہت سی باتیں فرمائیں۔ یہ کہا کہ جن دنوں میں کہ میرا حال گرم تھا۔ میں ان کی زیارت کو گیا تھا۔ جب میں نے مراقبہ کیا تو ان کی روح کو علیین میں عالی مقام پر پایا۔ میں نے دعا مانگی اور کہا خداوندا یہ کیا بات ہے فرعون نے انا ربکم الاعلی یعنی میں تمہارا بڑا رب ہوں کہا اور حسین منصور نے انا الحق یعنی میں خدا ہوں کہا۔ دونوں نے خدائی دعویٰ کیا مگر حسین کی روح تو اعلے علیین میں پہنچی اور فرعون کی روح سجین میں۔ اس میں بھلا کیا حکمت ہے۔ میرے باطن میں یہ ندا آئی کہ فرعون خود بینی میں پڑ گیا اور اس نے صرف اپنے آپ کو دیکھا' ہم کو گم کر دیا تھا۔ حسین منصور نے سب کو چھوڑ کر ہمیں کو دیکھا اور اپنے آپ کو بھی گم کر دیا۔ دیکھ تو کس قدر فرق ہے۔

۴۷۵- شیخ نجم الدین محمد بن الاوکانی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ قدس سرہ کے مرید ہیں۔ آپ کی عمر اسی سال تک پہنچی تھی۔ ۷۷۸ ہجری کے مہینوں میں دنیا سے رحلت فرما گئے۔ اسفراین کے علاقہ کے ایک قلعہ میں دفن ہوئے۔ آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا علیکم بالسواد الاعظم ای بالقران یعنی بڑی جماعت کی تابعداری کرنے کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کی تابعداری کرو۔

۴۷۶- اخی محمد دہقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ

شیخ نے فرمایا ہے کہ چلہ میں جمعرات کی شب ۲۹ رات کو میں نے عالم غیب میں یہ دیکھا' کہ مسافروں کی ایک جماعت آئی ہے۔ ان میں ایک ایسا جوان ہے کہ پروردگار اس کی طرف نظر عنایت ہے۔ اس کو میرے حوالہ کر دیا ہے۔ جب میں ہوش میں آیا تو میں نے خادم سے کہا کہ میرے باہر آنے سے پہلے کسی مسافر کو باہر جانے

کی اجازت نہ دیجیو۔ اتفاقاً اسی مسافروں کی ایک جماعت آئی۔ میں نے کہا' کل جمعہ کا دن ہے میرا چلہ پورا ہو چکا ہوگا۔ تو جمعہ مسجد میں جہاں میں بیٹھا ہوں گا ان سب کو لانا تا کہ ان کو دیکھوں۔ جب میں جمعہ کے دن مسجد میں گیا۔ مسافر درویش آئے اور سلام کہا۔ میں نے ہر چند نظر کی جس کو میں نے دیکھا تھا۔ وہ ان میں نہ تھا۔ میں نے کہا' شاید یہ اور لوگ ہوں گے ہم سب نے نماز پڑھی اور خانقاہ میں آ گئے۔ خادم نے کہا' ان درویشوں میں سے ایک شخص ہے جوان کی خدمت میں مشغول ہے۔ شاید ان کے اسباب کے پاس رہا ہے اور مسجد میں نہیں آیا۔ وہ درخواست کرتا ہے کہ آپ کی زیارت کرے۔ میں نے کہا' بہت اچھا۔ جب وہ شخص آیا دور سے میں نے اس کو دیکھا' اور پہچان لیا کہ وہی ہے اور سلام کہا۔ ایک گھڑی بیٹھا اور باہر چل دیا۔ میں نے خادم کو طلب کیا اور کہا' جا اس جوان سے جو چلا گیا ہے کہہ دے تمہیں مناسب ہے کہ چند دن ہمارے پاس ٹھہرے۔ اس جماعت سے ئیحدہ رہے مجھے تم سے کچھ کام ہے جب خادم باہر گیا اس کو دیکھا کہ وہ واپس آیا تھا' اور کھڑا ہوا تھا۔ خادم نے اس سے پوچھا کہ کیا حال ہے۔ کہا میں چاہتا ہوں کہ شیخ کی خدمت میں یہ عرض کروں کہ مجھ کو قبول کر لیں اور یہیں درویشوں کی خدمت میں مشغول رہوں۔ خادم نے کہا' شیخ نے مجھ کو تمہاری طرف ہی اس مطلب کیلئے بھیجا ہے۔ اس کو لایا مسافر چل دیئے اور اس کو میں نے خدمت میں مشغول کر دیا۔ اس نے ایسی خدمت کی کہ جو آدمی سے اس سے بہتر نہیں ہوسکتی۔ تین سال تک ذکر کرتا رہا۔ اس کے بعد چند خلوتیں بیٹھا تو اس کو اچھے حالات معلوم ہونے لگے۔ ایک دن ہم سفر میں تھے۔ وہ صفہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ جہاں میں تھا اس کے حال پر میری نگاہ جا پڑی۔ میں نے دیکھا کہ اس پر عالی واردات نازل ہوتے ہیں اور اس کو عجیب حال کشف ہوتا ہے۔ اسی وقت میں اٹھا اور وہاں گیا جہاں وہ تھا۔ وہ مغلوب تھا اور اس حال میں مست ہو رہا تھا۔ میں نے اس کو آواز دی اور کہا کہ کیا حال ہے اور کیا دیکھا' بیان کرو۔ اس نے کہا میں کہہ نہیں سکتا۔ میں نے کہا' بے ہودہ باتیں نہ کر اور غصہ سے کہا' کہ سچ کہو۔

کہا بے شک مقام تو عالی تھا لیکن جب میں نے دیکھا کہ اس میں غرور پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ یہ کچھ نہیں۔ میں نے اس کو دور کر دیا۔ بارے اس مقام میں اس نے کچھ پیدا کر لیا اور مدت تک اس کے دماغ سے یہ خیال نہ جاتا تھا۔ یہاں تک کہ اس کے بعد صمدی تجلی سے روشن ہوا۔ وہ ایک ایسا مقام ہے کہ وہاں پر سالک کی سب کی طرف سے حاجت جاتی رہتی ہے۔ جب اپنے آپ کو اس حال میں دیکھا تو اس میں غرور پیدا ہوا اور اپنے آپ سے کہنے لگا کہ نہ کھانا خدا کی صفت ہے۔ سو مجھ کو حاصل ہے۔ اس کے باطن میں خدائی دعوے

آنے لگا کھانا چھوڑ دیا۔ میں ہر چند اس کو لکڑیاں مارتا اور لکڑی اس کے منہ میں دیتا۔ شربت اس کے منہ میں گراتا۔ مگر وہ پھر باہر نکال دیتا تھا۔ اس کے حلق میں نہ جاتا تھا۔ میں نے چھوڑ دیا کہ شاید اپنی خوشی سے کھائے تاہم کچھ نہ کھایا۔ چھ سال اس پر گزر گئے۔ وہ خدمت برابر کرتا تھا۔ اس کی ایک سعادت یہ تھی کہ اپنے آپ کو مجھ سے کبھی بے نیاز نہ سمجھتا تھا۔ اگر یہ نہ ہوتا تو وہ اسی گڑھے میں ہلاک ہو جاتا۔ مجھ کو ۴۷ سال ہو گئے کہ شیخ کے اشارہ سے ارشادِ خلق میں مشغول ہوں۔ اس عرصہ میں بہت سے طالبین کو دیکھا ہے لیکن ایسا مرد کہ یہ محمد ہے۔ جس کو دنیا اور اپنے لذت کی نفس سے کچھ بھی میلان نہیں ہے اور کوئی نہیں دیکھا پچیس سال ہو گئے کہ وہ درویشوں میں ہے۔ اس کا بھائی بھی خادم ہے اور خادم بھی ہیں جو اس سے پہلے کے ہیں لیکن کسی نے اس کے منہ سے نہ سنا ہوگا کہ مجھے یہ چیز چاہئے خواہ کھانا ہو یا کپڑا اور وہ چیز جو نفس کے مزہ کے متعلق ہے کبھی اس کی زبان سے نہیں سنی گئی۔ باوجودیکہ کئی بیماریاں کافی ہیں۔ کبھی کسی نے اس کو سوتے نہیں دیکھا اور کسی سے کچھ نہیں کہا۔ کسی شخص سے کوئی دوائی طلب نہیں کی۔ خلاصہ یہ کہ چھ سال تک اس نے کھانے کے مقام میں رہا۔ اس کے بعد مجھے کعبہ شریف کو لے جاتا تھا۔ اس کو میں نے اپنے ساتھ لیا۔ میرا ارادہ یہ تھا کہ ایک جماعت اس بات کا تعجب اور خدا کی قدرت میں شک کرتی تھی۔ ان کو یہ بات نقصان دیتی تھی' وہ راستہ میں اس کو دیکھ لیں اور یقین کر لیں کہ یہ کچھ نہیں کھاتا' اور وہ شبہ جاتا رہے۔ جب ہم چلے تو اس جماعت کا شک جاتا رہا۔ جب ہم مدینہ شریف پہنچے تو میں نے اس کو کہا کہ دیکھ اگر تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے' اور میرا مرید ہے تو چاہئے کہ وہ کام کرو جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے اور میں کرتا ہوں۔ ورنہ اٹھ اور چلا جا' کہ اس سے زیادہ میرے ساتھ تم نہیں رہ سکو گے۔ علی دوسی رحمۃ اللہ علیہ حاضر تھے۔ انہوں نے اس کے منہ میں لقمہ ڈالا۔ میں نے تین لقمہ معین کر دیئے کہ ایک دن میں کھا لیا کرے۔ مکہ تک اس کے منہ میں۔ مکہ میں میں نے کہا' جس طرح اور درویش کھاتے ہیں۔ تم بھی کھاؤ۔ پھر اس بھنور سے اس نے خلاصی پائی۔

۴۷۷۔ ابوالبرکات تقی الدین علی دوسی سمنانی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ بھی شیخ رکن الدین علاؤالدولہ کے مریدوں میں سے ہیں۔ ایک دن حضرت شیخ فرماتے تھے کہ جب تک سالک تجلی کے وقت کسی صورت کو سمجھے وہ ظاہری تجلی ہے۔ حق تعالیٰ کو اس صورت سے پاک سمجھنا چاہئے۔ چنانچہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے درخت سے آواز سنی تھی۔ انـــی ان اللہ یعنی میں اللہ ہوں۔ جو شخص کہے کہ

درخت خدا تھا وہ کافر ہو جاتا ہے اور جو شخص کہے کہ یہ بات خدا نے نہیں کہی وہ بھی کافر ہو جاتا ہے۔

پس ظاہری تجلی پر اس قسم کا اعتقاد رکھنا چاہئے۔ اس دن اخی علی دوسی حاضر تھے۔ شیخ نے فرمایا کہ مجھ کو اس سال علی دوسی کا واقعہ بہت اچھا معلوم ہوا ہے۔ میں درویشوں کے اعتقاد کی پختگی کیلئے کہتا ہوں۔ حق تعالیٰ نے اس پر اس سال ایک دفعہ کل موجودات کی صورت میں تجلی کی ہے۔ اس کے بعد وہ خدا کی تسبیح و تنزیہ صورتوں سے ایسے لفظ کے ساتھ کہ حق تعالیٰ اس کی زبان پر چلاتا تھا۔ کہتا تھا' حق تعالیٰ نے اپنی خودی سے اس کو پوچھا کہ تم نے مجھے دیکھا' اس نے کہا نہیں۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ چیزیں جو تم نے دیکھی تھیں کیا تھیں؟ کہا یہ تمہارے آثار افعال اور صفات کی صورتیں تھیں۔ تو سب صورتوں سے پاک ہے۔ حق تعالیٰ نے اس کی اس بات میں تعریف کی اور اس بات کو اس سے پسند کیا۔

۴۷۸- امیر سید علی بن شہاب بن محمد ہمدانی قدس اللہ سرہ

آپ علوم ظاہری و باطنی کے جامع تھے۔ ان کے اہل باطن کے علوم میں مشہور تصانیف ہیں۔ جیسے ''کتاب اسرار النقیطہ شرح اسماء اللہ' شرح فصوص الحکم' شرح قصیدہ خمزیہ فارضیہ'' وغیرہ آپ شیخ شرف الدین محمود بن عبداللہ' نمروقانی کے مرید ہیں۔ لیکن طریقت کا کسب اقطاب میں صاحب السر تقی الدین علی دوسی سے کیا ہے۔ جب شیخ تقی الدین رحلت فرما گئے' تو پھر شیخ شرف الدین محمود کی طرف رجوع کیا اور کہا' کیا حکم ہے۔ انہوں نے توجہ کی اور کہا حکم یہ ہے کہ جہان کے گرد پھرے۔ تین دفعہ تمام دنیا کا سیر کیا اور ۱۴۰۰ ولیوں سے ملے اور چار سو ولیوں کو ایک مجلس میں پایا۔ ۶ ذی الحجہ ۷۸۶ھ میں کبر وسواد ولایت کے نزدیک فوت ہوئے۔ وہاں سے ان کا کو ختلان میں نقل کر کے لے گئے۔

۴۷۹- اخی علی قتلق شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ بھی شیخ عبداللہ کے مریدوں میں سے ہیں۔

۴۸۰- شیخ عبداللہ غرجستانی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ کے مریدوں میں سے ہیں۔ خرجستان کے دیہات میں ایک گاؤں کے

رہنے والے ہیں۔ آپ چھوٹے تھے کہ جب آپ کے والد فوت ہو چکے تھے۔ ان کی والدہ نے دوسرے شخص سے نکاح کر لیا تھا۔ ایک دن کچھ اس شخص سے ایک ایسا امر ہو گیا کہ اس سے ان کو وہم ہو گیا۔ بھاگ کر گاؤں سے باہر نکل آئے۔ ان اطراف میں ایک بڑا درخت تھا' اس کے نیچے ایک پانی کا چشمہ ہے۔ اس درخت پر چڑھ کر اس کی شاخوں اور پتوں میں چھپ گئے۔ اتفاقاً درویشوں کی ایک جماعت نے وہاں پر ڈیرہ کیا۔ جب پانی کے چشمہ میں اس کا عکس دیکھا' تو انہیں درخت سے اتار لیا' اور اپنے ساتھ لے گئے۔ ان کا گزر سمنان کی طرف ہوا۔ شیخ کی خدمت میں سب گئے اور اس کو بھی ہمراہ لے گئے۔ جب شیخ کی نگاہ اس پر پڑی۔ فراست کے نور سے اس میں طریقت کے درس میں پوری قابلیت پائی۔ جب درویش سفر کو چلے اپنے درویش بھیج کر اس کو واپس کرا لیا۔ ان درویشوں نے بہت ہی اضطراب کیا۔ حتیٰ کہ حاکم وقت تک رجوع کیا' مگر چونکہ شیخ کی حقانیت سب پر ظاہر تھی۔ اس سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ پس حضرت شیخ اس کی تربیت میں مشغول ہوئے۔ شیخ کی عمدہ توجہ سے مقامات عالیہ تک پہنچ گئے جس قدر التفات وتوجہ شیخ کو اس کے حال پر تھی۔ معلوم نہیں کہ کسی اور سے ایسی ہوئی ہے۔ چنانچہ ان رباعیوں سے کہ اس کو خطاب کر کے کہی ہیں۔ ظاہر ہوتا ہے جب وہ تکمیل وارشاد طالبین کے مرتبہ تک پہنچ گئے تو ولایت طوس ان کے حوالہ ہوئی۔ پھر وہ وہاں آ کر طالبین کے ارشاد میں مشغول ہوئے۔ بادشاہ وقت نے ان سے التماس کی کہ اس کے ساتھ بعض لڑائی میں کہ دشمنوں سے اس کو اتفاق پڑا تھا' ہمراہ رہیں۔ آپ اس کے ہمراہ ہو گئے اور اسی لڑائی میں شہادت کا مرتبہ حاصل کیا۔ آپ کے جسم مبارک کو طوس میں لے گئے۔ آپ کا مزار وہاں ہے۔

۴۸۱- بابا محمود طوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ شیخ عبداللہ کے مریدوں میں سے ہیں۔ ایک دفعہ شیخ عبداللہ نے درویشوں کی ایک جماعت کو چلہ میں بٹھایا ہوا تھا۔ ایک رات خانقاہ کے خادم سے کہا کہ آج کی رات دو درویشوں کے قوی حال واقع ہوگا۔ خبردار رہو کہ مستی نہ کرنے پائیں' اور خلوت کی کھڑکی سے باہر نہ نکل جائیں۔ خادم حاضر تھا۔ اتفاقاً بابا محمود نعرہ لگاتے ہوئے اور چلاتے ہوئے خلوت سے باہر آ گئے اور ایک اور درویش جس کا نام مہند والیاس تھا وہ بھی بابا محمود کے پیچھے باہر نکل آئے۔ خادم ان دونوں کے پیچھے دوڑا۔ مہند والیاس تک پہنچ گیا اور اس کو پکڑ لیا' لیکن بابا محمود نے پہاڑ اور جنگل کا رستہ لیا۔ مہند والیاس شیخ کی اچھی تربیت اور سیاست سے فی الجملہ ہوش میں آ گئے اور بابا محمود ویسا ہی مجذوب عمر گزار گئے۔ ان سے بہت سی کرامات' خرق عادات ظاہر ہوئے ہیں۔

۴۸۲-اخی علی قتلق شاہ رحمۃ اللہ

آپ بھی شیخ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں میں سے ہیں اور ان کی حسن تربیت سے کامل مرتبہ پر پہنچ گئے تھے۔ جس زمانہ میں کہ شیخ عبداللہ کو لشکر کی طرف بلایا گیا تھا' اخی علی سفر میں تھے۔ شیخ نے فرمایا تھا کہ ہم اس لشکر میں شہادت کی سعادت حاصل کریں گے۔ ہمارے بعد ہماری جگہ پر اخی علی کو بٹھا دینا۔

۴۸۳-شیخ حافظ بہاؤ الدین عمر ابروہی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ اخی علی کے مریدوں میں سے ہیں۔ کہتے ہیں کہ وہ چھوٹی سی عمر کے تھے کہ ان کے والد فوت ہو گئے تھے۔ جب کچھ ان کو تمیز آئی تو ان کے رشتہ داروں نے ان کو درزی کی دکان پر بھیج دیا کہ درزی گری سیکھو۔ ان دنوں میں مولانا رضی الدین علی مایانی رحمۃ اللہ علیہ کہ شیخ عبداللہ خرجستانی کے مریدوں اور خضر علیہ السلام کے یاروں میں تھے۔ ابروہ میں پہنچے اور پوچھا کہ عمر کا لڑکا کہاں ہے؟ لوگوں نے کہا کہ وہ درزیوں کے پاس ہے۔ مولانا نے فرمایا' جو شخص درزیوں کے پاس جائے گا۔ زیان میں رہے گا۔ اس کو بلاؤ' بلایا گیا۔ مولانا اس کو طوس میں لے گئے۔ ایک نیک بخت حافظ کے سپرد کیا کہ اس کو قرآن حفظ کرائے۔ مولانا کچھ عرصہ کے بعد پھر وہاں تشریف لے گئے۔ شیخ نے حافظ کو دیکھا اور خفا ہو کر اس کے استاد سے پوچھا کہ تم فرزند عمر کو غالباً اسی کھانے میں سے دیتے ہو جو خود کھاتے ہو۔ اس نے کہا' حضرت کیا کروں اور میرے پاس کچھ نہیں ہوتا۔ مولانا نے فرمایا کہ اس کے ساتھ ابروہ میں جاؤ اور وہیں رہو جب تک کہ یہ قرآن حفظ کر لے۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ شیخ حافظ کہتے ہیں کہ جب شروع شروع میں مجھے سلوک کی راہ میں خدا کی خواہش پیدا ہوئی' تو نیشاپور میں مولانا شمس الدین خلیفہ ارشاد میں مشغول تھے اور شیخ علی ایک ویرانہ گاؤں میں تھے۔ جس ولایت میں کہ کسی بزرگ کا میں نام سنتا تھا' متردد ہوتا تھا کہ کہاں جاؤں۔ میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ ایک مکان بڑا بلند ہے۔ اس کی اونچی عمارت ہے۔ وہاں پر ایک جماعت خانہ ہے' جو نہایت عمدہ اور پاک ہے۔ اس کے سامنے ایک چھجہ ہے۔ اس پر ایک پردہ لٹکتا ہے۔ اس جماعت خانہ میں بہت لوگ ہیں۔ اس چھجہ میں بھی بڑے بزرگوں کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی ہے۔ مولانا شمس الدین خلیفہ اس چھجہ کے کنارہ پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس جماعت کے درمیان ایک تاج لٹک رہا ہے۔ مولانا کہتے ہیں کہ یہ تاج جس کے سر پر پورا آئے گا' ہم اسی کے حوالہ کر دیں گے۔ ہر شخص آتا تھا

اور امتحان کرتا تھا لیکن کسی کے سر پر برابر نہیں اترتا تھا۔ میں ایک گوشہ میں کھڑا ہوا' تماشہ دیکھ رہا تھا۔ اتفاقاً مولانا نے میری طرف دیکھا اور کہا' بیٹا تم بھی آگے آؤ۔ میں نے چاہا کہ آگے بڑھوں۔ اتفاقاً میں نے دیکھا کہ وہ پردہ جو چھجہ پر پڑا ہوا تھا۔ سرکا اور اس کے پیچھے سے ایک شخص رعب داب سے باہر نکلا۔ مجھ کو پکڑ کر علی اخی کی گود میں رکھ دیا اور فرمایا کہ اس لڑکے کو لو اور دودھ دو۔ اس خواب کی ہیبت سے مجھے جاگ آ گئی۔ میں نے دل میں کہا کہ مجھ کو علی اخی کی خدمت سپرد ہوئی ہے۔ ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب ان کی نظر مجھ پر پڑی۔ فرمانے لگے' حافظ مدت کے بعد دودھ لے کر آئے ہو۔ میں نے بیعت کا ہاتھ انہیں دیا' توبہ کی تلقین حاصل کی۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ جب میں عرب کے سفر میں بغداد تک پہنچا تو شیخ نورالدین عبدالرحمٰن اسفراینی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں جا اترا۔ اس وقت ان کا پوتا شیخ نورالدین عبدالرحمٰن شیخ الاسلام بغداد کا تھا' اور اپنی جد بزرگوار کا خلیفہ تھا۔ وداع کے وقت وصیت کی کہ جب روضہ شریفہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا تم کو شرف حاصل ہو' تو میرا سلام نیاز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچانا' اور یہ عرض کرنا ایک بوڑھا گناہگار تیری امت کے گناہگاروں میں عبدالرحمٰن بغدادی نے سلام عرض کیا ہے۔ جب میں شرف زیارت سے مشرف ہوا اور اس کی شرائط ادا کر چکا تو شیخ کی وصیت میرے دل میں آئی۔ جس عبارت میں کہ انہوں نے فرمایا تھا کہ تم ایسا مت کہو کیونکہ انہوں نے نہایت تواضع سے ایسا کہا ہے۔ وہ میری امت کے بڑے بزرگوں میں سے ہیں۔ واپس آنے کے بعد میں نے شیخ سے یہ حال بیان کیا۔ وہ سن کر بہت خوش ہوئے اور مجھ کو دعائے خیر کہی۔

وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ایک دفعہ اس ولایت میں بڑی وبا پڑ گئی۔ چنانچہ اکثر لوگ اپنی زندگی سے مایوس ہو گئے۔ ایک دن رضی الدین مایانی موضع مایاں سے ابردہ میں تشریف لائے۔ گاؤں کے باہر اترے اور مجھے بلایا اور کہا کہ یہ حکم ہے' میرے ہمراہ آؤ۔ شیخ محمد خالد رحمۃ اللہ کی قبر پر انجیل گاؤں میں قرآن ختم کرو۔ شاید کہ خدائے تعالیٰ اس بلا کو دور کرے۔ میں نے یہ حکم مان لیا لیکن اس وجہ سے کہ ان دنوں میں خواجہ عبدالرحمٰن گہوارہ گر قدس اللہ تعالیٰ سرہ کہ خدائے تعالیٰ کے محبوب مجذوب تھے۔ انجیل گاؤں میں ایک پتھر کے سر پر کہ شیخ محمد خالد کے مزار کے دروازہ پر تھا بیٹھے رہتے اور بلند آواز باتیں کرتے رہتے تھے۔ مولانا رضی الدین علی نہایت پابند شرع تھے۔ میں متفکر تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی ایسا امر ہو جائے کہ لوگ بلا اور وبا کو پھر طلب کریں۔ جب میں انجیل کے نزدیک پہنچا۔ ایک شخص باہر نکلا۔ میں نے اس سے خواجہ کا حال پوچھا۔ کہا ابھی پتھر پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ اتفاقاً کہا کہ فوج آتی ہے۔ میں اس کے گلہ کا حریف نہیں ہوں۔ وہاں سے اٹھ کر قریب ہی ایک خراس میں چلے گئے اور

ایک گڑھے میں چھپ گئے۔ جب ہم گاؤں میں پہنچے اور زیارت گاہ میں آئے گاؤں کے لوگ جمع ہوئے۔ اس وقت یہ خبر ملی کہ امیر علی بیگ جو کہ ولایت کا حاکم ہے' خواجہ کی زیارت کو آتا ہے۔ گاؤں کے لوگوں نے مولانا سے کہا کہ خواجہ آپ کے سبب اس خراس میں چلے گئے ہیں اگر علی بیگ آیا اور خواجہ کو اس نے دیکھا' تو ممکن ہے کہ ہم پر خفا ہو جائے۔ مولانا خراس کی طرف متوجہ ہوئے۔ جب خراس میں آئے تو فرمایا' کیا مہمان کی یہی خاطر کیا کرتے ہیں؟ جب خواجہ نے مولانا کی آواز سنی تو اس گڑھے سے باہر نکل آئے اور ایک دوسرے کے بغل گیر ہوئے۔ خواجہ نے مولانا کے کان میں کچھ کہا۔ مولانا رونے لگے۔ عرصہ تک ویسے ہی کھڑے رہے۔ ایک شخص نے مجھ کو کہا کہ امیر علی بیگ دروازہ پر کھڑا ہے' انتظار کر رہا ہے۔ میں نے مولانا کو خبر دی۔ مولانا نے فرمایا کہ امیر علی بیگ آپ کا منتظر ہے۔ خواجہ باہر نکلے۔ امیر علی نے خواجہ سے ملاقات کی۔ خواجہ نے فرمایا' مغلوک چلا جا کہ میں ایک مہمان رکھتا ہوں۔ علی بیگ چلا گیا۔ خواجہ نے اس کے پیچھے ایک نعرے مارا کہ ہے نعولک دوڑتا ہے' وہ دوڑا جا رہا تھا۔ یہاں تک کہ خواجہ کی نظر سے غائب ہو گیا۔ اس کے بعد خواجہ اور مولانا زیارت میں آئے اور میں نے اس خوف سے کہ خواجہ اونچی آواز سے نہ بولیں مولانا سے عرض کیا کہ میں قرآن شریف کو ایک رات دن میں ختم کر سکتا ہوں۔ مولانا نے فرمایا کہ تین رات دن کا حکم ہے۔ میں نے ختم شروع کیا۔ تلاوت کے درمیان خواجہ نے اونچا بولنا شروع کیا۔ مولانا نے ان کو چلا کر روکا۔ پھر آخر تک خواجہ نے کوئی بات نہیں کہی۔ جب ختم پورا ہوا اور دعا سے فارغ ہوئے تو ایک دوسرے کو رخصت کیا۔ حق سبحانہ تعالیٰ نے اس بلا کو محض اپنی عنایت و رحمت سے دفع کر دیا۔

۴۸۴- مولانا فخر الدین لورستانی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ نے ظاہری علوم کی تحصیل کی ہوئی ہے۔ ہمیشہ دل میں یہ تھا کہ تحصیل علوم کے بعد خدائے تعالیٰ کی راہ کے سلوک میں مشغول رہوں۔ ایک دفعہ مصر کے ایک مدرسہ کے ایک گھر میں رہتے تھے اور وہاں کتاب کے مطالعہ میں مشغول تھے۔ مطالعہ کرتے کرتے تھک گئے۔ طبیعت کے بہلانے کیلئے گھر سے باہر نکل آئے۔ سلوک کی خواہش ان کے دل میں تازہ ہو گئی۔ اپنے دل میں کہنے لگے' آخر ایک دن اس موجودہ بکھیڑے سے نکلنا ہی پڑے گا۔ وہ آج ہی کا دن ہونا چاہئے۔ دوبارہ گھر میں نہ گئے۔ گھر کو ویسے ہی کتابوں اور رسالے اسباب کے ساتھ کھلے دروازہ کو چھوڑ دیا اور شیخ شئی للہ رحمۃ اللہ کی خدمت میں کہ اس وقت مصر میں ارشاد کیلئے معین تھے' گئے

اور سلوک میں مشغول ہوئے۔ جب تک وہ زندہ رہے' تب تک' تو ان کی صحبت میں رہے اور جب وہ دنیا سے رحلت کر گئے تو کسی کامل مکمل کی طلب میں سفر کیا۔ اس وقت میں شیخ محی الدین طوسی کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے تھے۔ پوری شہرت رکھتے تھے' شہر طوس میں رہتے تھے۔ ان کی صحبت میں آئے لیکن جو کچھ کہ چاہتے تھے وہ وہاں نہ پایا۔ وہاں ایک اجاڑ گاؤں میں اخی علی قتلق شاہ کے فرزندوں کے پاس گئے۔ وہاں بھی اپنا مطلب نہ ملا جب وہاں سے سفر کیا تو اخی علی کے فرزندوں نے کہا کہ ہمارے پاس کے درویشوں میں ابروہ گاؤں میں ایک درویش ہیں' اگر آپ ان کو دیکھیں تو تعجب نہیں۔ دل میں کہنے لگے کہ خراسان کے شیخ وہ اور شیخ زادے ہیں تو وہ درویش کیا ہوگا لیکن احتیاطاً ابروہ میں گئے جب وہاں پہنچے تو شیخ حافظ ایک بڑے کام کیلئے دوسرے گاؤں میں گئے ہوئے تھے۔ انہوں نے وہاں پر اپنی ولایت کے نور سے ان کا آنا معلوم کر لیا۔ اور اپنے دوستوں سے کہا کہ ہمارا ایک عزیز مہمان آیا ہے۔ اپنے مطلب کو حاصل نہ کر کے ابروہ میں گیا ہے۔ جب اس کی آنکھ مولانا پر پڑی' تو اس مشہور مصرع کو پڑھنے لگے۔

یار درخانہ وماگرد جہاں مے گردم

ان کی خدمت میں رہنے لگے۔ جب تک شیخ حافظ زندہ رہے' ان کی صحبت میں رہے۔ ان کے ساتھ چلوں میں بیٹھے اور تربیت حاصل کی۔ ان کی وفات کے بعد ولایت جام میں تشریف لے گئے اور حضرت شیخ الاسلام احمد قدس اللہ سرہ کی مزار مقدسہ کے پڑوس میں چلے کھینچے ہیں اور جام کے مشائخ کے وقت کے مشائخ میں سے کسی کے ساتھ اس قدر اخلاص نہ تھا۔ جس قدر کہ ان کی نسبت تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت شیخ الاسلام احمد قدس اللہ روحہ کو اپنی تمام اولاد کے ساتھ توجہ بہت ہے۔ یہاں تک کہ خواجہ محمد خلوتی سے جو کہ ظاہر میں پریشان سے ہیں' بہت محبت کرتے ہیں۔ ہرات کے ایک عالم جو کہ زہد اور تقویٰ میں مشہور تھے اور سلوک میں بہت کوشش کرتے تھے۔ آپ کی خدمت میں آئے تھے۔ طلب کا اظہار کیا۔ ان سے آپ نے کہہ دیا کہ ہرات میں جانا چاہئے۔ ہر چند اصرار کیا فائدہ نہ ہوا جب ان کے حکم کے مطابق واپس ہوئے اور ہرات میں پہنچے' تو جلد بیمار ہو گئے۔ خدا کی رحمت سے جا ملے۔ طبیعت میں یوں آتا ہے کہ خرجرا اور جام میں اس سرائے میں کہ فقیر کے والدین سے تعلق رکھتی تھی' اترنے تھے۔ میں چھوٹا تھا اور مجھ کو اپنے زانو کے سامنے بٹھایا تھا۔ اپنی انگلیوں مبارک سے مشہور نام جیسے عمر رضی اللہ عنہ وعلی رضی اللہ عنہ ہوا پر لکھتے تھے۔ میں ان کو پڑھ لیتا تھا۔ ہنستے تھے اور تعجب کرتے تھے۔ آپ کی اس شفقت ومحبت کی وجہ سے میرے دل میں اس گروہ کی محبت واروات کا بیج بویا گیا اور اس وقت سے ہر وقت بڑھتا

جاتا ہے۔ مجھے امید ہے کہ انہیں کی محبت پر جیوں اور انہیں کی محبت میں مروں اور ان کے دوستوں کے زمرہ میں اٹھایا جاؤں۔ اللھم احینی مسکینا وامتنی مسکینا واحشرنی فی زمرۃ المساکین یعنی اے پروردگار! مجھ کو مسکینوں میں زندہ رکھیو' مسکینوں میں ماریو اور مساکین کے زمرہ میں اٹھائیو۔ ۸۲۰ ہجری کے بعد خراسان سے حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً کی زیارت کا ارادہ کرلیا۔ وہاں سے مصر میں گئے اور وہیں خدا کی رحمت میں جاملے۔ آپ کی قبر قرافہ میں ہے۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ کی قبر کے نزدیک وہاں پر سید فخر الدین مشہور ہے۔

۴۸۵- شاہ علی فراہی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ کے مرید ہیں۔ آپ کے والد فرہ کے حاکم تھے اور بوڑھے ہو گئے تھے۔ چاہا کہ حکومت سے استغفار کریں اور آخر عمر میں گوشہ نشین ہو کر طاعت وعبادت میں مشغول ہو جائیں۔ اپنے بیٹے شاہ علی کو بادشاہ وقت کے لشکر کی طرف بھیج دیا تاکہ حکومت کا فرمان اپنے نام پر لے لے اور اس کے باپ کو معاف رکھیں۔ ان کا گزر سمنان کے اطراف پر ہوا۔ اس اطراف کے ڈاکوؤں سے ان کو لڑائی کا موقع ہوا چنانچہ ان کے سب متعلقین مارے گئے۔ ان کو بھی بہت سے زخم لگے' مردوں میں پڑ گئے۔ شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ کو غیب میں معلوم ہوا کہ فلاں موقع پر مردے پڑے ہیں۔ ان میں ایک زندہ باقی ہے اور پوری قابلیت رکھتا ہے' اس کو جا کر لانا چاہئے۔ آپ گئے مگر وہاں کوئی زندہ نہ پایا۔ دوبارہ پھر حکم ہوا' دوبارہ وہاں گئے تب بھی کسی کو زندہ نہ پایا۔ تیسری دفعہ پھر حکم ہوا اس دفعہ بہت تلاش کیا' تو ان میں سے ایک میں فی الجملہ جان باقی تھی۔ اس کو معلوم کر کے اٹھا کر ہمراہ لے گئے اور اس کی خدمت کی' اس کو ہوش آ گیا۔ اس کے زخم بھی اچھے ہو گئے اور تندرست ہو گیا۔ شیخ نے کہا' اب تم تندرست ہو گئے ہو' خواہ تم بادشاہ کے پاس جاؤ اور خواہ باپ کے پاس۔ اس نے کہا کہ میری طبیعت نہیں چاہتی کہ شیخ کو چھوڑ کر کہیں اور جگہ جاؤں۔ یہی چاہتا ہوں کہ شیخ کے دامن کو پکڑ کر بیعت کر لوں۔ آخر اپنے باپ کے پاس گئے اور ان سے اجازت لے کر شیخ کی خدمت میں آئے۔ شیخ کی اچھی تربیت سے پہنچے جہاں تک پہنچے۔

۴۸۶- شیخ محمد شاہ فراہی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ ظاہری' باطنی علوم سے پیراستہ تھے۔ ایک واسطہ سے شاہ علی فراہی کے مرید ہیں۔ آخر میں حج کا ارادہ

کیا۔ ہرمز کی راہ سے جب فوجان میں پہنچے تو بیمار ہو گئے۔ وہیں وفات پائی اور وہیں آپ کی قبر ہے۔ صاحب کشف کرامت الہام ہیں کہتے ہیں کہ حج کے سفر میں ایک شہر میں پہنچے جہاں بدچلن لوگ تھے۔ آپ مراقبہ میں بیٹھے ہوئے تھے اتفاقاً چیخ ماری۔ ایک عالم نے جو وہاں ہمراہ تھا اس کا سبب پوچھا آپ نے فرمایا کہ اس شہر کے خراب لوگوں کا حال مجھ پر منکشف ہوا۔ ان میں ایک نہایت خوبصورت عورت میں نے دیکھی۔ خداوندا اس عورت کو میرے لئے بخش' میرے دل میں یہ آواز آئی کہ یوں کیوں نہیں کہتے کہ تجھے اس کی وجہ سے بخش دیں۔ اس عورت نے اسی وقت توبہ کی توفیق حاصل کی۔

۴۸۷- شیخ بہاؤ الدین عمر قدس اللہ تعالیٰ روحہ

آپ شیخ محمد شاہ کے بھانجے اور مرید ہیں۔ میں نے بعض اکابر سے سنا ہے۔ وہ کہتے تھے' معلوم نہیں کہ شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ کے اصحاب کے سلسلہ میں کوئی ان کا ہم پلہ ہوا ہے۔ بچپن سے مجذوب تھے' جذبہ کے آثار ان پر ظاہر تھے۔ نماز ادا کرنے کے وقت کسی کو پاس بٹھالیا کرتے تھے۔ کہ رکعت کے شمار کی' ان کو اطلاع دے دیا کرے کیونکہ وہ خود بخود یاد نہ رکھ سکتے تھے۔ ایک دفعہ شروع میں نہایت پیاس کی وجہ سے جو اس گروہ کو ہوتی ہے اپنے ماموں شیخ محمد شاہ سے مقصود کے نہ پانے کی بابت باتیں کرتے تھے۔ ان کے ماموں نے یہ شعر پڑھا۔

اگر نالد کسے نالد کہ یارے در سفر دارد   تو بارے از چہ مے نالی کہ یارے دل بغل داری

آپ کی یہ عادت تھی کہ جب جامع مسجد میں حاضر ہوتے' حکام اور خاص لوگوں سے مسلمانوں کے مقاصد کے کفایت کے بارہ میں باتیں کرتے تھے۔ ان کا اکثر وقت اس میں گزرتا۔ ان کے ایک مہربان دوست نے اس کی بابت سوال کیا کہ مسجد میں ان باتوں کا ذکر کیوں ہوتا ہے؟ آپ نے جواب دیا' اگر میں چپ بیٹھا رہوں اور باتوں میں مشغول نہ رہوں' تو میں مغلوب' ہلاک ہو جاتا ہوں۔ میرے حواس باختہ ہو جاتے ہیں' نہ کان سنتے ہیں' نہ آنکھیں دیکھتی ہیں۔ ایک دن ایک درویش آفتاب طلوع کے وقت ان کے پاس آیا۔ آپ زانوں پر سر رکھے ہوئے مراقبہ میں تھے۔ سر اٹھا کر فرمایا' کوئی ایسا شخص بھی ہوگا کہ صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد اس وقت تک خدائے تعالیٰ کی عبادت پچاس ہزار سال تک کر چکا ہو۔ اس بات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت زمانہ کیلئے ان کی نسبت بسط واقع ہوا تھا اور پچاس ہزار سال گزر گئے تھے جس کو عبادت میں صرف کیا تھا۔ آپ دائمی روزہ دار تھے۔ مخدومی مولانا سعد الدین کاشغری رحمۃ اللہ علیہ حکایت بیان کرتے ہیں کہ آپ کو جنگل میں ایک مرض ہو

گیا۔ ہر چند ساتھی مبالغہ کرتے تھے لیکن آپ نے افطار نہ کیا۔ میں نے ایک دن دیکھا کہ مردان غیب کی ایک جماعت آپ کے مکان کی طرف جاری ہے۔ جب دروازہ پر پہنچے تو اندر نہ آئے اور پھر گئے۔ میں نے اس قصہ کو ان سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا' ہاں وہ قطب تھے۔ ان کے اصحاب جب ان کے دروازہ پر پہنچے میں نے پاؤں لمبے کئے ہوئے تھے۔ یہ جان کر واپس چلے گئے تو میں نے اپنے پاؤں جمع کر لئے۔ تب وہ واپس آ گئے اور میرے پاس بیٹھ گئے فاتحہ پڑھی۔ مولانا فرماتے تھے کہ اسی دن سے ان کی صحت کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ اس بات کی حاجت نہ رہی کہ وہ افطار کریں۔ اس فقیر کو ان کا یہ شعر یاد ہے جبکہ بعض فقراء کو توجہ کی ہمیشگی اور مطلوب حقیقی کی طرف متوجہ ہونے کیلئے ترغیب دلا رہے تھے۔

دلارامے کہ داری دل دروبند　　　دگرنہ چشم ازہمہ عالم فروبند

آپ بروز منگل ۲۹ ربیع الاول ۸۵۷ھ میں فوت ہوئے۔ علیہ الرحمۃ المغفرۃ جب آپ نے وفات پائی ان کے بڑے فرزند اور تمام مریدوں نے موضع چھارہ کے اسی مکان میں جہاں کہ وہ دن کو بیٹھا کرتے تھے۔ ان کی قبر کھودنے کیلئے مشغول ہوئے لیکن سلطان وقت نے التماس کی کہ ان کی قبر شہر کے نزدیک ہو۔ سب نے قبول کر لیا اور جب سلطان ان کے جنازہ پر حاضر ہوئے تو ان کے جنازہ کو راستہ میں اپنے کندھے پر اٹھا کر لے گئے اور ہرات کی عیدگاہ کے شمال کی جانب دفن کیا۔ بڑا گنبد بنا دیا' جواب تک مشہور معروف ہے۔ یزار ویتبرک یعنی اس کی زیارت اور برکت حاصل کی جاتی ہے۔

۴۸۸- مولانا شمس الدین محمد اسد رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ ظاہری علوم میں طبیعت کی جودت اور تیز فہمی میں پورے مشہور تھے۔ فرماتے تھے کہ تحصیل کے زمانہ میں مجھے راہ خدا کے سلوک کی خواہش قوی ہوئی۔ اس وقت زین الدین خوانی رحمۃ اللہ تعالیٰ طالبوں کے ارشاد اور مریدوں کی تربیت میں مشغول تھے۔ میں ایک دن ان کی مجلس میں پہنچا۔ ایک جماعت کو بیعت کر رہے تھے۔ ان کو توبہ اور ذکر کی تلقین کر رہے تھے۔ درویشوں کا قاعدہ ہوتا ہے کہ جب درویش کسی کے ہاتھ کو بیعت کے وقت میں پکڑتا ہے تو بعض اس درویش کے دامن کو پکڑ لیتے ہیں اور بعض اس دوسرے کے دامن کو جہاں تک کہ پہنچ سکے' پکڑتے ہیں۔ میں نے بھی ان بعض کا دامن پکڑا جب میں اس مجلس سے باہر نکلا تو مدرسہ میں اسی حجرہ میں جہاں میں پڑھتا تھا ذکر میں مشغول ہوا' اپنے اندرون بدن ذکر کی تاثیر زیادہ پاتا تھا۔ یہاں تک کہ میرا باطن بالکل اس

درسگاہ کی طرف جذب ہوگیا۔ اس لئے میں نے تحصیل علم کو ترک کردیا۔ آپ شیخ بہاؤ الدین عمر کی خدمت میں بہت رہے ہیں' وہیں چلے کرتے تھے۔ چنانچہ لوگوں کا یہ خیال ہوگیا کہ یہ ان کے مرید ہیں' لیکن وہ اس کا اقرار نہ کرتے تھے۔ مولانا فخر لورستانی کی خدمت میں بھی رہے ہیں۔ مولانا نے اپنا جامہ ان کو پہنایا تھا۔ وہ اسے کبھی کبھی تبرک کے طور پر پہنا کرتے تھے۔ آخر میں مولانا سعد الدین کاشغری کی خدمت میں بھی بہت رہے ہیں' مولانا سعد الدین ان کی بہت تعظیم کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ان کے ساتھ میں راہ میں جارہا تھا۔ ان سے باتیں کرتے کرتے وہاں تک پہنچے کہ یوں کہا' مجھ کو ان دنوں ایک کام آپڑا ہے کہ مجھے ہرگز اس کا گمان نہ تھا اور نہ مجھے اس کی توقع تھی۔ مجملاً اس طرف اشارہ کیا کہ میں اس کی اس تحقیق سے مقام جمع سمجھ گیا۔ **واللہ تعالیٰ اعلم قال بعض العارفین اذا تجلی اللہ سبحان بذاتہ لاحدیری کل الذوات والصفات والافعال متلاشیتہ فی اشعة ذاتہ وافعالہ ویجد نفسہ مع جمیع المخلوقات کانھا مدیرة لھاوھی اعضائھا لایلم بواحد منھا شئی الا ویراہ ملما بہ ویری ذاتہ الذات الواحد وصفتہ صفتھا وفعلہ فعلھا لا ستھلاکہ بالکلیہ فی عین التوحید ولیس للانسان وراء ھذہ المرتبة مقام فی التوحید ولما انجذب بصیرة الروح الی مشاھة جمال الذات استتر نور العقل الفارق بین الاشیاء فی غلبة نور الذات القدعیة وارتفع التمیز بین القدم والحدوث لزھوق الباطل عند مجئی الحق وقسمی ھذہ الحالة جمعا** یعنی بعض عارف کہتے ہیں کہ جب خدائے تعالیٰ اپنی ذات سے کسی پر تجلی کرتا ہے تو یہ شخص تمام اشیاء وصفات وافعال کو اس کی ذات وافعال کی شعاعوں میں فنا دیکھتا ہے' اور تمام موجودات کے ساتھ اپنے نفس کی ایسی نسبت پاتا ہے کہ گویا وہ ان موجودات کا مدبر ہے اور یہ موجودات اس کے اعضاء ہیں اور ان موجودات میں سے کوئی چیز نہیں اترتی مگر یہ کہ خیال کرتی ہے کہ میں اسی کے ساتھ اتری ہوں۔ اپنی ذات کو وہی ایک ذات حق خیال کرتی ہے۔ اپنی صفت کو اس کی صفت اور اپنے فعل کو اسی کا فعل سمجھتی ہے کیونکہ بالکل عین توحید میں ہلاک ہوچکی ہے۔ انسان کیلئے اس مرتبہ کے سوا اور کوئی مقام توحید نہیں ہے اور جب روح کی بینائی جمال ذات کے مشاہدہ کی طرف کھینچ جاتی ہے تو عقل کا وہ نور جو اشیاء میں فرق کیا جاتا ہے۔ ذات قدیمہ کے نور کے غلبہ میں چھپ جاتا۔ قدم وحدوث میں فرق جاتا رہتا ہے کیونکہ حق کے آنے کے وقت باطل مٹ جایا کرتا ہے۔ اس حالت کا نام جمع رکھا گیا ہے۔ ایک روز ان کے سامنے خربوزہ کاٹا گیا جو بہت عمدہ لطیف وشیریں تھا جب آپ نے چکھا تو اس سے ہاتھ کھینچ لیا۔ لوگوں نے اس کا سبب پوچھا۔ فرمایا' میرا اس سے لذت حاصل کرنا

مجھ کو اس حالت سے کہ جس میں اب ہوں باز رکھتا ہے۔ آپ کو حال اور وجد کامل تھا۔ یہ کیفیت تھی کہ جب سماع کی مجلس میں آپ کی حالت بدلتی تو چیخیں نعرہ مارا کرتے۔ جس سے اہل مجلس پر بھی اثر ہو جاتا اور سب کا وقت خوش ہوتا۔ آپ شب جمعہ غرہ رمضان ۸۶۴ھ میں فوت ہوئے۔ آپ کی قبر دھوبیوں کے گھاٹ پر شیخ الاسلام قدس اللہ سرہ کی قبر کے نیچے ہے۔

۴۸۹- شیخ بہاؤ الدین ولد رحمۃ اللہ تعالیٰ

بعض کہتے ہیں کہ آپ شیخ نجم الدین کبریٰ کی صحبت میں بیٹھے ہیں اور ان کے خلیفہ ہیں۔ آپ کا نام محمد بن الحسن بن احمد خطیب بکری ہے۔ امیر المومنین ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ کی والدہ شاہ خراسان علاؤ الدین محمد بن خرزام شاہ کی لڑکی تھی۔ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو خواب میں اشارہ کیا تھا کہ اپنی لڑکی کا نکاح حسین خطیبی سے کردے۔ 9 ماہ کے بعد بہاؤ الدین ولد پیدا ہوئے۔ جب دو سال کے ہوئے تو آپ کے والد نے انتقال فرمایا۔ جب شعور کے سال تک پہنچے۔ علوم دینی معارف یقینی میں مشغول ہوئے۔ آپ کا کمال یہاں تک پہنچا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں ان کا لقب سلطان العلماء رکھا۔ جب آپ کا پورے طور پر ظہور ہوا اور خاص وعوام کے مرجع بن گئے تو علماء کی ایک جماعت جیسے امام فخر الدین رازی وغیرہ کو ان پر حسد ہوا اور سلطان وقت پر خروج کرنے سے ان کو متہم کیا۔ جب بغداد پہنچے ایک جماعت نے پوچھا کہ یہ لوگ کس گروہ کے ہیں اور کہاں جاتے ہیں؟ مولانا بہاؤ الدین نے فرمایا من اللہ والی اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ یعنی اللہ کی طرف سے آئے ہیں۔ اللہ کی طرف جاتے ہیں اور گناہوں سے پھرنے اور عبادت کی قوت بجز توفیق خدائی نہیں ہے۔ یہ بات شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ کی خدمت میں پہنچا دی گئی تو انہوں نے فرمایا ماھذا الا بھاؤ الدین البلخی یعنی یہ کلام سوائے بہاؤ الدین بلخی کے اور کسی کا نہیں ہے۔ شیخ نے آپ کا استقبال کیا۔ جب شیخ مولانا کے برابر پہنچے تو خچر سے اتر پڑے اور مولانا کے زانو کو چوما اور خانقاہ کی طرف جانے کی التماس کی۔ مولانا نے کہا' ہم غلاموں کو مدرسہ سے زیادہ مناسب ہے۔ اس لئے مدرسہ مستنصریہ میں اترے۔ شیخ نے اپنے ہاتھ سے آپ کے موزے اتارے۔ تیسرے دن مکہ مبارکہ کا قصد کیا اور لوٹنے کے بعد روم کی طرف متوجہ ہوئے۔ چار سال آذربائیجان روم میں رہے۔ سات سال لارندہ میں۔ مولانا جلال الدین (رومی) کی اٹھارھویں سال میں شادی کردی۔ ۶۲۳ھ میں سلطان ولد پیدا ہوئے تھے۔ جب سلطان ولد بڑے

ہوئے تو ہر شخص ان کو پہچانتا نہ تھا اور مولانا جلال الدین کے ساتھ بھائیوں کی آنکھ سے پہچانتے۔ بعد ازاں سلطان نے ان کو لارندہ سے قونویہ میں بلالیا اور بہاؤ الدین ولد وہیں خدا کی رحمت سے ملے۔

۴۹۰-سید برہان الدین محقق رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ حسینی ہیں۔ ترمذ کے رہنے والے ہیں۔ مولانا بہاؤ الدین ولد کے مریدوں میں سے ہیں۔ اپنی شرافت کے سبب خراسان اور ترمذ کے لوگوں میں سید سروان مشہور تھے۔ جس روز کہ مولانا بہاؤ الدین ولد نے وفات پائی۔ آپ ترمذ میں ایک جماعت کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ کہنے لگے' افسوس کہ میرے حضرت استاد و شیخ اس جہان سے رخصت ہو گئے۔ چند روز بعد مولانا جلال الدین کی تربیت کیلئے قونویہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ مولانا نے ۹ سال تک ان کی خدمت کی و ملازمت وہیں نیازمندی کرتے رہے' تربیتیں حاصل کیں۔ کہتے ہیں کہ جب شیخ شہاب الدین سہروردی روم میں آئے تھے تو سید برہان الدین کی زیارت کو تشریف لائے۔ سید راکھ پر بیٹھے تھے' جگہ سے ملے۔ شیخ نے دور سے تعظیم کی اور وہیں بیٹھ گئے۔ کوئی بات نہ ہوئی۔ مریدوں نے پوچھا کہ سکوت کا کیا سبب تھا؟ شیخ نے فرمایا کہ اہل حال کے سامنے زبان حال ہونی چاہئے۔ زبان قال کی ضرورت نہیں۔ لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے ان کو کیسے پایا؟ آپ نے فرمایا کہ ایک دریا ہے' معانی اور حقائق محمدی کے موتیوں کی موجیں مار رہا ہے' جو نہایت کھلا ہے اور بہت پوشیدہ۔ شیخ صلاح الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ سید کے مریدوں میں سے تھے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنا حال شیخ صلاح الدین کو بخشا اور اپنا قال مولانا کو۔ سید کا مزار مبارک دار الفتح قیصریہ میں ہے۔ سلام اللہ تعالیٰ وتحیۃ علیہ وعلی جمیع عباداللہ الصالحین

۴۹۱-مولانا جلال الدین محمد البلخی قدس اللہ تعالیٰ سرہ

مولانا کی ولادت ۶ ربیع الاول ۶۰۴ھ کو بلخ میں ہوئی ہے۔ کہتے ہیں کہ مولانا پانچ سال کی عمر میں روحانی صورتوں اور غیبی شکلوں یعنی ملائکہ لکھنے والوں نیک کاروں' جنوں' انسانوں پر جو کہ عزت کے قبوں میں چھپے ہوئے ہیں۔ ظاہر ہوا کرتے تھے اور ان کے ہم شکل بن جایا کرتے تھے۔ مولانا بہاؤ الدین کی تحریر میں یہ لکھا ہوا پایا گیا ہے کہ جلال الدین محمد شہر بلخ میں چھ سال کے تھے۔ جمعہ کے دن چند اور لڑکوں کے ساتھ ہمارے گھروں کے کوٹھوں پر سیر کر رہے تھے۔ ایک بچہ نے دوسرے بچہ سے کہا کہ آ' اس مکان سے دوسرے مکان پر کود جائیں۔

جلال الدین محمد نے کہا' اس قسم کی حرکت تو کتے' بلی اور جانوروں میں ہوتی ہے۔ افسوس ہے کہ آدمی اس میں مشغول ہو جائے' اگر تمہاری جان میں قوت ہے' تو آؤ آسمان پر اڑیں۔ اس حالت میں بچوں کی نگاہ سے غائب ہو گئے۔ بچے فریاد کرنے لگے۔ ایک لحظہ کے بعد ان کا رنگ اور طرح کا اور آنکھیں بدلی ہوئی واپس آئے اور کہا' جب میں تم سے باتیں کرتا تھا میں نے دیکھا کہ ایک جماعت سبز کپڑے پہنے ہوئے آ کر مجھ کو تم سے اٹھا کر لے گئی ہے اور آسمانوں کے گرداگرد چکر دیا۔ عالم بالا کے عجائبات مجھ کو دکھائے' لیکن جب تمہاری فریاد کی آواز سنی تو پھر اسی جگہ اتار لائے۔ کہتے ہیں کہ اسی عمر میں تین چار دفعہ دن میں ایک دفعہ کھایا کرتے تھے کہ جب آپ مکہ معظمہ گئے۔ میں نیشاپور میں شیخ فریدالدین عطار کی صحبت میں پہنچے تھے۔ شیخ نے ''کتاب اسرار نامہ'' ان کو دی تھی۔ جس کو ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ مولوی کہتے ہیں کہ میں یہ جسم نہیں ہوں کہ عاشقوں کی نگاہ میں منظور ہوں بلکہ وہ ذوق اور وہ خوشی ہوں کہ مریدوں کے باطن میں میرے کلام سے سر نکالتا ہے۔ اللہ اللہ جب اس دم کو پائے اور اس ذوق کو چکھے' تو غنیمت سمجھ اور شکر کر کہ میں وہ ہوں۔ مولوی کی خدمت میں لوگوں نے کہا۔ فلاں شخص کہتا ہے' میرا دل و جاں خدمت میں ہے۔ فرمایا کہ چپ رہو۔ لوگوں میں یہ بات کہنا' جھوٹ مشابہ ہے۔ جو یہ کہتے ہیں' اس نے ایسا دل و جان کہاں سے پایا کہ مردان خدا کی خدمت میں رہے۔ اس کے بعد حسام الدین چلپی کی طرف متوجہ ہو کر کہا' اللہ اللہ! اولیاء خدا کے ساتھ زانو بزانو ہو کر بیٹھنا چاہئے کیونکہ اس قرب کے بڑے آثار ہیں۔ رباعی

یکے لحظہ ازو دوری نشاید — کہ از دوری خرابیہا فزاید

بہر حالیکہ باشی پیش او باش — کہ از نزدیک بودن مہر زاید

آپ فرماتے ہیں' جو پرندہ زمین سے اوپر کو اڑے۔ اگرچہ آسمان تک نہ پہنچے مگر اس قدر تو ہوتا ہے کہ جال سے بہت دور جا رہتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی درویش ہو جائے اور کمال درویشی تک گو نہ پہنچے' مگر اس قدر تو ہو جاتا ہے کہ مخلوق اور بازاری لوگوں کے گروہ سے ممتاز ہوتا ہے۔ دنیا کی زحمتوں سے چھوٹ جاتا ہے اور ہلکا ہو جاتا ہے کیونکہ آیا ہے نجا المخففون وھلک المثقلون یعنی ہلکے نجات پا گئے اور بھاری ہلاک ہو گئے۔ ایک دنیا دار اور مولانا کی خدمت میں آ کر عذر کرنے لگا کہ میں خدمت کرنے سے قصوروار ہوں۔ آپ نے فرمایا' عذر کرنے کی ضرورت نہیں۔ جس قدر کہ اور لوگ تمہارے آنے سے احسان مند ہوتے ہیں ہم اسی قدر نہ آنے سے احسان مند ہیں۔ ایک دوست کو غمناک دیکھا' تو فرمایا کہ یہ ساری دل بستگی اس جہان کی محبت کی وجہ سے ہے۔

مردی یہ ہے کہ اس جہان سے آزاد رہے۔ اپنے آپ کو مسافر سمجھے۔ ہر رنگ میں کہ دیکھے اور ہر مزہ کہ چکھے جان لے کہ اس کے ساتھ نہ رہے گا۔ پھر دوبارہ کبھی دلتنگ نہ ہوگا۔ فرماتے ہیں کہ آزاد مردوہ ہے کہ کسی کی تکلیف دینے سے رنجیدہ نہ ہو۔ جوان مرد وہ ہے کہ تکلیف دینے کے مستحق کو تکلیف نہ دے۔ مولانا سراج الدین قونوی صاحب صدر اور بزرگ وقت تھے' لیکن مولوی سے خوش نہ تھے۔ لوگوں نے ان کے سامنے بیان کیا کہ مولانا یہ کہتے ہیں۔ میں تہتر مذہب کے ساتھ ایک ہوں۔ جب وہ صاحب غرض تھے چاہا کہ مولانا کو تکلیف دے اور بے عزت کرے۔ اپنے مقربوں میں سے ایک شخص کو جو بڑا دانا عالم تھا۔ بھیجا کہ سب کے سامنے مولانا سے پوچھ کہ تم نے ایسا کہا ہے کہ میں تہتر مذاہب سے ایک ہوں۔ مولانا نے کہا' ہاں میں نے کہا ہے۔ اس شخص نے زبان کھولی اور گالیاں اور کمینہ پن کرنے لگے۔ مولانا ہنس پڑے اور فرمایا کہ میں اس کے ساتھ بھی جو تم کہتے ہوں' ایک ہوں۔ وہ شخص شرمندہ ہو گیا اور واپس چلا گیا۔ شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ کہتے ہیں کہ مجھ کو یہ بات بہت اچھی معلوم ہوئی۔ مولوی خادم سے ہمیشہ یہ سوال کرتے کہ آج ہمارے گھر میں کچھ ہے' اگر کہتا کہ خیر ہے' اور کچھ چیز نہیں تو خوش ہوتے اور شکر کرتے کہ الحمدللہ آج ہمارا گھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے مشابہ اور اگر کہتا کہ آج باورچی خانہ کی ضرورت کے موافق ہے' تو شرمندہ ہوتے اور فرماتے کہ اس گھر سے فرعون کی بو آتی ہے۔ کہتے ہیں' آپ کی مجلس میں شمع نہ جلاتے تھے' مگر اتفاقیہ۔ روغن و چراغ کے بغیر کہتے کہ **ھذا للملوک ھذا للصعلوک** یعنی یہ بادشاہ ہونے کیلئے رہے' اور یہ مفلسوں کیلئے۔ ایک دن آپ کی مجلس میں شیخ اوحدالدین کرمانی رحمۃ اللہ کی حکایت بیان کرتے تھے کہ وہ مرد شاہد باز تھے' لیکن پاکباز تھے۔ ناشائستہ کام نہ کرتے تھے۔ فرمایا' کاش کرتے اور گزر جاتے۔

اے برادر بے نہایت در گہے است   بر ہر آنچہ مے رسی بردے مایست

ایک دن فرماتے تھے کہ ارباب کی آواز بہشت کی دروازے کی آواز ہے' جو ہم سنتے ہیں۔ ایک منکر نے کہا' ہم بھی وہی آواز سنتے ہیں لیکن یہ کیا بات ہے کہ ہم ویسے گرم نہیں ہوتے جیسے مولانا ہوتے ہیں۔ مولوی نے فرمایا' ہرگز نہیں۔ حاشا کہ جو کچھ ہم سنتے ہیں' وہ اس کے کھلنے کی آواز ہے' جو کچھ وہ سنتا ہے وہ اس کے بند ہونے کی آواز ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک شخص ایک درویش کی خلوت میں آیا اور کہا' تنہا کیوں بیٹھا ہے؟ کہا اس وقت جو تو آیا ہے اور خدا سے مجھے روکا ہے' تنہا ہوا ہوں۔ ایک جماعت نے مولوی رحمۃ اللہ علیہ سے امامت کی درخواست کی۔ شیخ صدرالدین قونیوی بھی اس مجلس میں تھے۔ کہا' ہم ابدال لوگ ہیں۔ جہاں جاتے ہیں' وہیں بیٹھ جاتے ہیں اور

وہیں اٹھتے ہیں۔ امامت کیلئے تصوف و تمکین کے لوگ مناسب ہیں۔ شیخ صدرالدین کو اشارہ کیا۔ یہاں تک کہ وہ امام بنے۔ فرمایا من صلی خلف امام تقی فکانما صلی خلف نبی یعنی جس متقی امام کے پیچھے نماز پڑھی تو گویا اس نے نبی کے پیچھے نماز پڑھی۔ مولانا سماع میں تھے' ایک درویش کے دل میں یہ گزرا کہ آپ سے سوال کرے۔ فقر کیا چیز ہے؟ مولانا نے سماع کی حالت میں یہ رباعی پڑھی۔

الجوھر فقر وسوی الفقر عرض　　　الفقر شفاء وسوی الفقر مرض

العالم کلہ خداع و غرور　　　والفقر من العالم سی و غرض

یعنی جوہر تو فقر ہے اور فقر کے سوا سب غرض ہے' فقر شفا ہے' فقر کے سوا مرض ہے۔ جہاں تمام دھوکا فریب ہے' فقر جہان کا بھید اور غرض ہے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ درویش گناہ کرتا ہے؟ فرمایا' نہیں' مگر اس وقت کہ بے بھوک کھانا کھائے کیونکہ بغیر بھوک کے کھانا کھانا' درویش کیلئے بڑا گناہ ہے۔ فرمایا کہ صحبت پیاری شے ہے' لاتصاحبوا غیر ابنا الجنس یعنی ناجنسوں کے ساتھ صحبت نہ رکھو' اور کہا' اس بارہ میں میرے خداوند شمس الدین تبریزی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ مرید مقبول کی علامت یہ ہے کہ ہرگز بیگانہ مردوں کی صحبت میں نہ جا سکے' اگر اتفاقاً کبھی بیگانہ صحبت میں جا پھنسے' تو ایسا بیٹھے۔ جیسا منافق مسجد میں جا بیٹھا ہے اور بچہ مکتب میں قیدی قید خانہ میں۔ آخیر مرض اپنے اصحاب سے کہا کہ میرے فوت ہونے سے غمناک نہ ہونا کہ منصور رحمۃ اللہ علیہ کی روح نے ڈیڑھ سو سال کے بعد شیخ فریدالدین عطار کی روح پر تجلی کی اور اس کی مرشد بنی جس حالت میں کہ رہو' میرے ساتھ رہنا اور مجھے یاد کرنا تا کہ میں تمہارا مددگار معاون بنوں گا۔ خواہ کسی لباس میں ہوں گا' اور فرمایا کہ جہان میں ہمارے دو تعلق ہیں۔ ایک تو بدن کے ساتھ اور دوسرا تمہارے ساتھ اور جب حق سبحانہ کی مہربانی سے فرد اور مجرد ہوتا ہوں اور تجرید و تفرید کا عالم نظر آتا ہے۔ وہ تعلق بھی تمہاری ملک ہو جائے گا۔ شیخ صدرالدین آپ کی عبادت کو آئے تو فرمایا شفاک اللہ عاجلاً یعنی خدا تم کو جلد شفا دے۔ آپ کے درجات بلند ہوں' امید ہے کہ صحت ہو گی۔ مولانا جہان کے جان ہے۔ فرمایا کہ اس کے بعد شفاک اللہ تمہارے لئے ہو۔ بے شک عاشق و معشوق کے درمیان شعر سے بڑھ کر کوئی پرواہ نہیں رہا۔ تم نہیں چاہتے کہ نور نور سے مل جائے۔

من شدم عریاں زتن اواز خیال　　　می خرامم درنہایات الوصال

شیخ اصحاب کے ساتھ مل کر رونے لگے۔ حضرت مولانا نے یہ غزل کہی۔

چہ دانی تو کہ در باطن　　　چہ شاہے ہم نشین دارم

مولانا نے اصحاب کی وصیت میں ایسا فرمایا ہے اوصیکم بتقوی اللہ فی السر والعلانیۃ وبقلۃ الطعام وقلۃ المنام وقلۃ الکلام وھجریان المعاصی والاثام و مواظب الصیام و دوام القیام و ترک الشھوات علی الدوام واحتمال الجفاء من جمیع الانام و ترک مجالستۃ السفھاء والعوام ومصاحبہ الصالحین والکرام وان خیر الناس من ینفع الناس و خیر الکلام ماقل ودل والحمد للہ وحدہ یعنی میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ خدا سے باطن اور ظاہر میں ڈرتے ہو‘ تھوڑا کھانا کھایا کرو‘ تھوڑا سویا کرو‘ تھوڑی باتیں کیا کرو اور گناہ چھوڑ دو۔ ہمیشہ روزہ رکھا کرو‘ ہمیشہ قیام شب کیا کرو‘ ہمیشہ شہوت کو چھوڑ دو‘ سب لوگوں کا ظلم اٹھاتے رہو‘ کمینوں اور عام کی مجلس ترک کر دو‘ نیک بختوں اور بزرگوں کی صحبت رکھو۔ بہتر وہ شخص ہے جو لوگوں کو فائدہ پہنچائے۔ بہتر کلام وہ ہے کہ جو تھوڑا اور بامعنی ہو اور خدا کیلئے کی تعریف ہے۔ سوال کیا گیا کہ مولوی رحمۃ اللہ علیہ کی خلافت کیلئے کوئی شخص مناسب ہے؟ فرمایا چلپی حسام الدین۔ تین دفعہ یہی سوال و جواب مکرر ہوا۔ چوتھی دفعہ لوگوں نے کہا کہ سلطان ولد کی نسبت آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ وہ پہلوان ہے‘ وصیت کی حاجت نہیں۔ چلپی حسام الدین نے پوچھا کہ آپ کی نماز کون پڑھائے گا؟ فرمایا‘ شیخ صدرالدین اور فرمایا‘ یا تو مجھے ادھر کھینچتے ہیں‘ اور مولانا شمس الدین اس طرف بلاتے ہیں۔ یاقومنا اجیبوا داعی اللہ یعنی اے ہماری قوم کے پکارنے والے کی بات سنو‘ ضرور چلے جانا ہے۔ آپ آفتاب کے غروب کے وقت ۵ جمادی الاخر ۶۷۲ھ میں فوت ہوئے۔ شیخ موید الدین جندی سے سوال کیا گیا کہ شیخ صدرالدین مولوی رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں کیا کہتے تھے؟ کہا‘ واللہ ایک دن شیخ اپنے خاص یاروں جیسے شمس الدین ایکی ایک‘ فخرالدین عراقی‘ شرف الدین موصلی‘ شیخ سعید فرغانی وغیرہ ہم بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں مولانا کی عادت وطبیعت کی نسبت باتیں ہونے لگیں۔ حضرت شیخ نے فرمایا‘ اگر بایزید اور بسطامی رحمۃ اللہ علیہ اس زمانے میں ہوتے‘ تو اس مرد مردانہ کے غاشیہ بردار ہوتے اور اس کو بڑا احسان سمجھتے۔ فقر محمدی کا خوان سالار وہ ہے۔ ہم اس کی طفیل سے مزے لے رہے ہیں۔ تمام مریدوں نے اس کا انصاف کیا اور شاباش کہا۔ اس کے بعد شیخ موید نے کہا‘ میں بھی اس سلطان کے نیازمندوں میں سے ہوں اور یہ شعر پڑھا۔

لو کان فینا للالوھیۃ صورۃ   ھی انت لااکنی ولا اتردد

یعنی اگر ہم میں خدائی کیلئے کوئی صورت ہوتی‘ تو وہ ہم ہی ہوتے‘ نہ اس میں کنایہ کرتا ہوں اور نہ تردد۔

۴۹۲-مولانا شمس الدین محمد بن علی بن ملک داؤد التبریزی رحمۃ اللہ تعالیٰ

مولوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے القاب میں یہ لکھا ہے المولی الاعز الداعی الی الخیر خلاصۃ الارواح سر المشکوۃ والزجاجۃ والمصباح شمس الحق والدین نور اللہ فی الاولین والاخرین یعنی وہ مولانا عزیز تر خیر کی طرف بلانے والے ارواح کا خلاصہ طاق اور شیشہ کے اوپر چراغ کے بھید ہیں۔ حق اور دین کے آفتاب اولین و آخرین میں خدا کے نور ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں ابھی مکتب میں تھا اور بالغ نہ ہوا تھا' اگر چالیس روز مجھ پر گزرتے۔ سیرت محمدی کے عشق کی وجہ سے مجھ کو کھانے کی آرزو نہ ہوتی تھی اور کھانے کی باتیں کرتے' تو میں ہاتھ اور سر سے منع کر دیتا تھا۔ آپ شیخ ابوبکر زنبیل باف تبریزی کے مرید ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ شیخ رکن الدین سنجاسی کے مرید ہیں۔ شیخ اوحدالدین کرمانی بھی ان کے مرید ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ بابا کمال جندی کے مرید ہیں۔ ممکن ہے کہ سب کی خدمت میں پہنچے ہوں اور سب سے تربیت پائی ہو۔ آخر حال میں ہمیشہ سفر کرتے تھے۔ کالا نمدا پہنے رہتے تھے۔ جہاں جاتے کاروانسرائے میں ٹھہرتے۔ کہتے ہیں کہ جب خطہ بغداد میں پہنچے' شیخ اوحدین کرمانی سے ملے اور پوچھا کہ کس کام میں ہو؟ کہا کہ چاند کو پانی کے طشت میں دیکھتا ہوں۔ مولانا شمس الدین نے فرمایا اگر گردن پر دنبل نہیں رکھتا تو کیوں آسمان پر نہیں دیکھتا۔ کہتے ہیں کہ اس وقت جبکہ مولانا شمس الدین بابا کمال جندی کی صحبت میں تھے۔ شیخ فخر الدین عراقی بھی شیخ بہاؤ الدین زکریا کے فرمان کے مطابق وہیں رہتے تھے۔ جو فتح اور کشف شیخ فخر الدین عراقی کی ہوتی تھی۔ اس کو نظم و نثر کے لباس میں ظاہر کرتے تھے اور بابا کمال جندی کی نظر میں گزارتے تھے۔ شیخ شمس الدین اظہار نہ کرتے تھے۔ ایک دن بابا کمال نے ان سے کہا' اے فرزند شمس الدین! جو اسرار و حقائق کہ فرزند فخر الدین عراقی ظاہر کرتا ہے' تجھ پر ان میں سے کچھ بھی ظاہر نہیں ہوتا۔ کہا' اس سے بڑھ کر مشاہدہ ہوتا ہے لیکن اس وجہ سے کہ وہ بعض اصطلاحات اختیار کرتا ہے۔ وہ ایسا کر سکتا ہے کہ ان کو اچھے لباس میں جلوہ دے' لیکن مجھے اس کی طاقت نہیں۔ بابا کمال نے فرمایا کہ حق سبحانہ تعالیٰ تم کو مصاحبی نصیب کرے کہ اولین و آخرین کے معارف و حقائق تمہارے نام پر ظاہر کر دے اور حکمت کے چشمے جو اس کے دل سے زبان پر جاری ہوتے ہیں اور حرف اور آواز کے لباس میں آتے ہیں۔ اس لباس کا نقش تیرے نام پر ہو۔ کہتے ہیں کہ مولانا شمس الدین ۶۴۲ھ میں مسافرت کی حالت میں قونیہ میں پہنچے۔ شکر ریزان کی سرائے میں اترے۔

مولانا نے اصحاب کی وصیت میں ایسا فرمایا ہے اوصیکم بتقوی اللہ فی السر والعلاینة وبقلة الطعام وقلة المنام وقلة الکلام وھجریان المعاصی والاثام و مواظب الصیام و دوام القیام و ترک الشھوات علی الدوام واحتمال الجفاء من جمیع الانام و ترک مجالستة السفھاء والعوام ومصاحبه الصالحین والکرام وان خیر الناس من ینفع الناس و خیر الکلام ماقل ودل والحمد للہ وحدہ یعنی میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ خدا سے باطن اور ظاہر میں ڈرتے ہو' تھوڑا کھانا کھایا کرو' تھوڑا سویا کرو' تھوڑی باتیں کیا کرو اور گناہ چھوڑ دو۔ ہمیشہ روزہ رکھا کرو' ہمیشہ قیام شب کیا کرو' ہمیشہ شہوت کو چھوڑ دو' سب لوگوں کا ظلم اٹھاتے رہو' کمینوں اور عام کی مجلس ترک کر دو' نیک بختوں اور بزرگوں کی صحبت رکھو۔ بہتر وہ شخص ہے جو لوگوں کو فائدہ پہنچائے۔ بہتر کلام وہ ہے کہ جو تھوڑا اور بامعنی ہو اور خدا اکیلے کی تعریف ہے۔ سوال کیا گیا کہ مولوی رحمۃ اللہ علیہ کی خلافت کیلئے کوئی شخص مناسب ہے؟ فرمایا چلپی حسام الدین۔ تین دفعہ یہی سوال و جواب مکرر ہوا۔ چوتھی دفعہ لوگوں نے کہا کہ سلطان ولد کی نسبت آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ وہ پہلوان ہے' وصیت کی حاجت نہیں۔ چلپی حسام الدین نے پوچھا کہ آپ کی نماز کون پڑھائے گا؟ فرمایا' شیخ صدرالدین اور فرمایا' یا تو مجھے ادھر کھینچتے ہیں' اور مولانا شمس الدین اس طرف بلاتے ہیں۔ یاقومنا اجیبوا داعی اللہ یعنی اے ہماری قوم کے پکارنے والے کی بات سنو' ضرور چلے جانا ہے۔ آپ آفتاب کے غروب کے وقت ۵ جمادی الاخر ۶۷۲ھ میں فوت ہوئے۔ شیخ موید الدین جندی سے سوال کیا گیا کہ شیخ صدرالدین مولوی رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں کیا کہتے تھے؟ کہا' واللہ ایک دن شیخ اپنے خاص یاروں جیسے شمس الدین ایکی ایک' فخر الدین عراقی' شرف الدین موصلی' شیخ سعید فرغانی وغیرہ ہم بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں مولانا کی عادت وطبیعت کی نسبت باتیں ہونے لگیں۔ حضرت شیخ نے فرمایا' اگر بایزید اور بسطامی رحمۃ اللہ علیہ اس زمانے میں ہوتے' تو اس مرد مردانہ کے غاشیہ بردار ہوتے اور اس کو بڑا احسان سمجھتے۔ فقر محمدی کا خوان سالار وہ ہے۔ ہم اس کی طفیل سے مزے لے رہے ہیں۔ تمام مریدوں نے اس کا انصاف کیا اور شاباش کہا۔ اس کے بعد شیخ موید نے کہا' میں بھی اس سلطان کے نیازمندوں میں سے ہوں اور یہ شعر پڑھا۔

لو کان فینا للالوھیة صورة   ھی انت لاکنی ولا اتردد

یعنی اگر ہم میں خدائی کیلئے کوئی صورت ہوتی' تو وہ ہم ہی ہوتے' نہ اس میں کنایہ کرتا ہوں اور نہ تردد۔

۴۹۲-مولانا شمس الدین محمد بن علی بن ملک داؤد التبریزی رحمۃ اللہ تعالیٰ

مولوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے القاب میں یہ لکھا ہے المولی الاعز الداعی الی الخیر خلاصۃ الارواح سر المشکوۃ والزجاجۃ والمصباح شمس الحق والدین نور اللہ فی الاولین والاخرین یعنی وہ مولانا عزیز تر خیر کی طرف بلانے والے ارواح کا خلاصہ طاق اور شیشہ کے اوپر چراغ کے بھید ہیں۔ حق اور دین کے آفتاب اولین و آخرین میں خدا کے نور ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں ابھی مکتب میں تھا اور بالغ نہ ہوا تھا' اگر چالیس روز مجھ پر گزرتے۔ سیرت محمدی کے عشق کی وجہ سے مجھ کو کھانے کی آرزو نہ ہوتی تھی اور کھانے کی باتیں کرتے' تو میں ہاتھ اور سر سے منع کر دیتا تھا۔ آپ شیخ ابوبکر زنبیل باف تبریزی کے مرید ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ شیخ رکن الدین سنجاسی کے مرید ہیں۔ شیخ اوحد الدین کرمانی بھی ان کے مرید ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ بابا کمال جندی کے مرید ہیں۔ ممکن ہے کہ سب کی خدمت میں پہنچے ہوں اور سب سے تربیت پائی ہو۔ آخر حال میں ہمیشہ سفر کرتے تھے۔ کالا نمدا پہنے رہتے تھے۔ جہاں جاتے کاروانسرائے میں ٹھہرتے۔ کہتے ہیں کہ جب خطہ بغداد میں پہنچے' شیخ اوحدین کرمانی سے ملے اور پوچھا کہ کس کام میں ہو؟ کہا کہ چاند کو پانی کے طشت میں دیکھتا ہوں۔ مولانا شمس الدین نے فرمایا اگر گردن پر دنبل نہیں رکھتا تو کیوں آسمان پر نہیں دیکھتا۔ کہتے ہیں کہ اس وقت جبکہ مولانا شمس الدین بابا کمال جندی کی صحبت میں تھے۔ شیخ فخر الدین عراقی بھی شیخ بہاؤ الدین زکریا کے فرمان کے مطابق وہیں رہتے تھے۔ جو فتح اور کشف شیخ فخر الدین عراقی کی ہوتی تھی۔ اس کو نظم و نثر کے لباس میں ظاہر کرتے تھے اور بابا کمال جندی کی نظر میں گزارتے تھے۔ شیخ شمس الدین اظہار نہ کرتے تھے۔ ایک دن بابا کمال نے ان سے کہا' اے فرزند شمس الدین! جو اسرار و حقائق کہ فرزند فخر الدین عراقی ظاہر کرتا ہے' تجھ پر ان میں سے کچھ بھی ظاہر نہیں ہوتا۔ کہا' اس سے بڑھ کر مشاہدہ ہوتا ہے لیکن اس وجہ سے کہ وہ بعض اصطلاحات اختیار کرتا ہے۔ وہ ایسا کر سکتا ہے کہ ان کو اچھے لباس میں جلوہ دے' لیکن مجھے اس کی طاقت نہیں۔ بابا کمال نے فرمایا کہ حق سبحانہ تعالیٰ تم کو مصاحبی نصیب کرے کہ اولین و آخرین کے معارف و حقائق تمہارے نام پر ظاہر کر دے اور حکمت کے چشمے جو اس کے دل سے زبان پر جاری ہوتے ہیں اور حرف اور آواز کے لباس میں آتے ہیں۔ اس لباس کا نقش تیرے نام پر ہو۔ کہتے ہیں کہ مولانا شمس الدین ۶۴۲ھ میں مسافرت کی حالت میں قونیہ میں پہنچے۔ شکر ریزان کی سرائے میں اترے۔

مولانا اس زمانہ میں تدریس علوم میں مشغول تھے۔ ایک دن آپ فضلاء کی ایک جماعت کے ساتھ مدرسہ سے باہر نکلے اور شکر ریزان کی سرائے کے سامنے سے گزر رہے تھے۔ شمس الدین سامنے سے آئے اور مولانا کی سواری کی باگ پکڑی اور کہا یا امام المسلمین بایزید بڑے بزرگ ہیں' یا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ مولانا نے کہا' اس سوال کی ہیبت سے گویا ساتوں آسمان ایک دوسرے سے جدا ہو گئے اور زمین پر گر پڑے اور بڑی آگ میرے دل سے دماغ تک لگی اور وہاں سے میں نے دیکھا کہ دھواں عرش کے ساق تک نکلا۔ اس کے بعد میں نے جواب دیا کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہان کے لوگوں سے بزرگ تر ہیں' چہ جائے کہ بایزید رحمۃ اللہ علیہ۔ انہوں نے کہا' پس اس کا کیا مطلب ہے کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم' تو فرماتے ہیں' **ماعرفناک حق معرفتک** یعنی ہم نے تیرا حق معرفت نہیں پہچانا' اور ابو یزید کہتے ہیں **سبحانی ماعظم شانی وانا سلطان السلاطین** یعنی میں پاک ہوں' میری بڑی شان ہے اور میں بادشاہوں کا بادشاہ ہوں۔ آپ یہ بھی کہتے ہیں کہ میں نے یہ جواب دیا کہ ابو یزید کی پیاس ایک گھونٹ سے بعد ہو گئی۔ اس لئے سیرابی کا دم مارنے لگے۔ ان کے ادراک کا کوزہ اس سے بھر گیا۔ وہ نور اس کے گھر کی سوراخ کے برابر تھا' لیکن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑی پیاس تھی اور آپ کا سینہ مبارک **الم نشرح لک صدرک** یعنی ہم نے آپ کا سینہ نہیں کھول دیا' کے مطابق خدا کی بڑی فراخ زمین بنا ہوا تھا۔ اس لئے آپ نے پیاس کا دم مارا اور ہر روز قریب کی زیادتی کا تقاضا کیا۔ مولانا شمس الدین نے نعرہ مارا اور گر پڑے' مولانا خچر سے اتر آئے اور شاگردوں کو حکم دیا کہ ان کو پکڑ لیں اور مدرسہ میں لے جائیں۔ جب تک ان کو ہوش نہ آیا تھا۔ ان کے سر مبارک زانو پر رکھا تھا۔ اس کے بعد ان کے ہاتھ کو پکڑا اور روانہ ہو گئے۔ تین مہینہ برابر دن رات صوم وصال کے ساتھ خلوت میں بیٹھے اور ہرگز باہر نہ آئے۔ کسی کو طاقت نہ تھی کہ خلوت میں ان کے پاس آئے۔ ایک دن مولانا شمس الدین نے مولانا معشوق کی درخواست کی۔ مولانا اپنی بیوی کا ہاتھ پکڑ کر سامنے لے آئے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ میری جانی بہن ہے۔ مجھے ایک نازنین لڑکا چاہئے۔ اسی وقت اپنے فرزند سلطان ولد کو سامنے لائے۔ فرمایا کہ یہ میرا فرزند ہے۔ اب اگر قدرے شراب ہاتھ لگے تو مزہ دیتی۔ مولانا باہر آئے اور آتش پرستوں کے محلہ میں ایک گھڑا شراب کا بھرا ہوا لے آئے۔ شمس الدین نے فرمایا کہ میں' تو مولانا کے فراخ مشرب کی طاعت کی قوت کا امتحان کرتا تھا۔ جس قدر لوگ کہتے ہیں اس سے وہ بڑھ کر ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں ان مشائخ سے پوچھتا ہوں کہ **لی مع اللہ وقت** یعنی اللہ کے ساتھ ایک وقت ہے۔ کیا ایسا وقت ہمیشہ رہتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہمیشہ نہیں رہتا' مقصود مولانا یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہمیشہ رہتا

ہے اور یہ نادر ہے۔

فرمایا کہ ایک شخص نے امت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک درویش کو یہ دعا دی اور کہا کہ خدائے تعالی تجھ کو جمعیت خاطر دے۔ اس نے کہا کہ ہے ہے یہ دعا مت کر' بلکہ میرے لئے یہ دعا مانگ کہ اے رب اس سے جمعیت خاطر لے لے۔ خدایا اس کو تفرقہ دے کہ میں جمعیت سے عاجز آ گیا ہوں۔ فرماتے ہیں' ایک نے کہا کہ غسل خانہ میں خدا کا نام نہ لینا چاہئے۔ قرآن نہیں پڑھنا چاہئے' مگر آہستہ۔ میں نے کہا' میں یہ کیسے کر سکتا ہوں' اس کو اپنے سے جدا نہیں کر سکتا۔ بادشاہ گھوڑے سے نیچے نہیں اترتا۔ گھوڑا بے چارہ کیا کرے۔ بعض کہتے ہیں کہ جب مولانا شمس الدین قونیہ میں پہنچے اور مولانا کی مجلس میں آئے تو مولانا حوض کے کنارہ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ چند کتابیں اپنے پاس رکھی تھیں۔ پوچھا یہ کیسی کتابیں ہیں؟ مولانا نے کہا کہ ان کو قیل و قال کہتے ہیں۔ آپ کو اس سے کیا مطلب؟ مولانا شمس الدین نے ہاتھ بڑھایا اور تمام کتابوں کو حوض میں ڈال دیا۔ مولانا بڑے افسوس سے کہتے کہ ہے ہے' درویش تم نے یہ کیا کیا؟ ان میں سے بعض میرے والد کے فوائد تھے کہ اب وہ میسر نہیں ہو سکتے۔ شیخ شمس الدین نے پانی میں ہاتھ ڈالا اور ایک ایک کتاب کو باہر نکالا۔ پانی کا اثر ذرا بھی نہ ہوا۔ مولانا نے کہا کہ یہ کیا بھید ہے؟ شیخ شمس الدین نے فرمایا' یہ ذوق و حال ہے۔ تجھ کو اس کی کیا خبر۔ اس کے بعد ایک دوسرے کے پاس آتے رہے' جیسا کہ گزرا۔ ایک رات شیخ شمس الدین مولانا کی خدمت میں خلوت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک شخص نے دروازہ کے باہر شیخ کو اشارہ کیا کہ باہر آیئے۔ فی الحال اٹھ کھڑے ہوئے۔ مولانا سے کہا' مجھے قتل کیلئے بلاتے ہیں۔ بہت توقف کے بعد مولانا نے فرمایا الا له الخلق والامر تبارک الله رب العالمین یعنی دیکھو! اسی کیلئے خلق اور امر ہے۔ وہ اللہ ربّ العالمین بابرکت ہے۔ سات شخص ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے ہوئے' گھات میں کھڑے تھے۔ انہوں نے چھری چلائی۔ شیخ نے نعرہ مارا۔ چنانچہ وہ جماعت بے ہوش ہو گئی اور گر پڑی۔ ان میں سے ایک علاؤ الدین محمد تھا۔ جو مولانا کا فرزند تھا اور اس داغ سے داغ دار تھا۔ انه لیس من اھلک یعنی بے شک وہ تمہارے اہل میں سے نہیں ہیں۔ جب وہ جماعت ہوش میں آئی تو سوائے خون کے چند قطروں کے اور کچھ نہ دیکھا۔ اس روز سے اب تک سلطان معنی کا نشان ظاہر نہیں ہے اور یہ واقعہ ۶۴۵ھ میں ہوا تھا۔ وہ سب نالائق' ایک ایک بلا میں مبتلا ہوئے اور ہلاک ہو گئے۔ علاؤ الدین محمد کو عجب قسم کی بیماری ہوئی۔ انہیں دنوں میں فوت ہو گیا اور مولانا اس کے جنازہ پر حاضر نہ ہوئے۔ بعض کہتے ہیں کہ شیخ شمس الدین مولانا بہاؤ الدین کے پہلو میں دفن ہوئے۔ بعض کہتے ہی کہ ان نالائقوں نے آپ کے بدن مبارک کو کنویں میں ڈال دیا

تھا۔ ایک رات سلطان ولد نے خواب میں دیکھا کہ شیخ شمس الدین نے اشارہ کیا کہ میں فلاں کنویں میں سوتا ہوں۔ تب آدھی رات کو محرم دوستوں کو جمع کیا اور مولانا کے مدرسہ میں بانی مدرسہ امیر بدرالدین کے پہلو میں دفن کر دیا۔ واللہ اعلم۔

۴۹۳۔ شیخ صلاح الدین فریدوں القونیوی المعروف بزرکوب رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ شروع میں سید برہان الدین محقق ترمذی کے مرید تھے۔ ایک دن زرکوبوں کے محلہ سے گزر رہے تھے۔ ان کے ضرب کی آواز سے ان میں حال ظاہر ہو گیا' چکر کھانے لگے' شیخ صلاح الدین الہام کے ساتھ دکان سے باہر کود پڑے اور مولانا کے قدم پر سر رکھ دیا۔ مولانا نے اس کو بغل میں لے لیا اور بڑی مہربانی کی۔ ظہر کی نماز سے لے کر عصر تک مولانا سماع میں تھے اور یہ غزل فرمائی۔

یکے گنجے پدید آمد دریں دکان زرکوبی زہے صورت زہے معنی زہے خوبی زہے خوبی

شیخ صلاح الدین نے فرمایا کہ دکان کو لوٹ لو اور دونوں جہان سے آزاد ہو گئے۔ مولانا کی صحبت میں روانہ ہو گئے۔ مولانا نے وہی عشق بازی کہ شیخ شمس الدین کے ساتھ رکھتے تھے۔ ان سے شروع کی' دس سال تک آپس میں انس و محبت رہی۔ ایک دن مولانا سے سوال کیا گیا کہ عارف کون ہوتا ہے؟ کہا وہ جو تیرے دل کی باتیں کہے اور تم خاموش بیٹھے رہو اور ایسا مرد صلاح الدین ہے۔ جب سلطان ولد بلوغ کے درجہ تک پہنچے' تو مولانا نے شیخ صلاح الدین کی دختر نیک اختر کو ان کیلئے منسوب کیا اور چلپی عارف اس دختر سے پیدا ہوئے تھے۔ شیخ صلاح الدین قونیویہ میں مولانا بہاؤ الدین کے پڑوس میں فوت ہو گئے۔

۴۹۴۔ شیخ حسام الدین حسبی بن محمد بن الحسن بن اخی ترک رحمۃ اللہ تعالیٰ

جب شیخ صلاح الدین انتقال فرما گئے' تو مولانا کی خدمت کی مہربانی اور ان کی خلافت چلپی حسام الدین کی طرف منتقل ہوگئی اور عشق بازی کی بنیاد ان سے رکھی۔ مثنوی کی نظم کا باعث وہ ہوئے کیونکہ جب چلپی حسام الدین نے اصحاب کا میلان خاطر الٰہی نامہ حکیم سنائی اور منطق الطیر شیخ عطار اور ان کے مصیبت نامہ کی طرف دیکھا تو مولانا سے درخواست کی کہ غزلیات کے اسرار بہت ہو گئے ہیں اگر ایسی کتاب جس کی طرز الٰہی نامہ سنائی یا منطق الطیر کی ہو نظم کی جائے تاکہ دوستوں کیلئے یادگار رہے' تو نہایت مہربانی ہوگی۔ مولانا نے اسی وقت اپنی دستار کے

سرے سے ایک کاغذ چلپی کے ہاتھ میں دیا۔ جس پر اٹھارہ بیت اول مثنوی کے لکھے ہوئے تھے۔ اس شعر سے

بشنواز نے چون حکایت میکند   از جدانہا شکایت میکند

لے کر اس شعر تک

پس سخن کوتاہ باید والسلام

بعدازاں مولانا نے فرمایا' پہلے اس سے کہ تمہارے دل سے یہ خواہش پیدا ہو۔ عالم غیب سے میرے دل میں یہ بات القا کی گئی تھی کہ اس قسم کی کتاب نظم کی جائے۔ تب پورے اہتمام سے مثنوی کی نظم شروع کر دی۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا کہ اول شب سے طلوع فجر تک مولانا تصنیف کرتے اور چلپی حسام الدین لکھتے جاتے تھے' اور اس کے مجموعہ کو بلند آواز سے مولانا کی خدمت میں پڑھتے تھے۔ جب پہلی جلد ختم ہو چکی تو چلپی حسام الدین کی بیوی فوت ہوگئیں اور اسی درمیان میں سستی آ گئی۔ دو سال کے بعد چلپی حسام الدین نے مولانا کی خدمت میں بڑی عاجزی سے بقیہ مثنوی کو پورا کرنے کیلئے درخواست کی چنانچہ دوسری جلد کے شروع میں اس طرف اشارہ کیا ہے۔

مدتے ایں مثنوی تاخیر شد   مہلتے بایست تاخوں شیر شید

بعدازاں آخر تک مولانا فرماتے تھے اور چلپی حسام الدین لکھتے جاتے تھے۔ ایک دن چلپی حسام الدین نے کہا کہ جس وقت اصحاب مثنوی مخدومی کو پڑھتے ہیں اور اہل حضور اس کے نور میں مستغرق ہو جاتے ہیں تو میں دیکھتا ہوں کہ ایک غیبی جماعت ہاتھوں میں تلواریں لئے ہوئی' دور باش کرتی ہوئی' حاضر ہوتی ہے۔ جو شخص اخلاص سے اس کو نہیں سنتے۔ ان کے ایمان کی جڑوں اور دین کی شاخوں کو کاٹتے ہیں' اور کشاں کشاں دوزخ کے گڑھے میں لے جاتے ہیں۔ مولانا نے فرمایا کہ ہاں ایسا ہی ہے' جیسا کہ تم نے دیکھا ہے۔

دشمن ایں حرم ایندم در نظر   شد مثل سرنگوں اندر سقر

اے حسام الدین تو دیدی حال او   حق عوذت پاسخ افعال او

۴۹۵- سلطان ولد قدس اللہ تعالیٰ روحہ

آپ نے سید برہان الدین محقق اور شیخ شمس الدین تبریزی کی لائق خدمتیں کی ہیں اور شیخ صلاح الدین کے ساتھ جو کہ ان کی بیوی کے باپ تھے' اچھا عقیدہ رکھتے تھے۔ ۱۱ سال تک چلپی حسام الدین کو اپنا قائم مقام اور باپ کا خلیفہ بنایا تھا۔ کئی سال تک اپنے والد کا کلام کی فصیح زبان اور فصیح بیان سے تقریر کیا کرتے تھے۔ ان کی

ایک مثنوی ہے جو کہ حدیقہ حکیم سنائی کے وزن پر ہے۔ بہت سے معارف واسرار اس میں لکھے ہیں۔ بارہا مولانا ان کو خطاب کرتے۔ ان اشبہ الناس بی خلقا و خلقا یعنی تم مجھ سے خلق اور خُلق میں بہت مشابہ ہو۔ ان سے بہت محبت کرتے۔ کہتے ہیں کہ آپ نے موٹے قلم سے مدرسہ کی دیوار پر لکھ رکھا تھا کہ ہمارا بہاؤ الدین نیک بخت ہے' خوش زندگی اور خوش چلتا ہے۔ واللہ اعلم کہتے ہیں کہ ایک دن ان پر مہربانی فرماتے تھے۔ اور کہتے تھے' اے بہاؤ الدین! میرا اس عالم میں آنا' تمہارے ظہور کی وجہ سے تھا۔ یہ باتیں میرے قول ہیں اور تیرے فعل۔ ایک دن مولانا نے ان سے کہا' دمشق میں جاؤ اور مولانا شمس الدین کو تلاش کرو۔ اس قدر سونا چاندی اپنے ساتھ لے جاؤ اور اس سلطان کی جوتی میں گراؤ اور ان کی مبارک جوتی کو روم کی طرف پھیر دے۔ جب تم دمشق میں پہنچو تو صاحیہ میں ایک مشہور سرائے ہے' جس کو کسرہ کہتے ہیں۔ وہاں جانا کہ ان کو وہاں پاؤ گے۔ جو فرنگی بچہ خوبصورت کے ساتھ شطرنج کھیلتے ہوں گے جب آپ بازی جیت لیتے ہیں تو سونا اس سے لیتے ہیں اور جب وہ جیت جاتا ہے تو آپ تھپڑ کھاتے ہیں۔ خبردار انکار نہ کیجئو کہ وہ لڑکا بھی اسی گروہ میں سے ہے' لیکن وہ اپنے آپ کو جانتا نہیں۔ آپ چاہتے ہیں کہ اس کو اس بات کا آشنا کر دے۔ جب سلطان ولد دمشق کی طرف گئے تو مولانا شمس الدین کو وہیں پایا۔ جہاں کہ آپ نے ان کا پتہ بتایا تھا۔ اسی بچہ سے شطرنج کھیل رہے تھے۔ آپ نے ہمراہیوں کی ایک جماعت کے ساتھ ان کے سامنے سر رکھ دیا اور بڑی عاجزی کی۔ اس فرنگی بچہ نے جب یہ حال دیکھا تو ان کی بزرگی کو معلوم کر لیا۔ اپنی بے ادبیوں سے نادم ہوا۔ سر برہنہ کیا اور ایمان لایا اور انصاف سے کھڑا ہو گیا۔ چاہا کہ جو کچھ رکھتا ہے' اس کو لٹا دے۔ مولانا شمس الدین نے نہ چھوڑا اور فرمایا کہ فرنگستان میں جا اور اس ملک کے عزیزوں کو مشرف با سلام کر اور اس جماعت کا قطب بن۔ بعد ازاں سلطان ولد نے جو کچھ سونا چاندی کہ لائے تھے' ان کی جوتی میں ڈال دیا اور ان کی جوتی روم کی طرف پھیر دی اور مولانا روم کے تمام مخلصین کی طرف سے درخواست کی۔ آپ نے قبول فرمایا جو گھوڑا کہ آپ رکھتے تھے اس کو کسا۔ مولانا شمس الدین سوار ہوئے اور سلطان ولد پیادہ ان کی رکاب میں روانہ ہوئے۔ مولانا شمس الدین نے فرمایا کہ بہاؤ الدین سوار ہو جاؤ۔ انہوں نے زمین پر سر رکھا اور کہا کہ بادشاہ بھی سوار اور غلام بھی سوار یہ ہرگز جائز نہیں۔ دمشق سے قونیہ تک آپ کی رکاب میں پیادہ گئے۔ جب قونیہ پہنچے تو مولانا شمس الدین نے سلطان ولد کی خدمتیں مولانا سے بیان کیں اور کہتے تھے کہ میں نے اس کو یوں کہا' اور اس نے مجھے یہ جواب دیا اور بڑی خوشی ظاہر کرتے تھے۔ پھر کہا کہ مجھ کو خدائے تعالیٰ کی بخششوں میں سے دو چیزیں عنایت ہوئی ہیں۔ سر اور سر اور سر تو مولانا کی راہ میں اخلاص کے ساتھ میں

نے فدا کر دیا اور سر کو بہاؤ الدین ولد کو بخش دیا اگر بہاؤ الدین کی عمر نوح علیہ السلام کے برابر ہوتی اور سب کو اس راہ میں صرف کر دیتا' تو وہ بات میسر نہ ہوتی۔ جو اس کو اس سفر میں مجھ سے ملی ہے۔ امید ہے کہ تم سے بھی حصے لے گا۔ جب مولانا انتقال فرما گئے' تو بعد ساتویں دن کے چلپی حسام الدین اٹھے اور تمام اصحاب کے ساتھ سلطان ولد کی خدمت میں آئے اور کہا' میں چاہتا ہوں کہ آج کے بعد باپ کی جگہ پر آپ بیٹھیں۔ مخلصوں اور مریدوں کو ارشاد کرو اور ہمارے سچے شیخ بنو اور میں آپ کی رکاب میں کندھے پر زین پوش اٹھا کر چلوں گا اور غلام کروں گا۔ یہ شعر پڑھا۔

برخانہ دل اے جاں آں کیست کہ استادہ　　　برتخت شاہ کہ باشد جز شاہ شاہزادہ

سلطان ولد نے سر رکھا اور بہت روئے اور فرمایا۔ **الصوفی اولی بخرقته والیتیم احری بخرقته** یعنی صوفی زیادہ لائق ہے' اپنے خرقہ کے ساتھ' اور یتیم زیادہ لائق ہے' اپنے جلن کے ساتھ۔ جس طرح تم میرے والد بزرگوار کے زمانہ میں خلیفہ اور بزرگوار تھے۔ ویسے ہی اس زمانہ میں ہمارے خلیفہ اور بزرگ ہو۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایک دن میرے والد نے کہا' بہاؤ الدین! اگر تم چاہتے ہو کہ ہمیشہ بڑے بہشت میں رہو' تو سب کے دوست بنے رہو۔ کسی کا غصہ دل میں نہ رکھو اور یہ رباعی پڑھی۔

رباعی

بتی طلبی زہی ہیچکس بیش مباش　　　چوں مرہم و موم باش چون نیش مباش
خواہی کہ زہی ہیچکس بتوبد نرسد　　　بدگوئی و بدآموز و بداندیش مباش

تمام انبیاء علیہم السلام نے یہی کیا ہے' اور اس عادت کو صورت میں لائے ہیں۔ اس لئے تمام لوگ ان کے اخلاق کے مغلوب ہو گئے' اور ان کی مہربانی کے گرویدہ ہو گئے۔ جب دوستوں کو یاد کرتا ہے' تو تیرے دل کا باغ خوشی سے کھل جاتا ہے' اور پھول ریحان سے جاتا ہے' اور جب دشمنوں کا ذکر کرتا ہے' تو تیرے دل کا باغ کانٹے اور سانپ سے بھر جاتا ہے اور پژمردہ خاطر ہو جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ وفات کی رات میں نے خود یہ بیت سنا ہے۔

امشب شب آنست کہ بینم شادی　　　دریا بم از خدائے خود آزادی

آپ ہفتہ کی رات کو ۱۰ شہر رجب ۷۱۲ھ میں فوت ہوئے ہیں۔

۴۹۶-شہاب الدین سہروردی قدس اللہ تعالیٰ روحہ

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے القاب میں ایسا لکھتے ہیں' استاد زمانہ فرید آدانہ' مطلع الانوار' منبع الاسرار' دلیل الطریقہ' ترجمان الحقیقت' استاد الشیوخ' الاکابر الجامع' بین علم الباطن' والظاہر' قدوۃ العارفین وعمدۃ السالکین العالم الربانی' شہاب الدین ابوحفص عمر بن البکری اسہروردی قدس اللہ سرہ یعنی آپ زمانہ کے فرد' انوار کے مطلع' اسرار کے سرچشمہ' طریقہ کے رہنما' حقیقت کے ترجمان' بڑے بڑے شیوخ کے استاذ' علم باطن وظاہر کے جامع' عارفوں کے پیشوا' سالکوں میں عمدۂ عالم ربانی شہاب الدین ابوحفص عمر بن محمد بکر سہروردی خدا ان کے سر کو پاک کرے۔

آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں اور تصوف میں آپ کا نسب اپنے چچا ابوالنجیب سہروردی سے ملتا ہے اور شیخ عبدالقادر گیلانی کی صحبت میں رہے ہیں۔ اس کے سوا اور بہت سے مشائخ کو ملے ہیں۔ کہتے ہیں' مدت تک بعض ابدال کے ساتھ عبادان کے جزیرہ میں رہے ہیں۔ خضر علیہ السلام سے بھی ملے ہیں۔ شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ نے آپ کو کہا ہے انت اخر المشھورین بالعراق یعنی تم ان بزرگوں کے آخر میں ہو۔ جو عراق میں مشہور ہوں گے۔ آپ کی تصنیفات ہیں۔ جیسے ''عوارف' اشف النصائح' اعلام الہدیٰ'' وغیرہ وغیرہ۔ ''عوارف'' کو تو مکہ معظمہ میں تصنیف کیا ہے۔ جب آپ پر کوئی مسئلہ مشکل ہو جاتا تو خدائے تعالیٰ کی طرف توجہ کرتے اور بیت اللہ کا طواف کرتے تو اشکال رفع ہوتا اور حق امر ظاہر ہوتا۔ اپنے وقت میں بغداد کے شیخ الشیوخ تھے۔ اہل طریقت دور نزدیک شہروں سے آپ سے مسائل فتویٰ پوچھا کرتے۔ کتب الیہ بعضھم یاسیدی ان ترکت العمل اخلدت الی البطالۃ وان عملت دخلنی العجب فکتب فی جوابہ اعمل واستغفر اللہ من العجب یعنی ایک شخص نے آپ کو لکھا' اے میرے سردار اگر میں عمل چھوڑتا ہوں تو بے ہودہ پن کی طرف جاتا ہوں اور اگر عمل کرتا ہوں تو مجھ میں غرور آ جاتا ہے۔ اس کے جواب میں آپ نے یہ لکھا ہے کہ عمل کر اور تکبر سے توبہ کر۔ رسالہ اقبالیہ میں ہے کہ شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ نے کہا ہے کہ لوگوں نے شیخ سعد الدین حموی سے پوچھا کہ شیخ محی الدین عربی کو تم نے کیسے پایا؟ کہا بحر مواج لانھایۃ لہ یعنی ایک موجزن سمندر تھے جس کی انتہا نہیں۔ پھر پوچھا کہ شیخ شہاب الدین سہروردی کو کیسے پایا؟ کہا نور متابعۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی جبین السھروردی شئی اخر یعنی سہروردی کی پیشانی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کا نور ایک اور ہی قسم کا ہے۔

آپ کی ولادت ماہ رجب ۵۳۹ھ ہجری میں اور وفات ۶۳۲ ہجری میں ہوئی۔

۴۹۷- شیخ نجیب الدین بن برغش شیرازی قدس اللہ سرہ

آپ عالم اور عارف سرچشمہ علوم ومعارف تھے۔ آپ کے والد بڑے امین سوداگر اور بڑے غنی تھے۔ شام سے شیراز میں آئے تھے اور وہیں عیال دار متوطن ہو گئے تھے۔ ایک رات خواب میں دیکھا کہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ آپ کے سامنے کھانا لائے ہیں اور ان کے ساتھ کھایا۔ ان کو خوشخبری دیتے ہیں کہ حق سبحانہ تعالیٰ تم کو فرزند صالح نجیب عنایت کرے گا۔ جب وہ فرزند پیدا ہوا تو اس کا نام علی رکھا' جو کہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ کا نام تھا اور لقب نجیب الدین رکھا۔ آپ نے شروع حال ہی میں فقراء کی محبت اختیار کی۔ ان کے ساتھ بیٹھا کرتے تھے۔ ہر چندان کے باپ ان کو فاخرہ لباس پہنایا کرتے اور لذیذ کھانے دیا کرتے لیکن آپ ادھر توجہ نہ کرتے تھے اور کہا کرتے میں عورتوں کے کپڑے نہ پہنوں گا اور نازکوں کا کھانا نہیں کھاتا۔ اونی کپڑے پہنا کرتے اور بے تکلف کھانا کھایا کرتے۔ یہاں تک کہ بڑے ہوئے اور طلب کی خواہش ان میں قوی ہوئی۔ تنہا گھر میں بسر کیا کرتے تھے۔ ایک رات آپ نے خواب دیکھا کہ شیخ کبیر کے روضہ میں ایک پیر مرد باہر نکلے ہیں۔ ان کے پیچھے اور چھ پیر ہیں۔ جو ایک راہ میں ایک دوسرے کے پیچھے جا رہے۔ اول پیر آپ کے منہ کو دیکھ کر ہنسے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر آخر پیر کے ہاتھ میں دیا اور کہا کہ یہ امانت ہے۔ جو خدائے تعالیٰ نے تیرے پاس بھیجی ہے۔ جب جاگے تو اس خواب کو باپ سے بیان کیا۔ باپ نے کہا' میں اس خواب کی تعبیر نہیں بیان کر سکتا' مگر شیخ ابراہیم بیان کریں گے۔ وہ ان دنوں میں عقلمند دیوانوں میں مشہور تھے۔ کسی کو اس کے پاس بھیجا کہ اس خواب کی تعبیر کا سوال ان سے کرے۔ جب شیخ ابراہیم نے اس بات کو سنا تو کہا یہ خواب سوائے علی برغش کے اور کسی کو نہیں آیا۔ پیر اول شیخ کبیر اور دوسرے پیر وہ ہیں جنہوں نے یہ طریقہ ان سے لیا ہے اور چاہئے کہ یہ آخر پیر زندہ ہو کہ جس کے حوالہ اس کی تربیت کی ہے۔ چاہئے کہ اس شخص کو طلب کرے تاکہ مقصود تک پہنچے۔ آپ نے باپ سے اجازت مانگی کہ اس شیخ کو طلب کرے مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے جب شیخ شہاب الدین سہروردی کی خدمت میں پہنچے تو ان کو پہچان لیا کہ یہ وہی شخص ہے کہ خواب دیکھا تھا شیخ بھی ان کے حال سے اطلاع رکھتے تھے ان کے خواب کے مضمون کو ان سے بیان کر دیا۔ آپ شیخ کی خدمت میں رہے۔ برسوں گزارے۔ خرقہ پہنا شیخ وغیرہ کی تصنیفات کو شیخ سے سنا اور شیخ کے حکم سے شیراز میں آئے اور عیال دار بنے۔ خانقاہ بنائی۔ طالبوں کے ارشاد میں مشغول ہوئے۔ ان کے حالات وکرامات لوگوں میں مشہور ہوئے۔ آپ کی باتیں لطیف اور رسالے شریف ہیں۔ جن

سے حضرت شیخ شہاب الدین کے انفاس کی خوشبو آتی ہے۔ ایک دن ان سے لوگوں نے کہا کہ توحید کی بات کو مثال دے کہ روشن کیجئے۔ کہا' دو آئینہ اور ایک سیب سے ایک فاضل وہاں پر حاضر تھے جنہوں نے اس کو نظم میں کر دیا اور کہا۔

شیخ کامل نجیب الدین پیر کہن　　　ایں حرف نو آوردہ بصحرائے کہن
گفتا کہ زوحدت ارمثالے خواہی　　　سیبے دو آئینہ تصور میکن

ایک اور دن فرمایا کہ ہمیشہ معشوق کے خال کا میں وصف بیان کرتا ہوں اور یہ عجیب ہے کہ اس کا کوئی خال نہیں ہے۔ پھر فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ اس کو کوئی نظم کر دے۔ وہی فاضل حاضر تھے۔ جنہوں نے یہ کہا۔ رباعی

اے آنکہ ترا بحسن تمثال نیست　　　چوں حال من از خال رخت خالی نیست
وصائی من ہمہ زخال رخ تست　　　ویں طرفہ کہ بررخ تو خود حالی نیست

آپ ماہ شعبان ۶۷۸ ہجری میں فوت ہوئے۔

۴۹۸- شیخ ظہیر الدین عبدالرحمٰن بن علی برغش رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ اپنے باپ کے خلف الصدق اور خلیفہ برحق تھے۔ جب آپ کی والدہ آپ سے حاملہ ہوئیں تو شیخ شہاب الدین نے ان کیلئے اپنے ایک خرقہ مبارک کا ایک ٹکڑا ارسال کیا۔ جب پیدا ہوئے تو ان کو اس میں لپیٹ دیا۔ اول خرقہ کو جو دنیا میں پہنا ہے' اس نے پہنا ہے۔ جب بڑے ہوئے تو باپ کی خدمت میں مشغول ہوئے اور تربیت پائی۔ باپ کی زندگی کے دنوں میں حج کو گئے۔ عرفہ کی رات کو دیکھا کہ میں روضہ شریفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آیا ہوں اور سلام کہا۔ حجرہ شریفہ میں سے آواز آئی علیک السلام یا ابالنجاشی۔ آپ کے باپ اس پر مطلع ہوئے اور اپنے اہل کو اس خواب کی خبر دی۔ ان کو خوشخبری سنائی کہ مقصود حاصل ہو گیا۔ اس کے بعد درس کہا اور حدیث کی روایت کی اور تصنیف شروع کی۔ آپ کی تصانیف میں سے ایک یہ ہے کہ عوارف کا ترجمہ کیا ہے اور اس میں بہت سی تحقیقات جو کشف و الہام سے معلوم ہوئی ہیں' لکھی ہیں۔ بلند مقامات تک پہنچے۔ عمدہ کرامات سے مشہور ہوئے اور آپ شیخ شہاب الدین سہروردی کے دو شعر اکثر پڑھا کرتے تھے۔

وقد کنت لا ارضی من الوصل بالرضی　　　واخذنا من فوق الرضی متبرما
فلما تفرقنا وشط مالنا　　　قنعت بطیف منک یاتی مسلما

یعنی میں پہلے اس سے وصل کی رضا سے راضی نہ ہوتا تھا اور ہم نے رضا سے بلند تر مرتبہ بلول خاطر لے لیا۔
جب ہم جدا ہو گئے اور ہمارا رجوع دور تک ہو گیا تو میں نے تیرے خیال پر قناعت کی' جو سلام کرتا ہوا آتا ہے۔
تب ماہ رمضان ۷۱۶ھ میں فوت ہوئے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ

۴۹۹- شیخ محمد یمنی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ نجیب الدین برغش قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں چند اصحاب کی جماعت کے ساتھ شیخ شہاب الدین قدس سرہ کی خدمت میں کھڑا تھا۔ شیخ نے فرمایا کہ یاروں میں سے کوئی خانقاہ سے باہر جائے۔ ایک مسافر شخص کو جو باہر پائے' اس کو اندر لائے۔ کیونکہ محبت کی بو میرے دماغ میں آتی ہے۔ ایک یار باہر گیا تو وہاں پر کسی کو نہ پایا۔ واپس آیا کہ میں نے تو وہاں کسی کو نہیں پایا۔ شیخ نے غصہ سے فرمایا کہ دوبارہ جا کہ تجھ کو مل جائے گا۔ دوبارہ گیا۔ ایک حبشی دیکھا۔ جس پر مسافرت اور غربت کے آثار تھے۔ ان کو اندر لایا۔ اس نے ارادہ کیا کہ جوتیوں کی جگہ پر بیٹھ جائے۔ شیخ نے کہا' اے شیخ محمد نزدیک آ کہ تم سے محبت کی خوشبو آتی ہے۔ وہ آگے بڑھا اور شیخ کے پہلو میں بیٹھ گیا۔ شیخ اور اس نے آپس میں بھید کی باتیں کیں۔ پھر اس حبشی نے شیخ کی ران پر بوسہ دیا۔ شیخ نے فرمایا کہ دستر خوان لاؤ۔ کچھ کھانا کھایا۔ میں روزہ دار تھا۔ شیخ نے فرمایا جو شخص روزہ دار ہے وہ اپنے حال پر رہے۔ اس دستر خوان پر انار تھے۔ شیخ انار کھاتے تھے اور اس کے دانہ منہ سے نکال کر اپنے سامنے رکھتے تھے۔ میرے دل میں گزرا کہ میں وہ دانہ اٹھا لوں۔ کیونکہ شیخ کے منہ کی برکت ان تک پہنچی ہے۔ میں اس سے افطار کروں گا۔ جب یہ بات میرے دل میں گزرا کہ میں وہ دانہ اٹھا لوں۔ کیونکہ شیخ کے منہ کی برکت ان تک پہنچی ہے۔ میں اس سے افطار کروں گا۔ جب یہ بات میرے دل کی بات کو اس حبشی نے ہاتھ بڑھایا اور ان کو لے کر کھا لیا اور میری طرف دیکھ کر ہنس پڑا۔ میں نے جانا کہ میرے دل پر گزری تو اس نے معلوم کر لیا۔ جب دستر خوان اٹھایا گیا تو شیخ نے کہا' شیخ محمد حافظ قرآن ہے' لیکن کچھ عرصہ ہوا ہے کہ تنہا پڑھتا رہا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ کوئی حافظ اس کے سامنے ہر روز کچھ قرآن پڑھا کرے۔ شیخ کے مریدوں میں جو حافظ تھا' اس نے جب شیخ کی عنایت اس کے حال پر دیکھی تو سب نے اس بات کی خواہش کی۔ میرے دل میں یہ بھی گزرا' لیکن میں اپنی زبان پر نہ لایا اور شیخ کے اختیار کے حوالہ کر دیا۔ شیخ نے اس کو میرے حوالہ کیا اور کہا' شیخ محمد تو ہر روز علی شیرازی کے پاس جایا کرو اور دو پارہ اس کو سنایا کرو۔ جب رات پڑی تو شیخ عیسیٰ جو شیخ کا خادم تھا۔ آیا اور انار لایا اور کچھ دانے اس میں سے

کھائے ہوئے تھے۔ مجھ کو دیا اور کہا کہ شیخ نے کچھ اس میں سے کھایا ہوا ہے اور باقی تم کو بھیجا ہے کہ اس سے تم افطار کرو اور شیخ نے فرمایا ہے کہ تمہیں کہہ دوں کہ اس انار کے پس خوردہ کے عوض میں ہے' جو شیخ محمد نے کھا لئے تھے۔ پھر میں اسی سے افطار کیا۔ جب ہم نے صبح کی نماز پڑھی اور میں اپنے گھر میں گیا تو وہ حبشی آیا اور سلام کہا۔ میں نے جواب دیا۔ بیٹھا اور کچھ نہ کہا۔ میں نے بھی کچھ نہ کہا۔ کیونکہ اس کے چہرہ پر ایک ہیبت تھی۔ ایک پہلا پارہ قرآن شریف پڑھا اور جلد اٹھ کر اپنے گھر میں چلا گیا۔ دوسرے دن بھی ایسا ہی کیا۔ تیسرے دن جب اپنا وظیفہ پڑھا تو کھڑا ہو گیا اور کہا کہ میرے اور آپ کے درمیان استادی شاگردی کا حق ہو گا۔ میں یمنی ہوں اور شیراز نہیں دیکھا۔ مجھ کو شیراز کے مشائخ کی تعریف سناؤ۔ میں نے شروع کیا اور اس زمانہ میں جس قدر مشائخ شیراز میں سب کا نام لینا شروع کیا۔ جب میں سب کا نام لے چکا تو کہا کہ زاہدوں اور گوشہ نشینوں کا نام بھی لے میں نے بیان کیا جب میں باتیں کر چکا تو اس کے ہوش جاتے رہے۔ چنانچہ میں ڈر گیا کہ شاید مر گیا ہے کیونکہ اس کا سانس منقطع ہو گیا تھا۔ ایک عرصہ تک اسی حال پر تھا۔ اس کے بعد ہوش میں آیا اور کہا میں گیا ہوں اور میں نے سب کو دیکھا۔ اب تو ہر ایک کے نام بتاؤ۔ تاکہ میں ان کا حال بتاؤں۔ میں نے ہر ایک کا نام بتانا شروع کیا اور وہ ان کی ایسی تعریف بیان کرتا تھا کہ ان کا سلوک' ان کا حال' ان کا لباس اس قسم کا ہے۔ گویا اس کے برابر بیٹھے تھے اور وہ ان کو دیکھتا تھا۔ میں نے تعجب کیا۔ پھر آخر میں کہا' ان میں سے ایک شخص جن کو ہم نے یاد کیا ہے کہ اس کو حسین فلان کہتے ہیں' وہ ولایت کے مرتبہ سے گر گیا ہے' اس کا نام اولیاء کے درجہ میں گرا دیا گیا۔ میں نے کہا' اس کا سبب کیا تھا؟ کہا' بادشاہ شیراز اتابک ابوبکر کو اس سے عقیدت ہو گئی۔ اس کے پاس جایا کرتا تھا اور اس کو مال و نعمت دی۔ اس سبب سے خدا کی نظر سے گر گیا۔ پھر میں نے اس کی اس بات کو یاد رکھا جب میں شیراز میں آیا تو ایسا ہی ہوا' جیسا کہ اس نے کہا تھا۔ پھر گیا کہ ان زاہدوں میں سے جن کا تم نے نام لیا ہے' ایک زاہد نے تم کو نشانی دی ہوئی ہے۔ جو تمہارے پاس ہے' اس کو بیان کرو تاکہ میں اس کو دیکھوں۔ میں نے ہر چند سوچا' مگر میرے دل میں نہ آیا۔ اس نے میری جوتی کو دیکھ کر کہا' یہ کیا ہے؟ مجھ کو یاد آیا کہ شیراز میں ایک زاہد تھا' جو جوتی سیا کرتا تھا۔ جب میں سفر کو باہر آنے لگا۔ اس نے مجھے وہ جوتیاں تبرک دیں اور کہا' یہ ایک نشانی ہے کہ مجھ کو دعا خیر سے یاد کرنا۔ مجھے اس کی صحبت سے کیا کیا راحتیں اور خوشیاں پہنچی تھیں۔ پھر اس نے شیخ کی خدمت سے خرقہ پہنا اور شیخ نے اس کو خرقہ پہننے کی اجازت دی۔ تب وہ اپنی ولایت کو واپس چلا گیا اور وہاں مشہور ہو گیا اور بہت سے لوگ ان کے مرید ہو گئے۔

۵۰۰- شیخ ابراہیم مجذوب رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ وہی ہیں، جن کا ذکر شیخ نجیب الدین علی برغش کے حالات میں گزرا ہے کہ وہ عجیب دیوانہ تھا۔ لوگ کہتے ہیں کہ ایک وقت ایسا آتا ہے کہ وہ چند روز کچھ نہیں کھاتا اور ایک وقت ایسا آتا ہے کہ ایک ہی دفعہ سو سیر کھا جاتا ہے۔ اس کے حالات و کرامات عجیب بیان کرتے تھے۔ مجھے ان کی ملاقات کا شوق پیدا ہوا۔ میں نے اس سے کہا، آ ایک دن باہم مل کر رہیں۔ وہ ایک بار بھی مانتا نہ تھا۔ آخر ایک دن میں نے اس کو بازار میں دیکھا۔ جاڑے کا موسم تھا۔ کہا کہ یہ وہ وقت ہے کہ ایک جگہ ہم مل کر رہیں، لیکن یہ شرط ہے کہ آج کی رات بازار کی مسجد میں رہیں۔ پھر اس کے ساتھ مسجد میں گیا۔ میں نے کہا، کھانا لاؤں؟ کہا، میرا پیٹ بھرا ہوا ہے۔ پھر وہ چلا گیا۔ بارش پڑنی شروع ہوئی پرنالے بہہ نکلے۔ جب مغرب اور عشاء کی نماز ہم نے پڑھ لی اور لوگ مسجد سے باہر چلے گئے۔ تب میں اور وہ تنہا مسجد میں رہ گئے۔ اس وقت کہا کہ میں بھوکا ہوں، کچھ کھانا لاؤ کہ میں کھاؤں۔ اندھیری رات تھی اور برف پڑ رہی تھی۔ بارش ہو رہی تھی۔ میں نے چند دینار زر کے جو میرے پاس تھے۔ اس کو دیئے اور کہا اس وقت معاف رکھو کیونکہ ظاہر ہے عذر ہے۔ اس زر سے کل کو غذا لے لینا۔ وہ زر تو لے لیا اور تھوڑی دیر صبر کیا لیکن پھر یہ کہا کہ میں بھوکا ہوں، اٹھ اور کچھ لا کہ میں کھاؤں۔ میرا گھر مسجد سے دور تھا، لیکن اس مسجد کے قریب ایک میرا رشتہ دار مالدار تھا۔ میں اس کے گھر گیا اور جب میں سن چکا تھا کہ وہ بہت کھانا کھاتا ہے۔ میں نے کہا، ایک جماعت میری مہمان آ گئی ہے اور یہ میں نے اس معنی میں کہا کہ ہر شخص حقیقت میں ایک جماعت ہے کیونکہ اس میں لطائف ہیں۔ یعنی نفس، قلب، روح وغیرہ۔ انہوں نے کہا، دیر ہو گئی ہے اور کھانا پختہ نہیں رہا۔ ان کے خدمت گار تھے۔ ہر ایک کے سر پر ایک بھرا ہوا طشت کچے چاول کا اور بعض طشت کچے باقلا اور بعض پنیر اور بعض چنے و گیہوں اور ایک دنبہ قدید (بھنا ہوا گوشت) میرے ساتھ مسجد میں لائے اور کہا کہ خود پکا لو۔ میں نے یہ سب طشت اس کے سامنے رکھ دیئے اور دل میں تخمینہ کیا تو سب پچاس سیر وزن تھا۔ میں نے کہا، صبر کر کہ اس کو پکا لوں۔ کہا، میں ویسے ہی کھاؤں گا۔ سب کو کچا کھا گیا۔ ایک گھڑی صبر کیا۔ ایک سائل کی آواز آئی۔ جو مانگتا پھرتا تھا۔ مسجد سے باہر دوڑا اور جو کچھ اس نے جمع کیا تھا، اس سے لے لیا۔ دس سیر کے قدر روٹیوں کے ٹکڑے اور کھانا تھا۔ مسجد میں لے آیا اور سب کھا گیا۔ جب آدھی رات گزری تو مجھ سے کہا، اٹھ اور مسجد کے گوشہ میں جا کر سو رہو۔ کیونکہ تم نے مجھ سے بڑی تکلیف اٹھائی ہے، اگر کوئی حرکت کی یا ہلا تو تجھے ہلاک کر ڈالوں گا۔ میں مسجد کے

گوشہ میں جا کر سو رہا اور یہ طاقت نہ رکھتا تھا کہ حرکت کروں۔ چنانچہ اگر مجھے کہیں کھجلی ہوتی تو کھجلنے کی جرات نہ کرتا۔ اس مسجد میں ایک بڑا پتھر رکھا ہوا تھا۔ ہر دم اٹھاتا اور اس پتھر کو پکڑتا اور میرے سرہانے لاتا اور اپنے آپ کو کہتا کہ اس پتھر سے اس کو ماروں گا اور ہلاک کر دوں گا۔ پھر آپ ہی کہتا کہ یہ جائز نہیں۔ کیونکہ اس کا باپ بوڑھا ہے۔ کل کو روئے گا۔ اس پتھر کو پھر وہیں جا کر رکھ دیتا۔ چند دفعہ ایسا ہی کیا۔ مجھ کو ڈر کے مارے نیند نہ آتی تھی لیکن اپنے آپ کو ایسا ظاہر کیا کہ میں سوتا ہوں۔ پھر کہنے لگا' میں جانتا ہوں کہ تم نہیں سوتے ہو۔ تجھ کو بہت تکلیف دیتا ہوں۔ اب میں نے تم کو خدا کیلئے معاف کیا۔ میں مسجد کی چھت پر جاتا ہوں تاکہ تو آرام سے سو رہے۔ پھر وہ چھت پر چلا گیا۔ مسجد کی سیڑھیوں پر ایک حجرہ تھا۔ اس میں وہاں کے امام نے بہت سی کتابیں رکھی ہوئی تھیں۔ اس حجرہ میں چلا گیا۔ میں ڈرتا ہوا گیا اور حجرہ کا دروازہ باہر سے بند کر دیا اور سو رہا۔ اس کے کھانے کی آواز آتی تھی۔ میں نے تعجب کیا کہ وہ کیا کھاتا ہے کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ اندر کوئی کھانے کی چیز نہیں ہے۔ جب صبح کو باہر نکلا اور چلا گیا تو میں حجرہ میں آ گیا۔ دیکھا تو کتابوں کی تمام جلدیں کھا گیا تھا۔

۵۰۱- شیخ جمال الدین لور رحمۃ اللہ تعالیٰ

شیخ نجیب الدین کہتے ہیں کہ جب کوئی مجھے کہتا کہ لوری غریب اس شہر میں آیا ہے۔ اس کا نام جمال الدین ہے۔ وہ قومی جذبہ رکھتا ہے۔ مسجد جامع میں رہتا ہے۔ تب میں مسجد جامع میں گیا۔ دیکھا کہ بڑے جذبہ والا ہے اور پورا استغراق رکھتا ہے اور اس کی دونوں آنکھیں' اس کے اثر سے دو خون کے پیالہ کی طرح تھیں۔ میں آگے گیا اور سلام کہا۔ جواب دیا کہا کہ مجھ کو سفید سیاہ کرنے والوں سے کام نہیں۔ یعنی مجھ کو فقہا اور لکھنے والوں سے مطلب نہیں۔ ایک شخص حاضر تھا۔ اس نے کہا' یہ حضرت تو صوفی ہیں۔ میں اس کے سامنے بیٹھ گیا اور اس کے حالات کی بابت سوال کیا۔ کہا' ایک مرد لور اور امی ہوں۔ کچھ نہیں جانتا۔ میں گھوڑوں سے بہت رغبت رکھتا تھا اور ہمیشہ گھوڑے رکھتا تھا۔ ایک روز صبح کے وقت گھوڑوں کے برابر بیٹھا ہوا تھا۔ اتفاقاً مجھ پر حال کشف ہو گیا اور جذبہ ظاہر ہوا۔ تکبر کا حجاب مجھ سے اٹھا دیا گیا۔ میں بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ گھوڑوں کے پاؤں میں لوٹتا تھا۔ جب مجھے ہوش آیا تو توحید کا بھید ظاہر ہو گیا تھا۔ شیخ نجیب الدین یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ ہمیشہ شطحیات کہا کرتا تھا۔ (ظاہری شریعت کے برخلاف باتیں کرنا' جیسے منصور کا انا الحق کہنا وغیرہ) چنانچہ علماء اور صلحاء کی ایک جماعت اس پر انکار کرنے لگی اور ان کو کافر کہنے لگے۔ اس کی تکفیر کا فتویٰ لکھ دیا اور اتابک ابوبکر کے پاس جو اس وقت شیراز کا بادشاہ

تھا' لے گئے۔ عرض کیا' لورے کے قتل کی اجازت ہو جائے۔ اتابک نے کہا' اگر دو اور شخص شیراز میں ہیں' تکفیر کا فتویٰ دے دیں تو میں اجازت دے دوں گا۔ ایک تو شیخ نجیب الدین برغش اور ایک شیخ معین الدین کہ اس وقت بزرگ تھے۔ میں نے اس پر لکھ دیا کہ وہ مجذوب ہے اور مغلوب الحال' اس کا قتل کرنا جائز نہیں اور شیخ معین الدین نے بھی یہی لکھا ہے۔ تب اتابک نے اس کے قتل کی اجازت نہ دی۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ میں ایک دن وضو کر رہا تھا اور جمال الدین دیکھ رہے تھے۔ جب میں نے منہ پر پانی ڈالا تو کہا' ارفع المحدث یعنی میں حدث کو دور کرتا ہوں۔ اس نے کہا' کوئی حدث باقی رہتا ہے' جو تم یہ کہتے ہو۔ یوں کہو ارفع المحدث یعنی رفع کرتا ہوں مخلوق وتعینات کو۔

۵۰۲- شیخ شمس الدین صفی الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ بڑے مشائخ میں سے ہیں۔ صاحب کرامات وعظیم حالات ہیں۔ جبکہ شیخ نجیب الدین' شیخ شہاب الدین قدس سرہ کی زیارت کے ارادہ سے بغداد کو گئے تھے تو شیخ شمس الدین ان کے رفیق تھے۔ انہوں نے شیخ نجیب الدین کے سامنے قرآن پڑھا تھا اور شیخ نجیب الدین نے ان کو حدیث فقہ سنائی تھی۔ شیخ کی خدمت میں ایک دوسرے کے ساتھ صحبت رکھتے رہے ہیں۔ شیخ نجیب الدین کہتے ہیں کہ جب میں شیراز میں لوٹ کر گیا تو شیخ نے میرے لئے خرقہ پہنانے کی اجازت لکھ دی اور شیخ شمس الدین کیلئے بھی لکھی اور چالیس عدد ٹوپیاں ہم کو دیں۔ بیس مجھے اور بیس شیخ شمس الدین کو اور ہر ایک پر ایک بزرگ کا نام لکھا ہوا تھا۔ فرمایا' جب تم شیراز میں پہنچو تو اول ہماری نیابت سے یہ ٹوپیاں ان کو پہنا دو کہ جن کے نام ان پر لکھے ہوئے ہیں۔ اس وقت اوروں کو خرقہ پہنانا۔

۵۰۳- شیخ نور الدین عبدالصمد نطنزی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ شیخ نجیب الدین علی برغش کے مرید ہیں۔ علوم ظاہری و باطنی کے عالم تھے۔ شیخ عزالدین محمود کاشی اور شیخ کمال الدین عبدالرزاق کاشی رحمہما اللہ تعالیٰ دونوں ان کے مرید ہیں۔ شیخ کمال الدین عبدالرزاق تاویلات کی تفسیر میں لکھتے ہیں' قد سمعت شیخنا المولی نور الدین عبدالصمد قدس اللہ تعالیٰ روحہ العزیز عن ابیہ انہ کان بعض الفقراء فی خدمۃ الشیخ الکبیر شہاب الدین قدس اللہ تعالیٰ روحہ

شھودالو حدة و مقام الفناء وله ذوق عظیم فاذاھوفی بعض الایام یبکی ویتاسف قسالہ الشیخ عن حالہ فقال انی حجبت فی الواحدة بالکثرة وردت علی فلا اجد حالی فنبہ الشیخ علی انہ بدایة المقام البقاء وان حالہ بھذہ اعلیٰ اوارفع من حال الاولی وامنہ یعنی بے شک میں نے سنا' اپنے شیخ مولیٰ نورالدین عبدالصمد قدس اللہ تعالیٰ روحہ العزیز سے انہوں نے اپنے باپ سے کہ ایک درویش شیخ کبیر شہاب الدین قدس اللہ تعالیٰ سرہ روحہ کی خدمت میں مقام وحدت اور فنا میں تھا۔ اس کو بڑا ذوق تھا۔ اتفاقاً وہ ایک دن رونے لگا اور افسوس کرنے لگا۔ شیخ نے اس کا حال پوچھا تو کہا کہ میں کثرت میں وحدت سے پردہ میں آ گیا ہوں اور مقام وحدت سے مردود ہو گیا ہوں۔ اب میں اپنے حال کو نہیں پاتا۔ اس کے بعد شیخ نے اس کو خبردار کیا کہ یہ مقام بقا ہے اور اس کا یہ حال زیادہ بلند اور عالی ہے۔ اس کو یہ بیان کر کے بے خوف کر دیا۔

۵۰۴- شیخ عزالدین محمود الکاشی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ نے عوارف کا ترجمہ کیا ہے اور قصیدہ تائیہ فارضیہ کی شرح لکھی ہے۔ ان دونوں کتابوں میں بہت سے بلند حقائق اور عمدہ معارف درج کئے ہیں۔ قصیدہ کی مختصر مفید شرح لکھی ہے۔ اپنے علم عرفان ذوق وجدان کے مطابق بغیر کسی شرح کے دیکھنے کے اس کے مشکلات کو حل کیا ہے۔ چنانچہ اس کے دیباچہ میں لکھا ہے۔ ولم ارجع فی املایہ الی مطالعة الشرح کیلا یرتسم منہ فی قلبی رسوم و اثار تسد باب الفتوح و تشبث باذیال الروح فاتلوتلو الغیر واحد و حذوہ فی الیسر ودابی فی التحریر تفریح القلب من مظان الریب و توحید وجھہ تلقاء مدین الغیب استنزالاللفیض الجدید واستفتا مالا بواب المزید یعنی میں نے اس کی تصنیف میں کسی شرح کے مطالعہ کی طرف رجوع نہیں کیا۔ تاکہ میرے دل پر اس شرح سے اوروں کو رسوم و آثار نقش پذیر نہ ہو جائیں کہ جن سے فتوح کا دروازہ بند ہو جائے۔ یعنی امور غیبیہ بند ہو جائیں اور روح کو مقید کر دیں۔ پھر میں دوسروں کا تابع ہو جاؤں اور سیر میں ان کے قدم بقدم چلوں۔ میری عادت لکھنے میں یہ ہے کہ دل کو ایسی چیز سے خوش کروں کہ جس میں شک کا گمان نہ ہو اور اپنے دل کی توجہ کو شہرستان غیب کی طرف متوجہ کروں اور اس توجہ سے نئے فیض کے اتر آنے کو اور زیادتی دروازوں کی کشادگی طلب کروں۔ انہوں نے اپنے ایک شاگرد کو اجازت نامہ یوں لکھ دیا ہے۔ وانا اروی الکتاب یعنی عوارف المعارف عن شیخ و مولائی نور الدین عبدالصمد بن الشیخ علی الاصفھان ومن الشیخ العالم

ظهير الدين عبدالرحمن بن علي بن برغش وهما عن شيخها الامام العالم العارف نجيب الدين بن برغش الشيرازی وهو عن شيخه قطب الاولياء وسيد العارفين مصنف الكتاب رحمة الله وعليهم اجمعين ولی فی کشف حقايقه و بيان معضلانه طريق خاص فی الرواية عن مصنفه بلاواسطة وهوانی رايته فی مبشرة و قرات عليه كتابة المذكور فنبهنی علی حقايقه و دقائقه والله الموفق من يشاء لما يشاء وهو علی كل شيئي قدير یعنی میں روایت کرتا ہوں کتاب ''عوارف المعارف'' کو اپنے شیخ اور مولانا نورالدین عبدالصمد بن شیخ علی اصفہانی اور شیخ عالم ظہیرالدین عبدالرحمن بن علی بن برغش اور ان دونوں نے اپنے شیخ امام عالم۔ عارف نجیب بن برغش شیرازی ہے۔ انہوں نے اپنے شیخ قطب الاولیاء سید العارفین مصنف کتاب رحمۃ اللہ وعلیہم اجمعین سے اور مجھے اس کے مشکلات کے حل و بیان میں ایک خاص طریق ہے۔ مصنف کی روایت سے بلاواسطہ اور وہ یوں ہے کہ میں نے خواب میں ان کو دیکھا اور ان کے سامنے اس کی کتاب مذکور کو پڑھا۔ تب آپ نے مجھے اس کے حقائق و دقائق پر آگاہ کیا اور اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا ہے جس کو چاہتا ہے اور جس چیز کی چاہتا ہے۔ وہی سب شئے پر قادر ہے۔ یہ چند رباعیاں ان کے معارف سے ہیں جو لکھی جاتی ہے۔ رباعی

دل گفت مرا علم لدنی ہوس است — تعلیم مکن گرت بدیں دسترس است
گفتم کہ الف گفت دگر گفتم ہیچ — درخانہ اگر کس است یک حرف بس است

رباعی

اے عکس رخ تو دادہ نور بصرم — تا در رخ تو بنور تو بے نگرم
گفتی منگر بغیر ما آخر کو — غیراز تو کسے کہ آید اور اندر نظرم

رباعی

اے دوست میان من جدائی تا کے — چون من توام ایں توئی و مائی تا کے
اغبرت تو مجال غیرے چو نماند — پس درنظر ایں غیر نمائی تا کے

اور یہ دو قطعہ بھی انہیں کے ہیں۔

رباعی

کثرت چونک درنگری عین وحدت است | مار اشکے نماند دریں گرتر اشک است
درہر عدوز روئے حقیقت چونگری | گر صورتش بہ بینی فرد مادہ ء یک است
تاتوئی درمیانہ خالی نیست | چہرہ وحدت ازنقاب شکے
گر حجاب خودت براندازی | عشق و معشوق و عاشق است یکے

۵۰۵-شیخ کمال الدین عبدالرزاق کاشی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ شیخ نورالدین عبدالصمد نطنزی کے مرید ہیں۔علوم ظاہری و باطنی کے جامع تھے۔آپ کی تصنیفات بہت ہیں۔ جیسے ''تفسیر تاویلات' کتاب اصطلاحات صوفیہ شرح فصوص الحکم شرح منازل السائرین'' وغیرہ۔ شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ قدس اللہ سرہ کے معاصر تھے اور ان میں وحدت وجود کے قول میں مخالفات مباحثات رہے ہیں اوراس معنی میں ایک دوسرے کو خطوط لکھے ہیں۔امیر اقبال سیستانی سلطانیہ کے راہ میں شیخ کمال الدین عبدالرزاق کے ساتھ ہمراہ ہوا تھا۔ ان سے اس بارہ میں دریافت کیا تو ان کو اس بارہ میں بڑے غلو کے ساتھ پایا۔ پھر آپ نے امیر اقبال سیستانی سے پوچھا کہ تمہارا شیخ محی الدین بن العربی کی شان میں کیا اعتقاد رکھتا ہے؟ اس نے اس کا جواب میں کہا کہ ان کو معرفت میں ایک مرد بڑی شان والا جانتا ہے' لیکن فرماتے ہیں' اس امر میں کہ انہوں نے خدائے تعالیٰ کو وجود مطلق کہا ہے۔ غلطی کھائی ہے۔اس سخن کو پسند نہیں کرتے ہیں۔انہوں نے فرمایا کہ اس کی معرفت کا اصل تو یہی مسئلہ ہے۔اس سے بہتر کوئی اور بات نہیں ہے۔عجب ہے کہ تیرا شیخ اسی امر کا انکار کرتا ہے۔تمام انبیاءٴ اولیاءٴ اورامام اسی مذہب پر تھے۔امیر اقبال نے یہ بات اپنے شیخ سے جا کر بیان کی۔اس کے شیخ نے جواب میں لکھا کہ تمام دینوں میں ایسی بری بات کسی نے نہیں کہی اور جب اچھی طرح جانچے تو حکمائے طبعین اور دہریہ کا مذہب ان بہت سے عقائد سے بہتر ہے کہ جنہوں نے اس کے ابطال میں بہت سی باتیں لکھی ہیں اور جب یہ خبر شیخ کمال الدین عبدالرزاق کو پہنچی تو شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ کی طرف انہوں نے خط لکھا اور شیخ نے جواب لکھا ہے۔ یہاں پر دونوں خطوں کو انہیں کی عبارت میں لکھا جاتا ہے۔

۵۰۶- مکتوب شیخ کمال الدین عبدالرزاق کاشی رحمۃ اللہ تعالیٰ

تائید و توفیق کی امداد والے توحید و تحقیق کے انوار حضرت احدیت میں بظاہر اطہر اور باطن میں انور مولانا اعظم شیخ الاسلام اوضاع شرع کے حافظ ارباب طریق کے پیشوا حلال کے خیموں کے مقیم۔ جمال کے پردوں کے پردوں کے قوام درست کرنے والے علاؤ الحق والدین غوث الاسلام والمسلمین پے در پے رہو اور ترقی کے درجات مدارج تخلقوا باخلاق اللہ المتعالی میں رہو۔ (یعنی خدائے برتر کے اخلاق کے عادی ہو جاؤ) مراسم دعا اور اخلاق کے پیش پہنچانے کے بعد ظاہر کہ یہ درویش آپ کا نام کبھی بے تعظیم نہیں لیتا لیکن ''کتاب عروہ'' کو میں نے دیکھا تو اس میں دو بحثیں اپنے اعتقاد کے مطابق نہ پائیں۔

اس کے بعد راستہ میں امیر اقبال کہتا تھا کہ شیخ علاؤ الدولہ محی الدین العربی کے طریقہ کو توحید میں پسند نہیں کرتے۔ دعا گو نے کہا کہ میں نے جن جن مشائخ کبار کو دیکھا اور سنا ہے۔ وہ اسی اعتقاد پر تھے۔ میں نے جو کچھ عروہ میں پایا۔ وہ اس طریقہ پر نہیں ہے۔ اس نے مبالغہ کیا کہ تم کچھ اس بارہ میں لکھو۔ میں نے کہا' شاید ان کے موافق نہ ہو اور رنجیدہ ہوں۔ اب یوں ظاہر کرتے ہیں کہ صرف اس بات کے نقل کرنے سے آپ بڑے خفا ہوتے ہیں اور برا بھلا کہہ کر تک نوبت پہنچاتے ہیں۔ درویشی کے لحاظ سے میں نے یہ عجیب بات پائی۔ مجھے کبھی آپ سے ملنے کا اتفاق نہیں ہوا اور صرف خبر سننے سے تکفیر کر دینا مناسب نہیں۔ آپ یقیناً جانیں کہ جو کچھ میں لکھتا ہوں۔ از روئے تحقیق ہے' نہ نفس و رنج کی وجہ سے **وفوق کل ذی علم علیم** اور ہر ذی علم پر ایک زیادہ علم والا ہے۔ پوشیدہ نہیں کہ جو امر قرآن سنت پر مبنی نہ ہو۔ اس گروہ صوفیہ کے نزدیک بے اعتبار ہے کیونکہ یہ لوگ شریعت کی مطابعت کرتے ہیں اور اس مطلب کی بنا دو آیتوں پر ہے۔ **سنریھم ایاتنا فی الافاق و فی انفسھم حتی یتبین لھم انہ الحق اولم یکف بربک انہ علی کلی شئی شھید الاانھم فی من لقاء ربھم الا انہ بکل شیئی محیط** یعنی عنقریب ہم ان کو اپنی آیات دکھائیں گے۔ زمانہ میں اور ان کے اپنے نفسوں میں تاکہ ان کو روشن ہو جائے کہ وہی حق ہے۔ کیا تیرا رب کافی نہیں کہ وہ ہر شے پر گواہ ہے؟ یاد رکھو کہ وہ بے شک اپنے رب کے ملنے سے شک میں ہیں۔ یاد رہے کہ وہ بے شک ہر شے کا گھیرنے والا ہے۔ لوگ تین قسم کے ہیں۔ اول مرتبہ تو نفس کا ہے۔ یہ گروہ دنیا دار ہے۔ حواس کا متبع اور پردہ میں پڑا ہوا' خدا کا منکر ہے۔ جب وہ خدا کو اور اس کی صفات کو نہیں پہچانتا۔ اس لئے قرآن کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں کہتا ہے۔ اس کو خدائے تعالیٰ نے فرمایا ہے

قل ارایتھم ان کان من عنداللہ ثم کفرتم به من اضل ممن ھو فی شقاق بعید یعنی کہہ دے کہ یہ مجھے بتلاؤ' اگر یہ کلام خدا کی طرف سے ہوا۔ پھر تم نے اس کا انکار کیا تو کون زیادہ گمراہ اس سے ہوگا۔ جو کہ دور کی مخالفت میں پڑا ہے۔ ان میں سے اگر کوئی شخص ایمان لے آئے تو وہ دوزخ سے چھوٹ جائے گا۔ دوسرا مرتبہ قلب کا ہے اور اس مقام کے لوگ پہلی مرتبہ سے ترقی پر ہیں۔ ان کی عقلیں صاف ہوتی ہیں۔ وہاں تک پہنچے ہوتے ہیں کہ خدا کی آیات سے دلیل پکڑیں اور ان آیات کے تفکر میں کہ افعال وتصرفات خدائی ہیں۔

زمانہ کے مظاہرہ اور نفوس میں خدا کے اسماء وصفات کی معرفت کو پہنچ چکے ہیں۔ کیونکہ آثار کے افعال صفات ہیں اور صفات واسماء مصادر اور افعال ہیں۔ پس خدا کی علم وقدرت حکم عقل کی آنکھ سے جو کہ ہوی کے آشوب سے خالی ہے۔ دیکھتے ہیں' خدائے سمیع بصیر کے کلام کو انسانی نفوس اور اس جہان کے نفوس میں پاتے ہیں۔ قرآن اور اس کی حقیقت کے اقراری ہوتے ہیں۔ **حتی یتبین لھم انه الحق** یعنی یہاں تک کہ ان کو یہ امر ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہی حق ہے۔ یہ گروہ اہل دلیل وبرہان ہے۔ ان کے استدلال میں غلطی محال ہے اور جب قدس کے نور اور حضرت وحدیت کے اتصال سے جو کہ کثرت اسماء کا محل ہے۔ ان کی عقلیں ایسی روشن ہو جاتی ہیں کہ بصیرت حاصل ہو جائے اور اسماء وصفات الٰہی کی تجلیات میں بینا ہو جائیں۔ ان کی صفات خدا کی صفات میں محو ہو جاتی ہیں۔ جو کچھ پہلا گروہ جانتا ہے۔ یہ گروہ اس کو دیکھتا ہے۔ یہ دو قسم کا نفس ناطقہ دل کے نور سے پاک ہو جاتا ہے۔ لیکن عقل مند اخلاق الٰہی کے عادی ہوتے ہیں اور بصیرت والے اس کے اثبات میں ہوتے ہیں۔ پس ان کی بدخلقی محال ہوتی ہے۔ ان سب کو اپنے مراتب میں معذور رکھنا چاہئے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ آپ ان میں سے ہوں گے۔ تیسرا مرتبہ روح کا ہے۔ اس مقام کے لوگ تجلی صفات کے مراتب سے گزر کر مشاہدہ کے مرتبہ تک پہنچ جاتے ہیں۔ جمع احدیت کے شہود کو پالیتے ہیں اور خفی سے بھی گزر جاتے ہیں۔ اسماء و صفات کی تجلیات کے پردوں اور تعینات کی کثرت سے چھوٹ جاتے ہیں۔ خدا کی درگاہ میں ان کا حال اس کے مصداق ہوتا ہے **اولم یکف بربک انه علی کل شئی شھید** اور یہ گروہ مخلوق کو خدا کا آئینہ دیکھتے ہیں یا خدا مخلوق کا آئینہ اور اس سے اوپر کا درجہ عین خدا کی احدیت میں فنا کا ہے اور مجویان مطلق کو یہ فرمایا ہے **الا انھم فی مریة من لقاء ربھم** (ترجمہ ان ہر دو آیات کا اوپر گزر چکا) اور اسماء وصفات کی تجلیات کے مقام میں رہنے والے ہر چند یقین کے سبب سے شک سے خلاصی پا گئے ہیں' لیکن ہمیشگی کی ملاقات اور **کل من علیھا فان ویبقی وجه ربک ذوالجلال و الاکرام** سے قاصر ہیں۔ یعنی جو چیز کہ زمین پر ہے وہ فانی ہے اور تیرے

رب ذوالجلال کی ذات باقی رہے گی اور اس تنبیہ کے محتاج ہیں۔ **الا انه بكل شئی محیط** یعنی خبردار بے شک وہ ہر شے کو گھیرنے والا ہے۔ اس حقیقت کے شہود اور اس آیت کے معنی پر **کل شئی ھالک الا وجھه** یعنی ہر شے ہلاک ہونے والی ہے' مگر اسی کی ذات۔ سوائے آخری گروہ کے اور کوئی کامیاب نہیں ہوا اور درگاہ میں **ھوالاول ھوالاخر ھوالظاھر ھوالباطن** ظاہر ہے یعنی وہی اول ہے وہی آخر ہے' وہی ظاہر ہے' وہی باطن ہے اور ہر متعینات میں خدا کی ذات ظاہر ہے اور اس کے اسماء وتعینات کے وجود میں تنزہ ہے' **فاینما تولو افثم وجه الله** یعنی جدھر تم منہ پھیرو' ادھر ہی خدا کی ذات ہے۔ ان کو محقق ہو چکا ہے۔

گرز خورشید بوم بے نیروست — از پے ضعف خود نہ از پے اوست

اب اس احاطہ سے معلوم ہوتا ہے حق تعالیٰ تمام تصنیفات سے منزہ ہے اور اس کا تعین عین ذات کے ساتھ اور اس کی احدیت عددی احدیت نہیں تا کہ اس کا ثانی ہو۔ جیسا کہ ثنائی رحمۃ اللہ نے کہا ہے۔

رباعی

احدست و شمار از و معزول — صمدست و نیاز از و مخذول

آن احد نے کہ عقل داند وفہم — وآن صمد نے کہ حس شناسد ووہم

کیونکہ حس عقل وفہم وہم سب متعین ہیں اور متعین غیر متعین کو ہرگز گھیر نہیں سکتا۔ **واللہ اکبر ان یقیده الححجی تبعین فیکون اول اخرھو واحد لا غیر ثانیة ولا موجود ثم غیر مکاثر ھو اول ھواخر ھوالظاھر ھو باطن کل ولم یتکاثر** یعنی اللہ تعالیٰ بڑا بزرگ ہے۔ اس سے کہ اس کو عقل کسی تعین سے گھیرے تا کہ وہ واحد ہو' وہ ایسا واحد ہے کہ کوئی اس کا ثانی نہیں اور یہاں سوائے کثرت کے موجود نہیں۔ وہی اول ہے' وہی آخر ہے' وہی ظاہر ہے' وہی باطن ہے' وہ کل ہے کثیر نہیں۔ بس جس شخص کا یہ مرتبہ ہو جائے تو حق تعالیٰ اس کو تصنیفات کے مرتبہ سے مجرد کر دیتا ہے۔ عقول کی قید سے چھڑا دیتا ہے۔ کشف ومشہود سے اس احاطہ تک پہنچ جایا کرتا ہے۔ ورنہ جلال کے پردوں میں رہتا ہے اور ساقی کوثر امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے کلام میں ہے **الحقیقة کشف سجات الجلال من غیر اشارة** یعنی حقیقت یہ ہے کہ جلال کے انوار کا کشف بغیر اشارہ کے ہو جائے۔ اس لئے کہ اگر حسی یا عقلی اشارہ جمال مطلق کی تجلی کے وقت رہ جائے تو عین تعین ظاہر ہو جائے اور جمال عین جلال ہو جائے اور شہود نفس پردہ میں ہو جائے' **سبحان اللہ من لایعرفه الاھو وحده** یعنی پاک ہے

وہ ذات ہے کہ اس کو سوا اس اکیلے کے اور کوئی نہیں پہچانتا۔ انصاف یہ ہے کہ جو بحث عروہ میں اس مطلب کی نفی کیلئے آپ نے فرمائی ہے' اس کے دلائل مستقیم طریق اور برہان کے طرز پر نہیں۔ اسی لئے دانا لوگ کہ معقول جانتے ہیں۔ اس کو پسند نہیں کرتے۔ خضر سرگشتہ کی تعریف جو لکھی ہے۔ میں نے شیخ الاسلام مولانا نظام الدین ہروی سلمہ اللہ تعالیٰ سے پوچھا تھا۔ فرمایا کہ یہ خضر ترکمان ہے اور نبرہ بیچارہ خضر ترجمان کا حال پوچھا کرتا تھا اور جب شروع جوانی فضولیات اور شرعیات کی بحث سے فارغ ہوا تھا اور ان بحثوں سے بحث اصول فقہ اصول کلام سے کچھ حقیقت نہ کھلی تو دل میں سوچا کہ بحث معقولات وعلم الٰہی اور جو کچھ اس پر موقوف ہے' لوگوں کو معرفت تک پہنچاتا ہے اور اس تردد سے چھڑاتا ہے۔ ایک مدت اس کی تحصیل میں گزری اور اس کا یاد کرنا۔ یہاں تک پہنچا کہ اس سے بہتر نہ ہوسکتا تھا' لیکن اس سے اس قدر وحشت اضطراب اور پردہ پیدا ہوا کہ قرار نہیں آتا تھا۔ معلوم ہوا کہ مطلوب کی معرفت عقل کے طریق سے بڑھ کر ہے کیونکہ ان علوم میں ہر چند حکماء لوگ صورتوں اور حرام کی تشبیہ سے چھوٹ گئے ہیں' لیکن ارواح سے تشبیہ دینے میں پڑ گئے ہیں۔ یہاں تک کہ صوفیوں اور صاحبان ریاضت مجاہدہ کی صحبت اختیار کی اور خدا کی توفیق مددگار ہوئی ان باتوں سے شروع میں مولانا نورالدین عبدالصمد نظری قدس اللہ تعالیٰ کی صحبت میسر ہوئی اور ان کی صحبت سے توحید کا یہی مطلب حاصل کیا۔ آپ فصوص وکشف شیخ یوسف ہمدانی کو بڑے معتبر سمجھتے تھے۔ اس کے بعد مولانا شمس الدین کیسی کی صحبت میں پہنچا۔ جب میں نے مولانا نورالدین سے سنا ہوا تھا کہ اس زمانہ میں ان جیسا معرفت کے طریق میں اور کوئی نہیں۔ یہ رباعی انہیں کی ہے۔

ہر نقش کہ برتختہ ہستی پیداست	آن صورت آنکس کان نقش آراست
دریائے کہن جو برزند موجے نو	موجش خوانند دوور حقیقت دریاست

اور توحید میں یہی مطلب بیان کیا کرتے اور کہتے تھے کہ مجھ کو کئی چلوں کے بعد یہ مطلب معلوم ہوا۔ اس وقت شیراز میں کوئی ایسا نہ تھا کہ اس کے ساتھ توحید کا یہ مطلب ذکر کریں۔ شیخ ضیاء الدین ابوالحسن کو یہ مطلب حاصل نہ تھا۔ میں اس سے حیران تھا۔ یہاں تک کہ فصوص یہاں پہنچے۔ جب میں نے اس کا مطالبہ کیا تو اس مطلب کو پایا۔ خدا کا شکر کیا کہ اس مطلب کا طریق موجود ہے اور بزرگ یہاں تک پہنچے ہیں اور اس کو حاصل کیا ہے۔ علی ہذا مولانا نورالدین ابرقوی وشیخ صدرالدین روزبھان بقلی' شیخ ظہیرالدین برنحش مولانا اصیل الدین' شیخ

ناصرالدین قطب الدین صاحبزادگان ضیاء الدین ابوالحسن اور ایک جماعت بزرگوں کی صحبت میں پہنچا ہے۔ یہ سب حضرات اس مطلب میں متفق تھے۔ کوئی بھی باہم مخالف نہ تھا۔ اب ایک شخص کے قول سے اس کے برخلاف قبول نہیں کر سکتا۔ باوجود یہ کہ جب میں خود اس مقام تک نہیں پہنچا تھا۔ ابھی تک دل قرار نہ پاتا تھا۔ یہاں تک کہ بعد وفات شیخ الاسلام مولانا شیخنا نور الملۃ والدین عبدالصمد نظری میرے مرشد کے جن پر تسلی ہوتی تھی۔ قرار نہ پایا تھا۔ سات ماہ تک ایسے جنگل میں کہ جس میں آبادی نہ تھی خلوت بیٹھا اور کھانا نہایت کم کر دیا۔ یہاں تک کہ یہ مطلب کھل گیا اور اس پر قرار آ گیا اور اطمینان ہوا و الحمدللہ علی ذالک خدا کا اس پر شکر ہے۔ ہر چند اللہ تعالیٰ نے فرمایا فلا تزکو انفسکم یعنی تم اپنے نفس پاکیزہ ظاہر نہ کرو لیکن یہ بھی فرمایا ہے اما بنعمت ربک فحدث یعنی اپنے رب کی نعمت کو بیان کر۔ اس کے بعد بغداد میں شیخ بزرگوار شیخ نور الدین عبدالرحمٰن اسفراینی قدس سرہ کی خدمت میں پہنچا۔ انہوں نے انصاف کیا اور فرمایا کہ مجھ کو حق تعالیٰ نے بغیر وقائع تاویل خواب کا علم بخشا ہے اس سے بڑھ کر کسی مقام تک میں نہیں پہنچا۔ صرف ان بحثوں سے جو کہ معقول کے طریق اور مستقیم راہ پر نہیں ہے۔ اس معنی کو کہ جو کہ شہود میں آ جاتا ہے۔ ترک نہیں کر سکتے اور شیخ عبداللہ انصاری قدس اللہ سرہ کا بھی یہی کلام ہے اور تمام مقامات کے آخیر میں تیسرے درجے میں توحید خالص تک پہنچا دیا ہے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی کے کلام میں چند موقع پر اس کی تصریح کی ہے۔ چنانچہ امام محقق جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے کلام کی شرح میں کہا ہے۔ انی اکرر اٰیۃ حتی اسمع من قایلھا یعنی میں بے شک آیت کو دوبارہ پڑھتا ہوں۔ یہاں تک کہ اس کے قائل سے سنتا ہوں۔ (یعنی خدائے تعالیٰ سے) فرمایا کہ اس نے اپنی زبان اس مطلب میں موسیٰ علیہ السلام کے درخت کی طرح پائی کہ انی انا اللہ یعنی بے شک میں اللہ ہوں۔ اس سے سنا اور اگر متعین ہوتا تو دو صورتوں میں کیسے ظہور پاتا اور قرآن مجید میں وھو الذی فی السماء الہ و فی الارض الہ یعنی اللہ تعالیٰ وہ ہے کہ آسمان میں بھی معبود ہے اور زمین میں بھی۔ کیسے صادق آتا اور جو حدیث پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم مین ہے۔ لو دلی احدکم حبلہ لھبط علی اللہ یعنی اگر کوئی تم سے رسا پھینکے تو وہ خدا پر گرے۔ کب درست ہوتا یا جو کچھ کہ عالم میں ہے شاہ رگ سے کیونکر زیادہ قریب ہوتا۔ آخر اس معنی میں غور کرنا چاہئے کہ نص قرآن میں ثالث

ثلثہ کفر ہے۔ لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلثه یعنی بے شک وہ لوگ کافر ہوئے' جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تین میں سے تیرا ہے اور تین میں چوتھا صرف ایمان وتوحید ہے۔ مایکون من نجوی ثلثة الا هو رابعهم یعنی تین کی سرگوشی ہوتی ہے تو ان کا چوتھا وہ اللہ تعالیٰ ہے اور اگر تین میں کا تیسرا ہوتا تو متعین ہوتا اور ان سے ایک ہوتا' لیکن تین میں چوتھا یہ ہے کہ اپنے حقانی وجود کے ساتھ کہ بحکم ولا ادنسی من ذالک ولا اکثر الاهو معهم یعنی اور نہ اس سے کم نہ زیادہ ہوں' مگر وہ ان کے ساتھ ہے۔ ایک کا دوسرا دوسرے کا تیسرا' تیسرے کا چوتھا' چوتھے کا پانچواں' پانچویں کا چھٹا ہے۔ یعنی ان اعداد کی حقیقت کا محقق اور سب کے ساتھ بغیر نزدیکی کے اور سب کا غیر ہے بغیر جدا ہونے کے جیسا کہ امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے فرمایا ہے۔ هو مع کل شئی لابمقارنة وغیر کل شئی لابمزایلة یعنی وہ ہر شے کے ساتھ ہے' لیکن نزدیک ہو کر نہیں اور ہر شے کا غیر ہے' لیکن جدائی کے ساتھ نہیں۔ یہ عاجز اس مدت میں کہ خواجہ بھان کی خدمت میں رہتا تھا۔ ہر چند کہ بعض لوگ طعن کرتے تھے۔ خدا جانتا ہے اس کا یہ سبب تھا کہ ان کی استعداد میں مطلب یکاد زیتها یضیئی ولولم تمسسه نار کا پاتا تھا۔ یعنی قریب ہے کہ اس کا روغن زیتون روشن ہو۔ اگرچہ اس کو آگ نہ چھوئے اور اس پر پورا بھروسہ رکھتا تھا کہ وہ مخالفوں کی باتوں سے حق سے نہ پھرے گا اور دعا گو بھی اگر مشاہدہ میں معلوم نہ کرتا اور اتنے بزرگوں کے اقوال اس مطلب میں موافق نہ پاتا تو اس بیان کو دوبارہ نہ لکھتا اور نہ بہت دلائل بیان کرتا۔ جیسا کہ شرح فصوص وغیرہ کے شروع میں اتفاق ہوا ہے۔ جب تک کہ اہل علم محقق جو سمجھ دار ہوں۔ آپ سے تقریر کریں۔ تطویل ملال خاطر سے احتراز کیا و من لم یصدق الجملة هان علیه ان لایصدق التفصیل اور جو شخص مختصر کی تصدیق نہ کرے۔ اس پر آسان ہے کہ تفصیل کی تصدیق نہ کرے۔ حق تعالیٰ سب کو اپنے جمال کی طرف ہدایت نصیب کرے۔ وانا اوایاکم تعلی هدی اوفی ضلال مبین یعنی اور ہم یا تم البتہ ہدایت پر ہیں یا کھلے گمراہی میں۔ واللہ الموافق والمعین اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا اور مددگار ہے۔

اس خط کا جواب جو شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ نے اس کی پشت پر لکھا اور کاشان میں بھیجا یہ ہے

قل اللہ ثم ذرهم فی خوضهم یلعبون یعنی کہہ دے اللہ پھر چھوڑ ان کو کہ وہ اپنے خوض میں کھیلتے رہیں۔ بزرگان دین اور راہ یقین کے چلنے والے بالاتفاق کہتے ہیں۔ خدا کی معرفت سے وہ شخص فائدہ اٹھاتا ہے

کہ اچھا لقمہ اور صدق گفتار اپنا بچھونا بناتا ہے اور جب یہ دونوں امر مقصود ہیں تو ان بے ہودہ باتوں سے کیا مطلب' لیکن میں نے جو کچھ کہ نورالدین عبدالرحمٰن اسفرائنی قدس اللہ روحہ سے روایت کی ہے۔ وہ یہ ہے کہ میں بتیس سال ان کے شرف صحبت میں رہا ہوں۔ ہرگز مطلب ان کی زبان پر نہیں آیا بلکہ ہمیشہ مصنفات ابن العربی کے مطالعہ سے منع کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ جب آپ نے سنا کہ مولانا نورالدین حکیم' مولانا بدرالدین رحمہم اللہ تعالیٰ بعض طلبہ کو فصوص کا درس دیتے ہیں تو آپ رات کو وہاں گئے۔ وہ نسخہ ان کے ہاتھ سے لے لیا اور پھاڑ دیا اور پورے طور پر منع کر دیا۔ دوم جو کچھ میرے فرزند عزیز صاحب قرآن اعظم نے کہ خدائے تعالیٰ اس کو توفیق کے لشکر سے مدد کرے اور اس کے دل کی آنکھ کو نور تحقیق سے ٹھنڈی کرے۔ حوالہ دیا ہے۔ ان کی مبارک زبان پر یہ جاری ہوا کہ میں اس اعتقاد اور معرفت سے بیزار ہوں۔ اے عزیز میں اپنے خوش وقت میں اشارہ کے موافق ''کتاب فتوحات'' کا حاشیہ لکھ رہا تھا۔ جب میں اس تسبیح تک پہنچا کہ انہوں نے کہا ہے **سبحان من اظهر الاشياء وهو عينها** یعنی پاک ہے وہ ذات کہ جس نے اشیاء کو پیدا کیا اور وہ ان کا عین ہے۔ اس پر میں نے یہ حاشیہ لکھا۔ **ان الله لايستحي من الحق ايها الشيخ لوسمعت من احدانه يقول فضلة الشيخ عن وجودالشيخ لا تسامحه البتة بل تغضب عليه فكيف يسوغ العاقل ان ينيب الى الله هذا الهذيان تب الى الله توبة النصوحا للتنجو من هذه الور طة الوعرة التى يستنكف منها الذهريون والطبيعيون واليونانيون والسلام على من اتبع الهدىٰ** یعنی اللہ تعالیٰ حیا سے شرماتا نہیں۔ اے شیخ اگر تو کسی سے سنے کہ وہ یوں کہتا ہے کہ شیخ کا فضلہ عین وجود شیخ ہے تو البتہ اس میں درگزر نہ کرنا بلکہ اس پر غصہ ہونا۔ پس کیسے لائق ہے' عقل مند کو کہ اس قسم کا ہذیان خدا کی طرف منسوب کرے۔ خدا کی جناب میں خالص توبہ کر کہ اس سخت بھنور سے نجات پائے جس سے دہریہ طبیعین یونانی کراہت کرتے ہیں اور سلام اس پر ہو جو کہ ہدایت کی اتباع کرتا ہے لیکن آپ نے یہ جو لکھا ہے کہ عروہ کے دلائل درست نہیں۔ جب بات واقع کے مطابق ہو تو آپ خواہ منطقی دلائل کے مطابق ہو یا نہ ہو' پرواہ نہیں اور جب نفس کو کسی مسئلہ میں اطمینان ہو جائے اور واقع کے مطابق ہو اور شیطان اس پر اعتراض نہ کرے تو ہمیں کافی ہے۔ **والحمد على المعارف التى هى تطابق الواقع عقلاونقلا بحيث لايمكن للنفس تكذيبها وللشيطان تشكيكها وتطمئن القلوب على وجوب وجودالحق ووحدانية ونزاهتة ومن لم يومن بوجوب وجوده فهو كافر حقيقى ومن لم يومن بوحدانية فهو مشرك حقيقى ومن لم يومن بنزاهته من جميع مايختص به الممكن فهو ظالم**

حقیقی لانہ ینیب الیہ مالا یلیق بکمال قدسہ والظلم وضع الشئی فی غیر موضعہ ولذلک لعنھم اللہ فی محکم کتابہ لقولہ الا لعنۃ اللہ علی الظالمین سبحانہ وتعالیٰ عمایصیفہ بہ الجاھلون یعنی خدا کی تعریف ہے۔ان معارف پر کہ جو واقع کے مطابق ہیں۔عقلاً نقلاً اس طرح کہ نفس کو ان کی تکذیب اور شیطان کا شک میں ڈالنا ممکن نہیں۔دل خدا کے وجود اور اس کی توحید اور تنزیہ پر اطمینان پا لیتے ہیں اور جو شخص کہ اس کے واجب الوجود ہونے کا منکر ہے وہ حقیقی کافر ہے اور جو اس کی توحید کا منکر ہے' وہ حقیقی مشرک ہے اور جو اس کی ایسی پاکیزگی پر جس کے ساتھ ممکن خاص ہے۔ایمان نہیں رکھتا تو وہ ظالم حقیقی ہے۔ کیونکہ خدا کی طرف وہ بات منسوب کرتا ہے کہ جو اس کے کمال قدس کے لائق نہیں اور ظلم اس کا نام ہے کہ شئے کو اس کو غیر محل میں رکھا جائے۔اسی لئے خدا نے ان کو اپنی محکم کتاب سے لعنت کی ہے۔جیسے فرمایا ہے کہ لعنت ہو ظالموں پر۔وہ اللہ تعالیٰ ان باتوں سے پاک ہے۔جن کے ساتھ جاہل لوگ اس کا وصف کرتے ہیں۔

فصل بالخیر

جب دوبارہ میں نے خط کا مطالعہ کیا تو کیشی کی رباعی پر نظر پڑی۔دل میں آیا کہ جو کچھ اس مقام میں واضح ہوا ہے اور اس سے خوش ہوا ہے کیونکہ اس کی حقیقت پر اطلاع حاصل کی ہے۔یہ ہے کہ چنداں شروع میں یہ ضعیف اس مقام میں پڑا تھا اور مجھے وہ مقام خوش معلوم ہوا تھا' لیکن اس مقام سے گزر گیا۔یعنی جب مقام مکاشفہ کے شروع و وسط سے گزر گیا اور مکاشفہ کے مقام نہایت تک پہنچا تو اس کی غلطی اظہر من الشمس معلوم ہوئی اور اس مقام کے قطب میں یقین پیدا ہو گیا کہ جہاں شک کا دخل نہیں تھا۔پس اے عزیز میں سنتا ہوں کہ تمہارے اوقات عبادت کے پابند ہیں اور عمر آخر کو پہنچی ہے۔افسوس ہے کہ مکاشفہ کے شروع مقام میں اس طریق سے کہ بچوں کو کھلونوں سے فریب دیں کہ وہ مکتب میں جائے۔چند معارف کے ساتھ کہ جو ٹھیکریوں کی طرح ہیں باز رہیں اور قرآن کی اکثر آیات بینات کو متشابہ کی چند آیات کی وجہ سے تاویل کریں۔چنانچہ یہ آیت محکم ہے۔قل انما انا بشر مثلکم یعنی کہہ دو کہ میں تم جیسا ایک بشر ہوں اور ابن حسون اور آیات کی یہ تاویل کرتے ہیں اور آیت و مارمیت ولکن اللہ رمیٰ یعنی آپ نے نہیں پھینکا۔جب پھینکا ہے' لیکن اللہ تعالیٰ نے پھینکا ہے کہ اپنا مقتدا بناتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ درمیت کہ یہ امر لوگوں کے سمجھانے کیلئے ہے تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت جان لیں۔فرمایا ہے' جس طرح کہ بادشاہ اپنے مقرب کو کسی ملک میں بھیجے اور کہے کہ اس کا ہاتھ میرا

ہاتھ ہے۔اس کی زبان میری زبان ہے اور شیخ بھی مرید کو جب قوم کے ارشاد کیلئے بھیجتا ہے۔اس کی اجازت میں بھی لگتا ہے کہ اس کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے۔غرضیکہ آیت الا لعنة اللہ علی الظالمین سے غافل رہنا اور آیت ان الشیطان لکم عدو فاتخذوہ عدوا اور ایسے ہی دیگر آیات سے اعراض کرنا۔یعنی بلا مشتبہ شیطان تمہارا دشمن ہے۔تم بھی اس کو دشمن سمجھو اور اس آیت سے شک کرنا' ھو الاول ھو الآخر ھو الظاھر ھو الباطن سے دلیل پکڑنا اور یہ نہ جاننا کہ اس کا مطلب یہ ہے' ھو الاول الازلی لینتھی الیہ سلسلة الاحتیاج فی الوجود فضلا عن شئی اخر وھو الاخر الایدی بایة الیہ یرجع الامر کلہ وھو الظاھر فی اثارہ الظاھرة بسبب افعالہ الصادرة عن صفاتہ الثانیة لذانہ وھو الباطن فی ذاتہ لاتدرکہ الابصار ولایعرف ذاتہ الاھو وقد صح عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال کل الناس فی ذات اللہ حمقی ای فی معرفة ذاتہ وقال علیہ السلام تفکروافی الاء اللہ ولا تفکروافی ذات اللہ یعنی وہ اول ازلی ہے۔تاکہ اس کی طرف احتیاج وجود کا سلسلہ منتہی ہو اور شے کا تو ذکر اور وہ ایسا آخر ابدی ہے کہ جس کی طرف تمام امر لوٹتے ہیں اور وہ اپنے آثار ظاہرہ میں ظاہر ہے۔اپنے افعال کے سبب سے جو کہ اس کی ان صفات سے کہ اس کی ذات کیلئے ثابت ہیں۔صادر ہیں اور وہ اپنی ذات میں باطن ہے۔اس کو آنکھیں ادراک نہیں کرسکتیں اور اس کی ذات کو سوا اس کے اور کوئی نہیں پہچانتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث صحیح ثابت ہوئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں' تمام لوگ خدا کی ذات میں احمق ہیں۔یعنی اس کی معرفت ذات میں اور فرمایا' علیہ السلام نے خدا کی نعمتوں میں فکر کرو اور خدا کی ذات میں فکر مت کرو۔ہم مطلب کی بات پر آتے ہیں جبکہ مقام مکاشفہ کے وسط میں اس معرفت کی طرح جو کہ کیشی کی رباعی میں پڑھا ہے' حاصل ہوئی اور وہ یہ بھی تھی کہ حق تعالیٰ دریا کی صورت میں نظر آیا کہ مواجی ثبتی ماحی کی صفت سے موصوف تھا۔اس کو مخلوقات کی طرح دائرہ تھا۔بعضے فراخ بعضے تنگ بعض کا نعمت پانا' جو کہ اس کے لطف کے مظہر ہیں۔دائرہ کی فراخی اور استقامت کے موافق تھے اور بعضے کہ قہر کے مظہر ہیں۔ان کا درد دائرہ کی تنگی اور انحراف سے ثبتی صفت سے بعض کو ثابت کرتے ہیں اور ماحی صفت سے بعض کو محو کر دیتے ہیں۔مواجی صفت سے پھر دائروں کو نئے سرے سے پیدا کرتا ہے یہاں تک کہ جب میں نے مکاشفہ کے نہایت مقام میں قدم رکھا تو حق الیقین کی ہوا چلی۔بدایت اور وسط کے معارف کے سگونوں کو گرا دیا۔حق الیقین کا پھل عین الیقین کے خلاف سے باہر نکلا۔اے میرے عزیز علم مجرو کہ جس کو اعتقاد جازم مطابق واقع کہتے ہیں۔شریعت کی نسبت

رکھو اور مقام ہدایت کے مکاشفہ کیلئے علم الیقین اور مقام مکاشفہ کے وسط کیلئے عین الیقین مقام کی نہایت کیلئے حق الیقین چاہئے۔حق الیقین کی حقیقت کہ جو مجرد یقین سے مقصود ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے' **واعبد ربک حتی یاتیک الیقین** یعنی اپنے رب کی عبادت کر۔یہاں تک کہ تجھ کو یقین حاصل ہو جائے۔سو یہ درجہ مقام مکاشفہ کے درجات کے قطب کی طرف تعلق رکھتا ہے اور جو شخص یہاں تک پہنچ جاتا ہے جو کچھ کہتا ہے' وہ واقع کے مطابق ہوتا ہے اور یہ جو ظاہر کیا ہے کہ چلنے والوں کی منزل میں سب سے آخر مقامات توحید ہے' ایسا نہیں ہے بلکہ وہ اسویں ۸۰ مقام میں پڑا ہے۔**اخر مقامات المائة العبودية وهو عودالعبدالى بداية حاله من حيث الولاية الفتوح واوها دائر امع الحق فى شيون تجلياته تمكنا** یعنی سوواں (۱۰۰) مقام عبودیت ہے۔وہ یہ کہ بندہ کا لوٹنا شروع حال کی طرف ولایت مفتوح کی وجہ سے حق کے ساتھ فکر لگانے والا اس کی تجلیات کے شیون کے ساتھ تمکن طور پر۔حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا **مانهاية هذاالامر قال الرجوع الى البداية** یعنی اس امر کی نہایت کیا ہے؟ کہا شروع کی طرف رجوع کرنا۔اے عزیز میں نے توحید کی شروع اور وسط مقام میں خاص کر سماع میں ایسی بہت رباعیاں قوال دی ہوں گی اور اس ذوق میں مدتوں رہا تھا۔ان میں سے ایک یہ ہے۔

این من نہ منم اگر منی ہست توئی — در در برمن پیرہنے ہست توئی
درراہ غمت نہ تن بمن ماندونہ جان — درزانکہ مراجان دتنے ہست توئی

اور اس مقام میں حلول کے معلوم ہوتا تھا اور اتحاد توحید میں نے کہا تھا۔

انامن اهوى ومن اهوى انا — ليس فى المراة شيى غيرنا
قدسهى المنشد اذا انشده — نحن روحان حللنا بدنا
اثبت الشكوة شركا واصحا — كل من فرق فرقا بيننا
لاانــاديـه ولا اذكـر — ان ذكـر ونـدائـي يـا انـا

الی اخرہ۔یعنی میں وہ ہوں کہ جس کو میں دوست رکھتا ہوں' وہ میں ہوں۔آئینوں میں سوا ہمارے اور کوئی شے نہیں۔پکارنے والا بھول گیا۔جب اس نے اس کو پکارا۔ہم دو روحیں ہیں' جو کہ ایک بدن میں داخل ہوئیں۔جس شخص نے ہم میں فرق کیا تو اس نے کھلا شرک کیا۔میں نہ اس کو پکارتا ہوں' نہ یاد کرتا ہوں کیونکہ میرا ذکر اور پکارنا یہ ہے کہ اے میں۔اس کے بعد جب میں نے مقام توحید کے نہایت میں قدم رکھا تو یہ امر محض غلط نکلا۔

الرجوع الی الحق خیر من التمادی فی الباطل یعنی خدا کی طرف رجوع کرنا' بے ہودہ پن میں بڑھتے جانے سے بہتر ہے پڑھا اے عزیز تو بھی اس کی پیروی کر اور جب خدائے تعالیٰ کے اس قول پر نظر پڑی ولا تضربو اللہ الامثال یعنی تم خدا کی مثالیں نہ دیا کرو تو میں نے پورے طور پر اس مثال کو مٹا دیا۔ والسلام

۵۰۶- شیخ نور الدین عبدالرحمٰن مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ بڑے بزرگ گزرے ہیں۔ اپنے وقت میں طالبین کے قبلہ تھے اور مصر کی ولایت میں اس کی تربیت وارشاد میں متعین تھے۔ شیخوخت کے مقام میں جانشین تھے۔ شروع حال میں اس ملک کے ایک شیخ کے مرید تھے' لیکن ان کا کام اس شیخ کے سامنے پورا نہ ہوا تھا' مگر انہوں نے کہا تھا کہ تمہارا کام عجم کے ایک شیخ کے پاس پورا ہوگا۔ آپ اس کا انتظار کرتے رہے۔ یہاں تک کہ شیخ جلال الدین یوسف کورانی مصر میں پہنچے۔ ان کی صحبت میں بیس روز سے کم میں ان کا کام پورا ہوگیا۔ ان کو ارشاد کی اجازت دے دی اور اجازت میں اس کو برادر لکھا کیونکہ وہ پیر اور معمر تھا۔ شیخ جمال الدین کی نسبت دو شخص کی طرف ہے۔ ایک تو شیخ حسام الدین شمشیری سے اور دوسرا شیخ نجم الدین محمود اصفہانی کی طرف اور یہ ہر دو صاحب شیخ نور الدین عبدالصمد نطنزی کے مرید ہیں' قدس اللہ ارواحہم

۵۰۷- شیخ زین الدین ابوبکر خوافی قدس اللہ روح

خواجہ محمد پارسا قدس اللہ تعالیٰ سرہ نے اپنے بعض مکتوب میں ان کا القاب اس طرح لکھا ہے۔ ذوالعلم النافع والعمل الرافع ملاذالجمہور شفاء الصدور صلوۃ العلماء والعرفا رافع اعلام السنۃ قامع اضالیل البدعۃ ناھج مناھج الحقیقۃ سالک مسالک الشریعۃ والطریقۃ الداعی الی اللہ سبحانہ علی طریق الیقین سیدنا و مولانا زین الملۃ والدین یعنی علم نافع اور رافع (چڑھنے والے) کے صاحب جمہور کے پشت پناہ۔ سینوں کی شفا۔ علماء عرفا کے برگزیدہ۔ سنت کے جھنڈے بلند کرنے والے۔ بدعت کے گمراہیوں کے توڑنے والے حقیقت کے راستوں میں چلنے والے' شریعت وطریقت کے راستوں میں چلنے والے اللہ سبحانہ کی طرف طریق یقین پر بلانے والے۔ سیدنا مولانا زین الملۃ والدین۔ آپ علوم ظاہر و باطنی کے جامع تھے۔ اول سے آخر تک شریعت کے راست اور سنت کی متابعت پر کہ اس گروہ کے محققین کے نزدیک

بہت بڑی کرامت ہے۔ استقامت کی توفیق حاصل ہوئی ہے۔ طریقت میں ان کی نسبت شیخ نورالدین عبدالرحمٰن مصری سے ہے اور شیخ نورالدین عبدالرحمٰن نے ان کی تربیت کے کمال اور تکمیل وارشاد تک پہنچنے کے بعد اس کی اجازت میں یوں لکھا ہے' لما استحق الخلوة و قبول الوردات الغيبيه والفتوحات استخرت الله واخليت خلوة المعهودة وهى سبعة ايام من الله تعالىٰ فيها على بميامن فضله ففتح الله عليه ابواب المواهب من عنده فى ليلة الرابعة وازداد فى الترقيات فى درجات المقامات الى مقام حقيقه التوحيد واتحلت منه قيودا لتفرقة فى شهود الجمع قيل اتمام الايام السبعة ثم فى اتمامها ظهر له لوامع التوحيد الحقيقى الذاتى المشار اليه على لسان اهل الحقيقة لجمع الجمع وهو لقوة استعداده بعد فى الترقى والزيادة وانى على رجاء من الله ان ياخذه منه اليه تماما وبقيه بقاء دواما ويجمله للمتقين اماما یعنی جب وہ خلوت واردات غیبیہ کے قبول اور فتوحات کا مستحق ہوا تو میں نے خدا سے استخارہ کیا اور اس سے خلوت مقررہ کرائی' جو سات دن ہوتی ہے۔ تب خدائے تعالیٰ نے مجھ پر احسان کیا اور اپنی مہربانی کے دروازے اس پر چوتھی رات کو کھول دیئے اور وہ بڑھ گیا۔ ترقیات میں مقامات کے درجوں پر توحید کی حقیقت کے مقام تک اور تفرقہ کی قیدیں جمع کے شہود میں سات دن کے پورا ہونے سے پہلے اس سے کھل گئیں۔ پھر ان کے پورے ہونے پر اس کیلئے توحید ذاتی کے انوار جس کو اہل حقیقت جمع الجمع کے ساتھ اشارہ کیا کرتے ہیں' چمکنے لگے۔ وہ اپنے استعداد کی قوت کی وجہ سے اب تک ترقی پر ہے اور مجھے خدا سے یہ امید ہے کہ وہ اس کو اپنی طرف پورا لے لے باقی رکھے اس کو ہمیشہ اور اس کو متقیوں کا امام بنائے۔

آپ فرماتے تھے کہ جو تحریر کہ شیخ نورالدین عبدالرحمٰن نے لکھی تھی۔ وہ خراسان کے لوٹنے کے وقت بغداد میں رہ گئی۔ ایک مدت مدید کے بعد جبکہ خراسان سے مصر کی طرف جانے کو اتفاق ہوا اور شیخ دنیا سے رحلت فرما گئے تھے۔ میں ان کے خلوت خانہ میں گیا تو وہاں پر اپنی اجازت پائی۔ جس میں کچھ فرق نہ تھا' مگر بعض حرف کا باوجود یہ کہ وہ خلوت محفوظ نہ تھی۔ اس کا دروازہ کھلا رہتا تھا۔ میں نہیں جانتا کہ وہ اصل مسودہ تھا کہ جس پر سے مجھے اجازت نامہ لکھ دیا تھا یا خود شیخ نے ولایت کے نور سے جان لیا تھا کہ میرا اجازت نامہ گم ہو گیا ہے۔ میں وہاں لوٹ کر آؤں گا اور اس کو دوبارہ میرے لئے لکھا تھا اور چھوڑ گئے تھے۔ بہر حال اس کا خلوت میں مدت مدید تک رہنا۔ جیسا کہ مذکور ہوا' محفل کرامت تھا۔ آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ جب میں مصر میں آتا تھا اور بغداد میں پہنچا۔ وہ پٹکا کہ شیخ نورالدین نے مجھ کو دیا تھا اور بڑے بڑے اور مشائخ کے سر پر رہ چکا تھا' میرے ہمراہ تھا۔ پیر تاج

گیلانی سے ملنے کا اتفاق ہوا' اس نے وہ طاقیہ مجھ سے مانگا۔ جیسا کہ درویشی اور فقر کا مقتضا ہے۔ میں نے ان کو دے دیا۔ میں نے رات کو خواب میں دیکھا کہ وہ طاقیہ مجھ سے استغاثہ کرتا ہے اور ان بزرگوں کو کہ جن کے سر پر وہ رہا تھا۔ گنتا ہے اور کہتا ہے کہ میں فلاں فلاں کے سر پر رہا ہوں۔ اب تم نے مجھے گدھے کے سر پر رکھ دیا' جو کہ شراب میں مبتلا رہتا ہے۔ جب صبح ہوئی تو میں ایک دوست کے ساتھ اس کی تلاش میں باہر نکلا سنا کہ وہ شراب خانہ میں ہے اور شراب کے پینے میں مشغول ہے۔ میں وہاں گیا۔ لوگوں نے کہا کہ فلاں گھر میں ہے۔ تب ہم اس گھر میں آئے تو وہ مست پڑا تھا اور طاقیہ اس کے سر پر تھا۔ میرے ساتھی نے مجھ سے کہا کہ تم باہر جاؤ کہ میں طاقیہ کو لاتا ہوں۔ اس نے طاقیہ اس کے سر پر سے اٹھالیا۔ دروازہ کو بند کر دیا اور اس کو میرے پاس لے آیا۔ کہتے ہیں کہ آخر عمر میں اس کی ایک حالت طاری ہوئی کہ تین رات خاموشی غائب تھی۔ وہ بات بہت کم کرتا تھا۔ ایک دن آپ نے درویش احمد سمرقندی سے پوچھا کہ تم نے کہیں ایسا جذبہ بھی دیکھا ہے کہ جذبات پے در پے ہوں اور ہرگز منقطع نہ ہوں۔ درویش احمد نے جواب میں کہا کہ یہ مطلب میں نے کہیں نہیں دیکھا۔ درویش احمد سمرقندی آپ کے کارکردہ مریدوں اور خلفاء میں سے تھا۔

صوفیوں کی باتوں کو اس نے دیکھا ہوا تھا اور منبر پر چڑھ کر ان باتوں کو اچھی طرح بیان کیا کرتا تھا اور فصوص الحکم کے درس و مطالعہ میں مشغول رہتا تھا۔ میں نے اس کا خط لکھا ہوا دیکھا۔ جو آخر فصوص میں لکھا تھا کہ بعد اس کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو فصوص الحکم کے درس کا اشارہ کیا۔ میں نے درویش آباد کی خلوت میں دیکھا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور پوچھا' یارسول اللہ۔ **ماتقول فی فرعون قال صلی اللہ علیہ وسلم قل کما کتب ثم قلت یا رسول اللہ ماتقول فی الوجود قال صلی اللہ علیہ وسلم ماتراہ لقول الوجود فی القدیم و فی الحادث حادث ثم قال صلی اللہ علیہ وسلم انت الہ وانت مالوہ انت الہ بظہور الصفات الاھیۃ فیک ومظہربتک للالوھیۃ وانت مالوہ لحصرک وتعینک وخلیقتک وھو علی ماقول شھید** یعنی یارسول اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرعون کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا' حضرت محمد نے کہو' جیسا کہ شیخ نے لکھا ہے۔ (شیخ نے فرعون کے بارہ میں کہا ہے' از مات طاہر مطہرا اور اس واقعہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصدیق کی واللہ اعلم۔ اس سے اس قدر تو ثابت ہوتا ہے کہ گو عقیدہ جمہور ہی مسلم ہو' مگر کم از کم شیخ ابن العربی کی نسبت بدگمانی اور بدزبانی نہ چاہئے کیونکہ واقعات بزرگان دین سے حسن ظن چاہئے) پھر میں نے کہا' یارسول اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وجود کے بارہ میں

کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا' حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی ہے۔ جو تم دیکھتے ہو کہ شیخ کہتا ہے' وجود قدیم میں قدیم ہے اور حادث میں حادث۔ پھر فرمایا' حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تو معبود ہے اور تو ہی عابد ہے۔ تم خدائی صفوت کے ظہور کی وجہ سے تھے کہ تجھ میں ہیں اور الوہیت کی مظہریت کی وجہ سے الٰہ اور معبود ہے اور مالوہ یعنی عابد اس لئے ہے کہ تو معین اور مخلوق ہے۔ (مالوہ دراصل الٰہ ہی کے معنی میں آتا ہے' مگر یہاں مقابلہ کے لحاظ سے عابد لینا چاہئے۔) خدا اس بات پر جو میں کہتا ہوں' گواہ ہے۔ شیخ زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ اتوار کی شب شوال کے مہینہ میں ۸۳۸ھ میں فوت ہوئے۔ اول تو ان کو قریہ مالین میں دفن کیا گیا۔ پھر وہاں سے موضع درویش آباد میں لے گئے اور درویش آباد میں عیدگاہ ہرات میں اور اب ان کی مزار متبرک پر بڑی عالی شان عمارت بنادی گئی ہے اور ایسی آباد اور مجمع ہوگئی ہے کہ وہاں پر جمعہ پڑھتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

۵۰۸- امیر قوام الدین سنجانی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ شروع حال میں قریہ سنجان خواف کے شرکاء میں سے تھے۔ ان کو جذبہ ہوا' جو کچھ اپنے ملک میں تھا۔ سب سے دست بردار ہوگئے۔ اور راہ آخرت میں مشغول ہوئے۔ کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنے ہاتھ کو مسلمانوں کیلئے وقف کر رکھا تھا۔ جو شخص کہ کاغذ لاتا۔ اس کو لکھ دیتے تھے۔ خواہ قرآن شریف ہوتا یا اور کچھ اور اس شخص کا نام اس پر لکھ دیتے اور طالبوں کے درمیان جس ترتیب سے کوئی لاتا' اسی ترتیب سے لکھتے تھے۔ مجالس میں بہت سے معارف بیان کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ موسیٰ علیہ السلام نے مجھے شربت کا پیالہ دیا ہے۔ اس لئے میری یہ باتیں ہیں۔ آپ کے بڑے اشعار ہیں۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کی بعض غزلیات کا جواب لکھا ہے اور ایک کتاب تصنیف کی ہے۔ جس کا نام مجنون المجانین رکھا ہے۔ اس میں عجیب عجیب باتیں درج کی ہیں۔ شیخ زین الدین کے ہمعصر تھے اور ان کے درمیان خط و کتابت رہی ہے۔ شیخ فرماتے ہیں کہ امیر قوام الدین سنجانی روح اللہ روحہ ایک دفعہ جبکہ وہ خواف میں تھے۔ ایک فقیر کو ایک خط لکھا تھا اور خط کے شروع میں یہ شعر تھا۔

ہر کہ ازین نیست شین بود غین اگر نیست نورعین بود

وہ ایک وقت آیا تھا کہ جس کے جواب میں یہ شعر لکھے گئے۔

غین درپیش عین شین بود زین اگر ہست بیم این بود

یعنی باریک پردہ بصیرت کی آنکھ کے سامنے عیب ہے' اگر زینت باقی ہے تو حجاب کا خوف ہے۔ جو شخص کہ

فانی نہیں ہوا۔اس بات کا خوف ہے کہ پھر بشریت کی وجہ سے حجاب میں پڑ جائے۔نعوذ باللہ منہ۔

شربت وحدت علی الاطلاق گر بود باقوام زین بود

وحدت مطلقاً تجلی ذات میں من حیث ہی ہوتی ہے اور اس وحدت کا مشاہدہ کہ صفات کی تجلیات میں ہوتا ہے۔ان صفات کے معانی سے مقید ہوتا ہے' اگر اس وحدت علی الاطلاق کا مشاہدہ پورا ہو جائے۔اس وقت یہ مادۂ حیات کو شربت قوام پاتا ہے اور اس وحدت کا مشاہدہ یہ ہے کہ عارف اس وحدت کے مشاہدہ سے کہ تمام صفات کے ضمن میں ہوتا ہے۔محفوظ رہا ہو' اس وقت یہ وحدت کی معرفت خوبصورت ہوتی ہے اور اس مشاہدہ میں دوئی اٹھ جاتی ہے۔پھر اس درمیان میں نہ زینت رہتی ہے' نہ اقوام اور الہام کی تنبیہہ کے ضمن میں قوام سمجھا جاتا ہے۔

مشرب موسوی اگرچہ علی است در شہود حبیب غین بود

اس لئے کہا کہ مجھ کو موسیٰ علیہ السلام نے شربت کا پیالہ دیا ہے اور یہ میری گفتگو اسی سے ظاہر ہوئی ہے۔اس کو خبردار کیا گیا ہے کہ اگرچہ یہ مشرب بلند ہے۔لیکن مشاہدہ حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حجاب ہے۔جو شخص چاہتا ہے کہ حبیب کے مشرب سے بانصیب ہو تو اس کو اپنے فنا میں سعی کرنی چاہئے۔

وادی ایمنی قدم خواہی درعدم سیر فرض عین بود

موسیٰ علیہ السلام جبکہ وادی ایمن میں پہنچے تو تمام غموں سے چھوٹ گئے۔اب جو شخص چاہتا ہے کہ قدم کے معنی وادی ایمن کی طرح معلوم کرے تو اس کو نیستی میں سعی کرنی چاہئے۔

راندن معرفت حجاب آرد کشف اندر سکوت وچین بود

ان کا یہ طریق تھا کہ مجلس میں بات کہتے اور اس مطلب کی فضیلت جانا کرتے تھے۔ان کو خبردار کیا گیا کہ یہ فضیلت حجاب کی خواری کو شامل ہے اور شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے ان بیتوں کے معانی کی شرح بیس سے زیادہ اشعار میں کی ہے۔اختصار کے خیال سے اسی قدر پر کفایت کی گئی۔مولانا شیخی قہستانی نے امیر قوام الدین کی تاریخ ولادت و وفات میں کہا ہے۔

امیر تارک سالک قوام ملت و دین — کہ در طریق طلب مثل شاہ ادہم بود
بسال ہفصد وسی وچہار میلادش — بسلخ روزہ و آغاز عید عالم بود
شب مفارقتش بر مشہور ہش صد وبست — براقتضائے قضا پنج شب مقدم بود

۵۰۹-خواجہ شمس الدین محمد الکوسی الجامی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ حضرت شیخ الاسلام احمد جامی نامی کے بڑے صاحبزادوں میں سے ہیں' قدس اللہ تعالیٰ سرہ اور حضرت شیخ کا خرقہ جو کہتے ہیں تو یہ وہی خرقہ ہے کہ ابوسعید ابوالخیر قدس اللہ تعالیٰ سرہ سے ان کو پہنچا ہے اور اس کے گریبان میں ایک پیوند حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرہن مبارک کا لگا ہوا موجود ہے۔ تمام اولاد میں سے ان کے خاندان میں پہنچا۔ آپ علوم ظاہری و باطنی کے جامع تھے۔ صبح و شام ذکر جہر کے وظیفوں میں شیخ زین الدین کے طریقہ پر چلتے تھے۔ شیخ بہاؤ الدین عمر کی صحبت میں بہت جایا کرتے تھے۔ ان سے بڑا عقیدہ رکھتے تھے۔ شروع حال میں ان کو جذبہ ہوا تھا۔ چنانچہ چند روز تک بے ہوش رہے تھے اور ان کی نمازیں فوت ہو گئی تھیں۔ فرماتے تھے کہ اس جذبہ میں وقت کے مشائخ جیسے زین الدین خوانی' شیخ بہاؤ الدین عمر میری تربیت اور اصلاح کی غرض سے مجھ پر ظاہر ہوئے لیکن میں ان میں سے کسی کے سپرد نہ ہوا۔ شیخ زین الدین میرے سینہ پر بیٹھ گئے اور عمل کرتے تھے۔ ان سے آواز آتی تھی۔ جس طرح کہ دھنیے روئی کو دانہ سے جدا کرتے ہیں۔ یہ ذکر جہر کی آواز تھی۔ جو مجھے آتی تھی۔ فرماتے تھے کہ اس کے بعد حضرت شیخ الاسلام احمد جام قدس سرہ خواجہ ابوالمکارم کی شکل میں کہ وہ ان کے بڑے صاحبزادہ تھے۔ مجھ پر ظاہر ہوئے اور اپنا نفس مبارک کو مجھ میں پھونکا۔ مجھے اسی وقت ہوش آ گیا۔ میں نے نماز کا وقت پوچھا اور نمازوں کی قضا میں مشغول ہوا۔ شیخ محی الدین ابن عربی کی تصنیفات کے معتقد تھے۔ توحید کے مسئلہ کو اس کے موافق ذکر کیا کرتے تھے اور اس کو منبر پر علمائے ظاہر کے سامنے اس طرح بیان فرماتے تھے کہ کسی کو انکار کی مجال نہ ہوتی تھی اور قرآن و احادیث نبویہ اور مشائخ کے کلام کے اسرار و حقائق میں نہایت تیز فہم تھے۔ تھوڑی سی توجہ کے ساتھ ان پر معانی ظاہر ہوا کرتے تھے۔ جو اوروں کے ذہن میں بڑے تامل اور غور کے ساتھ آتے تھے۔ مولانا سعد الدین کاشغری' مولانا شمس الدین محمد رسد' مولانا جلال الدین ابو یزید پورانی وغیرہ بزرگ جو اس وقت موجود تھے۔ ان کی مجلس میں حاضر ہوا کرتے تھے اور ان کے معارف و لطائف کی تعریف کیا کرتے تھے۔ وعظ اور سماع کی مجلس میں ان کو بڑا وجد ہو جایا کرتا تھا۔ بڑے نعرے لگایا کرتے تھے۔ جن کا اثر اہل مجلس پر محسوس کرتا تھا۔ بعض اوقات کو غالبہ صفات کی صورتوں میں ان کے نفوس پر دیکھا کرتے تھے۔ ایک دن کہتے تھے کہ ہمارے دوست کبھی کبھی انسانی صورت سے نکل جاتے ہیں لیکن جلد اپنے حال پر آ جاتے ہیں۔ ایک دو شخص کے نام لئے اور کہنے لگے کہ جب وہ میرے پاس آتے ہیں تو کتوں کی شکل

میں آتے ہیں۔ چار آنکھیں نظر آتی ہیں۔ اکثر ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ ان کی صحبت میں کسی کے دل پر کوئی بات گزرتی تو آپ اس کا اظہار اس طرح کر دیتے کہ کوئی شخص نہ سمجھتا۔ آپ ہفتہ کی صبح ۲۶ جمادی الاولیٰ ۸۶۳ھ میں پیدا ہوئے۔ ان کی وفات کی تاریخ میں یوں کہا گیا ہے۔

شیخ اکمل قدوہ کمل کہ بود — اہل صورت رابہ معنے رہنموں
خواجہ شمس الدین محمد کزغمش — آسمان پوشیدہ دلق نیلگون
ساخت چادر ساخت قدس قدم — خیمہ زواز خطہ امکاں بروں
چرخ دوں چوں پایہ قدرس نبود — سال تاریخش پرس از چرخ دوں

آپ کی قبر مسجد جامع ہرات کے ایک طرف ہے۔ جہاں کہ مزار مبارک فقیہ ابو یزید مرغزی رحمۃ اللہ کا ہے۔

۵۱۰-مولانا زین الدین ابوبکر تایبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ علوم ظاہریہ میں مولانا نظام الدین ہروی کے شاگرد ہیں' لیکن شریعت پر عمل کرنے اور سنت کی متابعت سے علوم باطنی کے دروازے ان پر کھل گئے۔ ارباب ولایت کے حالات و مقامات عالیہ ان کو حاصل تھے۔ وہ درحقیقت ایسے تھے۔ روحانی تربیت شیخ الاسلام احمد نامقی جامی قدس اللہ تعالیٰ سرہ سے پائی تھی۔ ان کی تربیت مقدسہ کی ملازمت بہت کرتے تھے۔ ایسا کہتے ہیں کہ اس کے بعد مولانا نے ایک مدت تک ریاضات مجاہدات میں اشتغال کیا۔ شیخ الاسلام احمد قدس سرہ ان پر ظاہر ہوئے اور کہا کہ خدائے تعالیٰ نے تمہارے درد کا دارو شفاخانہ میں رکھا ہے۔ مولانا سات سال تک پیادہ اور اکثر ننگے پاؤں تایباد سے ان کے مزار مبارک پر جایا کرتے تھے اور قرآن کی تلاوت میں مشغول رہتے تھے اور جب ان کے مزار مقدس پر پہنچتے تو اس گنبد میں جو کہ ان کے مقابل ہے۔ قیام کرتے اور قرآن شریف کی تلاوت میں مشغول ہوتے اور ایک مدت کے بعد تھوڑا آگے بڑھتے۔ یہاں تک کہ سات سال میں ان کے مزار شریف کے سامنے پہنچے۔ اس کے بعد جب ان کے مزار پر پہنچتے تو بیٹھتے اور ان کو اس اختلاف حالات سے کہ کچھ وقت دور کھڑے رہتے اور کبھی نزدیک اور آخر میں بلا توقف بیٹھ جاتے۔ سوال کیا گیا تو جواب دیا کہ یہ سب باتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے امر و اشارہ سے ہوتی ہے۔ اس کے بعد کہ تیس سال اس طریق پر گزرے۔ ان کے بعض اصحاب نے کہا ہے کہ جو کچھ مجھے معلوم ہوا ہے وہ یہ ہے کہ قرآن شریف کے ہزار ختم اس طریق پر کئے تھے۔ حضرت شیخ الاسلام کی روحانیت سے یہ اشارہ ہوا کہ مشہد مقدس

رضوی سلام اللہ علی من حل ضیہ کی زیارت کا احرام باندھے۔ بندہ وہاں پر گیا اور خلعتیں' نوازشیں پائیں۔ وہاں سے مزارات طوس کے طواف کا ارادہ کیا۔ رات کو شیخ ابونصر سراج کے مزار متبرک پر حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں۔ کل تم کو طوس میں ایک برہنہ درویش ملے گا۔ اس کی عزت و تعظیم کرنا' لیکن سجدہ نہ کرنا۔ جب میں صبح کو طوس میں آیا۔ بابا محمود طوسی کو کہ ایک مجذوب تھے۔ وہ اسی حالت پر جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا' آرہے تھے۔ اس نے جب مولانا کو دیکھا تو خود زمین پر گر گیا اور نمدہ میں سر چھپا لیا' مولانا ان کے سامنے گئے اور کچھ دیر کھڑے رہے اس نے ایک گھڑی کے بعد نمدہ سے اپنا پاؤں باہر نکالا اور کھڑا ہو گیا اور اپنے آپ میں کہنے لگا' اے بے ادب اس شخص کی تو تعظیم نہیں کرتا کہ کل پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے شیخ ابونصر سراج کے مزار پر تجھ سے ملاقات کی اور اس کا تجھے نشان دیا کہ جس سے آسمان کے فرشتے بھی شرم کرتے ہیں۔ مولانا نے ان کو سلام کہا۔ انہوں نے جواب دیا اور کہا جائیے کہ رود بار کے اولیاء تمہارے آنے کے منتظر ہیں اور کہتے ہیں کہ مولانا اس کے بعد ہر سال اپنے ایک خاص مرید کو بابا محمود کی خدمت کیلئے بھیجا کرتے اور وہ ان کی باتیں لکھ کر لاتا' اگر وہ باتیں عقل مندوں کے طریق پر نہ ہوتیں تو مولانا ان کا معنی سمجھ جاتے اور ان کا مقصود جان لیتے۔ خواجہ محمد پارسا قدس اللہ تعالیٰ روحہ آخری دفعہ جو حج کو گئے اور مرقد مطہر مولانا پر آئے۔ فرماتے تھے کہ پہلی دفعہ جبکہ میں خواجہ بزرگ خواجہ بہاؤ الدین قدس اللہ تعالیٰ سرہ کے ہمراہ حج کو جاتا تھا۔ جب ہم مرد میں پہنچے تو قافلہ کے دو گروہ ہو گئے۔ بعض تو مشہد مقدس رضوی کو جانا چاہتے تھے اور بعض ہرے کی طرف جانا چاہتے تھے۔ یہ بات قرار پائی کہ نیشاپور میں سب جا کر جمع ہوں۔ حضرت خواجہ ہرے کی طرف چلے اور فرمایا' ہم چاہتے ہیں کہ مولانا زین الدین ابوبکر کی خدمت میں جائیں۔ میں جوان تھا اور مولوی کی حالت سے مجھے واقفی نہ تھی۔ میں مشہد میں گیا۔ خواجہ محمد اس مطلب پر ندامت کا اظہار کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ جب حضرت خواجہ تائباد میں پہنچے اور صبح کی نماز مولانا کے ساتھ جماعت سے اول صف میں پڑھی۔ جیسا کہ ان کا طریق تھا' مراقبہ میں بیٹھے تھے۔

جب مولانا وظائف سے فارغ ہوئے تھے اور ان کے سامنے آکر معانقہ کیا اور نام پوچھا۔ خواجہ نے فرمایا کہ بہاؤ الدین مولانا نے کہا کہ ہمارے لئے نقش لکھ دو۔ خواجہ نے فرمایا کہ ہم اس لئے آئے ہیں کہ نقش لے جائیں۔ مولانا ان کو گھر لے گئے اور دو تین دن اکٹھے رہے۔ خواجہ کے ایک مرید نے حج کا ارادہ کیا تھا۔ خواجہ نے اس کو نصیحت کی تھی کہ مولانا زین الدین ابوبکر کی صحبت و زیارت کرنا۔ کیونکہ وہ شریعت پر عمل کرنے سے ایک

طریقت وحقیقت کے عالی مقامات تک پہنچے ہیں۔ اس کتاب میں کہ شیخ عالم مفسر' شیخ معین الدین جنید شیرازی نے مزارامت شیراز کی شرح میں تصنیف کی ہے۔ لکھا ہے کہ مولانا روح الدین ابوالمکارم بن ابی بکر البلدی جو کہ بڑے عالم فاضل مشہور شریف اوصاف سے موصوف اور حمیدہ اخلاق سے معروف تھے۔ بڑے بڑے استادوں کی خدمتیں کی تھیں۔ عالی سندیں رکھتے تھے۔ برسوں پرانے کپڑوں میں درس میں مشغول رہتے تھے۔ ۷۸۷ھ میں فوت ہوئے تھے۔ ان کی وفات کے چند روز بعد میں نے ان کو خواب میں دیکھا تو کہا کہ علماء کے مراتب ہوا کرتے ہیں اور کیسے مراتب کہ ان میں اور انبیاء میں صرف ایک درجہ کا فرق ہوا کرتا ہے۔ میں نے ان میں سے سوال کیا کہ جو علماء اس وقت زندہ ہیں۔ ان سے کون سا عالم سب سے بڑھ کر خدا کا مقرب ہے؟ کہا' مولانا زین الدین ابوبکر تائبادی۔ میں ان کو نہ جانتا تھا۔ جب میں خواب سے بیدار ہوا تو میں نے ان کی تلاش کی۔ جس شخص نے کہ ان کو خراسان میں دیکھا تھا۔ وہ ان تعریف وتوصیف کرتا تھا۔ آپ دوپہر کے وقت جمعرات کے دن آخر ماہ محرم الحرام ۷۹۰ھ میں فوت ہوئے۔ ملک عمادالدین زوزنی نے ان کی تاریخ وفات کہی ہے۔ قطعہ

سنہ احدی وتسعین بود تاریخ　　گزشتہ ہفتہ از سلخ محرم
شدہ نصف النہار پنجشبہ　　کہ روح پاک مولانا اعظم
سوئے خلد بریں رفت وملائک　　ہمہ گفتند از جان خیر مقدم

۵۱۱۔ مولانا جلال الدین محمود زاہد مرغابی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ بھی علوم ظاہری میں مولانا نظام الدین ہروی کے شاگرد ہیں اور شریعت کے عمل اور سنت کی متابعت کی وجہ سے اس طریق سے کامل حصہ اور پورا نصیب پایا تھا۔ تقویٰ اور پرہیزگاری میں بڑی سعی کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ ان کے کاشتکار نے زمینداری کے ایک اوزار کو کہ وقف کر چکے تھے۔ ان کے کھیت میں استعمال کیا۔ جب آپ نے اس پر اطلاع پائی تو اس کھیت کی پیداوار کو نہ لیا اور حکم دیا کہ فقراء مساکین محتاجین پر صدقہ کر دیں۔ ہرات کے بادشاہ نے ایک سونے کی تھیلی تحفہ کے طور پر آپ کی خدمت میں بھیجی۔ آپ نے قبول نہ کی۔ تھیلی بردار نے کہا' اگر میں اس کو بادشاہ کے پاس واپس کرتا ہوں وہ رنجیدہ خاطر ہوگا۔ ان فقراء پر جو کہ آپ کے شاگرد ہیں اور مدرسہ میں رہتے ہیں' تقسیم کر دیں۔ آپ نے فرمایا کہ خود اس کو مدرسہ میں لے جا۔ جو شخص قبول کرے اس کو دے دے' لیکن اس شرط سے کہ ان کو کہہ دے کہ یہ زر کہاں سے آیا ہے۔ وہ سونا مدرسہ میں لے گیا' مگر کسی نے اس کو قبول نہ

کیا۔ ماہ ذی الحجہ ۸۷۷ھ میں آپ کا انتقال ہوا ہے۔ آپ کی قبر مرغاب ہرات میں ہے۔

۵۱۲- مولانا جلال الدین ابو یزید یورانی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ نے علوم شرعیہ حاصل کیے تھے اور شریعت کی رعایت اور سنت کی متابعت سے مقامات عالیہ تک پہنچے تھے۔ آپ اکثر اوقات وظائف شرعی کو ادا کر کے مسلمانوں کی ضروریات کو پورا کرتے تھے۔ جو شخص کسی مطلب میں آپ کی طرف رجوع کرتا، حتی الامکان اس میں سعی فرماتے اور اس کے پورا کرنے کیلئے جس دنیادار کی طرف جانا مناسب ہوتا، آپ خود جاتے۔ جو وعظ و نصیحت آپ کی زبان پر گزرتی۔ سامعین کے دلوں میں اس کا خاص بڑا اثر ہوتا تھا۔ اگرچہ ان کو بارہا سنا ہوتا۔ اس کو دل پر رکھتے اور ان کا بظاہر طریقت میں کوئی پیر نہ تھا۔ وہ ضرور اویسی تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ جب مجھے کوئی اشکال پیدا ہوتا ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت بے واسطہ اس کو دور کر دیتی ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک دن اپنے دوستوں سے شاز طلب کیا اور کہا کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بایزید کبھی اپنی ڈاڑھی میں کنگھا تو کیا کرو۔ آپ مولانا ظہیر الدین خلوتی کی صحبت میں جایا کرتے تھے۔ ان کے طریقہ کے بہت معتقد تھے۔ اگرچہ اس کی مریدی کے لحاظ سے نہ آتے تھے۔ ایسا بہت کم ہوتا تھا کہ آپ کا گھر مہمانوں سے خالی ہوتا۔ ان کیلئے عمدہ کھانے تیار کرتے، باوجودیکہ ان کی آمدن باغ اور کھیت کی تھوڑی تھی۔ ایک دن کہتے تھے کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جب کوئی دوستوں کی جماعت شہر سے پوران کی طرف جاتی تو مجھ کو معلوم ہو جاتا۔ میں جان لیتا تھا کہ کس قدر آدمی ہیں اور کب پہنچیں گے۔ میں ان کیلئے مناسب کھانا تیار کرتا تھا کہ جب آ جائیں بے انتظار کھالیں۔ ایک رات میں مسجد ختم قرآن ہوتا تھا۔ ایک ترک نہر کے کنارہ سے چند روغن جوش مسجد میں لایا اور مجھے قسم دی کہ اس میں سے کھاؤ۔ کیونکہ یہ بوجہ حلال ہے۔ ایک روغن جوش اٹھایا اور اس کے دو ٹکڑے کیے۔ پھر ایک کے دو کیے اور اس میں سے ایک کھایا تو وہ مطلب مجھ پر چھپ گیا۔ اس وقت سے پیچھے اب مہمانوں کی توجہ کی اس طرف کا مجھے علم نہیں ہوتا۔ ان کے پہنچنے کے وقت کو نہیں جانتا۔ میں تشویش میں رہتا ہوں۔

ایک دن جماعت کے ساتھ زیارت کو ان کی خدمت میں ہم گئے۔ وہ موسم انگور کا تھا۔ ہم کو انگور کے باغ میں لائے اور آپ چل دیئے۔ ہم نے باغ کا چکر لگایا۔ جس قدر انگور چاہئے تھے، ہم نے کھائے۔ جماعت میں سے ایک شخص نے چند خوشہ انگور کے اٹھالئے۔ دوسرے نے اس سے کہا کہ مولانا نے اٹھانے کی اجازت نہیں دی

اور وہ قصہ بیان کیا کہ ایک عالم وقت سے واقع ہوا تھا۔ یعنی اس کے چند لوگ مہمان ہوئے تھے۔ جماعت میں سے ایک شخص نے ان کے دستر خوان سے تبرک اٹھایا تھا۔ جب خادم نے دستر خوان اٹھایا تو خادم سے کہا کہ تم نے کیوں برے کام سے نہ روکا۔ خادم نے کہا کہ میں نے تو کوئی برا کام نہیں دیکھا۔ کہا کہ فلاں شخص نے بے اجازت ٹکڑا اٹھا لیا ہے۔ دستر خوان اس کے پاس لے جا کہ اس کو اس میں ڈال دے۔ خادم دستر خوان اس کے پاس لے گیا۔ اس نے وہ ٹکڑا اس میں ڈال دیا۔ اس کے بعد مولانا آئے اور ہمارے لئے کھانا لائے۔ جب کھانا کھا چکے تو ہم نے لوٹنے کی اجازت مانگی۔ ہمارے آنے کے وقت دروازہ میں کھڑے ہو گئے اور کہا' جن کو میں نے باغ میں آنے کی اجازت دے دی تھی۔ ان کو کھانے اور لے جانے کی بھی اجازت تھی' لیکن جو کچھ عالم نے کیا' اچھا نہیں کیا۔ اگرچہ اول اجازت نہ تھی' مگر مناسب تھا کہ آخر معاف کر دیتا۔ اس ٹکڑہ کو واپس نہ کرتا۔ ایک اور مرتبہ ان کی زیارت کا اتفاق ہوا۔ واپسی کے وقت ان میں سے ایک کے دل میں یہ گزرا تھا کہ اگر مولانا میں کرامت ہے تو چاہئے کہ مجھے کشمکش تبرک کے طور پر دیں۔ جب آپ کو ہم نے رخصت کیا تو آپ نے اس شخص کو آواز دی کہ تھوڑی دیر ٹھہرو۔ گھر میں گئے اور ایک طباق کشمکش کا لائے۔ اس کو دے کر کہا' معاف رکھنا کہ ہمارے باغوں میں کشمکش نہیں ہوتا۔ میں ایک دفعہ ان کے پاس نماز مغرب پڑھتا تھا۔ ان کو ایسا مغلوب و مستغرق پایا کہ ان کو کوئی شعور نہ تھا۔ قیام میں کھڑے ہوتے تھے۔ کبھی دایاں ہاتھ بائیں پر اور کبھی بایاں دائیں پر رکھتے تھے۔ آپ پیر کی رات ۱۰ ذی القعدہ ۸۶۲ھ میں فوت ہوئے۔ آپ کی قبر بواران میں ہے۔

۵۱۳- مولانا ظہیر الدین خلوتی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ ظاہری باطنی علوم کے جامع تھے۔ مولانا زین الدین ابوبکر تائبادی فرماتے ہیں کہ آسمان کے نیچے ظہیر الدین جیسا میں نے کوئی شخص نہیں دیکھا۔ وہ شیخ سیف الدین خلوتی کے مرید ہیں۔ پندرہ سال تک ان کی خدمت میں رہے ہیں۔ شیخ سیف الدین ۷۸۳ھ میں فوت ہوئے۔ ان کی قبر خلوتیوں کے قبرستان میں ہے۔ دھوبیوں کے گھاٹ کے پل کے پاس۔ شیخ سیف الدین شیخ محمد خلوتی کے مرید ہیں۔ کہتے ہیں کہ وہ خوارزم میں ذکر میں مشغول ہوتے۔ ان کے ذکر کی آواز چار فرسنگ تک جاتی تھی۔ محمود پہلوان ان کے معاصر تھے اور ان سے صحبت رکھتے تھے۔ شیخ ظہیر الدین ساتوں قرات کے عالم تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے پورا قرآن استاد کے سامنے پڑھا تو حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خواب میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

فرماتے ہیں، ظہیر الدین مجھے قرآن سنا۔ میں نے اول سے آخر تک سنایا۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ چلے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اس میں صرف چار دفعہ گیہوں ابال کران سے افطار کیا۔ ہر دس دن میں ایک دفعہ کہتے ہیں۔ جب وہ دھوبیوں کے گھاٹ والی زیارت کو جاتے اور پل پر سے گزرتے تو پاؤں ننگے کرلیا کرتے۔ کہتے کہ میں اولیاء اللہ سے شرم کرتا ہوں کہ ان کے سامنے جوتی پہن کر جاؤں۔ ۸۰۰ھ میں ان کا انتقال ہوا ہے اور ان کی قبر مزار خلوتیوں میں ہے۔

۵۱۴- شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ نے ظاہری علوم کی تحصیل و تکمیل کی تھی۔ بعد اس کے کہ پندرہ سال تک علوم کے درس و افادہ میں مشغول رہے۔ ہر روز ستر عالم فاضل آپ سے استفادہ کرتے تھے۔ آپ نے حج کا ارادہ کیا۔ لوٹنے کے وقت بغداد میں پہنچے اور شیخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ تعالیٰ سرہ کی خانقاہ میں قیام فرمایا اور ان کے مرید ہوئے۔ یہ تمام مرتبہ و کمال اس کے آستانہ سے حاصل کیا۔ آپ شیخ فخر الدین عراقی اور امیر حسینی رحمہما اللہ کے شیخ ہیں۔ آپ کے بعد آپ کے فرزند شیخ صدر الدین ارشاد کی سند پر ان کے قائم مقام ہوئے ہیں۔ امیر حسینی ''کتاب کنز الرموز'' میں ہر دو بزرگوں کی شان میں لکھتے ہیں۔

شیخ ہفت اقلیم قطب اولیاء واصل حضرت ندیم کبریا
مفخرمت بہائے شرع دین جان پاکش منبع صدق ویقین
از وجود او بزو دوستان جنت الماوٰے شدہ ہندوستان
من کہ اواز نیک واز بدتافتم ایں سعادت ازقبولش یافتم
رخت ہستی چوں بروں برداز میاں کرو پروازے ہمائش زاشیاں
وان بلند آوازہ عالم پناہ سرور عصر افتخار صدرگاہ
صدر دین و دولت آن مقبول حق نہ فلک برخوان جودش یک طبق

۵۱۵- شیخ نظام الدین خالدی دہلوی معروف بہ شیخ نظام الدین اولیاء قدس اللہ تعالیٰ

آپ ہندوستان کے مشاہیر مشائخ میں سے ہیں۔ آپ علوم دینی کی تحصیل و تکمیل کے بعد رات کو دہلی کی

جامع مسجد میں رہتے تھے۔ صبح کے وقت موذن نے منارہ پر چڑھ کر یہ آیت پڑھی' الم یات للذین امنوا ان تخشع قلوبهم لذکر الله یعنی کیا ایمانداروں کا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر سے ڈر جائیں۔ جب یہ آیت آپ نے سنی تو آپ کا حال بدل گیا اور ہر طرف سے ان پر انوار برسنے شروع ہوئے۔ جب صبح ہوئی تو بغیر سفر خرچ وغیرہ کے شیخ فریدالدین شکر گنج کی خدمت میں جانے کو روانہ ہو گئے۔ وہاں جا کر ان کے مرید ہوئے اور مرتبہ کمال تک پہنچے۔ شیخ نے ان کو اورادوں کی تکمیل کی اجازت دے کر دہلی کو واپس کر دیا۔ وہاں پر طالبعلموں اور مریدین کی تربیت میں مشغول ہوئے۔ حسن و خسرو دہلوی ہر دو آپ کے مرید ہیں۔ شیخ فریدالدین رحمۃ اللہ علیہ نے خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ سے خرقہ لیا اور انہوں نے خواجہ معین الدین حسن سنجری رحمۃ اللہ علیہ سے اور انہوں نے خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ اور انہوں نے حاجی شریف زندانی سے اور انہوں نے شیخ الاسلام قطب الدین مودود چشتی رحہم اللہ سے خرقہ حاصل کیا۔ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے ایک کاغذ جس پر بہت سا روپیہ لکھا ہوا تھا' کھو دیا۔ وہ حضرت نظام الدین اولیاء کی خدمت میں آیا اور اس کاغذ کے گم ہونے کا قصہ عرض کیا۔ اس میں وہ بہت حیران مضطرب تھا۔ شیخ نے ایک درم اس کو دیا کہ اس کا حلوا خرید اور شیخ فریدالدین رحمۃ اللہ علیہ کی روح کو بخش کر درویشوں کو کھلا دے۔ جب اس شخص نے وہ درم حلوائی کو دیا اور حلوائی نے تھوڑا حلوا کاغذ میں لپیٹ کر اس کو دیا۔ تب اس نے جو غور سے دیکھا تو اس کا وہی کاغذ گمشدہ تھا۔ یہ قصہ اسی کے قریب ہے کہ ایک شخص نے سو دینار کسی کے پاس رکھے تھے۔ اس بارہ میں اس سے جھگڑا ہو گیا تھا۔ جب مطالبہ کیا تو اس کے پاس وہ تمسک نہیں تھا۔ وہ شخص شیخ بنان جمال کی خدمت میں آیا اور دعا التماس کی۔ شیخ نے کہا' میں ایک بوڑھا مرد ہوں اور شیرینی کو دوست رکھتا ہوں۔ جا اور ایک رطل (ادھ سیر) حلوا خرید لا کر پھر دعا کروں گا۔ وہ مرد حلوا خرید لایا اور کاغذ میں لپیٹ کر شیخ کے پاس لایا۔ شیخ نے کہا' کاغذ کو کھولو۔ جب کھولا تو اس کا وہی تمسک تھا۔ پھر شیخ نے کہا' تمسک کو لے لے اور حلوا بھی لے جا۔ خود کھا اور اپنے بچوں کو کھلا۔ وہ دونوں کو لے گئے۔ کہتے ہیں' ایک ملتانی سوداگر کو چوروں نے راہ میں لوٹ لیا۔ اس کا مال لے گئے۔ وہ شخص شیخ صدرالدین شیخ بہاؤالدین زکریا کی خدمت میں جو سجادہ نشین تھے۔ حاضر ہوا اور کہا کہ میں دہلی کا ارادہ رکھتا ہوں۔ آپ شیخ نظام الدین اولیاء کی خدمت میں سفارش لکھ دیں کہ آپ توجہ کریں کہ جس سے تجارات کا سامان ہو جائے۔ شیخ صدرالدین نے اس کی التماس قبول کر کے ایک رقعہ دے دیا۔ جب وہ دہلی پہنچا اور وہ رقعہ حضرت شیخ نظام الدین اولیاء کو دیا۔ شیخ نے خادم کو آواز دی اور فرمایا کہ کل صبح سے لے کر چاشت کے وقت (۱۰ بجے) تک جس قدر فتوح

آمد ہو۔ ہم نے اس مہمان عزیز کو دے دی' اس کے سپرد کر دینا۔ خادم نے دوسرے دن اس کو ایک جگہ بٹھا دیا اور جو نذر آتی تھی' اس کو دیتا گیا۔ دس بجے تک بارہ ہزار تنکہ حساب میں آیا۔ وہ اٹھا کر لے گیا۔ ایک دفعہ سلطان علاؤ الدین محمد شاہ خلجی نے زرد جواہر کی تھیلی بھری ہوئی شیخ کی نذر بھیجی۔ ایک قلندر شیخ کے برابر بیٹھا تھا۔ وہ آگے بڑھا اور کہا' اے ایہا الشیخ اللہ ھدایا مشترک یعنی اے شیخ ہدیہ مشترک ہوا کرتا ہے۔ شیخ نے فرمایا' لیکن تنہا خوشتر ک قلندر پھر پیچھے ہٹ گیا۔ شیخ نے فرمایا کہ آگے آؤ۔ مقصود یہ تھا کہ تم کو تنہا اچھا معلوم ہوتا ہے۔ جب قلندر نے چاہا کہ تھیلی کو اٹھائے تو اس کو اٹھانے کی ہمت نہ پڑی۔ شیخ کے خادم کی مدد کا محتاج ہوا۔ ایک دفعہ نیا وضو کیا۔ چاہا کہ ڈاڑھی میں کنگھا کریں۔ کنگھی طاق میں تھی اور کوئی پاس نہ تھا کہ اس کنگھی کو شیخ کے ہاتھ میں دے۔ کنگھی خود طاق سے کودی اور شیخ کے ہاتھ میں جا پہنچی۔

۵۱۶- شیخ ابو عبداللہ صْومعی قدس اللہ تعالیٰ روحہ

آپ گیلان کے بزرگ مشائخ میں سے ہیں اور زاہدوں کے سردار عالی حالت وظاہر کرامت رکھتے تھے۔ عجم کے بعض مشائخ کو ملے ہیں۔ مقبول الدعا تھے۔ جب آپ غضب میں آتے تو حق تعالیٰ ان کے غضب کا بدلہ جو کچھ چاہتے' خدا تعالیٰ ویسا ہی کر دیتا اور جس چیز کو پیشین گوئی کرتے' ویسا ہی ہوتا۔ آپ کے مریدوں کی ایک جماعت تجارت کے ارادہ سے سمرقند میں گئی تھی۔ سمرقند کے قریب لٹیروں کی ایک جماعت ان کے لوٹنے کے واسطے آئی۔ تاجروں کی جماعت نے شیخ عبداللہ کو آواز دی۔ پھر انہوں نے دیکھا کہ وہ ان کے درمیان کھڑے ہیں اور کہتے ہیں سبوح قدوس ربنا اللہ یعنی پاک ہے ہمارا رب۔ اے سوارو ہم میں سے دور ہو جاؤ۔ وہ سب تتر بتر ہوئے' کسی سے یہ نہ ہو سکا کہ اپنا گھوڑا سنبھال سکے۔ بعض پہاڑ کو بھاگ گئے اور بعض جنگل میں۔ دو شخص ایک دوسرے کے ساتھ مل نہ سکے۔ وہ جماعت ان کی شرارت سے چھوٹ گئی۔ اس کے بعد شیخ کو اپنے درمیان تلاش کیا تو کہیں نہ پایا۔ جب گیلان میں واپس آئے اور یہ قصہ بیان کیا۔ شیخ کے اصحاب نے کہا کہ شیخ تو ہم سے کہیں غائب نہیں ہوئے۔

۵۱۷- شیخ محی الدین عبدالقادر جیلی قدس اللہ تعالیٰ روحہ

آپ کی کنیت ابو محمد ہے۔ علوی حسنی ہیں۔ ابو عبداللہ صومعی کے نواسہ ہیں۔ ماں کی طرف سے آپ کی والدہ

ام الخیرامتہ فاطمہ بیٹی' ابوعبداللہ صومعی کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب میرا فرزند عبدالقادر پیدا ہوا تو رمضان میں دن کو کبھی دودھ نہ پیتا تھا۔ ایک رمضان کا ہلال ابر کی وجہ سے چھپ گیا۔ لوگوں نے آپ کی والدہ سے پوچھا۔ انہوں نے کہا' آج عبدالقادر نے دودھ نہیں پیا۔ آخر معلوم ہوا کہ وہ دن رمضان کا تھا۔ آپ کی ولادت ۴۷۱ھ میں ہوئی اور وفات ۵۶۱ھ میں۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں چھوٹا تھا۔ عرفہ کے دن باہر جنگل کو گیا۔ ایک گائے کی دم کھیت کیلئے پکڑی۔ اس گائے نے منہ موڑا اور کہا' اے عبدالقادر مالھذا خلقت ولا بھذا امرت یعنی اے عبدالقادر تم اس لئے نہیں پیدا کیے گئے اور نہ اس کا حکم ہوا ہے۔ میں اس سے ڈر گیا اور واپس آ گیا۔ پھر میں اپنے آپ کوٹھے پر چڑھا تو حاجیوں کو دیکھا کہ عرفات میں کھڑے ہیں۔ یہ بات میں نے اپنی ماں سے کہی اور یہ کہا کہ مجھے خدا کے کام میں لگاؤ اور اجازت دو کہ بغداد میں جاؤں اور علم پڑھنے میں مشغول ہو جاؤں۔ بزرگوں کی زیارت کروں۔ والدہ نے مجھ سے اس ارادہ کا مطلب پوچھا تو میں نے ان سے بیان کیا۔ آخر وہ رو پڑیں اور اٹھیں' اسی دینار (دینار ساڑھے تین ماشہ سونے کا ایک سکہ ہے۔) باہر لائیں اور کہا کہ یہ تیرے باپ کی میراث ہیں۔ چالیس دینار تو میرے بھائی کیلئے چھوڑے اور چالیس دینار کو میری بغل کے نیچے جامہ میں سی دیا اور مجھ کو سفر کی اجازت دی۔ مجھ سے عہد کیا کہ ہر حال میں سچ بولنا۔ میرے رخصت کرنے کو دروازہ تک آئیں اور کہا' اے فرزند جا کہ خدا کیلئے میں تم سے قطع تعلق کرتی ہوں اور اب قیامت تک تم کو میں نہ دیکھوں گی۔ (یہ بھی گویا کشف سے معلوم کرلیا کہ اب زندگی میں باہمی ملاقات نہ ہوگی) میں تھوڑے قافلہ کے ساتھ بغداد کی طرف روانہ ہوا۔ جب میں ہمدان سے گزرا تو ساٹھ سوار باہر نکلے اور قافلہ کو انہوں نے پکڑ لیا' لیکن مجھ سے کسی نے تعرض نہ کیا۔ اتفاقاً ان میں سے ایک نے مجھے آ کر پوچھا کہ او فقیر تمہارے پاس کیا ہے؟ میں نے کہا' چالیس دینار ہیں۔ اس نے کہا' کہاں ہیں؟ میں نے کہا' میرے کپڑے میں میری بغل کے نیچے سئے ہوئے ہیں۔ اس نے خیال کیا کہ یہ شاید مذاق کہتا ہے۔ مجھے چھوڑ دیا اور چلا گیا۔ دوسرا آیا اور اس نے مجھے پوچھا' تب بھی میں نے یہی جواب دیا۔ اس نے بھی مجھے چھوڑ دیا۔ وہ اپنے سردار کے پاس گئے جو کچھ مجھ سے سنا تھا۔ اس سے جا کر کہہ دیا۔ اس نے مجھے بلایا اور ٹیلہ پر قافلہ کا مال تقسیم کر رہے تھے مجھے لے گئے۔ اس نے بھی مجھ سے پوچھا کہ تمہارے پاس کیا ہے؟ میں نے کہا' چالیس دینار۔ کہا کہ کہاں ہیں؟ میں نے کہا کہ میری بغل کے نیچے جامہ میں سئے ہوئے ہیں۔ یہاں تک کہ میرے جامہ کو پھاڑا تو جو کچھ میں نے کہا تھا' ویسے ہی پایا۔ پھر اس نے کہا' تمہیں ایسا کیا ہوا کہ اس کا اقرار کیا؟ میں نے کہا کہ میری والدہ نے مجھ سے عہد لیا تھا کہ سچ بولنا۔ اس لئے میں اس عہد میں خیانت نہیں

کروں گا۔ تب ان کا سردار رو پڑا اور کہا کہ میں اتنے برسوں سے اپنے پروردگار کے ساتھ خیانت کرتا رہا ہوں۔ پھر اس نے میرے ہاتھ پر توبہ کی۔ اس کے ساتھیوں نے کہا کہ تم اس لوٹ مار میں ہمارے سردار تھے تو اب اس توبہ میں بھی ہمارے سردار بنو۔ سب نے میرے ہاتھ پر توبہ کی اور جو کچھ قافلہ والوں سے لیا تھا۔ سب ان کو واپس کر دیا۔ یہ لوگ سب سے اول میرے ہاتھ پر تائب ہوئے تھے۔ میں ۴۸۸ھ میں بغداد میں پہنچا۔ آپ بڑی سعی کے ساتھ علم کی تحصیل میں مشغول ہوئے۔ اول قرآن کی قرات اور اس کے بعد فقہ حدیث ادب میں ان بزرگوں سے جو اس زمانہ میں علوم میں مشہور اور معین تھے۔ تھوڑے سے عرصہ میں اپنے ہمعصروں پر غالب ہو گئے اور سب میں ممتاز بن گئے۔ ۵۲۱ھ میں وعظ کی مجلس شروع کی۔ آپ کی کرامت ظاہر اور حالات مقامات عالی تھے۔ امام یافعی رحمۃ اللہ کی تاریخ میں ہے۔ **واما کرامات یعنی الشیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ فخارجة عن العصر وقداخبر نی من ادرکت من اعلام الائمة ان کراماته تواترت اوقربت من التواتر ومعلوم بالاتفاق انه لم یظهر ظهور کراماته لغیره من شیوخ الافاق** یعنی آپ کی کرامت یعنی شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کے شمار سے خارج ہیں اور مجھ کو ان لوگوں نے خبر دی' جو کہ مشہور امام ہیں کہ آپ کی کرامات متواتر ہیں یا قریب متواتر ہیں اور بالاتفاق معلوم ہے کہ ان کے ہمزمانہ کے کسی شیخ سے ان جیسی کرامات ظاہر نہیں ہوئیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ گیارہ سال تک میں ایک برج میں بیٹھا رہا اور خدائے تعالیٰ سے عہد کیا تھا کہ جب تک نہ کھلائیں گے اور میرے منہ میں لقمہ نہ دیں گے' نہ کھاؤں گا اور نہ پیوں گا۔ جب تک نہ پلائیں گے۔

ایک دفعہ چالیس روز تک میں نے کچھ نہ کھایا۔ چالیس دن کے بعد ایک شخص آیا اور تھوڑا کھانا لایا اور رکھ کر چلا گیا قریب تھا کہ میرا نفس اس پر گرے۔ کیونکہ وہ بہت بھوکا تھا۔ میں نے کہا' واللہ جو عہد خدا سے کر چکا ہوں' اس سے نہ پھروں گا۔ میں نے سنا کہ میرے اندر سے کوئی شخص فریاد کرتا ہے اور با آواز بلند کہتا ہے' **الجوع الجوع** یعنی بھوک لگی ہے' بھوک لگی ہے۔ اتفاقاً شیخ ابوسعید مخدومی رحمۃ اللہ علیہ میرے پاس آئے۔ اس آواز کو سنا اور کہا' اے عبدالقادر یہ آواز کیا ہے؟ میں نے کہا' یہ نفس کا قلق واضطراب ہے' مگر روح خدا کے مشاہدہ میں برقرار ہے۔ انہوں نے کہا' ہمارے گھر چلو۔ وہ چلے گئے اور میں نے جی میں کہا کہ باہر نہ جاؤں گا۔ اتفاقاً ابوالعباس خضر علیہ السلام آئے اور کہا اٹھو اور ابوسعید کے پاس جاؤ۔ میں گیا اور دیکھا کہ ابوسعید اپنے گھر کے دروازے پر کھڑے ہیں۔ میرا انتظار کر رہے ہیں۔ کہا' اے عبدالقادر جو کچھ کہ میں نے تمہیں کہا تھا۔ کیا وہ کافی نہیں تھا کہ خضر کہ کہنے کی ضرورت پڑی۔ پھر وہ مجھے گھر میں لائے اور جو کھانا تیار کیا تھا۔ اس میں سے لقمہ لقمہ

کر کے میرے منہ میں ڈالتے تھے۔ یہاں تک کہ میں سیر ہو گیا۔ اس کے بعد مجھے خرقہ پہنایا۔ میں نے ان کی صحبت کو لازم پکڑا شیخ ابو محمد عبدالقادر بن ابی صالح بن عبدالجیلی نے شیخ ابی سعید مبارک علی مخدومی سے خرقہ پہنا۔ انہوں نے شیخ ابوالحسن علی بن محمد بن یوسف قرشی ہکاری سے' انہوں نے ابوالفرج طرسوسی کے ہاتھ سے' انہوں نے شیخ ابوالفضل عبدالواحد بن عبدالعزیز تمیمی سے' انہوں نے ابوبکر شبلی قدس اللہ ارواحہم سے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں سفر میں تھا۔ ایک شخص ایسا میرے پاس آیا کہ میں نے اس کو کبھی نہ دیکھا تھا۔ اس نے آ کر کہا' میرے ساتھ رہنا چاہتے ہو۔ میں نے کہا' ہاں۔ کہا' اس شرط پر کہ میری مخالفت نہ کرنا۔ میں نے کہا' اچھا میں مخالفت نہ کروں گا۔ کہا' یہاں بیٹھ' یہاں تک کہ میں آؤں۔ ایک سال گزر گیا۔ وہ شخص نہ آیا۔ میں اتنے عرصہ میں وہیں رہا۔ پھر ایک گھڑی میرے پاس آ کر بیٹھا پھر اٹھا اور کہا کہ یہاں سے مت جانا جب تک میں نہ آؤں ایک سال اور گزر گیا پھر آیا اور ایک گھڑی بیٹھ کر چلا گیا اور کہہ گیا کہ یہاں سے نہ جانا' جب تک میں نہ آؤں۔ ایک سال اور گزر گیا۔ پھر آیا اور اپنے ساتھ روٹی دودھ لایا اور کہا کہ میں خضر ہوں۔ مجھے کہا گیا ہے کہ تمہارے ساتھ کھانا کھاؤں۔ وہ کھانا ہم نے مل کر کھایا۔ پھر کہا' اٹھو اور بغداد میں جاؤ۔ تب ہم مل کر بغداد میں آئے۔

۵۱۸- شیخ حماد شیرہ فروش رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ شیخ محی الدین عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کے شیخوں میں سے ہیں۔ آپ امی تھے۔ ان پر معارف و اسرار کے دروازے کھل گئے۔ جن سے بڑے مشائخ کے پیشوا بن گئے۔ شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ جوان تھے اور شیخ حماد کی صحبت میں رہتے تھے۔ ایک دن پورے ادب کے ساتھ ان کی خدمت میں بیٹھے تھے۔ جب اٹھے اور باہر گئے تو شیخ حماد فرمانے لگے کہ اس عجمی کا ایسا قدم ہے کہ اپنے وقت میں تمام اولیاء کی گردن پر ہوگا اور ضرور ان کو حکم ہوگا کہ یہ لفظ کہیں **قدمی هذه علی رقبة کل ولی اللہ** یعنی میرا قدم تمام ولی اللہ کی گردن پر ہے۔ یہ ضرور کہے گا اور تمام اولیاء گردن جھکائیں گے۔ شیخ حماد ماہ رمضان ۵۲۵ھ میں فوت ہوئے۔ شام کے علماء میں سے ایک عالم جن کا نام عبداللہ ہے۔ کہتے ہیں کہ میں علم کی طلب میں بغداد میں گیا اور ابن سقا اس وقت میں میرا رفیق تھا۔ مدرسہ نظامیہ بغداد میں ہم عبادت میں مشغول تھے اور بزرگوں کی زیارت کرتے تھے۔ اس وقت بغداد میں ایک عزیز تھا۔ جس کو لوگ غوث کہتے تھے اور یہ بھی کہتے تھے کہ جب وہ چاہتے ہیں' پوشیدہ ہو جاتے ہیں اور جب چاہتے ہیں' ظاہر ہو جاتے ہیں۔ پھر میں اور ابن سقا اور شیخ عبدالقادر اور وہ ابھی جوان تھے۔ ہم تینوں غوث کی

زیارت کو گئے۔ ابن سقا نے راستہ میں کہا' میں ان سے وہ مسئلہ پوچھوں گا۔ دیکھوں کیا جواب دیتے ہیں۔ شیخ عبدالقادر نے کہا' معاذ اللہ کہ میں ان سے کچھ پوچھوں۔ میں توان کے پاس اس لئے جاتا ہوں کہ ان کی زیارت کی برکت حاصل کروں۔ جب ہم ان کے مکان پر آئے توان کو اپنی جگہ نہ دیکھا۔ ایک گھڑی تک ہم وہاں بیٹھے رہے۔ دیکھا تو وہ اپنی جگہ پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ تب وہ ابن سقا کی طرف غصہ سے دیکھنے لگے اور کہا' ابن سقا تم پر افسوس۔ مجھ سے ایسا مسئلہ پوچھتے ہو کہ جس کا جواب مجھے نہ آتا ہو۔ مسئلہ یہ ہے۔ اس کا جواب اس کا یہ ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ جلد تیرے کفر کی آگ بھڑک مارے گی۔ پھر میری طرف دیکھا اور کہا' اے عبداللہ مجھ سے مسئلہ پوچھتے ہو کہ میں کیا جواب دیتا ہوں۔ وہ مسئلہ یہ ہے اور جواب یہ ہے۔ تجھ کو دنیا دونوں کانوں تک گھیرے لے گی کیونکہ تم نے میری بے ادبی کی ہے۔ اس کے بعد شیخ عبدالقادر کی طرف دیکھا اور ان کو اپنے پاس بٹھایا۔ عزت کی اور کہا' اے عبدالقادر تم نے اپنے ادب کی وجہ سے خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کیا ہے۔ گویا میں تم کو دیکھ رہا ہوں کہ بغداد کے منبر پر کھڑا ہے اور کہتا ہے۔ **قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ** یعنی یہ میرا قدم تمام ولی اللہ کی گردن پر ہے اور تمہارے وقت کے سب اولیاء کو دیکھتا ہوں کہ سب نے اپنی گردن نیچے کی ہوئی ہے' تمہاری بزرگی کی وجہ سے۔ پھر اسی وقت غائب ہو گیا۔ اس کے بعد ہم نے ان کو کبھی نہیں دیکھا۔ جو کچھ شیخ عبدالقادر کی نسبت کہا تھا' ویسا ہی ہوا اور ابن سقا علم کی تحصیل میں بہت مشغول ہوا اور ہم عصروں سے بڑھ گیا۔ خلیفہ نے اس کو ملک روم کی سفارت پر بھیجا۔ روم کے بادشاہ نے علمائے نصاریٰ کو اس کے مناظرہ کیلئے حکم دیا۔ اس نے سب کو الزام دیا اور ساکت کر دیا۔ بادشاہ کی نگاہ میں اس کی عزت ہو گئی۔ اس بادشاہ کی ایک خوبصورت لڑکی تھی۔ وہ اس پر عاشق ہو گیا۔ اس کی نسبت کیلئے بادشاہ سے درخواست کی۔ اس نے کہا' اس شرط پر کہ عیسائی ہو جاؤ۔ اس نے قبول کر لیا۔ لڑکی اس کو دے دی۔ تب ابن سقا نے غوث کے کلام کو یاد کیا اور جان لیا کہ جو کچھ اس کو پہنچا۔ اسی کے سبب پہنچا' لیکن جب میں دمشق میں پہنچا تو نورالدین شہید نے مجھ کو اوقاف کا متولی ہونے پر مجبور کیا۔ پھر دنیا نے میری طرف منہ کیا جو بات کہ غوث نے کہی تھی' وہ پوری ہوئی۔

ایک دن شیخ عبدالقادر اپنی سرائے میں وعظ فرما رہے تھے۔ عام مشائخ قریباً پچاس موجود تھے۔ منجملہ ان کے شیخ علی ہیتی' شیخ بقائن بطو' شیخ ابوسعید قیلوئی' شیخ ابوالنجیب سہروردی' شیخ جاگر قضیب البان موصلی' شیخ ابومسعود وغیرہ بڑے بڑے مشائخ تھے۔ شیخ بات کہہ رہے تھے۔ اثنائے کلام میں کہا **قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ شیخ علی ھیتی** منبر پر چڑھے اور شیخ کے قدم مبارک کو پکڑ کر اپنی گردن پر رکھ لیا اور شیخ کے دامن کے تلے آ گئے۔ باقی

تمام مشائخ نے اپنی گردنیں جھکا دیں۔ شیخ ابوسعید قیلوی کہتے ہیں کہ جب شیخ عبدالقادر نے قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ کہا تو حق تعالیٰ نے ان کے دل پر تجلی کی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ملائکہ مقربین کے ایک گروہ روحوں سے خلعت پہنا دی۔ ملائکہ اور رجال الغیب نے ان کی مجلس کو درمیان میں لے لیا تھا اور کئی صفیں ہوا میں کھڑی تھیں۔ زمین پر کوئی ولی نہ تھا' مگر یہ کہ سب نے اپنی گردن کو نیچا کیا ہوا تھا۔ بعضے کہتے ہیں کہ عجم کے ایک ولی نے تواضع نہ کی۔ تب اس کا حال بگڑ گیا۔ (وہ شیخ صنعا تھے کہ جو کافرہ پر عاشق ہو گئے تھے۔)

۵۱۹- شیخ صدقہ بغدادی رحمۃ اللہ

ایک دن شیخ صدقہ باتیں کہہ رہے تھے' جو ظاہر شرع کے موافق اس پر مواخذہ ہو سکتا تھا۔ یہ بات خلیفہ تک لوگوں نے پہنچائی۔ اس نے ان کو بلایا کہ تعزیر دے۔ جب ان کے سر کو برہنہ کیا گیا تو ان کے خادم نے فریاد کی کہ واشیخا! اس نوکر کا ہاتھ جس نے آپ کے مارنے کا قصد کیا تھا۔ لنجا ہو گیا اور وزیر پر ایک ہیبت واقع ہوگئی۔ جب خلیفہ نے اس کو مشاہدہ کیا۔ اس پر رعب چھا گیا حکم دیا کہ اِن کو چھوڑ دو۔ وہاں سے شیخ عبدالقادر کی سرائے میں آئے۔ دیکھا کہ شیخ اور دیگر لوگ شیخ کے منتظر بیٹھے ہیں کہ باہر نکلیں اور وعظ کہیں۔ آپ آئے اور مشائخ کے درمیان بیٹھ گئے۔ جب شیخ باہر نکلے اور منبر پر جا بیٹھے تو کچھ بات نہ کہی اور قاری کو بھی کچھ نہ کہا کہ پڑھے' لیکن لوگوں کو بڑا وجد شروع ہو گیا۔ شیخ صدقہ نے دل میں کہا کہ شیخ نے نہ کچھ کہا ہے اور نہ قاری نے کچھ پڑھا ہے۔ پھر یہ وجد کہاں سے شروع ہوا؟ شیخ عبدالقادر نے ان کی طرف توجہ کی اور کہا' اے شیخ میرا ایک مرید بیت المقدس سے یہاں تک ایک قدم میں آیا ہے اور میرا ہاتھ پر توبہ کی ہے۔ آج حاضرین اس کی مہمانی میں ہیں۔ شیخ صدقہ نے دل میں کہا کہ جو شیخ بیت المقدس سے ایک قدم میں یہاں آ جائے۔ اسے توبہ کی کیا ضرورت اور شیخ کی کیا حاجت؟ شیخ نے پھر ان کی طرف توجہ کی اور کہا' اے شیخ وہ اس لئے توبہ کرتا ہے کہ دوبارہ ہوا و ہوس کی طرف نہ جائے۔ اس کی حاجت میری طرف یہ ہے کہ اس کو خدا کی محبت کا راستہ دکھاؤں۔

۵۲۰- شیخ سیف الدین عبدالوہاب رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ مہینوں میں سے کوئی مہینہ ایسا نہ ہوتا تھا' مگر یہ کہ اپنے چڑھنے سے پہلے میرے والد کی خدمت میں آتا۔ اگر اس میں سختی و برائیاں ہوتیں تو بری شکل میں

آتا اور اگر نعمت وخیر کی باتیں ہوتیں تو اچھی شکل میں آتا۔ جمادی الاخری کے آخر دن جمعہ ۵۶۰ھ میں مشائخ و صوفیہ کی ایک جماعت ان کی خدمت میں بیٹھی ہوئی تھی کہ ایک خوبصورت جوان آیا اور کہنے لگا' السلام علیک یا ولی اللہ میں ماہ رجب ہوں۔ اس لئے آیا ہوں کہ آپ کو خوشخبری سناؤں کہ میرے اندر کوئی سختی مقدر نہیں ہے۔ اس رجب کے مہینہ میں کوئی برائی نہ دیکھی گئی۔ خیر و نیکی رہی اور جب ماہ رجب کا آخیر دن ہوا تو ایک بدشکل آیا اور کہا' السلام علیک یا ولی اللہ میں شعبان کا مہینہ ہوں۔ آیا ہوں کہ آپ کو ماتم کی باتیں سناؤں۔ اس ماہ میں موت و فنا بغداد میں اور قحط سالی عرب میں' قتل وخون خراسان میں ہوگا۔ جب ماہ شعبان آیا تو جو کچھ اس نے کہا تھا۔ وہی واقع ہوا۔ شیخ ماہ رمضان میں چند روز بیمار ہوئے۔ ۲۹ رمضان کو شیخ کی ایک جماعت ان کے سامنے حاضر تھی۔ جیسے شیخ علی ہیتی' شیخ نجیب الدین' سہروردی وغیرہما۔ ایک شیخ پورے وقار وعزت کے ساتھ آیا اور کہا' السلام علیکم یا ولی اللہ۔ میں ماہ رمضان ہوں آیا ہوں کہ اس بات کا جو آپ پر مجھ میں مقدر ہے۔ عذر کروں اور رخصت کروں کہ یہ آخری میرا آپ سے ملنا ہے۔ پھر وہ چلا گیا۔ آپ دوسرے سال کے ربیع الاخر میں دنیا سے رخصت ہوئے اور اگلا رمضان آپ پر نہ آیا۔

ایک دن شیخ وعظ کہہ رہے تھے اور شیخ علی ہیتی آپ کے برابر میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کو نیند آ گئی۔ شیخ نے اہل مجلس سے کہا' خاموش رہو اور آپ منبر سے اتر پڑے اور شیخ علی ہیتی کے سامنے ادب سے کھڑے ہو گئے اور ان کی طرف دیکھتے رہے۔ جب شیخ علی جاگے تو شیخ نے ان سے کہا' حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تم نے خواب میں دیکھا۔ انہوں نے کہا' ہاں دیکھا۔ شیخ نے کہا' میں اسی لئے ادب سے کھڑا ہو گیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو کس امر کی نصیحت کی؟ کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہنے کیلئے۔ اس کے بعد شیخ علی سے لوگوں نے پوچھا کہ شیخ کے اس فرمانے کا مطلب کیا تھا کہ میں اس لئے ادب سے کھڑا ہو گیا تھا؟ شیخ علی نے کہا کہ جو کچھ میں نے خواب میں دیکھتا تھا۔ وہ اس کو بیداری میں دیکھتے تھے اور یہ شیخ علی ہیتی مشائخ بطائح (میان عراق' عجم' عرب) سے تھے۔ منجملہ ان کی کرامات کے ایک کرامت یہ ہے کہ اگر کسی کے سامنے شیر آ جائے اور وہ ان کا نام لے تو شیر چلا جائے گا اور جو شخص مچھر کی زمین میں ان کا نام لے تو وہاں سے مچھر جاتے رہیں گے۔

۵۲۱۔ شیخ ابو محمد عبدالرحمٰن طفسونجی رحمۃ اللہ تعالیٰ

ایک دن طفسونج میں جو کہ بغداد کے علاقہ میں ہے۔ آپ منبر پر کہتے تھے۔ انا بین الاولیاء کالکرکی

بین الطیور اطولھم عنقا یعنی میں اولیاء اللہ میں ایسا ہوں' جیسے کلنگ جانوروں میں۔ جس کی گردن سب سے لمبی ہوتی ہے۔ شیخ ابوالحسن علی بن احمد کہ شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں میں سے ہیں۔ موضع جنت کے رہنے والے جو اسی اطراف میں ہے۔ آپ کی مجلس میں آئے تھے۔ اٹھے اور گودڑی سے سر نکال کر کہا' مجھے چھوڑ دو کہ تم سے کشتی لڑوں۔ شیخ عبدالرحمٰن خاموش ہو گئے اور اپنے مریدوں سے کہا کہ اس میں ایک سر کے بال کے برابر خدا کی عنایت سے خالی نہیں پاتا ہوں اور اس کو فرمایا کہ اپنی گودڑی پہن لو۔ اس نے کہا' میں جس سے باہر نکل چکا ہوں۔ اس کی طرف ہرگز پھر نہ جاؤں گا۔ پھر جنت گاؤں کی طرف منہ کیا اور اپنی بیوی کو آواز دی کہ اے فاطمہ میرا کپڑا لا کہ میں پہنوں۔ اس کی بیوی نے اس گاؤں میں سن لیا اور راہ میں اس کپڑے کو لا کر ملی۔ پھر شیخ عبدالرحمٰن نے اس کو کہا کہ تمہارا شیخ کون ہے؟ کہا کہ میرا شیخ شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ انہوں نے کہا' میں نے تو کبھی شیخ عبدالقادر کا ذکر نہیں سنا' مگر مجھ کو زمین پر چالیس سال ہو چکے ہیں کہ باب قدرت کے درکات میں ہوں۔ وہاں پر میں نے ان کو کبھی نہیں دیکھا اور اپنے مریدوں کی ایک جماعت کو کہا' تم بغداد میں جاؤ اور شیخ عبدالقادر سے کہو کہ عبدالرحمٰن سلام پہنچاتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھ کو چالیس سال ہو چکے ہیں کہ میں باب قدرت کے طبقوں میں ہوں' مگر آپ کو میں نے وہاں نہیں دیکھا' نہ اندر' نہ باہر۔ شیخ عبدالقادر نے اسی وقت اپنے بعض مریدوں سے کہا کہ تم طفسونج جاؤ۔ راستہ میں تم کو شیخ عبدالرحمٰن طفسونجی کے مرید ملیں گے۔ ان کو اپنے ساتھ واپس لے جانا۔ جب شیخ عبدالرحمٰن کے پاس پہنچو تو کہنا۔ عبدالقادر آپ کو سلام پہنچاتے ہیں اور کہتے ہیں' انت فی الدرکات ومن ھو فی الدرکات لا یری من ھو فی الحضرۃ ومن ھو فی الحضرۃ لا یریٰ من فی المخدع وانا فی المخدع ادخل واخرج من باب السرمن حیث لا ترانی بامارۃ ان خرجت لک خلعۃ الفلانیۃ فی الوقت الفلانی علی یدی خرجت لک وھی خلعۃ الرضاء بامارۃ خروج التشریف الافلانی فی لیلہ الفلانیہ لک علی یدی خرج لک وھی تشریف الفتح وبامارۃ ان اخلع علیک فی الدرکات بمحضر من اثنی عشر الف ولی اللہ سبحانہ خلعت الولایہ وھی فرزجیہ خضراء طرازھا سورۃ الاخلاص علی یدی خرجت یعنی تم نیچے درجوں میں ہو اور جو نیچے درجوں میں ہوتا ہے۔ وہ ان کو نہیں دیکھتا اور جو حضور میں ہوتے ہیں' وہ ان کو نہیں دیکھتے' جو کہ پردوں میں ہوتے ہیں۔ میں پردوں میں ہوتا ہوں۔ داخل ہوتا ہوں اور نکلتا ہوں' بھید کے دروازہ سے جہاں سے تم نہیں دیکھتے ہو۔ اس کی یہ نشانی ہے کہ میں نے فلاں وقت تم کو فلاں خلعت پہنایا تھا۔ میرے ہاتھ پر تمہارے لئے

خلعت رضا نکلی تھی اور یہ علامت ہے کہ فلاں خلعت فلاں رات میں تمہارے لئے نکلی۔ تمہارے لئے فتح کا خلعت اور یہ علامت ہے کہ ان طبقات میں میں نے تم کو بارہ ہزار ولی اللہ کے سامنے خلعت پہنایا ہے۔ جو خلعت ولایت کا ہے' وہ فرزجتیہ سبز ہے' جس کا نقش سورہ اخلاص ہے۔ جو میرے ہاتھ پر نکلا ہے۔ راستہ میں آپ کے مرید شیخ عبدالرحمٰن کے مریدوں سے جا ملے۔ کہا' سچ کہا' عبدالقادر نے۔ وہ سلطان الوقت اور صاحب تصرف ہیں۔ ایک سوداگر شیخ حماد کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے شام کے قافلہ کی تیاری کی ہے اور سات سو دینار کا مال میرے پاس ہے۔ شیخ حماد نے کہا' اگر تم اس سال نہ جاؤ گے تو تمہارا مال لٹ جائے گا اور خود مارا جائے گا۔ سوداگر غمناک ہوا اور شیخ حماد کے پاس سے باہر نکل آیا۔ شیخ عبدالقادر اس کو ملے۔ اس نے اپنا قصہ آپ سے بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ جاؤ خیر و عافیت سے جاؤ گے اور غنیمت سے واپس آؤ گے۔ میں اس کا ضامن ہوں۔ وہ شخص شام کے سفر میں گیا۔ اپنے مال کو ہزار دینار پر فروخت کیا۔

ایک دن استنجے کیلئے سقایہ میں آیا۔ اس ہزار دینار کو طاق میں رکھ دیا باہر نکل آیا اور بھول گیا۔ اپنے مکان پر چلا آیا۔ اس کو نیند آ گئی۔ خواب میں کیا دیکھتا ہے کہ قافلہ ہے اور ڈاکوؤں نے اس کو لوٹ لیا ہے اور قافلے کو مار ڈالا ہے۔ اس کو بھی ایک شخص نے تلوار ماری ہے اور وہ مر گیا ہے۔ اس ڈر سے بیدار ہو گیا۔ خون کے اثر اپنی گردن پر دیکھا اور اس مار کا درد معلوم کیا۔ اس کے دل میں آیا کہ ہزار دینار بھول آیا ہوں۔ چلا گیا اور وہ دینار جا کر پا لئے۔ بغداد میں گیا اور دل میں کہنے لگا' اگر اول شیخ حماد سے ملتا ہوں تو وہ بڑے بزرگ ہیں اور اگر شیخ عبدالقادر کو ملتا ہوں تو ان کی بات درست نکلی۔ غرضیکہ وہ کشمکش میں تھا۔ اتفاقاً شیخ حماد نے اس کو بازار میں دیکھا اور کہا کہ پہلے شیخ عبدالقادر سے مل۔ کیونکہ اس کی بات سچی نکلی ہے۔ انہوں نے سترہ دفعہ خدا سے دعا مانگی ہے کہ جو تیرا قتل بیداری میں مقدر ہو چکا تھا۔ وہ خواب میں گزرا اور تیرے مال تلف ہونا بھول میں ہو گیا۔ پھر وہ شیخ عبدالقادر کی خدمت میں آیا۔ آپ نے کہا' جو تم کو شیخ حماد نے کہا ہے کہ میں نے سترہ دفعہ دعا مانگی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھ کو خدائی معبود کی عزت کی قسم میں نے کئی سترہ کر کے ستر دفعہ تک دعا مانگی تھی۔ تب جا کر ایسا ہوا کہ شیخ حماد نے کہا۔ شیخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ روحہ فرماتے ہیں کہ میں جوانی میں علم کلام میں مشغول ہو گیا۔ چند کتابیں اس کی میں نے حفظ کیں۔ میرے چچا مجھ کو اس سے منع کرتے تھے۔ ایک دن میرے چچا شیخ عبدالقادر کی زیارت کو گئے اور میں بھی ان کے ساتھ گیا۔ مجھ سے کہا کہ حاضر رہو کہ ایک ایسے مرد خدا کے پاس جاتے ہیں۔ جس کا دل خدائے تعالیٰ کی خبریں دیتا ہے اور اس کی برکات کا منتظر رہو۔ جب میں بیٹھا تو میرے چچا نے کہا

کہ اے میرے سردار میرا بھتیجا عمر علم کلام میں مشغول ہے۔ میں ہر چند اس کو کہتا ہوں' مگر یہ باز نہیں آتا۔ شیخ نے پوچھا کہ اے عمر کون کون سی کتاب تم نے حفظ کی ہے۔ میں نے کہا' فلاں کتاب فلاں کتاب۔ تب شیخ نے اپنا ہاتھ مبارک میرے سینہ پر پھیرا۔ واللہ کہ ان کتب میں سے ایک لفظ بھی مجھے حفظ نہیں رہا۔ خدائے تعالیٰ نے ان تمام مسائل کو میرے دل سے بھلا دیا' لیکن میرے سینہ کی علم لدنی سے بھر دیا۔ میں آپ کے پاس سے اٹھا۔ ایسی زبان سے جو کہ حکمت بولنے والی تھی۔ مجھ سے کہا یاعمر انت اخر المشھورین بالعراق یعنی اے عمر تم عراق میں سب سے آخر مشہور ہو جاؤ گے۔

۵۲۲- شیخ ابو عمرو صریقین قدس اللہ تعالیٰ روحہ

آپ فرماتے ہیں کہ میرا شروع حال یہ تھا کہ میں ایک رات صدیفن میں سے سیدھا لیٹا ہوا تھا اور منہ آسمان کی طرف کیا ہوا تھا۔ میں نے دیکھا کہ پانچ کبوتر اڑے جاتے ہیں۔ ایک کہتا تھا سبحان من عند خزائن کل شیئی وما ینزله الا بقدر معلوم یعنی وہ ذات پاک ہے' جس کے پاس ہر شے کے خزانے ہیں اور انہیں اتارتا۔ اس کو مگر ایک معلوم اندازہ کے موافق۔ دوسرا کہتا تھا سبحان من اعطی کل شئی خلقه ثم هدی یعنی وہ ذات پاک ہے' جس نے ہر شے کو وجود دیا اور پھر اس کو ہدایت دی۔ تیسرا کہتا تھا' سبحان من بعث الانبیاء حجه علی خلقه وفضل علیهم محمد صلی الله علیه وسلم یعنی وہ ذات پاک ہے کہ انبیاء کو اپنے مخلوق پر حجت کر کے بھیجا ہے اور ان سب پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو فضیلت دی ہے۔ چوتھا کہتا تھا کل ما فی الدنیا باطل الاما کان الله ورسوله یعنی جو کچھ دنیا میں ہے۔ وہ باطل ہے' مگر جو کچھ کہ خدا اور اس کے رسول کیلئے ہے۔ پانچواں کہتا تھا۔ یااهل الغفلة عن مولا کم قوموا الی ربکم رب کریم یعطی الجزیل ویغفر الذنوب العظیم یعنی اے غفلت والو جو اپنے مولا سے غافل ہو۔ اپنے رب کی طرف کھڑے ہو جو رب کریم ہے۔ بہت کچھ دیتا ہے اور بڑے گناہ کو معاف کر دیتا ہے۔ جب میں نے ان کو دیکھا اور سنا تو میں بے ہوش ہو گیا۔ جب مجھے ہوش آیا تو دنیا میں جو چیزیں ہیں ان کی دوستی میرے دل سے بالکل جاتی رہی جب صبح ہوئی تو میں نے خدائے تعالیٰ سے عہد کیا کہ میں اپنے آپ کو کسی شیخ کے سپرد کروں گا کہ جو مجھے خدا کی راہ دکھائے اور روانہ ہو گیا۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ کہاں جاتا ہوں۔ اتفاقاً ایک پیر خوبصورت ہیبت و وقار کے ساتھ میرے سامنے آیا اور کہنے لگا' السلام علیک یا عثمان۔ میں نے ان کے سلام کا جواب دیا۔ میں نے ان کو قسم

دلائی کہ آپ کون ہیں؟ میرا نام آپ نے کیونکر جان لیا؟ کیونکہ میں نے کبھی آپ کو نہیں دیکھا؟ کہا کہ میں خضر ہوں۔ شیخ عبدالقادر کی خدمت میں تھا۔ مجھ کو انہوں نے کہا کہ ابوالعباس صریفن میں کل ایک شخص کو جذبہ ہوا ہے۔ وہ مقبول ہو گیا ہے۔ اس کو ہفت آسمان کے اوپر سے آواز آئی ہے کہ مرحبا بک عبدی یعنی اے میرے بندے تم کو مرحبا ہے۔

اس نے خدائے تعالیٰ سے عہد کیا ہے کہ اپنے آپ کو کسی شیخ کے سپرد کر دے۔ تم اس کی طرف جاؤ اور اسے میرے پاس لاؤ۔ پھر اس نے مجھے کہا' یاعثمان عبدالقادر سیدالعارفین وقبلہ الواقدین فی ھذا الوقت فعلیک بملازمتہ خدمتہ وتعظم حرمتہ یعنی اے عثمان عبدالقادر اس وقت میں عارفوں کے سردار اور (خدا کی طرف سے) آنے والوں کے قبلہ ہیں۔ پس تم کو ان کی خدمت میں رہنا اور عزت کرنا ضروری ہے۔ میں خود تو حاضر نہ ہوا' مگر اپنے آپ کو بغداد میں دیکھا اور خضر علیہ السلام غائب ہو گئے۔ میں نے ان کو سات سال تک نہ دیکھا۔ شیخ عبدالقادر کی خدمت میں آیا تو فرمایا کہ مرحبا بمن جذبہ مولا الا لیہ بالسنتہ الطیر وجمع لہ کثیرا من الخیر یعنی ایسے شخص کو مرحبا ہو جس کو اس کے مولا نے اپنی طرف جانوروں کی زبان سے کھینچ لیا اور اس کے لئے بہت سی نیکی جمع کی۔ اے عثمان جلد ہو گا کہ خدائے تعالیٰ تم کو مرید دے گا۔ جس کا نام عبدالغنی بن نقطہ ہو گا کہ جس کا مرتبہ بہت سے اولیاء اللہ سے بڑھ کر ہو گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے سبب فرشتوں پر فخر کرے گا۔ اس کے بعد اپنی ٹوپی میرے سر پر رکھ دی۔ اس کی خوشی و ٹھنڈک میرے دماغ تک پہنچی اور دماغ سے دل تک عالم ملکوت کا حال مجھ پر کھل گیا۔ میں نے سنا کہ جہان اور جو کچھ جہان میں ہے۔ حق تعالیٰ کی تسبیح کہتا ہے۔ مختلف بولیوں اور طرح طرح کی پاکیزگی کے ساتھ قریب تھا کہ میری عقل جاتی رہے۔ اس کے بعد چند مہینہ تک آپ نے مجھے خلوت میں بٹھایا۔ واللہ کہ مجھ کو جو امر ظاہری یا باطنی معلوم نہ ہوتا تھا۔ پہلے اس سے کہ میں کہوں۔ آپ بتا دیتے تھے اور جس حال و مقام و مشاہدہ و مکاشفہ پر پہنچتا۔ پہلے اس سے کہ آپ سے پوچھوں۔ آپ مجھے بتا دیا کرتے اور مجھ کو ان باتوں سے خبر دی کہ ان کے خبر دینے کے کئی سال بعد ان کا وقوع ہوا۔ مجھ کو آپ سے خرقہ پہننے اور ابن نقطہ کے مجھ سے خرقہ پہننے سے پچیس سال ہوئے۔ ابن نقطہ ایسے ہی تھے جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا۔ ایک عالم کہتے ہیں کہ میں شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے آیا۔ ابھی جوان تھا اور اپنے پاس ایک کتاب ''علم فقہ'' کی ہمراہ رکھتا تھا۔ شیخ بغیر اس کے کہ اس کتاب کو دیکھیں یا مجھ سے پوچھیں کہ یہ کیا کتاب ہے؟ فرمانے لگے۔ یافلان بئس الرفیق کتابک یعنی اے فلاں شخص یہ تیری کتاب تیرا برا رفیق ہے۔ اٹھ اور اس کو جا کر

دھو ڈال۔ میں نے ارادہ کیا کہ شیخ کے سامنے سے اٹھ جاؤں اور اس کتاب کو گھر میں چھوڑ آؤں گا اور دوبارہ اپنے ساتھ نہ رکھوں گا۔ شیخ کے خوف سے میرا نفس اس کے دھونے پر دلیری نہ کرتا تھا۔ کیونکہ میں نے اس کتاب کو پڑھا ہوا تھا اور اس سے محبت تھی۔ میں نے چاہا کہ اس نیت سے اٹھوں۔ شیخ نے میری طرف نگاہ کی کہ جس سے مجھے اٹھنے کی طاقت نہ رہی۔ ایسا ہو گیا کہ جیسا کسی نے باندھ دیا۔ پھر کہا کہ اپنی کتاب مجھے دو۔ میں نے کھولا تو اس کے تمام ورق سفید ہو گئے تھے۔ ان پر ایک حرف لکھا ہوا نہ تھا۔ تب میں نے شیخ کے ہاتھ میں دے دی۔ شیخ نے اس کے ورقوں کو لوٹایا اور کہا کہ یہ کتاب فضائل قرآن ہے۔ پھر جو میں نے دیکھا تو وہ فضائل قرآن ہے جو نہایت خوشخط لکھی ہوئی ہے۔ پھر مجھ سے کہا' کیا تم نے ایسی بات سے توبہ کی کہ جو دل میں نہ ہو' وہ زبان سے نہ کہو۔ میں نے کہا' ہاں بے شک توبہ کی۔ کہا' اٹھو۔ میں اٹھا تو جو کچھ اس کتاب سے یاد کیا تھا۔ وہ سب مجھے بھول گیا تھا۔ اس وقت تک مجھے بالکل یاد نہیں۔

ایک دن ایک شخص ابوالمعالی نام شیخ کی مجلس میں حاضر ہوا۔ مجلس کے درمیان اس کو حاجت معلوم ہوئی۔ چنانچہ حرکت کی مجال نہ رہی اور بے طاقت ہو گیا۔ شیخ کی طرف استغاثہ کے طور پر دیکھا۔ شیخ منبر پر سے ایک زینہ نیچے اتر آئے۔ پہلے زینہ پر ایک سر آدمی کے سر کی طرح ظاہر ہوا۔ دوسرا زینہ پر اترے تو اس سے سر مونڈھا سینہ ظاہر ہوا۔ اسی طرح زینہ بزینہ نیچے اترتے تھے اور وہ شکل بڑھتی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ وہ شکل بالکل شیخ کی شکل ہو گئی اور آواز بھی شیخ کی آواز کی طرح۔ باتیں بھی شیخ کی باتوں کی طرح کرتے تھے اور اس کو سوا اس شخص کے اور یا جس کو خدا چاہتا تھا اور کوئی نہ دیکھتا تھا۔ شیخ آئے اور اس کے سر پر کھڑے ہو گئے اور اپنی آستین یا رومال اس شخص کے سر پر پہنا دیا۔ تب اس نے اپنے آپ کو ایک لق و دق جنگل میں پایا۔ وہاں پر ایک نہر دیکھی جس کے کنارے ایک درخت تھا۔ اپنی کنجیوں کا گچھا اس درخت پر لٹکا دیا اور قضائے حاجت میں مشغول ہوا۔ اس کے بعد وضو کیا اور دو رکعت نماز ادا کی اور سلام پھیرا۔ شیخ نے آستین یا رومال اس کے سر سے اٹھا دیا تو اس نے اپنے آپ کو مجلس میں پایا۔ اس کے اعضاء وضو کے پانی سے تر تھے اور اسکی حاجت جاتی رہی تھی۔ شیخ اپنے منبر پر وعظ فرما رہے تھے کہ گویا ہرگز نیچے اترے ہی نہ تھے۔ وہ خاموش تھا اور کسی سے اس نے نہ کہا' لیکن کنجیوں کو دیکھا تو اپنے پاس موجود نہ پائیں۔ ایک مدت کے بعد اس کو بلاد عجم کی طرف سفر کرنے کا اتفاق ہوا۔ بغداد سے چودہ روز کی راہ پر سفر تھا۔ ایک جنگل میں اترا کہ جہاں نہر جاری تھی۔ یہ شخص اٹھا کہ وضو کرے۔ دیکھا تو وہ جنگل اسی جنگل جیسا ہے کہ جہاں اس روز وضو کیا تھا۔ اس درخت کو پہچان لیا اور وہ گچھا کنجیوں کا وہیں لٹکتا تھا۔ جب بغداد میں

واپس گیا تو شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ وہ قصہ بیان کرے۔ شیخ نے اس کے کان کو پکڑا اور کہا' اے ابوالمعالی جب تک ہم زندہ ہیں یہ بات کسی سے مت کہو۔ ایک دن شیخ فقہاء وعلماء کی ایک جماعت کے ساتھ قبرستان کی زیارت کو گئے اور شیخ حماد کی قبر کے پاس دیر تک کھڑے رہے چنانچہ ہوا گرم ہوگئی۔ اس کے بعد واپس ہوئے اور خوشی کے آثار آپ کے چہرہ مبارک پر ظاہر تھے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ آپ کا شیخ حماد کی قبر کے پاس کھڑے رہنے کا کیا سبب تھا؟ فرمایا کہ ایک دفعہ ہم جمعہ کے دن شیخ حماد اور ان کے اصحاب کے ساتھ جمعہ کو جا رہے تھے۔ جب ہم پل پر پہنچے تو شیخ حماد نے مجھے ہاتھ مارا اور پانی میں گرا دیا۔ ہوا نہایت سرد تھی اور میں نے پشمینہ کا جبہ پہنا ہوا تھا۔ میری آستین میں چند جزو تھے۔ میں نے اپنا ہاتھ اونچا کر لیا تا کہ وہ اجزا تر نہ ہو جائیں۔ یہ مجھ کو چھوڑ کر چل دیئے۔ میں پانی سے نکلا اور اپنے جبہ کو نچوڑا اور ان کے پیچھے پہنچا' لیکن مجھے بہت سردی لگی۔ جب میں ان تک پہنچا تو ان کے مرید میرے بارہ میں ان سے کہنے لگے۔ آپ نے ان کو منع کیا اور کہا کہ میں نے اس کو اس لئے تکلیف دی کہ آزماؤں۔ میں اس کو پہاڑ کی طرح دیکھتا ہوں۔ جو اپنی جگہ سے نہیں ہلتا۔ تب آپ نے کہا کہ آج میں نے ان کو قبر میں دیکھا کہ جڑاؤ دار موتیوں کا حلہ پہنے ہوئے ہیں اور سر پر یاقوت کا تاج ہاتھ میں سونے کے کنگن ہیں۔

پاؤں میں سونے کی جوتی ہے' لیکن ان کا دایاں ہاتھ بیکار ہے۔ ان کے کہنے میں نہیں۔ میں نے کہا' یہ کیا بات ہے؟ کہا کہ یہ وہی ہاتھ ہے کہ جس سے میں نے تم کو پانی میں ڈالا تھا۔ کیا تم معاف کر سکتے ہو؟ میں نے کہا' ہاں۔ کہا' پھر خدائے تعالیٰ سے دعا مانگو کہ خدا مجھے میرا ہاتھ دے دے۔ تب میں کھڑا ہوا اور خدائے تعالیٰ سے دعا مانگتا رہا۔ پانچ ہزار اولیاء اللہ میرے ساتھ اپنی قبروں میں دعا مانگتے رہے کہ میرا سوال کو ان کے حق میں قبول کرے۔ میں سوال کرتا رہا حتیٰ کہ خدائے تعالیٰ نے ان کے ہاتھ کو واپس دے دیا اور پھر اس ہاتھ سے میرے ساتھ مصافحہ کیا۔ جب یہ بات بغداد میں مشہور ہوئی۔ مشائخ بغداد اور شیخ حماد کے مریدین جمع ہوئے تا کہ شیخ عبدالقادر سے تحقیق کریں۔ جو انہوں نے کہا تھا اور اس کا مطالبہ کریں۔ شیخ کے مدرسہ میں آئے' لیکن شیخ کی ہیبت سے کوئی بات نہ کر سکتا تھا۔ شیخ نے خود بات شروع کی اور فرمایا کہ دو مشائخ کو پسند کرو تا کہ جو بات میں نے کہی ہے' ان کی زبان پر جاری ہو جائے۔ انہوں نے شیخ ابو یعقوب یوسف بن ایوب ہمدانی کو کہ وہ اس روز بغداد میں تھے اور شیخ ابو محمد عبدالرحمٰن بن شعیب کردی قدس اللہ تعالیٰ ارحما کو جو وہ بھی بغداد میں مقیم تھے۔ دونوں صاحب کشف اور بڑے بزرگ تھے۔ مقرر کیا اور کہا کہ ہم نے دوسرے جمعہ تک مہلت دی کہ دیکھیں' ان کی

زبان سے کیا جاری ہوتا ہے۔ شیخ نے فرمایا' تم لوگ اپنی جگہ سے نہ ٹلو۔ یہاں تک کہ یہ امر تحقیق ہو جائے اور سر نیچے ڈال لیا۔ انہوں نے بھی سر نیچے کر لئے۔ اتفاقاً مدرسہ کے باہر سے آواز آئی۔ لوگوں نے دیکھا کہ شیخ یوسف بہت جلد آ رہے ہیں جب مدرسہ میں آئے تو کہا کہ حق تعالیٰ نے شیخ حماد کو مجھے دکھایا اور کہا' اے یوسف جلد جا اور شیخ عبدالقادر کے مدرسہ میں جا۔ ان مشائخ سے جو وہاں موجود ہیں' کہہ دو کہ شیخ عبدالقادر نے جو کچھ کہا ہے۔ ابھی شیخ یوسف نے بات پوری نہ کی تھی کہ شیخ عبدالرحمٰن کردی آ گئے اور وہی کہا' جو شیخ یوسف نے کہا تھا۔ شیخ عبدالقادر سے پوچھا گیا کہ آپ کا لقب محی الدین کیسے پڑا؟ فرمایا کہ جمعہ کے دن بغداد کے جنگل سے آ رہا تھا۔ ننگے پاؤں تھا۔ ایک بیمار لاغر بدن خستہ حال پر گزرا تو اس نے مجھ سے کہا' السلام علیک یا عبدالقادر۔ میں نے اس کو سلام کا جواب دیا۔ کہا کہ میرے نزدیک آ میں۔ اس کے پاس گیا۔ کہا' مجھے بٹھا دو۔ میں نے اس کو بٹھا دیا تو اس کا جسم تازہ ہو گیا۔ اس کی شکل خوبصورت ہو گئی اور رنگ صاف نکل آیا۔ میں اس سے ڈر گیا۔ تب کہا' کیا تم مجھے پہنچانتے ہو؟ میں نے کہا' نہیں۔ کہا' میں دین اسلام ہوں۔ میں ایسا ہی ہو گیا تھا۔ جیسا کہ تم نے مجھے پہلے دیکھا تھا' لیکن خدائے تعالیٰ نے تمہارے سبب سے مجھے زندہ کر دیا۔ انت محی الدین تم دین کو زندہ کرنے والے ہو۔ میں اس کو چھوڑ کر مسجد میں جامع میں گیا۔ ایک مرد سامنے آیا اور جوتیاں میرے پاؤں کے سامنے رکھ دیں اور کہا' یا شیخ محی الدین۔ جب میں نے نماز پڑھی تو ہر طرف سے لوگ مجھ پر ٹوٹ پڑے اور میرے ہاتھ پاؤں چومنے لگے اور کہنے لگے' یا شیخ محی الدین۔ مجھ کو اس سے پہلے کبھی اس نام سے کسی نہ نہ پکارا تھا۔

ایک شیخ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں اور شیخ علی ہیتی شیخ عبدالقادر کے مدرسہ میں تھے۔ اتنے میں ایک بغداد کے بڑے مال دار لوگوں میں سے شیخ کے پاس آیا اور کہنے لگا۔ یاسیدی قال جدک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من دعی فلیجب وھا انا ادعوک الی منزلی یعنی اے سید آپ کے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص کو دعوت کی جائے۔ اس کو چاہئے کہ قبول کرے اور دیکھئے میں حاضر ہوں۔ آپ کو اپنے مکان کی طرف دعوت کیلئے بلاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر مجھے اجازت ملی تو آؤں گا۔ تھوڑی دیر مراقبہ کیا اور پھر کہا کہ اچھا آؤں گا۔ پھر آپ اشتر پر سوار ہوئے۔ شیخ علی ہیتی نے آپ کی دائیں رکاب پکڑ لی اور میں نے بائیں رکاب پکڑی۔ یہاں تک کہ اس شخص کا مکان پر آئے۔ دیکھا تو تمام بغداد کے مشائخ علماء اور سردار جمع تھے۔ دستر خوان لگایا گیا طرح طرح کے کھانے چنے گئے اور دو شخص ایک بڑا ٹوکرا جس کا سر ڈھکا ہوا تھا' لائے اور دستر خوان کے آخر طرف لا کر رکھ دیا۔ میزبان نے کہا' اجازت ہے۔ شیخ سر نیچے کئے ہوئے تھے۔ کچھ نہ کہا اور نہ

کھانے کا اذن دیا۔ کسی نے بھی نہ کھایا۔ **واھل المجلس کان علی روسھم الطیر من ھیبة** یعنی اہل مجلس کے سروں پر آپ کی دہشت کے مارے گویا پرندے تھے۔ (یعنی سب سرنیچے کئے ہوئے تھے) پھر آپ نے مجھ کو اور شیخ علی ہیتی کو اشارہ کیا کہ اس ٹوکرے کو اٹھالاؤ۔ ہم اٹھے اور اس کو اٹھالائے۔ وہ بڑا وزنی تھا۔ اس کو ہم نے شیخ کے سامنے لاکر رکھ دیا۔ شیخ نے فرمایا کہ اس کو کھولو۔ کھولا تو اس میں اس کا فرزند تھا۔ جو کہ مادرزاد اندھا گنٹھیہ کا مارا ہوا' جذامی فالج زدہ تھا۔ شیخ نے اس کو کہا **قم باذن اللہ معافا** یعنی کھڑا ہوجا' خدا کے حکم سے تندرست ہو کر وہ لڑکا کھڑا ہوگیا۔ دوڑنے لگا' بینا تھا۔ جس میں کسی کی بیماری اور آفت نہ تھی۔ حاضرین میں جوش پیدا ہوا اور سب چلا اٹھے۔ شیخ اس ہجوم میں سے باہر نکل آئے اور کچھ نہ کھایا۔

اس کے بعد ہم شیخ ابوسعید قیلوی کی خدمت میں گئے اور یہ قصہ سنایا۔ آپ نے کہا **الشیخ عبدالقادر یبری الاکمه والابرص ویحی الموتی باذن اللہ** یعنی شیخ عبدالقادر مادرزاد اندھوں اور برص والوں کو اچھا کرتے ہیں اور مردوں کو زندہ کرتے ہیں' خدا کے حکم سے۔ ایک بڑھیا شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اپنے بیٹے کو ہمراہ لائی۔ کہنے لگی' میں اپنے اس فرزند کے دل کا تعلق آپ کے ساتھ بہت دیکھتی ہوں۔ اس لئے میں نے اپنا حق اس کو خدا کیلئے معاف کر دیا ہے۔ شیخ نے اس کو قبول کرلیا۔ مجاہدہ و ریاضت کا حکم دیا۔ چند دن کے بعد اپنے فرزند کے پاس آئی۔ دیکھا کہ جو کی روٹی کھاتا ہے اور زرد و لاغر ہوگیا ہے۔ وہاں سے اٹھ کر شیخ کی خدمت میں گئی۔ وہاں پر ایک طباق دیکھا اور اس پر مرغ کی ہڈیاں دیکھیں۔ جو ابھی شیخ کھا چکے تھے۔ بڑھیا نے شیخ سے کہا' اے میرے سردار آپ تو گوشت کھاتے ہو اور میرا بیٹا جو کی روٹی کھاتا ہے۔ شیخ نے اپنا ہاتھ ان ہڈیوں پر رکھا اور کہا **قم باذن اللہ الذی یحیی العظام وھی رمیم** یعنی کھڑا ہوجا' اس خدا کے حکم سے جو ہڈیوں کو زندہ کرے گا' جو بوسیدہ ہوں گی۔ وہ مرغ زندہ ہوگیا اور آواز دینے لگا۔ تب شیخ نے اس بڑھیا سے کہا کہ جب تمہارا فرزند اس قابل ہوجائے گا تو اس وقت جو چاہے کھائے گا۔

ایک شیخ عمر نام کہتے ہیں کہ میں ایک رات خلوت میں تھا۔ اتفاقاً دیوار پھٹ گئی اور ایک شخص بدشکل ظاہر ہوا۔ میں نے اس سے کہا' تم کون ہو؟ کہنے لگا' میں شیطان ہوں۔ تمہاری خیر خواہی کو آیا ہوں۔ میں نے کہا' میری خیر خواہی تو کیا کرے گا؟ کہا' یہ کہ مراقبہ کا جلسہ تم کو سکھاتا ہوں۔ **وجلس القرفصاء وراسه منکس** یعنی پیٹھ پر بیٹھا اور سر اوندھا کیا اور ہاتھوں کو پاؤں تک ملایا۔ جب صبح ہوئی تو شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آیا تاکہ آپ کو یہ قصہ بتاؤں۔ جب میں نے مصافحہ کیا تو آپ نے میرا ہاتھ پکڑا۔ پہلے اس سے کہ میں بیان

کروں۔خود ہی فرمایا یاعمر صدقک وھو کذوب یعنی اے عمر اس نے تجھ سے سچ کہا' حالانکہ وہ جھوٹا ہے۔ اس کے بعد اس کی کوئی بات سچی قبول نہ کرنا۔ چالیس سال تک اس شیخ کا جلسہ اس طریق پر تھا۔ ایک دن شیخ وعظ کہہ رہے تھے۔ بارش شروع ہوگئی اور لوگ متفرق ہونے لگے۔ شیخ نے اوپر کو منہ اٹھایا اور کہا' میں تو لوگوں کو جمع کرتا ہوں اور تو متفرق کرتا ہے۔ اسی وقت بارش مجلس پر سے موقوف ہوگئی اور مجلس کے باہر برستی تھی۔ شیخ کا ایک مرید کہتا ہے کہ میں جمعہ کے دن شیخ کے ہمراہ مسجد جمعہ کو جا رہا تھا۔ اس دن کسی شخص نے آپ کی طرف توجہ نہ کی اور نہ سلام کہا۔ میں نے دل میں کہا کہ یہ تعجب کی بات ہے۔ ہر جمعہ ہم بڑی تشویش سے جمعہ تک لوگوں کے ہجوم کی وجہ سے پہنچا کرتے تھے۔ ابھی یہ خطرہ میرے دل پر گزرنے نہ پایا تھا کہ شیخ نے ہنس کر میری طرف دیکھا اور لوگوں نے سلام کہنا شروع کیا اور اس قدر ہجوم ہوگیا کہ مجھ میں اور شیخ میں لوگ حائل ہوگئے۔ پھر میں نے دل میں کہا کہ وہ حال تو اس حال سے بہتر تھا۔ شیخ نے میری طرف توجہ کی اور فرمایا کہ یہ بات تم نے خود چاہی۔ تم کو معلوم نہیں کہ لوگوں کے دل میرے ہاتھ میں ہیں' اگر چاہوں تو ان کو پھیر دوں اور چاہوں تو اپنی طرف متوجہ کر لوں۔

ایک شیخ کہتے ہیں کہ مدت تک میں خدا تعالیٰ سے درخواست کرتا رہا کہ رجال الغیب مجھ کو دکھائے۔ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کرتا ہوں اور ان کی قبر کے نزدیک ایک مرد ہے۔ میرے دل میں یہ خیال آیا کہ یہ مردان غیب میں سے ہے۔ جب میں اس امید پر جاگا کہ اس کو بیداری میں دیکھوں تو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر گیا۔ اس مرد کو میں نے وہاں پایا۔ میں نے زیارت کی جلدی کی' لیکن وہ شخص مجھ سے پہلے باہر نکل گیا۔ میں اس کے پیچھے روانہ ہوا۔ جب دجلہ پر پہنچا تو دجلہ کے دونوں کنارے آپس میں اس قدر مل گئے کہ ایک قدم کا فرق رہا۔ جب وہ دجلہ سے گزرے تو میں نے ان کو قسم دی کہ ذرا ٹھہریے کہ میں کچھ آپ سے باتیں کروں۔ وہ ٹھہر گئے۔ میں نے پوچھا کہ آپ کا مذہب کیا ہے؟ حنیفا وما انا من المشرکین یعنی میں حنیف ہوں (جو باطل مذہب چھوڑ کر حق کی طرف رجوع کرے) مشرک نہیں ہوں۔ (گویا حنیف کے لفظ سے حنفی مذہب کی طرف اشارہ کیا) میرے دل میں یہ آیا کہ وہ حنفی المذہب ہے۔ میں لوٹا اور دل میں کہا کہ جا کر شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کو بتاؤں۔ میں آپ کے مدرسہ میں گیا اور آپ کے مکان پر جا کر کھڑا ہوا۔ اندر سے آواز آئی اور آپ نے کہا کہ مشرق سے لے کر مغرب تک کوئی ولی اس کے سوا حنفی المذہب نہیں ہے۔ (اس روایت میں کلام ہے۔ کیونکہ ہزاروں اولیاء اللہ حنفی المذہب اس وقت اور اس سے بیشتر اور بعد میں ہوئے ہیں۔ خود حضرت شیخ حنفی المذہب تھے۔ صرف امام احمد حنبل کے اشارہ سے جو عالم

مکاشفہ میں ہوا تھا' آپ نے مذہب حنبلی اختیار کیا جس سے لوگوں کی توجہ اس مذہب کی طرف بھی ہوئی۔ کما لایخفی علی اہل العلم ۱۲۔ مترجم)

شیخ کا ایک مرید کہتا ہے کہ میں آپ کی خدمت میں مشغول رہتا تھا۔ اکثر راتوں کو جاگتا رہتا تھا۔ آپ ایک رات گھر سے باہر آئے۔ میں نے پانی کا لوٹا سامنے رکھ دیا۔ آپ نے ادھر توجہ نہ کی اور مدرسہ کے دروازہ کی طرف توجہ کی۔ دروازہ کھل گیا۔ پھر آپ باہر چلے گئے۔ میں بھی باہر گیا۔ پھر دروازہ بند ہو گیا۔ تھوڑی دور تک آپ گئے تھے تو ہم اتفاقاً ایک شہر میں پہنچے۔ مجھے معلوم نہ ہوا کہ وہ کون سا شہر ہے۔ آپ ایک سرائے میں آئے۔ وہاں پر چھ آدمیوں کو دیکھا کہ بیٹھے تھے۔ وہ سب سامنے آئے اور آپ کو سلام کہا' میں ستون کے پیچھے چھپا رہا۔ اس سرائے کے ایک طرف سے رونے کی آواز آئی۔ تھوڑی دیر میں رونے کی آواز بند ہو گئی۔ اتفاقاً ایک مرد آیا اور جس طرف سے رونے کی آواز آئی تھی۔ اس کے بعد باہر آیا اور ایک شخص کو کندھے پر اٹھایا ہوا تھا۔ ایک دوسرا شخص آیا جس کی لبوں کے بال لمبے تھے۔ سر برہنہ تھا۔ شیخ کے سامنے آکر بیٹھ گیا۔ شیخ نے اس کو کلمہ شہادت پڑھایا اور اس کے سر اور لبوں کے بالوں کو لیا۔ ٹوپی پہنائی اور محمد نام رکھا۔ ان چھ شخصوں سے کہا کہ میں اس امر پر مامور ہوں کہ اس مردہ شخص کے بدلے اس کو مقرر کروں۔ انہوں نے کہا' بسر و چشم۔ پس شیخ باہر نکل آئے اور ان کو وہیں چھوڑا۔ میں بھی شیخ کے پیچھے باہر نکلا۔ تھوڑی دیر چلے تھے کہ بغداد کے دروازہ پر پہنچ گئے۔ اول دفعہ کی طرح دروازہ کھل گیا۔ پھر ہم مدرسہ کی دروازہ تک پہنچے۔ وہ بھی کھل گیا۔ شیخ اپنے گھر میں آ گئے جب صبح ہوئی تو میں شیخ کے سامنے بیٹھ گیا۔ تا کہ کتاب پڑھوں' لیکن شیخ کی ایسی ہیبت مجھ پر چھائی کہ میں پڑھ نہ سکا۔ شیخ نے کہا' اے فرزند پڑھو۔ میں نے آپ کو قسم دی کہ رات کا واقعہ جو میں نے دیکھا تھا۔ اس کو ضرور بیان فرمائیں۔ فرمایا کہ وہ شہر نہاوند تھا اور وہ چھ شخص ابدال تھے۔ جو روتا تھا' وہ ان کا سردار تھا اور جو شخص باہر آیا اور ایک شخص کو کندھے پر اٹھایا تھا۔ وہ خضر علیہ السلام تھے کہ اس مردہ کو باہر لائے تھے۔ تا کہ اس کے دفن کفن کا بندوبست کرے اور وہ شخص جس کو میں نے کلمہ شہادت پڑھایا۔ وہ ایک نصرانی قسطنطنیہ کا رہنے والا تھا۔ مجھ کو حکم ہوا تھا کہ اس کو اس مردہ کے بدل مقرر کروں۔ پھر اس کو لائے اور میرے ہاتھ پر مسلمان کیا۔ اب وہ ان میں سے ایک ہے۔

ایک دن آپ وعظ کر رہے تھے۔ اتفاقاً چند قدم ہوا میں اڑے اور کہا' اے اسرائیلی کھڑا ہو اور محمدی کلام سن۔ پھر اپنی جگہ پر واپس آ گئے۔ لوگوں نے پوچھا کہ حضرت یہ کیا بات تھی؟ کہ ابوالعباس خضر علیہ السلام ہماری مجلس میں سے جلد جلد جا رہے تھے۔ اس لئے میں چند قدم اس کی طرف گیا اور کہا' جو تم نے سن لیا۔ آپ کا خادم

کہتا ہے کہ مہمانوں کی وجہ سے شیخ پر ڈھائی سو دینار زرسرخ قرض چڑھ گیا۔ ایک دن ایک شخص آیا۔ جس کو میں نہیں پہچانتا تھا۔ وہ اس کے کہ شیخ سے اذن لے چلا آیا اور بیٹھ گیا۔ شیخ سے بڑی باتیں کرتا رہا اور اسی مقدار کے موافق زر نکالا اور کہا کہ یہ آپ کے قرض کیلئے ہے۔ پھر وہ چلا گیا۔ شیخ نے مجھے حکم دیا کہ یہ سونا قرض خواہوں کو پہنچا دیا۔ پھر فرمایا کہ یہ صیرنی قدر تھا۔ میں نے کہا' یہ کون ہوتے ہیں؟ فرمایا کہ ایک فرشتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اولیاء اللہ کے پاس بھیجا کرتے ہیں کہ ان کے قرض ادا کر دیا کرے۔

۵۲۳- شیخ بقابن طور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ نے کہا ہے کہ میں ایک دن شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مجلس میں حاضر تھا۔ اس درمیان میں کہ آپ منبر کے پہلے پایہ پر وعظ کہتے تھے۔ اتفاقاً بات کو چھوڑ دیا اور ایک گھڑی تک خاموش رہے اور زمین پر اتر آئے۔ اس کے بعد پھر منبر پر چڑھ گئے اور دوسرے زینہ پر بیٹھ گئے۔ تب میں نے دیکھا کہ پہلا زینہ کشادہ ہو گیا۔ اس قدر کہ نگاہ کام نہیں کرتی اور سندس سبز کا فرش بچھا دیا گیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ وہاں پر بیٹھ گئے۔ حضرت حق سبحانہ نے شیخ عبدالقادر کے دل پر تجلی کی۔ چنانچہ آپ اس قدر جھکے کے قریب تھا کہ گر پڑیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو پکڑ لیا اور بچا لیا۔ اس کے بعد ایسے چھوٹے اور لاغر ہو گئے۔ جیسے چڑیا ہوتی ہے۔ اس کے بعد بڑھے اور بزرگ ہوئے۔ جو ایک بڑی ڈراؤنی شکل تھی۔ اس کے بعد یہ ساری باتیں مجھ سے پوشیدہ ہو گئیں۔ حاضرین نے شیخ بقا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب کی کیفیت پوچھی۔ کہا کہ پروردگار ان کی اذلی قوت کے ساتھ مدد کرتا ہے کہ ان کی پاک روحیں اجسام اور صفات موجودات کی صورتوں کے ہم شکل ہو جاتی ہے ان کو وہ لوگ دیکھتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ نے ان کو یہ قوت دی ہے کہ روحوں کی صورتوں اور جسموں اور صفات موجودات میں دیکھ سکیں۔ اس کے بعد شیخ کے جھکنے چھوٹے اور بڑے ہونے کی نسبت پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ پہلی تجلی اس طرح تھی کہ کسی بشر کو اس کی طاقت بدون مدد نبوی کی نہیں ہوتی۔ دوسری تجلی صفات جلال کی تھی کہ شیخ پگھل گئے اور چھوٹے ہو گئے۔ تیسری جمال کی صفت تھی۔ جس سے شیخ بڑھے اور بزرگ ہو گئے۔ وذالک فضل اللہ یوتیہ من یشا واللہ ذوالفضل العظیم یعنی یہ خدا کا فضل ہے' جس کو وہ چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل کا مالک ہے۔

۵۳۴-قضیب البان موصلی قدس اللہ تعالیٰ روحہ

آپ کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ شیخ محی الدین بن العربی قدس اللہ تعالیٰ روحہ اپنے بعض رسالوں میں فرماتے ہیں کہ ہم نے اس گروہ میں سے بعض ایسے بھی دیکھے ہیں کہ ان کی روحانیت کی صورت' ان کی جسمانی صورت پر جسم دار اور شکل دار ہوتی ہے اور ان جسم دار صورتوں پر افعال وحالات گزرتے ہیں۔ حاضرین جانتے ہیں کہ جو ان کی جسمانی صورتوں پر گزرتے ہیں اور وہ کہتے ہیں' ہم نے فلاں شخص کو دیکھنا ہے کہ ایسا ویسا کرتا تھا حالانکہ وہ شخص اس فعل سے مبرا ہے اور ہم نے یہ باتیں بارہا اس گروہ سے مشاہدہ کی ہیں۔ ایسا ہی عبداللہ موصلی کا حال تھا کہ جو قضیب البان مشہور تھے۔ چاہئے کہ اس پر انکار نہ کریں کیونکہ خدائے تعالیٰ کے اسرار جہان کے لوگوں میں بہت ہیں۔ عقل وادراک کی قوت سے ان کو معلوم نہیں کر سکتے۔ شیخ عبداللہ یافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے اہل علم نے خبر دی کہ وہ ایک درویش کو نماز پڑھتے نہ دیکھتا تھا۔ ایک دن اقامت نماز ہوئی اور وہ بیٹھا رہا۔ ایک فقیہ نے اس کو انکار کے طور پر کہا کہ اٹھ اور نماز جماعت سے پڑھ۔ وہ اٹھا اور تکبیر نماز کی کہی۔ پہلی رکعت پڑھی۔ منکر فقیہ اس کے پاس ہی کھڑا تھا۔ جب دوسری رکعت کیلئے اٹھے تو فقیہ نے ان کی طرف دیکھا کہ وہ کوئی اور شخص ہے۔ اس فقیر کے سوا کہ نماز پڑھتا ہے۔ اس کو دیکھ کر تعجب کیا۔ تیسری رکعت میں ان دو کے علاوہ ایک اور شخص کو دیکھا کہ نماز پڑھ رہا ہے۔ چوتھی رکعت میں ان تینوں کے سوا ایک شخص کو دیکھا کہ نماز پڑھتا ہے۔ جب سلام پھیر چکے تو دیکھا تو وہی پہلا شخص فقیر اپنی جگہ پر بیٹھا ہوا ہے۔ فقیر نے اس کی طرف دیکھا اور ہنس کر کہا' اے فقیہ ان چار میں سے کون سا شخص تمہارے ساتھ پڑھتا ہے۔ شیخ عبداللہ یافعی کہتے ہیں کہ اس قسم کا قصہ میں نے سنا ہے کہ قضیب البان کا ایک قاضی اس موصل کے ساتھ گزرا ہے کہ وہ ان کی نسبت بہت انکار کیا کرتا تھا۔ ایک دن دیکھا کہ موصل کے ایک کوچہ میں سے اس کے مقابلے سے آ رہا ہے۔ اپنے دل میں کہا کہ اس کو پکڑنا چاہئے اور اس کا قصہ حاکم شہر تک پہنچانا چاہئے کہ اس کو سزا دے۔ اتفاقاً دیکھا کہ وہ کردی شکل پر آ رہے ہیں جب کچھ دور اور آگے آئے تو ایک اعرابی جنگلی کی شکل میں تھے۔ جب زیادہ نزدیک آئے تو ایک فقیہ کی شکل میں برآمد ہوئے۔ جب قاضی تک پہنچے تو کہا' اے قاضی کس قضیب البان کو حاکم تک لے جائے گا اور اس کو سزا دلائے گا۔ قاضی نے اپنے انکار سے توبہ کی اور شیخ کا مرید بن گیا۔ شیخ عبدالقادر رضی اللہ کے سامنے لوگوں نے بیان کیا کہ قضیب البان نماز نہیں پڑھتے۔ آپ نے فرمایا' ایسا مت کہو۔ اس کا سر ہمیشہ کعبہ کے دروازہ پر سجدہ میں ہے۔

۵۲۵- محمد الاوانی معروف بابن القاید قدس اللہ تعالیٰ روحہ

آپ شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کے مریدوں میں سے ہیں۔ فتوحات مکیہ میں ہے کہ شیخ عبدالقادر ان کو مفرد بدین آنحضرت کہا کرتے تھے اور فرمایا کرتے کہ محمد بن قاید مفردین میں سے ہیں۔ صاحب فتوحات مکیہ اپنی کتاب میں کہتے ہیں کہ مفردون ایک جماعت ہے' جو کہ قطب کے دائرہ سے خارج ہے اور خضر علیہ السلام انہیں میں سے ہیں اور ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعثت سے پہلے ان میں سے تھے۔ ابن قاید کہتے ہیں کہ میں نے سب کو اپنے پیچھے چھوڑا اور حضرت (درگاہ الٰہی) کے طرف متوجہ ہوا۔ اتفاقاً اپنے سامنے ایک اور پاؤں کا نشان دیکھا تو مجھے غیرت آئی اور میں نے کہا کہ یہ کس کے قدم کا نشان ہے؟ کیونکہ میرا اعتقاد تھا کہ مجھ سے کوئی بڑھا ہوا نہیں۔ کہا گیا کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم کے نشان ہے۔ تب میری طبیعت تسکین پا گئی۔

۵۲۶- ابوالسعود بن الشبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ بھی شیخ محی الدین عبدالقادر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرید ہیں۔ فتوحات میں مذکور ہے کہ میں نے ایک سچے اور ثقہ شخص سے سنا کہ شیخ ابوالسعود سے جو کہ وقت کے امام تھے۔ بیان کرتا تھا کہ وہ یہ فرماتے تھے' میں بغداد کے دجلہ کے کنارہ پر گزر رہا تھا۔ میرے دل میں آیا کہ کیا خدائے تعالیٰ کے ایسے بندے بھی ہیں' جو کہ پانی میں اس کی پرستش کرتے ہیں۔ ابھی میرے دل میں یہ خطرہ پورا نہ ہوا تھا کہ پانی پھٹ گیا اور ایک مرد ظاہر ہوا۔ کہا' ہاں اے ابوالسعود خدائے تعالیٰ کے ایسے مرد ہیں کہ پانی میں اس کی عبادت کرتے ہیں۔ میں انہیں میں سے ہوں۔ میں ایک مرد ہوں۔ تکریب کا رہنے والا ہوں۔ وہاں سے باہر نکلا ہوں اور کہتا ہوں کہ پندرہ دن کے بعد وہاں پر فلاں حادثہ ہوگا۔ جب پندرہ دن گزرے تو وہ حادثہ بعینہ ہوا۔ جو اس نے کہا تھا۔ فصوص میں مذکور ہے کہ شیخ ابوالسعود نے اپنے مریدوں سے کہا کہ پندرہ سال ہو چکے ہیں کہ خدائے تعالیٰ نے مجھ کو اپنے ملک میں تصرف دیا ہے' لیکن میں نے کوئی تصرف نہیں کیا۔ ابن قاید نے ایک دن ان سے پوچھا کہ تم کیوں تصرف نہیں کرتے ہو؟ کہا کہ میں نے تصرف کو خدائے تعالیٰ کے سپرد کر دیا ہے کہ وہ جس طرح چاہے' تصرف کرے۔ شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل کے قبرستان میں میں نے توجہ کی تھی۔ ایک بزرگ قبر پر جس کی قبر لوگوں کے نزدیک معین ہے' لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ وہاں پر نہیں ہے۔ میں اس قبر پر جایا کرتا تھا۔

راستہ میں ایک گنبد ویران تھا۔ میں نے کبھی نہ سنا تھا کہ وہاں پر بھی کوئی بزرگ ہے۔ جب اس گنبد سے گزرا تو دیکھا کہ گنبد میں سے مجھے اشارہ ہوتا ہے۔ کہاں جاتے ہو؟ آؤ اور ہماری بھی زیارت کر جاؤ۔ میں واپس آیا اور گنبد میں گیا وہاں پر میرا وقت خوش ہوا۔ دیکھتا ہوں کہ اس بزرگ کی روح مجھ سے کہتی ہے کہ تم بھی ایسی زندگی بسر کرو' جس طرح میں نے کی تھی۔ میں نے کہا' آپ نے کیسے بسر کی تھی؟ کہا' جو کچھ کہ خدا کی طرف سے تجھے پہنچے' اس کو قبول کر لے۔ میں نے کہا' اگر قبول کرنے کے لائق ہوگا تو قبول کروں گا۔ کہا' خیر آج تم کو ایک چیز ملے گی۔ اس کو قبول کر لینا۔ کہا کہ ایسا ہی کروں گا۔ جب میں شہر میں آیا اور اس قصہ کو شیخ نورالدین عبدالرحمٰن سے بیان کیا تو فرمایا' تم جانتے بھی ہو کہ اس گنبد میں کون بزرگ لیٹے ہیں۔ میں نے کہا کہ نہیں۔ کہا' ان کو ابوالسعو د کہتے ہیں۔ وہ عجب طریق رکھتے تھے۔ جو کچھ خدا سے ان کو ملتا تھا۔ اس کو رد نہیں کرتے تھے اور کسی سے کچھ مانگتے نہ تھے۔ لباس مکلف پہنتے تھے اور کھانا بھی عمدہ کھاتے تھے۔ ایک دن ایک شخص ان کے پاس آیا اور ان کے سر پر دستار دیکھی جو کہ دو سو دینار کی قیمت کی تھی وہ شخص اپنے دل میں کہنے لگا کہ یہ کیا اسراف ہے؟ اسی دستار جس سے دو سو درویش کے کپڑے اور کھانا تیار ہو سکتا ہے۔ اس کو ایک درویش کیوں سر پر رکھے۔ ابوالسعو دا پنی روشن ضمیری سے معلوم کر گئے اور کہا کہ اے شخص اس دستار کو ہم نے خود سر پر نہیں باندھا' اگر تم چاہتے ہو تو اس کو لے جاؤ اور بیچو اور درویشوں کیلئے کھانا وغیرہ لاؤ۔ وہ شخص لے گیا اور اس کو بیچ ڈالا۔ مکلف کھانا تیار کیا۔ عصر کی نماز کے وقت جب آیا تو اسی دستار کو شیخ کے سر پر بندھی دیکھا اور تعجب کرنے لگا۔ شیخ ابوالسعو د نے کہا' تم تعجب کیا کرتے ہو؟ فلاں خواجہ سے پوچھو کہ اس دستار کو کہاں سے لائے ہو؟ اس خواجہ نے کہا کہ میں پچھلے سال کشتی میں تھا۔ مخالف ہوا چلی۔ تب میں نے نذر مانی کہ اگر میں کشتی سے بہ سلامت نکلوں گا تو ایک عمدہ دستار شیخ کیلئے لے جاؤں گا۔ اب چھ ماہ گزر گئے تھے کہ میں بغداد میں ایسی دستار جس کو میرا دل چاہتا تھا۔ طلب کرتا تھا' مگر نہ ملتی تھی۔ یہاں تک کہ آج میں نے یہ دستار فلاں دکان پر دیکھی۔ تب میں نے کہا کہ یہ دستار شیخ کے لائق ہے۔ میں نے خریدی اور لے آیا۔ اس کے بعد شیخ نے کہا' دیکھا کہ یہ شخص اوروں کی دستاریں لا کر ہمارے سر پر رکھ دیتا ہے۔ اس شیخ کی اس قسم کی حکایات بہت ہیں۔ واللہ اعلم۔

۵۲۷- شیخ ابومدین مغربی قدس اللہ تعالیٰ سرہ

آپ کا نام شعیب بن الحسین بالحسن ہے۔ اس گروہ کے بڑوں میں سے ہیں۔ بہت سے مشائخ آپ کی

صحبت وخدمت میں تربیت پائے ہیں۔ منجملہ ان کے شیخ محی الدین عربی ہیں۔ وہ اپنی تصنیفات میں ان کا ذکر بہت کرتے ہیں۔ ان کی باتوں اور معرفت کا ذکر کیا ہے۔ امام یافعی کہتے ہیں کہ یمن کے اکثر شیخ تو شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے نسبت رکھتے ہیں اور بعض شیخ ابومدین سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ تو شیخ مغرب ہیں اور یہ شیخ مشرق ہیں۔ یعنی عبدالقادر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ''کتاب فصوص الحکم'' میں مذکور ہے کہ ایک ابدال نے ایک شیخ سے کہا' ابومدین سے بعد سلام کے کہو کہ اس کا کیا سبب ہے کہ جو چیز ہم پر مشکل نہیں ہوتی' وہ تم پر مشکل ہوتی ہے۔ باوجود اس کے جو تمہارا مقام ہے۔ ہم اس کی خواہش رکھتے ہیں اور تم اس مقام کی کہ جس میں ہم ہیں۔ خواہش نہیں رکھتے۔ فتوحات میں مذکور ہے کہ میں نے ایک ولی اللہ سے سنا۔ کہتے تھے کہ میں نے اس گروہ کے ایک بزرگ سے سنا۔ وہ کہتے تھے' میں نے شیطان کو خواب میں دیکھا اور اس سے پوچھا' تیرا حال شیخ ابومدین کے ساتھ جو کہ توحید وتوکل میں امام ہیں' کیسا ہے؟ کہا' میرا حال ان کے ساتھ یہ ہے کہ جب میں کوئی شے ان کے دل میں ڈالتا ہوں تو اس کی ایسی مثال ہوتی ہے کہ کوئی شخص محیط سمندر میں پیشاب کرے۔ اس سے لوگوں نے پوچھا کہ تم نے پیشاب کیوں کیا تو وہ یہ کہے کہ اسلئے کہ سمندر ناپاک ہو جائے اور وضو اس سے نہ ہو سکے۔ سو ایسے شخص سے کوئی بھی بڑھ کر بے وقوف ہوگا۔ اسی طرح میری نسبت ابومدین کے دل کے ساتھ ہے۔ فتوحات میں یہ بھی مذکور ہے کہ لوگ تیمن اور تبرک کی وجہ سے شیخ ابومدین سے ہاتھ ملاتے تھے اور ان کے ہاتھ پر بوسہ دیتے تھے۔ لوگوں نے ان سے پوچھا کہ تم اپنے نفس میں اس کا کچھ اثر پاتے ہو؟ کہا' حجر اسود اپنے اندر کچھ اثر پاتا ہے کہ جس کو بہترین میں سے نکال دے۔ باوجود یہ کہ اس کو انبیاء اور رسول علیہم السلام اور اولیاء کرام بوسہ دیتے رہے ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ نہیں۔ کہا' تو بس میں بھی وہی حجر اسود ہوں۔ میرا بھی وہی حکم ہے۔ ایک دن شیخ ابومدین نے مغرب کے ایک شہر میں اپنی گردن کو پست کیا اور کہا اللھم انی اشھدک واشھد ملائکتک انی سمعت واطعت یعنی خداوندا میں تجھے گواہ بناتا ہوں اور تیرے فرشتوں کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے تیرا حکم سنا اور اطاعت کی۔ ان کے مریدوں نے پوچھا کہ حضرت اس دعا کا کیا سبب تھا؟ شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آج بغداد میں کہا قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ اس کے بعد شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بعض مرید بغداد سے آئے اور خبر لائے کہ شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسی وقت یہ کلمہ کہا تھا۔ جب شیخ ابومدین یہ آیت سنا کرتے وما اوتیتم من العلم الا قلیلا یعنی تم کو تھوڑا ہی علم دیا گیا ہے تو کہا کرتے کہ یہ تھوڑا سا علم جو خدا نے ہم کو دیا ہے۔ یہ بھی ہمارے ملک میں نہیں بلکہ ہمارے پاس عاریت ہے اور ہمیں بہت سا علم نہیں ملا۔ پس ہمیشہ ہم جاہل ہیں۔

فتوحات مکیہ میں بھی لکھا ہے۔ کان شیخنا ابومدین بالمغرب قد ترک الحرفة وجلس مع اللہ تعالیٰ علی ما یفتح اللہ لہ وکان علی طریقة عجیبة مع اللہ فی ذالک الجلوس فانہ ماکان یردشیئا یوتی الیہ بہ مثل الامام عبدالقادر الجیلی سواء غیر ان عبدالقادر کان انھض فی الظاھر لما بعطیہ الشرف فقیل لہ یااباا مدین لم لا تحترف اولم لا یقول بالحرفة فقال الضیف عندکم اذا انزل بقوم وعزم علی الاقامة کم تواقیت زمان وجوب ضیافة علیھم قالوا ثلثة ایام قال وبعد ثالثة ایام قالوا تحرف ولا یقعد عندھم حتی یخرجھم قال الشیخ اللہ اکبر انصفونا نحن اضیاف ربنا تبارک وتعالیٰ نزلنا علیہ فی حضرتہ علی وجھہ لاقامة عندہ الی الابد فتعینت الضیافة فانہ تعالیٰ مادل علی کریم خلق بعبدہ الاکان ھو اولی بالاتصاف بہ قالو انعم قال وایام ربنا کمال قال وان یوما عندربک کالف سنة مما تعدون فضیافة بحسب ایامہ فاذا اقمنا عندہ فی ثلثة الاف ثلثة وانقضت ولا تحترف یتوجہ اعتراضکم علینا ونحن نموت وینقض الدنیا ویبقی لنا فضلة عندہ تعالیٰ من ضیا فتنا فاستحسن ذالک منہ المعترض فانظر فی ھذا النفس ان کنت منھم وکان ابومدین یامر اصحابہ باظھار الطاعات فانہ لم یکن عندہ فاعل الا اللہ یعنی ہمارے شیخ ابومدین مغرب میں رہتے تھے۔ انہوں نے کمائی چھوڑ دی تھی اور خدا کے مہمان ہو کر بیٹھے رہتے تھے۔ جو کچھ وہ انہیں دیتا۔ ان کا اس سنت میں خدا کے ساتھ عجیب طریق تھا۔ کیونکہ جو کچھ خدا ان کو دیتا' وہ رد نہیں کرتے تھے۔ وہ اور امام عبدالقادر جیلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس میں برابر تھے' مگر یہ کہ عبدالقادر ظاہری تکلف اور شرافت میں ان سے بڑھ کر تھے۔ ان سے کہا گیا کہ اے ابومدین آپ حرفہ کیوں نہیں کرتے یا کیوں نہیں حرفہ کی تعلیم دیتے۔ آپ نے فرمایا کہ تمہارا مہمان' جب کسی قوم میں آئے اور اقامت کا ارادہ کرے تو اس کی ضیافت کا ضروری زمانہ کتنا ہے؟ انہوں نے کہا کہ تین دن۔ پوچھا کہ پھر تین دن کے بعد اس کو کیا کرنا چاہئے تا کہ ان کا حرج نہ ہو۔ شیخ نے کہا' اللہ اکبر ہم خدا کے مہمان ہیں۔ اس کے حضور میں اقامت کیلئے ٹھہرے ہوئے ہیں۔ سو ہماری ضیافت اس کے پاس ہمیشہ کیلئے معین ہو گئی کیونکہ وہ خدا جس عمدہ خلق کی لوگوں کو ہدایت کرتا ہے' خود اس کا زیادہ مستحق ہے۔ لوگوں نے کہا' ہاں بے شک۔ کہا کہ ہمارے رب کے دن جیسا کہ خود اس نے فرمایا ہے کہ ایک دن تیرے رب کے نزدیک ہزار سال کے برابر ہے' جس کو تم شمار کرتے ہو۔ پس ہماری ضیافت اسی کے دنوں کے مطابق ہوگی اب جو ہم اس کے نزدیک تین سال تک رہیں اور وہ گزر جائیں پھر ہم حرفت نہ کریں تو بے شک تمہارا اعتراض ہم پر وارد ہوگا حالانکہ ہم بھی مر جائیں

اور دنیا گزر جائے گی۔ تب بھی خدا کے پاس ہماری ضیافت کا حصہ باقی رہے گا۔ اس جواب کے معترض نے بہت پسند کیا۔ اب اس نفس میں سوچ اگر تو ان میں سے ہے۔

ابومدین اپنے اصحاب کو طاعات کے اظہار کیلئے حکم کیا کرتے تھے کیونکہ ان کے نزدیک اللہ کے سوا اور کوئی فاعل نہیں ہے۔ ایک دن شیخ ابومدین دریا کے کنارے پر جا رہا تھے۔ فرنگ کے کافروں کی ایک جماعت نے ان کو قید کر لیا اور اپنی کشتی میں لے گئے۔ دیکھا کہ وہاں مسلمانوں کی ایک جماعت قید کی ہوئی ہے۔ جب شیخ نے کشتی میں قدم رکھا تو کافروں نے لنگر چھوڑ دیا تاکہ روانہ ہوں۔ ہر چند کوشش کی وہاں سے کشتی نہ ہلی۔ ایک دوسرے سے کہنے لگے۔ غالباً یہ اس کا ٹھہرنا اس مسلمان کے باعث ہے جس کو ہم نے ابھی پکڑا ہے۔ شاید یہ کوئی ولی آدمی ہے۔ شیخ کو انہوں نے اجازت دے دی کہ آپ کشتی سے اتر جائیں۔ شیخ نے کہا' جب تک یہ سارے مسلمان نہ چھوڑو گے' میں باہر نہ جاؤں گا۔ جب اس کے سوا کوئی علاج نہ دیکھا تو سب کو چھوڑ دیا۔ اسی وقت ان کی کشتی روانہ ہوگئی اور فرماتے ہیں اذاظھر الحق لم یبق معہ غیرہ یعنی یعنی جب حق ظاہر ہو جاتا ہے تو اس کے ساتھ اور کوئی نہیں رہتا اور وہ یہ بھی کہتے ہیں لیس فی القلب سوی وجھۃ واحدۃ فالی ایی وجھۃ توجھت حجبت عن غیرھا یعنی دل کی ایک ہی جہت ہے۔ اب جس طرف تو توجہ کرے گا اس کے غیر سے چھپ جائے گا۔ وہ یہ بھی فرماتے ہیں ماوصل علی صریح الحریتہ من علیہ من نفسہ بقیۃ یعنی وہ شخص صریح آزاد نہیں ہوا۔ جس پر اس کے نفس سے کچھ بقیہ ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں من رایتہ یدعی مع اللہ حالا یکون علی ظاھرہ منہ شاھد فاحذروہ ومن کان الا اخذمنہ اجب اللہ من العطاء فماشم رائحۃ الفقر ومن اشعارہ۔

شعر

لاتنکر الباطل فی طورہ — فانہ من بعض ظھوراتہ

واعطہ منک بمقدارہ — حتی توفی حق اثباتہ

یعنی مت انکار کر باطل کو اپنے طور میں کیونکہ وہ اسی کے بعض ظہورات سے ہے ا ر وہ اس کو طرف اس کا مرتبہ یہاں تک کہ اس کے اثبات کا حق پورا کر دے۔ آپ ۵۹۰ھ میں فوت ہوئے۔

۵۲۸- ابوالعباس بن العریف الضنہاجی الاندلسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کا نام احمد بن محمد ہے۔ علوم کے عالم اور قرأت کے اقسام کے عارف تھے اور تمام روایت میں انتہا

تک پہنچے ہوئے تھے۔ بہت سے مرید وطالب ان کے پاس جمع ہو گئے تھے۔ بادشاہ وقت کو ان کی طرف سے دل میں خوف پیدا ہوا اور ان کو طلب کیا۔ آپ راستہ میں فوت ہو گئے۔ بعض کہتے ہیں کہ بادشاہ کے پاس پہنچنے سے پہلے اور بعض کہتے ہیں' پہنچنے کے بعد ان کی وفات ۵۳۶ھ میں فوت ہوئی۔ صاحب فتوحات اپنے شیخ ابوعبداللہ غزالی سے نقل کرتے ہیں کہ وہ یہ کہتے تھے' میں ایک دن اپنے شیخ ابن عریف کے پاس سے باہر آیا۔ جنگل میں سیر کرتا تھا۔ جب درخت یا گھاس پر میں پہنچتا تھا۔ وہ کہتا تھا' مجھ کو پکڑ کر میں فلاں بیماری کیلئے مفید ہوں اور فلاں ضرر کو دفع کرتا ہوں۔ مجھ کو اس حال سے حیرانی پیدا ہوئی۔ اپنے شیخ کے پاس واپس گیا اور یہ قصہ ان سے بیان کیا۔ شیخ نے کہا' ہم نے تم کی اس لئے تو تربیت نہ کی تھی این کان منک الغار والنافع حین قالت لک الاشجار انہانافعة وضارة فقال یا سیدی التوبة یعنی تم سے نفع وضرر کہاں ہے۔ جب تجھ سے درختوں نے کہا کہ وہ نافع وضرر رساں ہیں۔ تب اس نے کہا' میرے سردار میری توبہ ہے۔ شیخ نے کہا' خدا تعالیٰ نے تجھے آزمایا ہے ورنہ میں نے تجھے خدا کا راستہ دکھایا تھا' نہ اس کے غیر کا۔ اب تیری سچی توبہ کی علامت یہ ہے کہ اس جگہ پر پھر جائے اور وہ درخت اور گھاس تجھ سے کوئی بات نہ کریں۔ ابوعبداللہ اس جگہ پر پھر گئے تو ان باتوں میں سے کچھ نہ سنا۔ خدائے تعالیٰ کے شکر کا سجدہ کیا اور شیخ کی طرف لوٹا اور اس کو بتایا۔ شیخ نے کہا' الحمد للہ الـــذی اختارک لـنفسـه ولـم بدفعک الی کون مثلک من اکوانه یعنی اس خدا کی تعریف ہے کہ جس نے تجھے اپنے لئے پسند کر لیا اور نہ دفع کر۔ تجھ جیسے کو اپنے اور مخلوق کی طرف۔ صاحب فتوحات یہ بھی لکھتے ہیں۔ کنت یوما عند شیخنا ابوالعباس العریفی باسبیلنا جالساو اردنا اوارد احداعطاء معروف فقال شخص من الجماعة اللذی یرید ان یتصدق الاقربون اولی بالمعروف فقال الشیخ من فوره متصلا بکلام الفضائل الی اللہ فیما یردها علی الکبد واللہ ما سمعتها فی تلک الحالة الا من اللہ تعالیٰ حتی قیل لی انها کذانزلت فی القران مما تحققت بهاواشر بها قلبی وکذا جمیع من حضر فلاینبغی ان یاکل نعم اللہ الا اهل اللہ ولهم خلقت ویاکلها غیر هاکم التبعیته فهم المقصودون بالنعم یعنی میں ایک دن اپنے شیخ ابوالعباس عریفی کے پاس اشبلیہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ ہم نے ارادہ کیا یا کسی نے ارادہ کیا کچھ عطیہ کا یعنی صدقہ وغیرہ کا۔ تب جماعت میں سے ایک شخص نے صدقہ دینے والے سے کہا کہ قریبی لوگ زیادہ مستحق صدقہ دینے کے ہیں۔ پھر شیخ نے فوراً قائل کے کلام کے ساتھ ملا کر کہا' یعنی مراد یہ ہے کہ خدا سے جو زیادہ قریب ہوں۔ پس اس کلمہ کی کیا ہی ٹھنڈک جگر پر پہنچی۔ واللہ میں نے اس حالت میں اس

کو نہ سنا' مگر اللہ تعالیٰ سے حتیٰ کہ مجھ سے کہا گیا کہ قرآن میں ایسا نازل ہوا ہے جس کو میں نے اچھی طرح جان لیا اور میرے دل نے اس کو پی لیا۔ ایسا ہی تمام حاضرین سمجھ گئے۔ اب خدا کی نعمتوں کے لائق صرف اہل اللہ ہیں۔ انہیں کیلئے پیدا کی گئی ہیں اور باقی لوگ ان کے تابع ہو کر کھاتے ہیں۔ کیونکہ نعمتوں سے وہی لوگ مقصود ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۵۳۶ ہجری میں فوت ہوئے۔

۵۲۹- ابوالربیع الکنیف یا ابوالدمع الکفیف المالقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ ابوالعباس بن عریف کے مرید ہیں۔ ایک دن اپنے مریدوں سے کہنے لگے کہ اگر بالفرض دو شخصوں کے پاس دس دس دینار ہوں۔ ان میں سے ایک شخص نے ایک دینار صدقہ کر دیا اور نو دینار بچا کر رکھے اور دوسرے نے نو دینار صدقہ کئے اور ایک بچا کر رکھا۔ ان میں سے کون سا زیادہ فضیلت لے گیا؟ لوگوں نے کہا کہ جس نے نو دینار صدقہ کئے۔ شیخ نے کہا' بھلا وہ کیوں زیادہ فضیلت رکھتا ہے؟ انہوں نے کہا' اس لئے کہ اس نے زیادہ صدقہ کیا ہے۔ شیخ نے کہا کہ جو کچھ تم نے کہا' وہ اچھا ہے' لیکن تم نے مسئلہ کی جان کو نہ سمجھا۔ تم پر پوشیدہ رہا۔ مریدوں نے کہا کہ وہ کیا بات ہے؟ کہا' یہ کہ ہم نے جو دونوں کو مال میں برابر فرض کیا ہے۔ اب جس شخص نے زیادہ دیا تو وہ مقام فقر میں آ گیا۔ سو وہ اس شخص سے بڑھ کر ہے' جس نے کہ تھوڑا دیا کیونکہ اس کی نسبت فقر سے زیادہ ہے۔ اس لئے کہ وہ افضل ہے۔ حدیث نبوی اس بارہ میں وارد ہے کہ ستر ہزار دفعہ کلمہ لا الہ الا اللہ کہنا کہنے والے کی نجات کیلئے یا اس کی نجات کیلئے کہ جس کی نیت پر پڑھا گیا ہے' پورا اثر رکھتا ہے۔ شیخ ابوالربیع مالقی فرماتے ہیں کہ اس ذکر کو میں نے ستر ہزار دفعہ کیا تھا' لیکن کسی کے نام پر معین نہ کیا تھا۔ حتیٰ کہ ایک دن ایک شخص کے دسترخوان پر میں حاضر ہوا۔ ایک جماعت موجود تھی اور ان میں ایک لڑکا صاحب کشف تھا۔ جب اس لڑکے نے کھانے کیلئے ہاتھ بڑھایا تو دفعتاً رو پڑا۔ لوگوں نے پوچھا کہ تم کیوں روتے ہو؟ کہا' میں نے ابھی دوزخ کو دیکھا۔ اس میں اپنی والدہ کو عذاب میں دیکھتا ہوں۔ شیخ ابوالربیع کہتے ہیں کہ میں نے دل میں کہا' الٰہی تو جانتا ہے کہ میں نے ستر ہزار دفعہ کلمہ لا الہ الا اللہ کہا تھا۔ میں نے اس کو اس بچے کی ماں کی دوزخ کی آزادی کیلئے معین کر دیا۔ جب میں نے یہ نیت دل میں پوری کی تو بچہ ہنس پڑا اور خوش ہو کر کہنے لگا کہ اب میں اپنی ماں کو دیکھتا ہوں کہ دوزخ کے عذاب سے خلاصی پائی۔ الحمدللہ۔ پھر کھانا کھانے میں سب کے ساتھ مشغول ہوا۔ شیخ ابوالربیع کہتے ہیں کہ مجھ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کی صحت اس بچہ کے کشف سے معلوم ہوئی اور اس بچہ کی کشف کی

صحت اس حدیث سے ہوئی۔ شیخ ابوالربیع یہ بھی کہتے ہیں کہ میں ایک سفر میں تنہا جا رہا تھا۔ جب رات آئی تو ایک جانور آتا اور میرے پاس رات کاٹتا۔ مجھ سے باتیں بھی کرتا۔ ایک رات میں نے سنا کہ تمام رات وہ یاقدوس یا قدوس کہتا رہا۔ جب صبح ہوئی تو پر مارے اور کہا سبحان الرزاق اور اڑ کر چلا گیا۔

۵۳۰-عدی بن مسافر الشامی ثم الہکاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ شیخ منبجی اور شیخ حماد دباس کی صحبت میں رہے ہیں۔ ان پر بہت لوگ جمع ہو گئے تھے۔ پھر ہکاریہ پہاڑ پر جو کہ موصل کے علاقہ میں ہے۔ لوگوں سے قطع تعلق کر دیا۔ وہیں ایک جھونپڑی بنالی۔ اس ملک کے لوگ سب ان کے مرید و معتقد ہو گئے۔ ۵۵۷ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ آپ کی قبر اس ملک میں مزارات متبرکہ میں داخل ہے۔ آپ کے کرامات و نشانات ظاہر تھے۔ تاریخ امام یافعی میں مذکور ہے کہ اس کے مریدوں میں سے ایک کے دل میں جنگل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ لوگوں سے قطع تعلق کر دیا جائے۔ شیخ عدی سے آ کر کہنے لگا کہ اے شیخ میں چاہتا ہوں کہ اس جنگل میں رہوں اور لوگوں سے قطع تعلق کرلوں۔ کیا اچھا ہوتا کہ یہاں پانی ہوتا کہ میں پیا کرتا اور کچھ کھانے کو ہوتا کہ جس سے میں اپنی قوت بناتا۔ شیخ اٹھا وہاں پر دو بڑے بڑے پتھر تھے۔ ایک پر پاؤں مارا تو میٹھے پانی کا چشمہ وہاں جاری ہو گیا اور دوسرے پر پاؤں مارا تو ایک انار کا درخت پیدا ہو گیا۔ درخت سے کہا کہ اے درخت ہر روز خدا کے حکم سے ایک انار شیریں اور دوسرے دن کھٹا دیا کر اور وہ دنیا کے بہترین اناروں میں سے تھا۔

۵۳۱-سیدی احمد بن ابی الحسن الرفاعی قدس اللہ تعالیٰ روحہ

ذو المقامات العلية والاحوال السنية خرق الله سبحانه علي يديه العوايد وقلب له الاعيان والظهر العجائب ولكن اصحابه ففيهم الجيدو الردى يدخل بعضهم النيران ويلعب بالحيات وهذا ماعرفه الشيخ ولا صلحاء اصحابه نعوذ بالله من الشيطان یعنی آپ بڑے مقامات اور بزرگ حالات رکھتے تھے۔ اللہ سبحانہ نے ان کے ہاتھ پر بہت سے خرق عادات اور قلب ماہیات کی ہیں۔ عجائبات ظاہر کیے ہیں، لیکن ان کے مرید اچھے بھی ہیں اور ردی بھی ہیں۔ بعض ردی آگ میں گھس جاتے تھے۔ سانپوں سے کھیلتے تھے، لیکن اس کو شیخ پسند نہ کرتے تھے اور نہ ان کے نیک بخت مرید شیطان سے پناہ مانگتے ہیں۔ آپ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں۔ ان کے خرقہ کی نسبت پانچ واسطہ سے حضرت شیخ شبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ

علیہ تک پہنچی ہے۔ ام عبید کے رہنے والے ہیں' جو کہ بطائح کے علاقہ میں ہے۔ ابوالحسن علی جو کہ آپ کے بھانجے ہیں۔ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ان کی خلوت خانہ کے دروازہ پر بیٹھا ہوا تھا۔ اتنے میں ان کے پاس کسی کی آواز سنی۔ جب میں نے دیکھا تو ان کے پاس ایک ایسا شخص بیٹھا ہوا۔ دیکھا کہ پہلے اس سے میں نے اس کو کبھی نہ دیکھا تھا۔ دیر تک ہم باتیں کرتے رہے۔ پھر وہ شخص خلوت خانہ کی کھڑکی سے باہر نکل گیا اور بجلی کی طرح ہوا میں اڑ گیا۔ تب میں شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا کہ یہ کون شخص تھا؟ کہا' کیا تم نے اس کو دیکھا؟ میں نے کہا' ہاں۔ کہا' یہ وہ شخص ہے کہ خدائے تعالیٰ محیط سمندر کی اس سے حفاظت کرتا ہے۔ چار مردوں سے ایک یہ ہے۔ تین دن ہو گئے ہیں کہ یہ مہجور اور معزول ہے' لیکن خود نہیں جانتا۔ میں نے کہا' اے میرے سردار اس کی مہجوری کا کیا سبب ہے؟ کہا' یہ بحرمحیط کے ایک جزیرہ میں رہتا ہے۔ وہاں تین دن تک متواتر بارش ہوتی رہی۔ اس کے دل میں یوں آیا کہ کاش یہ بارش آبادی میں برستی۔ اس کے بعد استغفار کیا۔ سو اس اغراض کے سبب مہجور یعنی خدا سے دور جا پڑا ہے۔ میں نے کہا' سیدی تم نے اس کو مہجوری کی خبر بھی کی۔ ..انہیں مجھے شرم آئی۔ میں نے کہا' اگر فرمائیں تو میں اس کو خبر دوں۔ کہا' تم کر دو گے۔ میں نے کہا' ہاں۔ کہا' اپنے گریبان میں سر کر لے۔ میں نے کر لیا۔ میرے کان میں ایک آواز آئی کہ اے علی اپنا سر نکال میں نے سر نکالا تو اپنے آپ کو بحرمحیط کے ایک جزیرہ میں دیکھا۔ تب میں اپنے کام میں حیران رہ گیا۔ میں اٹھا اور تھوڑی دور تک گیا۔ اس مرد کو دیکھا تو میں نے اس کو سلام کہا اور وہ قصہ اس کو میں نے کہا' مجھے قسم دی کہ جو کچھ میں کہوں وہی کرنا۔ میں نے کہا' ہاں ایسا ہی کروں گا۔ کہا' میرے خرقہ کو میری گردن میں ڈال اور مجھ کو زمین پر کھینچ اور کہو یہ اس شخص کی سزا ہے کہ خدائے تعالیٰ پر اعتراض کرے۔ میں نے خرقہ کو اس کی گردن میں ڈالا اور چاہا کہ اس کو کھینچوں۔ اتنے میں ہاتف نے آواز دی کہ اے علی اس کو چھوڑ دے کیونکہ آسمان کے فرشتے رونے لگے ہیں۔ خدائے تعالیٰ ان سے خوش ہو گیا۔ جب میں نے یہ آواز سنی تو بے ہوش ہو گیا۔ جب ہوش میں آیا تو اپنے آپ کو اپنے ماموں کے پاس دیکھا۔ واللہ مجھے معلوم نہ ہوا کہ کیونکر وہاں گیا اور کس طرح واپس آیا۔

جب کسی وقت کوئی شخص سیدی احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے تعویذ مانگتا اور کاغذ لاتا کہ وہ کچھ لکھ دیں' اگر سیاہی نہ ہوتی تو کاغذ لیتے اور سیاہی کے بغیر لکھ دیتے۔ ایک دفعہ ایک شخص کیلئے بے سیاہی تعویذ لکھ دیا اور مدت تک وہ غائب رہا۔ اس کے بعد پھر اسی کاغذ کو امتحان کیلئے لایا اور کہا' اے شیخ اس پر آپ دعا لکھ دیں۔ جب آپ نے اس کاغذ کو دیکھا تو کہا' اے فرزند یہ کاغذ تو لکھا ہوا ہے اور اس کو واپس دے دیا۔ ایک دن آپ کے دو مرید جنگل میں

گئے۔مل کر بیٹھے اور باتیں کرتے رہے۔ایک نے دوسرے سے کہا کہ تم کو اس مدت تک سیدی احمد کی خدمت سے کیا کچھ حاصل ہوا؟ کہا' تم جو کچھ آرزو کرتے ہو' کرو۔اس نے کہا' اے میرے سردار میں چاہتا ہوں کہ اسی وقت ہماری دوزخ کی آزادی کا کاغذ آسمان سے اترے۔دوسرے نے کہا' خدا کا بہت کرم ہے اور اس کا فضل بے حد۔اس حالت میں یہ باتیں کر رہے تھے کہ دفعتہً ایک سفید ورق آسمان سے نیچے گرا۔اس کو لے گیا۔اس میں کچھ لکھا نہ تھا۔تب وہ سیدی احمد کی خدمت میں آئے اور اپنا احوال کچھ بھی نہ کہا۔صرف اس کاغذ کو آپ کو دے دیا۔جب سیدی نے اس کاغذ کو دیکھا تو خدا کا سجدہ کیا۔جب سجدہ سے سر اٹھایا تو کہا' قدرت کے ہاتھ سیاہی سے نہیں لکھا کرتے۔یہ خط نور سے لکھا ہوا ہے اور کہا۔الحمدلله الذی ارانی عتق اصحابی من النار فی الدنیا قبل الاخرات یعنی خدا کی تعریف ہے۔جس نے کہ میرے مریدوں کا دوزخ سے آزاد ہونا' دنیا میں آخرت سے پہلے ہی دکھا دیا۔کہتے ہیں' باوجود عبادت میں کمال مشغول رہنے کے ان کے لطیف اشعار بھی ہیں۔ان میں سے بعض یہ ہیں۔

اذاجن لیل ھام قلبی بذکرکم — انوح کما ناح الحمام المطوق

وفوقی سحاب بمطرالھم والاسی — وتحتی بحار الھوی تندفق

سلوا ام عمرو کیف بات اسیرھا — تفک الاساری دونہ وھو موثق

فلا ھو مقتول ففی القتل راحة — ولا ھو ممنون علیہ فیطلق

یعنی جب رات پڑتی ہے تو میرا دل تمہاری یاد سے حیران ہو جاتا ہے۔میں ایسی فریاد کرتا ہوں جس طرح کبوتری طوق دار چلاتی ہے۔میرے اوپر ایک بادل ہے جو کہ غم و رنج کو برساتا ہے اور میرے نیچے عشق کے سمندر ہیں' جو کہ جوش مارتے ہیں۔ام عمر سے پوچھو کہ تمہارے قیدی عشق نے کیونکر رات کاٹی ہے۔اس کے سوا اور قیدیوں کی زنجیریں کھول دی گئیں اور وہ بندھا ہے۔وہ مقتول بھی نہیں ہوا کیونکہ قتل میں راحت ہے اور نہ وہ ایسا ہے کہ اس پر احسان رکھ کر اس کو چھوڑ دیا جائے۔بعض کہتے ہیں کہ انہوں نے یہ اشعار قوال سے سنے تھے اور انہیں کے سننے سے وہ دنیا سے رحلت کر گئے تھے۔وہ رضی اللہ عنہ جمعرات کے دن ۲۲ جمادی الاولیٰ ۵۷۸ھ میں فوت ہوئے ہیں۔

۵۳۲-حیوۃ بن قیس الحرانی قدس اللہ تعالیٰ روحہ

صاحب الکرامات الخارقة والانفاس الصادقة والاحوال الفاخرة والانوار الباھرة

والمقامات العالیه والمناقب السامیه یعنی آپ کرامات خارقہ' انفاس صادقہ' احوال فاخرہ' روشن انوار' بلند مقامات تھے۔ آپ ان چار شخصوں میں سے ہیں کہ شیخ ابوالحسن قریشی نے کہا ہے کہ میں نے چار ولیوں کو دیکھا ہے کہ اپنی قبروں میں تصرف کرتے ہیں۔ جس طرح زندے کرتے ہیں۔ معروف کرخی' شیخ عبدالقادر گیلانی' شیخ عقیل منبجی' شیخ حیوۃ حرانی قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں یمن سے دریا میں بیٹھا۔ جب ہم دریائے ہند میں پہنچے تو مخالف ہوا چلی اور بڑی موج پیدا ہوئی۔ کشتی ٹوٹ گئی۔ میں ایک تختہ پر رہ گیا۔ موج نے مجھ کو ایک جزیرہ میں ڈال دیا۔ تب میں اس میں پھرا۔ میں نے وہاں کسی کو نہ دیکھا۔ بڑا جنگل تھا۔ اتفاقاً وہاں ایک مسجد میں پہنچا کہ جس میں چار شخص بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے ان کو سلام کہا۔ انہوں نے جواب دیا اور میرا حال پوچھا۔ میں نے اپنا حال ان سے بیان کیا۔ باقی دن ان کی خدمت میں رہا اور ان کے حسن توجہ اور ان کے کمال طور پر خدا کی جناب میں مقبول ہونے سے بڑا امر مشاہدہ کیا۔ جب رات آئی حیوۃ حیرانی آئے وہ جماعت آگے بڑھ کر دوڑی اور ان کو سلام کہا۔ آگے بڑھے اور عشاء کی نماز جماعت سے پڑھی۔ طلوع فجر تک نماز میں کھڑے رہے۔ میں نے سنا کہ شیخ حیوۃ مناجات کرنے لگے اور آخر میں کہا۔ **یا حبیب التائبین ویاسرور العارفین ویاقرۃ عین العابدین ویا انیس المتفردین یاحرزا للاجین ویاظهر المنقطعین ویامن خشیت الیه قلوب الصدیقین وبامن انست به افدة المجین وعلیه عکف همة الخاشعین** یعنی اے توبہ کرنے والوں کے دوست۔ اے عارفوں کے سرور' عابدوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک مفردین کے انیس یا پناہ مانگنے والوں کی پناہ۔ اے منقطعین کی پشت پناہ۔ اے وہ ذات جس سے صدیقوں کے دل ڈرتے ہیں۔ اے وہ ذات جس سے محبوں کے دل انس پاتے ہیں اور عاجزین کی ہمتیں اسی کی طرف جھکتی ہیں۔ اس کے بعد سخت روئے۔ میں نے دیکھا کہ انوار الٰہی ظاہر ہونے لگے۔ چنانچہ وہ مکان روشن ہوگیا جیسے چودھویں رات۔ اس کے بعد شیخ حیوۃ مسجد سے باہر نکلے۔ اس جماعت نے مجھ سے کہا کہ تم ان کے پیچھے ہولو۔ میں ان کے پیچھے گیا۔ دیکھا تو زمین اور جنگل' دریا' پہاڑ اس کے پاؤں کے نیچے لپیٹے جاتے ہیں۔ جب وہ قدم رکھتے تھے تو میں سنتا تھا کہ یہ کہتے تھے **یا رب حیوۃ کن لحیوۃ** اے حیوۃ کے رب تو حیوۃ کا ہو جا۔ ہم تھوڑے ہی عرصہ میں حران میں پہنچ گئے۔ لوگ ابھی صبح کی نماز میں تھے۔ شیخ حیوۃ حران کے رہنے والے تھے۔ یہاں تک کہ آپ ۵۷۱ھ میں دنیا سے رحلت کر گئے۔

۵۳۳- شیخ جاگیر قدس اللہ تعالیٰ روحہ

شیخ ابوالوفا نے آپ کی تعریف کی ہے اور اپنی ٹوپی شیخ علی ہیتی کے ہاتھ ان کو بھیجی ہے اور ان کو آنے کی

تکلیف نہ دی۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے خدائے تعالیٰ سے درخواست کی ہے کہ جاگیر کو میرے مریدوں میں بنادے۔ خدائے تعالیٰ نے اس کو مجھے دے دیا ہے۔ شیخ جاگیر دراصل گردان کے تھے۔ عراق کے ایک جنگل میں جا کر کروزہ سامرہ میں متوطن ہوئے۔ وہیں رہتے تھے۔ یہاں تک کہ ۵۹۰ھ میں دنیا سے رحلت کر گئے۔ آپ کی قبر بھی وہیں ہے۔ آپ فرماتے ہیں من شاھد الحق عزوجل فی سرہ سقط الکون من قبلہ یعنی جوحق عزوجل کا مشاہدہ باطن میں کر لیتا ہے تو اس کے دل سے موجودات گر جاتے ہیں۔ وہ یہ فرماتے ہیں کہ مااخذت العھد علی احد حتی رایت اسمہ مرقوما فی اللوح المحفوظ من جملہ مریدی وقال الینا اوتیت سیفا ماضی الحداحد طرفیہ بالمشرق والاخر بالمغرف لواثمیر بہ الی لجبال الشوامخ لھوت یعنی میں نے کسی کو مرید نہیں بنایا۔ حتیٰ کہ اس کا نام لوح محفوظ میں میرے مریدوں میں لکھا ہوا پایا ہے۔ یہ بھی کہا ہے' مجھے ایسی تلوار دی گئی ہے کہ جو بڑی تیز ہے۔ اس کی ایک حد تو مشرق میں ہے اور دوسری رب میں' اگر اس سے اونچے پہاڑوں کی طرف اشارہ کیا جائے تو البتہ وہ گر جائیں۔ ایک آپ کا مرید کہتا ہے لہ ایک دن میں آپ کے ساتھ تھا۔ گائے کا گلہ آپ کے سامنے سے گزر رہا تھا۔ آپ نے ایک گائے کو اشارہ کیا اور کہا کہ یہ حاملہ ہے۔ بچھڑہ کے ساتھ جو اس قسم کا ہوگا اور فلاں دن پیدا ہوگا۔ اس کو ہماری نذر کرے گا اور فلاں فلاں اس میں سے کھائیں گے۔ ایک اور گائے کی طرف اشارہ کیا اور کہا یہ گائے بچھڑی کے ساتھ حاملہ ہے اور فلاں وقت جنے گی۔ فلاں فلاں اس کو کھائیں گے۔ سرخ کتے کا اس میں نصیب ہے۔ واللہ جو کچھ شیخ نے کہا ویسا ہی ہوا۔ ایک سرخ کتا گوشہ میں سے آیا اور اس بچھڑی سے ایک ٹکڑا کھایا۔ آپ ۵۹۰ھ میں فوت ہوئے۔

۵۳۴- شیخ ابوعبداللہ محمد بن ابراہیم القریشی الہاشمی قدس اللہ سرہ

آپ امام العارفین' دلیل السالکین' صاحب احوال فاخرہ اور کرامات میں روشن ہیں۔ آپ فرماتے ہیں العالم من نطق عن سرک واطلع علی عواقب امرک یعنی دراصل عالم وہ ہے کہ جو تیرے دل کی باتیں کرے اور تیرے انجام پر مطلع ہو۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ایک دن منیٰ میں تھا کہیں مجھے پانی نہ ملا اور میرے پاس کچھ بھی نہ تھا کہ جس سے پانی مول لوں۔ میں جا رہا تھا کہ کہیں کنواں ملے' جس سے پانی پیوں۔ آخر میں نے ایک کنواں پایا۔ جس پر عجمی لوگ جمع ہو رہے تھے اور پانی کھینچتے تھے۔ میں نے ان میں سے ایک شخص سے کہا کہ قدرے پانی اس لوٹا میں ڈال دو۔ مجھ کو مارا اور لوٹے کو میرے ہاتھ سے چھین لیا اور پھینک دیا یہاں تک کہ میں

نے لے لیا اور بہت شکستہ خاطر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ چو بچہ میں میٹھا پانی ہے۔ اس میں سے میں نے پانی لیا اور پیا۔ میں نے لوٹے کو پانی سے بھر لیا اور دوستوں کے پاس لایا۔ انہوں نے بھی اس سے پیا۔ میں نے یہ قصہ ان سے بیان کیا۔ یہ سب وہاں گئے تا کہ اس سے پانی لیں جب پھر گئے تو نہ وہاں پانی تھا اور نہ اس کا کچھ اثر تھا۔ میں نے جانا کہ یہ خدا کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی تھی۔ وعن الشیخ بن الکسائی قال مر الشیخ ابو عبداللہ قدس سرہ فی بعض قری مصر ومعہ جماعہ من اصحابہ فوجدوا القریۃ عامرۃ بالبیوت والبساتین ولم یروابھا احد افسئال الشیخ عن سبب خلوھا فقیل لہ انھا مشھورۃ بمسکن الجن ومن سکنھا من الناس اذوہ اذی قطیعا وقد تفرق اھلھا فی القری فقال الشیخ لبعض الفقراء نادیا علی صوتک فی ارجاء القریہ معاشر الجان قدامر کم القرشی ان ترتحلوا عن ھذہ القریۃ ثم لا تعودوالیھا ولا توذوا واحد من اھلھا اینما کانوا ومن خالف منکم ھلک فقال الرجل ینادی والفقراء یسمعون من القریۃ جائتہ مرحا فقال الشیخ ارتحلوا ولم یبق منھم عنھا احد فتسامع اھل ھذا القریۃ وجاؤ ھا وعمرت بالناس ولم یتاز احدمنھم من الجان بعد ذالک ومن کلامہ ما فی الوجود اعز من الاخ فاللہ فاذا ظفرت بہ فاشدد یدک علیہ ومن لم یحفظ الادب ادرکہ العطب ومن لم یصحب الفقراء بالادب حرم برکتھم ومن اعظم النقم وردالنقض علی العھد وھو لاء یشعر من لم یکن فی قلبہ شاھدایستحیی منہ فی حرکاتہ لہ لم یتم لہ امراء یعنی شیخ ابن کسائی سے منقول ہے کہ شیخ ابو عبداللہ قدس سرہ مصر کے ایک گاؤں میں گئے اور ان کے ساتھ فقراء کی ایک جماعت تھی۔ اس گاؤں کو گھروں اور باغوں سے تو آباد پایا' لیکن اس میں کوئی آدمی نہ تھا۔ تب شیخ نے اس کے خالی رہنے کی بابت پوچھا تو آپ سے کہا گیا کہ یہ گاؤں جنوں کی جگہ مشہور ہے اور جو لوگ اس میں رہتے تھے۔ ان کو بہت ستایا کرتے تھے۔ اس لئے وہ گاؤں چھوڑ کر نکل گئے ہیں۔ تب شیخ نے اپنے ایک فقیر سے کہا کہ تم گاؤں کے اطراف میں پکار کر کہہ دو۔ اے جنوں تم کو قرشی حکم دیتا ہے کہ اس گاؤں سے نکل جاؤ۔ پھر کبھی یہاں نہ آنا اور یہاں کے کسی آدمی کو کہیں بھی ہو تکلیف نہ دینا جو تم سے ان کی مخالفت کرے گا۔ ہلاک ہو گا۔ وہ شخص پکارتا تھا اور فقراء سن رہے تھے۔ شیخ نے کہا کہ اب وہ چلے گئے ہیں اور ان میں سے کوئی بھی باقی نہ رہا۔ اس گاؤں والوں نے یہ واقعہ سنا تو سب آ کر آباد ہو گئے اور جنوں سے پھر کسی نے بھی تکلیف نہ اٹھائی۔ آپ کا یہ کلام ہے کہ وجود میں خدائی بھائی سے بڑھ کر کوئی عزیز نہیں۔ سو جب تو اس پر قابو پائے تو اس کو مضبوطی سے

پکڑ لے جو شخص کہ ادب کی حفاظت نہیں کرتا۔ وہ ہلاک ہو جاتا ہے اور جو شخص فقراء کا ادب نہیں کرتا۔ ان کی برکت سے محروم رہتا ہے۔ بہت بڑا گناہ وغضب الٰہی یہ ہے کہ عہد کا نقص ہو اور اس کو خبر نہ ہو۔ جس کے دل میں ایسا شاہد نہیں جس سے وہ حیا کرے تو اس کا کام پورا نہ ہوگا۔ آپ ۵۹۹ ہجری میں فوت ہوئے۔

۵۳۵-ابوالحسن علی بن حمید الصعیدی المعروف بابن الصباغ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ صاحب احوال بلند اور مقامات ارجمند تھے۔ بہت سی کرامات اور بہت سے خارق عادت ان سے ظاہر ہوئے تھے۔ آپ کے والد رنگریز تھے۔ چاہتے تھے کہ ان کا بیٹا بھی رنگریز ہو' لیکن آپ کو یہ بات گراں گزرتی تھی کیونکہ صوفیوں کی صحبت میں جاتے تھے اور ان کا طریق اختیار کرتے تھے۔ رنگنے سے باز رہتے تھے۔ ایک دن ان کا باپ آیا۔ دیکھا کہ لوگوں کے کپڑوں کو نہیں رنگا اور وقت گزر چکا ہے۔ وہ غصے ہو گیا۔ دکان میں مٹکے بہت تھے اور ہر ایک میں اور ہی قسم کا رنگ تھا۔ جب باپ کے غصہ کو دیکھا تو سب کپڑوں کو لے کر ایک ہی مٹکے میں ڈال دیا۔ تب تو باپ کا غصہ اور بھی بھڑک اٹھا اور کہا کہ دیکھا تم نے کیا کیا۔ لوگوں کے کپڑوں کو خراب کر دیا۔ ہر ایک شخص ایک ایک رنگ چاہتا تھا۔ تم نے سب کو ایک رنگ میں ڈال دیا۔ ابوالحسن نے اس مٹکے میں ہاتھ ڈال کر سب کپڑے نکال لئے۔ جب باہر آئے تو ان میں سے ہر ایک ہی کا وہی رنگ تھا جو اس کا مالک چاہتا تھا۔ جب اس کے باپ نے یہ حال دیکھا تو وہ حیران رہ گئے۔ اس کو صوفیوں کے طریق پر چھوڑ دیا اور رنگریزی کے پیشہ سے معذور رکھا۔ آپ کی یہ عادت تھی کہ جب تک کسی کا نام لوح محفوظ میں اپنے مریدوں میں نہ دیکھ لیتے۔ اس کو اپنے پاس نہ رکھتے۔ ایک دن ایک شخص نے ان سے کہا کہ میں آپ کی صحبت میں رہنا چاہتا ہوں۔ شیخ نے تھوڑی دیر مراقبہ کیا اور کہا کہ ہمارے پاس کوئی خدمت کا وظیفہ نہیں رہا کہ جس پر تم قیام کرو۔ اس شخص نے بہت اصرار کیا کہ جس سے گریز نہ ہو سکے۔ کہا کہ اچھا ہر روز ایک گٹھر گھاس کا کاٹ لایا کر۔ جب اس نے یہ کام کیا۔ ایک عرصہ کے بعد اس کا ہاتھ درد کرنے لگے۔ اس نے درانتی کو کہ جس سے گھاس کاٹا کرتا تھا پھینک دیا اور فقراء کی صحبت ترک کی۔ ایک رات خواب دیکھا کہ قیامت قائم ہے اور لوگ پل صراط پر سے گزر رہے ہیں بعض تو سلامت نکل جاتے ہیں اور بعض آگ میں گرتے ہیں۔ اس نے کوئی چیز طلب کی کہ جس پر ہاتھ مارے کچھ نہ پایا۔ دفعتہً دیکھا کہ اس گھاس کے گٹھر میں سے ایک گٹھر آگ پر چلتا ہے۔ اس نے اپنے آپ کو اس پر ڈال دیا تو اس نے اس کو آگ سے باہر نکال دیا اور نجات پائی۔ ڈرتا ہوا' خواب سے اٹھا اور شیخ کی خدمت میں آیا۔ شیخ کی

آنکھ اس پر پڑی تو کہا' میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ تمہاری خدمت میرے پاس نہیں ہے۔ شیخ کی خدمت میں استغفار کی اور اپنے کام کو چلا گیا۔ یعنی وہی گھاس لانے لگا۔ آپ ۶۱۲ھ میں فوت ہوئے۔

۵۳۶- ابواسحٰق بن ظریف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ شیخ محی الدین ابن عربی کے مشائخ سے ہیں۔ وہ فتوحات میں لکھتے ہیں کہ وہ ان بڑے مشائخ میں سے ہیں' جن کو میں نے دیکھا۔ ان سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا ہے' جو لوگ کہ مجھ کو پہچانتے ہیں' وہ سب اولیاء اللہ ہیں۔ لوگوں نے کہا' اے ابا اسحٰق یہ بات کیا ہے؟ فرمایا کہ کوئی ان میں سے دو حال سے خالی نہیں یا یہ کہ میرے حق میں خیر و نیکی کہتا ہے یا اس کے سوا برائی کرتا ہے' اگر وہ میرے حق میں اچھا کہتا ہے تو میری وہی صفت کرتا ہے' جو خود اس کی ہے کیونکہ اگر وہ اس صفت و مرتبہ پر نہ ہوتا تو میری ایسی صفت نہ کرتا۔ پس یہ شخص میرے نزدیک خدا کا مربی ہے اور اگر میرے حق میں برائی کہتا ہے تو وہ صاحب عقل و کشف ہے کہ خدائے تعالیٰ نے اس کو میرے حال پر مطلع کر دیا ہے۔ اب یہ شخص بھی اولیاء اللہ میں سے ہے۔ فتوحات میں یہ بھی لکھا ہے سمعت شیخنا ابا عمران موسی بن عمران الشویمی بمنزلة بمسجد الرضابا شبیلیه وھو یقول للخطیب ابی القاسم بن غفیر وقدانکر ابو القاسم ما یذکر اھل ھذه الطریقة یا اباالقاسم لا تفعل فانک ان فعلت ھذا جمعنا بین حرما بین لایری ذالک من نفوسا والا نومن به من غیرنا ومائم دلیل بوده ولا قادح یقدح فیه شرعا وعقلائم اشھد لی علی ماذکره وکان ابو القاسم یعتقد فینا فغرذت عنده ماقاله بدلیل تسلیمه من مذھبه فانه کانه کان محذنا فشرح اللہ صدره بلقبول وشکونی الشیخ وٌدعالی فاجمدوا اللہ یا اخواننا حیث جعلکم اللہ ممن قرع سمعه اسرار اللہ المخبوة فی خلقه التی اختص اللہ بھذا من شاء من عباده فکوتو الھا قائلین مومنین ولا تحرموا التصدیق بھا فحرموا خیرھا قال الشیخ ابو عبداللہ القرشی قدس اللہ سره لقیت من المشائخ قریبا من ستماته شیخ واقتدیت باربعة ابی زید القرشی والشیخ ابو الربیع الخایقی والشیخ ابو العباس الجوذی والشیخ ابی اسحق بن ظریف رضی اللہ تعالیٰ عنھم۔

۵۳۷- ابن الفارض الحموی المصری قدس اللہ تعالیٰ سرہ

آپ کی کنیت ابوحفص ہے اور نام عمر ہے۔ آپ بنی سعد کے قبیلہ سے ہیں جو کہ قبیلہ حلیمہ کا ہے' جو کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دائی کا تھا۔ حموی الاصل ہیں' اور مصر کی پیدائش ہے آپ کے والد مصر کے بڑے علماء میں سے تھے۔ آپ کے فرزند سیدی کمال الدین محمد کہتے ہیں کہ آپ نے یہ فرمایا ہے کہ میں شروع میں اپنے والد سے سیر اور تنہا رہنے کی اجازت لے کر مصر کے جنگلوں اور پہاڑوں میں پھرا کرتا تھا۔ ایک رات دن کے بعد والد کی خاطر کی وجہ سے والد کے پاس واپس آیا کرتا تھا۔ جب باپ نے وفات پائی تو پھر میں بالکل سیر وسیاحت وتنہا رہنے کیلئے سلوک طریقت کی طرف ہو گیا لیکن مجھ پر اس طریق کی کوئی چیز نہ کھلی۔ یہاں تک کہ ایک دن میں نے چاہا کہ مصر کے کسی مدرسہ میں جاؤں۔ میں نے دیکھا کہ مدرسہ کے دروازہ پر ایک پیر بقال ہے جو وضو کرتا ہے لیکن شریعت کی ترتیب پر نہیں کرتا۔ اس نے اول ہاتھ دھوئے پھر پاؤں دھوئے۔ اس کے بعد سر کا مسح کیا۔ اس کے بعد منہ دھوایا۔ میں نے دل میں کہا' تعجب کی بات ہے کہ یہ ایک بوڑھا شخص اسلام کے ملک میں مدرسہ کے اندر فقہاء کے درمیان ایسا وضو کرتا ہے کہ جو شرعی ترتیب پر نہیں ہے۔ اس بوڑھے نے مجھے دیکھا اور کہا اے عمر تجھ پر مصر میں کوئی فتح حاصل نہ ہوگی۔ حجاز اور مکہ میں ہوگی۔ وہاں کا ارادہ کر' کیونکہ تیری فتح کا وقت آ پہنچا ہے۔ میں نے جان لیا کہ وہ اولیاء اللہ میں سے ہے اور اس کا ترتیب وضو سے مقصود اپنی جہالت کا اظہار اور لوگوں کو شبہ میں ڈالنا اور ایک قسم کا حال ہے۔ میں ان کے سامنے بیٹھ گیا اور کہا یا سیدی میں کہاں اور مکہ کہاں۔ حج کے دن بھی نہیں ہے اور کوئی رفیق بھی ساتھ نہیں ہے نہ کچھ خرچ ہے۔ اس نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا اور کہا یہ دیکھ مکہ تمہارے سامنے ہے میں نے دیکھا تو مکہ سامنے تھا۔ میں نے ان کو چھوڑا اور مکہ کی طرف منہ کر لیا کہ میری نظر سے غائب نہ ہوا۔ یہاں تک کہ میں اس میں آ گیا اور فتح کے دروازے مجھ پر کھل گئے۔ اس کے آثار پے در پے ہونے لگے۔ مکہ کے پہاڑوں اور جنگلوں میں سیر کرتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک جنگل میں مقیم ہو گیا۔ کہ وہاں سے مکہ تک دس رات دن کا راستہ تھا۔ پانچوں نمازوں کو مکہ میں حرم شریف کی جماعت میں حاضر ہو جایا کرتا میرے ساتھ آنے جانے میں ایک بڑا درندہ شیر میری ہمراہی کرتا تھا۔ اونٹ کی طرح زانو پر آتا اور کہتا' اے میرے سردار تم سوار ہو جاؤ لیکن میں کبھی اس پر سوار نہ ہوا۔ پندرہ سال وہاں پر اس طرح گزر گئے۔ دفعتہً اس شیخ بقال کی آواز میرے کان میں آئی کہ یوں کہتا ہے **یا عمر تعالیٰ الی القاہرہ احضر وفاتی** یعنی اے عمر آ مصر کی طرف اور میری وفات پر حاضر ہو جا۔ میں بہت جلد وہیں آیا۔ دیکھا کہ وہ جان بلب ہے۔ میں نے اس کو سلام کہا۔ اس نے مجھے بھی سلام کہا۔ چند دینار مجھے دیئے کہ ان سے میرا کفن دفن کرنا اور میرے صندوق کے اٹھانے والے کو ایک ایک دینار دینا' اور قرافہ کی فلاں جگہ پر مجھے لے جانا۔ کہتے ہیں کہ وہ وہی جگہ ہے جہاں کہ اب شیخ ابوالفارض کی قبر

ہے۔ پھر کہا کہ میرا صندوق وہاں رکھ دینا اور منتظر رہنا کہ خدا تعالیٰ کیا کرتا ہے جب انہوں نے وفات پائی میں نے ان کی وصیت کے موافق عمل کیا اور صندوق کو وہیں رکھ دیا جہاں اس نے کہا تھا۔ اتنے میں دیکھا کہ ایک مرد پہاڑ پر سے جانور کی طرح دوڑتا ہوا آیا ہے اور میں نے اس کے پاؤں کو زمین پر لگتے نہ دیکھا۔ میں نے اس کو پہچان لیا یہ وہ شخص تھا کہ بازاروں میں پیادہ پھرا کرتا تھا۔ لوگ اس کے ساتھ مسخری کیا کرتے تھے اور اس کی پیٹھ پر تھپڑ مارا کرتے تھے۔ تب اس نے کہا اے عمرؒ آگے بڑھ کر اس پر جنازہ کی نماز پڑھیں۔ میں آگے بڑھا میں نے دیکھا کہ زمین آسمان کے درمیان سبز شہید جانور ہمارے ساتھ نماز پڑھ رہے ہیں۔ جب ہم نماز سے فارغ ہو چکے تو ان میں سے ایک سبز جانور بڑا قد آور نیچے آیا اور اس کے صندوق کے نیچے بیٹھ گیا۔ اس کے صندوق کو نگل گیا اور دوسرے جانوروں سے جا ملا۔ سب تسبیح کہتے ہوئے اڑ رہے تھے۔ یہاں تک کہ میری نظر سے غائب ہو گئے۔ میں نے اس حال سے تعجب کیا۔ اس مرد نے کہا یا عمر اما سمعت ان ارواح الشھداء فی جوف طیر خضر تسترح من الجنة حیث شاء تھم شھداء الشیوف واما شھداء المحبته فکلھم اجسادھم ارواحھم فی جوف طیر خضر وھذا الرجل منھم یا عمر یعنی اے عمر کیا تم نے نہیں سنا کہ شہیدوں کی روحیں سبز جانوروں کے پیٹ میں رہتی ہیں۔ وہ جنت میں چلتے پھرتے ہیں۔ جہاں چاہتے ہیں اور یہ تلوار کے شہیدوں کا ذکر ہے لیکن جو لوگ محبت کے شہید ہیں۔ ان کے تمام اجسام اور ارواح سبز جانوروں کے پیٹ میں ہوتے ہیں اور یہ شخص ان میں سے ہے اے عمرؒ اور میں بھی ان میں سے تھا۔ لیکن مجھ سے ایک قصور ہو گیا۔ اس لئے مجھ کو اپنے دل میں سے نکال دیا۔ اب بازاروں میں مجھے تھپڑ مارتے اور اس قصور کی سزا دیتے ہیں۔ آپ کا ایک دیوان ہے جو کہ معرفت اور لطیف فنون میں ہے۔ ایک ان قصیدوں میں سے قصیدہ تائیہ ہے کہ جس کے کم وبیش سات سو پچاس شعر ہیں وقد اشتھرت ھذا القصیدة بین المشائخ الصوفیة وغیرھم من الفضلاء واھل الحقیقة یعنی بے شک یہ قصیدہ صوفیہ وغیرہ فاضلوں اور اہل حقیقت میں مشہور ہو چکا ہے بعد سیر اور تمام سلوک کے جو کچھ کہ اس قصیدہ میں حقائق علوم دینیہ اور معارف یقینیہ اپنے ذوق سے اور اولیاء کاملین واکابر محققین مشائخ روح اللہ تعالیٰ ارواحہم کے ذوق اس نظم میں جمع کئے ہیں۔ اس عمدہ نظم میں ایسے کہتے ہیں کہ اور کسی کو یہ بات میسر نہیں ہوئی اور کسی فاضل وہنر مند کو آسان نہ ہوئی بلکہ اکثر لوگوں کے مقدور سے باہر ہے۔

عن کل لطف فیه لفظ کاشف	فی کل معنی منه حسن باهر
بحر ولکن انطفاة وعنبر	مزن ولکن الغیوث لجوھر

یعنی ہر اس کا لفظ ہر لطیفہ کو کھولنے والا ہے اور اس کے ہر ایک معنی میں روشن حسن ہے۔ وہ سمندر ہے لیکن اس کی کف عنبر ہے۔ وہ بادل ہے لیکن اس کی بارش جواہرات ہے۔ شیخ فرماتے ہیں کہ جب قصیدہ ثانیہ کہا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں یا عمر ما سمیت قصید تک یعنی تم نے اپنے قصیدہ کا کیا نام رکھا ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے اس کا نام لوائح الجنان وروائح الجنان رکھا ہے۔ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا بل سمها نظم السلوک فسمیتها بذالک یعنی تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں بلکہ اس کا نام نظم السلوک رکھ۔ اس لئے میں نے اس کا نام یہ رکھا۔ لوگ ان کے اصحاب سے بیان کرتے ہیں کہ ان کا یہ قصیدہ لکھنا شعر کے قاعدہ کے مطابق نہیں تھا بلکہ کبھی ان کو جذبہ آ جاتا تھا' اور کئی دن ایک ہفتہ بلکہ دس دس دن تک حواس سے غائب رہتے تھے۔ جب ہوش میں آتے تو لکھا کرتے۔ ۳۰ یا ۴۰ یا ۵۰ شعر جس قدر کہ خدا تعالیٰ ان پر اس غائب رہنے کے دنوں میں کھول دیا کرتا تھا وہ لکھ دیا کرتے تھے۔ اس کے بعد ترک کر دیا کرتے۔ یہاں تک کہ وہ پہلی حالت لوٹ کر آ جاتی۔ شیخ شمس الدین ایکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو کہ شیخ صدرالدین کی خدمت میں علماء اور طلباء حاضر ہوا کرتے تھے۔ طرح طرح کے علوم میں باتیں ہوتی تھیں اور مجلس کا ختم قصیدہ نظم السلوک کے شعر پر ہوا کرتا تھا۔ حضرت شیخ اس پر عجمی زبان میں غریب باتیں اور لدنی معنی فرمایا کرتے تھے کہ اس کو ہر شخص سمجھ نہیں سکتا تھا' مگر وہی جو کہ اصحاب ذوق میں سے ہوتا تھا۔ کبھی ایسا ہوتا کہ دوسرے دن یوں فرماتے تھے کہ اس بیت میں ایک دوسرا مطلب مجھ پر ظاہر ہوا ہے جو کہ پہلے معنی سے بڑھ کر غریب اور دقیق ہوتا تھا۔ اکثر فرمایا کرتے کہ صوفی کو چاہئے کہ اس قصیدہ کو یاد کر لے اور جو شخص کہ اس کو سمجھ سکے اس کے سامنے اس کی معانی کی شرح کر دے۔ شیخ شمس الدین یہ بھی کہتے ہیں کہ شیخ سعید فرغانی نے اپنی پوری ہمت اس بات کے سمجھنے پر کہ حضرت شیخ نے فرمائی ہے لگائی ہے۔ اس کا حاشیہ لکھتے تھے۔ اول اس کو فارسی زبان میں شرح کیا ہے اور دوبارہ عربی زبان میں اور وہ سب ہمارے شیخ کے انفاس کی برکت ہے یعنی شیخ صدرالدین قدس اللہ سرہ کی۔ قال الامام الیافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قد احسن یعنی امام یافعی کہتے ہیں کہ بہت اچھا کہا ہے یعنی شیخ ابن الفارض نے فی وصفہ راح المحبۃ فی دیوانہ المشتعل علی لطائف المعارف والسلوک والمحبۃ والشوق والوصل وغیر ذالک ومن الاصطلاحات والعلوم الحقیقۃ والمعرفۃ فی کتب مشائخ الصوفیۃ ومن ذالک وصفہ لھا فی ھذا البیت المشھور

ھینا لاھل الزیر کم سکروابھا   وما شربوا منھا ولکنھم ھموا

علی نفسه فلیبک من ضاع عمره　　ولیس له فیها نصیب ولاسهم

وقال ایضاً من المشهور انه وقع للشیخ شهاب الدین سهروردی رحمة الله تعالیٰ قبض فی بعض حجابه فاتی الید الشیخ الناظم رحمة الله فاستنشده الشیخ شهاب الدین رح من قرنطیة فانشده الشیخ الناظم رحمة الله تعالیٰ علیه قصیده واستمر فی انشادها الی ان قال

احلا لملم اکن اهلا لموقعه　　قول المبشر بعد الیاس بالفرج

لک البشارة فاخلع مالیعک فقد　　ذکرت ثم علی فیک من عوج

فقام الشیخ شهاب الدین سهروردی رحمه الله فتواحد ومن عنده من الشیوخ الوقف الحاضرین وکان المجلس عامر الشیوخ اجلاء وسادة من الاولیاء فخلع علیه هو والحاضرون قیل اربعمایة خلعة یعنی ابن الفارض نے اپنے دیوان میں محبت کی شراب کی تعریف کی ہے جو کہ معارف سلوک محبت وشوق ووصل وغیرہ کے لطائف پر شامل ہے جس میں وہ اصطلاحات علوم حقیقہ ومعرفت کی ہیں جو کہ مشائخ صوفیہ کی کتب میں سے ہیں۔ ان میں سے اس کا شراب محبت کا اس مشہور بیت میں بیان کرتا ہے۔ شراب خانہ والوں کو مبارک باد ہو کہ کس قدر شراب پی ہے۔ انہوں نے شراب نہیں پی' لیکن اس کا قصد کیا ہے۔ پس چاہئے کہ اپنی جان پر وہ شخص روئے کہ جس کو اس میں نصیب اور حصہ نہیں ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ یہ قصہ مشہور ہے کہ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بعض حجاب میں آ کر فیض واقع ہوا۔ اتنے میں شیخ ناظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان کے پاس آئے تب آپ نے ان سے کہا کہ دیوان کا کوئی شعر پڑھو۔ پھر شیخ ناظم نے اپنا قصیدہ پڑھنا شروع کیا۔ پڑھتے رہے یہاں تک کہ یہ شعر پڑھا مجھے خوشخبری اس بات کی ہو جس کا میں اہل نہ تھا۔ خوشخبری سنانے والے کی بات ناامیدی کے بعد خوشی کی بات۔ تجھ کو خوشخبری ہو۔

رب تو سب غم دور کر دے' کیونکہ بے شک تیرا ذکر محبوب کے پاس باوجود تیری کجی اور قصور ذکر کیا گیا ہے۔ تب شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کھڑے ہو گئے اور وجد کرنے لگے اور جتنے ان کے ساتھ شیوخ الوقت حاضرین تھے وہ بھی وجد کرنے لگے۔ ان کی مجلس بڑے بڑے اعلیٰ مشائخ اور سردار اولیاء اللہ سے بھری تھی۔ تب اس پر آپ نے خود اور حاضرین نے خلعتیں نثار کیں۔ کہتے ہیں کہ چار سو خلعت ہو گئیں۔ ایک دفعہ شیخ ابن الفارض سے خطا ہو گئی لوگوں نے ان پر مواخذہ کیا۔ ان کو ایسا قبض ہوا کہ قریب تھا ان کی جان نکل جائے۔ پھر جریری کا یہ شعر آپ نے پڑھا۔

مـن ذالـذی مـاساء قـط ومـن لـه الحسنی فقط

یعنی کون شخص ہے جس نے کبھی برائی نہ کی ہواور کون ہے وہ شخص کہ جس کی طرف نیکیاں ہی ہوں وہ سنتے ہیں کہ زمین آسمان کے درمیان کوئی شخص یہ شعر پڑھتا ہے لیکن اس کا وجود نظر نہیں آتا تھا؟

محـمـد الهـادی الذی عـلیـه جبریـل هبط

یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ہادی ہیں کہ جن پر جبریل علیہ السلام اترتے تھے۔ شیخ برہان الدین ابراہیم جعری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا ہے کہ میں جعیر کے اطراف میں سیر کرتا تھا' اور اپنے دل سے محبت میں فنا ہونے کی لذت کی باتیں کرتا تھا۔ اتفاقاً ایک مرد بجلی کی طرح گزرا اور یہ بیت پڑھتا تھا۔

فـلـو تهـونـی مـالـم تـکـن فـی فـانـیا ولـم تـفـن مـالـم تـجلـی فیـک صـورتـی

یعنی تم میرے عاشق نہ ہو گے جب تک کہ مجھ میں فنا نہ ہو گے اور فنا نہ ہوگی جب تک تم میں میری صورت جلوہ گر نہ ہوگی۔ میں نے جان لیا کہ وہ ایک دوست شخص ہے اس کے پیچھے دوڑا اور اس کو پکڑ لیا اور کہا کہ تم کو یہ نفس کہاں سے ملا ہے۔ کہا یہ اشعار میرے بھائی شمس الدین ابن الفارض کے ہیں۔ میں نے کہا اب وہ کہاں ہیں۔ کہا اس سے پہلے اس کی خبر حجاز سے سنتے تھے۔ اب مصر کی طرف سنے جاتے ہیں اور اس وقت وہ جان بلب ہیں۔ مجھ کو حکم ہوا ہے کہ اس کے انتقال کے وقت حاضر ہو جاؤں اور اس پر نماز پڑھوں۔ اب اس کی طرف جاتا ہوں اور مصر کی طرف متوجہ ہوا ہوں۔ میں بھی ادھر متوجہ ہوا۔ اس شخص کی خوشبو پاتا تھا' اور اس کی خوشبو کے پیچھے پیچھے جاتا تھا یہاں تک کہ ابن الفارض کے پاس آ گیا۔ وہ حالت نزع میں تھے۔ میں نے کہا' السلام علیک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وبرکاتہ۔ اس نے کہا علیک السلام یا ابراہیم بیٹھ جا اور تم کو خوشخبری ہو کہ تو اولیاء اللہ کے گروہ میں سے ہے۔ میں نے کہا' یا سیدی میں جانتا ہوں کہ یہ خوشخبری خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے جو اس وقت تمہاری زبان سے نکلتی ہے لیکن میں چاہتا ہوں کہ اس کا سبب معلوم کروں تا کہ مجھے اطمینان ہو جائے کہ میرا نام ابراہیم ہے اور مجھ کو مقام ابراہیمی کے بھید سے کہ جس نے کہا تھا ولکن لیطمئن قلبی یعنی لیکن تا کہ میرا دل اطمینان پا جائے۔ نصیب ہے کہا کہ میں نے خدائے تعالیٰ سے درخواست کی تھی کہ میرے انتقال کے وقت اولیاء اللہ کی ایک جماعت حاضر ہو جائے اور تم حاضر ہوئے ہو۔ پس تم بھی ضرور اولیاء اللہ میں سے ہو۔ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ بہشت اس کو دکھایا گیا۔ جب اس کو دیکھا تو آہ بھری اور ان کو بڑا رونا آیا۔ ان کا چہرہ بدل گیا' اور یہ شعر پڑھنے لگے۔

انکان منزلتی فی الحب عندکم　　ماقدرایت فقد ضیعت ایامی

امنیۃ ظفرت روحی بھا زمنا　　الیوم احسھا اضغاث احلام

یعنی اگر میرا مرتبہ تمہارے نزدیک یہی ہے جو میں نے دیکھا تو پھر میں نے بے شک اپنی عمر ضائع کی۔ وہ آرزو کہ جس سے مدت تک میری روح کامیاب ہوئی تھی۔ آج کے دن اس کو پراگندہ خواب خیال کرتا ہوں۔ میں نے کہا اے سیدی یہ مقام تو بزرگ ہے۔ کہا اے ابراہیم رابعہ ادویہ کہ ایک عورت تھی کہتی تھی وعزتک ماعبدتک خوفا من نارک ولا رغبت فی جنتک بل کرامۃ لوجھک الکریم و محبۃ فیک یعنی مجھ کو تیری عزت کی قسم ہے میں تیری عبادت اس لئے نہیں کرتی کہ مجھے تیری آگ کا خوف ہے اور تیری جنت کی رغبت ہے۔ بلکہ تیرے کریم چہرہ اور تیری محبت کی وجہ سے کرتی ہوں۔ یہ وہ مقام نہیں ہے کہ جس کو میں نے طلب کیا ہے اور اس کی طلب میں ساری عمر گزاری ہے۔ اس کے بعد آرام کیا اور خوش ہو کر مجھ کو سلام کہا اور رخصت کیا اور کہا کہ میرے کفن دفن میں جماعت کے ساتھ موجود رہنا اور میرا جنازہ پڑھنا۔ تین دن تک میری قبر پر رہیو۔ اس کے بعد اپنے ملک کو جانا۔ اس کے بعد دعا اور مناجات میں مشغول ہوا۔ میں نے سنا کہ کوئی کہتا ہے۔ جس کی میں آواز سنتا تھا لیکن خود اس کو نہ دیکھتا تھا۔ یاعمر فما تروم یعنی اے عمر پھر تم کیا چاہتے ہو۔ اس نے کہا:

اروم وقد طال المدی منک نظرۃ　　وکم من دما دون مرمائی طلت

مدت سے میں تمہارا ایک دیدار چاہتا ہوں حالانکہ میرے مقصود سے ورے بہت سے خون ہو چکے ہیں۔ اس کے بعد ہنستا ہوا اور کشادہ چہرہ جاں بحق ہوا۔ اس وقت میں نے جان لیا کہ ان کا مطلب مل گیا اور اس کا مقصود اس کی بغل میں رکھا گیا۔ شیخ برہان الدین ابراہیم جعبری یہ بھی کہتے ہیں کہ ان کے انتقال کے وقت اولیاء اللہ کی ایک بڑی جماعت حاضر تھی۔ بعض کو تو میں پہچانتا ہوں اور بعض کو نہیں پہچانتا تھا۔ منجملہ ان کے ایک وہ عزیز جو میری معرفت کا سبب ہوا تھا۔ میں نے اپنی تمام عمر میں اس سے بڑھ کر کوئی بزرگ جنازہ نہیں دیکھا تھا۔ سفید سبز جانور اس کے سر پر اڑتے تھے اور بہت سے لوگ اس کے اٹھانے کیلئے جمع تھے۔ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک روح موجود تھی اور اس پر نماز جنازہ پڑھتی تھی اور دیگر انبیاء اولیاء انس وجن کی پاک روحیں بھی موجود تھیں۔ میں ہر ایک گروہ کے ساتھ نماز پڑھتا تھا۔ اس لئے ان کے دفن میں دیر ہوگئی۔ دن کا آخیر حصہ ہوگیا۔ ہر ایک اس میں گفتگو کرتا تھا۔ بعض کہتے تھے کہ یہ اس کے حق میں سزا ہے کہ جو محبت میں بلند مقامی کا دعوی کرتا تھا اور بعض اس کے سوا اور کچھ کہتے تھے۔ یہ لوگ اصل بھید سے بےخبر تھے الامن شاء اللہ یعنی مگر جس کو خدا نے چاہا

وہ جانتا تھا۔ جب شام کے قریب اس کو دفن کیا گیا تو وصیت کے مطابق میں تین دن تک وہاں رہا۔ بہت سے عجیب وغریب حالات دیکھنے میں آئے کہ جن کے سمجھنے کی عقلوں میں طاقت نہیں۔ ایک دفعہ شیخ برہان الدین مذکور ایک بڑے لوگوں کی جماعت کے ساتھ ان کی زیارت کو گئے اور دیکھا کہ بہت مٹی ان کی قبر کے گرد جمع ہو رہی ہے۔ اس پر گرد اپڑا ہوا ہے تو آپ نے یہ شعر پڑھا۔

مساکن اهل العشق حتی قبورهم　　علیها تراب الذل بین المقابر

یعنی عاشقوں کے گھر حتیٰ کہ ان کی قبریں ان پر ذلت کی مٹی ہے' قبروں کے درمیان۔ اس کے بعد اس مٹی وگرد اکو جھاڑ دیا اور اپنے دامن مبارک سے صاف کر دیا۔ یہاں تک کہ قبر کے گردے کو پاک کر دیا۔ آپ نے ۸ جمادی الاولی ۷۳۲ھ میں انتقال فرمایا۔

۵۳۸-ابراہیم بن معصاد الجعبری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کی کنیت ابواسحٰق ہے۔ صاحب آیات ظاہرہ اور مقامات فاخرہ تھے۔ آپ کا مذہب محو کلی اور نفی وجود افلاس ونا داشت کا تھا۔ شیخ عبدالقادر گیلانی قدس اللہ تعالیٰ روحہ فرماتے ہیں۔

انا بلبل الافصاخ املاء دوحها　　طر باوفی العلیاء بازا شهب

یعنی میں خوش بیاں ایک بلبل ہوں کہ جو درخت کو خوشی سے بھر لیتی ہے اور بڑوں میں سفید باز ہوں اور شیخ ابراہیم نے اس کے مقابلہ میں (کسرنفسی سے) یہ کہا ہے۔

انا اصر دالمر خاض املا بیره　　نتنا وفی البیداء کلب اخوب

یعنی میں پاخانہ کی چڑیا ہوں۔ جو غسل خانہ کے کنویں کو گندگی سے بھر دیتی ہیں اور جنگل میں خراب کتا ہوں۔ ایک دن ان کا شاگرد آیا اور کہا کہ میں نے دو بیت سنے ہیں جو مجھے بہت اچھے معلوم ہوئے ہیں۔ کہا' وہ کون سے ہیں؟ اس نے پڑھے۔

وقائلة انقضت عمرک سرفا　　علی مسرف فی یتهه ودلا له

فقلت لها کفی عن اللوم اننی　　شغلت به عن هجره ووصاله

یعنی بہت سے کہنے والے ہیں کہ یوں کہتے ہیں' تم نے اپنی عمر اسراف میں برباد کر دی' اپنے غرور اور کبر میں۔ میں نے کہا کہ ملامت کو روک لو کیونکہ اس کے سبب سے ہجر و وصال سے آزاد ہو گیا ہوں۔ شیخ ابراہیم نے

کہا کہ یہ نہ تیرا مقام ہے' نہ تیرے شیخ کا۔ ایسا کہتے ہیں کہ جب اس کی اجل نزدیک آ پہنچی تو اپنی قبر کی جگہ پر آئے اور کہا' یا قبیر قد جاءک زبیر یعنی اے چھوٹی قبر تیرے پاس زبیر آیا ہے۔ وہیں مقیم ہو گئے۔ بغیر اس کے کہ اس کو کوئی علت یا مرض ہو اور بہت جلد ۶۸۷ھ میں فوت ہوئے۔

۵۳۹- شیخ محی الدین محمد بن علی بن العربی قدس اللہ تعالیٰ سرہ

آپ وحدہ الوجود کے قائلین کے پیشوا ہیں۔ بہت سے ظاہری فقہاء اور علماء نے ان پر طعنہ کیا ہے۔ تھوڑے فضا اور صوفیوں کی ایک جماعت نے ان کو بزرگ مانا ہے۔ **فخموہ تفخیما عظیما ومدحوا کلامہ مدحا کریما ووصفوہ بعلو المقامات واخبر واعنہ بما یطول عنہ ذکرہ من الکرامات ھکذا ذکرہ الامام الیافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فی تاریخہ** یعنی ان کی بڑی تعظیم کی ہے اور اس کے کلام کی اچھی تعریف کی ہے۔ ان کی علو مقامات کی تعریف کی ہے۔ ان کی نسبت بہت سی کرامات کا ذکر کیا ہے جن کی شرح طویل ہے۔ ایسا ہی امام یافعی نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے۔ ان کے لطیف غریب اشعار ہیں۔ ان کی بہت سی تصانیف ہیں۔ بغداد کے ایک بڑے شیخ نے ان کی تعریف میں ایک کتاب لکھی ہے اور وہاں لکھا ہے کہ حضرت شیخ کی تصنیفات پانچ سو سے زیادہ ہیں۔ حضرت شیخ نے بعض دوستوں کی التماس سے ایک رسالہ کی فہرست میں اپنی تصنیفات کا ذکر کیا ہے۔ وہاں پر دو سو پچاس کتاب سے زیادہ کا نام لیا ہے۔ وہ اکثر تصوف ہی میں ہیں اور بعض دوسرے علم میں بھی ہیں۔ اس رسالہ کے خطبہ میں لکھا ہے کہ میرا ارادہ ان کتب کی تصنیف میں اور مصنفوں کی طرح نہیں تھا بلکہ بعض تصنیفات اس لئے ہوئیں کہ مجھ کو حق سبحانہ کی طرف سے ایسا امر وارد ہوتا تھا کہ قریب تھا مجھے جلا دے اس لئے اپنے آپ کو اس کے بیان میں مشغول رکھتا تھا اور بعض دیگر تصنیفات کا یہ سبب تھا کہ خواب [illegible] حق سبحانہ کی طرف سے حکم ہوتا تھا۔ امام یافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تاریخ میں مذکور ہے کہ کہتے ہیں۔ ان کا شیخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ سرہما کے ساتھ ملنے کا اتفاق ہوا۔ ہر ایک نے ایک دوسرے کو دیکھا ہے اور پھر اسی وقت ایک دوسرے سے جدا ہو گئے ہیں۔ ان میں کوئی کلام گفتگو واقع نہیں ہوئی۔ اس کے بعد ان سے شیخ شہاب الدین سہروردی کا حال پوچھا گیا تو فرمایا **رجل مملو من قرنہ الی قدمہ من السنۃ** یعنی وہ ایک مرد ہے کہ سر سے پاؤں تک سنت سے بھرا ہوا ہے اور شیخ شہاب الدین سہروردی سے ان کا حال دریافت کیا گیا تو فرمایا **ھو البحر الحقائق** یعنی وہ حقائق کے سمندر ہیں۔ تصوف میں ان کے خرقہ کی نسبت ایک واسطہ سے شیخ محی

الدین عبدالقادر گیلانی قدس اللہ سرہ تک پہنچتی ہے اور خرقہ میں دوسری نسبت خضر علیہ السلام کو ایک واسطہ سے پہنچتی ہے۔ **قال رضی اللہ عنہ لبست ھذہ الخرقة المعروفة من یدابی الحسن علی بن عبداللہ جامع ببتانہ بالمقلی خارج الموصل سنة احدی وستمایة ولبسھما ابن الجامع من یدالخضر علیہ السلام وفی المواضع التی البسہ ایاھا البسھا ابن جامع وعلی تلک الصورة من غیر زیادة ونقصان** یعنی شیخ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ مشہور خرقہ ابوالحسن علی بن عبداللہ بن جامع کے ہاتھ سے ان کے باغ مقلی میں جو کہ موصل سے باہر ہے ۶۰۱ھ میں پہنا ہے اور ابن جامع نے خضر علیہ السلام کے ہاتھ سے اور جس موضع میں خضر علیہ السلام نے ان کو پہنایا ہے۔ اسی موضع میں انہوں نے مجھ کو پہنایا ہے اور اسی صورت میں بغیر زیادتی نقصان کے اس کی دوسری نسبت خضر علیہ السلام سے بغیر واسطہ کے پہنچتی ہے۔ **قال رحمة اللہ تعالیٰ علیہ صحبت انا والخضر علیہ السلام وتادیت بہ واخذت عنہ فی وصیة اوصانیھا شفاھا السلیم لمقالات الشیوخ وغیر ذالک ورایت منہ ثلثة اشیاء ومن خرقة العواید رایتہ عینی علی البحر فطی الارض ورایتہ یصلی فی الھواء** یعنی آپ فرماتے ہیں کہ میں خضر علیہ السلام کی صحبت میں رہا ہوں۔ ان سے ادب سیکھا ہے اور ان سے وصیت حاصل کی جو انہوں نے صاف طور پر مجھے کیں کہ شیوخ کے مقالات کو تسلیم کرنا چاہئے وغیر ذالک۔ میں نے ان سے تین باتیں دیکھیں۔ جو کہ خرق عادت میں تھیں۔ ایک تو یہ کہ وہ سمندر پر چلتے تھے۔ دوم زمین کو لپیٹ لیتے تھے۔ سوم ہوا میں نماز پڑھتے تھے اور طعن کرنے والوں کے طعن کے اسباب میں سے ''کتاب فصوص الحکم'' ہے اور بے شک طعن کرنے والوں کا منشا یا تقلید ہے یا تعصب یا یہ کہ ان کی اصطلاحات سے ناواقفیت یا ان حقائق ومعانی کی باریک باتیں جو اپنی تصنیفات میں درج کی ہیں اور جس قدر معارف وحقائق کہ ان کی تصنیفات میں ''بالخصوص فصوص'' اور ''فتوحات'' میں سے ہیں اور کسی کتاب میں نہیں پائی جاتیں اور اس گرہ میں سے کسی سے اس قدر ظاہر نہیں ہوئیں۔ اس فقیر نے حضرت خواجہ برہان الدین ابونصر پارسا قدس سرہ سے سنا ہے۔ وہ کہتے تھے کہ فصوص جان ہے اور فتوحات دل ہے اور جہاں کے ان کے والد بزرگوار ''کتاب فصل الخطاب'' میں کہتے ہیں۔ **قال بعض الکبراء العارفین** تو مراد اس سے حضرت شیخ قدس سرہ ہوتے ہیں۔ **روی الشیخ موید الدین الجندی فی شرحۃ الفصوص الحکم من شیخہ الشیخ صدر الدین القونوی قدس سرہ انہ روی عن الشیخ رحمة اللہ تعالیٰ علیہ انہ قال لما وصلت الی بحر الروم من بلاداندلس عزمت علی نفسی ان لا ارکب البحر الا بعد ان اشھد**

تفاصیل احوال الظاهرة والباطنة الوجودیة مما قدر اللہ سبحانه علی ولی ومنی الی اخر عمری فتوجهت الی اللہ سبحانه بحضور تام وشهود عام ومراقبة کاملة فاشهدنی اللہ سبحانه جمیع احوالی مما یجری ظاهرا وباطنا الی اخر عمری حتی صحبت ابیک اسحق بن محمد وصبحتک واحوالک وعلومک واذواقک ومقاماتک وتجلیاتک ومکاشفاتک وجمیع حظوظک من اللہ سبحانه ثم رکبت البحر علی بصیرة ویقین وکان ماکان من غیر اخلال واختلال یعنی شیخ مویدالدین جندی اپنی شرح فصوص الحکم میں اپنے شیخ صدرالدین قونیوی قدس اللہ سرہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب میں بحر روم تک پہنچا جو کہ اندلس کے ملک میں ہے تو میں نے پختہ ارادہ کرلیا کہ میں سمندر پر سوار نہ ہوں گا۔ جب تک کہ میں ظاہری باطنی حالات معلوم نہ کرلوں۔ جو خدا نے مجھ پر اور میرے لئے اور مجھ سے آخر تک عمر تک مقدر کئے ہیں۔ تب میں اللہ سبحانہ کی طرف پورے حضور اور عام شہود اور کامل مراقبہ سے متوجہ ہوا۔ پھر مجھ کو اللہ سبحانہ نے تمام میرے حالات ظاہری باطنی آخر عمر تک مجھ پر ظاہر کردیئے۔ یہاں تک کہ میں نے مصاحبت کی تیرے باپ اسحٰق بن محمد اور تمہاری صحبت اور تمہارے حالات وعلوم وذوق مقامات، تجلیات، مکاشفات اور تمام تمہارے نصیبے جو اللہ سبحانہ سے ہیں۔ فتوحات میں یہ بھی ذکر کرتے ہیں کہ جو اپنی حکایت ہے۔ ولقد امنا باللہ وبرسوله وما جائه به مجملا ومفصلا مما وصل الینا تفصیله وما لم یصل الینا ولم یشت عندنا فنحن مومنون بکل ماجاء فی نفس الا مراخذت ذلک عن ابوی اخذ تقلید ولم یخطر ماحکم النظر العقلی فیه من جوازو احالة ووجوب فعلمت علی ایمانی بذلک حتی عملت من این امنت وبماذا امنت وکشف اللہ عن بصری وبصیرتی وخیالی فرایت بعین البصر مالا یدرک الایه ورایت بعین البصیرة مالا یدرک الایه ورایت بعین الخیال مالا یدرک الایه فصارالامر مشهود اوالحکم المتخیل المتوهم بالتقلید موجودافعلمت قدرمن اتبعته وهوالرسول المبعوث الی محمد صلی اللہ علیه وسلم وشهدت جمعی الانبیاء کلهم من ادم الی محمد علیه الصلوٰة والسلام واشهدنی اللہ تعالیٰ المومنون بهم کلهم حتی مابقی من احد ممن کان وهو یکون الی یوم القیمة خاصتهم وعامتهم ورایت مراتب الجماعه کلها فعلیت اقدارهم واطلعت علی جمیع ما امنت به مجملا مما هو فی العالم العلوی وشهدت ذلک کله فماز حزحنی علم مارایته وعانیة

عن ایمانی فلم ازل اقول واعمله ماقوله واعلم لقول النبی صلی اللہ علیه وسلم لا بعلمی ولا یعنی ولا شهودی فواجبت بین الایمان والعیان وهذا عزیز الوجود فی الاتباع فان مزلة الاقدام للاکابرا نما یکون هنا اذاوقعت المعانیة لماوقع به الایمان فتعمل علی عین لا علی ایمان فلم یجمع بینها فقاته من الکمال ان یعرف قدره من الکمال ان یعرف قدره ومنزلة فهووانکان من اهل الکشف فما کشف اللہ له عن قدره ومنزلة فجهد نفسه فعمل علی المشاهدة والکامل من عمل علی الایمان مع ذوق العیان وما انتقل ولا اثرفیه العیان ومارایت بهذا المقام ذاتهابا لخال وان کنت اعلم ان له رجالا فی العالم لکن ما جمع اللہ بینی وبینهم فی رویته اعیانهم واسمائهم فقد یمکن ان یکون رایت منهم وما جمعت بین عینه واسمه وکان سبب ذالک انی ما علقت نفس یقظ الی جانب الحق ان یطلعنی عل کون من الاکوان ولا حادثه من الحوادث وانما علقت نفسی مع اللہ ان یستعملنی فیما یرضیه ولا یستعملنی فیما یاعدنی عنه وان یخصنی بمقام لایکون لمتبع اعلی من ولاشرکنی فیه جمیع من فی العالم لن تناثر بذلک فانی عبد محض لااطلب التفوق علی عباده بل جعل اللہ فی نفسی من الفرح انی تمنی ان یکون العالم کله علی قدم واحدة فی اعلی المراتب فخصنی اللہ بخاتمة امرلم یخطرلی بباقتسکوت اللہ تعالیٰ بالعجز عن شکره مع توفیقی فی الشکر حقه وماذکرت ماذکرته من حالی للفخر لا واللہ انما ذکرته لامرین الامر الوحد لقوله تعالیٰ واما بنعمة ربک فحدث وایة نعمت اعظم من هذه والامر الاخر یسمع صاحب همته فتحدث فیه همة لاستعمال نفسه فیما استعملتها فینا مثل هذافیکون معی وفی درجتی وانه لا ضیق ولا حرج الافی المحسوس یعنی بے شک ہم ایمان لائے اللہ اور اس کے رسول پر اور جو کچھ کہ آپ لائے اجمال اور تفصیل سے جو ہم کو اس کی تفصیل پہنچی ہے۔ وہ تفصیل کے ساتھ اور جو نہ پہنچے اور نہ ہم کو ثابت ہوئے۔ ان سب پر ہم ایمان لاتے ہیں جو کہ حقیقت میں ہے۔

اس عقیدہ کو میں نے والدین سے تقلید کے طور پر سیکھا تھا اور میرے دل میں اس وقت یہ نہ تھا کہ اس میں عقلی نظر کیا کہتی ہے۔ جواز یا محال یا واجب تھا۔ میں نے اس پر اپنے ایمان سے عمل کیا۔ یہاں تک کہ میں نے جان لیا کہ یہ میں نے کہاں سے لیا ہے اور کس چیز پر ایمان لایا ہوں۔ خدائے تعالیٰ نے میری آنکھ اور دل اور خیال سے پردہ اٹھا دیا۔ تب میں نے اپنی آنکھ ظاہری سے وہ باتیں دیکھیں جو اس کے سوا ان کو معلوم نہیں کر سکتے

اور دل کی آنکھ سے وہ باتیں دیکھیں جو اس کے سوا اور کس سے دیکھ نہیں سکتے۔ خیال کی آنکھ سے وہ باتیں دیکھیں جو کہ سوا اس کے نہیں دیکھ سکتے۔ تب یہ امر ظاہر ہو گیا اور حکم خیالی وہمی جو تقلید سے تھا۔ وہ موجود ہو گیا پھر میں نے معلوم کر لیا۔ اس کی قدر جس کی میں نے اتباع کی تھی۔ یعنی اس رسول کی جو کہ بھیجا گیا تھا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اور میں نے تمام انبیاء علیہم السلام کو آدم علیہ السلام سے لے کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک دیکھا اور مجھ کو خدائے تعالیٰ نے وہ مومن بھی دکھائے کہ جو ان انبیاء علیہم السلام پر ایمان لا چکے تھے۔ یہاں تک کہ ان میں سے کوئی باقی نہ رہا جو سو چکا تھا اور جو سونے والا تھا۔ قیامت تک خاص و عام سب دیکھے اور جماعت کے سارے مرتبوں کو دیکھ لیا۔ تب ان کے سبب مراتب کو دیکھ لیا اور جس پر مجملاً ایمان لا چکا تھا جو کہ عالم علوی میں ہے اور ان سب کو میں نے دیکھا۔ مجھے اس بات کا علم جس کو میں نے ایمان کے ساتھ دیکھ لیا تھا دور نہ ہوا۔ پس میں ہمیشہ وہی کہتا اور وہی کرتا تھا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول اور عمل ہے اپنے علم و عمل شہود سے نہیں کہتا تھا پس ایمان اور مشاہدہ کو میں نے لازم ملزوم کر دیا اور ایسی اتباع بہت کم پائی جاتی ہے کیونکہ بڑے بڑے لوگوں کے قدم اس لئے یہاں پھسل جاتے ہیں کہ ان کو مشاہدہ اس چیز کا ہوتا ہے' جس پر ایمان ہوتا ہے۔ پس وہ مشاہدہ پر عمل کرتا ہے' نہ ایمان پر۔ اب ان دونوں میں جمع واقع نہ ہوا اور فوت ہو جاتا ہے۔ اس سے یہ کمال کہ پہچاننے اس کی قدر منزلت۔ پھر وہ اگرچہ اہل کشف سے ہوتا ہے لیکن خدائے تعالیٰ نے اپنی قدر و منزلت کو اس پر ظاہر نہیں کیا۔ تب اس کا نفس جاہل ہوتا ہے اور مشاہدہ پر عمل کرتا ہے' مگر کامل وہ ہے کہ موجودات کے ذوق کے ساتھ ایمان پر عمل کرتا ہے۔ اس سے وہ جاتا نہیں رہتا۔ اس میں موجودات کچھ اثر نہیں کرتے ہیں۔ میں نے اس مقام میں کسی حال کے مزہ چکھنے والے کو نہیں دیکھا۔ اگرچہ میں جانتا ہوں کہ جہان میں اس کے مرد بھی ہیں' لیکن خدا نے ان کی ملاقات نہیں کرائی کہ ان کو علانیہ کی صورتوں اور ناموں سے دیکھ لوں کیونکہ ممکن ہے کہ میں نے ان کو دیکھا ہو' لیکن ان کے جسموں اور ناموں کو یاد نہ رکھا ہو اور اس کا سبب یہ ہے کہ میں نے کبھی بھی اپنے نفس کو خدا کی طرف معلق نہیں کیا کہ مجھ کو موجودات اور حادثات پر مطلع کر دے بلکہ میرا دل تو اس بات پر لگا ہوا تھا کہ خدا مجھ کو ایسے کام میں لگائے' جس میں اس کی خوشنودی ہو ایسے کام میں نہ لگائے کہ اس سے دوری ہو جائے اور یہ کہ مجھ کو ایسے مقام سے خاص نہ کر دے کہ کوئی تابعدار اس سے اعلیٰ درجہ پر نہ ہو' اگر میرے ساتھ اس میں تمام جہان شریک ہو جائے۔ تاہم میں اس سے ہرگز متاثر نہ ہوں گا کیونکہ میں صرف ایک بندہ ہوں' خدا کے تمام بندوں پر فوقیت نہیں چاہتا بلکہ خدا نے میرے دل میں یہ خوشی دی ہے کہ میں یہ چاہتا ہوں' تمام جہان ایک قدم پر اعلیٰ مراتب پر ہوں۔ پس خدائے تعلی

نے مجھ کو امر کے ایسے انجام سے مخصوص کیا کہ جس کا میرے دل میں خیال تک نہ تھا۔ تب میں نے خدا کا شکر کیا ہے تو خدا کی قسم کچھ فخریہ نہیں کیا' بلکہ اس کا ذکر دو وجہ سے کیا ہے۔ ایک خدا کے اس قول پر عمل کیا ہے۔ **واما بنعمة ربک فحدث** یعنی آپ اپنے رب کی نعمت کو یاد کرو اور اس نعمت سے بڑھ کر اور کون سی نعمت ہوگی۔ دوم یہ کہ کوئی صاحب ہمت اس حال کو سنے تو اس میں بھی یہ ہمت پیدا ہو کہ جو کچھ میں نے کام کئے ہیں۔ وہ بھی کرے اور میری طرح نعمت پائے۔ میرے ساتھ اور میرے درجہ میں رہے اور تنگی و حرج محسوس ہی میں ہوا کرتا ہے۔

شیخ صدرالدین قدس سرہ ''کتاب فلوک'' میں لکھتے ہیں کہ ہمارے شیخ کی خاص نظر تھی کہ جب چاہتے کہ کسی کے حال سے واقف ہو جائیں تو اس کی طرف دیکھ کر اس کے آخرت و دنیاوی حالات کی خبر دے دیا کرتے۔ ''فتوحات'' کے ۴۴ باب میں مذکور ہے۔ شیخ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ مجھ کو مجھ سے لے لیا گیا۔ ایک عرصہ مجھ پر ایسا گزرا کہ نماز باجماعت سے پڑھا کرتا۔ میں خود امام ہوتا تھا اور نماز کے تمام اعمال جیسے چاہئے بجالاتا تھا' لیکن مجھے اس کی خبر نہ ہوتی تھی۔ جماعت وغیرہ محسوس چیزوں کی بھی کچھ خبر نہ ہوتی تھی اور جو کچھ میں کہتا ہوں۔ میرے ہوش میں آنے کے بعد لوگوں نے مجھے بتلایا تھا کیونکہ مجھے خود کچھ معلوم نہ تھا کہ مجھ سے کیا کیا ہوتا ہے۔ وہ سوتے ہوئے شخص کی حرکات کی طرح تھیں۔ مجھے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے وقت کو محفوظ رکھا ہوا تھا اور میرے ساتھ وہ معاملہ کیا ہوا تھا کہ جو شبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کیا تھا کہ ان کو نماز کے اوقات میں واپس دے دیا کرتے تھے لیکن میں نہیں جانتا کہ ان کو اس کا شعور تھا یا نہیں۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے لوگوں نے کہا تو یہ فرمایا کہ **الحمد اللہ الذی لم یجر علیه لسان ذنب** یعنی اس خدا کا شکر ہے کہ اس پر گناہ کی زبان کو جاری نہ کیا۔ ''فتوحات'' میں یہ بھی مذکور ہے کہ حضرت شیخ نے یہ بھی شعر فرمایا تھا:

یـــامـــن رانـــی ولا اراہ کـــم ذا اراہ ولا یـــرانـــی

یعنی اے وہ ذات کہ مجھ کو دیکھتی ہے اور میں اس کو نہیں دیکھتا۔ کب یہ بات ہوگی کہ میں اس کو دیکھوں گا اور وہ مجھے نہ دیکھے گا۔ شیخ کے ایک مرید نے کہا کہ یہ آپ نے کیسے کہا' **ولا یـــرانـــی** کہ وہ مجھے نہیں دیکھے گا حالانکہ جانتے ہو کہ وہ آپ کو دیکھتا ہے۔ تب شیخ نے فی الفور یہ کہا۔

یـــامـــن یـــرانـــی مجرمـــا ولا یـــراہ احد کـــم ذا اراہ مـــنـــعـــمـــا ولا یـــرانـــی لا یـــذا

یعنی اے وہ ذات کہ مجھ کو گناہگار دیکھتی ہے اور اس کو کوئی نہیں دیکھتا۔ کس قدر یہ ہوگا کہ میں اس کو نعمت دینے والا دیکھوں گا اور وہ مجھے پناہ مانگنے والا نہ دیکھے گا۔ ''فتوحات'' میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ میں جمعہ کی نماز کے بعد طواف

کرتا تھا۔ میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ طواف کرتا ہے' لیکن وہ کسی سے مزاحمت نہیں کرتا اور نہ اور کوئی اس کی مزاحمت کرتا ہے۔ دو آدمیوں کے درمیان آ جاتا ہے اور ان کو جدا نہیں کرتا۔ میں نے جانا کہ یہ ایک روح ہے' جو جسم دار بنی ہوئی ہے۔ میں نے راستہ میں اس کا خیال رکھا اور اس کو سلام کہا۔ اس نے مجھے جواب دیا میں اس کے ہمراہ ہو لیا۔ میری اس کی باتیں ہوئیں۔ میں نے جانا کہ احمد سبتی ہیں۔ میں نے اس سے پوچھا کہ کیوں سات دنوں میں سے تم نے ہفتہ کو کسب کیلئے مخصوص کیا۔ کہا' اس لئے کہ خدائے تعالیٰ نے اتوار کے دن پیدائش عالم کی ابتداء کی اور جمعہ میں فارغ ہوا۔ پس ان چھ دنوں میں جو ہمارے کام میں لگا ہوا تھا تو میں اس کے کام میں تھا۔ میں نے اپنے نفس کے مزہ کیلئے کام نہیں کیا تھا۔ جب ہفتہ آیا تو اس کو اپنے لئے مقرر کیا اور اس میں اپنے نفس کے کسب کیلئے مشغول ہوا کیونکہ دوسرے چھ دن فوت ہو چکے تھے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تمہارے وقت میں قطب زمان کون تھا؟ کہا' میں تھا۔ تب مجھے اس نے رخصت کر دیا اور خود چلا گیا۔ جب میں اس جگہ پر جہاں کہ بیٹھا تھا' واپس آیا تو میرے دوستوں میں سے ایک دوست نے کہا کہ آج میں نے ایک مسافر شخص کو دیکھا کہ مکہ میں پہلے اس سے اس کو نہ دیکھا تھا۔ آپ سے طواف میں باتیں کر رہا تھا۔ وہ کون شخص تھا اور کہاں سے آیا تھا؟ میں نے سارا قصہ سنایا تو حاضرین نے تعجب کیا۔ ''فتوحات'' میں یہ بھی مذکور ہے کہ ایک شیخ نے مجھ کو کہا کہ فلاں بادشاہ کی لڑکی ہے۔ جس سے لوگوں کو بہت فائدہ ہے اور تمہاری نسبت اس کا پورا اعتقاد اور اخلاص ہے۔ وہ بیمار ہے۔ وہاں جانا چاہئے۔ شیخ وہاں پر گئے۔ اس کے شوہر نے استقبال کیا اور شیخ کو اس کے سرہانے لگا کر بٹھایا۔ شیخ نے دیکھا کہ وہ حالت نزع میں ہے۔ شیخ نے کہا' اس کو جلد پکڑو کہ یہ تو چلی۔ اس کے خاوند نے کہا کہ حضرت میں اس کو کیونکر پکڑوں؟ کہا' اس کو پھر خرید لیا ہے۔ اس کا خون بہا پورا لائے۔ نزع اور جان کنی کی حالت میں توقف پڑ گیا۔ لڑکی نے آنکھ کھولی اور شیخ کو کہا۔ شیخ نے اس سے کہا کہ تمہیں کچھ خوف نہ کرنا چاہئے' لیکن یہاں ایک دقیقہ اور نکتہ ہے۔ وہ یہ اس کے بعد کہ ملک الموت آ جائے تو وہ خالی واپس نہیں جاتا۔ سو تیرے بدلہ میں دینے سے گریز نہیں ہو سکتی۔ ہم نے تم کو اس سے چھڑا دیا' لیکن وہ ہم سے اپنا حق مانگتا ہے۔ واپس نہ جائے گا' مگر یہ کوئی جان قبض کرے۔ اگر تو زندہ رہے گی تو لوگوں کو تجھ سے فائدہ بہت ہوگا اور تو بڑی قدر و مرتبہ والی ہے۔ اب تیرے بدلہ میں بھی کوئی بڑی قدر کی چیز ہونی چاہئے۔ میری ایک لڑکی ہے' جو کہ مجھ کو بہت پیاری ہے۔ میرے نزدیک اس کو تجھ پر سے قربان کر دیں۔ اس کے بعد ملک الموت کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ تم بغیر اس کے کہ کوئی جان نہ لے جائے' اپنے پروردگار کے نزدیک نہ جاؤ گے۔ اچھا میری لڑکی کی جان اس کے بدلہ میں لے لو۔ میں نے اس کو خدائے تعالیٰ سے خرید لیا ہے۔ اس کے

بعد شیخ اپنی لڑکی کے پاس گئے۔ اس کو کوئی بیماری نہ تھی۔ جا کر کہا' اے بیٹا تم اپنی جان مجھے بخش دو کیونکہ تم بادشاہ کی بیٹی کے نفع میں قائم مقام نہیں ہو سکتی۔ اس نے کہا' اے باپ میری جان آپ کے حکم میں ہے۔ ملک الموت سے کہا' اس کی جان لے لے۔ اسی وقت شیخ کی دختر گر پڑی اور مر گئی۔

پھر شیخ ابن العربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک یہ ہے کہ اس سے تو گریز نہیں کہ مریض کی جان خریدیں اور کچھ اس کو دے دیں' مگر ہاں یہ لازم نہیں کہ اس کے عوض میں دوسری جان ہی دیں کیونکہ ہم نے خود اس کا مشاہدہ کیا ہے کہ ہم نے کسی کی جان خریدی ہے اور کوئی جان اس کے بدلہ میں نہیں دی۔ ''فتوحات'' میں یہ بھی لکھا ہے کہ ۵۳۶ھ میں ہماری مجلس میں ایک عالم آیا' جو کہ فلاسفہ کے مذہب پر چلتا تھا اور نبوت کا اثبات جیسے کہ مسلمان کرتے ہیں' نہیں کرتا تھا۔ خوارق عادات اور انبیاء علیہم السلام کے معجزات کا منکر تھا۔ اتفاقاً جاڑے کا موسم تھا اور مجلس میں انگیٹھی جلتی تھی۔ اس فلسفی نے کہا عام لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈال دیا گیا اور وہ نہ جلے' لیکن یہ امر محال ہے۔ کیونکہ آگ کا کام بالطبع یہ ہے کہ ان چیزوں کو جو جلنے کے قابل ہوں' جلا دے۔ پھر تاویل کرنے لگا اور کہا کہ اس آگ سے جو قرآن میں مذکور ہے' نمرود کے غضب کی آگ ہے اور ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے سے وہی غضب کی آگ مراد ہے۔ جو ان پر ہوا اور اس کے نہ جلنے سے مقصود یہ ہے کہ اس غضب کو ان پر نہ برتا۔ کیونکہ ابراہیم علیہ السلام دلیل و حجت سے اس پر غالب آئے تھے۔ جب فلسفی یہ کلام کہہ کر فارغ ہوا تو مجلس کے بعض حاضرین نے کہا' ظاہر ہے کہ شیخ اس سے پوچھیں گے۔ شیخ نے کہا کہ تم اس قرآن کے قصہ کا انکار کرتے ہوئے۔ میں تمہیں یہ بات دکھا دیتا ہوں' مگر میرا مقصود صرف یہ ہے کہ معجزہ کے انکار کو اٹھا دیا جائے' نہ اپنی کرامت کا اظہار۔ اس کے منکر نے کہا' یہ ہو نہیں سکتا۔ شیخ نے کہا کہ یہ آگ جو اس انگیٹھی میں ہے۔ وہی آگ ہے کہ جس کو تم کہہ رہے ہو کہ بالطبع جلانے والی ہے۔ کہا' ہاں وہی ہے۔ آپ نے انگیٹھی کو اٹھایا اور اس کی آگ کو اس منکر کے دامن میں ڈال دیا۔ ایک عرصہ تک چھوڑ رکھا اور اپنے ہاتھ سے ہر طرف اس کو لوٹاتے رہے۔ اس کا کپڑا بالکل نہ جلا۔ آپ نے پھر اس آگ کو انگیٹھی میں ڈال دیا اور منکر سے کہا کہ اپنا ہاتھ اس میں ڈال۔ جب اس کا ہاتھ آگ کے پاس پہنچا تو جلنے لگا۔ تب آپ نے فرمایا کہ اب یہ بات روشن ہو گئی کہ آگ کا جلانا یا نہ جلانا۔ خدائے تعالیٰ کے حکم میں ہے' نہ یہ کہ اس کی طبیعت کا تقاضا ہے۔ منکر نے اقرار کیا اور ایمان لے آیا۔ ''فتوحات'' میں یہ بھی لکھا ہے کہ شیخ ابو العباس جریری نے ۶۰۳ھ میں مصر میں مجھ سے کہا کہ ہم شیخ ابو عبداللہ قربانی کے ساتھ بازار میں جا رہے تھے اور اس نے اپنے چھوٹے فرزند کیلئے

قصیر یہ لیا تھا۔ قصیر یہ ایک شیشہ کا برتن ہوتا ہے کہ جس میں بچے پیشاب کیا کرتے ہیں۔ نیک بختوں کی ایک جماعت ہمارے ساتھ مل گئی۔ ہم ایک جگہ بیٹھ گئے کہ کچھ کھائیں۔ اس بات پر اتفاق ہوا کہ سالن کیلئے قدرے شکر کا شیرہ لیں۔ کوئی برتن موجود نہ تھا۔ لوگوں نے کہا' یہ نیا قصیر یہ ہے اور اس میں ابھی کسی قسم کی پلائی نہیں پہنچی۔ اس شیرہ کو اس میں ڈال دیا۔ جب ہم نے کھالیا اور لوگ چلے گئے۔ ابوعبداللہ کے ساتھ ہم جا رہے تھے اور قصیر یہ ان کے ہاتھ میں تھا۔ واللہ کہ میں نے ابوعبداللہ دونوں نے یہ سنا کہ اس میں سے آواز آئی کہ اس کے بعد مجھ میں خدا کے اولیاء نے کچھ کھایا ہو۔ پیشاب و ناپاکی کی جگہ نہ بنوں گا۔ خدا کی قسم ایسا نہ ہوگا۔ وہ برتن ان کے ہاتھ سے کودا اور زمین پر گر کر ٹوٹ گیا۔

اس واقعہ سے ہمارا عجیب حال ہوا۔ شیخ کہتے ہیں کہ میں نے شیخ ابوالعباس سے کہا کہ تم اس قصیر یہ برتن کی نصیحت سے غافل رہے۔ اس کا مقصود یہ نہ تھا' جو تم نے وہم کر لیا ہے۔ بہت سے ایسے برتن ہوئے ہیں کہ تم سے بہتر لوگوں نے اس میں کھایا ہے اور وہ ناپاکی کی جگہ بنے ہیں بلکہ اس سے مقصود تمہاری نصیحت اور آگاہی تھی کہ اس کے بعد کہ تمہارے دل خدائے تعالیٰ کی معرفت کی جگہ ہو چکے ہوں۔ چاہیئے کہ ان کو اغیار کی جگہ نہ بنانا اور اس میں ایسی چیزوں کو جن سے خدائے تعالیٰ نے منع کیا ہے' جگہ نہ دینا اور وہ جو ٹوٹ گیا۔ یہ اشارہ اس طرف ہے کہ خدائے تعالیٰ کے سامنے اس طرح شکستہ خاطر اور عاجز بنے رہو۔ شیخ ابوالعباس نے انصاف سے کہا کہ جو کچھ آپ نے فرمایا ہم اس سے غافل تھے۔ ''فتوحات'' میں یہ بھی لکھا ہے کہ میرے بھائیوں میں سے ایک شخص تلمسان کا بادشاہ ہوا۔ اس کا نام یحییٰ بن بغان تھا۔ اس کے وقت میں ایک شیخ تھا جس کو ابوعبداللہ تونسی کہا کرتے تھے۔ اس نے لوگوں سے قطع تعلق کیا ہوا تھا۔ تلمسان کے باہر ایک جگہ عبادت میں مشغول تھا۔ ایک دن اس جگہ سے تلمسان میں گیا۔ یحییٰ بن یغان اپنے لشکر کے ساتھ ان کو راستہ میں ملے۔ اس سے کہا گیا کہ یہ ابوعبداللہ تونسی ہیں۔ گھوڑے کو واپس لایا اور ان کو سلام کہا۔ عمدہ کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ شیخ نے پوچھا کہ اے شیخ جن کپڑوں کو میں نے پہنا ہوا ہے۔ ان میں نماز جائز ہے؟ شیخ ہنس پڑے۔ یحییٰ نے کہا' ہنستے کیوں ہو؟ کہا' تمہاری بے وقوفی اور کم عقلی پر۔ کیونکہ تمہارا حال اس کتے کا ہے کہ مردار میں پڑا ہوا۔ اس سے پیٹ بھر کر کھاتا ہے۔ سر سے لے کر پاؤں تک نجاست وخون سے آلودہ ہو رہا ہو۔ جب اس کو پیشاب آتا ہے تو اپنے پاؤں کو اٹھا لیتا ہے کہ کہیں اس پر پیشاب کا قطرہ نہ پڑ جائے۔ تمہارا پیٹ حرام سے بھرا ہوا ہے اور لوگوں کے ظلم تمہاری گردن پر بہت سے ہیں اور اب تم پوچھتے ہو کہ ان کپڑوں میں نماز جائز ہے یا نہیں۔ یحییٰ یہ بات سن کر رو پڑا اور گھوڑے پر سے اتر پڑا۔

سلطنت کو چھوڑ دیا اور شیخ کا خادم بن گیا۔ جب تین دن تک شیخ کے پاس رہا تو شیخ ایک رسی لائے اور کہا کہ مہمانی کے دن پورے ہو گئے۔ اٹھ اور لکڑیاں لا اور ان کو بیچ۔ رسی لے لی اور گٹھر لکڑیوں کا اٹھا کر بازار میں لایا اور لکڑیوں کو بیچنے لگا۔ لوگ اس کو سلطنت کے بعد اس حال میں دیکھتے اور روتے تھے۔ لکڑیوں کو بیچتا تھا اور اپنے کھانے کی مقدار لیا کرتا تھا۔ باقی صدقہ کر دیتا تھا۔ ہمیشہ اپنے شہر میں رہا۔ یہاں تک کہ فوت ہو گیا۔ جس وقت کوئی شیخ سے دعا کی التماس کرتا تو شیخ فرماتے کہ دعا کی التماس یحیٰی سے کیا کرو۔ کیونکہ وہ بادشاہی چھوڑ کر زاہد بنا ہے' اگر اس میں مبتلا رہتے تو شاید زاہد نہ بنتے۔ شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ قدس اللہ تعالیٰ روحہ نے حضرت شیخ رضی اللہ عنہ کی بزرگی اور کمال کا اقرار کیا ہے۔ چنانچہ اس کو یوں خطاب کیا ہے۔ **ایھا الصدیق وایھا المقرب وایھا الولی وایھا العارف الحقانی** یعنی اے صدیق' اے مقرب خدا' اے ولی' اے عارف حقانی اور اب تک یہ حواشی ان کے اپنے ہاتھ کے لکھے ہوئے ''فتوحات'' کے حاشیہ پر موجود ہیں' لیکن ان کو اس مطلب میں کہ حضرت حق سبحانہ کو وجود مطلق کہا ہے۔ ان کی نسبت خطا' بلکہ تکفیر کی نسبت کی ہے اور ایک ہمعصر کہ جس نے ہر دو شیخ کی باتوں کی بہت چھان بین کی تھی اور دونوں سے پورا اخلاص و اعتقاد رکھتا تھا۔

اپنے بعض رسالہ میں لکھا ہے کہ درحقیقت توحید میں ان دونوں حضرات میں اختلاف نہیں اور شیخ رکن الدین کا تکفیر و تخطیہ اس مجلس کی طرف راجع ہے کہ انہوں نے شیخ کا کلام سے ایسا سمجھ لیا ہے' نہ اس معنی کو کہ شیخ کی وہ مراد ہے کیونکہ وجود عام ہے۔ تیسرا تو آخر معنی کے لحاظ سے کہا ہے اور شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ نے اس کو عام وجود پر حمل کر کے اس کے انکار کی نفی میں مبالغہ کیا ہے۔ باوجود یہ کہ خود انہوں نے وجود ذات کے اطلاق کو آخری معنی کی طرف اشارہ کیا ہے چنانچہ اپنے ایک رسالہ میں فرمایا ہے' **الحمدللہ علی الایمان بوجوب وجودہ ونزاھتہ عن ان یکون مقید امحدود او مطلقا لا یکون لہ بلامقیدانہ وجود** یعنی خدا کی تعریف ہے کہ ہم اس کے وجوب وجود پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کو پاک سمجھتے ہیں۔ اس سے مقید محدودہ اور اس سے کہ ایسا مطلق ہو جس کا مقیدات کے بغیر وجود ہو جب مقید محدود نہ ہوا تو مطلق بھی نہ ہو جس کا مقیدات کے بغیر وجود ہو جب مقید محدود نہ ہوا تو مطلق بھی نہ ہو گا کیونکہ اس کا وجود مقیدات پر موقوف ہوتا ہے تو اب ضرور ایسا مطلق ہو گا جو کہ لابشرط شے ہے کہ کسی قید عموم سے مشروط نہ ہو۔ قیود و تعینات اس کے ظہور کی شرط ہیں۔ مراتب میں نہ یہ کہ اس کے وجود کیلئے فی حد ذاتہ شرط ہیں اور جو نزاع کہ شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ اور شیخ کمال الدین عبدالرزاق کاشی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں پہلے اس سے مذکور ہوئی۔ وہ بھی اسی طرح کی ہو سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالسرائر۔

رسالہ اقبالیہ میں مذکور ہے کہ ایک درویش نے شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ کی مجلس میں پوچھا کہ شیخ محی الدین ابن العربی نے جو خدا کا وجود مطلق کہا ہے۔ کیا قیامت میں اس بات پر ان کو مواخذہ ہوگا یا نہیں؟ شیخ نے فرمایا کہ میں اس قسم کی باتوں کو قطعاً زبان پر لانا نہیں چاہتا کاش کہ وہ بھی ایسا نہ کہتے کیونکہ مشکل بات کا کہنا جائز نہیں' لیکن جب کہی گئی تو ضرور اس کی تاویل کرنی چاہئے تاکہ درویشوں کے دل پر کچھ شبہ نہ پڑے اور بزرگوں کے حق میں بے اعتقاد نہ ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ محی الدین ابن العربی کا اس بات سے یہ مقصود تھا کہ وحدت کو کثرت میں ثابت کرے۔ انہوں نے وجود مطلق کہا ہے تاکہ دوسرے معراج کو بیان کرسکیں کیونکہ معراج دو ہیں ایک تو یہ **کان الله ولم یکن معه شئی** یعنی خدائے تعالیٰ تھا اور اس کے ساتھ اور کوئی چیز نہ تھی۔ اس کا دریافت کرلینا تو آسان ہے۔ دوم یہ کہ **والان کما کان** یعنی وہ اب بھی ویسا ہی ہے جیسا کہ پہلے تھا۔ اس کی شرح بہت مشکل ہے۔ اس نے چاہا کہ یہ ثابت کرے کہ مخلوقات کی کثرت خدا کی وحدت میں کچھ زیادتی نہیں کرتی۔ وجود مطلق اس کے دل میں پڑا ہوا ہے۔ جب اس کی ایک مشق اس معنی پر درست نکل آئی تو اچھی معلوم ہوئی' لیکن دوسری مشق سے جو نقصان لازم آتا تھا' غافل رہا۔ پس جب ان کا قصہ وحدانیت کا اثبات ہی ہوگا تو خدائے تعالیٰ نے ان کو معاف کردیا ہوگا۔ کیونکہ اہل قبلہ میں سے جس نے کمال حق میں اجتہاد کیا ہے' اگر خطا بھی کی ہے تو میرے نزدیک چونکہ اس کا مقصود کمال حق ہے تو وہ اہل نجات سے ہوگا اور حصیب اور درجہ والوں میں سے ہوگا۔

ولد الشیخ رحمة الله تعالیٰ علیه بمرسیه من بلاد اندلس لیلة الاثنین السابع عشر من رمضان سنة ستین وخمسائه وتوفی لیلة الجمعة الثانیة والعشرین من شهر ربیع الاخر سة ثمان وثلاثین وستمایة بدمشق ودفن بظاهر ها فی سفح الجبل فاسیون وحلایا عن موضع الصالحیه یعنی شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مرسیہ میں جو کہ شہر اندلس کے علاقہ میں ہے۔ پیر کی رات ۱۷ رمضان شریف ۵۶۰ھ میں پیدا ہوئے اور جمعرات کے دن ۲۲ ربیع الاخر ۶۳۸ھ میں دمشق میں فوت ہوئے۔ دمشق سے باہر پہاڑ فاسیون وحالیا میں جو صالحیہ موضع سے مشہور ہے' دفن کئے گئے۔

۵۴۰- شیخ صدر الدین محمد بن اسحاق قونیوی قدس اللہ تعالیٰ روحہ

آپ کی کنیت ابو المعالی ہے۔ جامع علوم تھے' خواہ ظاہری ہوں یا باطنی۔ خواہ نقلی ہوں یا عقلی۔ ان میں اور خواجہ نصیر الدین طوسی میں سوال وجواب ہوئے ہیں۔ مولانا قطب الدین علامہ شیرازی حدیث میں ان کے شاگرد

ہیں۔علامہ نے کمال جامع الاصول کو اپنے ہاتھ سے لکھ کر ان کے حضور میں پڑھا ہے اور اس پر فخر کرتے تھے اور اس گروہ صوفیہ میں سے شیخ موید الدین جندی' مولانا شمس الدین رایکی' شیخ فخرالدین عراقی' شیخ سعیدالدین فرغانی قدس اللہ تعالیٰ ارواحھم وغیرہ اکابران کی بیعت کی گود میں آئے ہیں اور ان کی صحبت میں پرورش پائی ہے۔ آپ شیخ سعیدالدین حموی کی صحبت میں بہت رہے ہیں اور ان میں سے سوالات کیے ہیں۔شیخ بزرگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس وقت میں کہ بلاد مغرب میں روم کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔اپنے بعض مشاہدہ میں اپنی ولادت اور استعداد علوم وتجلیات' احوال مقامات اور جو کچھ تمام عمر میں ہوا اور بعد مفارقت کے عالم برزخ میں جو ہوا اور بعد برزخ کے جو ہو۔غرض سب کچھ آپ کو دکھایا گیا تھا۔بل شھد احوال اولاد الا لھین ومشاھدھم ومقاماتھم وتجلیاتھم واسماء ھم عنداللہ وحبلہ کل واحدمنھم واحوالھم واخلاقھم وکل مایجری لھم وعلیھم الی اخر اعمارھم ویعد الفرقۃ فی برزخھم وما بعدھا یعنی بلکہ دیکھا اپنی للھی اولاد کے حالات' مشاہدات' مقامات' تجلیات اور ان کے نام جو خدا کے نزدیک ہیں۔ان میں سے ہر ایک قبیلہ احوال' اخلاق اور جو کچھ معاملہ ان کیلئے یا ان پر ہوگا۔ان کی تمام عمریں اور ان کے مقامات دنیا کے بعد عالم برزخ میں اور اس کے مابعد جو کچھ ہوگا۔سب کو دیکھ لیا تھا۔آپ کی ولادت کے بعد اور آپ کے والد کے انتقال کے بعد آپ کی والدہ شیخ (اکبر) کے نکاح میں آئیں۔آپ نے شیخ کی خدمت وصحبت میں تربیت پائی۔آپ شیخ کے کلام کے نقاد (پرکھنے والے) ہیں مسئلہ وحدت الوجود میں شیخ کا مقصود اس طرح سے کہ عقل وشرع کے مطابق ہو۔آپ کی تحقیقات کے تتبع بغیر سمجھنا آسان نہیں ہوسکتا۔آپ کی تصنیفات ہیں۔جیسے "تفسیر فاتحہ' مفتاح الغیب' فصوص وفکوک' شرح حدیث' کتاب نفحات الالھیہ" کہ آپ نے بہت سے قدسیہ واردات کا وہاں پر ذکر کیا ہے اور جو شخص چاہے کہ اس طریق میں ان کے کمال پر مطلع ہو اس کو کہہ دو کہ اس کا مطالعہ کرے کیونکہ انہوں نے اس میں اپنے بہت سے احوال ذوق' مکاشفات منازلات کا ذکر کیا ہے۔وہاں لکھا ہے کہ ۱۷ شوال ۶۵۳ھ میں لمبی خواب میں حضرت شیخ (اکبر) کو میں نے دیکھا۔مجھ میں اور ان میں بہت سی باتیں ہوئیں۔آثار احکام' اسماء الھیہ میں میں نے چند باتیں کہیں۔میرا بیان ان کو بہت اچھا معلوم ہوا چنانچہ ان کا چہرہ خوشی کے مارے دمکنے لگا۔ اپنے سر مبارک' وجزہ سے ہلانے لگے اور بعض باتوں کو دہرانے لگے اور کہنے لگے' ملیح' ملیح یعنی یہ بہت اچھی ہیں۔ میں نے کہا' اے میرے سردار ملیح تو تم خود ہو کہ تمہیں یہ قدرت ہے کہ آدمی کو تربیت کرو اور ایسی جگہ پر پہنچا دو کہ ایسی باتوں کو دریافت کرلیا کرے اور مجھے اپنی جان کی قسم ہے' اگر تم انسان ہو تو تیرے ماسوا لوگ سب لاشے ہیں۔اس کے بعد میں ان کے نزدیک ہوا۔ان کے ہاتھ کو چوما اور کہا کہ مجھے تم سے ایک مطلب باقی رہا ہے۔کہا

کہ مانگ۔ میں نے کہا' میں چاہتا ہوں کہ مجھ کو ابدی شہود تجلی ذاتی کی کیفیت آپ کی طرح حاصل ہو جائے۔ **وکنت اعنی بذلک حصول ماکان حاملاله من شهودالتجلی الذاتی الذی لاحجاب بعده ولاستقر للمکمل دونه** یعنی میرا مقصود اس سے یہ تھا کہ جو کچھ ان کو ذاتی تجلی کا شہود ہو گیا ہے۔جس کے بعد کوئی حجاب نہیں ہے اور کاملین کا ٹھکانا' اس کے سوا نہیں ہے۔ مجھ کو بھی وہی حاصل ہو جائے۔ تب آپ نے کہا کہ ہاں میں نے سوال کو مان لیا اور کہا کہ جو کچھ تم چاہتے ہو دیا گیا۔ باوجود یہ کہ تم خود جانتے ہو کہ میری اولاد اور مرید تھے۔ ان میں سے بہت کو میں نے مارا اور زندہ کر دیا۔ مرا جو مرا اور کشتہ ہوا۔ جو کشتہ ہوا اور کسی کو یہ مطلب حاصل نہ ہوا۔ میں نے کہا' اے سیدی **الحمدللہ علی اختصاصی بهذه التفصیله اعلم انک تحیی وتمیت** یعنی خدا کے اس امر پر تعریف ہے' جو اس نے مجھے اس فضیلت سے خاص کر دیا ہے اور جان لے کر تم زندہ اور مردہ کرتے ہو۔ میں نے اور باتیں بھی کہیں جن کا اظہار مناسب نہیں۔ اس کے بعد اس واقعہ سے باہر نکل آیا' یعنی جاگ آ گئی۔ **والمنة للہ علی ذلک** یعنی خدا کا اس پر احسان ہے۔ ان میں اور مولانا جلال الدین رومی قدس سرہما میں خصوصیت صحبت بہت رہی ہے۔ ایک دن بڑی مجلس تھی اور قونیہ کے بڑے بڑے لوگ جمع تھے۔ شیخ صدرالدین صفہ کے صدر میں سجادہ پر بیٹھے ہوئے تھے اور مولوی آئے۔ شیخ نے اپنا مصلٰی ان کیلئے چھوڑ دیا۔ مولانا نہ بیٹھے اور کہا کہ میں قیامت کو کیا جواب دوں گا کہ شیخ کے سجادہ پر بیٹھ گیا۔ شیخ نے فرمایا کہ ایک گوشہ پر آپ بیٹھ جائیں اور ایک گوشہ پر میں بیٹھ جاتا ہوں مولانا بیٹھ گئے شیخ نے فرمایا کہ سجادہ پر تم کو بیٹھنا نہیں چاہئے تو ہم کو بھی نہیں چاہئے۔ سجادہ کو اٹھا کر دور پھینک دیا۔ مولانا ان سے پہلے فوت ہوئے تھے اور اپنے جنازہ کی نماز کی وصیت ان کو کی تھی۔ کہتے ہیں کہ شیخ شرف الدین قونیوی نے شیخ صدرالدین قدس سرہما سے پوچھا **من این الی این وما الحاصل فی البین** یعنی کہاں سے کہاں تک اور کیا حاصل ہوا اور اس درمیان میں شیخ نے جواب دیا **من العلم الی العین والحاصل بین تجدو لتیة جامعة بین الطرفین ظاهرة ناظرة بالحکمین** یعنی علم سے موجودات خارجیہ تک اور اس میں حاصل یہ ہے کہ بسنت جامع کی تجدید ہو جائے' جو کہ دونوں طرفوں میں ہے۔ جو کہ ظاہر و ناظر دو حکم کی ہیں۔

۵۴۱- شیخ موید الدین جندی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ

آپ شیخ صدرالدین کے شاگردوں اور مریدوں میں سے ہیں۔ علوم ظاہری و باطنی کے جامع ہیں۔ شیخ بزرگ کی بعض تصانیف جیسے ''فصوص الحکم' مواقع النجوم'' کو شرح کیا ہے اور فصوص کی تمام شرحوں کا ماخذ انہی کی

شرح ہے۔اس میں بہت سی تحقیقات ہیں کہ جو باقی کتب میں نہیں۔ان کا کمال اس شرح سے معلوم ہوسکتا ہے۔
آپ فرماتے ہیں کہ شیخ صدرالدین قدس سرہ کے فصوص کے خطبہ کو میرے لئے شرح کیا۔اس کے اثناء میں غیبی حالات وارد ہوئے اور اس کے اثر نے میرے ظاہر و باطن کو گھیر لیا۔اس وقت مجھ میں عجیب تصرف کیا اور کتاب کے مضمون کو پورے طور پر خطبہ کی شرح میں مجھ کو سمجھا دیا اور جب اس مطلب کو مجھ سے معلوم کرلیا تو کہا' میں نے بھی حضرت شیخ سے درخواست کی تھی کہ کتاب فصوص کو میرے لئے شرح کرے۔انہوں نے اس کے خطبہ کی شرح کی تھی اور اس کے اثناء میں مجھ میں تصرف کیا جس سے مجھے تمام کتاب کا مضمون معلوم ہو گیا۔تب میں اس حکایت سے خوش ہو گیا اور جان لیا کہ مجھ کو پورا حصہ حاصل ہوگا۔اس کے بعد مجھے فرمایا کہ اس کی شرح لکھ۔پس انہی کے حضور میں ان کی بڑی قدر اور حکم ماننے کی وجہ سے میں نے خطبہ کی شرح کی۔آپ اس قسم کے بیان کے وقت یہ بھی کہتے ہیں کہ کاملین کو ظہور کی قوت تمام موقعوں پر ہوتی ہے' زندگی اور موت کے بعد بھی۔چنانچہ میں بغداد میں تھا۔ایک شخص میرے مکان پر آیا۔جس کا یہ دعویٰ تھا کہ میں مہدی ہوں۔مجھ سے اس دعویٰ پر گواہی طلب کی۔میں نے کہا کہ میں خدا کے سامنے گواہی دوں گا کہ تم مہدی نہیں ہو اور جھوٹ کہتے ہو۔اس پر وہ میرا دشمن بن گیا اور ایک جماعت بیدینوں نصیریہ کو جمع کیا اور ان کو میرے ایذاء و تکلیف پر آمادہ کیا تب میں نے روحانیت شیخ بزرگ شیخ محی الدین سے پناہ لی اور پوری ہمت کے ساتھ ان کی طرف متوجہ ہوا دیکھا کہ ایک شخص ظاہر ہوا ہے اور اپنے ایک ہاتھ سے اس مدعی کے دونوں ہاتھوں کو پکڑ لیا اور ایک ہاتھ سے میں نے اس کے دونوں پاؤں کو پکڑا اور کہا کہ میں اس کو زمین پر دے ماروں۔میں نے کہا' اے سیدی تمہارا حکم اور فرمان ہے' جو چاہو کرو۔پس لوٹ کر چلے گئے۔میں اٹھا اور مسجد میں گیا۔وہ مدعی اپنے تابعین کے ساتھ جو میری تکلیف کے ارادہ سے جمع ہوئے تھے۔میں نے ان کی طرف توجہ نہ کی اور محراب کے سامنے جا کر اپنی نماز پڑھی۔وہ مجھ پر کچھ دست درازی نہ کر سکے۔خدائے تعالیٰ نے ان کے شر سے مجھ کو بچا لیا۔اس کے بعد اس مدعی نے میرے ہاتھ پر توبہ کی اور مسافر ہو گیا۔وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ صدرالدین سے سنا تھا۔وہ فرماتے تھے کہ شیخ بزرگ (اکبر) کو خضر علیہ السلام سے ملاقات کا اتفاق ہوا کہا کہ موسیٰ بن عمران صلوات الرحمٰن علیہ کیلئے ہزار مسئلہ اول ولادت سے ان سے ملنے کے وقت تک جو مجھ پر گزرے تھے' میں نے تیار کئے ہوئے تھے۔ان میں سے وہ تین مسئلہ پر صبر نہ کر سکے۔یہ اشارہ اس امر کی طرف ہے جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لیت اخی موسیٰ سکت حتی یقص علینا من انبائهما یعنی کاش میرے بھائی موسیٰ چپکے رہتے۔یہاں تک کہ خدائے

تعالیٰ ان دونوں کی باتیں ہم پر اور بیان کرتا۔ آپ کے ابن الفارض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے طریق پر حقائق ومعارف کے بیان عربی کے لطیف اشعار ہیں۔ منجملہ ان کے یہ دو بیت ہیں جو کہ شیخ فخر الدین عراقی ''کتاب لمعات'' میں لائے ہیں۔

البحر بحر علی ما کان فی قدم　　　ان الحوادث امواج وانھار

لا یحجبنک اشکال لا تشاکلھا　　　عمن تشکل فیھا وھی استاد

سمندر سمندر ہی ہے۔ جیسے پہلے تھا۔ بے شک حادثات (نئی چیزیں مخلوق) موجیں اور نہریں ہیں۔ تم کو وہ شکلیں جو ایک دوسرے سے نہیں ملتیں پردہ میں نہ ڈالیں۔ اس شخص سے کہ جس نے اس کی شکلیں بنائی ہیں اور وہ پردے ہیں۔ دوسرا بیت یہ ہے۔

تھو الواحد الموجود فی الکل وحدۃ　　　سوی انہ فی الوھم سمی بالسوی

یعنی وہی واحد کل میں اکیلا موجود ہے مگر یہ کہ وہم میں اوروں کے ماسوی کا نام رکھا گیا ہے۔ بے شک انہوں نے قصیدہ تائیہ فارفیہ کا جواب لکھا ہے۔ اس قصیدہ میں یہ دو بیت ہیں۔

فما انفک یرضانی بکل محبۃ　　　وماذلت اھواہ بکل مودۃ

فممتنع عنہ انفصالی وواجب　　　ومالی بلا امکان بعدقربۃ

پس وہ ہمیشہ مجھ کو ہر محبت سے راضی کر دیتا ہے اور میں ہمیشہ اس کو ہر دوست سے چاہتا ہوں۔ میری جدائی اس سے محال ہے اور قربت کے بعد کے امکان کے بغیر وصال واجب ہے۔

۵۴۲- شیخ سعد الدین الفرغانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ اہل معرفت میں بڑے کامل اور اصحاب ذوق ووجدان میں بزرگ گزرے ہیں۔ کسی شخص نے علم حقیقت کے مسائل کو ضبط وربط کے ساتھ ان جیسا جو انہوں نے ''شرح قصیدہ تائیہ فارضیہ'' کے دیباچہ میں بیان کیا ہے، نہیں کیا۔ پہلے اس کی فارسی عبارت میں شرح کی اور اپنے شیخ شیخ صدر الدین قونیوی کی خدمت میں پیش کی۔ شیخ نے اس کو بہت بہت پسند کیا اور اس بارہ میں کچھ لکھا۔ شیخ سعد الدین نے اس تحریر کو بعینہ تبرک وتیمن کے طور پر اپنی شرح فارسی کے دیباچہ میں درج کیا ہے اور دوبارہ اس کی تعلیم اور فائدہ کے پورا کرنے کیلئے اس کو عربی عبارت میں کر دیا ہے اور نئے فائدے اس پر بڑھائے ہیں۔ جزی اللہ عن الطالبین خیر الجزاء خدا ان کو

طالبین کی طرف سے نیک جزا دے۔ان کی اور تصنیفات بھی ہیں۔ جس کا نام ''مناہج العباد الی المعاد مذاہب آئمہ اربعہ رضی اللہ عنہم اجمعین'' کے بارہ میں عبادات اور بعض معاملات کے مسائل میں کہ اس طریق کے سالکوں کو اس سے گریز نہیں اور آداب طریقت میں کہ احکام شریعت کے تصحیح کے بعد راہ حقیقت پر چلنا' اس کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا۔ صحیح یہ ہے کہ وہ کتاب نہایت ہی مفید ہے کہ ہر طالب و مرید کیلئے ضروری ہے۔ وہاں لکھا ہے کہ مریدوں کا مشائخ کی طرف منسوب ہونا تین طریقہ سے ہوتا ہے ایک تو خرقہ سے' دوم تلقین ذکر سے' سوم صحبت و خدمت وادب سیکھنے سے خرقے دو ہیں ایک تو خرقہ ارادت ہے اور اس کو سوائے ایک شیخ سے دوسرے سے لینا جائز نہیں اور دوم خرقہ تبرک ہے اور اس کو بہت مشائخ سے تبرک کے طور پر لینا جائز ہے۔ اپنی ارادت کے خرقہ کے بارہ میں کہا ہے کہ میں نے شیخ نجیب الدین علی برغش شیرازی قدس اللہ تعالیٰ روحہ سے لیا ہے۔ انہوں نے شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی سے اور انہوں نے اپنے چچا شیخ نجیب الدین سہروردی سے انہوں نے چچا قاضی وجیہ الدین سے انہوں نے اپنے باپ ابومحمد عمویہ اور اخی فرج زنجانی سے۔ ہر ایک کا ہاتھ خرقہ کے پہنانے میں شریک ہے لیکن ابومحمد نے احمد اسود دینوری سے خرقہ پہنا۔ انہوں نے ممشاد دینوری سے' انہوں نے ابوالقاسم جنید سے' لیکن اخی فرج نے ابوالعباس نہاوندی سے' اس نے عبداللہ خفیف شیرازی سے' انہوں نے ابومحمد رویم بغدادی سے' انہوں نے جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خرقہ کی نسبت کو ابوالقاسم جنید سے بڑھ کر آگے ثابت نہیں کیا اور جنید سے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک صحبت کے ساتھ نسبت دی ہے۔ خرقہ کے ساتھ نہیں' لیکن شیخ مجد الدین بغدادی قدس اللہ تعالیٰ سرہ ''کتاب تحفۃ البررہ'' میں لکھتے ہیں کہ خرقوں کی نسبت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تک صحیح حدیث متصل معنعن کے ساتھ ثابت ہے اور فرمایا ہے کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کو خرقہ پہنایا ہے اور انہوں نے حسن بصری کو انہوں نے کمیل بن زیاد کو انہوں نے عبدالواحد بن زید کو انہوں نے ابویعقوب نہر جوری کو انہوں نے عمرو بن عثمان مکی کو انہوں نے ابویعقوب طبری کو' انہوں نے ابوالقاسم رمضان کو' انہوں نے خاص ابوالعباس بن ادریس کو' انہوں نے داؤد خادم کو' انہوں نے محمد مانکیل کو' انہوں نے شیخ اسمٰعیل قصری کو' انہوں نے شیخ نجم الدین کبریٰ کو' انہوں نے مزین فقیر۔ یعنی مجد یالدین بغدادی کو۔ پس اس بناء پر خرقوں کی نسبت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم لیکن اس فقیر کے ذکر کی تلقین کی نسبت یعنی شیخ سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے شیخ خرقہ شیخ نجیب الدین علی سے تلقین لی۔ انہوں نے شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی سے' انہوں نے اپنے چچا شیخ ابونجیب سہروردی سے' انہوں نے

شیخ الشیوخ احمد غزالی سے' انہوں نے ابوبکر نساج سے' انہوں نے شیخ ابوالقاسم گرگانی سے' انہوں نے ابوعثمان مغربی سے' انہوں نے ابوعلی کاتب سے' انہوں نے ابوعلی رودباری سے' انہوں نے سیدالطائفہ جنید قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم سے اس کے بعد کہتے ہیں کہ نسبت ارادت اور نسبت تلقین ذکر میں دو شیخ سے خرقہ لینا برا ہے۔ ہاں نسبت صحبت میں عمدہ ہے لیکن بشرط اجازت یا شیخ اول کی صحبت کے فوت ہونے پر جیسا کہ یہ فقیر ضعیف شیخ نجیب الدین قدس اللہ تعالیٰ سرہ کی خدمت وصحبت کے فوت ہونے پر مولانا وسیدنا وشیخنا صدرالحق والدین وارث علوم سیدالمرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام سلطان المحققین محمد بن اسحٰق قونیوی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں رہا اور ان کی صحبت وارشاد وہدایت واقتباس' فضائل آداب ظاہری' باطنی علوم شریعت حقیقت سے تربیت پائی اور نہایت نفع حاصل کیا۔ علیٰ ہذا شیخ ربانی محی الدین محمد بن السکر ان بغدادی نوراللہ نفسہ اور ان کے ماسوا اور اکابر اولیاء سے تربیت حاصل کی اور نفع اٹھایا ہے۔ ہر چند میں ان بزرگواروں کی خدمت ومحبت کے حقوق کی رعایت سے عہدہ برآ نہ ہوا لیکن ان بزرگوں نے اپنے کرم سے اس بے چارہ کو حسن قبول وارشاد سے تلقین فرمایا فجزاھم اللہ عنی احسن الجزاء پس اللہ تعالیٰ ان کو میری طرف سے بہت عمدہ بدلہ دے۔ آپ یہ بھی کہتے ہیں کہ میں نے شیخ نجب الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سنا تھا کہ شمس الدین صفی جامع مسجد شیراز کے امام بڑے پاک نیک بخت بزرگ تھے۔ ان کے تمام اوقات ذکر وتلاوت وطرح طرح کی عبادات میں ہی مشغول وآباد رہتے تھے' لیکن کسی سے ذکر کی تلقین نہ تھی۔ ایک دن خواب میں اپنے ذکر کو جو نورکی صورت میں مشکل تھا' مشاہدہ کیا۔ اس کے منہ سے جدا ہوتا تھا اور زمین میں جاتا تھا۔ دل میں کہا کہ یہ علامت بہتر نہیں ہے کیونکہ قرآن شریف میں تو الیہ یصعد الکلم الطیب ہے۔ یعنی اس کی طرف پاک کلمہ چڑھتے ہیں۔ جو اس کے برخلاف ہے۔ شاید یہ نقصان اس لئے ہے کہ میں نے ذکر کی تلقین کسی شیخ سے حاصل نہیں کی۔ پس شیخ روز بھان کے ایک مرید کی خدمت کی طرف رجوع کیا اور ان سے ذکر کی تلقین کی۔ اسی رات واقعہ میں اپنے ذکر کو ایسے نور میں مشاہدہ کیا کہ ادھر کو جاتا ہے اور آسمانوں کو پھاڑتا ہے۔ اس کے بعد شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں گئے اور پہنچا' جو کہ پہنچا۔

۵۴۳- شیخ موسیٰ سورانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ شیخ ابومدین مغربی قدس اللہ سرہ کے اکابر مریدوں میں سے ہیں۔ شیخ سعیدالدین مرغانی شرح قصیدہ تائیہ میں لکھتے ہیں کہ میں نے شیخ مغیر طلحہ بن عبداللہ بن طلحہ تستری عراقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ۶۶۵ھ میں سنا تھا

کہ انہوں نے شیخ عماد الدین محمد بن شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ تعالیٰ روحہ سے سنا کہ وہ یوں فرماتے تھے۔ میں ایک حج میں اپنے والد کے ساتھ تھا۔ ایسے وقت میں کہ میں خانہ کعبہ کا طواف کرتا تھا۔ اتفاقاً دیکھا کہ شیخ مغربی طواف کر رہے ہیں اور لوگ ان سے تبرک حاصل کرتے ہیں اور ان کی زیارت کرتے ہیں۔ لوگوں نے میری نسبت ان سے کہا کہ یہ شیخ شہاب الدین کے صاحبزادہ ہیں۔ مجھ کو مرحبا کہا اور میرے سر کو بوسہ دیا اور دعائے خیر کہی۔ ان کی دعا کی برکت کے نشان اپنے میں پاتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ آخرت میں اس کی برکت بھی میرے ہمراہ ہوگی۔ تب میں نے پوچھا کہ یہ کون بزرگ ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ ان کو شیخ موسیٰ کہتے ہیں کہ جب میں طواف سے فارغ ہوا اور اپنے والد کے پاس گیا اور ان کو میں نے بتلایا کہ میں نے شیخ موسیٰ کی زیارت کی ہے۔ انہوں نے مجھے دعائے خیر کی ہے۔ میرے والد اس سے بہت خوش ہوئے۔ اس کے بعد حاضرین نے شیخ موسیٰ کی تعریفیں شروع کیں۔ منجملہ ان کے یہ بھی کہا کہ ان کا رات دن میں یہ ورد ہے کہ ستر ہزار مرتبہ قرآن شریف ختم کرتے ہیں۔ میرے والد خاموش تھے۔ اتفاقاً ایک نے والد کے بڑے مریدوں میں سے قسم کھائی اور کہا کہ یہ بات جو ان سے لوگ کہتے ہیں سچ ہے میں نے اس سے پہلے بھی یہ بات سنی ہوئی تھی' لیکن میرے دل میں کسی قدر انکار تھا۔ یہاں تک کہ ایک دفعہ میں نے شیخ کو رات کے وقت طواف کرتے ہوئے پایا۔ میں ان کے پیچھے کھڑا ہوا۔ میں نے دیکھا کہ حجر اسود کو بوسہ دیا اور شروع الحمد سے پڑھنے لگے اور ایسا ہی چلتے تھے۔ جیسا کہ لوگ چلتے ہیں اور ایسا پڑھتے تھے کہ ایک ایک حرف مجھے سمجھ میں آتا تھا۔ جب اسی پہلے طواف میں خانہ کعبہ کے دروازے سے گزرے جو کہ حجر اسود سے وہاں تک کم وبیش چار قدم کا فاصلہ ہے تو ایک ختم پورا کر دیا۔ چنانچہ اس ختم کو میں نے حرف بحرف سنا۔ میرے والد نے تمام اصحاب سے مل کر تصدیق کی اور جو کچھ کہا تھا قبول کیا۔ اس کے بعد میرے والد سے اس مطلب کی نسبت پوچھا گیا تو فرمایا کہ یہ ایک وقت کی فراخی کی قسم میں سے ہے کہ بعض اولیاء اللہ کی نسبت ہوا کرتی ہے۔

پھر اس واقعہ کی تصدیق کیلئے کہا کہ شیخ الشیوخ ابن سکینہ رضی اللہ عنہ کا ایک مرید سنار تھا۔ اس کا وظیفہ یہ تھا کہ صوفیوں کے مصلے جمعہ کے دن مسجد جامع میں لے جایا کرتا تھا اور بچھا دیا کرتا تھا اور جمعہ کی نماز کے بعد ان کو اکٹھا کر کے خانقاہ میں لے آیا کرتا تھا۔ ایک جمعہ کا ذکر ہے کہ تمام مصلوں کو باندھ لیا کہ مسجد میں لے جائے۔ پھر وہ دجلہ کے کنارہ پر گیا کہ جمعہ کا غسل کرے۔ کپڑے اتارے اور دجلہ کے کنارے پر رکھے اور پانی میں غوطہ لگایا۔ جب سر باہر نکالا تو دیکھا کہ وہ دجلہ نہیں' کوئی اور جگہ ہے۔ پوچھا کہ یہ کون سا دریا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ یہ مصر کا

نیل ہے۔ تعجب کرنے لگے اور پانی سے باہر نکل آیا۔ شہر کے اندر گیا۔ اتفاقاً ایک سنار کی دکان پر پہنچا۔ وہاں جا کر کھڑا ہو گیا اور اس پر سوا اس تہبند کے کہ جس سے فقط ستر عورت تھا اور کوئی کپڑا نہ تھا۔ صاحب دکان نے عقل سے معلوم کیا کہ کوئی سنار ہے۔ اس کی آزمائش کی دیکھا کہ وہ کسب اچھا جانتا ہے۔ اس کی عزت کی اور گھر پر لے گیا۔ اپنی لڑکی کا اس سے نکاح کر دیا۔ اس سے تین لڑکے پیدا ہوئے۔ سات سال اس پر گزر گئے ایک دن نیل کے کنارہ پر آیا اور پانی میں غوطہ مارا۔ جب سر باہر نکالا تو دیکھا کہ بغداد کے دجلہ میں ہے۔ اسی موقع پر کہ اس سے پہلے تہبند پہن کر پانی میں آیا تھا اور اس کے کپڑے ویسے ہی دجلہ پر رکھے ہوئے ہیں۔ کپڑوں کو پہن لیا اور خانقاہ میں آیا۔ دیکھا کہ صوفیوں کے مصلے ویسے ہی بندھے ہوئے پڑھے ہیں۔ بعض دوستوں نے اس کو کہا کہ جلدی جا کیونکہ بعض جماعت کے لوگ صبح سے مسجد کو گئے ہوئے ہیں۔ مصلوں کو مسجد میں لے گیا اور بعد ادائے نماز جمعہ ن کو خانقاہ میں لے آیا۔ اس کے گھر کے لوگوں نے کہا کہ تم نے جن مہمانوں کیلئے کہا تھا کہ مچھلی تلیں وہ کہاں ہیں' مچھلی تلی ہوئی ہے۔ تب وہ مہمان کو لایا اور مچھلی کھائی۔ اس کے بعد اپنے شیخ ابن سکینہ کی خدمت میں آیا اور اس پر جو واقعہ گزرا تھا اور اپنی اولاد کا مصر میں رہنا سب کچھ بیان کیا۔ شیخ نے اس سے کہا کہ اپنے فرزندوں کو مصر سے بغداد میں حاضر کر۔ جب لڑکوں کو حاضر کیا جو کچھ اس نے کہا تھا' سب سچ نکلا۔ شیخ ابن سکینہ نے اس سے پوچھا کہ اچھا یہ بتا کہ اس دن تم کس فکر میں تھے اور تمہارے دل میں کیا بات آئی تھی؟ اس نے کہا کہ اول دن سے میرے دل میں اس آیت سے ایک تردد اور جھگڑا پڑا ہوا تھا۔ فی یوم کان مقدارہ الف منہ یعنی ایسے دن میں کہ جس کی مقدار ہزار سال کی ہوگی۔ شیخ نے کہا کہ یہ واقعہ خدا کی طرف سے تم پر ایک رحمت ہے اور تیرے شبہ کا دور ہونا' تیرے ایمان واعتقاد کی درستی ہے کہ خدائے تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ بعض بندوں کی نسبت زمانہ کو فراغ اور دراز کر دے۔ باوجود یہ کہ اوروں کی نسبت وہ تھوڑا زمانہ ہوا اور ایسا ہی زمانہ کے قبض کا حال ہے کہ لمبے زمانہ کو تھوڑا کر دے۔ **واللہ لقادر علی مایشاء** یعنی اللہ تعالیٰ جس پر چاہے قادر ہے۔ اسی کے قریب وہ قصہ ہے جس کو صاحب فتوت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ ایک جوہری اپنا قصہ یوں بیان کرتا تھا کہ وہ خمیرہ آٹا اپنے گھر سے فرون میں لے گیا کہ روٹی پکا دیں۔ وہ جنبی تھا۔ دریائے نیل کے کنارہ پر گیا اور پانی میں داخل ہوا کہ غسل کرے۔ اتنے میں اپنے آپ میں غائب ہو گیا دیکھا کہ جس طرح کوئی خواب میں دیکھتا ہے کہ بغداد میں ہے۔ وہاں شادی کر لی اور چھ سال تک اپنی بیوی کے پاس رہا۔ اس سے لڑکے پیدا ہوئے۔ اس کے بعد اپنی ہوش میں آیا تو اپنے آپ کو پانی کے اندر دیکھا۔ غسل پورا کیا اور کپڑے پہن کر فرون میں گیا اور روٹی لے کر گھر میں آیا اور

گھر کے لوگوں سے سارا حال بیان کیا۔ جب چند ماہ گزر گئے تو وہ عورت بغداد سے آئی۔ اپنے فرزند اس کے ہمراہ تھے۔ جوہری کے گھر کو پوچھتی تھی۔ جب دونوں باہم ملے تو جوہری نے اپنی بیوی بچوں کو پہچان لیا۔ اس عورت سے پوچھا کہ کتنا عرصہ ہوگیا کہ تم سے نکاح کیا تھا؟ کہا' چھ سال ہو چکے ہیں۔

۵۴۴- شیخ عیسیٰ بن ہتار یمنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

امام یافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں۔ آپ ایک دن فاحشہ عورت کے پاس گئے اور اس سے کہا' عشاء کے بعد میں تمہارے پاس آؤں گا۔ وہ خوش ہوگئی او اپنا بناؤ سنگار کیا۔ عشاء کے بعد آپ اس کے پاس آئے اور اس ےکے گھر میں دو رکعت نماز پڑھی اور باہر نکل آئے۔ اس عورت کا حال بدل گیا اور توبہ کیا۔ جو کچھ اس کے پاس مال اسباب تھا سب سے علیحدہ ہوگئی۔ شیخ نے اس کا عقد ایک درویش کے ساتھ کر دیا اور کہا کہ ولیمہ کے کھانے کیلئے عصیدہ (ایک قسم کا حلوا) بناؤ اور رغن نہ خریدو۔ وہ فاحشہ جس امیر کی دوست تھی اس کو لوگوں نے خبر کی۔ اس نے تعجب کیا لوگوں نے کہا کہ اس کا ایک درویش سے نکاح کر دیا ہے اور ولیمہ کا کھانا حلوا بنایا ہے' مگر گھی ان کے پاس نہیں۔ امیر نے ہنسی سے شراب کے دو شیشہ بھیجے کہ ان کو شیخ کے پاس لے جاؤ اور کہو کہ ہم اس کام سے خوش ہوئے ہیں' لیکن سنا ہے کہ حلوے کیلئے گھی نہیں۔ اس لئے ان کو حلوے کے ساتھ کھایئے۔ امیر کا قاصد آیا تو آپ نے فرمایا' تم دیر کر آئے۔ ان شیشوں میں سے ایک کو لیا اور ہاتھ بڑھا کر اس حلوے پر ڈال دیا اور اس دوسرے کو بھی ویسا ہی اس پر ڈال دیا۔ اس قاصد کو کہا کہ تم بیٹھو اور کھاؤ جب اس نے کھایا تو وہ ایسا گھی دیکھا کہ اس سے بڑھ کر کبھی عمدہ اس نے نہ کھایا تھا۔ امیر کے پاس آ گیا اور قصہ بیان کیا۔ تب امیر بھی شیخ کی خدمت میں آیا اور اس کے ہاتھ پر توبہ کی۔

۵۴۵- شیخ ابوالغیث جمیل یمنی قدس اللہ تعالیٰ سرہ

آپ بڑے عالی مقامات' عمدہ حالات اور کرامات والے تھے۔ شروع میں ڈاکو تھے۔ ایک قافلہ کے گھات میں بیٹھے ہوئے تھے۔ دفعتہً سنا کہ کوئی غیب سے کہتا ہے **یاصاحب العین علیک عینی** یعنی اے شخص جس کی آنکھ قافلہ پر ہے۔ تجھ پر میری آنکھ لگی ہوئی ہے۔ ان میں اس بات نے پورا اثر کیا۔ جو کچھ ان کے پاس مال واسباب تھا سب سے علیحدہ ہو گئے اور خدائے تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو گئے اور توبہ و رجوع خدا کی طرف کر لیا۔ شیخ

ابن الدلح کی صحبت میں پہنچے۔ان کا نفس پاکیزہ اور دل روشن ہوگیا۔ان سے خوارق عادات ظہور پانے لگے۔ کہتے ہیں کہ ایک دن اس ارادہ سے جنگل کو نکلے کہ لکڑیاں لائیں۔ دراز گوش کو اپنے ساتھ لیا۔اس درمیان میں کہ ایک جنگل میں لکڑیاں جمع کرتے تھے۔ان کے دراز گوش کو شیر نے پھاڑ دیا۔ جب لکڑیاں لائے کہ اس کو لادیں۔ دیکھا کہ ان کے دراز گوش کو شیر نے پھاڑ لیا ہے۔تب شیر کی طرف متوجہ ہوئے کہ میرے دراز گوش کو تم نے پھاڑ لیا اب میں اپنی لکڑیاں کس پر لادوں گا۔ مجھے خدا کی قسم ہے کہ ان کو تمہاری پشت پر ہی لادوں گا۔ پس لکڑیاں کو جمع کیا اور شیخ کی پیٹھ پر لادلیا اور اس کو چلاتے تھے۔ یہاں تک کہ شہر کے پاس پہنچادیں۔لکڑیاں اس سے لے لیں اور کہا' اب جہاں چاہے چلا جا۔ایک دن ان کے گھر کے لوگوں نے ان سے قدرے عطر طلب کیا۔ بازار میں گئے کہ خریدیں۔ایک عطار کے پاس گئے اور اس سے اس بارہ میں بات کی۔ عطار نے کہا' میری دکان میں کوئی عطر نہیں ہے۔اسی وقت جو عطر اس کی دکان میں تھا سب نابود ہوگیا۔عطار ان کے شیخ شیخ ابن الدلح کے پاس آیا اور ان کی شکایت کی۔ شیخ نے ان کو بلایا اور اس سبب سے کہ کرامت کا اظہار کیا تھا۔ان کو بہت کچھ ڈانٹا اور کہا کہ دو تلواریں ایک میان میں نہیں سماسکتیں۔تم میری صحبت سے دور ہو۔ ہر چند ابوالمغیث نے منت عاجزی کی قبول نہ کیا اور اس کی صحبت سے انکار کیا۔ابوالمغیث چلے گئے اور دوسرے شیخ کی طلب کرتے تھے کہ ان کی صحبت سے فائدہ حاصل کرے۔ جس شیخ کے پاس جاتے' وہ یہی کہتا کہ تم کو یہی کافی ہے۔تم شیخ کے محتاج نہیں ہو یہاں تک کہ شیخ کبیر علی اہدل کی صحبت میں پہنچے۔ شیخ نے ان کو قبول کیا اور ابوالمغیث کہتے ہیں کہ جب میں ان کی صحبت میں پہنچا تو میں گویا قطرہ تھا' جو دریا میں جا پڑا۔یمن کے بادشاہ نے ان کے خادم کو مار ڈالا۔ جب ان کو خبر پہنچی تو خفا ہوئے اور کہا مالی والحراسته انا انزل عن الشباب واترک الزرع یعنی مجھے کیا ہوا کہ میں حفاظت کروں۔میں پاسبانی سے علیحدہ ہوتا ہوں اور کھیتی کو چھوڑ دیتا ہوں۔ جب یہ کہا اسی وقت بادشاہ مارا گیا۔ایک دن فقراء نے کہا کہ ہمیں گوشت کھانے کی خواہش ہے۔کہا' فلاں دن بازار کا دن ہے۔اس روز گوشت کھاؤ گے' جب وہ دن آیا۔ یہ خبر ملی کہ ڈاکوؤں نے قافلہ کو لوٹا ہے۔ جب ایک گھڑی ہو چکی ایک ڈاکو آیا اور شیخ کیلئے گائے لایا۔ شیخ نے فقراء سے کہا کہ اس گائے کو ذبح کرو اور پکاؤ' لیکن اس کا سر جیسا ہے' ویسا رہنے دو۔اس کے بعد ایک اور شخص آیا اور ایک گیہوں کی بوری لایا۔شیخ نے کہا' اس کو پیسو اور روٹی پکاؤ۔ جو کچھ شیخ نے فرمایا' کیا اس کے بعد شیخ نے فقراء سے کہا' کھاؤ۔فقہاء کی ایک جماعت حاضر تھی۔ان سے بھی کہا گیا کہ دستر خوان پر آؤ۔وہ نہ آئے۔شیخ نے فقراء سے کہا' تم کھاؤ۔کیونکہ فقہاء حرام نہیں کھایا کرتے۔ جب فقراء کھانے سے فارغ ہوئے تو اتفاقاً ایک شیخ

شیخ کے پاس آیا اور کہا' اے شیخ میں نے ایک گائے آپ کے فقرا کی نذر کی تھی لیکن ڈاکوؤں نے راستہ میں لوٹ لیا۔ شیخ نے کہا کہ اگر اپنی گائے کے سر کو دیکھو تو پہچان لو گے؟ اس نے کہا کہ ہاں۔ شیخ نے فرمایا کہ گائے کی سری لاؤ جب لائے تو اس نے کہا کہ یہی میری گائے کی سری ہے۔ اس کے بعد دوسرا شخص آیا اور کہا' اے شیخ میں نے ایک بوری گیہوں کی شیخ اور فقراء کی نذر کی تھی' لیکن ڈاکوؤں نے لوٹ لی۔ آپ نے فرمایا کہ فقراء کی نذر فقراء کو پہنچ گئی۔ جب فقہاء نے اس کو مشاہدہ کیا تو فقراء کی موافقت کے ترک پر پشیمان ہوئے۔ آپ ۶۵۱ ھ میں فوت ہوئے۔

۵۴۶- شیخ ابوالحسن مغربی شناذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کا نام علی بن عبداللہ ہے۔ شریف حسنی ہیں۔ اسکندریہ کے رہنے والے ہیں۔ وہاں کے بہت لوگ آپ کی خدمت میں رہے تھے۔ آپ بڑے اولیاء اللہ اور بڑے مشائخ میں سے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں سیر و سفر میں تھا۔ ایک جنگل میں سویا ہوا تھا اور صبح تک درندے میرے گرد جمع تھے۔ ہرگز اس رات جیسا انس کبھی نہ پایا تھا۔ میرے دل میں آیا کہ مجھے خدائے تعالیٰ کے مقام انس سے کچھ حاصل ہو گیا ہے۔ ایک نہر پر میں آیا۔ وہاں پر اتنے چکور دیکھے کہ اتنے نہ دیکھے تھے۔ جب انہوں نے میرے پاؤں کی آواز سنی۔ سب ایک دم بھاگ گئے۔ یہاں تک کہ ڈر کے مارے مجھے خفقان ہو گیا۔ میں نے سنا کہ وہ مجھے کہتے ہیں' اے وہ شخص جس نے کل درندوں کے ساتھ انس حاصل کیا تھا تجھ کو کیا ہو گیا کہ ان چکوروں کے اڑنے سے ڈر گیا ہے' لیکن کل تم ہمارے ساتھ تھے اور آج اپنے نفس کے ساتھ ہو۔ آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں اسی دن تک بھوکا رہا تھا۔ میرے دل میں آیا کہ تجھ کو اس کام سے حصہ حاصل ہوا۔ دفعتہً ایک عورت کو دیکھا کہ غار سے باہر آئی' جو نہایت خوبصورت تھی۔ گویا اس کا چہرہ ایک آفتاب تھا۔ کہنے لگی' منحوس اسی دن تک بھوکا رہا اور ٹھہر گیا۔ پھر خدا پر اپنے عمل کا ناز کرتا ہے۔ مجھ کو چھ ماہ گزر گئے ہیں کہ کھانا نہیں چکھا۔ آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ میں ایک دن غار میں تھا۔ میں نے کہا' الٰہی میں تیرا شاکر بندہ ہوں۔ پھر میں نے سنا کہ مجھے کہتے ہیں جب اپنے سوا کسی اور کو جس پر انعام کیا گیا ہو نہ دیکھے گا۔ میں نے کہا' الٰہی کیونکہ میں نے اپنے سوا کسی اور کو انعام پانے والا نہ سمجھوں۔ حالانکہ تم نے انبیاء علیہم السلام پر انعام کیا ہے۔ بادشاہوں پر انعام کیا ہے۔ میں نے سنا کہ کہتے ہیں' اگر انبیاء نہ ہوتے تو تم راہ راست نہ پاتے اور اگر علماء نہ ہوتے تو پیروی کس کی کرتے' اگر بادشاہ نہ ہوتے تو بے غم نہ ہوتے اور یہ سب میری نعمتیں تم پر ہیں۔ آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ میرا ایک رفیق تھا۔ اس کے بعد میں نے غار میں ایک جگہ بنائی۔ ہم

خدائے تعالیٰ کے ملنے کی طلب کرتے تھے اور کہتے تھے کہ کل مجھ کو فتح ہوگی۔ اتفاقاً ایک مرد آیا' جو کہ باہیبت تھا۔ ہم نے کہا کہ تم کون ہو؟ عبدالملک۔ ہم نے جانا کہ وہ اولیاء اللہ میں سے ہے۔ ہم نے پوچھا کہ تمہارا کیا حال ہے؟ کہا' تمہارا کیا حال ہے؟ اس شخص کا حال کیا ہوگا جو کہ یہ کہتا ہے کہ کل مجھے فتح ہوگی اور اس سے اگلے دن مجھے کشود ہو جائے گی۔ یہ نہ ولایت ہے' نہ فلاح۔ اے نفس کیوں خدا کی عبادت خدا ہی کیلئے نہیں کرتا۔ ہم نے جان لیا کہ اس کو ہماری طرف کیوں لائے ہیں۔ ہم نے توبہ استغفار کی اور ہم پر فتح ظاہر ہوئی۔

وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **یاعلی طهر ثيابک من الدنس بمدداللہ فی کل نفس** یعنی اے علی پاک کر اپنے کپڑوں کو میل سے تاکہ خدا کی مدد سے ہر دم تم کامیاب ہو۔ میں نے کہا' یارسول اللہ میرے کپڑے کون سے ہیں؟ فرمایا کہ خدائے تعالیٰ نے تم کو پانچ خلعتیں پہنائی ہے۔ اول خلعت محبت' دوم خلعت معرفت' سوم خلعت توحید' چہارم خلعت ایمان' پنجم خلعت اسلام۔ جو شخص خدائے تعالیٰ کو دوست رکھتا ہے۔ اس پر ہر چیز آسان ہو جاتی ہے اور جو شخص خدا کو پہچانتا ہے۔ اس کی نظر میں تمام چیزیں چھوٹی نظر آتی ہیں اور جو شخص کہ خدا کو ایک جانتا ہے تو کسی کو اس کے ساتھ شریک نہیں کرتا۔ جو شخص خدا پر ایمان لاتا ہے' وہ ہر چیز سے بے خوف ہو جاتا ہے۔ جو شخص اسلام پر ہو' خدائے تعالی کا گناہگار نہیں ہوتا' اگر گناہ کرتا بھی ہے تو عذر کرتا ہے اور وہ قبول کر لیتا ہے۔ شیخ ابوالحسن فرماتے ہیں' یہیں سے میں نے خدا کے اس قول کا مطلب سمجھ لیا۔ **وثیابک فطهر** یعنی اپنے کپڑوں کو پاک کر تو شاگرد شیخ ابوالعباس مرسی کہتے ہیں کہ مدینہ شریف سے میں نے امیر المومنین حمزہ رضی اللہ عنہ کی زیارت کا ارادہ کیا۔ راستہ میں ایک اور شخص میرا رفیق بن گیا۔ جب ہم وہاں پر پہنچے تو مزار کا دروازہ بند تھا۔ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت کی برکت سے کھل گیا۔ ہم اندر گئے دیکھا کہ روضہ کے نزدیک ایک مرد دعا مانگتا ہے۔ میں نے اپنے رفیق سے کہا کہ مرد ابدال ہے اور دعا اس وقت مقبول ہے۔ اس نے دعا مانگی کہ خدائے تعالیٰ اس کو ایک اشرفی روزی کر دے اور میں نے دعا مانگی کہ خدائے تعالیٰ بلائے دنیا اور عذاب آخرت سے نجات دے۔ جب لوٹنے کے وقت مدینہ شریف کے نزدیک ہم پہنچے۔ ایک شخص سامنے آیا اور میرے رفیق کو اس نے ایک دینار دیا اور جب ہم مدینہ میں آئے اور شیخ ابوالحسن کی نظر ہم پر پڑی تو میرے رفیق سے کہا' اے خسیس الہمت تم نے ایسی گھڑی پائی تھی کہ جس میں دعا قبول ہوتی تھی' مگر تم نے ایک دینار پر خرچ کر دی۔ کیوں تو ابوالعباس کی طرح نہ ہوا کہ خدائے تعالیٰ سے دنیا اور آخرت کی عافیت مانگتا۔ خدائے تعالیٰ نے اس کی دعا قبول کی۔ وہ فرماتے ہیں کہ

شروع حال میں مجھے اس بارہ تردد ہوا کہ آیا جنگل میں لوگوں سے منقطع ہو کر رہوں یا آبادی میں آؤں کہ جس میں علماء بزرگوں کی صحبت میسر ہو۔ مجھ کو بتایا گیا کہ پہاڑ پر ایک ولی رہتے ہیں۔ میں نے ان کی زیارت کا ارادہ کیا۔ رات کے وقت میں وہاں گیا۔ دل میں کہا کہ رات کے وقت ان کی خدمت میں نہ جاؤں۔ اس لئے اس غار کے دروازہ پر سو رہا۔ میں نے سنا کہ وہ اندر سے یہ کہتا ہے کہ خدایا بعض لوگ ایسے ہیں کہ تجھ سے یہ چاہتے ہیں کہ تو اپنی مخلوق کو ان کا مسخر بنا دے۔ تو نے مسخر کر دیا تو وہ تجھ سے اس پر راضی ہو گئے لیکن میں تجھ سے مانگتا ہوں کہ اپنے مخلوق کو مجھ سے بدگو بنا دے تا کہ مجھ کو تیرے سوا اور کسی کا ٹھکانہ نہ ہو۔ میں نے دل میں کہا' اے نفس سن لے کہ یہ شیخ کس سمندر کا اقرار کرتا ہے جب صبح ہوئی تو میں ان کے سامنے گیا اور سلام کہا۔ اس کی ہیبت وخوف سے میں بھر گیا۔ میں نے کہا' اے میرے سردار کیا حال ہے؟ کہا کہ میں خدائے تعالیٰ سے نیکی اور تسلیم' خوشی' رضا کی شکایت کرتا ہوں۔ جس طرح تو نے تدبیر اختیار کی گرمی کی شکایت کرتا ہے۔ کہا کہ میں تدبیر واختیار کی گرمی کو جانتا ہوں اور اس وقت میں اس میں ہوں' مگر فرمایئے کہ نیکی' تسلیم' رضا کیا ہے اور کیوں اس کی شکایت کرتے ہو؟ کہا' میں ڈرتا ہوں کہ اس کی تختی مجھ کو خدائے تعالیٰ سے مشغول کرے۔ میں نے کہا' اے میرے سردار میں نے سنا ہے کہ آپ رات کو کہتے تھے۔ خدایا تیرے بعض ایسے بندے ہیں کہ تم سے یہ چاہتے ہیں کہ اپنی مخلوق کو ان کے مسخر کر دے۔ تو نے ان کو مسخر کر دیا تو وہ راضی ہو گئے۔ شیخ ہنس پڑے اور کہا' اے فرزند تم جو اللھم سخرنی کہتے ہو۔ یعنی اے خدا میرے مسخر بنا دے۔ اس کے عوض اگر یوں کہے' اللھم کن لی الٰہی تو میرا ہو جا تو کیا تجھے گمان ہے کہ جس کا خدائے تعالیٰ ہو جائے' وہ کسی کا محتاج ہو گا۔ یہ بددلی کیا ہے؟ امام یافعی کہتے ہیں کہ میں نے بعض مشائخ سے سنا ہے کہ جب کوئی ان سے دعا کیلئے کہتا ہے تو آپ کہتے' کان اللہ لک یعنی خدا تیرا ہو جائے یہ کلمہ باوجود چھوٹا ہونے کے تمام مقاصد کا جامع ہے کیونکہ جب خدا تعالیٰ کسی کا ہو جائے تو اس کے سارے مطلب دے دیتا ہے لیکن خدائے تعالیٰ اس کا بنتا ہے جو اس کا ہو جائے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من کان اللہ کان اللہ لہ یعنی جو شخص کہ خدائے تعالیٰ کا ہو جائے' خدا اس کا ہو جاتا ہے۔ شیخ ابوالحسن فرماتے ہیں انا لانری مع الحق من الخلق احدا وان کان ولا بدفکالھباء فی الھواء ان فتشۃ لم تجدشیئا یعنی ہم خدا کے ساتھ کسی مخلوق کو کچھ بھی نہیں دیکھتے اور اگر ضروری ہو تو ایسا دیکھتے ہیں۔ جیسا کہ ایک ذرہ ہوا میں ہوتا ہے' اگر اس کی تفتیش کرو تو کچھ بھی نہیں ہوتا۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ لاتکن حظک من دعائک الفرح بقضاء حاجتک دون فرحک بمناجاتک لمحبوبک فتکون من المحجوبین یعنی تیرا حصہ دعا

سے ایسا نہ ہونا چاہئے کہ اپنی حاجت روائی سے خوش ہو اور اپنے محبوب سے مناجات کرنے میں خوش نہ ہو۔ پھر محجوبین میں سے ہو جائے گا۔ یعنی خدا سے دور ہو جائے گا۔ آپ یہ بھی کہتے ہیں کل فقیر لم یکن فیه اربعة ادب فجعله والتراب سواء لا رحمة للاصاغر والحرمة للاکابر والانصاف من النفس وترک الانصاف لها یعنی جس فقیر میں چار آداب نہ ہوں تو اس کو اور مٹی کو برابر سمجھ' چھوٹوں پر رحم کرنا' بڑوں کی تعظیم' نفس سے انصاف چاہنا اور اپنے لئے انصاف کو چھوڑ دینا۔ آپ ۶۵۴ھ میں ایسے وقت میں فوت ہوئے کہ مکہ مبارکہ کی طرف ایسے جنگل میں توجہ کر رہے تھے کہ جس میں کھاری پانی تھا۔ جب آپ کو وہاں دفن کیا تو آپ کی برکت سے وہ پانی میٹھا ہو گیا۔

۵۴۷- شیخ عفیف الدین تلسانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کا نام سلیمان بن علی ہے۔ بعض متعصب فقہاء نے ان کی طرف زندقہ الحاد کی نسبت کی ہے۔ وجہ اس کی یہ لکھی ہے کہ لوگوں نے ان کو ایک بار کہا' انت نصیر بعض منی یعنی نصیر تو میرا ہی جزو ہے اور صوفیہ کی اصطلاحات کے عالم پر یہ بات پوشیدہ نہیں کہ ان کے مقامات میں سے ایک مقام جمع ہے کہ اس مقام کا صاحب وجود کے تمام اجزاء کو اپنے اجزاء و تفصیل دیکھتا ہے اور سب کو اپنے اندر مشاہدہ کرتا ہے۔ جیسا کہ کہتے ہیں۔

خبر درویش است جملہ نیک وبد

ومن اشعارہ المشعرۃ بذلک

فی طور کل حقیقة لی مسلک	ولکل مرتبة وذوق اسلک
ان دارت افلاک من حولی فبی	وعلی دور محیطها یتحرک

یعنی ان کے اشعار میں سے جو اس طریقہ کی خبر دیتے ہیں' یہ ہیں۔ ہر حقیقت کے طور پر میرا مسلک ہے اور ہر مرتبہ و ذوق میں چلتا ہوں' اگر آسمان میرے گرد گرد چکر لگائیں گے۔ پس میرے ساتھ اور مجھ پر اس کے محیط کا دور حرکت کرتا ہے اور یہ جو انہوں نے النصیر بعض منی کہا ہے۔ ممکن ہے کہ اس معنی میں ہو۔ خواہ تحقیق کے طور پر یا تقلید کے طور پر اپنی کتاب ''منازل السائرین'' کی' جو شیخ الاسلام ابو اسمٰعیل عبداللہ ہروی کی تصنیف ہے۔ عمدہ شرح لکھی ہے۔ جس شخص کو ان صوفیہ کے مشرب کی تھوڑی سی چاشنی بھی ہے۔ وہ جانتا ہے کہ ان کی باتیں اکثر قواعد علم و معرفت اور ذوق وجدان کی خصوصیت پر مبنی ہے۔ ایسا ہی ان کا ایک دیوان ہے کہ جو بڑا لطیف و شیریں

ہے۔ جو شخص اس کا مطالعہ کرتا ہے جانتا ہے کہ جھوٹ کے چشمہ سے کبھی ایسا میٹھا پانی صاف جوش نہیں مارا جاتا اور خبیث درخت سے کبھی ایسا عمدہ میوہ پیدا نہیں ہوا کرتا۔ ''شرح منازل السائرین'' میں مقام رضا کے درجہ ثالثہ میں لکھتے ہیں۔ **وقد ذقت هذا المقام والحمدلله تعالیٰ وفحققت صحبة لی فی ثلث مواطن اولها اننی اشرفت علی اقتل بسیوف الفرنج خذلهم الله تعالیٰ فنظرت فی قلبی فلم اجد عنده تفاوتا عن الحیوة والموت رضی بحکم الله تعالیٰ بغلبة سلطان المحبة ولموطن الثانی التی اشرفت علی الغرق فنظرت الی قلبی فارایت تفاوتابین الحیوة والموت رضی بحکم الله تعالیٰ والموطن الثالث قیل لی احذر من طریق الصوفیة لان فیها امور اتزل القدم فیها فنظرت الی قلبی وصجبت عقد الرضی مع ربی وقلت اعرض بعد الاقبال واخاف مع صحة محبتی الله تعالیٰ من افضلال ففاضت عینائی من الدموع وسرت فی وجودی ونشرة الخضوع والخشوع واخذتنی حالة وجد کدت فیها ان فارق نفسی بعد غیبة حسی فلما انفصلت نظمت ارتجالا.**

انا فی عنان ارادة المحبوب اجری لامحاله　　اما الی محض الهوی طوعا واما للضلالة

متی احب احبه انا عبده فی کل حالة ومن اشاره شهدت نفسک فینا وهی واحدة کثیرة ذات اوصاف واسماء ونحن فیک شهدنا بعد کثیر تناعینا بها اتحدالمرئی اوالرائی یعنی میں نے چکھا ہے' اس مقام کو اور خدا کی تعریف ہے۔ اس مقام کا حصول مجھ کو تین موقعوں پر ہوا ہے۔ پہلا موقع یہ تھا کہ میں فرنگ کی تلواروں سے خدا ان کو رسوا کرے' قتل ہونے کا تھا۔ تب میں نے اپنے دل میں دیکھا تو اس کے نزدیک زندگی و موت میں کچھ فرق نہ دیکھا۔ کیونکہ وہ خدائے تعالیٰ کے حکم سے بوجہ غلبہ محبت راضی تھا۔ دوسرا موقع یہ تھا کہ میں ڈوبنے لگا تھا۔ تب میں نے اپنے دل کو دیکھا تو پھر بھی زندگی موت میں خدا کے حکم کی رضامندی کی وجہ سے کوئی فرق نہ پایا۔ تیسرا موقع یہ تھا کہ مجھ سے کہا گیا' صوفیوں کے طریق سے ڈرتے رہیو۔ کیونکہ اس میں ایسے کام ہیں کہ جس میں قدم پھسلتا ہے۔ تب میں نے اپنے دل کو دیکھا تو اپنے رب کے ساتھ رضا کی گرہ کو درست کر لیا اور میں نے کہا کہ یہ کیا میں خدا کی طرف متوجہ ہو کر کنارہ کروں گا اور باوجود خدا کی سچی محبت کی گمراہی کے خوف سے ڈروں گا۔ تب میری آنکھوں سے آنسو نکل آئے اور میرے وجود میں خشوع خضوع کا نشہ سرایت کر گیا اور وجد کی حالت پیدا ہو گئی۔ قریب تھا کہ بے ہوشی میں میری جان نکل جائے۔ پھر جب مجھے ہوش آیا تو میں نے فوراً یہ نظم کہی۔ یعنی میں محبوب کے ارادہ کی باگ میں ضرور چلتا ہوں یا محض محبت کی طرف خوشی سے اور یا گمراہی کی طرف جب میں اس کو درست بناتا ہوں تو اس حالت میں کہ میں اس کا ہر حال میں بندہ ہوں اور اس

کے اشارات میں سے یہ ہیں۔ یعنی تیرے نفس نے ہم میں مشاہدہ کیا حالانکہ وہ ایک ہے جس سے بہت سے اوصاف اور اسماء ہیں اور ہم تجھ میں دیکھتے ہیں۔ اپنی کثرت کے بعد کہ جس میں دیکھی ہوئی چیز اور دیکھنے والا ایک ہو جاتے ہیں۔ شیخ عفیف الدین ۶۹۰ھ میں فوت ہوئے۔

۵۴۸- یاسین مغربی حجام اسود رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ ولی اور صاحب کرامت ہیں' لیکن حجامی کی صورت میں اس کو چھپا رکھا تھا۔ امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان کے مرید و معتقد تھے۔ ان کی زیارت کو گئے تھے۔ ان کی صحبت و خدمت سے تبرک حاصل کرتے تھے اور ان کی نسبت ارادت کے مقام میں تھی۔ جس امر کا وہ اشارہ کرتے' اسی پر چلتے تھے۔ ایک دن ان سے کہا کہ جو کتابیں تمہارے پاس مستعار ہیں۔ وہ ان کے مالکوں کو دے دو اور اپنے گھر کو جاؤ۔ ان کی بات امام نے قبول کی۔ جب اپنے وطن گئے تو دیکھا کہ بیوی بیمار ہے اور فوت ہوگئی۔ شیخ یاسین ماہ ربیع الاول ۶۸۷ھ میں فوت ہوئے۔ ان کی عمر اسی سال کی تھی۔ امام محی الدین نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۲۴ رجب ۶۷۷ھ میں فوت ہوئے ہیں۔

۵۴۹- شیخ ابو العباس المرسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ شیخ ابو الحسن شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شاگرد ہیں۔ مقامات عالیہ اور کرامات ظاہرہ والے تھے۔ ایک دن ایک شخص آپ کو ضیافت میں لے گیا۔ ان کے امتحان کیلئے ایسا کھانا پکایا جس میں شبہ تھا۔ شیخ کے سامنے وہ کھانا رکھا۔ شیخ نے اس سے کہا کہ اگر حارث محاسبی کی ایک رگ انگلی میں تھی کہ جب شبہ والے کھانے پر ہاتھ ڈالتے تو وہ حرکت کرنے لگتی تھی۔ یاد رہے کہ میرے ہاتھ میں ساٹھ رگیں ایسی ہیں کہ اسی طرح حرکت کرتی ہیں۔ کھانے والے نے توبہ کی اور عذر کیا۔ امام یافعی کہتے ہیں کہ ایک بادشاہ نے ایک شیخ کا امتحان کیا اور کھانے منگوائے کہ جس میں بعض گوشت تو حلال ذبیحہ تھا اور بعض مردہ کا تھا۔ شیخ نے کمر باندھ لی اور کہا' اے درویشو! آج میں تمہارا خادم بنتا ہوں۔ کھڑے ہو گئے اور جس کھانے میں کہ گوشت ذبیحہ تھا۔ وہ تو درویشوں کے سامنے رکھ دیتے اور جس میں مردہ کا تھا۔ اس کو دور کرتے اور کہتے کہ یہ بادشاہ کے سپاہیوں کیلئے ہے اور کہتے تھے الطیب للطیب والخبیث للخبیث یعنی پاک پاک کیلئے اور پلید پلید کیلئے۔ سلطان حاضر تھا۔ اس نے اس امتحان سے توبہ کی۔ کہتے ہیں کہ یعقوب نے جو کہ مغرب کے ملک کا امیر المومنین تھا۔ ملک کی غیرت سے اپنے بھائی کو مار ڈالا اور اس سے پشیمان ہوا اور ایسی توبہ کی کہ جس نے اس میں پورا اثر کیا۔ اس کے باطنی حالات اچھے ظاہر

ہونے لگے۔ ارادت والوں کے واقعات دیکھتا تھا۔ کسی شیخ کا طالب ہوا کہ اپنے آپ کو اس کے حوالے کرے۔ لوگوں نے اس کو شیخ ابومدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا نشان دیا۔ شیخ کی خدمت میں اس نے التماس کی۔ شیخ نے مان لیا فرمایا کہ حاکم کی اطاعت چاہئے لیکن میں اس تک پہنچ نہیں سکتا۔ مجھ کو حکم دیا گیا ہے کہ تلمسان میں جاؤں۔ وہ مغرب کا ایک شہر ہے۔ اس روز شیخ جنگ میں تھے۔ جب تلمسان میں پہنچے تو یعقوب کے قاصدوں سے کہا کہ میرا سلام صاحب کو کہہ دو اور یہ کہ وہ تمہاری شفا شیخ ابوالحسن مرسی کے ہاتھ میں ہے۔ شیخ ابومدین نے تلمسان میں وفات پائی۔ یعقوب کے پیادے اس کے پاس آئے اور شیخ کی وصیت پہنچائی۔ یعقوب نے شیخ ابوالعباس سے درخواست کی۔ وہ بھی خدا کی درگاہ سے یعقوب سے ملنے پر مامور ہوئے۔ ملاقات کے دن یعقوب نے حکم دیا کہ ایک مرغی کا بچہ ذبح کرو اور ایک کا گلہ گھونٹ کر علیحدہ علیحدہ لاؤ۔ وہ شیخ کے سامنے لائے۔ شیخ نے خادم سے اشارہ کیا کہ اس کو اٹھا دو۔ کیونکہ مردار ہے اور دوسرے کو کھانے لگے۔ پھر یعقوب نے اپنا ملک بیٹے کو دے دیا اور اپنے آپ کو بالکل شیخ کے سپرد کر دیا۔ شیخ ابومدین کے دم کی برکت اور شیخ ابوالعباس کے حسن تربیت سے اس کو کشود حاصل ہوئی اور ولایت کے مرتبہ میں ثابت قدم ہو گیا۔ ایک شام بارش کیلئے محتاج ہوئے۔ شیخ ابوالعباس یعقوب کے ساتھ جنگل کو گئے۔ شیخ یعقوب سے کہا' اے میرے سردار۔ آپ اس کے زیادہ لائق ہیں۔ شیخ نے کہا' تمہارے لئے اس کا حکم ہوا ہے۔ پھر یعقوب نے نماز پڑھی اور دعا مانگی۔ فی الفور دعا کی مقبولیت کا اثر ظاہر ہوا اور بارش ہونے لگی۔

۵۵۰- شیخ سعد حداد (لوہار) اور ان کے مرید شیخ جوہر رحمہما اللہ

شیخ جوہر شروع میں کسی شخص کے غلام تھے۔ پھر آزاد ہو گئے۔ عدن کے بازار میں خرید و فروخت کیا کرتے تھے اور فقراء کی مجالس میں حاضر ہوتے تھے اور ان سے بڑا اعتقاد اخلاص رکھتے تھے۔ وہ امی تھے۔ جب شیخ کبیر حداد کی وفات کا وقت آیا جو کہ عدن میں دفن ہیں تو فقراء نے ان سے کہا کہ آپ کے بعد شیخ کون ہوگا؟ فرمایا' میرے مرنے کے بعد تیسرے دن اس مقام پر کہ فقراء جمع ہوتے ہیں۔ ایک سبز مرغ آئے گا جس کے سر پر وہ بیٹھ جائے گا۔ وہی شیخ ہوگا۔ جب تیسرا دن ہوا اور فقراء قرآن اور ذکر سے فارغ ہوئے اور شیخ کے وعدے کے منتظر تھے۔ اتنے میں دیکھا کہ ایک سبز مرغ اترا اور فقراء کے پاس بیٹھ گیا۔ بڑے فقراء میں سے ہر ایک یہ چاہتا تھا کہ وہ مرغ میرے ہی سر پر بیٹھے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ مرغ اڑا اور جوہر کے سر پر جا بیٹھا۔ یہ مطلب اس کے دل میں اور نہ کسی شیخ کے دل میں گزرا تھا۔ سب ان کے پاس آئے کہ ان کو شیخ کی جگہ پر لائیں اور بجائے شیخ کے

ان کو بٹھائیں۔ وہ رو پڑے اور کہا کہ مجھ کو اس کام کی کیا صلاحیت ہے۔ میں تو ایک بازاری آدمی اور ان پڑھ ہوں۔ فقراء کا طریق۔ ان کے آداب مجھے معلوم نہیں۔ مجھ پر لوگوں کے حق ہیں۔ میرے ان کے معاملات ہیں۔ سب فقراء کہنے لگے' یہ ایک آسمانی حکم ہے اور آپ کو اس سے گریز نہیں ہو سکتی۔ خدائے تعالیٰ آپ کی تائید کرے گا۔ جو مناسب ہوگا' اس کی تعلیم دے گا۔ کہا کہ اچھا مجھے اتنی مہلت دو کہ بازار جاؤں اور مسلمانوں کے حقوق گردن سے تار لوں۔ تب وہ بازار میں گئے اور ہر ایک کا حق ادا کر دیا۔ اس وقت شیخ کے حجرہ میں بیٹھ گئے اور فقراء کی صحبت کو لازم کر لیا۔ **فصار کاسمه جوهر اوله من الفضائل والكمالات مايطول ذكره فسبحان الكريم المنان ذالک فضل الله یوتیه من یشاء والله ذوالفضل العظیم** یعنی تب وہ اپنے نام کی طرح جوہر بن گئے۔ ان کے فضائل و کمالات اتنے ہیں کہ جن کا ذکر طویل ہے۔ پس کریم منان ہی پاک ہے۔ یہ خدا کا فضل ہے جس کو چاہتے ہیں' دیتے ہیں۔ اللہ بڑے فضل والا ہے۔

۵۵۱- احمد بن الجعد و شیخ سعید ابو عیسیٰ کنیت رحمہما اللہ تعالیٰ

امام یافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ بلاد یمن میں دو شیخ تھے۔ ایک شیخ کبیر عارف باللہ' شیخ احمد بن الجعد اور دوسرا کبیر عارف شیخ سعید ہر ایک کے اصحاب اور شاگرد تھے۔ ایک دن شیخ احمد نے اپنے اصحاب سے بعض گزشتہ بزرگوں کی زیارت کا ارادہ ظاہر کیا اور شیخ سعید تک پہنچے۔ شیخ سعید نے بھی موافقت کی۔ جب کچھ اور چلے تو شیخ سعید ان کی موافقت سے پشیمان ہو کر واپس چلے گئے۔ شیخ احمد اپنے ارادہ سے چلے گئے اور زیارت کی۔ چند دن کے بعد شیخ سعید اصحاب کو لے کر باہر نکلے اور اسی زیارت کا ارادہ کیا۔ شیخ احمد ان کو راستہ میں ملے اور باہم ملاقات ہوئی۔ شیخ احمد نے شیخ سعید سے کہا کہ فقراء کا تم پر حق ثابت ہو چکا ہے کیونکہ اسی روز موافقت سے واپس آ گئے تھے۔ شیخ سعید نے کہا' مجھ پر کوئی حق واجب نہیں ہوا۔ شیخ احمد نے کہا کہ اٹھ اور انصاف دے۔ شیخ سعید نے کہا' جو ہم کو اٹھائے' ہم اس کو بٹھائیں گے۔ شیخ احمد نے کہا' جو ہم کو بٹھائے' ہم اس کو بٹلا کرتے ہیں۔ ان دونوں بزرگوں کو جو کچھ کہ ایک نے دوسرے سے کہا تھا' پہنچ گیا۔ شیخ احمد کو تو گنٹھیا ہو گیا اور ایک جگہ پر رہے۔ یہاں تک کہ فوت ہو گئے اور شیخ سعید اس امر میں مبتلا ہوئے کہ اپنے بدن کو اکھیڑتے تھے اور کاٹتے تھے۔ یہاں تک کہ فوت ہو گئے۔ امام یافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ فقراء کا حال تیز تلوار سے بڑھ کر ہوتا ہے۔ جب یہ لوگ حالات میں ایک دوسرے کے برابر ہوں تو ان کے حالات ایک دوسرے میں اثر کرتے ہیں اور اگر برابر نہ ہوں تو قوی کا

حال ضعیف میں اثر کر جاتا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ پہلا حال اثر کر جاتا ہے اور پچھلا نہیں کرتا۔ یعنی ظاہر امر ہے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

۵۵۲- شیخ نجم الدین عبداللہ بن محمد اصفہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ ابوالعباس مرسی کے شاگرد ہیں۔ برسوں مکہ کے مجاور رہے ہیں۔ آپ کے مناقب بہت ہیں اور کرامات بے شمار۔ ایک عالم نے مجھ سے کہا کہ میں اپنے باپ کو بیمار چھوڑ کر حج کو گیا جب مکہ میں پہنچا تو حج کیا۔ میرا دل باپ کی وجہ سے پریشان تھا۔ شیخ نجم الدین سے میں نے کہا' کیا مضائقہ ہو' اگر آپ بعض مکاشفات میں اپنا دل لگا کر میرے باپ کے حالات سے مطلع ہو جائیں اور مجھے بتائیں۔ انہوں نے اسی وقت دیکھا اور کہا کہ ابھی وہ صحت پا گئے ہیں اور چارپائی پر بیٹھے ہوئے مسواک کرتے ہیں۔ اپنی کتابیں اپنے پاس جمع کی ہوئی ہیں۔ ان کا حلیہ وحالت یہ ہے۔ سچے نشانات بتائے' حالانکہ انہوں نے کبھی ان کو نہ دیکھا تھا۔ ایک دن ایک ولی اللہ کے جنازہ کے ساتھ باہر نکلے۔ جب کلمہ تلقین کرنے والا جو کہ ایک فقیہ تھا۔ قبر پر بیٹھا کہ ان کو تلقین کرے۔ شیخ نجم الدین ہنس پڑے۔ ایک شاگرد نے ہنسنے کا سبب پوچھا تو اس کو جھڑکا۔ پھر اس کے بعد بتایا کہ جب تلقین شروع کی تو صاحب قبر نے کہا' تعجب نہیں کرتے' ایسے مردہ سے کہ زندہ کو تلقین کرتا ہے۔ اس سے کہا گیا کہ کبھی تم نے بیوی کی ہے؟ کہا' میں نے ہرگز بیوی نہیں کی۔ بلکہ میں نے ایسا کھانا نہیں کھایا جس کو کسی عورت نے پکایا ہو۔ شیخ نے نجم کے ملک میں ان سے کہا تھا کہ تم بہت جلد مصر کے ملک میں قطب سے ملاقات کرو گے۔ اس لئے آپ قطب کی طلب میں باہر نکلے۔ راستہ میں لٹیروں کے ایک قافلہ نے آپ کو پکڑ لیا اور کہنے لگے' یہ جاسوس ہے۔ ان کو حراست میں رکھا اور مقید کر دیا۔ آپ کہتے ہیں' میں نے اتفاقاً دیکھا کہ ایک پیر مجھ پر ایسا اترتا ہے جس طرح باز شکار پر۔ اس نے مجھے کھول دیا اور کہا' اے عبداللہ اٹھ کہ تیرا مطلب میں ہوں۔ تب میں گیا یہاں تک کہ مصر میں پہنچ گیا' لیکن اپنے مطلوب کو نہ پہچانا اور نہ جانا کہ وہ کہاں ہے۔ یہاں تک کہ ایک دن لوگوں نے کہا کہ شیخ ابوالعباس مرسی آئے ہیں۔ درویشوں کی ایک جماعت نے کہا کہ چلو ان سے ملیں اور سلام کر آئیں۔ جب میری آنکھ ان پر پڑی تو میں نے پہچان لیا کہ یہ وہی پیر ہے جس نے مجھے کھولا تھا اور انہوں نے بھی نشانی کہی۔ جس کو حاضرین نے نہ جانا۔ میں نے ان کی خدمت وصحبت کو ضروری سمجھا۔ یہاں تک کہ دنیا سے انتقال ہوا جب شیخ فوت ہوئے تو مکہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ راستہ میں اپنے شیخ شیخ ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار پر

پہنچے۔ آپ نے قبر سے ان سے باتیں کیں اور کہا کہ مکہ میں جا کر بیٹھو۔ جب حرم شریف میں پہنچے تو سنا کہ کوئی غیب سے کہتا ہے قدمت الی خیر بلدو شر اھل یعنی تم اچھے شہر میں آئے ہو جو سب سے بہتر ہے اور جس کے رہنے والے سب سے بڑے ہیں۔ آپ مکہ میں مجاور رہے۔ یہاں تک کہ ۷۲۱ھ میں انتقال کر گئے۔ ان کو فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی قبر کے قریب دفن کیا گیا۔

مجاورت کے دنوں میں ان کو بظاہر مکہ کے باہر عرفات سے زیادہ دور پر کسی نے نہ دیکھا تھا' لیکن باطن میں اس کا جاننا علماء باطن کا کام ہے۔ ایک ولی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے میں واپس آیا اور مکہ کی طرف متوجہ ہوا۔ مجھے خیال ہوا کہ شیخ نجم الدین کبھی مدینہ شریف میں نہیں گئے اور زیارت نہیں کی۔ دل میں میں ان پر اعتراض کرتا تھا۔ اتفاقاً میں نے سر جو اونچا کیا تو دیکھا کہ شیخ نجم الدین ہوا میں مدینہ کو اڑے جا رہے ہیں۔ مجھ کو آواز دی کہ یا محمد اور مجھ سے باتیں کیں۔ ایک دن ان کے اصحاب نے ان سے کہا کہ لوگ آپ پر اعتراض کرتے ہیں کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کو نہیں گئے اور نہ جاتے ہو۔ کہا کہ منکر دو حال سے خالی نہیں کہ باشرع ہے یا محقق' اگر باشرع ہے تو اس سے کہو کہ کیا غلام کو بغیر اجازت اپنے مالک کے سفر جانے کی اجازت ہے اور اگر محقق ہے تو اس سے کہو کہ جو شخص ہمیشہ تمہارے ساتھ رہتا ہے۔ کبھی اس کی طلب میں تم سفر کرتے ہو۔ خراسان کے ایک بڑے ولی کے خط کا یہ لکھا ہوا پایا گیا ہے کہ ایک دفعہ میں ۷۰۳ھ میں حرم شریف مکہ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ زدہا اللہ شرفاً۔ اس وقت حرم کے شیخ شیخ نجم الدین اصفہانی تھے۔ میں ان کی خدمت میں پہنچا کرتا تھا۔ ایک دن مجھ سے پوچھا کہ کیا تم کو یہ حدیث پہنچی ہے۔ بدلاء امتی اربعون اثنا عشر فی العراق وثمانیة وعشرون فی الشام یعنی میری امت کے چالیس ابدال ہیں۔ بارہ تو عراق میں ہیں اور اٹھائیس شام میں۔ میں نے کہا' ہاں مجھ کو پہنچی ہے لیکن مجھے یہ امر مشکل معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ شام وعراق میں کیونکر رہتے ہیں۔ شیخ نے فرمایا کہ حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام جہان کو دو حصہ مقرر کیا ہے۔ نصف شرقی' نصف غربی۔ عراق سے نصف شرقی مراد ہے اور شام سے نصف غربی۔ پس عراق وغیرہ جیسے خراسان' ہندوستان' ترکستان اور باقی بلدہ شرقیہ یہ سب عراق میں داخل ہیں اور شام اور اس کے ماسوا جیسے بلاد مصر ومغرب سب شام میں داخل ہیں۔ راوی کہتا ہے کہ اس وقت میرے دل میں یہ بات آئی کہ خواجہ قطب الدین یحییٰ جامی نیشاپور کے حال کی بابت سوال کروں۔ بلا اس کے کہ میں سوال کروں۔ شیخ نے فرمایا کہ خواجہ قطب الدین یحییٰ ان بارہ اشخاص میں سے ہے کہ جو عراق میں ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۵۵۳-خواجہ قطب الدین یحییٰ جامی نیشاپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کی کنیت ابوالفضل ہے۔ جام کے رہنے والے ہیں۔ نیشاپور کی پیدائش ہے۔ علوم ظاہری' احوال ظاہری سے موصوف معروف تھے۔ شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ اور شیخ صفی الدین اردبیلی' شیخ صدر الدین اردبیلی' شیخ شرف الدین ورکزینی کی صحبت میں رہے۔ سات دفعہ حج کیا ہے۔ ایک جنگل میں اپنے گلہ کے پیچھے تھا۔ وہاں پر ان کو بیت اللہ کی زیارت کا پختہ ارادہ ہوگیا۔ وہیں سے روانہ ہوگئے اور یہ رقعہ اپنے اصحاب کو لکھا کہ کل مجھے ایک جماعت کے ساتھ جنگل اور گلہ کیلئے باہر سیر جانے کا اتفاق ہوا۔ رباعی

یادوست ببوستان شدم رہگذری   برگل نظرے فگندم از بے خبری

ولدار بطعنہ گفت شرمت بادا   رخسار من اینجا وتو برگل نگری

اتفاقاً خدا کی غیرت **لاتدع مع اللہ** کی گھات سے باہر نکلی۔ یعنی مت پکارو سوا خدا کے اور خدائی جذبہ کے کمند کو مبتلا کے دل کی گردن میں ڈال دیا۔ مصرعہ۔

گرنیا ید بخوشی سوئے کشائش آرید

وطن کی طرف نہ گیا۔ فکر چھوڑ کہ جنگل ہی سے اس آیت کے اشارہ سے **واذن فی الناس بالحج یاتوک رجالا** یعنی لوگوں میں کہ حج کیلئے تیرے پاس آئیں۔ پیدل بیت اللہ کی طرف روانہ ہوگیا۔

چوں نروداز پئے صاحب کمند   آہوئے بیچارہ بگرون اسیر

والسلام علٰی من اتبع الھدیٰ یعنی سلام ان لوگوں پر جو ہدایت کی اتباع کرتے ہیں۔ آپ جمعرات کے دن ۲۱ جمادی الآخر ۷۴۰ھ میں فوت ہوئے اور آپ کی قبر فیروزہ باد کے دروازہ کے باہر ہرات میں ہے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

۵۵۴-ابو محمد عبداللہ مرجانی مغربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ بڑے بزرگ صوفی مشائخ میں سے ہیں۔ علوم الٰہی اور ربانی معارف کے دروازے آپ پر کھلے ہوئے تھے۔ آپ سے لوگوں نے کہا' فلاں شخص یوں کہتا ہے کہ ایک دفعہ شیخ باتیں کرتے تھے۔ آسمان سے ان کے منہ تک میں نے ایک نور کا ستون دیکھا۔ جب شیخ خاموش ہوئے تو وہ ستون بھی منقطع ہوگیا۔ شیخ ہنس پڑے

اور کہا' اس کو معلوم نہیں بلکہ جب ستون منقطع ہوا تو میں چپ ہو گیا تھا۔ یعنی وہ نور کا ستون آسمانی امداد الٰہی کی صورت میں تھا۔ جب وہ مدد منقطع ہوگئی تو زبان چپ ہوگئی۔ آپ تونس میں ۶۰۹ھ میں فوت ہوئے۔

۵۵۵- ابو عبداللہ المعروف بیا بن المطرف اندلسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ مکہ کے مجاور تھے اور رات دن ان کا وظیفہ یہ تھا کہ پچاس دفعہ ساتوں طواف کرتے۔ ۶۰۷ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ مکہ کے بادشاہ نے اپنے نہایت اعتقاد وخلوص سے ان کے صندوق کو اپنے کندھوں پر اٹھایا تھا۔ امام یافعی کہتے ہیں کہ شیخ ابومحمد بکری مغربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک مرید کہتا ہے کہ جب شیخ عبداللہ فوت ہوئے تو شیخ نجم الدین اصفہانی نے فرمایامات الفقر من الحجاز یعنی عرب سے فقر مرگیا (جاتا رہا) مجھ سے کہا کہ شیخ ابومحمد کا ارادہ ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرے۔ شیخ ابوعبداللہ مطرف کے دواع کیلئے آئے۔ شیخ ابوعبداللہ نے فرمایا' میں نے یوں سنا ہے کہ فلاں منزل پر پانی نہیں ہے۔ تم کو سختی تو بہت ہوگی' لیکن آخر بارش برسے گی اور پانی مل جائے گا۔ ہم چار شخص تھے۔ جب اس منزل میں پہنچے تو واقعی جیسے شیخ نے فرمایا تھا۔ وہاں پر پانی نہ تھا۔ ہم راستہ پر آئے تو ہوا گرم ہوگئی اور پیاس نے غلبہ کیا۔ ہمارے پاس تھوڑا سا پانی تھا۔ ایک شخص نے چاہا کہ وہ پانی پیئے۔ شیخ ابومحمد نے کہا کہ مت پی' اگر پیئے گا تو مرجائے گا۔ صرف اپنا گلا اس سے تر کرلے۔ اس کے بعد جب ہم نے بہت سختی اٹھائی۔ پیاس اور سخت گرمی تھی۔ کہیں سایہ دار درخت نہ تھا۔ ہم تھوڑی دیر بیٹھے رہے۔ اتنے میں شیخ ابومحمد نے پوچھا کہ شیخ ابوعبداللہ مطرف نے کیا کہا کہ اس سے بڑھ کر ہم کو اور کیا سختی پہنچے گی۔ پھر پوچھا کہ اور کیا کہا تھا؟ میں نے کہا' یہ کہا تھا کہ آخر بارش ہوگی اور تم سیراب ہو جاؤ گے۔ شیخ نے کہا' تمہیں خوشخبری ہو کہ بارش ہوگئی۔ دفعتہً ہم نے دیکھا کہ ایک طرف سے ابر کا ٹکڑا ظاہر ہوا اور بڑھتا ہوا' ہمارے سر تک پہنچا اور اتنا برسا کہ ہمارے گرداگرد سیل رواں ہوگی۔ تب ہم نے پانی پیا۔ وضو وغسل کیا اور پانی اپنے ساتھ اٹھالیا اور چل دیئے۔ جب اور چند قدم چلے تو بارش کا کچھ اثر نہ پایا۔

۵۵۶- شیخ سلیمان ترکمانی مولہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ دمشق میں رہتے تھے۔ ایک پرانی سیلی عبا پہنے رہتے اور اپنی جگہ سے بہت کم اُٹھتے تھے۔ باتیں بہت کرتے تھے۔ بعض علماء ظاہر باوجود اپنی بزرگی کے ان کے سامنے نیازمندی کیا کرتے تھے اور بیٹھا کرتے تھے'

کہتے ہیں کہ وہ رمضان میں کچھ کھایا کرتے اور نماز نہ پڑھتے تھے' لیکن ان کو غائبانہ کشف واطلاع ہوتی تھی۔اس کی بابت خبریں دیا کرتے۔امام یافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ ہوسکتا ہے کہ یہ بات اپنے حال کے چھپانے اور دھوکہ دینے سے ہو۔ایسے وقت وہ نماز پڑھتے ہوں کہ کسی کو اس پر اطلاع نہ ہو' اور جو کچھ منہ میں رکھا اور چبایا ہو۔اس کے گلے میں نہ اترا ہو اور ایسی باتیں اس گروہ کی بہت دیکھی گئی ہیں۔جیسا کہ قضیب البان موصلی شیخ ریحان وغیرہ سے منقول ہے۔شیخ سلیمان ۱۴ءھ میں فوت ہوئے۔

۵۵۷- شیخ علی کردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ دانا دیوانوں میں گزرے ہیں۔ان سے طرح طرح کی کرامات' خرق ظاہر ہوئی ہیں۔دمشق کے سب لوگ ان کے مرید معتقد تھے۔ان پر آپ حکم کیا کرتے تھے جس طرح مالک غلام پر کرتا ہے' وہ سب آپ کے حکم کو مانا کرتے تھے۔ایک دن دمشق کے بڑے آدمی سے کہا کہ درویشوں کیلئے دعوت وسماع کا فکر کرو۔اس شخص نے دعوت کی اور قوالوں کو بلایا اور مشہور درویشوں کو بلایا۔جب یہ لوگ سب جمع ہو گئے تو شیخ علی کردی اس گھر میں تشریف لائے۔وہاں پر شکر کے قالب دیکھے۔صاحب خانہ سے کہا کہ ان سب کو حوض میں ڈال دے۔سب کو حوض میں ڈال دیا اور درویش شربت پیتے تھے اور سماع سنتے تھے۔آخر دن تک بعدازاں کچھ کھایا اور واپس آ گئے۔شیخ علی کردی نے صاحب خانہ سے کہا کہ ان قالبوں کو حوض سے باہر نکال لو۔سب کو باہر نکال لیا وہ ویسے ہی ثابت تھے کہ پہلے تھے۔ان میں سے کوئی بھی گلا نہ تھا۔اس کے بعد صاحب خانہ سے کہا' تم باہر جاؤ اور دروازہ کو مجھ پر بند کر کے قفل لگا دو۔میرے پاس تین دن کے بعد آنا۔اس نے ایسا ہی کیا۔دوسرے دن وہ شیخ علی کو راستہ میں ملا اور سلام کہا۔اس کے بعد گھر میں آیا گھر ویسا ہی بند تھا۔قفل کھولا اندر آیا' تو دیکھا کہ گھر کے فرش کے پتھر اکھڑا ہوا ہے۔سامنے آیا اور کہا اے میرے سردار گھر کے فرش کو کیوں اکھیڑ دیا۔کہا کہ کیا یہ جائز ہے کہ تو اچھا آدمی ہو کر حرام کے فرش پر درویشوں اور دوستوں کی دعوت کرے۔اس نے کہا' اے میرے سردار یہ میرے باپ کی میراث ہے۔شیخ غصہ ہوئے اور اس کو چھوڑ کر چل دیے۔وہ شخص شیخ کے مکاشفات جانتا تھا۔سوچا' اس کے دل میں آیا کہ ایک دفعہ پتھروں کو اکھاڑا تھا' اور اصلاح کی تھی۔جس استاد نے یہ کام کیا اور اس کو بلایا' اور بڑے اصرار سے اس سے پوچھا' آخر اس نے اقرار کیا کہ میں نے تمہارے پتھر بیچ ڈالے تھے اور مسجد کے پتھر اس کی جگہ استعمال کئے تھے۔

جس وقت کہ شیخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ تعالیٰ روحہ ایلچی بن کر دمشق میں آئے تھے۔ اپنے مریدین سے کہنے لگے' کہ ہم شیخ علی کی زیارت کو جاتے ہیں۔ لوگوں نے کہا' کہ وہ تو ایک ایسا مرد ہے جو کہ نماز نہیں پڑھتا' اور اکثر اوقات ننگا رہتا ہے۔ شیخ نے کہا' میں ضرور اس کو دیکھوں گا۔ شیخ سوار ہوئے۔ جب ان کے مکان کے قریب پہنچے تو نیچے اتر آئے۔ جب شیخ علی نے دیکھا کہ وہ قریب آ گئے ہیں اس وقت اپنے ستر کو ڈھانک لیا۔ شیخ نے فرمایا' کہ ہم کو تمہاری یہ حالت روک نہیں سکتی۔ آج ہم تمہارے مہمان ہیں۔ پھر نزدیک ہوئے سلام کہا اور بیٹھ گئے۔ اتفاقاً مزدور آ گئے جن کے پاس بہت سا کھانا تھا۔ شیخ علی نے کہا کہ شیخ کے سامنے یہ کھانا رکھ دو کیونکہ یہ ہمارے مہمان ہیں۔ شیخ نے کھانا کھایا' اور علی کردی کو بزرگ مانا۔ شیخ علی کردی شروع میں مسجد جامع میں رہتے تھے۔ اتفاقاً ایک اور مجذوب جس کو یاقوت کہا کرتے تھے شہر دمشق میں آ گیا۔ جس وقت وہ آیا شیخ علی دمشق سے باہر چلے گئے اور جنگل میں رہنے لگے۔ اس کے بعد شہر میں نہ آئے۔ یہاں تک کہ فوت ہو گئے اور یاقوت شہر کے (باطنی) حاکم بن گئے۔

۵۵۸- شیخ مفرح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ مصر کے اہل صعید میں سے ہیں۔ بڑے جلیل القدر اور بڑی شان والے ہیں۔ یہ ایک حبشی غلام تھے۔ ان کو ایسا قومی جذبہ ہوا کہ چھ ماہ تک کھانا نہ کھایا نہ پانی پیا۔ لوگوں نے سمجھا کہ پاگل ہو گئے۔ ہر چند مارا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ ان کو قید کر دیا اور قید خانہ میں ایک کوٹھڑی میں بند کر دیا۔ جب لوگ آئے تو دیکھا کہ قید خانہ کے باہر ہیں۔ جب ایسی چند کرامات ان سے دیکھیں' تو چند مرغ بھنے ہوئے ان کے پاس لائے۔ ان کو آپ نے کہا کہ اڑ جاؤ۔ سب زندہ ہو کر خدا کے حکم سے اڑنے لگے۔ آپ کے مریدوں میں سے ایک نے ان کو عرفہ کے دن عرفات میں دیکھا اور دوسرے نے اسی روز ان کو اپنے گھر میں دیکھا اور تمام دن ان کے پاس رہا۔ جب دونوں شخص باہم ملے تو ان میں جھگڑا ہو گیا۔ ایک کہتا تھا کہ وہ عرفہ کے دن عرفات میں تھے اور اس کی سچائی پر طلاق کی قسم کھائی۔ دوسرے نے کہا کہ وہ تمام دن اپنے گھر میں رہے ہیں۔ اس نے بھی طلاق کی قسم کھائی۔ تب جھگڑتے ہوئے شیخ مفرح کی خدمت میں آئے اور جو کچھ اپنے میں جھگڑا ہوا تھا' بیان کیا۔ شیخ نے کہا' تم دونوں سچے ہو' اور کسی کی عورت پر طلاق نہیں پڑی۔ ایک بڑے بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ مفرح سے پوچھا کہ ہر ایک کا سچا ہونا دوسرے کی قسم ٹوٹنے کا موجب ہے تو پھر کیونکر کسی کی بھی قسم نہیں ٹوٹی' اور جس مجلس میں کہ میں نے یہ مسئلہ پوچھا

تھا۔ علماء کی ایک جماعت حاضر تھی۔ شیخ نے سب کو اشارہ کیا کہ اس مسئلہ میں جواب دو۔ ہر ایک نے کچھ کچھ کہا' مگر کسی کا جواب شافی کافی نہ تھا۔ اس درمیان میں مجھ پر اس کا جواب ظاہر ہو گیا۔ شیخ نے مجھے اشارہ کیا کہ تم ہی جواب دو۔ میں نے کہا' کہ جب ولی کی ولایت ثابت ہو جائے اور وہ ایسے مطلب تک ہو جائے کہ اس کی روحانیت مجسمہ صورت بن سکے تو ہو سکتا ہے کہ ایک ہی وقت میں مختلف مکانوں میں کئی صورتوں میں دکھائی دے۔ جس طرح پر چاہے۔ پس جس شخص نے آپ کو عرفات میں ایک صورت میں دیکھا ہے۔ وہ سچا ہے' اور جس نے دوسری صورت میں ان کے گھر میں دیکھا ہے وہ بھی سچا ہے اور قسم کھانے سے کوئی بھی حانث نہیں ہوتا۔ شیخ مفرح نے فرمایا کہ صحیح جواب یہی ہے' جو تم نے بتلایا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و نفعنابہ

۵۵۹- شیخ ابوالعباس الدمنہوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

دمنہور مصر میں ایک موضع ہے۔ ایک سوداگر کہتا ہے کہ میں سفر میں تھا۔ میرے پاس ایک چارپایہ تھا۔ جس پر میرا سب اسباب تھا۔ جب میں مصر میں آیا اور لوگوں سے ملا' تو وہ چارپایہ گم ہو گیا۔ ہر چند تلاش کیا نہ ملا۔ ایک میرے دوست نے کہا' کہ شیخ ابوالعباس دمنہوری کے پاس جاؤ' شاید کہ دعا کریں اور میں بھی اس سے پہلے ان کو پہچانتا تھا۔ تب میں ان کے پاس گیا' اور سلام کہا۔ اپنا حال بیان کیا۔ انہوں نے میری بات کا کچھ خیال نہ کیا' لیکن کہا کہ ہمارے مہمان آ گئے ہیں۔ اس قدر آٹے کی ضرورت ہے اور اتنا گوشت اور دیگر ضروریات کا ذکر کیا۔ تب میں آپ کے سامنے سے نکل کر باہر آیا اور میں نے دل میں کہا کہ واللہ پھر کبھی ان کے پاس نہ جاؤں گا۔ یہ درویش سوائے اپنے مطالب کے اور کچھ نہیں جانتے۔ پس اس نیت پر چل دیا۔ اتفاقاً ایک شخص مجھ کو ملا کہ جس کے پاس میرا کچھ نکلتا تھا۔ میں نے اس کو پکڑ لیا اور کہا کہ میں تجھ کو نہ چھوڑوں گا۔ یہاں تک کہ جو کچھ تمہارے ذمہ میرا نکلتا ہے وہ دے دے۔ اس نے مجھے ساٹھ درم دیئے۔ میں نے کہا کہ ان درموں سے بیوپار کرتا ہوں یا تو جو کچھ گیا ہے وہ آ گیا یا یہ بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں چلا جائے۔ جو کچھ شیخ نے کہا تھا وہ میں نے خرید لیا اور چند درم بڑھ گئے تو ان سے کچھ حلوا خرید کیا اور سب سامان ایک مزدور کے سر پر اٹھا کر شیخ کی خدمت کا فیصلہ کیا۔ جب شیخ کے حجرہ کے پاس پہنچا تو میں نے دیکھا کہ میرا جانور شیخ کے حجرہ کے دروازہ پر کھڑا ہے۔ میں نے دل میں کہا' یہ جانور میرا نہ ہو گا بلکہ اس کا ہم شکل ہے جب میں اور قریب پہنچا تو پہچان لیا کہ یہ میرا ہی جانور ہے اور میرا سامان ویسا ہی اس کی پیٹھ پر لدا ہوا ہے۔ میں نے کہا کہ اس کو کسی کے سپرد کروں یا اپنے ساتھ شیخ کے حجرہ تک لے جاؤں کہ کہیں

پھر گم نہ جائے۔ پھر میں نے کہا کہ جس نے اس کو سلامتی کے ساتھ مجھ تک پہنچا دیا' وہ میرے لئے اس کو نگاہ رکھے گا۔ میں شیخ کی خدمت میں آیا اور جو کچھ لایا تھا وہ حاضر کر دیا۔ جب حلوا تک نوبت پہنچی تو شیخ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ میں نے کہا' کچھ درم زائد بچے تھے ان کا حلوا لے آیا کہا کہ یہ شرط میں داخل نہ تھا۔ میں بھی کچھ زائد کرتا ہوں۔ اٹھ اور اپنا مال بازار لے جا اور بیچ۔ جلدی نہ کرنا اور جو کچھ بیچے فی الحال اس کی قیمت لے لے۔ اس سے نہ ڈرنا کہ اور سوداگر آ کر تمہارے نرخ کو توڑ دیں گے۔ دریا میرے دائیں ہاتھ میں ہے اور جنگل میرے بائیں ہاتھ میں۔ تب میں بازار میں گیا اور تمام مال زائد قیمت مقررہ سے بیچ ڈالا اور تمام مول لے لیا۔ جب میں فارغ ہوا تو سوداگر سمندروں اور جنگلوں سے ٹوٹ پڑے چنانچہ تم کہو کہ پہلے قید خانہ میں تھے اور اب ان کو آزاد کر دیا گیا ہے۔

۵۶۰- شیخ ریحان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ عدن میں رہتے تھے ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ایک شخص عدن کے نزدیک سمندر کے کنارہ پر تھا۔ عدن میں نہ آ سکا کیونکہ رات پڑ گئی تھی اور دروازے بند تھے۔ اس لئے رات سمندر کے کنارہ پر رہا اور کھانے کی کوئی چیز اس کے پاس نہ تھی۔ اتفاقاً دیکھا کہ شیخ ریحان کنارہ پر ہیں۔ ان کی خدمت میں آیا اور کہا' اے میرے سردار دروازے بند ہیں اور میرے پاس کھانے کی کوئی چیز نہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھ کو حریرہ دیں۔ شیخ نے کہا کہ اس شخص کو دیکھو کہ مجھ سے شام کے وقت کھانا' وہ بھی حریرہ مانگتا ہے۔ گویا میں حریرہ پکاتا رہتا ہوں۔ میں نے کہا' اے میرے سردار مجھے تو یہی چاہئے لے کر چھوڑوں گا۔ دفعتہً میں نے دیکھا کہ ایک حریرہ کا پیالہ گرما گرم موجود ہو گیا' لیکن اس میں گھی نہ تھا۔ میں نے کہا' حضرت گھی چاہئے۔ پھر شیخ نے کہا کہ اس کو دیکھو۔ حریرہ بے گھی کا نہیں کھا سکتا۔ کیونکہ میں روغن فروش ہوں۔ میں نے کہا' حضرت گھی بغیر تو بندہ کھانے کا نہیں۔ فرمایا' اس کوزہ کو سمندر کے کنارہ لے جا اور پانی لا کہ میں وضو کروں۔ میں نے پانی لایا۔ لوٹا مجھ سے لے لیا اور اس میں حریرہ پر پانی ڈال دیا۔ تب میں نے وہ کھایا کہ ایسا روغن کبھی نہ کھایا تھا۔ ایک اور شخص کہتا ہے کہ میں رمضان شریف کے مہینہ میں مغرب عشاء کے درمیان بازار کو گیا تاکہ مردانوں کیلئے کچھ خریدوں۔ اتفاقاً شیخ ریحان نے مجھے دیکھ لیا اور اپنے پاس کھینچ لیا۔ مجھ کو ہوا پر دور تک لے گئے۔ میں رو پڑا اور کہا' میں چاہتا ہوں کہ مجھ کو آپ زمین پر اتار دیں۔ مجھ کو زمین پر اتار دیا۔ کہا کہ میں چاہتا تھا کہ تم سیر کرو' مگر تمہاری مرضی نہیں ہے۔ امام یافعی کہتے ہیں کہ بے شک انہوں نے اس سیر سے آسمان کے عجائب ملکوت کی سیر کا ارادہ کیا تھا۔ ایک صالح شخص کہتے ہیں ایک دن شیخ

ریحان سے میں نے کہا کہ میری طرف توجہ رکھئے۔ کہا' جب تک کہ یہ سر درست ہے' مت ڈرا اور اپنے سر کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے سمجھ لیا ان کا مطلب یہ ہے کہ جب تک میں زندہ ہوں اور یہ ان کا مطلب مجھے جب معلوم ہوا کہ وہ فوت ہوئے۔ اس لئے کہ وہ پہاڑ کے نیچے جا رہے تھے' گر پڑے اور ان کا سر ٹوٹ گیا۔ اسی وجہ سے فوت ہوئے رضی اللہ عنہ۔

۵۶۱- شیخ علاؤ الدین الخوارزمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ بزرگ تھے۔ امام یافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ آپ ۱۲ دن تک ایک وضو سے نماز پڑھا کرتے تھے۔ پندرہ سال تک زمین پر نہیں لیٹے۔ کئی کئی دن تک کھانا نہیں کھایا کرتے تھے' اور جب کھاتے بھی تو تھوڑا سا موٹا کھانا کھاتے۔ میرے پاس مٹی میں تھوڑا گوشت تھا لیکن میں بھی ان کی موافقت کیلئے بڑی سختی بغیر نہ کھاتا تھا۔ کہتے تھے کہ کئی سال ہو گئے ہیں' ان منکرات کی وجہ سے جو دیکھتے ہیں بے اختیار حج کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کو اس کا حکم دیا گیا ہے۔ امام یافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہ بھی کہتے ہیں کہ شیخ علاؤ الدین نے فرمایا ہے کہ میں روم کے بعض کناروں میں گوشہ نشین تھا۔ جب عید الفطر کا دن ہوا' تو مسلمانوں کے ایک گاؤں میں گیا کہ نماز عید پڑھوں۔ جب وہاں سے واپس آیا' تو دیکھا کہ میری جھونپڑی میں ایک شخص نماز پڑھتا ہے۔ جھونپڑی کے دروازہ پر ریت تھی' مگر اس کے پاؤں کا اثر کوئی نہ تھا۔ میں نے تعجب کیا کہ یہ شخص کہاں سے آ گیا۔ اس کے بعد وہ سخت رویا۔ میں اس فکر میں ہوا کہ ان کیلئے کیا لاؤں کیونکہ عید کا دن ہے۔ میری طرف توجہ کی اور کہا' اے شخص فکر نہ کر کہ غیب میں وہ کچھ نعمتیں ہیں جن کو تم نہیں جانتے' لیکن اگر تمہارے پاس پانی ہے' تو لاؤ۔ میں اٹھا کر لوٹا لایا تو دیکھا کہ لوٹے کے سامنے دو بڑی روٹیاں گرم اور بہت سے مغز بادام پڑے ہیں۔ میں نے ان کو اٹھا لیا اور اس کے سامنے لے گیا۔ روٹی توڑی اور مغز بادام میرے سامنے ڈال دیئے اور کہا کہ کھاؤ۔ کھڑے ہوئے اور مغز بادام مجھے دیتے تھے اور میں کھاتا تھا۔ انہوں نے صرف ایک یا دو مغز کھائے۔ میں نے اس کھانے کے موجود ہونے کا تعجب سمجھا۔ کہا' اس پر تعجب نہ کر کیونکہ خدا کے ایسے بندے ہیں کہ وہ جہاں ہوں' اور جو کچھ چاہیں وہی پا لیتے ہیں۔ میرا تعجب اور بڑھ گیا۔ میں نے دل میں کہا کہ میں ان سے بھائی بننے کی خواہش کروں۔ کہنے لگا' جلدی مت کرو کیونکہ میں پھر تم سے ملوں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ پھر اسی وقت وہ مجھ سے غائب ہو گئے اور نہ جانا کہ کدھر گیا۔ شوال کی ساتویں رات کو پھر آیا اور مجھ سے بھائی بننے کا عہد پختہ کیا۔ رضی اللہ عنہ۔

۵۶۲- امام عبداللہ الیافعی الیمنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ ابوسعادات عفیف الدین عبداللہ بن اسعد یافعی یمنی حرمین شریفین کے رہنے والے شرفہما اللہ رضی اللہ عنہ۔ آپ اپنے وقت کے بڑے مشائخ میں اور علوم ظاہری و باطنی کے عالم ہیں۔ آپ کی تصنیفات ہیں۔ منجملہ ان کے تاریخ مراۃ الجنان عبرۃ الیقظان فی معرفت حوادث الزمان اور کتاب روضۃ الریاحین فی حکایات الصالحین کتاب درالنظیم فی فضائل القرآن العظیم اس کے ماسوا اور بھی تصانیف ہیں۔ اشعار بھی عمدہ کہتے تھے۔ آپ لکھتے ہیں کہ شیخ علاؤالدین خوارزمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے کہ ایک رات شام کے ایک شہر میں اپنی خلوت میں عشاء کی نماز کے بعد میں بیٹھا جاگتا تھا۔ اندر سے خلوت کا دروازہ بند کیا ہوا تھا۔ دفعتہً میں نے دو مرد اپنی خلوت میں دیکھے۔ مجھے معلوم نہ ہوا کہ وہ اندر کیسے آ گئے۔ ایک گھڑی تک مجھ سے باتیں کرتے رہے اور ایک دوسرے کے ساتھ فقراء کی باتیں کرتے رہے۔ شام کے ایک مرد خدا کا ذکر کیا اور اس کی تعریف کی اور کہنے لگے' وہ نیک مرد ہے اگر وہ جان لیتا کہ کہاں سے کھاتا ہے۔ اس کے بعد کہنے لگے' ہمارا سلام اپنے دوست عبداللہ یافعی کو پہنچا دینا۔ میں نے کہا کہ اس کو کہاں سے پہچانتے ہو وہ تو حجاز میں ہے۔ کہنے لگے' ہم کو معلوم ہے۔ اٹھے اور محراب کی طرف بڑھے۔ میں نے سمجھا کہ نماز پڑھیں گے' مگر وہ دیوار سے باہر نکل گئے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ شیخ مذکور نے کہا ہے' میں شام کے بعض کناروں میں ماہ رجب ۷۴۲ھ میں ظہر کے بعد دو پیر میری خلوت میں آئے۔ مجھ کو معلوم نہ ہوا کہ کہاں سے آئے ہیں اور کس شہر کے ہیں۔ جب مجھ کو سلام کہا اور مصافحہ کیا' تو مجھ کو ان سے محبت ہو گئی۔ میں نے کہا' آپ کہاں سے آئے ہیں؟ کہنے لگے' سبحان اللہ تم جیسا اس کی بابت سوال کرے۔ اس کے بعد جو میرے پاس جو کا خشک ٹکڑا تھا۔ میں نے ان کے سامنے رکھ دیا۔ کہنے لگے' ہم اس لئے تو نہیں آئے۔ میں نے کہا' پھر کس لئے آئے ہو؟ کہنے لگے' ہم آئے ہیں اور تم کو وصیت کرتے ہیں کہ ہمارا سلام عبداللہ یافعی کو پہنچا دینا اور کہہ دو کہ تم کو خوشخبری ہو۔ میں نے کہا' تم اس کو کیونکر پہچانتے ہو؟ کہنے لگے کہ ہم ان سے ملے ہیں اور وہ ہم کو ملے ہیں۔ میں نے کہا' اس خوشخبری دینے کا تم کو حکم ہوا ہے؟ کہنے لگے' ہاں' اور ایسا ذکر کیا کہ ہم بھائیوں کے پاس سے آتے ہیں' جو مشرق میں ہے۔ پھر اسی وقت غائب ہو گئے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ مجھے شروع میں تردد تھا کہ علم کی طلب میں مشغول ہو جاؤں کہ جو فضیلت و کمالات کا موجب ہے یا عبادت میں مشغول رہوں کہ جس سے شیرین اور آفت قیل وقال سے سلامتی پیدا ہوتی ہے۔ اس کشاکش واضطراب میں مجھ کو نہ آرام تھا' نہ نیند آتی

تھی۔ میرے پاس ایک کتاب تھی جس کے مطالعہ میں رات دن لگا رہتا تھا۔ اس بے قراری میں میں نے اس کو کھولا۔ اس میں ایک ورق دیکھا کہ پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ اس میں چند شعر لکھے ہوئے تھے کہ جو کسی سے میں نے نہ سنے تھے۔ وہ یہ شعر تھے۔

کن عن همومک معرضا ۔۔۔ وکل الامور الی القضاء
فلرب ما السع المضیق ۔۔۔ ولو بما ضاق القضاء
ولرب امر متعب ۔۔۔ لک فی عواقبه رضاء
الله یفعل ما یشاء ۔۔۔ فلن تکن متعرضاء

یعنی اپنی غموں کو چھوڑ دے اور اپنے سب کام قضا کے سپرد کر دے کیونکہ البتہ بسا اوقات تنگی فرخ ہو جاتی ہے اور بسا اوقات فضا تنگ ہو جاتی ہے۔ البتہ بہت سے رنج میں ڈالنے والے کام ہیں جن کے انجام میں تیرے لئے رضامندی ہے۔ اللہ جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے۔ پس تو ہرگز اعتراض نہ کر جب میں نے اِن شعروں کو پڑھا تو گویا پانی تھا جو میری آگ پر ڈال دیا گیا۔ میری حرارت واضطراب کے سخت قلق کو دبا دیا گیا۔ انہوں نے اپنی کتاب ''مراۃ الجنان'' کی بنا سال پر رکھی ہے جو فن تاریخ میں ہے۔ ۷۵۰ھ تک حوادث کا بیان کیا ہے۔ معلوم نہیں کہ اس کے بعد اور کتنے سال تک زندہ رہے ہیں۔ رضی اللہ عنه ونفعنا

۵۶۳۔ شیخ شہاب الدین سہروردی مقتول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ان کا نام یحییٰ بن حبش ہے۔ مشائیوں اور اشراقیوں کی حکمت میں بڑے تبحر تھے اور دونوں فنون میں لائق تصنیفات اور عمدہ تالیفات رکھتے ہیں۔ بعضوں نے ان کو سیمیا کی طرف منسوب کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک دن ایک جماعت کے ساتھ دمشق سے باہر نکلے اور بکریوں کے گلے میں پہنچے۔ اس جماعت نے کہا' ہم کو ایک بکری چاہئے۔ ایک بکری کو پکڑ لیا اور دس درم ترکمان کو دئے جو بکریوں کا مالک تھا۔ وہ اس میں عذر کرتا تھا اور کہتا تھا کہ اس سے چھوٹی بکری لے لو۔ شیخ نے ساتھیوں سے کہا کہ تم چلے جاؤ اور بکری لے جاؤ کہ میں اس کو خوش کر دوں گا۔ وہ چل دیئے۔ آپ اس سے باتیں کرتے رہے اور اس کے دل کو خوش کرتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ لوگ دور نکل گئے۔ پھر آپ ان کے پیچھے جاتے تھے۔ ترکمان بھی ان کے پیچھے جاتا تھا اور چلاتا تھا۔ جب وہاں تک پہنچ گیا تو اس کا بایاں ہاتھ پکڑ کر کھینچا کہ کہاں جاتا ہے؟ اس کا ہاتھ شانہ سے جدا ہو گیا اور ترکمان کے ہاتھ میں رہا۔

خون بہنے لگا' ترکمان ڈرا۔ اس کو پھینک کر خود بھاگ گیا۔ اس کو لے کر یاروں تک پہنچا اس کے ہاتھ میں فقط رومال تھا۔ امام یافعی کہتے ہیں' برے کام ہیں جوان کے ہیں اور وہ برے لوگ ہیں جو یہ کام کرتے ہیں۔ وہ برے کام ہیں کہ جن کا یہ انجام ہوا اور ان کے یہ اشعار ہیں۔

حـرام عـلـى الـجـسـاد الـمـظـلـمـة　　ان يـلـحـق فـى مـلـكـوت الـسـمـوت

وحـد الله سبحـانه وانت بتعظيما ملان　　واذكره وانت من ملا بل لاكوان عريان

اللہ سبحانہ کی توحید بیان کر' اس حالت میں کہ تو اس کی تعظیم سے لبریز ہے۔ اس کو یاد کر' اس حالت میں کہ موجودات کے لباس سے برہنہ ہے اور ان کے اشعار میں سے یہ شعر ہیں۔

خـلـعـت هـيـا كـلـهـا بـجـرعـاء الحمى　　وصـيـت لـمـعـنـاهـا الـقـديـم تشوقا

وتـلـفـتـت انـحـو الـديـار فـشـاقـهـا　　ربـع عـفـت اطـلالـه فـتـمـزقـا

وقـفـت مـسـائـلـه فـردجـوا بـهـا　　رجـع الـصـدى ان لا سـبـيـل الـى اللقا

وكـانـهـا بـرق تـانـق بـالـحـمـى　　ثـم انـطـوى وكـانـه مـا ابـرقـا

یعنی باہر نکل آیا۔ نفس طبیعت اور شکل کی احکام سے ایسی منزل ہیں کہ ربع کی نہایت منزل ہے اور شوق سے اپنی منزل قدیم کا میلان کیا کہ مجردوں کا مقام ہے اور دیکھا ان منزلوں کو جن کو قطع کیا تھا۔ پھر آرزومند ہوا' ان منزلوں کا کہ جس کے آثار پرانے ہو چکے تھے۔ ٹھہرا اس مقام میں اور منزل کے حال سے سوال کیا' مگر جواب میں صرف سوال کی آواز کو سنا۔ جو اس کے سوال کا جواب ہوئی جس سے معلوم ہوا کہ اس منزل کی ملاقات کا کوئی طریق نہیں ہے۔ گویا کہ وہ بجلی چمکنے والی تھی۔ چراگاہ میں پھر لپیٹی جاتی تھی۔ گویا کہ چمکی ہی نہ تھی۔ امام یافعی کی تاریخ میں مذکور ہے کہ ان کو اعتقاد کے بگاڑ اور حکماء متقدمین کے طریق کے اعتقاد سے متہم کیا گیا تھا جب وہ حلب میں گئے تو وہاں کے علماء نے ان کے قتل کا فتویٰ دیا۔ بعض کہتے ہیں کہ ان کو قید کر دیا گیا اور گلا گھونٹ کر مار دیا گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ قتل اور سولی دیا گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ ان کو قتل کے اقسام میں اختیار دیا گیا۔ چونکہ وہ نفس کی ریاضت کے عادی تھے۔ یہ اختیار کیا کہ ان کو بھوک سے مار ڈالیں۔ چنانچہ ان کا کھانا بند کر دیا۔ یہاں تک کہ فوت ہوئے۔ ان کی عمر ۳۶ سال کی تھی یا ۳۸ سال کی اور یہ واقعہ ۵۸۷ھ میں ہوا۔ حلب کے لوگ ان کے بارہ میں مختلف تھے۔ بعض تو ان کو زندیق کہتے تھے اور بعض ان کو ولی صاحب کرامات جانتے تھے اور کہتے تھے قتل کے بعد بہت سی

ان کی کرامات ظاہر ہوئیں اور یہ ٹھیک معلوم ہوتا ہے۔ باوجود یہ کہ شیخ شمس الدین تبریزی قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ شہر دمشق میں شیخ شہاب الدین مقتول کو علانیہ کافر کہا کرتے تھے۔ میں کہتا ہوں کہ پناہ بخدا اگر وہ کافر ہوں کیونکہ جب وہ شیخ شمس کی خدمت میں پورے صدق سے آئے تو بدر کامل بن گئے۔ میں نیازمندان صادق کا بہت ہی نیاز مند ہوں لیکن اس کے منکروں سے بہت ہی متکبر ہوں۔ شیخ شہاب الدین کا علم عقل پر غالب تھا۔ عقل کو چاہئے کہ علم پر غالب ہو۔ حاکم دماغ کا محل عقل ہے' ضعیف ہو گیا تھا۔ عالم ارواح میں ایک گروہ ذوق حاصل کر کے نیچے اترے ہیں اور مقیم ہوتے ہیں۔ عالم ربانی سے باتیں کرتے ہیں لیکن وہی عالم ارواح ہے کہ ربانی پہچانتے ہیں' مگر خدا کا فضل ہو یا کوئی جذبہ ہو یا کوئی مرد ہو کہ اس کو بغل میں لے اور عالم ارواح سے عالم ربانی تک لے جائے۔

۵۶۴- شیخ اوحدالدین حامد کرمانی قدس اللہ تعالیٰ سرہ

آپ شیخ رکن الدین نجاسی کے مرید ہیں اور وہ شیخ قطب الدین اجہری کے وہ شیخ ابوالنجیب سہروردی کے قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم بڑے بزرگ گزرے ہیں۔ شیخ محی الدین ابن العربی کی صحبت میں رہے ہیں۔ شیخ موصوف نے ''کتاب فتوحات'' اور دیگر اپنی تصانیف میں ان کی حکایت کی ہے۔ ''فتوحات'' کے آٹھویں باب میں لکھتے ہیں کہ شیخ اوحدالدین کرمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا ہے کہ میں جوانی میں اپنے شیخ کی خدمت کرتا تھا۔ ہم سفر میں تھے۔ شیخ عماری میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کو پیٹ کی بیماری تھی۔ جب ہم ایسی جگہ پہنچے جہاں مارستان (سانپوں کی جگہ) تھی۔ میں نے درخواست کی کہ آپ اجازت دیں تو دوا لاؤں۔ جو نافع ہو۔ جب شیخ نے میرا اضطراب دیکھا تو اجازت دے دی۔ میں گیا دیکھا کہ ایک شخص خیمہ میں بیٹھا ہوا ہے۔ اس کے ملازم پیادہ کھڑے ہیں۔ اس کے سامنے شمع جل رہی ہے۔ میں اس کو نہ پہچانتا تھا' اور نہ وہ مجھے پہچانتا تھا۔ جب اس نے مجھے نوکروں میں دیکھا تو اٹھ کر میرے پاس آیا۔ میرا ہاتھ پکڑا اور کہا' تمہارا مطلب کیا ہے؟ میں نے شیخ کا حال اس سے بیان کیا۔ اسی وقت دوا حاضر کی اور مجھ کو دے دی۔ میرے ساتھ باہر نکلے۔ خادم شمع ہمراہ لایا۔ میں ڈرا کہ شیخ اس کو دیکھتے نہ ہوں۔ وہ باہر تک آئے میں نے ان کو قسم دی کہ آپ واپس چلے جائیں۔ وہ واپس گئے میں شیخ کی خدمت میں آیا اور دوا لایا جو کچھ انہوں نے تعظیم تکریم کی تھی۔ اس کا ذکر کیا شیخ ہنس پڑے اور کہا' اے فرزند جب میں نے تمہاری بے قراری دیکھی' تو مجھ کو تجھ پر شفقت آئی۔ اس لیے میں نے تم کو اجازت دے دی۔

جب تم وہاں پہنچے تو مجھے خوف معلوم ہوا کہ وہ شخص جو وہاں کا امیر ہے تمہاری طرف توجہ نہ کرے۔ پھر تم شرمندہ نہ ہو تب میں اپنی شکل سے علیحدہ ہو کر اس کی شکل میں آ گیا اور اس کی جگہ بیٹھ گیا۔ جب تم آئے تو میں نے تمہاری عزت کی اور جو کچھ تم نے دیکھا وہ کیا۔ "رسالہ اقبالیہ" میں مذکور ہے کہ شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا ہے' جس روز قافلہ منیٰ میں تھا۔ شیخ شہاب الدین قدس اللہ روحہ کا ایک مرید وہاں پر تھا۔ ہم اس کی زیارت کو گئے۔ جب بیٹھے تو ہر ایک قسم کی باتیں ہونے لگیں۔ ہم نے اس سے پوچھا کہ سنا جاتا ہے' شیخ شہاب الدین قدس سرہ شیخ اوحد الدین کرمانی کو بدعتی کہتے تھے اور اپنے پاس آنے نہیں دیا۔ کیا یہ بات سچ ہے؟ اس بوڑھے نے کہا' ہاں سچ ہے۔ میں اس مجمع میں شیخ کی خدمت میں حاضر تھا۔ کسی نے شیخ اوحد الدین کا ذکر کیا۔ فرمایا کہ میرے سامنے اس کا نام مت لو۔ کیونکہ وہ بدعتی ہے لیکن دوسرے دن بھی میں شیخ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ شیخ سے لوگوں نے کہا شیخ اوحد الدین نے آپ کی بات سن کر یہ کہا کہ اگرچہ مجھ کو بدعتی کہا ہے لیکن مجھ کو یہی فخر کافی ہے کہ میرا نام شیخ کی زبان پر گزرا ہے اور اس مطلب میں عربی کا شعر بھی ہے' وہ شعر یہ ہے۔

ماساء نی ذکرک لی بمساءۃ   بل سرلی انی خطرت ببالک

یعنی جو تم نے مجھ کو برائی سے یاد کیا ہے' تو یہ مجھے ناگوار نہیں گزرتا بلکہ میں خوش ہوا' اس سے کہ تمہارے دل میں میرا گزر ہوا۔ شیخ شہاب الدین قدس سرہ نے ان کے خلق کی تعریف فرمائی۔ شیخ شہاب الدین نے جو ان کو بدعتی کہا ہے' تو ممکن ہے ان کی یہ مراد ہو کہ وہ حقیقت کے شہود میں مظاہر صوری کے توسل کرتے تھے اور جمال مطلق کو مقیدات کی صورت میں مشاہدہ کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ گزر چکا ہے کہ شیخ شمس الدین تبریزی قدس سرہ نے ان سے پوچھا کہ تم کس کام میں لگے ہو۔ تو کہا' چاند کو پانی کے طشت میں دیکھتا ہوں۔ پس شیخ شمس الدین نے کہا کہ تمہاری پیٹھ پر پھوڑا نہیں' تو کیوں آسمان پر نہیں دیکھتے اور مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ سے لوگوں نے کہا کہ وہ شاہد پرست ہیں لیکن پاکباز ہیں۔ مولانا نے فرمایا کہ کاش کرتا اور گزر جاتا' اور ان کی یہ رباعی بھی اسی مطلب پر دلالت ہے۔ رباعی

زاں مے نگریم بچشم سرور صورت   زیرا کہ زمعنی است اثر درصورت

ایں عالم صورتست ومادر صوریم   معنی نتواں دید مگر درصورت

ایک تاریخ میں مذکور ہے کہ جب آپ سماع میں گرم ہوا کرتے تو لڑکوں نوجوانوں کے پیراہن پھاڑ ڈالتے اور اپنا سینہ ان کے سینہ پر رکھتے۔ جب بغداد میں پہنچے تو خلیفہ وقت کا ایک لڑکا بڑا حسین تھا۔ یہ بات سنی اور کہا کہ

وہ بدعتی اور کافر ہے اگر میری مجلس میں اس قسم کی حرکت کرے تو اس کو مار ڈالوں۔ جب سماع گرم ہوا تو شیخ نے کرامت سے یہ بات معلوم کر لی اور کہا۔ رباعی

سہل است مرا بر سر خنجر بودن　　دریائے مراد دوست بے سر بودن
تو آمدہ کافرے رابکشی　　غازی چو توئی رواست کافی بودن

خلیفہ کے بیٹے نے اپنا سر شیخ کے پاؤں پر رکھ دیا اور مرید ہو گیا۔ ایک بڑے عارف قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ اہل توحید و تحقیق کے نزدیک یہ بات ہے کہ کامل مکمل وہ شخص ہوتا ہے کہ حق سبحانہ کا مطلق جمال مظاہر موجودات حسی میں آنکھ سے مشاہدہ کرے۔ جس طرح کہ مظاہر روحانی میں دل کی آنکھ سے دیکھتا ہے۔ **یشاهدون بالبصیرة الجمال المطلق المعنوی بما یعاینون بالبصر الحس المقید الصوری** یعنی یہ لوگ بصیرت سے جمال مطلق معنوی کو جس طرح پر کہ آنکھ سے حس مقید صورت کو دیکھ لیتے ہیں۔ حق سبحانہ کا جمال وکمال دو اعتبار رکھتا ہے۔ ایک تو طلاق کا کہ وہ جمال والے کی حقیقت ہے' من حیث ہے ہی (یعنی جس حیثیت سے ہے کہ وہ ہے) عارف اس جمال مطلق کو فنا فی اللہ سبحانہ میں مشاہدہ کر سکتا ہے۔ دوسرا مقید ہے اور وہ تنزل کے حکم سے حاصل ہوتا ہے۔ مظاہر حسیہ یا روحانیہ میں پس اگر حسن دیکھتا ہے' تو ایسا دیکھتا ہے اور اس جمال کو مراتب کونیہ میں اتر کر خدا کا جمال جانتا ہے اور غیر عارف کی جب ایسی نظر نہیں ہوتی تو اس کو چاہئے کہ معشوق کو نہ دیکھے۔ تاکہ حیرت کے گڑھے میں نہ پڑا رہے اور انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ بعض اہل طریق سے وہ لوگ ہیں کہ مظاہر اور خوبصورت چیزوں میں مقید ہیں اور جب سالک عدم ترقی کے درپے ہوتا ہے تو حجاب میں رہتا ہے۔ چنانچہ بعض بزرگوں قدس اللہ اسرارہم نے اس سے بھی پناہ مانگی ہے اور فرمایا ہے۔ **نعوذ باللہ من التنکر بعد التعرف ومن الحجاب بعد التجلی** یعنی ہم اللہ سے پناہ مانگتے ہیں۔ اجنبی ہونے سے بعد پہچان کے اور حجاب سے بعد تجلی کے اور اس حرکت حسی کا تعلق اس سالک کی نسبت حسی کی ظاہر صورت سے کہ جس کی صفت سے موصوف ہے' نہیں بڑھتا۔ اگرچہ شہود اور کشف مقید اس کو حاصل ہوا اور اگر اس تعلق کو حسی میلان صورت سے منقطع ہو جائے تو دوسری صورت کے ساتھ جو حسن سے آراستہ ہو' تعلق ہو جاتا ہے اور ہمیشہ کشاکش میں رہتا ہے۔ صورت سے تعلق و میلان کا ہونا' حرمان فتنہ رسوائی کے دروازہ کے کھلنے کا باعث ہوتا ہے۔ خدا ہم کو اور تمام صالحین کو اس کی برائی سے بچائے۔ حسن ظن بلکہ سچا اعتقاد بڑے بزرگوں کی ایک جماعت کے ساتھ جیسے غزالی' شیخ اوحد الدین کرمانی' شیخ فخر الدین عراقی قدس اللہ اسرارہم کو جو مظاہری صوری حسی کے جمال میں مشغول رہے

ہیں۔ یہ ہے کہ یہ لوگ وہاں جمال مطلق حق سبحانہ کا مشاہدہ کیا کرتے تھے اور حسی صورتوں میں مقید نہ تھے اور اگر وہ بعض اکابر کو ان کی نسبت انکار ہوا ہے تو اس سے تو ان کا یہ مقصود ہوگا کہ محجوب لوگ اس کو اپنا دستور نہ بنالیں اور اپنے حال کا قیاس ان پر نہ کریں۔ ہمیشہ طبیعت کی رسوائی اور سب سے نیچے درجہ میں نہ پڑے رہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم باسرارہم۔ شیخ اوحدالدین کی لطیف نظمیں ہیں۔ ''مثنوی'' وغیرہ ''مصباح الارواح'' کے آخر میں لکھتے ہیں۔

نظم

تاجنبش دست ہست مادام — سایہ متحرک است ناکام
چوں سایہ زدست یافت مایہ — پس نیست خود اندر اصل سایہ
چیزے کہ وجود او بخود نیست — ہتیش نہادن از خرد نیست
ہست است ولیک ہست مطلق — نزدیک حکیم نیست جز حق
ہستی کہ بحق قوام دارد — اونیست ولیک نام دارد
برنقش خوداست فتنہ نقاش — کس نیست دریں میان تو خوش باش
خودگفت حقیقت وخود درشنید — وان روئے کہ خود نمود خوودید
بس بادیقین کہ نیست واللہ — موجود حقیقی سوئے اللہ

ان کے رباعیات میں سے بھی ہیں۔

رباعیات

اودحد دردل میزنی آخر دل کو — عمریست کہ راہ میروی منزل کو
در دینی دو بے دفا میگروی — پنجاہ دوچلہ داشتی حاصل کو
جزنیستی تو نیست ہستی بخدا — اے ہوشیاران خوشت مستی بخدا
گرزانکہ بحق پرتی ناگاہ — حقا کہ رہی زبت پرتی بخدا
اسرارحقیقت نشود حل بسوال — نے نیز بدر باختن حشمت ومال
تاخون نکنی دیدہ دل پنجہ سال — ہرگز ندہند راہت ازقال بحال
ذاتم زورائے حرف بیروں زحداست — ذرچشمہ لطف آبحیاتم مدداست

علت زاحد باوحد آمد حرفی علت بگذار کانیک اوحد احداست

۵۶۵- امیر سید قاسم تبریز قدس اللہ تعالیٰ سرہ

آپ شروع میں شیخ صدرالدین اردبیلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے عقیدہ رکھتے تھے۔ اس کے بعد شیخ صدرالدین علی یمنی سے کہ وہ شیخ اوحدالدین کرمانی قدس اللہ روحہما کے مریدوں میں تھے' پہنچے ان کی ارادت کی نسبت کو میں نے ان کے بعض معتقدین کے خط سے دیکھا ہے۔ سو وہاں پر شیخ صدرالدین علی یمنی مذکور ہے' شیخ صدرالدین اردبیلی نہیں۔ ایسا سننے میں آیا ہے کہ سید قدس اللہ سرہ شیخ صدرالدین یمنی کو بہت پسند کرتے تھے اور عقیدت کا اظہار کیا کرتے تھے۔ حاصل کلام یہ کہ اہل زمانہ قبول وانکار میں دو گروہ ہیں اور ان سے دو اثر باقی رہ گئے ہیں۔ ایک تو دیوان اشعار' جو کہ حقائق واسرار پر مشتمل ہے کہ جس سے کشف عرفان ذوق وجدان کے آثار ظاہری ہیں۔ دوسری وہ جماعت ہے کہ اپنے آپ کو ان کی طرف نسبت کرتے ہیں اور ان کے مرید سمجھتے ہیں۔ اس فقیر نے ان میں سے بعض کو دیکھا ہے۔ بعض کا حال سنا ہے۔ ان میں سے اکثر تو دین واسلام کی رسی سے خارج تھے۔ اباحت اور شرع وسنت کی سستی کے دائرہ میں داخل تھے۔ ہو سکتا ہے کہ اس کا منشا یہ ہو کہ توحید کا مشرب سید قدس سرہ پر غالب ہو اور تمام امور میں مبد پر نظر رکھتے ہوں۔ اعراض واعتراض کے بساط کو بالکل طے کر چکے ہوں اور ذاتی کرم کے باعث جو ''فتوحات'' ونذریں آتی تھیں۔ وہ سب لنگر پر صرف ہوتی ہوں۔ نفس وہوی کے بندوں کو وہ باتیں وہاں حاصل ہوتی ہوں' کوئی رکاوٹ نہ ہو۔ ایک جماعت طبیعت کی مالک جمع ہوئی ہو۔ ان کی معارف کی بھی باتیں سنی ہوں' لیکن نفس وہوی کی وجہ سے اس میں تصرف کر دیا ہو' اور ان کو اپنی خواہش نفسانی کے اشغال اور مخالفت ہوا کے اغراض کا مقدمہ بنا لیا۔ اباحت اور شریعت وسنت کی سستی کے جنگل میں جا پڑے ہوں' لیکن وہ خود ان سب سے پاک ہوں۔ میں نے ان کے ایک درویش کو دیکھا تھا۔ بوڑھا تھا' لیکن عبادات وظائف بجالایا کرتا تھا۔ ہمیشہ ذکر کرتا تھا۔ میں نے اس سے سید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا حال دریافت کیا۔ اس نے کہا' میں ان کی خدمت میں دو دفعہ گیا ہوں۔ ایک دفعہ ہرات میں اور ایک دفعہ بلخ میں۔ ہر دفعہ چند دن ان کے خدمت میں رہا تھا۔ کہا کہ اپنے ملک کو چلا جا اور ان کے درمیان مت رہو کیونکہ تم کو ان کی صحبت نشان دے گی۔ بعض عزیز فرماتے ہیں کہ جب میں نے سمرقند میں سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ملاقات کی۔ معارف کے بیان کے درمیان حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بہت کچھ بیان کرتے تھے اور جتنی دفعہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کہتے تھے' رقت ہوتی تھی' اور بڑے بڑے آنسوؤں

کے سفید قطرے ان کی آنکھ سے گرا کرتے تھے۔ ان کے مرید کہا کرتے کہ اب وہ ابوبکری مقام میں ہیں۔ ایک اور عزیز جوان کی خدمت میں پہنچے کہتے تھے کہ میں نے ان کے ذاتی کرم کے برابر کسی کو نہیں دیکھا۔ ایک شخص خرجرد جام کے رہنے والے نے قبول وانکار میں غالباً تعصب سے خالی تھا۔ ان سے بعض کرامات کہ اس گروہ کی ہوتی ہیں۔ بیان کرتا تھا' ایک عزیز جس کی باتوں پر سب کو اعتبار ہے۔ بعض معتبر مسافر سے نقل کرتا ہے کہ جام کی مزار مقدس سے مشہد مقدس طوس وعلی ساکنہ السلام کی زیارت کا قصد کرتے ہوئے قافلہ روانہ ہوا۔ راستہ میں رات کے وقت خرجرد کی طرف روشنائی معلوم ہوئی کہ زمین سے اونچی ہو کر آسمان تک پہنچتی ہے۔ لوگ تعجب میں رہے کہ یہ کیسی روشنی ہے۔ رات ہی کو خرجرد میں پہنچے۔ دیکھا تو وہ روشنی سید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے لنگر کی طرف سے ہے۔ قدس اللہ سرہ جب لنگر میں آئے اور ان کی زیارت کا قصد کیا۔ ایسا مشاہدہ ہوا کہ وہ ایک نور ہے۔ اس گھر سے جہاں پر آپ کا مزار منور ہے' چمکتا ہے۔ بعض درویشوں سے ایسا سنا گیا اور میں نے دریافت بھی کیا ہے کہ ان کی مزار کی طرف توجہ کرنا' پوری جمعیت کا باعث ہے۔ واللہ اعلم مخدومی ناصر الدین عبید اللہ ان کے ارشاد کے سایہ کو خدائے تعالیٰ بڑھائے فرماتے ہیں کہ سید قاسم نے حضرت خواجہ بہاؤالدین قدس سرہ کو ابیور کے اطراف میں دیکھا تھا اور ان کی صحبت میں رہے تھے۔ ان کے طریقہ کے معتقد تھے۔ اس سے سمجھا جاتا تھا کہ اپنے آپ کو اس طریق پر رکھتے ہیں۔ دوم یہ فرمایا کہ سید قدس سرہ کہتے تھے کہ جہاں میں پہنچتا تھا مجذوبوں کے حال کی بابت پوچھتا تھا اور اپنے آپ کو ان کی صحبت میں پہنچاتا تھا۔ جب میں روم میں پہنچا تو لوگوں نے کہا' یہاں ایک مجذوب ہے۔ لوگ ان کو مولانا جامی کہتے ہیں۔ جب میں ان کے سامنے گیا تو تو میں نے ان کو پہچان لیا کیونکہ میں شروع تحصیل علم میں ان کو تبریز میں دیکھتا تھا۔ میں نے رومی زبان میں کہا کہ تم کو کیا ہو گیا؟ کہنے لگا' ہر صبح کو میں اٹھتا تھا۔ ایک مرد تھا۔ تفرقہ میں پڑا ہوا۔ مجھے ایک شخص اس کی طرف کھینچتا تھا اور دوسرا اس طرف۔ ایک صبح جو اٹھا تو مجھے ایک ایسی چیز نے پکڑ لیا کہ سب سے چھوٹ گیا۔ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ بات چند دفعہ سید سے سنی تھی۔ جتنی دفعہ سنتا تھا وہ بدل جاتا تھا اور اس کے آنسو کے قطرے ٹپکا کرتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ بات اس وقت میں کہ اس عزیز نے فرمائی تھی۔ ان میں اس نے بہت اثر کیا تھا۔

اپنے بعض رسائل میں لکھتے ہیں کہ ۷۲۹ھ میں شہر ہرات میں نئی خانقاہ میں مولانا ظہیر الدین خلوتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پڑوس میں نئی خانقاہ میں ہم رہتے تھے۔ دفعتہً صبح کے وقت مولانا اپنی خلوت سے روتے ہوئے باہر نکلے اور میری خلوت کی طرف آئے اور فریاد کرنے لگے کہ خدا کیلئے تھا کہ کون کہتا ہے' ونحن اقرب الیہ

من حبل الورید یعنی ہم انسان کی طرف اس کی شاہ رگ سے زیادہ نزدیک ہیں۔ ساٹھ سال گزر گئے ہیں کہ مجھے دوڑاتے ہیں اور اب تک میں نہیں پہنچا۔ فقراء میں سے ایک عزیز حاضر تھا۔ اس نے کہا' یہ تو وہی حکایت ماوراء النہر کے مجنوں کی ہے کہ لوگوں کے گھر میں جاتا اور اگرچہ وہاں کھا لیتا لیکن جب باہر نکلتا اور اس سے لوگ پوچھے کہ تم نے کچھ کھایا ہے تو برا بھلا کہتا کہ چیز کہاں تھی۔ میں نے تو کچھ نہیں کھایا۔ ایک دن ایک امیرزادہ اس کو مکان میں لے گیا اور بہت سی نعمتیں طرح طرح اس کے سامنے رکھیں۔ جب دیوانہ اپنی مرضی کے مطابق کھا چکا تو امیرزادہ نے تلوار کھینچی کہ اور کھا۔ دیوانہ نے تلوار کے خوف سے کچھ اور جس قدر کھا سکتا تھا کھایا اور کہا کہ اگر مار ڈالتا ہے تو مار ڈال لیکن اب کھانے کی گنجائش نہیں۔ جب دیوانہ باہر نکلا تو اس سے لوگوں نے پوچھا کہ کچھ کھایا۔ کہا' کھانے بہت تھے' لیکن تلوار کے خوف سے کون کچھ کھا سکتا ہے۔ ۸۸۳ھ میں بادشاہ وقت کو ہرات کی جامع مسجد میں ایک شخص نے زخم لگایا۔ ایسا معلوم ہوا کہ سید کے لنگر خانہ میں اس کا گھر متصل موجود ہے۔ اس وہم سے کہ شاید معاملہ سید کی واقفی میں ہوا ہے۔ ان کی شہر ہرات سے نکال کر عذر کیا۔ تب وہ بلخ وسمرقند کی طرف چلے گئے۔ وہاں سے لوٹے۔ خرجرد میں متوطن ہوئے اور ۸۳۷ھ میں دنیا سے رحلت کر گئے۔ ان کی قبر بھی وہیں ہے۔

۵۶۶-حکیم سنائی غزنوی قدس اللہ تعالیٰ روحہ

آپ کی کنیت ونام ابوالمجد مجدود بن آدم ہے۔ وہ اور شیخ رضی الدین کے باپ علی لالا دونوں چچازاد بھائی تھے۔ صوفیوں میں سے بڑے شاعر گزرے ہیں اور لوگ ان کے شعروں کو اپنی تصنیفات میں بطور دلیل کرتے ہیں۔ ان کی کتاب ''حدیقۃ الحقیقت'' ان کی شعردانی ذوق اور ارباب معرفت کے وجد اور توحید کے کمال پر قاطع دلیل اور روشن برہان ہے۔ خواجہ یوسف ہمدانی کے آپ مرید ہیں۔ آپ کی توبہ کا یہ سبب تھا کہ سلطان محمود سبکتگین سردی کے موسم میں کفار کے بعض ملک لینے کیلئے غزنی سے باہر نکل آیا تھا۔ سنائی نے اس کی تعریف میں قصیدہ کہا تھا۔ اس کے پاس اس لئے جاتے تھے کہ پیش کریں۔ ایک بھٹی کے دروازہ پر پہنچے۔ وہاں ایک مجذوب محبوب تھا جو کہ تکلیف کی حد سے باہر نکل گیا ہوا تھا۔ جولاخوار کے نام سے مشہور تھا کیونکہ وہ ہمیشہ رومی شراب پیا کرتا تھا۔ اس کی آواز سنی کہ اپنے ساقی سے کہتا تھا کہ پیالہ بھر محمود سبکتگین کی قبر کیلئے کہ میں پیوں۔ ساقی نے کہا کہ محمود ایک غازی مرد ہے' اسلام کا بادشاہ ہے۔ اس نے کہا' وہ بڑا مردک ناخوش ہے جو کچھ کہ اس کے حکم کے نیچے ہے۔ اس کو

تو ضبط نہیں کرتا جاتا ہے کہ اور ملک لیوے ایک پیالہ لیا اور پی لیا۔ پھر کہا کہ اور پیالہ بھر سنائی شاعر کی قبر کیلئے۔ ساقی نے کہا کہ سنائی ایک فاضل لطیف الطبع مرد ہے۔ کہا کہ اگر وہ لطیف الطبع مرد ہوتا تو کسی کام میں مشغول ہوتا جو اس کے کام آتا۔ چند بے ہودہ شعر ایک کاغذ پر لکھے ہیں کہ اس کے کسی کام کے نہیں جانتا کہ اس کو کس کام کیلئے پیدا کیا گیا ہے۔ سنائی نے جب یہ بات سنی تو ان کا حال بدل گیا' اور اس شرابی کے تنبیہ کرنے سے غفلت کی مستی سے ہوشیار ہو گئے۔ پس اس رات میں پاؤں رکھا اور سلوک میں مشغول ہوئے۔ مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ کے اشعار میں مذکور ہے کہ خواجہ حکیم سنائی جس وقت کہ حالت نزع میں تھے' زبان میں کچھ کہہ رہے تھے۔ جب حاضرین نے ان کے منہ کے پاس کان رکھے' یہ شعر پڑھتے تھے۔

بازگشتم زانچہ گفتم زانکہ ہست　　　در سخن معنی ودر معنی سخن

ایک عزیز نے سنا تو کہا' عجب حال ہے کہ شعر سے توبہ کے وقت شعر ہی میں مشغول ہوئے۔ آپ ہمیشہ گوشہ نشین اور قطع تعلق و دنیاوی میں رہے' دنیاداروں سے علیحدہ رہتے تھے۔ ایک شخص بڑا جاہ وجلال والا تھا۔ اس نے ارادہ کیا کہ آپ کی زیارت کیلئے خدمت میں حاضر ہو۔ شیخ نے اس کو ایک خط لکھا' جو بہت سے لطیفوں پر مشتمل تھا۔ منجملہ ان کے یہ تھا کہ اس دعا گو کی خدمت میں عقل وروح ہے' لیکن اس کی بناوٹ ایسی ضعیف ہے کہ خدمت گزاری کی طاقت اور عہدہ برآئی کی قوت نہیں۔ ان الملوک اذا دخلوا قریة افسدوھا یعنی بادشاہ جب کسی گاؤں میں داخل ہوتے ہیں' تو اس کا ستیاناس کرتے ہیں۔ سو یہ پرانا نکما جباروں کی درگاہ کی کیا طاقت رکھتا ہے اور اونٹنی جدائی کے دودھ کی بھوک ماری ہوئی شیروں کے پنجہ کا مقابلہ کیا کر سکتی ہے۔ خدائے تعالیٰ جانتا ہے کہ جتنی دفعہ آپ کی حشمت کا خیمہ اس زمین میں لگا ہے' تو اس ضعیف گوشہ نشین کا سامان عافیت عرب خانہ غولاں ہیں اور قناعت کا اسباب خضر والیاس کے سپرد رہا ہے۔ اب آپ کو اس بزرگی کی قسم کی ہے کہ جس کو خدائے تعالیٰ نے دین ودنیا میں بزرگ کیا ہے۔ اس گوشہ نشین کے گوشہ دل کو اپنی تعریف وعنایت سے خراب نہ کریں۔ کیونکہ اس فقیر بندہ کی آنکھ حضور کی آنکھ کے لائق نہیں ہے۔ آپ کے مقبولات میں یہ اشعار ہیں۔

بس کہ شنیدی صفت روم وچین　　　خیز وبیا ملک سنائی ببین
تا ہمہ دل بینی بے حرص وبخل　　　تا ہمہ جان بینی بے کبر وکین
پائے نہ وچرخ بزیر قدم　　　دست نہ ملک بزیر نگیں
زر نہ وکان ملکے زیر دست　　　جو نہ واسپ فلکی زیر زمیں

یہ بھی ان کے اشعار ہیں

ایں جہاں پرمثال مرداریست | کر گساں اندر وہزار وہزار
ایں مرآنرا ہمے زند مخلب | دیں مرایں راہمے زند مسقار
آخرالامر بگزرند ہمہ | وزہمہ باز ماند ایں مردار

نظم

باہمہ خلق جہاں گرچہ زاں | بیشتر گمرہ وکمتر برہند
تو چناں زی کہ بمیری برہی | نہ چناں چوں تو بمیری برہند

یہ بھی ان کے اشعار ہیں

دلہاہمہ آب گشت و جانہا ہمہ خوں | تاچیت حقیقت ازپس پردہ دروں
اے با علمت خردروگردوں دوں | از تو دوجہاں پرد تواز ہر دوبروں
قائم بخودی ازاں شب وروز مقیم | ہمت ز سموست امیدت بہ نسیم
بامانہ از آب وآتشت باشد بیم | چوں سایہ نشدی تراچہ جیحوں چہ جحیم
برسین سریر سپاہ آمد عشق | برمیم ملوک ملک ماہ آمد عشق
برکاف کمال کل کلاہ آمد عشق | باایں ہمہ یک قدم زراہ آمد عشق
مردے کہ براہ عشق جاں فرساید | بایدکہ بدون یار خود نگراید
عاشق براہ عشق چناں مے باید | کزدوزخ وازبہشت یادش ناید
اے نیست شدہ ذات تو درپردہ ہست | دے صومعہ ویراں کن وزنار پرست
مردانہ کنوں چو عاشقاں مے دروست | گر دور کفر گردو گردسرمست
اے من تو زندہ ہمچو مرد بنفس | درکار تو کردہ دین دنیا بہوس
کرمت بینم چو بنگرم باہمہ کس | سردی ہمہ ازبرائے من داری وبس
در ہجر تو گر دلم گراید بخسے | دربر نگذارمش کہ سازد ہوسے
دردیدہ مانگہ کند بدیدار کسے | درسر نگذارمش کہ ماند نفسے

چوں چہرہ توزکوئے ماشد پرگرد	زنہار ہیچ آبے آلودہ مگرد
اندر رہ عاشق چناں باید مرد	کز دریا خشک آید از دوزخ سرد
اے عقل اگر چند شریفی دوں شو	دے دل زدے بگر دو ہچوں خوں شو
درپردہ آن نگار دیگر گوں شو	بے چشم درآئے وبے زباں بیروں شو
اے عشق ترا روح مقدس منزل	سودائے تراعقل مجرد مجمل
سیاح جہان معرفت یعنی دل	ازدست عمت دست سیر پائے بگل

آپ کا قصیدہ رائیہ ہے کہ جس میں ۱۸۰ اشعار سے زائد ہیں۔ اس کا نام ''رموز الانبیاء وکنوز الاولیاء'' رکھا ہے۔ اس میں بہت سے معارف حقائق لطائف دقائق درج کئے ہیں۔ اس کا پہلا یہ شعر ہے۔

طلب اے عاشقاں خویش رفتار	طرب اے نیکوان شیریں کار
تاکے ازخانہ بیں رہ صحرا	تاکے از کعبہ بیں درخمار
درجہاں شاہدے وما فارغ	درقدح جرعنہ وماہشیار
زیں سپس دست ماودامن ویست	زیں سپس گوش ما خلقۂ یار

سوائے اس ''حدیقۃ الحقیقۃ'' کے ان کی اور تین مثنویاں ہیں۔ حدیقہ کے وزن پر لیکن مختصر ہیں۔ ان میں سے یہ بیت ہیں۔

اے پرواز بر پریدہ بلند	خویشتن رادہا شمردہ زبند
باز پر سوئے لایجوز ویجوز	رشتہ دردست صورتست ہنوز
تاتو دربند حبس وتالیفی	تختۂ نقش وکلک تکلیفی

حدیقہ کے پورا ہونے کی تاریخ جیسا کہ خود نظم میں لائے ہیں۔ ۵۲۵ھ میں اور بعض نے ان کی وفات کی تاریخ بھی یہی لکھی ہے۔

۵۶۷- شیخ فریدالدین عطار نیشاپوری قدس اللہ تعالیٰ روحہ

آپ شیخ مجدالدین بغدادی کے مرید ہیں۔ کتاب ''تذکرۃ الاولیاء'' کے دیباچہ میں ان کی طرف ہی منسوب ہے۔ لکھتے ہیں کہ میں ایک دن امام مجدالدین بغدادی کی خدمت میں آیا۔ ان کو دیکھا کہ روتے ہیں۔ میں نے

کہا' خیر تو ہے؟ کہا' اچھے سپاہ سالار ہیں' جو اس امت میں گزرے ہیں کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے مشابہ ہیں۔ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل یعنی میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء علیہم السلام جیسے ہیں۔ پھر کہا کہ میں اس لئے روتا ہوں۔ میں نے کل کہا تھا' خداوند تیرے کام بے سبب نہیں۔ مجھ کو اس قوم میں بنا دے یا اس قوم کے دیکھنے والوں میں بنا کیونکہ میں تیری قسم نہیں چاہتا' روتا ہوں کہ وہ دعا قبول ہوتی ہے یا نہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ اویسی ہیں۔ مولانا جلال الدین قدس سرہ کے کلام میں مذکور ہے کہ منصور کا نور ڈیڑھ سو سال کے بعد فریدالدین عطار کے روح پر چمکا اور اس کا مربی ہوا۔ کہتے ہیں کہ ان کی توبہ کا یہ باعث تھا کہ ایک دن عطاری کے دکان میں مشغول تھے۔ ایک درویش وہاں پر پہنچے اور چند دفعہ شیئاً للہ کہا۔ درویش کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ درویش نے کہا' اے خواجہ تم کیسے مرو گے؟ عطار نے کہا' جس طرح تم مرو گے۔ درویش نے کہا' تم مجھ جیسا مرو گے؟ عطار نے کہا' ہاں کیوں نہیں۔ درویش نے لکڑی کا پیالہ سر کے نیچے رکھا اور اللہ کہہ کر جان دے دی۔ عطار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا حال بگڑ گیا۔ دکان کو بند کر کے اس طریقہ میں آ گئے۔ کہتے ہیں کہ مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ بلخ سے جاتے اور نیشاپور میں پہنچنے کے وقت ان کی صحبت میں جبکہ وہ بوڑھے تھے' پہنچے تھے آپ نے کتاب ''اسرار نامہ'' مولانا کو دی تھی۔ وہ ہمیشہ اس کو اپنے پاس رکھتے تھے۔ حقائق و معارف میں اس کی اقتداء کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ کہتے ہیں۔ نظم

گرد عطار گشت مولانا   شربت از دست شمس بودش روش

ایک اور جگہ فرماتے ہیں

عطار روح بود و سنائی دو چشم او   ما از پئے سنائی و عطار آمدیم

جس قدر توحید حقائق ذوق وجدان کی غزلیات مثنویات میں پائی جاتی ہیں۔ صوفیوں میں سے ایک کے کام میں بھی نہیں پائی جاتیں۔ جزاہ اللہ سبحانہ عن الطالبین المشتاقین خیرالجزاء۔ اللہ تعالیٰ ان کو طالب مشتاقوں سے بہتر جزا دے۔ ان کی انفاس شریفہ میں سے یہ شعر ہے۔

اے روئے درکشیدہ بباز ار آمدہ   خلقے بایں طلسم گرفتار آمدہ

یہ قصیدہ بیس بیت سے زیادہ کا ہے۔ بعض صوفیوں نے اس کی عمدہ شرح لکھی ہے۔ اس بیت کی شرح میں ایسا لکھا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اے وہ ذات جس نے اپنے چہرہ کو کہ ظاہر وجود کا نور ہے۔ تعینات و صورتوں کے برقعہ میں چھپا کر ظہور کے بازار میں آ گئی ہے۔ لوگ اس صورتوں کی طلسم پر کہ اس مخفی پر کھینچا ہوا ہے۔ بوجہ کثرت

تعینات مختلفہ اور مخالف آثار کے بعد وہجر غفلت پندار غیرت میں گرفتار ہو گئے ہیں یا خود بوجہ اس نور کے جمال کے پرتو کے اثر کے مظاہر اور عمدہ صورتوں کے برقعہ میں عشق محنت ومحبت کی بلا میں گرفتار ہوئے ہیں۔ بعضے معنی کے عاشق اور صورت کے عاشق ہیں۔

میل خلق جملہ عالم تا ابد گر شناسندت وگرنہ سوئے تست

اسی طرح اس تمام قصیدہ کی شرح لکھی ہے۔ اختصار کی وجہ سے اسی پر کفایت کی گئی۔ حضرت شیخ ۶۲۷ھ میں کفار تاتار کے ہاتھ سے شہید ہوئے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اس وقت آپ کی عمر مبارک ۱۱۴ سال کی تھی اور آپ کی قبر نیشاپور میں ہے۔

۵۶۸- شیخ مشرف الدین مصلح بن عبداللہ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ بڑے فاضل صوفیوں میں تھے۔ شیخ عبداللہ خفیف قدس اللہ تعالیٰ سرہ کی خانقاہ شریف کے مجاورین میں سے تھے۔ علوم سے پورا حصہ اور آداب سے کامل نصیب رکھتے تھے۔ بہت سے سفر کئے تھے۔ کئی ولایتوں میں پھرے تھے۔ بارہا حج کئے سفر میں پیادہ گئے۔ سومنات کے بت خانہ میں گئے اور ان کے بڑے بت کو توڑا۔ بہت سے مشائخ کبار کی خدمت میں گئے ہیں۔ شیخ شہاب الدین سہروردی کی صحبت میں رہے ہیں' اور ان کے ساتھ دریا میں کشتی کا سفر کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ وہ بیت المقدس اور شام کے ملک میں مدت تک بہشتی کا کام کرتے ہیں۔ لوگوں کو پانی پلایا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ خضر علیہ السلام سے ملے۔ انہوں نے ان کو اپنی مہربانیوں اور انعام کے شیریں پانی سے سیراب کیا۔ ایک دفعہ ایک بڑے سید صاحب اور شریف سے ان کو گفتگو کا موقع ہوا تو اس شریف نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ اس کو ملامت کرتے ہیں۔ جب وہ جاگے تو شیخ کے پاس آ کر عذر خواہی کرنے لگے اور ان کو خوش کیا۔ ایک شیخ ان کے منکر تھے۔ ایک رات خواب میں دیکھا کہ آسمان کے دروازہ کھولے گئے ہیں' اور فرشتے نور کے طباقوں کو لے کر اترے ہیں۔ اس نے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے؟ کہنے لگے سعدی شیرازی کیلئے ہے کہ جس نے یہ شعر کہا ہے' جو کہ خدائے تعالیٰ کے یہاں مقبول ہو گیا ہے۔ وہ بیت یہ ہے۔

برگ درختان سبز درنظر ہوشیار ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

وہ بزرگ جب اس خواب سے ہوش میں آئے تو چودھویں رات میں شیخ سعدی کی خلوت میں گئے کہ ان کو خوشخبری دیں۔ دیکھا کہ چراغ جلتا ہے اور کچھ گا رہے ہیں۔ جب کان لگائے' تو یہی شعر پڑھ رہے ہیں۔ شب

جمعہ ماہ شوال ۶۹۱ھ میں ان کا انتقال ہوا ہے۔

۵۶۹۔۔شیخ فخر الدین ابراہیم بعراقی قدس اللہ تعالیٰ روحہ

آپ صاحب ''کتاب لمعات'' ہیں۔ان کا دیوان مشہور ہے۔ ہمدان کے علاقہ کے رہنے والے ہیں۔ چھوٹی عمر میں قرآن شریف حفظ کرلیا تھا اور نہایت عمدہ پڑھتے تھے۔ چنانچہ ہمدان کے لوگ ان کے پڑھنے کے شیفتہ تھے۔اس کے بعد علم کی تحصیل میں مشغول ہوئے۔چنانچہ کہتے ہیں کہ سات سال کی عمر میں ہمدان کے مشہور مدرسہ میں علم پڑھنے لگے۔ایک دن قلندروں کی ایک جماعت ہمدان میں آئی اور ان کے ساتھ ایک لڑکا بڑا حسین تھا اور آپ پر عشق غالب تھا جب اس لڑکے کو دیکھ لیا۔اس کے گرفتار بن گئے۔ جب تک وہ ہمدان میں رہے انہی کے ساتھ رہے۔ جب انہوں نے ہمدان سے سفر کیا اور چند روز اس پر گزرے تو آپ بے طاقت ہو کر انہیں کے پیچھے دوڑے جب ان تک پہنچے تو ان کے ہمراہ ہندوستان میں آئے اور شہر ملتان میں شیخ بہاء الدین زکریا کی صحبت میں پہنچے۔ کہتے ہیں کہ' جب شیخ نے ان کو خلوت میں بٹھایا' اور ان کے چلہ میں دس دن گزرے تو ان کو ایک بڑا وجد ہوا اور ان پر حال کا غلبہ ہو گیا تو یہ غزل کہی۔غزل

نخستیں بادہ کا مدر جا کردند　　　زچشم مست ساقی وام کردند

اور اس شعر کو بلند آواز سے پڑھ کر روتے تھے۔ جب خانقاہ والوں نے یہ آواز سنی اور اس کو شیخ کے طریقہ کے برخلاف سمجھا کیونکہ ان کا طریقہ خلوت میں سوائے ذکر کے شغل اور مراقبہ کے اور کوئی امر نہیں ہوتا' تو اس کو انکار کے طور پر شیخ کے کان میں جا پہنچایا۔شیخ نے فرمایا کہ تم کو یہ باتیں منع ہیں اور اس کو منع نہیں۔ جب چند دن گزر گئے تو شیخ کے ایک مقرب مرید کا گزر شراب خانہ کی طرف ہوا اور سنا کہ اس شعر کو شرابی اپنے چنگ وسرود کے ساتھ گاتے ہیں۔شیخ کے سامنے آکر صورتحال کو ظاہر کیا اور کہا' باقی شیخ مالک ہیں۔شیخ نے پوچھا کہ تم نے کیا سنا؟ پھر کہو۔ جب اس بیت تک پہنچا۔

چو خود کروندراز خویشتن فاش　　　عراقی را چرا بدنام کردند

شیخ نے کہا کہ اس کا کام پورا ہو گیا۔ اٹھے اور عراقی کے خلوت کے دروازہ پر آئے اور کہا کہ عراقی اب تم مناجات شراب خانہ میں کرتے ہو' باہر نکل آؤ۔ باہر نکلے اور شیخ کے قدم پر سر رکھ دیا۔شیخ نے اپنے مبارک ہاتھ سے ان کا سر خاک سے اٹھایا اور پھر ان کو خلوت میں نہ چھوڑا۔اپنے تن مبارک سے خرقہ نکالا اور ان کو پہنا دیا۔

اس کے بعد اپنی لڑکی کا نکاح ان سے کر دیا۔ شیخ کی صاحبزادی سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ جس کا کبیر الدین لقب کر دیا۔ شیخ کی خدمت میں آپ ۲۵ سال تک رہے۔ جب شیخ کی وفات قریب پہنچی تو ان کو بلایا اور اپنا خلیفہ کیا اور خدا کی رحمت سے جا ملے۔ جب اوروں نے شیخ کی مہربانی ان کی نسبت دیکھی تو ان کے حسد کی آگ نے حرکت کی۔ بادشاہ وقت تک یہ خبر پہنچا دی کہ اس کے اکثر اوقات شعر میں گزرتے ہیں۔ اس کی صحبت خوبصورت لڑکوں سے رہتی ہے۔ اس کو خلافت کا حق حاصل نہیں ہے۔ جب شیخ عراقی نے یہ معلوم کیا' تو حرمین شریفین کی زیارت کا قصد کر لیا۔ زیارت کے بعد روم کی طرف گئے اور شیخ صدرالدین قونیوی قدس اللہ سرہ کی خدمت میں پہنچے اور ان سے تربیت پائی۔ ایک جماعت فصوص پڑھتی تھی۔ اس کا سماع کیا۔ اس کے سماع کے وقت ''لمعات'' لکھی جب پوری کی تو شیخ کی نظر میں گزاری۔ شیخ نے اس کو پسند کیا۔ معین الدین پروانہ' جو کہ روم کے امراء میں سے تھا۔ وہ شیخ عراقی کا مرید و معتقد تھا۔ شیخ کیلئے توقات میں خانقاہ بنائی اور ہر روز شیخ کی خدمت میں آیا کرتا تھا۔ ایک دن شیخ کی خدمت میں آیا اور کچھ زر ہمراہ لایا اور بڑی عاجزی سے کہا کہ شیخ ہمیں کوئی خدمت نہیں فرماتے اور توجہ نہیں کرتے۔ شیخ ہنس پڑے اور کہا' اے امیر ہم کو زر سے تم فریفتہ نہیں کر سکتے۔ کسی کو بھیجو اور حسن قوال کو ہمارے پاس پہنچاؤ۔ یہ حسن قوال بڑا خوبصورت اور حسن صورت میں بینظیر تھا۔ ایک جماعت اس کے عشق میں گرفتار تھی۔ حضور اور غائبانہ اس کے چاہنے والے تھے۔ جب امیر نے آپ کی دلی تمنا' یہ دیکھی تو اسی وقت کسی شخص کو اس کے بلانے کیلئے بھیجا۔ عاشقوں کے غوغا اور ان کی مزاحمت کے دور ہونے کے بعد اس کو لائے۔ شیخ نے امیر اور دیگر اکابر کے ساتھ اس کا استقبال کیا۔ جب نزدیک پہنچے تو شیخ آگے بڑھے اور اس کو سلام کہا اور بغل میں لے لیا۔ پھر شربت منگوایا' اور اس کو مع ان کے یاروں کے اپنے ہاتھ سے پلایا۔ وہاں سے شیخ کی خانقاہ تک لے گئے اور مجلسیں کیں اور سماع کئے۔ شیخ نے اس وقت غزلیں کہیں۔ منجملہ ان کے یہ غزل بھی ہے۔

ساز طرب عشق کہ داند کہ چہ ساز است کز زخمہ او نہ فلک اندر تگ و تاز مست

اس کے بعد حسن قوال نے اجازت مانگی اور اپنے مقام کو واپس چلا گیا۔ کہتے ہیں کہ ایک دن امیر معین الدین میدان کی طرف جاتا تھا۔ دیکھا کہ شیخ بلا ہاتھ میں لئے ہوئے' بچوں کے اندر کھڑے ہیں۔ امیر نے شیخ سے کہا کہ ہم کدھر ہوں گے؟ شیخ نے اس طرف اور اشارہ راہ کی طرف کیا۔ امیر روانہ ہو گیا' اور چل دیا۔ جب امیر معین الدین نے وفات پائی' تو شیخ روم سے مصر کی طرف متوجہ ہوئے۔ ان کی سلطان مصر سے ملاقات ہوئی۔ سلطان ان کا مرید و معتقد ہو گیا اور مصر کا ان کو شیخ الشیوخ بنا دیا لیکن آپ بے تکلف بازاروں میں پھرتے تھے اور

ہنگامہ کے گرد چکر لگایا کرتے۔ ایک دن موچیوں کے بازار میں چکر لگا رہے تھے' تو ایک موچی کے لڑکے پر نگاہ پڑ گئی اور اس کے عاشق بن گئے۔ اس کے سامنے گئے اور سلام کہا۔ موچی سے پوچھا کہ یہ کس کا لڑکا ہے؟ اس نے کہا' میرا لڑکا ہے۔ شیخ نے لڑکے کے لبوں کی طرف اشارہ کیا اور کہا' کیا یہ ظلم نہیں کہ ایسے لب و دندان گدھے کے چمڑے کے مصاحب ہوں۔ موچی نے کہا کہ ہم غریب آدمی ہیں' اور یہ ہمارا پیشہ ہے اگر گدھے کا چمڑا دانتوں سے نہ پکڑے تو روٹی نہیں پائے گا۔ شیخ نے پوچھا کہ ہر روز کس قدر کام کرتا ہے؟ کہا' ہر روز چار درم کا ہے۔ شیخ نے کہا میں ہر روز ۸ درم دوں گا اور پھر اس کام کو نہ کرے۔ شیخ ہر روز جاتے اور اپنے اصحاب کے ساتھ موچی کی دکان پر بیٹھتے اور فارغ البال ہو کر اس کو دیکھتے اور شعر پڑھتے اور روتے۔ مخالفوں نے یہ خبر بادشاہ تک پہنچا دی۔ اس نے ان سے سوال کیا کہ کیا وہ اس لڑکے کو رات یا دن میں اپنے ہمراہ لے جاتے ہیں یا نہیں؟ کہنے لگے' نہیں۔ پھر کہا کہ کیا دکان میں اس کے ساتھ تنہائی کرتے ہیں؟ کہنے لگے' نہیں دوات قلم منگوائی اور لکھا کہ ہر روز اور پانچ دینار وظیفہ شیخ فخر الدین کے خادموں کا بڑھا دیا جائے۔ دوسرے دن جب شیخ کا سلطان سے ملاقات کا اتفاق ہوا تو سلطان نے کہا کہ میں نے ایسا سنا ہے کہ شیخ کی ایک موچی کے لڑکے پر نگاہ پڑی ہے اور تھوڑی رقم شیخ کو خرچ کیلئے مقرر کر دی گئی ہے' اگر شیخ چاہیں تو اس لڑکے کو خانقاہ میں لے جا سکتے ہیں۔ شیخ نے کہا کہ ہم کو اس کا فرمانبردار ہونا چاہئے۔ اس پر حکم نہیں چلا سکتے۔ اس کے بعد شیخ کا ارادہ مصر سے شام کی طرف ہو گیا۔ سلطان مصر نے ملک الامراء کی طرف لکھا کہ تمام علماء و مشائخ و ارکان دولت کے ساتھ شیخ کا استقبال کرو۔ جب استقبال کیا گیا' تو ملک الامراء کا ایک بیٹا بڑا حسین تھا۔ جب شیخ کی نظر پڑی' تو بے اختیار اس کے قدموں پر اپنا سر رکھ دیا۔ لڑکے نے بھی اپنا سر شیخ کے قدموں پر رکھ دیا اور ملک الامراء نے بھی بیٹے کے ساتھ موافقت کی۔ دمشق والوں کو اس سے انکار دل پیدا ہوا' لیکن بولنے کی مجال نہ تھی۔ جب شیخ نے دمشق میں مقام کیا اور چھ ماہ گزر گئے۔ آپ کے صاحبزادہ کبیر الدین ملتان سے آئے۔ مدت تک باپ کی خدمت میں رہے۔ اس کے بعد شیخ کو بیماری ہوئی۔ وفات کے دن صاحبزادہ کو اصحاب کے ساتھ بلایا اور وصیتیں کیں اور رخصت کیا اور یہ رباعی کہی۔ رباعی

درسابقہ چوں قرار عالم دادند	مانا کہ نہ برمراد آدم دادند
زاں قاعدہ وقرار کاں روز افتاد	نہ بیش بکس قسمت و نہ کم دادند

۸ ذیقعد ۶۸۸ھ میں آپ دنیا سے رخصت ہوئے۔ آپ کی قبر صالحیہ دمشق میں شیخ محی الدین بن العربی کے مزار کے پیچھے ہے۔ قدس اللہ تعالیٰ روحہما اور آپ کے فرزند کبیر الدین کی قبر بھی ان کی قبر ہی کے پہلو میں ہے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۵۷۰-امیر حسینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کا نام حسین بن عالم بن الحسین دراصل کریوزہ کے رہنے والے ہیں۔ جو کہ غور کے اطراف میں ایک گاؤں ہے۔علوم ظاہری وباطنی کے آپ عالم تھے۔ان کی کتابوں میں سے ''کتاب کنزالرموز'' ہے۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ شیخ بہاؤالدین زکریا کے بے واسطہ مرید ہیں اور لوگوں میں بھی ایسا ہی مشہور ہے' لیکن بعض کتب میں میں نے ایسا لکھا پایا ہے کہ وہ شیخ رکن الدین ابوالفتح کے مرید ہیں اور اپنے باپ شیخ صدرالدین سے اور وہ اپنے باپ شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی قدس اللہ سرہ کے مرید ہیں۔ان کی تصنیفات بہت ہیں۔بعضے نظم جیسے ''کتاب الرموز زاد المسافرین'' بعض نثر ہیں جیسے ''کتاب نزحقہ الارواح' روح الارواح' صراط مستقیم'' ان کا ایک دیوان ہے۔جو نہایت لطیف ہے اور نظم میں سوالات ہیں کہ جن کا جواب شیخ محمود جسری نے دیا ہے۔''گلشن راز'' کی بنا' اسی پر ہے۔کہتے ہیں کہ ان کی توبہ کا یہ سبب ہوا تھا کہ ایک دن شکار کیلئے باہر گئے تھے۔ہرن ان کے سامنے نکلا۔چاہا کہ اس کو تیر ماریں۔ہرن نے ان کو دیکھا اور کہا' حسینی مجھ پر تیر پھینکتے ہو' لیکن خدائے تعالیٰ نے تجھ کو اپنی معرفت اور بندگی کیلئے پیدا کیا ہے' نہ اس کیلئے۔پھر غائب ہوگیا۔تب تو طلب کی آنکھ اس کے وجود سے شعلہ مارنے لگی۔جو کچھ مال اسباب تھا۔سب کو چھوڑ دیا اور فقیروں کی ایک جماعت کے ساتھ ہو لئے۔ملتان میں پہنچے۔شیخ رکن الدین نے اس جماعت کی ضیافت کی۔جب رات ہوئی' تو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں' میرے فرزند کو اس جماعت میں سے نکال اور اس کو کام میں لگاؤ۔دوسرے دن شیخ رکن الدین نے ان سے کہا کہ تم میں سے سید کون ہے؟ انہوں نے امیر حسینی کی طرف اشارہ کیا۔تب آپ نے ان کو ان میں سے نکال لیا اور تربیت شروع کی۔یہاں تک کہ عالی مقامات تک پہنچ گئے۔پھر خراسان کی طرف جانے کی اجازت دی۔آپ ہرات میں آئے۔ہرات کے تمام لوگ آپ کے مرید ومعتقد بن گئے۔ان کی قبر مصرح (مصرح فریادرس کو کہتے ہیں۔شاید کچہری مراد ہو) ہرات میں ہے۔عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گنبد کے باہر مدفون ہیں۔

۵۷۱-شیخ اوحدالدین اصفہانی قدس اللہ روحہ

ایسا سننے میں آیا ہے کہ آپ شیخ اوحدالدین کرمانی قدس اللہ تعالیٰ سرہ کے مریدوں میں سے تھے۔چنانچہ یہ

نسبت اسی بنا پر ہے۔ ان کا دیوان نہایت لطیف اور شیریں ہے۔ اس میں ترجیع بند ایسے ہیں' جو کہ حقائق معارف پر شامل ہیں۔ ایک مثنوی حدیقہ شیخ سنائی کے وزن وطرز پر ہے۔ جس کا نام جام جم ہے۔ اس میں بہت سے لطیفے درج ہیں۔ اسی مثنوی میں یہ چند اشعار ہیں۔ نظم

اوحدی شصت سال سختی دید — تاشبے روئے نیک بختی دید
سر گفتارہا مجازی نیست — بازکن دیدہ کیں ببازی نیست
سالہا چوں فلک بسر گشتم — تا فلک واردیدہ درگشتم
برسر پائے چلہ داشتہ ام — حوں نہ ازبہر زلہ داشتہ ام
ازبروں درمیان مازارم — وزدروں خلو نیست با یارم
کس نہ بلید جمال سلوت من — رہ ندارد کسے بہ خلوت من
تادل من بدوست بیوستست — سو رہا گرد سر من رشتست

اس نے حکیم سنائی کے رائیہ کے قصیدہ کا عمدہ جواب لکھا ہے۔ اس کی شعروں کی تعداد ایک سو ساٹھ ہے۔ ان کا سب سے پہلا شعر یہ ہے۔

سر پیوند ماندارد یار — چوں تواں شد زبخت برخوردار
کار ماباکیے است درہمہ شہر — واں یکے تن ضید ہد درکار
ہمدمے نیست باکہ گویم راز — محرمے نیست تا بنالم زار
درخر وشم زصیت آں معشوق — درسماعم زصوت آں مزمار

جام جم کے اتمام کی تاریخ میں کہا ہے۔

چوں زتاریخ برگرفم فال — ہفصدرفتہ بودی وسہ سال
گرمن ایں نامنہ ہمایوں فر — عقد کردم بنام ایں سرور
چوں بسالے تمام شد بدرش — ختم کردم بلیۃ القدرس

آپ کی قبر مراغ تبریز میں ہے اور اس کی تاریخ وہاں پر ۷۳۸ھ لکھی ہے۔

۵۷۲- افضل الدین بدیل الحقائقی خاقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اگرچہ وہ فلکی شاعر کے شاگرد ہیں اور شعر گوئی میں پوری شہرت حاصل کی ہے' لیکن ایسا کہتے ہیں کہ اس کا

شعر گوئی میں نرالا طرز ہے کیونکہ اور شعراس کے مقابل کے کم ہیں۔ جیسے کہ حضرت مولوی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

شعر چہ باشد بر م تا کہ زنم لاف ازو — ہست مرا فن وگر غیر فنون شعر را

اس کے شعراس پر گواہ ہیں۔ جیسا کہ وہ خود کہتے ہیں۔

صورت من ہمہ اوشد صفت من ہماد — لاج مرکس من ومن شود اندر تخنم

زنم ہیچ درے تمام نگویذ آن کیست — چونکہ پرسند مرباید گفتن کہ منم

حلقہ یا فتم دو عالم را — دل دراں حلقہ چوں نگیں دیدم

ایک اور جگہ کہتا ہے۔

عشق بیفشرد پابر نمط کبریا — برویدست نخست ہستی ماراز ما

ماؤشمار ابفقد بیخودی درخواست — زانکہ نگنجد ازورحمت ماؤشما

اس قسم کے اس کے شعر بہت ہیں اور ان سے اس بات کی خوشبو آتی ہے کہ اس کو صافی صوفیوں قدس اللہ تعالٰی اسرارہم کے مشرب سے پورا حصہ ملا ہے۔ وہ زمانہ خلافت مستضی بنور اللہ میں ہوئے ہیں۔ عربی قصیدہ میں کہ بغداد کی تعریف میں لکھا ہے۔ اس کا ذکر کیا ہے اور مستضی ۵۹۰ھ میں فوت ہوا ہے۔ قصیدہ رائیہ حکیم سنائی کا بھی جواب لکھا ہے اور اس کے شعروں کی تعداد ۱۸۰ سے گزر گئی ہے۔ اس کے تین مطلع کئے ہیں۔ پہلا مطلع یہ ہے۔

الصبوح الصبوح کا مدکار — انشار انشار کا مدکار

کارے ازروشنی چوآب خزاں — یارے ازخوشد مے چو بادبہار

چرخ برکار مابوقت صبوح — میکند بعستان دیدہ نثار

اور آخر قصیدہ میں کہتا ہے۔

ایں قصیدہ زجمع سبعیات — ثامنست ازغرائب اشعار

از در کعبہ گر در آویزند — کعبہ برمن فشاندی دستار

در بنک راقفائے نیک — وامراء لقیس راقگند ازکار

۵۷۳- شیخ نظامی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ

آپ کو علوم ظاہری اور رسمی اصطلاحوں سے پورا حصہ حاصل تھا لیکن سب سے ہاتھ اٹھائے ہوئے تھے اور حق

سبحانہ کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ چنانچہ کہتے ہیں۔

هرچه هست از دقیقہائے نجوم　　تایکایک نهفته هائے علوم
خواندم وسطر هرورق جستم　　چوں ترا یافتم ورق شستم
همه راروئے درخدا دیدم　　واں خدا برهمه ترا دیدم

عمر گرانمایہ کو اول سے آخر تک قناعت تقویٰ گوشہ نشینی میں گزاری اور شاعروں کی طرح ہرگز حرص وہوا کے غلبہ کی وجہ سے امراء وسلاطین کی ملازمت نہیں کی۔ بلکہ زمانہ کے بادشاہ ان سے تبرک لیا کرتے تھے۔ چنانچہ کہتے ہیں۔

چوں بعهد جوانی از در تو　　بدر کس نرفتم از در تو
همه رابر درم فرستادی　　من نمیخوا ستم تو میدادی
چونکہ بروگہ تو گشتم پیر　　زانچه ترسیدنی است دستم گیر

ان کی مثنویات پنج گانہ کے پنج گنج کے نام سے مشہور ہیں۔ اکثر ان کو سلاطین روزگار کی سفارش سے لکھا ہے۔ ان کی یہ امید تھی کہ ان کا نام آپ کی نظم کے ذریعے زمانہ میں یادر ہے۔ اس لئے انہوں نے اس کی التماس کی تھی۔ اگر چہ اکثر وہ بظاہر افسانے معلوم ہوتے ہیں لیکن درحقیقت حقائق کے کشف اور معارف کے بیان کیلئے ایک بہانہ ہیں۔ ایک موقع پر اس مطلب کے بیان میں کہ صوفیہ کہتے ہیں۔ طالبان وصال اور مشتاقان جمال خدا کیلئے اس کے وجود کی دلیل بھی اس کا وجود ہے' اور اس کے شہود کا برہان بھی اسی کا مشہود ہے' لکھا ہے۔

پژ دهنده ریاودناں شد کلید　　کز اندازهٔ خویشتن در تو دید
کسے کز تودر تو نظاره کند　　ورقهائے بیهوده پاره کند
نشاید ترجز تبو یافتن　　عنان بایدازهر درے تافتن

ایک اور جگہ اسی مطلب پر لکھتے ہیں۔

عقل آبله پاؤ کرئے تاریک　　وانگاه رہے جو موئے باریک
توفیق تو گر نه ره نماید　　ایں عقده بعقل کے کشاید
عقل از در تو بصر فروزد　　گر پائے درو نهد بسوزد

ایک جگہ ماسوا اللہ سے علیحدہ رہنے اور خدا کی جناب کی طرف متوجہ ہونے کیلئے ترغیب وحرص دلاتے ہوئے کہتے ہیں۔

بر پر ازیں دام کہ خونخوارہ ایست　　زیر کی از بہر چنیں چارہ ایست
گرگ زروباہ بدندان تراست　　روبہ اراں رست کہ پردان تراست
جہد ازاں کن کہ دفار اشوی　　خود نہ پرستی وحذار اشوی

سکندر نامہ کے اتمام کی تاریخ جوان کی آخری کتاب ہے۔ ۵۹۲ھ ہے۔ ان کی عمر اس وقت میں ۶۰ سے گزر چکی تھی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سبحانی۔

۵۷۴۔ خسرو دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کا لقب یمین الدین ہے۔ آپ کے والد قبیلہ لاچین کے امراء میں سے تھے۔ جو کہ بلخ کے اطراف کے ترکوں میں سے تھے۔ وہ سلطان مبارک شاہ خلجی کی وفات کے بعد شیخ نظام الدین اولیاء کی خدمت وملازمت میں پہنچے اور ایسے ریاضات مجاہدات شروع کئے کہ چالیس سال تک صوم الدہر رکھا۔ کہتے ہیں کہ اپنے شیخ شیخ نظام الدین کے ہمراہ طی ارض (زمین کو لپیٹنے کے طور پر یعنی ہوا پر اڑ کر) کے طریق سے حج کیا ہے اور پانچ دفعہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور شیخ نظام الدین کے اشارہ پر خضر علیہ السلام سے ملے ہیں اور ان سے التماس کی ہے کہ اپنے مبارک منہ کا لعاب اس کے منہ میں ڈالے لیکن خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ اس دولت کو سعدی لے گئے ہیں۔ تب خسرو شکستہ خاطر ہو کر شیخ نظام الدین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حال بیان کیا۔ شیخ نظام الدین نے اپنے منہ کا پانی ان کے منہ میں ڈال دیا جس کی برکات ظاہر ہوئیں۔ چنانچہ ۹۹ کتابیں تصنیف کی ہیں اور کہتے ہیں کہ اپنی بعض تصانیف میں لکھا ہے کہ میرے شعر پانچ لاکھ سے کم ہیں اور چار لاکھ سے زائد۔ کہتے ہیں کہ شیخ سعدی جوانی کے دنوں میں ملے ہیں۔ اور اس وجہ سے فخر کرتے تھے۔ اس کو عشق ومحبت کی شراب سے چاشنی پوری تھی۔ چنانچہ ان کے اشعار سے ظاہر ہوتا ہے کہ صاحب سماع اور وجد وحال تھے۔ شیخ نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں کہ قیامت میں ہر ایک کسی چیز پر فخر کرے گا۔ میرا فخر اس ترک اللہ یعنی خسرو کے سینہ کے سوز پر ہوگا۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میرے دل میں آیا کہ خسرو امراء کا نام ہے۔ کیا اچھا ہوتا کہ میرا نام فقراء کا سا ہوتا کہ قیامت کے دن مجھ کو اس نام سے پکارتے۔ اس مطلب کو میں نے حضرت شیخ کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ کسی اچھے وقت میں تمہارے لئے نام کی درخواست کی جائے گی۔ خسرو اس بات کے منتظر تھے۔ یہاں تک کہ ایک دن حضرت شیخ نے فرمایا کہ مجھے ایسا کشف ہوا ہے کہ تجھ کو قیامت کے دن محمد کاسہ لیس

پکارے گے۔ آپ شب جمعہ میں فوت ہوئے ہیں۔ ۸۵۷ھ میں آپ کی عمر ۴۷ سال کی تھی۔ اپنے شیخ کے پاؤں کی طرف' ان کو دفن کیا گیا۔

۵۷۵- حسن دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کا لقب اور نسبت نجم الدین حسن بن علاء سنجری سے ہے اور شیخ نظام الدین اولیاء کے کاتب و مرید ہیں۔ پسندیدہ اخلاق واوصاف سے موصوف تھے۔ تاریخ ہند کا مصنف کہتا ہے ہ حسن جیسا میں نے ان اوصاف میں اور کم دیکھا ہے۔ عمدہ اخلاق' لطافت' ظرافت' مجالس' استقامت' عقل روشن' صوفیہ' قناعت کا لزوم' پاکیزہ اعتقاد دنیا کے تعلقات سے مجرو رہنا۔ بے اسباب ظاہری خوش رہنا اور خوش گذاران رہنا۔ ایسے شیریں مجلس مودب ومہذب تھے کہ جو راحت ان کی مجالست سے مجھے ملتی تھی اور کسی مجلس میں نہ ملتی تھی اور صاحب تاریخ ہندیہ بھی کہتا ہے کہ برسوں امیر خسرو اور امیر حسن سے میری دوستی رہی ہے' نہ یہ لوگ میری صحبت کے بغیر رہ سکتے تھے اور نہ میں ان کی صحبت کے بغیر رہ سکتا تھا' اور میرے ذریعہ ہر دو استاد کے درمیان ایسا محبت کا رابطہ مضبوط ہو گیا تھا کہ ایک دوسرے کے گھر میں آمد ورفت کرتے تھے۔ وہ یہ بھی کہتا ہے کہ چونکہ امیر حسن کو شیخ نظام الدین اولیاء سے کمال اعتقاد تھا۔ اس لئے شیخ کے انفاس متبرکہ کو کہ مجالس صحبت میں سنے تھے۔ چند جلد میں جمع کیا ہے اور اس کا فوائد الفوائد نام رکھا ہے' اور اس زمانہ میں اس ملک میں ارادتمندوں کا وہ وظیفہ بن گیا ہے۔ اس کے سوا ان کے چند دیوان ونثر' نظم' کتابیں بہت سی مثنویات ہیں۔ ان کی ''رباعیات'' میں سے یہ رباعی ہے۔ رباعی

دارم دل کے غمیں بیا مرزو مپرس — صد واقعہ در کمیں بیا سر زو مپرس
شرمندہ شوم اگر بپر سی علم — اے اکرم اکرمین بیا میر زو مپرس
یک حرف تو چل صباح عالم رانور — یک حرف تو ہشت خلدرامائیہ حور
حرف سیمیں چہل ولی رادستور — زاں چار چہار رکن عالم معمور

۵۷۶- شیخ کمال خجندی قدس اللہ تعالیٰ

آپ بڑے بزرگ گزرے ہیں اور ان کا شعر وتکلفات شاعری میں مشغول رہنا' غالباً ستر حال اور اشتباہ کے لئے ہوگا بلکہ ہوسکتا ہے کہ اس کیلئے ظاہر سے باطن مغلوب نہ ہو جائے اور صورت عبودیت کی رعایت سے باز

نہ رہے۔ چنانچہ خود ہی لکھتے ہیں۔

ایں تکلف ہائے من در شعر من　　　　کلمینی یاحمیر اے منست

یعنی یہ میرے تکلف شعر میں ایسے ہیں جیسے کلمینی یاحمیرا ے یعنی کلام کر مجھ سے اے حمیرا (یہ حدیث ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمائی تھی۔ آپ کا لقب حمیرا ہے۔) مطلب یہ کہ خدا کی طرف سے ہٹ کر میرا شعروں میں مشغول ہونا' ایسا ہی ہے۔ جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات اپنی بیبیوں سے مشغول ہو جاتے۔ ہمیشہ ریاضت ومجاہدہ میں مشغول رہتے تھے۔ خواجہ عبیداللہ ادام اللہ تعالی بقاء وفرماتے ہیں کہ ایک مدت تک شاش میں رہے ہیں۔ میرے والد کہتے تھے کہ وہ ایک مدت میں کہ وہاں تھے' گوشت نہ کھاتے تھے۔ ہم نے ایک دفعہ ان سے درخواست کی کہ اس میں کیا مضائقہ ہے' اگر گوشت کھایا جاوے۔ میرے پاس ایک فربہ گائے تھی جو بڑی موٹی تازی تھی۔ شیخ نے خوش طبعی سے فرمایا کہ جب تم اپنی گائے ذبح کرو گے تو ہم گوشت کھائیں گے۔ میں نے بغیر اس کے کہ ان کو اطلاع دوں گائے کو ذبح کر دیا اور اس سے کھانا تیار کیا۔ آپ نے میری خاطر کیلئے اس گوشت کو کھا لیا۔ تبریز میں ایک گوشہ خلوت بنا رکھا تھا۔ رات کو وہاں پر رہا کرتے تھے' اور کوئی وہاں پر کم جایا کرتا تھا۔ ان کی وفات کے بعد جب لوگوں نے ان کو دیکھا تو سوا ایک بوریہ کے کہ جس پر بیٹھا کرتے تھے اور کچھ بھی وہاں نہ تھا۔ شیخ زین الدین خوانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ تبریز میں تحصیل علوم کے وقت میں ان کی صحبت میں جایا کرتا تھا۔ مجھ کو اس طریق کی طرف اشارہ کرتے تھے' اور کہتے تھے کہ ہمارے مرید ہو جاؤ۔ میں نے کہا کہ مجھ کو تمہاری نسبت دل میں خدشات ہیں۔ کہنے لگے' بتاؤ۔ میں ان کا جواب دوں گا۔ میں نے کچھ نہ کہا۔ آخر جب میں اس طریقہ میں داخل ہوا' اور مجھ کو اس میں کچھ پتہ لگا' تو معلوم ہوا کہ ان کو ارشاد کا مرتبہ تھا کہ جن کے پاس کام کر سکتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اس وقت وہ سرائے میں رہتے تھے۔ وہ ایسی جگہ تھی کہ جب پانی کا زور ہوا کرتا تھا' تو وہاں پر بہت نقصان ہوتا تھا۔ جب طغیانی کا وقت آیا' لوگوں نے یہ قصہ ان سے بیان کیا۔ فرمایا کہ میرے خیمہ کو اس جگہ پر لگا دو۔ وہیں آپ اس قدر رہے کہ پانی کی طغیانی کا وقت جاتا رہا اور اس جگہ پر کوئی خرابی پیدا نہ ہوئی۔ آپ کی وفات ۸۰۲ھ میں ہوئی ہے اور آپ کی قبر تبریز میں ہے۔ ان کی قبر کی لوح پر یہ شعر لکھا ہوا ہے۔

کمال از کعبہ رفتی بر در یار　　　　ہزارت آفریں مردانہ رفتی

۵۷۷- مولانا محمد شیریں مشہور بمغربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ شیخ اسمٰعیل سیسی کے مرید ہیں اور وہ شیخ نورالدین عبدالرحمٰن سفرائی قدس سرہ کے مرید ہیں۔ کہتے ہیں کہ بعض سفروں میں مغرب کے ملک میں پہنچے ہیں اور وہاں سے ایک شیخ کے ہاتھ سے جن کی نسبت شیخ بزرگوار شیخ محی الدین ابن العربی کو پہنچتی ہے۔ خرقہ پہنا ہے۔ شیخ کمال خجندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے معاصر تھے' اور ان کی صحبت میں رہے ہیں۔ کہتے ہیں کہ جس وقت شیخ نے یہ مقطع کہا تھا۔

چشم اگر نیست وابر واین وناز وعشوہ ایں　　　الوداع اے زہد وتقوے الفراق اے عشق ودین

جب مولانا تک یہ شعر پہنچا تو کہا کہ شیخ بڑے بزرگ ہیں' لیکن ایسا شعر کیوں کہنا چاہئے کہ معنی مجازی کے سوا اور احتمال نہ رکھتا ہو۔ شیخ نے اس کو سنا اور ان سے صحبت کی درخواست کی اور خود نابنائی کا کام شروع کیا۔ مولانا نے بھی اس خدمت میں ان کی موافقت کی۔ اس اثناء میں شیخ نے اسی مقطع کو پڑھا اور فرمایا کہ چشم کے معنی عین کے ہیں۔ پس ہوسکتا ہے کہ اشارہ کی زبان سے عین قدیم کہ ذات ہے' اس سے تعبیر کریں۔ ابرو کو حاجب کہتے ہیں۔ سو ہوسکتا ہے کہ اس کا اشارہ صفات کی طرف کریں کہ جو ذات کیلئے حجاب ہیں۔ مولانا نے عاجزی کی اور انصاف کیا۔ ایک دفعہ شیخ اسمٰعیل سیسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے درویشوں کو چلہ میں بٹھلایا۔ مولانا کو بھی طلب کیا۔ مولانا نے یہ غزل کہی اور ان کی خدمت میں پہنچائی۔

غزل

ما مہز تو دیدیم زفدات گزشتیم　　　از جملہ صفات از پے آن ذات گذشتیم
درخلوت تاریک ریاضات کشیدیم　　　در واقع از سبع سموات گذشتیم
دیدیم کہ اینہامہ خوابست وخیالست　　　مردانہ ازیں خواب وخیالات گذشتیم
باما سخن ازکشف وکرامات چہ گوئی　　　چوں ماز سرکشف وکرامات گذشتیم
اے شیخ اگر جملہ کمالات تو انیست　　　خوش باش کزیں جملہ کمالات گذشتیم
اینہا بحقیقت ہمہ آفات طریق اند　　　مادر طلب از جملہ آفات گذشتیم
ماازلپے نوریکہ بود مشرق انور　　　ازمغربی وکوکب ومشکوہ گذشتیم

جب شیخ نے یہ غزل سنی تو ان کا وقت خوش ہوا اور پسند کیا۔ مولانا ۶۰ سال کی عمر میں ۸۰۹ھ میں وفات کی۔
رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۵۷۸۔ شمس الدین محمد الحافظ الشیرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ لسان الغیب اور ترجمان الاسرار ہیں۔ بہت سے غیبی اسرار اور حقیقی معانی ہیں کہ جن کو صورت اور مجاز کے لباس میں ظاہر کیا ہے۔ اگر چہ یہ معلوم نہیں کہ وہ کسی شیخ کے مرید ہیں یا نہیں اور تصوف میں اس گروہ میں سے کسی ایک کے ساتھ نسبت درست کی ہے یا نہیں‘ لیکن ان کے اشعار اس گروہ کے مشرب کے ایسے موافق ہو گئے ہیں کہ کسی کو ایسا اتفاق نہیں پڑا۔ ایک بزرگ خواجگان قدس اللہ اسراہم کے سلسلہ میں سے فرماتے ہیں کہ اگر مرد صوفی ہے‘ تو کوئی دیوان دیوان حافظ سے بہتر نہیں۔ چونکہ ان کے اشعار اس سے زیادہ مشہور ہیں کہ ان کے ذکر کرنے کی ضرورت ہو۔ اس لئے نہیں لکھے گئے۔ ان کی وفات ۷۹۲ھ میں ہوئی ہے۔

۵۷۸۔ ان نیک بخت عارف بیبیوں کا ذکر جو کہ مردوں کے درجہ تک پہنچ گئی تھیں

صاحب فتوحات رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ باب ۷۲ ''فتوحات'' میں اس کے بعد کہ بعض بزرگان دین کا حال بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں وکل تذکر من ھولاء الرجال باسم الرجال فقد یکون منھم النساء ولکن یغلب ذکر الرجال قیل لبعضھم کم الابدال قال اربعون نفسا فقیل لہ لم لاتقول اربعون رجالا فقال قدیکون فیھم النساء یعنی جب ہم ان مردوں کا ذکر کرتے ہیں‘ تو کبھی ان میں عورتیں بھی ہوتی ہیں‘ لیکن مردوں کا ذکر بطور غلبہ کے ہوتا ہے۔ بعض صوفیوں سے کہا گیا کہ ابدال کتنے ہیں؟ کہا‘ چالیس شخص ہیں۔ تب ان سے کہا گیا کہ کیوں تم یہ نہیں کہتے کہ ۴۰ مرد ہیں۔ پھر اس نے کہا کہ کبھی ان میں عورتیں بھی ہوتی ہیں‘ اور شیخ ابوعبدالرحمن سلمٰی صاحب طبقات المشائخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عابدات اور عارف عورتوں کے احوال کے ذکر میں ایک علیحدہ کتاب جمع کی ہے۔ احوال کے سرا اور اس کی شرح کو ان سے بہت کچھ نقل کیا ہے۔ بعض صوفی کہتے ہیں۔

ولو کان النساء کمن ذکرنا   لفضلک النساء علی الرجال

فلا التانیث لاسم الشمس عیب ولا التذکیر فخر للھلال

یعنی اگر عورتیں ایسی ہوتیں' جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے' تو البتہ مردوں پر عورتوں کو فضیلت ہوئی کیونکہ آفتاب کا مونث ہونا معیوب نہیں اور ہلال کے مذکر ہونے میں کچھ فرق فخر نہیں ہے۔

۵۸۰- رابعہ عدویہ رحمہا اللہ تعالیٰ

آپ بصرہ کے رہنے والی تھیں۔ سفیان ثوری رضی اللہ عنہ سے پوچھا کرتی تھیں' ان کے پاس جایا کرتی۔ ان کی نصیحت اور دعا کی خواہش کیا کرتی۔ ایک دن سفیان ان کے پاس آئے اور ہاتھ اٹھائے اور کہا' اللھم انی اسئلک السلامہ یعنی اے خدا میں تم سے سلامتی چاہتا ہوں۔ رابعہ رو پڑیں۔ سفیان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پوچھا کہ تم کیوں روئیں؟ کہا' مجھ کو تم نے رلایا۔ سفیان نے کہا' کیونکر کہا' تم نہیں جانتے کہ دنیا کی سلامتی تو اس کا ترک ہے اور تم اس میں آلودہ ہو رہے ہو۔ رابعہ کہتی ہیں کہ ہر چیز کا پھل ہے اور معرفت کا پھل خدا کی طرف متوجہ ہونا ہے۔ یہ بھی انہوں نے کہا' ہے استغفر اللہ من قلۃ صدقی فی استغفر اللہ یعنی میں خدا سے مغفرت طلب کرتی ہوں۔ اس وجہ سے کہ اس استغفار میں مرا صدق کم ہے۔ سفیان نے پوچھا کہ سب سے بہتر کون سی چیز ہے۔ جس سے بندہ خدا تک تقرب ڈھونڈے کہا یہ کہ جان لے کہ بندہ دنیا اور آخرت میں اس کے سوا اور کسی کو دوست نہ رکھے۔ ایک دن سفیان نے ان کے سامنے کہا' واحزناہ یعنی اے غم کہنے لگی' جھوٹ نہ بولو' اگر تم غم ناک ہوتے' تو تم کو زندگی بھلی نہ معلوم ہوتی۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ میرا غم اس لئے نہیں کہ میں غم زدہ ہوں بلکہ اس لئے کہ غمگین نہیں ہوں۔

۵۸۱- لبابہ متعبدہ رحمہا اللہ تعالیٰ

آپ بیت المقدس کے رہنے والی ہیں۔ فرماتی ہیں کہ مجھے خدا سے شرم آتی ہے کہ وہ مجھ کو غیر کے ساتھ مشغول رکھے۔ ایک شخص نے ان سے کہا کہ میں حج کو جاتا ہوں۔ جب وہاں پہنچوں تو کیا دعا کروں؟ کہا' خدائے تعالیٰ سے وہ چیز طلب کر کہ وہ مجھ سے خوش ہو جائے' اور تجھ کو اپنے پسندیدہ لوگوں میں پہنچا دے' اور اپنے دوستوں میں تجھ کو گم کر دے۔

۵۸۲-مریم بصیریہ رحمہا اللہ تعالیٰ

آپ بصرہ کے رہنے والی ہیں۔ رابعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے زمانہ میں گزری ہیں اور ان کی صحبت میں رہی ہیں' اور ان کی خدمت کرتی رہی ہیں۔ رابعہ کے بعد بھی کچھ مدت زندہ رہی ہیں۔ محبت میں باتیں کرتی تھیں اور جب محبت کی باتیں سنتی' تو بے خود ہو جاتی۔ کہتے ہیں کہ وہ ایک مجلس میں جس میں کہ محبت کی باتیں کرتے تھے' حاضر ہوئیں۔ تب ان کا پتا پھٹ گیا اور مجلس ہی میں جان دے دی۔ وہ کہتی ہیں کہ میں نے یہ آیت سنی وفی السماء رزقکم وما توعدون یعنی آسمان میں تمہارا رزق ہے اور جو کچھ وعدہ دیئے جاتے ہیں۔

۵۸۳-ریحانہ والھہ (دیوانی) رحمہا اللہ تعالیٰ

آپ بصرہ کے عابدوں میں سے تھیں۔ صالح مری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے زمانہ میں ہوئی ہیں۔ ان بیتوں کو اپنے گریبان کے اوپر لکھ رکھا تھا۔

انت انسی وھمتی وسروری	قدابی القلب ان یحب سواکا
یاعزیزی وھمتی مرادی	طال شوق متی یکون لقاکا
لیس سوالی بن الجنان نعیم	غیر انی ارید ان القاکا

یعنی اے خدا میری محبت وخلوص اور میری ہمت اور سرور تو ہی ہے۔ دل اس بات کا انکار کرتا ہے کہ تیرے سوا کسی اور کو دوست رکھے۔ اے میرے پیارے اور میری ہمت و مراد میرا شوق بڑھ گیا ہے۔ تیری ملاقات کب ہو گی۔ میرا سوال جنت اور نعیم کا نہیں ہے' مگر یہ کہ تجھ سے ملنے کا ارادہ کرتی ہوں۔

۵۸۴-معاذ عدویہ رحمہا اللہ تعالیٰ

آپ رابعہ عدویہ کی ہمعصر ہیں اور ان کی صحبت میں رہی ہیں۔ انہوں نے چالیس سال تک آسمان کی طرف منہ اٹھا کر نہیں دیکھا' اور دن میں کبھی نہیں کھایا اور نہ رات کو سوئی۔ لوگوں نے کہا کہ تم اپنے نفس کو بڑا نقصان پہنچاتی ہو۔ کہا کہ میں نفس کو کوئی ضرر نہیں پہنچاتی' رات کی نیند کو دن پر ڈالتی ہوں اور دن کا کھانا رات پر۔

۵۸۵-عفیرہ عابدہ رحمہا اللہ

آپ بصرہ کے رہنے والی ہیں اور معاذہ عدویہ کی صحبت میں رہی ہیں۔ اتنا روئیں کہ ان کی آنکھیں اندھی ہو گئیں۔ کسی نے کہا کہ نابینائی بڑی سخت بات ہے۔ انہوں نے کہا' خدائے تعالیٰ سے محجوب رہنا بڑا سخت ہے اور دل کا خدائے تعالیٰ کی مراد میں اس کے کاموں سے اندھا رہنا بہت سخت ہے۔

۵۸۶-شعوانہ رحمہا اللہ تعالیٰ

آپ عجم کی رہنے والی تھیں۔ ابلہ میں رہتی تھیں۔ خوش آواز تھیں' اور خوش آوازی سے وعظ کیا کرتیں اور کچھ پڑھا کرتیں۔ زاہد' عابد' اہل دل ان کی مجلس میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ وہ بڑی ریاضت والی تھی۔ خدا سے ڈرنے والی' رونے والی اور رلانے والی تھی۔ لوگوں نے کہا' ہم ڈرتے ہیں کہ رونے کے بعد تمہاری آنکھیں کہیں اندھی نہ وہ جائیں۔ کہا کہ دنیا میں بہت رونے سے اندھا ہونا' مجھے بہتر معلوم ہوتا ہے کہ آنکھیں دوزخ کے عذاب سے اندھی ہو جائیں۔ وہ کہتی ہیں کہ جو آنکھ کہ اپنے محبوب کی ملاقات سے باز رہے اور اس کے دیدار کی مشتاق ہو۔ اس کا رونے کے بغیر رہنا' اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ کہتے ہیں کہ اس قدر غم نے ان پر غلبہ کیا تھا کہ نماز وعبادت سے رہ گئی۔ خواب میں کوئی اس کے پاس آیا اور کہنے لگا۔

ادری دموعک اما کنت شاجیہ ان النیاحۃ یشفی لحزنینا

جدی وقومی وصومی الدھر ذایتہ فان الذنوب من فعل المطیعینا

یعنی اپنے آنسو بہا' اگر تو بہت غمناک ہوگی' تو بے شک چلانا' غمناک کو شفا دیتا ہے۔ عبادت میں سعی کر اور کھڑی رہو اور ہمیشہ روزہ رکھ سوز وگداز کے ساتھ کیونکہ پگلنا فرمانبرداروں کا کام ہے۔ پھر عبادت کرنے لگی اور یہ شعر گانے لگی اور روتی تھی۔ عورتیں بھی ان کے ساتھ روتی تھیں۔ کہتی ہیں کہ جب بوڑھی ہو گئیں تو فضیل عیاض ان کے پاس آئے اور دعا طلب کی۔ اے فضیل تم میں اور خدائے تعالیٰ میں کوئی چیز ہے کہ اگر دعا کروں' تو قبولیت کا سبب ہو جائے۔ فضیل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے چیخ ماری اور بے ہوش ہو گئے۔

۵۸۷- کبرویہ حفصہ رحمہا اللہ تعالیٰ

آپ بصرہ یا اہواز کے رہنے والی ہیں۔ شعوانہ کی خدمت کیا کرتی تھیں اور کہتی ہیں کہ میں ایک رات شعوانہ کے پاس تھی۔ مجھے نیند آ گئی' تو اس نے اپنے پاؤں مجھ کو مارے اور کہا کہ اٹھ اے کبروی۔ یہ سونے کی جگہ نہیں ہے۔ خواب کی جگہ قبر ہے۔ اس کو لوگوں نے کہا کہ تم کو شعوانہ کی صحبت کی برکت سے کیا ملا۔ کہا' اس وقت کے بعد سے جوان کے پاس گئی۔ دنیا کو میں نے درست نہیں رکھا اور روزی کا غم نہیں کھایا۔ دنیا سے کوئی شخص میری آنکھ کو طمع کی وجہ سے بزرگ نظر نہیں آیا اور کسی مسلمان کو میں نے جھوٹا نہیں سمجھا۔ واللہ اعلم

۵۸۸- رابعہ شامیہ رحمہا اللہ تعالیٰ

وہ احمد بن ابی الحواری کی بیوی ہیں۔ احمد بن ابی الحواری کہتے ہیں کہ اس کا حال مختلف تھا۔ کبھی تو اس پر عشق و محبت غالب ہوتے اور کبھی انس اور کبھی خوف غلبہ محبت کے وقت یہ شعر پڑھا کرتی تھیں۔

حبیب لیس یعدلہ حبیب   وما سواہ فی قلبی نصیبۃ

حبیب اغاب عن بصری وشخصی   ولکن عن فوادی لا یغیب

یعنی وہ ایسا محبوب ہے کہ جس کے برابر کوئی حبیب نہیں' اور اس کے سوا میرے دل میں اور کسی کا نصیب نہیں ہے۔ گو حبیب میری آنکھ اور وجود سے غائب ہے' لیکن میرے دل سے وہ غائب نہیں رہے اور انس کے وقت یہ کہا کرتی تھیں۔

ولقد جعلتک فی الفواد محدثی   وابحت جسمی من اراد جلوسی

فالجسم منی للجلیس وموانس   وحبیب قلبی فی الفوادانیسی

یعنی بے شک میں نے تجھ کو دل میں اپنا ہمراز و ہم سخن بنایا ہے' اور اپنے جسم کو اس لئے مباح کر دیا ہے جو میرے پاس بیٹھنے کا ارادہ کرتا ہے۔ بس میرا جسم تو جلیس سے انس کرتا ہے لیکن دل کا حبیب میرے دل میں انیس ہے اور میں نے سنا کہ خوف کی حالت میں یہ شعر پڑھتی ہیں۔

وزادی قلیل الاراہ مبلغنی   النراد ابکی امر یطول مسافتی

اتحرقنی بالناریاغایۃ المنی   فاین رجائی منک این فحافتی

یعنی میرا توشہ تھوڑا میں نہیں خیال کرتی کہ وہ مجھے منزل تک پہنچا دے۔ کیا توشہ کیلئے میں روؤں یا لمبی مسافت کیلئے اے میری غایت آرزو کیا' تو مجھ کو آگ میں جلائے گی۔ پھر میری تم سے امید اور میرا اتم سے خوف کہاں گیا۔ احمد بن الحواری سے کہا تھا۔

لست احبک حب الازواج　　　انما احبک حب الاخوان

یعنی میں تم سے اس طرح محبت نہیں کرتی جیسے عورت کو خاوند کی ہوتی ہے۔ بلکہ ایسی جیسے برادران طریقت کی ہوتی ہے۔ جب کھانا پکا کرتا تو کہتی اے میرے سردار کھا کہ یہ کھانا نہیں مگر تسبیح کے ساتھ۔ احمد بن ابی الحواری کہتے ہیں کہ ایک دن اس کے سامنے ایک طشت تھا۔ کہا اس طشت کو اٹھا لو کہ اس میں لکھا دیکھتی ہوں کہ امیرالمومنین ہارون الرشید فوت ہو گیا۔ تلاش کی تو معلوم ہوا کہ اسی دن فوت ہوا تھا۔

۵۸۹-حکیمہ دمشقیہ رحمہا اللہ تعالیٰ

آپ شام کی سردار عورتوں میں سے ہیں اور رابعہ شامیہ کی استاد ہیں۔ احمد بن ابی الحواری کہتے ہیں کہ رابعہ نے کہا' میں حکیمہ دمشقیہ کے پاس آئی۔ وہ قرآن شریف پڑھ رہی تھیں۔ کہا' اے رابعہ میں نے سنا ہے کہ تمہارا خاوند یعنی احمد بن ابی الحواری تمہارے سر پر اور عورت لانا چاہتے ہیں۔ میں نے کہا' ہاں۔ کہا' وہ اپنی عقل سے کہ رکھتا ہے کیونکر پسند کرتا ہے کہ اپنے دل کو دو عورتیں کر کے خدائے تعالیٰ سے علیحدہ کر دے۔ شاید کہ تم کو اس آیت کریمہ کی تفسیر نہیں پہنچی' الا من اتی اللہ بقلب سلیم یعنی مگر وہ شخص کہ خدا کے سامنے سالم دل لے کر آئے۔ میں نے کہا' مجھ کو تفسیر معلوم نہیں۔ کہا' اس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ تک تم پہنچو اور تمہارے دل میں خدا کے سوا اور کچھ نہ ہو۔ رابعہ کہتی ہیں کہ میں ان کے پاس سے باہر آئی' اور اس کی بات کے اثر سے جھکتی ہوئی چلتی تھی اور جو لوگ راستہ میں ملتے تھے۔ ان سے شرم کرتی تھی کہ خیال نہ کریں کہ میں ہوں۔

۵۹۰-حفصہ بنت سیرین رحمہا اللہ تعالیٰ

آپ محمد سیرین کی بہن ہے۔ زہد و تقویٰ میں اپنے بھائی کی طرح تھیں۔ وہ صاحب نشانات و کرامات تھیں۔ کہتے ہیں کہ وہ رات کو اپنے گھر میں چراغ جلاتی تھیں اور اٹھتی تھیں۔ نماز پڑھتی تھیں۔ کبھی ایسا ہوتا کہ ان کا چراغ بجھ جاتا لیکن ان کا گھر صبح تک روشن رہتا۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۵۹۱-ام حسان رحمہا اللہ تعالیٰ

آپ اہل کوفہ کے زاہدوں میں سے تھیں۔ سفیان ثوری ان کی زیارت کو جاتے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ ان سے نکاح کر لیا تھا۔ سفیان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں ان کے پاس گیا' تو اس کے گھر میں

سوائے ایک پرانے بوریے کے ٹکڑے کے اور کچھ نہ دیکھا۔ میں نے کہا کہ اگر تمہارے چچازاد بھائیوں کی طرف رقعہ لکھا جائے تو تمہارے حال کی خبر گیری کریں۔ اس نے کہا' اے سفیان میری آنکھ اور دل میں تم اس سے پہلے بزرگ معلوم ہوتے تھے۔ اب اس قدر نہیں معلوم ہوتے۔ جب میں ہرگز دنیا کا سوال اس سے نہیں کرتی' جو دنیا کا مالک اور اس پر قادر اور قابض ہے' تو پھر ایسے شخص سے کیونکر سوال کروں کہ جو اس پر قادر نہیں ہے۔ اے سفیان خدا کی قسم میں دوست نہیں رکھتی کہ مجھ پر کوئی ایسا وقت گزرے کہ خدا تعالیٰ کے سوا کسی اور سے مشغول ہو جاؤں۔ سفیان اس بات سے رو پڑے۔

۵۹۲- فاطمہ نیشاپوری رحمہا اللہ تعالیٰ

آپ خراسان کی قدیمی عورتوں میں بڑی عارفہ ہیں۔ ابو یزید بسطامی قدس اللہ سرہ نے ان کی تعریف کی ہے۔ ذوالنون مصری نے ان سے سوال کئے ہیں۔ مکہ میں مجاور رہی ہے اور کبھی بیت المقدس میں جاتی تھی اور پھر مکہ میں لوٹ آتی تھیں۔ عمرہ کے راہ میں ۲۲۳ھ میں فوت ہوئی ہیں۔ ایک دن ذوالنون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کیلئے انہوں نے کچھ بھیجا۔ ذوالنون نے اس کو قبول نہ کیا اور کہا کہ عورتوں کی چیزوں کے قبول کرنے میں ذلت اور نقصان ہے۔ فاطمہ نے کہا کہ دنیا میں کوئی صوفی اس سے بہتر و بزرگ نہیں کہ جو سبب کو درمیان نہیں دیکھتا۔ ابو یزید نے کہا ہے کہ میں نے اپنی ساری عمر میں ایک مرد اور ایک عورت دیکھی ہے۔ وہ عورت تو فاطمہ نیشاپوری ہے۔ میں نے کسی مقام کی اس کو خبر نہیں دی کہ اس کو پہلے سے ظاہر نہ ہو۔ ایک شیخ نے ذوالنون مصری سے پوچھا کہ آپ نے کس کو اس گروہ میں بڑا بزرگ دیکھا ہے۔ کہا کہ ایک عورت مکہ میں تھی۔ جس کو فاطمہ نیشاپوریہ کہتے تھے۔ قرآن کے معنی ایسا بیان کرتی تھی کہ مجھ کو تعجب معلوم ہوتا تھا۔ وہ کہتی ہیں من لم یکن اللہ منہ علی بال فانہ تنحطی فی کل میدان ویتکلم ولک لسان ومن کان اللہ منہ علی بال اخرسیہ الا علی الصدق ولزمہ الحیاء منہ والاخلاص یعنی جو شخص خدا کو دل میں نہ لائے یعنی اس کی تعظیم دل میں نہ رکھے تو ہر میدان میں آئے گا' اور ہر زبان میں کلام کرے گا (یعنی حق باطل میں تمیز نہ کرے گا) اور جس کے دل میں خدا کی عظمت ہوگی۔ اس کو خدا تعالیٰ سچ کے سوا گنگا کر دے گا اور حیا و اخلاص اس کو ضروری کر دے گا۔ وہ یہ بھی کہتی ہیں الصادق المتقی الیوم فی بحر تضظرب علیہ امواجہ یدعو ربہ دعاء الغریق یسال ربہ الخلاص والنجاۃ یعنی آج صادق متقی ایک ایسے سمندر میں ہے کہ اس کی موجیں اس پر پڑتی ہیں (یعنی حوادثات) وہ اپنے رب کو ایسا پکارتا ہے جیسا

کہ کوئی ڈوبنے والا اپنے رب سے خلاصی ونجات چاہتا ہے۔ وہ یہ بھی کہتی ہیں **من عمل الله علی المشاهدة فهو عارف ومن عمل علی شاهدة الله اياه فهو المخلص** یعنی جو مشاہدہ کر کے خدا کیلئے عمل کرتا ہے وہ عارف ہے اور جو ایسا عمل کرتا ہے کہ خدا اس کو دیکھ رہا ہے تو وہ مخلص ہے۔

۵۹۳- زیتونہ رحمہا اللہ تعالیٰ

آپ کا نام فاطمہ ہے۔ ابوحمزہ' جنید ونوری قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم کی خدمت کر چکی ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ ایک دن بڑی سردی تھی۔ میں نوری کے پاس آئی اور میں نے کہا' کچھ کھاتے ہو؟ کہا' ہاں۔ میں نے کہا' کیا لاؤں؟ کہا' روٹی دودھ۔ میں لائی۔ ان کے سامنے آگ روشن کر دی گئی تھی اور ان کا ہاتھ راکھ سے سیاہ ہو رہا تھا اور جہاں اس کے ہاتھ پر دودھ لگتا' سیاہی دھوئی جاتی۔ جب میں نے یہ حال دیکھا تو اپنے دل میں کہا یا **رب مااقذر اولیاءک مافیهم اخذلطیف** یعنی اے رب تیرے اولیاء کیا ہی گندے ہیں کہ ان میں کوئی بھی پاک صاف نہیں۔ پھر میں ان کے پاس سے باہر نکل آئی۔ ایسی جگہ پہنچی کہ ایک عورت مجھ کو لپٹ گئی کہ یہاں پر ایک کپڑوں کی بقچی تھی۔ وہ تم اٹھا کر لے گئی ہو اور مجھے امیر کے سامنے لے گئی' نوری روئے' یہ حال سنا۔ میرے پیچھے امیر کے پاس آئے اور کہا' اس کو تکلیف نہ دینا کیونکہ یہ اولیاء اللہ میں سے ہے۔ امیر نے کہا' میں کیا حیلہ کروں؟ کیونکہ اس کی مدعی اس سے مال مانگتی ہے۔ اتفاقاً لونڈی حبشن ظاہر ہوئی جس کے پاس وہ گٹھڑی تھی اور کہنے لگی اس کو چھوڑ دو کیونکہ بقچی مل گئی ہے۔ پس نوری نے میرا ہاتھ پکڑا اور امیر کے پاس سے باہر لائے اور کہا' تم نے کیوں کہا تھا۔ **مااوحش اولیاءک واقذرهم** یعنی وہ تیرے ولیوں میں کس قدر وحشی اور گندہ ہے۔ میں نے کہا' جو کچھ میں نے کہا تھا' اس سے توبہ کی۔

۵۹۴- فاطمہ البروعیہ روحہما اللہ تعالیٰ

وہ اردبیل میں رہتی تھیں۔ **قيل كانت من العارفات المتكامات بالشطح** یعنی کہتے ہیں کہ وہ عارفہ تھیں اور شطحی باتیں (بظاہر خلاف شرع) کہا کرتی تھیں۔ ایک شیخ نے ان سے اس حدیث قدسی سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حق سبحانہ سے حکایت کی ہے۔ سوال کیا۔ **انا جليس من ذكرني** یعنی اس شخص کا ہم مجلس ہوں جو مجھے یاد کرتا ہے اس نے تھوڑی دیر تک اس سائل سے اور باتیں کیں پھر یہ کہا **ان الذكر ان تشهد ذكر**

المذكور لك مع دوام ذكرك له فيفنى ذكرك فى ذكره لك ويبقى ذكره لك حين لا مكان ولا زمان یعنی بے شک ذکر یہ ہے کہ باوجود مذکور یعنی خدا کے ہمیشہ ذکر کرنے کے تجھے یہ معلوم ہو جائے کہ وہ تجھے یاد کر رہا ہے۔ پھر تیرا ذکر اس کے ذکر میں فنا ہو جائے اور اس کا تجھے یاد کرنا باقی رہ جائے۔ ایسے وقت میں کہ نہ مکان ہو نہ زمانہ۔

۵۹۵-ام علی زوجہ احمد خضرویہ رحمہا اللہ تعالیٰ

وہ بڑے گھرانے کی لڑکی اور بڑی مالدار تھیں' لیکن سب کچھ فقراء کو دے دیا اور احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ جو کچھ ان کے پاس تھا' موافقت کی۔ بایزید اور ابو حفص قدس اللہ تعالیٰ ارو حہما کو دیکھا تھا اور بایزید سے سوالات کیے تھے۔ ابو حفص کہتے ہیں کہ میں ہمیشہ عورتوں کی باتوں کا برا سمجھا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ ام علی احمد خضرویہ کی بیوی کو دیکھا۔ تب میں نے جانا کہ خدائے تعالیٰ اپنی معرفت اور سمجھ جہاں چاہتا ہے' رکھتا ہے۔ بایزید قدس سرہ فرماتے ہیں کہ جو شخص کہ تصوف اختیار کرے۔ چاہیئے کہ ہمت کے ساتھ اختیار کرے۔ جس طرح کہ ام علی احمد خضرویہ کی بیوی کی ہمت ہے یا وہ حال اختیار کرئے جو اس کا حال ہے۔ ام علی کہتی ہیں کہ خدائے تعالیٰ نے لوگوں کو طرح طرح کے لطیفوں اور اچھی باتوں سے اپنی طرف بلایا۔ انہوں نے اس کی بات نہ مانی۔ تب ان پر طرح طرح کی بلائیں ڈالیں تاکہ ان کو بلا کی وجہ سے اپنی طرف لائے کیونکہ وہ ان کو دوست رکھتا ہے۔ وہ یہ بھی کہتی ہیں کہ حاجت کا فوت ہو جانا' اس کیلئے خواری حاصل کرنے سے زیادہ آسان ہے۔ بلخ کی ایک عورت اس کے پاس آئی کہ میں اس لئے آئی ہوں کہ تمہاری خدمت کے ذریعے سے خدائے تعالیٰ سے نزدیکی طلب کروں۔ کہا' کیوں خدائے تعالیٰ کی خدمت کے ذریعہ سے مجھ سے نزدیکی نہیں ڈھونڈھتی۔

۵۹۶-ام محمد والدہ شیخ ابوعبداللہ بن خفیف رحمہا اللہ تعالیٰ

آپ عابدات فرمانبرداروں میں سے تھیں۔ اپنے بیٹے ابوعبداللہ خفیف کے ہمراہ سمندر کے راستہ حجاز کے سفر کو گئی تھیں۔ ان کے مکاشفات' مجاہدات بہت ہیں۔ کہتے ہیں کہ شیخ رمضان کے آخر عشرہ میں راتوں کو جاگا کرتے تھے کہ شب قدر پالیں۔ ایک رات مکان کی چھت پر نماز پڑھتے تھے' اور ان کی والدہ ام محمد گھر کے اندر خدا کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھی ہوئی تھیں۔ یہاں تک کہ شب قدر کے انوار ان پر ظاہر ہونے لگے۔ آواز دی کہ اے محمد اے فرزند جو کچھ تم وہاں طلب کرتے ہو' وہ یہاں پر موجود ہے۔ شیخ اترے اور ان انوار کو دیکھا اور والدہ کے

قدموں پر گر پڑے۔ اس کے بعد شیخ کہا کرتے تھے کہ اس وقت کے بعد سے میں نے والدہ کی قدر جانی۔

۵۹۷- فاطمہ بنت ابی بکر الکتانی رحمہا اللہ تعالیٰ

انہوں نے سمنون محب کی مجلس میں جبکہ وہ محبت کے بارہ میں گفتگو کر رہے تھے جان دے دی اور اس کے ساتھ اور تین مردان خدا نے بھی جان دی۔

۵۹۸- فضہ رحمہا اللہ تعالیٰ

شیخ ابوالربیع مالقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک نیک بخت عورت کا حال سنا کہ وہ ایک گاؤں میں رہتی ہے۔ مجھے اس کی کرامت کی شہرت کی وجہ سے اس کی زیارت کا شوق پیدا ہوا۔ اس عورت کو فضہ کہا کرتے تھے۔ جب اس گاؤں میں جہاں وہ رہتی تھی' پہنچے تو لوگوں نے کہا کہ اس کے پاس ایک بکری ہے۔ جس سے دودھ اور شہد دوہتی ہے۔ ہم نے ایک نیا پیالہ خریدا اور اس عورت کے پاس آئے اور اس کو سلام کیا۔ پھر ہم نے کہا کہ تمہاری بکری دیکھنی چاہتے ہیں جس کی نسبت لوگ چرچا کرتے ہیں۔ بکری لے آئی۔ ہم نے اس پیالہ میں دوہا' دودھ اور شہد تھا۔ ہم نے اس کا قصہ پوچھا' تو کہا کہ ہماری ایک بکری تھی۔ ہم فقیر لوگ ہیں۔ عید کے دن میرے خاوند نے جو مرد صالح تھا کہا کہ آج ہم اس بکری کی قربانی دیں گے۔ میں نے کہا کہ نہیں۔ کیونکہ ہم کو قربانی کے ترک کرنے میں رخصت ہے اور خدائے تعالیٰ ہماری حاجت کو جانتا ہے کہ اس بکری کی ہمیں ضرورت ہے۔ اتفاقاً اس رات ایک مہمان آ گیا۔ میں نے شوہر سے کہا کہ ہم مہمان کی عزت کرنے کیلئے حکم دیئے گئے۔ اٹھ اور اس بکری کو ذبح کر' لیکن ایسی جگہ کہ ہمارے بچے نہ دیکھیں۔ کیونکہ اس کے ذبح ہونے پر یہ روئیں گے۔ تب وہ اس کو باہر لے گیا کہ دیوار کے پیچھے ذبح کرے۔ اتفاقاً میں نے دیکھا کہ بکری گھر کی دیوار سے کود کر گھر میں آ گئی ہے۔ میں نے کہا' شاید وہ بکری خاوند سے بھاگ کر نکل آئی ہے۔ میں باہر نکلی دیکھا کہ شوہر اس کی کھال اتار رہا ہے۔ میں نے تعجب کیا اور یہ حال شوہر سے بیان کیا۔ اس نے کہا شاید کہ خدائے تعالیٰ نے ہم کو اس سے بہتر عنایت کی ہو کیونکہ ہم نے مہمان کی خاطر کی ہے۔ اس کے بعد کہا' اے فرزند یہ بکری مریدوں کے دل میں چرتی ہے۔ جب ان کے دل اچھے ہیں' تو اس کا دودھ بھی اچھا ہے اور ان کا دل بگڑا ہوا ہے' تو اس کا دودھ بھی بگڑا ہوا ہوگا۔ پس تم اپنے دلوں کو خوش رکھو۔ امام یافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اس عورت نے جو مریدوں کا لفظ کہا۔ اس سے مقصود وہ اور اس کا خاوند تھا لیکن چھپانے اور شبہ میں رکھنے اور مریدوں کو دل کے

پاک رکھنے کی ترغیب کیلئے عام طور پر ذکر کر دیا۔ مطلب یہ ہے کہ جب ہمارے دل خوش ہیں تو جو کچھ ہمارے پاس ہے وہ بھی اچھا ہے۔ پس تم بھی اپنے دل خوش رکھو تا کہ جو کچھ تمہارے پاس ہے خوش رہے۔

۵۹۹-تلمیذہ (شاگردنی) سری سقطی رحمہا اللہ تعالیٰ

ایک عورت تھی جو کہ سری سقطی کی شاگردہ تھیں۔ اس عورت کا ایک لڑکا تھا۔ جو معلم کے پاس پڑھا کرتا تھا۔ معلم نے اس کو چکی پر بھیجا (پن چکی ہوگی) وہ پانی میں گرا اور غرق ہوگیا۔ معلم نے شیخ سری کو اس کی اطلاع دی۔ سری نے کہا' اٹھو اور میرے ساتھ چلو۔ تا کہ اس کی والدہ کے پاس جائیں۔ اس کے پاس گئے۔ شیخ سری نے لڑکے کی والدہ سے صبر کے بارہ میں باتیں کیں۔ اس کے بعد رضا کے بارہ میں۔ عورت نے کہا' اے استاد! اس تقریر سے آپ کا مقصود کیا ہے؟ کہا کہ تمہارا بیٹا غرق ہوگیا ہے۔ کہا' میرا بیٹا؟ کہا' ہاں۔ کہا کہ بے شک خدائے تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا۔ شیخ سری نے پھر صبر و رضا میں تقریر کی۔ عورت نے کہا کہ اٹھو اور میرے ساتھ آؤ۔ اٹھے اور اس کے ساتھ چلے۔ یہاں تک کہ نہر کے کنارے پر پہنچے۔ پوچھا کہ میرا بیٹا کہاں ڈوبا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ یہاں۔ وہاں گئی اور آواز دی کہ فرزند محمد۔ کہا' اے لبیک اے ماں! وہ عورت پانی میں گئی' اور بیٹے کا ہاتھ پکڑ لیا اور گھر میں لے گئی۔ شیخ سری نے شیخ جنید کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا کہ یہ کیا بات ہوئی؟ جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا' یہ ایسی عورت ہے کہ خدائے تعالیٰ کے واجبات کی پوری رعایت کرنے والی ہے اور جو شخص ایسا ہو۔ اس کو یہ حالت ہوتی ہے کہ اس کی نسبت اگر کوئی حادثہ ہو' تو اس کی اطلاع اس کو دے دیا کرتے ہیں۔ جب اس کو بیٹے کے فوت ہونے کی اطلاع نہ دی گئی' تو اس نے جانا کہ یہ حادثہ ہوا ہی نہیں۔ اس لئے انکار کیا اور کہا کہ خدائے تعالیٰ نے ایسا ہی کیا۔

۶۰۰-تحفہ رحمہا اللہ تعالیٰ

سری سقطی کہتے ہیں کہ ایک رات مجھے نیند نہ آئی' اور عجب قسم کا قلق واضطراب تھا۔ چنانچہ میں تہجد سے محروم رہا۔ جب میں نے صبح کی نماز پڑھی' تو باہر گیا اور جہاں مجھے گمان ہوتا ہے کہ شاید وہاں اضطراب میں تسلی ہو جائے۔ جاتا تھا' لیکن کچھ فائدہ نہ ہوتا تھا۔ آخر میں نے کہا کہ شفاخانہ میں جاؤں اور بیماریے کو دیکھوں۔ شاید کہ ڈروں اور عبرت حاصل کروں۔ جب میں شفاخانہ میں آیا تو میرا دل خوش ہوگیا اور سینہ کھل گیا۔ اتفاق میں نے ایک لونڈی کو دیکھا کہ بڑی موٹی تازی عمدہ فاخرہ لباس پہنے ہوئے تھی۔ اس سے عمدہ خوشبو میرے دماغ میں

پہنچی۔ بڑی خوبصورت تھی لیکن دونوں پاؤں اور دونوں ہاتھوں سے بندھی ہوئی تھی۔ جب اس نے مجھے دیکھا' تو رونے لگی اور چند شعر پڑھے۔ میں نے شفاخانہ کے مالک سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ اس نے کہا کہ ایک پاگل لونڈی ہے۔ اس کے مالک نے اس کو قید کیا ہے۔ شاید کہ تندرست ہو جائے۔ جب اس نے دارغہ جیل کی باتیں سنیں' تو رونا اس کے گلے میں بند ہوا۔ اس کے بعد یہ شعر پڑھنے لگی۔

معشر الناس ماجننت ولكن ... انا سكرانة وقلبي صاحي
اغللتم يدي ولم ات ذنبا ... غير جهدي في حبه واقتضاحي
انا مفتونة بحب حبيب ... لست ابغي عن بابه من براحي
فصلاحي الذي زعمتم فسادي ... وفسادي الذي زعمتم صلاحي
ماعلي من احب مولي الموالي ... وارتضاه لنفسه مناجناحي

یعنی اے لوگو! میں دیوانی نہیں ہوں' لیکن میں مست ہوں اور میرا دل چلا رہا ہے۔ تم نے میرے ہاتھوں کو جکڑ دیا ہے حالانکہ میں نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ بجز اس کے کہ اس کی محبت میں میری سعی اور رسوائی ہے۔ میں محبوب کی محبت میں مفتون ہوں' اور اس کے دروازہ سے دور ہونا نہیں چاہتی۔ پس جس کو تم نے میرا فساد سمجھ لیا ہے۔ وہی میری درستی ہے' اور جس کو تم نے میری درستی خیال کیا ہے وہ میرا بگاڑ ہے۔ جو شخص کہ خواجہ خواجگان کا محبّ ہو اور اس کو اپنے لئے پسند کرے' تو اس پر کچھ گناہ نہیں ہے۔ اس کے شعروں نے مجھے جلا دیا اور مجھے رلایا۔ جب اس نے میرے آنسو دیکھے' تو کہا' اے سری! یہ رونا اس کی صفت پر ہے' اگر اس کو پورے طور پر پہچان لے تو پھر کیا حال ہو۔ اس کے بعد تھوڑی دیر تک بے ہوش ہو گئی۔ جب ہوش میں آئی تو میں نے کہا' اے لڑکی! کہا لبیک۔ (حاضر ہوں) اے سری! میں نے کہا' مجھ کو تم نے کہاں سے پہچان لیا۔ کہا' میں اس وقت سے جاہل نہیں ہوں۔ جیسے کہ اس کو پہچانا۔ میں نے کہا' میں سنتا ہوں کہ محبت کی یاد کرتی ہے۔ کس کو تم دوست رکھتی ہو؟ کہا' اس کو کہ جس نے ہم کو اپنی نعمتوں سے واقف کر دیا اور ہم پر اپنی نعمتوں سے دلوں سے قریب ہے اور سائلوں کی بات ماننے والا۔ میں نے کہا' تم کو یہاں کس نے قید کر دیا ہے؟ کہا' اے سری! حاسدوں نے باہم مدد کی۔ اس کے بعد ایک چیخ ماری کہ مجھ کو گمان ہو گیا۔ شاید اس کی جان نکل گئی۔ اس کے بعد ہوش میں آئی' اور چند بیت اپنے مناسب حال پڑھے۔ میں نے شفاخانہ کے داروغہ سے کہا کہ اس کو چھوڑ دو۔ اس نے چھوڑ دیا۔ میں نے کہا' جا جہاں چاہتی ہے۔ کہا اے سری! میں کہاں جاؤں؟ مجھے جانے کی کوئی جگہ نہیں جو میرے دل کا حبیب ہے۔ اس نے مجھ

کو اپنے ایک غلام کا غلام بنا دیا ہے۔ سو اگر میرا مالک راضی ہو تو جاؤں گی۔ ورنہ صبر کروں گی۔ میں نے کہا واللہ کہ وہ مجھ سے زیادہ عقلمند ہے۔ اتفاقاً اس کا مالک شفاخانہ میں آ گیا اور داروغہ سے کہا کہ تحفہ کہاں ہے؟ اس نے کہا کہ اندر ہے اور شیخ سری اس کے پاس ہیں۔ وہ خوش ہوا اور مجھ کو آ کر سلام کہا اور بڑی تعظیم کی۔ میں نے کہا کہ یہ لونڈی میری تعظیم کی نسبت زیادہ تعظیم کے لائق ہے۔ کیا سبب ہے کہ تم نے اس کو قید کر رکھا ہے؟ کہا' حضرت یہ بہت سی باتیں کرتی ہے۔ اس کی عقل جاتی رہی ہے' نہ کھاتی ہے' نہ پیتی ہے' نہ سوتی ہے اور مجھے بھی سونے نہیں دیتی' بڑی فکر مند اور بڑی روتی رہتی ہے حالانکہ میری ساری جائیداد یہی ہے۔ میں نے اس کو اپنا تمام مال بیس ہزار درم دے کر خریدا تھا۔ مجھے امید تھی کہ اس پر مجھے اور فائدہ ہوگا۔ کیونکہ اپنے فن میں کامل ہے۔ میں نے کہا' اس کا کمال کیا ہے؟ کہا' یہ مطربہ ہے۔ (گانے والی) میں نے کہا کہ کتنی مدت سے اس کو یہ بیماری ہوئی ہے؟ کہا' ایک سال ہو چکا ہے۔ میں نے پھر پوچھا کہ اس کی ابتداء کیونکر ہوئی تھی؟ کہا' عود (عود ایک ساز کا نام ہے جیسے سارنگی وغیرہ) اس کی بغل میں تھا اور یہ شعر گا رہی تھی۔

وحقک لانقصت الدھر عھدا ولا کدرت بعد الصحو ودا

ملات جوانحی والقلب وجدا فکیف الذا واسلو واھدا

فیامن لیس لی مولی سواہ اراک ترکتنی فی الناس عبدا

یعنی تیرے حق کی قسم ہے کہ میں نے کبھی عہد کو نہیں توڑا' اور نہ صفائی کے بعد دوستی کو مکدر کیا ہے۔ میں نے اپنی پسلیوں اور دل کو سوزش سے بھر لیا ہے۔ سو اب کیسے لذت پاؤں یا تسلی یا آرام پاؤں' اے وہ ذات کہ جس کے سوا میرا اور کوئی مولیٰ نہیں ہے۔ میں تجھ سے دیکھتا ہوں کہ تو نے لوگوں میں مجھے غلام کو چھوڑا ہے۔ اس کے بعد اٹھی اور عود کو توڑ دیا اور رونے لگی۔ ہم نے اس کو کسی محبت کی تہمت لگائی' لیکن روشن ہو گیا کہ اس کا کچھ بھی اثر نہ تھا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ کیا یہی حال گزرا ہے۔ خستہ دل اور شکستہ زبان سے کہنے لگی۔

خاطبنی الحق من جنانی فکان وعظی علی لسانی

قربنی منہ بعد بعد وخصنی اللہ واصطفانی

اجبت لمادعیت طوعا ملبیا للذی دعانی

وخفت مما جنیت قدما فوقع الحب بالامانی

یعنی خدائے تعالیٰ نے مجھ سے میرے دل سے خطاب کیا۔ پس میرا وعظ میری زبان سے جاری ہوا۔ مجھ کو

بعد دوری کے اپنے قریب کرلیا اور مجھ کو خاص اور پسندیدہ کرلیا۔ جس کیلئے مجھے بلایا۔ سو میں نے خوشی سے اس کو قبول کیا اور پکارنے والے کو لبیک پکاری۔ میں پہلے گناہوں سے ڈری' لیکن محبت امیدوں میں پڑ گئی یعنی محبت نے امید دلائی کہ پہلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ اس کی بعد میں نے لونڈی کے مالک سے کہا کہ اس کی قیمت مجھ پر ہے اور زیادہ بھی دیتا ہوں۔ وہ چلائی اور کہا' اے سری! تمہارے پاس کہاں ہے؟ تم تو درویش مرد ہو۔ میں نے کہا' تم جلدی نہ کرو۔ تم ابھی یہیں رہوتا کہ میں اس کی قیمت دلاؤں۔ اس کے بعد میں روتا ہوا گیا اور خدا کی قسم کہ میرے پاس اس کی قیمت ایک دینار' ایک درم تک نہ تھی۔ رات کو اس فکر میں حیران تھا اور تنہا رہ کر عاجزی کرتا تھا۔ مجھے نیند نہ آتی تھی۔ میں کہتا تھا کہ اے پروردگار تو میرے ظاہر و باطن کو جانتا ہے اور میں نے تیرے فضل پر اعتبار کیا ہے۔ مجھے رسوا نہ کیجو۔ اتفاقاً ایک شخص نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے کہا' کون ہے؟ کہا' ایک دوست۔ تب میں نے دروازہ کھول دیا۔ دیکھا' تو اس کے ساتھ چار غلام ہیں اور ایک شمع ہے۔ کہا' اے استاد اندر آنے کی اجازت دیتے ہو؟ میں نے کہا' ہاں آجاؤ۔ جب اندر آیا تو میں نے کہا' تم کون ہو؟ کہا کہ احمد بن مثنیٰ ہوں۔ آج رات میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھ کو ہاتف پکار کر کہتا ہے کہ پانچ بدرے اٹھا۔ سری کے پاس لے جا اور اس کی طبیعت کو خوش کردے تاکہ تحفہ کو خرید لے کیونکہ ہماری تحفہ پر عنایت ہے۔ جب میں نے یہ سنا' تو شکر کا سجدہ کیا کہ خدائے تعالیٰ نے مجھے یہ نعمت دی۔ سری فرماتے ہیں کہ میں بیٹھا رہا اور صبح کا انتظار کرتا تھا۔ جب صبح کی نماز پڑھ چکا تو باہر نکلا اور اس کا ہاتھ پکڑا۔ شفاخانہ میں لایا اور داروغہ دائیں بائیں دیکھتا تھا۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو کہا مرحبا کہ تحفہ کو خدا کی طرف سے قرب و مرتبہ ہے کیونکہ رات مجھے ہاتف نے آواز دی ہے اور کہا ہے۔

انہا منا ببال لیس یخلو من نوال قربت ثم ترقت وعلمت فی کل حال

یعنی وہ محبوبہ ہمارے دل میں ہے اور مہربانی سے خالی نہیں ہے۔ وہ نزدیک کی گئی۔ پھر اس نے ترقی کی اور ہر حال میں بلند ہوئی۔ جب تحفہ نے ہم کو دیکھا تو رونے لگی اور خدا تعالیٰ سے مناجات میں کہنے لگی کہ خدایا! مجھ کو لوگوں میں تو نے مشہور کیا۔ ہم اس وقت بیٹھے ہوئے تھے کہ اس کا مالک روتا ہوا آیا۔ میں نے کہا' رو و مت۔ جو کچھ تم نے کہا' میں لایا ہوں۔ پانچ ہزار نفع لے لے۔ کہا نہیں خدا کی قسم میں نے کہا' دس ہزار لو۔ کہا خدا کی قسم نہیں۔ میں نے کہا' اس کی قیمت کے برابر نفع لو۔ کہا کہ نہیں خدا کی قسم اگر مجھے تمام دنیا دو گے تو نہ لوں گا اور وہ خالصاً للہ آزاد ہے۔ میں نے کہا' بات کیا ہے؟ کہا' اے استاد! کل مجھ کو جھڑک پڑی ہے۔ میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں اپنے سب مال سے علیحدہ ہو گیا ہوں اور خدائے تعالیٰ کی طرف بھاگا ہوں۔ اللھم کن لی بالسعة

کفیلا وبالرزق جمیلا یعنی خداوندا تو میری فراخی رزق اچھا کفیل بن۔ ابن مثنیٰ کی طرف میں نے دیکھا' تو وہ بھی روتا تھا۔ میں نے کہا' تم کیوں روتے ہو؟ کہا' گویا خدائے تعالیٰ نے جس امر کیلئے مجھے بلایا تھا۔ مجھ سے راضی نہیں۔ میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنا سارا مال خالصاً للہ کر دیا۔ دیکھئے تحفہ کی کیسی برکات سب پر روشن ہوئی ہیں۔ اس کے بعد تحفہ اٹھی اور جو اس کے بدن میں کپڑے تھے۔ ان سب کو اتار دیا' اور ٹاٹ پہن کر باہر چل دی اور روتی تھی۔ میں نے کہا کہ خدائے تعالیٰ نے تجھے رہائی دی ہے تو اب رونا کیسا ہے؟ کہا۔

هربت منه اليه وبكيت منه عليه　　　　وحقه هو سؤلهي لاذلت بين يديه

حتى انا واخفطني بمار جوت لديه

یعنی بھاگی میں اس سے اسی طرف اس کے حق کی قسم ہے۔ حالانکہ وہ میرا مطلوب ہے اور سوال کیا گیا ہے۔ اس کے سامنے سے کبھی دور نہ ہوں گی۔ حتیٰ کہ اس کو پالوں۔ جو اس سے امید رکھتی ہوں۔ اس کے بعد ہم باہر آئے اور ہر چند تحفہ کو تلاش کیا مگر وہ نہ ملی۔ اس کے بعد ہم نے کعبہ شریف کا ارادہ کیا۔ ابن مثنیٰ تو راستہ ہی میں فوت ہو گیا۔ میں اور تحفہ کا مالک مکہ میں آیا۔ ایسے وقت میں کہ ہم طواف کر رہے تھے۔ اتفاقاً ایک زخمی کی آواز ہم نے سنی کہ زخمی جگر سے کہہ دیا ہے۔

محب الله فی الدنیا سقیم　　　　تطاول سقمه فدواه راه

فهام لحبه وما اليه　　　　سقاه من محبة بكاس

فاروه المهيمن اذ ستقاه　　　　فليس يريد محبوبا سواه

کذالک من ادعی شوقا الیه　　　　یهیم بحبه حتی یراه

یعنی خدا کا عاشق دنیا میں بیمار ہوتا ہے۔ اس کی بیماری لمبی ہوتی ہے۔ پس اس کی دوا اس کی بیماری ہے۔ وہ اس کی محبت کی وجہ سے حیران ہو کر اسی کی طرف چڑھا ہے۔ اس نے اپنی محبت کا پیالہ اس کو پلایا۔ پس اس کو اس کے محافظ (خدا) نے سیراب کر دیا۔ جبکہ اس کو محبت کی شراب پلائی۔ اب وہ اس کے سوا اور کسی محبوب کو نہیں چاہتا۔ ایسا ہی اس شخص کا حال ہے کہ جو اس کے شوق کا مدعی ہے کہ وہ اس کی محبت میں حیران پھرتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کو دیکھ لے۔ میں اس کے سامنے گیا۔ جب اس نے مجھ کو دیکھا' تو کہا اے سری! میں نے کہا' لبیک۔ (یعنی حاضر ہوں) تم کون ہو کہ خدا تم پر مہربانی کرے۔ کہا' لا الہ الا اللہ۔ کہا' روشنائی کے بعد ناواقفی ہو گئی۔ میں تو تحفہ ہوں اور وہ تو ایک خیال تھا۔ ہم نے کہا' اے تحفہ تم نے لوگوں سے علیحدہ رہنے میں کیا فائدہ دیکھا؟ کہا کہ

خدائے تعالیٰ نے مجھ کو اپنے قرب میں بلا لیا اور محبت بخشی اور اپنے غیر سے وحشت دی۔ میں نے کہا' ابن مثنیٰ' تو فوت ہو گیا۔ کہا' خدا اس پر رحم کرے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی نعمتوں میں سے اس قدر دیا کہ کسی آنکھ نے ان کو نہیں دیکھا۔ وہ بہشت میں میرا ہمسایہ ہے۔ میں نے کہا' تمہارا مالک جس نے تم کو آزاد کیا تھا' وہ میرے ہمراہ آیا ہے۔ تب اس نے پوشیدہ دعا کی اور کعبہ کے برابر گر پڑی اور فوت ہو گئی۔ جب اس کا مالک آیا اور اس کو مردہ دیکھا۔ وہ بھی اس پر گر پڑا۔ میں نے جا کر اس کو بلایا' تو مردہ تھا۔ ہم نے ان دونوں کی تجہیز و تکفین کی اور خاک کے سپرد کر دیئے۔ رحمہا اللہ۔

۶۰۱-ام محمد رحمہا اللہ تعالیٰ

آپ شیخ عبدالقادر گیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی پھوپھی ہیں۔ نیک بخت عورتوں میں سے ہیں۔ کہتے ہیں ایک دفعہ گیلان میں قحط پڑ گیا۔ لوگ استسقا (بارش کی طلب) کیلئے باہر گئے' لیکن بارش نہ ہوئی۔ تمام لوگ ام محمد رحمہا اللہ تعالیٰ کے مکان کے دروازہ پر آئے اور بارش کیلئے دعا کے طالب ہوئے۔ ام محمد اپنے گھر کے صحن میں جھاڑو دے رہی تھیں۔ کہا' خداوندا! میں نے جھاڑ دی ہے' تو چھڑکاؤ کر دے۔ تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ اس قدر بارش ہوئی گویا مشکیں کھل گئی ہیں۔

۶۰۲-بیک مرویہ رحمہا اللہ تعالیٰ

شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس اللہ تعالیٰ سرہ کہتے ہیں کہ ہم مرو میں تھے۔ وہاں ایک بڑھیا عورت تھی۔ جس کو بیک مرویہ کہتے تھے۔ ہمارے نزدیک آئی اور کہا' اے ابوسعید! میں فریاد لے کر آئی ہوں۔ ہم نے کہا' کہو۔ کہا' لوگ دعا مانگتے ہیں کہ ہم کو ایک دم ہماری طرف چھوڑ دے' لیکن مجھے تیس سال گزر گئے کہ یہ کہتی ہوں۔ مجھ کو ایک آنکھ کی جھلک چھوڑ دے تا کہ میں دیکھوں کہ میں کون ہوں یا میں خود میں۔ اب تک اس کا اتفاق نہیں پڑا۔

۶۰۳-دختر کعب رحمہا اللہ

شیخ ابوسعید ابوالخیر کہتے ہیں کہ کعب کی لڑکی ایک غلام پر عاشق تھی لیکن سب پیر اس پر متفق ہیں کہ جو بات وہ کہتی تھی۔ ایسی بات نہیں کہ مخلوق پر کہہ سکیں۔ اس کا کام اور جگہ تھا۔ ایک دن وہ غلام اس لڑکی کو اتفاقاً مل گیا۔ اس کے آستین کے سرے کو پکڑا' تو لڑکی اس پر چلائی اور کہا' تجھے یہ کافی نہیں کہ میں اپنے صاحب کے ساتھ ہوں اور

وہاں مبتلا ہوں۔ تجھ کو میں نے باہر کا حصہ دیا کہ مجھ میں طمع کرتا ہے۔ شیخ ابوسعید کہتے ہیں کہ جو بات اس نے کہی ہے وہ مخلوق میں سے کسی میں نہیں پائی جاتی۔ وہ کہتی ہے۔

عشق راباز اندر آوردم بہ بند — کوشش بسیار نامد سودمند
عشق دریائے کرانہ ناپدید — کے توان کردن شتاب اے ہوشمند
عشق راخواہی کہ تاپایاں بری — بس کہ بہ پسندید ناید ناپسند
زشت باید دیدوانگارید خوب — زہر باید خوردو انگارید قند
توسنی کردم ندانستم ہے — گزکشیدن تنگ تر گردد کمند

٦٠٤- فاطمہ بنت المثنیٰ رحمہا اللہ تعالیٰ

شیخ محی الدین ابن العربی رضی اللہ عنہ ''فتوحات'' میں لکھتے ہیں کہ میں نے سالہا خود اس کی خدمت کی ہے۔ اس کا سن اس وقت ۹۵ سال سے زیادہ تھا لیکن مجھے بڑی شرم معلوم ہوتی تھی کہ اس کے چہرہ کی طرف دیکھوں۔ کیونکہ اس کے چہرہ کی تازگی اور تازگی ایسی تھی کہ جو شخص اس کو دیکھتا' گمان کرتا کہ یہ چودہ سال کی ہیں۔ اس کو خدائے تعالیٰ کے ساتھ عجیب معاملہ تھا' اور اس نے مجھ کو ان سب لوگوں پر کہ میرے ہم جنس اس کی خدمت میں لے جاتے تھے۔ پسند کر رکھا تھا اور کہتی تھی کہ فلاں شخص کی طرح میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ جب وہ میرے پاس آتا ہے تو پورے طور پر آتا ہے۔ باہر کچھ نہیں چھوڑتا اور جب باہر جاتا ہے' تو بالکل پورے طور پر جاتا ہے' میرے پاس کچھ نہیں چھوڑتا۔ شیخ یہ بھی کہتے ہیں کہ میں نے اس سے سنا۔ کہتی تھیں' مجھے اس شخص سے تعجب معلوم ہوتا ہے کہ جو یہ کہتا ہے کہ میں خدا کو دوست رکھتا ہوں۔ اس سے خوشنودی نہیں کرتا حالانکہ حق سبحانہ اس کا مشہود ہے۔ اس کی آنکھ اس کو دیکھ رہی ہے۔ ہر چیز میں ایک لحظہ بھی غائب نہیں ہوتا۔ یہ لوگ کیونکر اس کے محبت کا دعویٰ کرتے ہیں اور روتے ہیں۔ آیا شرم نہیں رکھتے کہ محبّ کا قرب تمام مقربوں سے زیادہ ہے۔ پھر کس لئے کہتے ہیں اس کے بعد کہا' اے فرزند! جو کچھ میں کہتی ہوں۔ اس میں تم کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا' بات یہی ہے کہ جو تم کہتی ہو۔ اس کے بعد کہا' واللہ مجھ کو تعجب معلوم ہوتا ہے کہ میرے حبیب نے مجھ کو ''فاتحہ الکتاب'' کی خدمت کیلئے حکم دیا ہے لیکن واللہ کہ کبھی بھی مجھ کو فاتحہ نے اس سے فارغ نہیں کیا اور نہ وہ میری حجاب بنی ہے۔ شیخ یہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم اس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک بڑھیا آئی اور ایک شہر کا نام لیا کہ میرا خاوند وہاں پر ہے۔

اس کا ارادہ ہے کہ اور عورت کرے۔ میں نے کہا' کیا تم چاہتی ہو کہ وہ لوٹ آئے؟ اس نے کہا' ہاں۔ میں نے فاتحہ کی طرف منہ کیا اور کہا' اے ماں تم سنتی ہو کہ کیا کہتی ہے؟ کہا' تم کیا چاہتے ہو؟ میں نے کہا کہ اس کا مطلب پورا ہو جائے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا خاوند آ جائے۔ کہا' بہت اچھا۔ ابھی میں ''فاتحہ الکتاب'' کو بھیجتی ہوں اور اس کو وصیت کرتی ہوں کہ اس عورت کے خاوند کو لائے۔ الحمد پڑھنی شروع کر دی اور میں بھی اس کے ساتھ پڑھنے لگا۔ میں نے جانا کہ فاتحہ کی قرات ایک جسمانی شکل بن گئی ہے۔ اس کو بھیجا اور بھیجنے کے وقت اس سے کہا کہ اے ''فاتحہ الکتاب'' فلاں شہر میں جانا اور اس عورت کے خاوند کو دیکھو۔ اس کو بغیر لانے کے نہ چھوڑیو۔ شیخ کہتے ہیں کہ فاتحہ کے بھیجنے اور اس کے خاوند کے آنے میں اس سے زیادہ دیر نہ لگی کہ جتنی دیر میں اس مسافت کو طے کر سکتے ہیں۔

۶۰۵-حبش لونڈی رحمہا اللہ

ذوالنون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ ایک سیاہ لونڈی تھی۔ میں نے دیکھا کہ لڑکے اس کو پتھر مار رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ بے دینیہ کہتی کہ میں خدا کو دیکھتی ہوں۔ میں اس کے پیچھے گیا۔ مجھ کو اس نے آواز دی کہ اے ذوالنون! میں نے کہا کہ تم نے کیسے پہچان لیا؟ کہا کہ اس کے دوستوں کی جانیں' اس کے سپاہی ہیں۔ جو ایک دوسرے کے آشنا ہیں۔ میں نے کہا' یہ کیا بات ہے' جو بچے کہتے ہیں؟ کہا' کیا کہتے ہیں کہ تم یوں کہتی ہو۔ میں اللہ تعالیٰ کو دیکھتی ہوں کہا' وہ سچ کہتے ہیں۔ جب سے میں نے اس کو پہچان لیا ہے۔ کبھی پردہ میں نہیں ہوئی۔

۶۰۶-امرۃ مجہولتہ رحمہا اللہ تعالیٰ

ذوالنون مصری قدس اللہ سرہ یہ بھی فرماتے ہیں' اس درمیان میں کہ میں طواف کعبہ مکرمہ کا کر رہا تھا۔ دیکھا کہ ایک نور چمکا کہ جس کی چمک آسمان تک پہنچتی تھی۔ مجھے تعجب معلوم ہوا۔ میں نے اپنے طواف کو پورا کیا اور دیوار کعبہ سے پیٹھ لگا دی اور اس نور کے بارہ میں فکر کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ ایک غمزدہ کی آواز میرے کان میں پہنچی۔ میں اس آواز کے پیچھے گیا۔ دیکھا' تو ایک لونڈی ہے۔ جو کعبہ کے پردوں میں لٹک رہی ہے اور کہتی ہے۔

انت تدری یاحبیبی من حبیبی انت تدری ونحول الجسم والدمع بنوحان بسری

قد کتمت الحب حتی صادق بالکتمان صدری

یعنی اے میرے حبیب تم جانتے ہو کہ میرا کون حبیب ہے؟ تم جانتے ہی ہو۔ جسم کی لاغری اور آنسو پوشیدہ فریاد کرتے ہیں۔ میں نے محبت کو چھپایا۔ یہاں تک کہ چھپانے سے میرا سینہ تنگ ہو گیا۔ میں ایک طرف کو گیا اور اس کے درد سے رونے لگا۔ پھر کہا' الھی وسیدی ومولائی بحبک لی اغفرتنی یعنی اے خدا مجھ کو تیری اس محبت کی قسم جو میرے ساتھ ہے کہ مجھ کو ضرور بخش دے۔ میں نے کہا' اے لونڈی تجھ کو یہ کافی نہیں بحبی لک یعنی میری محبت جو تیرے ساتھ ہے کہ یوں کہتی ہے' بحبک ولی یعنی تجھے کیا معلوم ہے کہ وہ تجھ کو دوست رکھتا ہے۔ کہا کہ خدا کے خاص ایسے بندے بھی ہیں کہ وہ ان کو دوست رکھتا ہے۔ پھر وہ اس کو دوست رکھتے ہیں۔ کیا تم نے خدا کا یہ قول نہیں سنافسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ یعنی پس قریب ہے کہ خدا ایسی قوم کو لائے گا کہ جس کو وہ دوست رکھتا ہے' اور وہ اس کو دوست رکھتے ہیں۔ خدا کی محبت ان سے ہے۔ ان کی محبت سے جو ان کو خدا سے ہے۔ پہلے ہے۔ میں نے کہا' تم کو بڑا ضعیف لاغر دیکھتا ہوں۔ شاید تم بیمار ہو۔ کہا

محب اللہ فی الدنیا علیل تطاول سقمہ فدواہ داہ

کذامن کان للعبادی محبا یھیم بذکرہ حتی براہ

یعنی خدا کا دوست دنیا میں بیمار ہے۔ اس کی بیماری لمبی ہے۔ اس کی دوا اس کی بیماری ہے۔ ایسا ہی وہ شخص ہے جو خدا کا محب ہے۔ اس کے ذکر سے حیران ہے۔ یہاں تک کہ اس کو دیکھ لے۔ پھر مجھے کہا' پیچھے دیکھ۔ میں نے دیکھا' تو کچھ نہیں تھا۔ پھر اس کو دیکھا تو وہ بھی ندارد۔ معلوم نہیں کہا گئی۔

۶۰۷- جاریہ مجہولہ رحمہا اللہ تعالیٰ

ذوالنون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ میرے سامنے ایک عابدہ لونڈی کی لوگوں نے تعریف کی۔ میں نے اس کا حال پوچھا تو کہنے لگے شراب خانہ میں ہے۔ وہاں پر آیا۔ دیکھا' تو ایک لونڈی ضعیف لاغر ہے کہ رات دن کی بے خوابی نے اس میں اثر کیا ہوا ہے۔ میں نے اس کو کہا اس نے جواب دیا۔ میں نے کہا' اے لونڈی! نصاریٰ کے مکان میں رہتی ہو! کہا' سر اٹھا۔ کیا خدائے تعالیٰ کے سوا دونوں جہان میں کچھ اور دیکھتا ہے۔ میں نے کہا' کچھ نہیں۔ میں نے کہا' کیا اکیلی رہنے سے گھبراتی نہیں ہو؟ کہنے لگی' دور ہو جا۔ اس نے میرے دل کو اپنی حکمت کی لطیفوں اور محبت سے اس قدر بھر دیا ہے اور اس قدر اپنے دیدار کا شوق مجھ کو دیا ہے کہ اپنے دل میں کوئی جگہ اس کے غیر کیلئے نہیں پاتی۔ میں نے کہا' میں تم کو حکیمہ دیکھتا ہوں۔ مجھ کو اس تنگی سے نکال اور سیدھا

راستہ مجھ پر کھول دے۔ کہا' اے جواں مرد تقویٰ اپنا زادراہ بنالے' اور زہد کو اپنا طریقہ اور پرہیز گاری کو اپنی سواری بنا اور ڈرنے والے کے راستہ پر چل۔ تاکہ تو ایسے دروازہ تک پہنچے کہ نہ وہاں پردہ ہوگا' نہ دربان۔ اپنے خزانچیوں سے کہہ دے گا کہ کسی کام میں تمہاری نافرمانی نہ کریں۔

۶۰۸- ایک مصری عورت رحمہا اللہ تعالیٰ

امام یافعی کی تاریخ میں ایک شیخ سے روایت ہے کہ مصر کے علاقہ میں ایک عورت سال بھر ایک جگہ رہی کہ سردی گرمی میں وہاں سے اور جگہ نہ گئی اور اس سال میں نہ کھایا نہ پیا۔

۶۰۹- ایک اور مصری عورت رحمہا اللہ تعالیٰ

امام یافعی ''کتاب روض الریاحین'' میں لکھتے ہیں کہ ایک صوفی کہتے ہیں' مصر کے اطراف میں میں نے ایک عورت دیکھی' جو دیوانی اور حیران تھی۔ تیس سال سے دونوں پاؤں پر کھڑی تھی۔ جاڑے اور گرمی میں' نہ کبھی رات کو بیٹھتی' نہ دن کو دھوپ بارش میں کوئی اس کو پناہ تھی۔ سانپ اژدہا اس کے گرد آجایا کرتے۔

۶۱۰- ایک عورت خوارزمیہ رحمہا اللہ تعالیٰ

امام یافعی اپنی تاریخ میں یہی لکھتے ہیں کہ ایک عالم بیان کرتے تھے' خوارزم میں میں نے ایک عورت کو دیکھا کہ بیس سال سے زائد ہو چکے تھے' نہ کچھ کھایا نہ پیا تھا۔

۶۱۱- ایک حبشن لڑکی رحمہا اللہ تعالیٰ

شیخ محی الدین عبدالقادر گیلانی قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ میں نے پہلی دفعہ تجرید کے قدم پر جب حج کا ارادہ کیا' ابھی جوان تھا۔ میں اکیلا جاتا تھا۔ شیخ عدی بن مسافر مجھے ملے' وہ بھی جوان تھے۔ پوچھا کہ کہاں جاتے ہو؟ میں نے کہا' مکہ کو۔ کہا تم میرا ساتھ چاہتے ہو۔ میں نے کہا' میں تجرید کے قدم پر ہوں۔ اس نے کہا' میں بھی ویسا ہی ہوں۔ تب ہم دونوں روانہ ہوئے۔ ایک دن میں نے دیکھا کہ ایک حبشن لڑکی ظاہر ہوئی برقع منہ پر تھا۔ میرے سامنے کھڑی ہوگئی' اور مجھ کو تیز تیز دیکھتی تھی۔ پھر کہا' اے جوان تم کہاں سے آتے ہو؟ میں نے کہا' عجم سے۔ کہا' آج تم نے مجھ کو رنج میں ڈال دیا۔ میں نے کہا' کیوں؟ کہا' اس وقت حبشہ کے ملک میں تھی۔ مجھ کو

مشاہدہ ہوا کہ خدائے تعالیٰ نے تیرے دل پر تجلی کی ہے اور تجھ کو اس قدر دیا ہے کہ اور کسی کو جنہیں میں جانتی ہوں نہیں دیا۔ اس لئے میں نے چاہا کہ تم کو دیکھوں اور پہچانوں۔ تب کہا کہ میں آج کے دن تمہارے ساتھ رہوں گی اور آج رات تمہارے ساتھ افطار کروں گی اور چل پڑی۔ وہ جنگل کی طرف چلتی تھی اور ہم ایک طرف چلتے تھے۔ جب رات ہوئی ایک طباق ہوا سے زمین پر اترا۔ جس پر چھ روٹیاں سرکہ اور ترکاری کے ساتھ رکھی ہوئی تھیں۔ اس لڑکی نے کہا' الحمد للہ الذی اکرمنی واکرم ضیفی یعنی اس خدا کی تعریف ہے کہ جس نے میری اور میرے مہمانوں کی عزت کی۔ ہر رات میرے لئے روٹیاں آتی ہیں۔ آج ہر ایک لئے دو دو روٹیاں اتریں۔ اس کے بعد تین لوٹے پانی کے اترے۔ ہم نے پانی پیا وہ ایسا شیریں ولذیذ تھا کہ زمین کا پانی اس کی برابری نہیں کر سکتا تھا۔ پھر اسی رات ہم سے جدا ہوگئی اور چل دی۔ جب ہم مکہ میں پہنچے تو شیخ عدی کو طواف کی حالت میں ایسی تجلی ہوئی کہ بے ہوش ہو گئے۔ چنانچہ بعضوں نے کہا کہ وہ مر گئے۔ پھر دفعتاً میں نے یہ دیکھا کہ وہی لڑکی اس کے سر پر کھڑی ہے اور کہتی ہے کہ جس خدا نے تجھے مارا ہے وہ تجھے زندہ کر دے سبحان الذی لایقوم الحادثات لتجلی نور جلاله الاتثبیته ولا لبستقر الکائنات بظهور صفاته الابتائیده با خفطف سبحات قدسیه ابصار العقول وخذت نفحات بهایته الباب الفحول یعنی پاک ہے وہ ذات کہ اس کی تجلی کے نور کی وجہ سے تمام حادثات قائم نہیں رہ سکتے مگر اسی کے ثابت رکھنے کے ساتھ اور اسی کی صفات کے ظہور سے کائنات قرار نہیں پکڑ سکتے' مگر اس کی تائید سے بلکہ اس کے قدس کے انوار کی تیزی عقلوں کی بینائی کو اچک لیتی ہے اور بڑے لوگوں کی عقلوں کو اس کی عزت کی لپٹیں لے جاتی ہیں۔ اس کے بعد مجھ کو طواف میں تجلی ہوئی اور اپنے باطن میں سے آواز سنائی دی اور اس کے آخر میں یہ کہا گیا' اے عبدالقادر ظاہری تجرید کو چھوڑ اور توحید تفرید کو لازم رکھ۔ لوگوں کے نفع کیلئے بیٹھ کہ ہمارے بعض خاص بندے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ ان کو تمہارے ہاتھ پر اپنے قرب سے مشرف کریں۔ اتفاقاً اس لڑکی نے کہا' اے جوان! میں نہیں جانتی کہ آج کیا تیرا نشان ہے کہ تیرے سر پر نور کا خیمہ لگایا گیا ہے۔ آسمان تک فرشتے تیرے گرد جمع ہیں اور تمام اولیاء کی آنکھیں اپنے مقامات سے تجھ کو دیکھ کر حیران ہو رہی ہیں اور سب ایسی نعمت کے جو تجھ کو ملی ہے' امیدوار ہیں۔ اس کے بعد وہ لڑکی چلی گئی۔ پھر کبھی اس کو میں نے نہ دیکھا۔

۶۱۲ - ایک عورت اصفہانیہ رحمہا اللہ تعالیٰ

شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ایک مرید کہتے ہیں' ایک دن شیخ کو منبر پر استغراق ہو گیا اور آپ کے

عمامہ کا ایک پیچ کھل گیا۔ آپ کو معلوم نہیں تھا۔ حاضرین نے ان کی موافقت کی۔ اپنی دستاریں اور ٹوپیاں اتار کر منبر کے پایہ میں ڈال دیں۔ جب شیخ کو ہوش آیا اور کلام پورا کیا۔ اپنے عمامہ کو درست کیا اور مجھ سے کہا کہ دستاروں اور ٹوپیوں کو ان کے مالکوں کو دے دو۔ میں نے ایسا ہی کیا' لیکن ایک ٹوپی باقی رہ گئی۔ جس کا مالک معلوم نہ ہوا۔ شیخ نے فرمایا یہ مجھے دے اور اپنے کندھے پر رکھ دی۔ اسی وقت وہ غائب ہوئی۔ میں حیران رہا۔ جب شیخ منبر سے اترے تو مجھ سے فرمایا جب مجلس والوں نے اپنے عمامے اتارے تو ہماری ایک ہمشیرہ اصفہان میں رہتی ہے۔ اس نے بھی اپنی پٹی کو پھینکا جب میں نے اس کو کندھے پر رکھا تو اس نے اصفہان میں سے ہاتھ بڑھایا اور اس کو اٹھا لیا۔

۶۱۳- ایک فارسیہ عورت رحمہا اللہ تعالیٰ

شیخ نجیب الدین علی بزغش فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک عورت شہر کلپایگاں سے شیراز میں آئی تھی۔ اکثر دفعہ ہمارے گھر میں آتی تھی' وہ عورت باخبر تھی۔ چند دن تک ہمارے گھر میں رہی۔ میرا ہاتھ تنگ تھا اور وہ اس حال کو جانتی تھی۔ چند برتن گھر میں تھے۔ جب کبھی خدائے تعالیٰ گیہوں' جو وغیرہ غلہ بھیجتا تھا اس برتن میں ڈال دیا کرتا تھا۔ وہ برتن خالی تھا۔ صرف ان کے سر ڈھکے ہوئے تھے۔ تا کہ ضرورت کے وقت تک پاک رہیں۔ اس عورت نے سمجھ لیا کہ شاید ان برتنوں میں کچھ غلہ ہے۔ مجھ سے کہا' جب تنگی نے ستایا ہے تو کیوں اس غلہ سے جو برتنوں میں ہے' گزارہ نہیں کرتے ہو؟ میں نے کہا' وہ تو خالی ہیں۔ وہ عورت اٹھی اور ان کے سروں کو پکڑا اور کھلا چھوڑ دیا۔ کہا' اس لئے خالی ہیں کہ ان کے منہ بند ہے۔ جب ان کا سر کھلا ہو گا تو اس منہ کی طرح ہو گا کہ جو کھلا اور بھوکا ہو۔ پھر خدائے تعالیٰ اس کو غذا بھیجتا ہے اور ہر ایک کی غذا حاجت کے وقت اس کے مناسب پہنچاتا ہے۔ پس ان برتنوں کی غذا غلہ ہے۔ جب ان کے پیٹ خالی معلوم ہوں گے تو غلہ اور اناج سے بھر جائیں گے۔ جب اس عورت نے یہ تصرف کیا۔ تو اسی وقت خدائے تعالیٰ نے اس قدر گیہوں بھیجے کہ وہ برتن پر ہو گئے۔ وہ عورت اولیاء اللہ میں سے تھی۔

تمت

سیف الملوک

میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ

شبیر برادرز اردو بازار لاہور